ترتیب و تدوین

علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

قادری پبلشرز
اردو بازار۔ لاہور

مرآۃ المناجیح

شرح

مشکوٰۃ المصابیح

جزو دوم

ترتیب و تدوین

علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

قادری پبلشرز

اردو بازار ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ------------ مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (جلد دوم)
ترتیب وتدوین ------------ امام شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم وشارح ------------ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
کمپوزنگ ------------ ورڈز میکر
مطبع ------------ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
اشاعت ------------ فروری 2009ء

بسم الله الرحمن الرحيم

بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم
بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام
کلام شیخ سعدیؒ
کتبہ گوہر قلم

فہرست مرأت المناجیح

(جلد دوم)

بَابُ السُّتْرَةِ — سترہ کا بیان (آڑ)

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

سترہ سُتر سے بنا ہے بمعنی ڈھانپنا۔ سترہ کے لغوی معنی ہیں چھپانے والی چیز یعنی آڑ۔ شریعت میں سترہ وہ چیز ہے جو نمازی اپنے سامنے رکھے تاکہ اس سترہ کے پیچھے سے لوگ گزر سکیں اس کی لمبائی کم از کم ایک ہاتھ (۲/۱-۱ فٹ) اور موٹائی ایک انگل چاہیے بغیر سترہ نمازی کے آگے سے گزرنا حرام مگر حرم شریف کی مسجد میں جائز ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اگر صفِ اوّل میں لوگوں نے خالی جگہ چھوڑی ہو تو بعد میں آنے والا صفوں کے سامنے سے گزرتا ہوا وہاں پہنچے اور جگہ پُر کرے کیونکہ اس میں قصور جماعت والوں کا ہے نہ کہ اس کا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُوْا اِلَى الْمُصَلّٰى وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّىْ اِلَيْهَا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۷۱۶) روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت عیدگاہ تشریف لے جاتے ۱؎ آپ کے سامنے نیزہ لے جایا جاتا اور آپ کے آگے عیدگاہ میں گاڑ دیا جاتا۔ حضور اس کی طرف نماز پڑھتے ۲؎ (بخاری)

(۷۱۶) ۱؎ نمازِ عیدین کے لیے۔ عید الاضحٰی کے لیے بہت جلدی تاکہ بعد میں قربانیاں کی جاسکیں اور عید الفطر میں کچھ دیر سے تاکہ مسلمان کچھ کھا کر اور فطرہ ادا کر کے آسانی سے پہنچ سکیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز جنگل میں پڑھنا سنت ہے اگرچہ شہر میں بھی جائز ہے۔ ۲؎ تاکہ گزرنے والوں کو سامنے سے گزرنے میں رکاوٹ نہ ہو اس زمانہ میں عیدگاہ کی عمارت نہ تھی' میدان میں نماز پڑھی جاتی تھی۔

وَعَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِىْ قُبَّةٍ حَمْرَآءَ مِنْ اَدَمٍ وَّ رَاَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ رَاَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مُشَمِّرًا صَلّٰى اِلَى الْعَنَزَةِ

(۷۱۷) روایت ہے ابن ابی جحیفہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے کے ابطح مقام میں ۲؎ چمڑے کے سرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور کے وضو کا پانی لیا۔ ۳؎ اور لوگوں کو دیکھا اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ ۴؎ جس نے اس میں سے کچھ پالیا تو اسے مل لیا اور جس نے نہ پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری ۵؎ لے لی پھر میں نے حضرت بلال کو دیکھا' انہوں نے ایک نیزہ لیا اور اسے گاڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جوڑے میں دامن سمیٹے تشریف ۶؎ لائے نیزے کی طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دو

بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَاَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ الْعَنَزَةِ.(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

رکعتیں پڑھائیں۔ ۷ اور میں نے لوگوں اور جانوروں کو نیزے کے آگے گزرتے دیکھا۔ ۸ (مسلم٬ بخاری)

(۷۱۷) ۱ آپ کا نام وہب ابن عبداللہ عامری ہے٬ آپ بہت نوعمر صحابی ہیں۔حضور کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے۔ ۷۴ھ کوفہ میں وصال ہوا۔ ۲ یہ جگہ جنت معلیٰ سے کچھ آگے منیٰ کی جانب ہے جسے وادی مُحَصَّبُ اور بطحاء بھی کہا جاتا ہے اسی نسبت سے حضور کو ابطحی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ابطح کے معنی ہیں بجری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آ جاتا ہو۔ ۳ یعنی حضور نے خیمہ میں وضو کیا۔غسالہ ایک لگن میں گرا۔حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ وہ پانی کا لگن باہر صحابہ کے پاس لائے تاکہ صحابہ اس سے برکتیں حاصل کرلیں۔صحابہ کرام اس غسالہ شریف پر ٹوٹ پڑے۔ ۴ اسے حاصل کرنے اور برکت لینے کے لیے کیوں کہ وہ پانی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء سے لگ کر نورانی بھی ہوگیا اور نورگر بھی۔پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ مہکا دیتی ہے٬ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح و ایمان مہکا دے گا۔ ۵ اور اسے اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔مرقات میں اسی جگہ ہے کہ حضرت ابوطیبہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فصد لی اور خون بجائے پھینکنے کے پی لیا۔خیال رہے کہ ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کہ وہ ہمارے گناہ لے کر نکلا ہے٬ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا غسالہ متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔بعض مرید اپنے مشائخ کا جھوٹا پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں٬ ان کی دلیل یہ حدیث ہے ۶ سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کہ یہ تو مرد کے لیے منع ہے بلکہ سرخ خطوط سے٬ مخطط کپڑا مراد ہے یا سرخ سوت سے بنا ہوا کپڑا۔لہٰذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔ ۷ یا فجر یا ظہر کی کیونکہ آپ مسافر تھے غالبًا یہ واقعہ حجۃ الوداع یا عمرۃ القضاء کا ہے۔ ۸ کیونکہ امام کا سترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِضُ رَاحِلَتَهٗ فَيُصَلِّي اِلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ قُلْتُ اَفَرَاَيْتَ اِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ كَانَ يَاْخُذُ الرَّحْلَ فَيَعْدِلُهٗ فَيُصَلِّيْ اِلٰى اٰخِرَتِهٖ.

(۷۱۸) روایت ہے حضرت نافع سے وہ حضرت ابن عمر سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو سامنے کرلیتے پھر اس کی طرف نماز پڑھ لیتے۔ ۱ (مسلم٬ بخاری) بخاری نے یہ بھی زیادہ کیا میں نے کہا بتاؤ تو اگر سواری چل دیتی؟ فرمایا کجاوے کو درست کرلیتے تھے پھر اس کی پشتی کی طرف نماز پڑھتے۔ ۲

(۷۱۸) ۱ اس طرح کہ بیٹھے ہوئے اونٹ کے سامنے نماز پڑھتے تاکہ لوگ اس طرف سے گزر سکیں۔معلوم ہوا کہ سترہ صرف لکڑی وغیرہ کا ہی نہیں ہوتا بلکہ جانور اور انسان کا بھی ہوجاتا ہے۔ ۲ یعنی نافع نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ نماز کی یہ صورت خطرناک ہے اگر دورانِ نماز میں اونٹ اُٹھ کر چل دے تو نمازی کیا کرے؟ تو فرمایا سرکار پہلے سے اس کا انتظام کرلیتے تھے جس سے اونٹ نہ جاسکے۔آخر اور موخرہ کجاوے کی وہ پچھلی لکڑی ہے جس سے سوار پیٹھ ٹیک لیتا ہے٬ یہ ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ ہوتی ہے٬ اسے ہمارے عرف میں اونٹ والے پشتی کہتے ہیں۔

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۷۱۹) روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبیداللہ سے فرماتے ہیں٬

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَايُبَالِ مَنْ مَّرَّوَرَآءَ ذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے کجاوے کو پشتے کی طرح رکھ لے تو نماز پڑھتا رہے اور سامنے سے گزرنے والوں کی پرواہ نہ کرے۔ ۱؎ (مسلم)

(۷۱۹) ۱؎ یعنی یہ سترہ کے پیچھے سے گزرے اس کی پرواہ نہ کرے، خیال رہے کہ اگر نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو اتنی دور پر سامنے سے گزرنا ناجائز ہے جہاں کی چیز نمازی کو سجدہ گاہ پر نظر رکھتے ہوئے محسوس ہو جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ جُهَيْمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْيَعْلَمُ الْمَآرُ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ اَبُوالنَّضْرِ لَا اَدْرِىْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْراً اَوْسَنَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۲۰) روایت ہے کہ حضرت ابوجہیم سے ۱؎ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اسے چالیس تک ٹھہرنا سامنے سے گزرنے سے بہتر ہوتا۔ ابونصر کہتے ہیں کہ مجھے خبر نہیں کہ چالیس دن فرمائے یا مہینے یا سال۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۷۲۰) ۱؎ آپ صحابی ہیں، ابی ابن کعب کے بھانجے آپ کا نام عبداللہ ابن حارث ابن صمہ انصاری ہے، امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ چالیس سال فرمایا ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں ہے، مطلب اس کا ظاہر ہے چالیس کا عدد اس لیے ارشاد فرمایا کہ انسان کا ہر حال چالیس پر ہی تبدیل ہوتا ہے، ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ پھر چالیس دن تک خون پھر چالیس دن تک جمی بوٹی پھر پیدائش کے بعد چالیس دن تک ماں کو نفاس پھر چالیس سال تک عمر کی پختگی اسی لیے بعد وفات چالیس روز تک مسلسل فاتحہ کی جاتی ہے اور چالیسویں کی فاتحہ اہتمام سے ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَیْءٍ يَّسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَّجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَشَيْطَانٌ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَ لِمُسْلِمٍ مَّعْنَاهُ۔

(۷۲۱) روایت ہے ابوسعید سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی ایسی چیز کی طرف نماز پڑھے جو اسے لوگوں سے چھپالے ۱؎ پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرنا چاہے تو نمازی اسے دفع کرے۔ ۲؎ پھر اگر نہ مانے تو اس سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے۔ ۳؎ یہ بخاری کے لفظ ہیں، مسلم میں اس کے معنی ہیں۔

(۷۲۱) ۱؎ یعنی اس کے اور لوگوں کے درمیان آڑ بن جائے پورا چھپانا مرادنہیں کیونکہ ایک ہاتھ کا سترہ پورے جسم کو نہیں چھپا سکتا۔ ۲؎ یعنی عمل قلیل سے ہاتھ کے ساتھ اسے ہٹا دے، گزرنے نہ دے۔ ظاہر یہ ہے کہ احد میں بچہ اور دیوانہ بھی داخل ہے، ان کو بھی گزرنے سے روکا جائے یہاں سامنے گزرنے سے مراد ہے سترے اور نمازی کے درمیان گزرنا کہ یہی ممنوع ہے۔ ۳؎ یعنی سختی سے اسے روکے یہاں لڑنا بھڑنا اور قتل کرنا مرادنہیں۔ مرقات نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی جاہل نمازی اسے قتل کر دے تو عمداً قتل میں قصاص واجب ہوگا اور خطا میں دیت۔ خیال رہے کہ اگر نمازی بغیر سترے راستہ میں نماز پڑھ رہا ہے تو اسے گزرنے والے کو روکنے کا حق نہ ہوگا

کہ اس میں قصور نمازی کا ہے اسی لیے یہاں سترے کی قید لگائی شیطان سے مراد یا تو اصطلاحی شیطان ہے یعنی جنات کا مورثِ اعلیٰ۔ تب تو یہ مطلب ہوگا کہ اسے شیطان بہکا کر اِدھر لا رہا ہے اور اس پر شیطان سوار ہے اور یا شیطانوں سے انسانوں کا شیطان مراد ہے جو شیطانوں کا سا کام کرے، وہ شیطان ہی ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم نے بھی شیطانی کام کرنے والے انسانوں کو خناس فرمایا ہے کہ ارشاد فرمایا:

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (۱۱۴: ۵-۶)

وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں، جن اور آدمی (کنزالایمان)

اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے، ایک یہ کہ دینی کاموں میں خلل ڈالنے والا سخت مجرم ہے لہٰذا جو لوگ مسجدوں کے پاس شور مچائیں، ریڈیو کے گانے لگائیں، وہ اس سے عبرت پکڑیں کہ نمازی سے آگے گزرنے والا اس لیے مجرم ہے کہ نمازی کا دھیان بانٹتا ہے، دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجرم نرمی سے نہ مانے تو اسے سختی سے روکا جائے، یہ سختی بھی تبلیغ کی ایک قسم ہے۔

۔ یہ چھپانے والی چیز دیوار ہو یا ستون یا لکڑی وغیرہ یا کوئی سامنے بیٹھا ہوا آدمی ہو یا اونٹ وغیرہ جانور کہ سب سترہ میں داخل ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ وَالْكَلْبُ وَیَقِیْ ذٰلِكَ مِثْلُ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۲۲) روایت ہے حضرت ابی ہریرہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز کو عورت اور گدھا اور کتا توڑ دیتے ہیں۔ ۱؎ اور کجاوے کی پشتی کی مثل اسے بچالیتی ہے۔ ۲؎

(۷۲۲) ۱؎ یعنی اگر نمازی کے سامنے سے ان میں سے کوئی گزرے تو خیال بٹے گا اور نماز کا خشوع خضوع جاتا رہے گا یہاں نماز ٹوٹنے سے مراد نماز کا باطل ہونا نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نمازی کے آگے گزرنے کا وبال دونوں پر پڑتا ہے، گزرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے اور نمازی کا دل حاضر نہیں رہتا۔ ان تین کے ذکر کی حکمت اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔ ۲؎ یعنی سترے کی برکت سے اس کی نماز محفوظ رہے گی اور گزرنے والا گنہگار نہ ہوگا، دونوں کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ وَ اَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ كَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۷۲۳) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز پڑھتے تھے حالانکہ میں آپ کے درمیان ایسے لیٹی ہوتی تھی جیسے جنازہ کا رکھا ہونا۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۷۲۳) ۱؎ حجرہ شریف چھوٹا تھا جس میں نوافل کے لیے علیحدہ جگہ نہ بن سکتی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی کیفیت یہ تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا نمازی کے آگے سے گزرنا اور ہے اور آگے ہونا کچھ اور گزرنا ممنوع ہے، آگے ہونا ممنوع نہیں۔ اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کے گزرنے سے بھی نماز ٹوٹے گی نہیں۔ یہ حدیث پچھلی حدیث کی گویا تفسیر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى اَتَانٍ وَّاَنَا یَوْمَئِذٍ قَدْنَا هَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَیْرِ

(۷۲۴) روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں گدھی پر سوار آیا حالانکہ میں اس دن قریب بلوغ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو بغیر دیوار کی آڑ کے نماز پڑھا رہے

جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِ فَنَزَلْتُ وَ اَرْسَلْتُ الْاَتَانِ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تھے۔ ۱ میں بعض صف کے آگے سے گزرا پھر اُترا پڑا گدھی کو چھوڑ دیا کہ چرتی تھی اور خود صف میں داخل ہوگیا اس کا مجھ پر کسی نے اعتراض نہ کیا۔ ۲ (مسلم بخاری)

(۷۲۴) ۱ یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیوار نہ تھی' میدان میں نماز پڑھا رہے تھے' لاٹھی وغیرہ کا سترہ ضرور تھا چونکہ امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لیے کافی ہوتا ہے اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں سب کے سامنے سے گزر گئے لہٰذا یہ حدیث سترہ کے خلاف نہیں اسی لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث اس باب میں لائے کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور کے آگے دیوار کے سوا کوئی اور سترہ ضرور تھا' دیوار کی نفی فرمائی ہے نہ کہ سترہ کی۔ ۲ یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے کہ نماز کو کتا' گدھا' عورت توڑ دیتے ہیں یعنی وہ حکم جب ہے کہ سترے کے بغیر سامنے سے گزریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ شَيْئًا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصَاهُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَايَضُرُّهٗ مَامَرَّ اَمَامَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۷۲۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے منہ کے سامنے کچھ رکھ لے۔ ۱ اگر نہ پائے تو اپنی لاٹھی گاڑ لے اگر اس کے پاس لاٹھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر جو چیز سامنے سے گزرے تو اسے نقصان نہ دے گی۔ ۲

(ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۷۲۵) ۱ یعنی ایک ہاتھ لمبی اور ایک انگل موٹی کوئی چیز جیسا کہ پچھلی احادیث میں صراحۃً گزر گیا۔ بعض نمازی اپنے آگے چاقو یا پیالہ وغیرہ رکھ لیتے ہیں' سخت غلطی کرتے ہیں' وہ حدیث کا مطلب نہیں سمجھے۔ ۲ خط کھینچنے کی حدیث مضطرب ہے' ضعیف بھی۔ دیکھو مرقات لمعات وغیرہ اس لیے اکثر علماء نے اس پر عمل نہ کیا' وہ خط کو محض بے کار سمجھتے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس خط کی وجہ سے سامنے گزرنے کا اثر نماز پر نہ ہوگا اس کی نماز خراب نہ ہوگی مگر اس سے گزرنا جائز نہ ہوگا اور گزرنے والا گنہگار بھی ہوگا اسی لیے یہاں **لایضرہ** فرمایا یعنی نمازی کو مضر نہیں نہ کہ گزرنے والے کو مگر صحیح قول جمہور ہی کا ہے کیونکہ خط نہ تو آڑ بنتا ہے نہ کسی کو نظر ہی آتا ہے تو اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَايَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلٰوتَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۷۲۶) روایت ہے حضرت سہل ابن ابی حثمہ سے ۱ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی سترے کی طرف نماز پڑھے۔ ۲ تو اس سے قریب رہے شیطان اس کی نماز نہ توڑ سکے گا۔ ۳ (ابوداؤد)

(۷۲۶) ۱؎ آپ انصاری ہیں اوسی ہیں ۳ھ میں پیدا ہوئے' آپ کی کنیت ابومحمد یا ابوعمارہ ہے' کوفہ قیام تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وہیں وفات پائی۔ بہت صحابہ نے آپ سے روایتیں لی ہیں۔ ۲؎ بعض نے فرمایا کہ سترہ سے تین ہاتھ یعنی ڈیڑھ گز کے فاصلے پر کھڑا ہو مگر صحیح یہ ہے کہ بقدر سجدہ دُور رہے اس کے لیے حد مقرر نہیں کی جاسکتی کیونکہ بعض لوگ دراز قد ہوتے ہیں' بعض پست قد۔ ۳؎ یعنی اس سترے یا قرب کی برکت یہ ہوگی کہ شیطان نماز میں وسوسہ نہ ڈال سکے گا معلوم ہوا کہ جیسے بسم اللہ کی برکت سے شیطان کھانے سے دُور رہتا ہے اور کھلے گھڑے پر لکڑی کھڑی کر دینے سے بلائیں دُور رہتی ہیں' ایسے ہی سترے کی برکت سے نمازی سے شیطان دُور رہتا ہے' یہ قدرتی چیز ہے۔

وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی اِلٰی عُوْدٍ وَّلَا عَمُوْدٍ وَّلَاشَجَرَۃٍ اِلَّا جَعَلَہٗ عَلٰی حَاجِبِہِ الْاَیْمَنِ اَوِالْاَیْسَرِ وَلَا یَصْمُدُ لَہٗ صَمْدًا۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۷۲۷) روایت ہے حضرت مقداد بن اسود سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے نہ دیکھا مگر آپ اسے اپنی داہنی یا بائیں بھوؤں کے سامنے رکھتے تھے۔ ۱؎ اور بالکل اس کے سامنے نہ ہوتے تھے۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۷۲۷) ۱؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ سترہ نمازی کے سامنے نہ ہو بلکہ قدرے دائیں بائیں ہٹا ہوا اس مسئلے کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۲؎ یعنی سترے کو ناک کے مقابل نہ رکھتے تاکہ بت پرستوں کی مشابہت نہ ہو جائے کیونکہ وہ پوجا کے وقت بت بالکل سامنے رکھتے ہیں اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن چونکہ فضائل کی ہے لہٰذا قبول ہے۔ نسائی میں ہے کہ سترہ بائیں پلک پر رکھا جائے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ داہنے سے بائیں پلک پر رکھنا افضل ہے۔ سترہ چونکہ شیطان کو دفع کرنے کے لیے ہے اور شیطان بائیں سمت ہی سے آتا ہے اسی لیے اگر نماز میں تھوکنا پڑ جائے تو بائیں طرف تھوکے۔

وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِیْ بَادِیَۃٍ لَّنَا وَمَعَہٗ عَبَّاسٌ فَصَلّٰی فِیْ صَحْرَآءٍ لَیْسَ بَیْنَ یَدَیْہِ سُتْرَۃٌ وَّ حِمَارَۃٌ لَّنَا وَکَلْبَۃٌ تَعْبَثَانِ بَیْنَ یَدَیْہِ فَمَا بَالٰی بِذٰلِكَ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ لِلنَّسَآئِیِّ نَحْوَہٗ)

(۷۲۸) روایت ہے حضرت فضل ابن عباس سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' ہم اپنے جنگل میں تھے اور آپ کے ساتھ حضرت عباس تھے' آپ نے جنگل میں نماز پڑھی' آپ کے سامنے سترہ نہ تھا' ہماری ایک گدھی اور کتیا آپ کے سامنے کھیلتے رہے۔ ۱؎ آپ نے اس کی پرواہ نہ کی۔ (ابوداؤد) نسائی میں اس کی مثل ہے۔

(۷۲۸) ۱؎ چونکہ اس جنگل میں کسی کے گزرنے کا احتمال نہ تھا اس لیے سترہ نہ گاڑا گیا۔ یہ کتیا اور گدھی زیادہ فاصلے پر تھے اس لیے اس کی پرواہ نہ کی گئی۔ چنانچہ فقہاء فرماتے ہیں کہ جنگل میں نمازی کے آگے اتنی دُور سے گزرنا جائز ہے کہ جب نمازی سجدہ گاہ پر نظر رکھے تو وہاں کی چیز محسوس نہ ہو لہٰذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

(۷۲۹) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں' فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ وَّادْرَءُ وْا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ.(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔ ۱؎ اور جہاں تک ہو سکے دفع کرو اس لیے کہ وہ گزرنے والا شیطان ہے۔ (ابوداؤد)

(۷۲۹) ۱؎ یعنی نمازی کے آگے سے کسی چیز کا گزر جانا نماز کو باطل نہیں کرتا لہٰذا یہ حدیث توڑنے کی روایت کے خلاف نہیں کہ وہاں حضور قلبی کا توڑنا مراد ہے نہ کہ اصل نماز کا اور یہاں اصل نماز توڑنے کی نفی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ وَاِذَا قَامَ بَسَطْتُّهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۳۰) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوئی ہوئی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلے کی جانب ہوتے۔ ۱؎ جب آپ سجدہ فرماتے تو مجھے دبا دیتے، میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی ۔ اور جب کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی اور اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ تھے۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۷۳۰) ۱؎ آپ قبلہ کی طرف پاؤں نہیں پھیلاتی تھیں کہ وہ منع ہے بلکہ آپ کے پاؤں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قبلہ کی طرف ہوتے تھے اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ نماز میں تھوڑا عمل جائز ہے، دوسرے یہ کہ عورت کو چھونا وضو نہیں توڑتا اگرچہ بغیر آڑ کے ہو کیونکہ یہاں آڑ کی قید نہیں آئی، تیسرے یہ کہ عورت کا نمازی کے آگے ہونا نماز خراب نہیں کرتا لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے۔ ۲؎ یہ بالکل ابتدائی حالت کا ذکر ہے جبکہ ضرورت کے وقت لکڑیاں جلا کر روشنی کی جاتی تھی، بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چراغ رائج ہو گئے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک چوہا چراغ کی جلتی بتی کھینچ کر لے گیا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چراغ گل کر کے سویا کرو کیونکہ چوہا اس کے ذریعے گھر میں آگ لگا دیتا ہے لہٰذا یہ حدیث چراغ والی احادیث کے خلاف نہیں۔

؎ یعنی جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کا قیام و رکوع فرماتے ہیں، اطمینان سے پاؤں پھیلائے سوئی رہتی اور جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کا وقت ہوتا تو مجھے دبا کر اشارہ کر دیتے جب میں پاؤں سمیٹتی تب سجدہ کے لیے جگہ بنتی اور آپ سجدہ کرتے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْيَعْلَمُ اَحَدُكُمْ مَالَهٗ فِيْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ اَخِيْهِ مُعْتَرِضًا فِي الصَّلٰوةِ كَانَ لَاَنْ يُّقِيْمَ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنَ الْخَطْوَةِ الَّتِيْ خَطَا. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۷۳۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ اسے اپنے بھائی کے سامنے گزرنے میں نماز کا راستہ کاٹتے ہوئے کیا گناہ ہو تو سو سال ٹھہرے رہنا اس کے لیے ایک قدم ڈالنے سے بہتر ہوتا۔ ۱؎ (ابن ماجہ)

(۷۳۱) ۱؎ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے جہاں صرف چالیس کا ذکر تھا' سال یا مہینے کا ذکر نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ وہاں بھی سال ہی مراد تھے اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے بیٹھے رہنا یا آ کر بیٹھ جانا بیٹھے سے اُٹھ جانا یا سیدھا سامنے چلا جانا منع نہیں بلکہ سامنے کی سمت کاٹ کر گزرنا منع ہے یعنی ہمارے ملک میں جنوباً شمالاً جانا جیسا کہ معترضاً سے معلوم ہوا البتہ اگر کوئی شخص نمازی کے آگے آ کر بیٹھ جائے پھر کچھ ٹھہر کر دوسری جانب اُٹھ جائے تو مکروہ ہے بلکہ ادھر ہی کو جائے جدھر سے آیا تھا۔ حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے انسان کو چاہیے کہ نمازی کے آگے سے ہرگز نہ گزرے۔

وَعَنْ كَعْبِ الْاَحْبَارِ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يُّخْسَفَ بِهٖ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَهْوَنَ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۷۳۲) روایت ہے حضرت کعب احبار سے فرماتے ہیں اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اس کا زمین میں دھنس جانا سامنے گزرنے سے بہتر ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ آسان ہوتا۔ ۱؎ (مالک)

(۷۳۲) ۱؎ یہ ساری وعیدیں آگے گزرنے سے روکنے کے لیے ہیں یعنی اگر اس کے عذاب سے پوری واقفیت ہوتی تو ہر شخص یہ چاہتا کہ زمین پھٹ جائے' میں سما جاؤں مگر نمازی کے آگے سے نہ گزروں یہاں گزرنے کی وہی صورت مراد ہے جو ناجائز ہے جن صورتوں میں شریعت نے گزرنے کی اجازت دی ہے' وہ اس سے علیحدہ ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى غَيْرِ السُّتْرَةِ فَاِنَّهٗ يَقْطَعُ صَلٰوتَهُ الْحِمَارُ وَ الْخِنْزِيْرُ وَالْيَهُوْدِيُّ وَالْمَجُوْسِيُّ وَالْمَرْاَةُ وَتَجْزِئُ عَنْهُ اِذَا مَرُّوْا بَيْنَ يَدَيْهِ عَلٰى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۷۳۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی بغیر سترہ نماز پڑھے تو اس کی نماز کو گدھا اور سور اور یہودی اور پارسی اور عورت توڑ دیتے ہیں۔ ۱؎ اور جب یہ لوگ نمازی کے آگے پتھر پھینکنے کی مسافت سے گزریں تو سترے سے کفایت کرے گا۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۷۳۳) ۱؎ اس کی شرح ابھی گزر چکی ہے کہ نماز کا حضور قلبی مراد ہے۔ وہاں تین کا ذکر تھا یہاں پانچ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہر ایک کا گزرنا مضر ہے لیکن ان پانچ کا گزرنا زیادہ مضر کیونکہ ان میں دھیان زیادہ بٹتا ہے' واللہ اعلم اگرچہ مجوسی بھی انسان ہیں مگر مسلمانوں کو ان سے نفرت بہت ہوتی ہے اس لیے ان کا سامنے سے گزرنا زیادہ شاق گزرے گا۔ ۲؎ یعنی اگر نمازی کے آگے سترہ نہ ہو اور ان میں سے کوئی اتنی دُور سے گزر جائے کہ نمازی سجدہ گاہ کو دیکھتے ہوئے ان کا احساس نہ کر سکے تو کوئی مضائقہ نہیں اور وہ پتھر پھینکنے کی بقدر ہے یعنی اگر یہ نمازی درمیانی پتھر درمیانی طاقت سے پھینکے تو جہاں پتھر گرے' اتنے فاصلے پر گزرنا جائز ہے' پتھر سے درمیانی پتھر مراد ہے اور پھینکنے سے درمیانی طاقت سے پھینکنا مراد۔

بَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ — صفاتِ نماز

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ . — پہلی فصل

اس باب میں نماز کے فرائض، واجبات، سنتیں اور مستحباب کا ذکر ہوگا۔ یعنی اوّل سے آخر تک نماز کی ساری کیفیت کا ذکر۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِیْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ وَالسَّلَامُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ اَوْ فِی الَّتِیْ بَعْدَهَا عَلِّمْنِیْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِیَ قَآئِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَّفِیْ رِوَايَةٍ ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِیَ قَآئِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِیْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۳۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ ایک شخص مسجد میں آیا ۱؎ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں جلوہ گر تھے، اس نے نماز پڑھی۔ ۲؎ پھر آیا حضور کو سلام کیا اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وعلیک السلام! لوٹ جاؤ، نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' ۳؎ وہ لوٹ گیا، نماز پڑھی پھر آیا، سلام کیا۔ آپ نے فرمایا ''وعلیک السلام! لوٹ جاؤ، نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی'' اس نے تیسری بار یا اس کے بعد بھی عرض کیا ''یارسول اللہ! مجھے سکھا دیجیے۔ ۴؎ جب تم نماز کی طرف اُٹھو تو وضو پورا کرو پھر کعبے کو منہ کرو پھر تکبیر کہو پھر جس قدر قرآن آسان ہو، پڑھ لو۔ ۵؎ پھر رکوع کرو حتیٰ کہ رکوع میں مطمئن ہو جاؤ پھر اُٹھو حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ سجدے میں مطمئن ہو جاؤ پھر اُٹھو حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ سجدے میں مطمئن ہو جاؤ پھر اُٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور ایک روایت میں ہے پھر اُٹھو حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اپنی ساری نماز میں یہی کرو۔ ۷؎ (مسلم، بخاری)

(۷۳۴) ۱؎ یہ آنے والے حضرت خلاد ابن رافع انصاری ہیں جو جنگِ بدر میں شہید ہوئے۔ یہ واقعہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ کسی صحابی سے سُن کر بیان فرما رہے ہیں کیونکہ حضرت خلاد بدر ۲ھ میں شہید ہو گئے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۷ھ میں اسلام لائے مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لیے دیکھنے والے کا نام مذکور نہ ہونا مضر نہیں۔ ۲؎ غالبًا یہ نماز نفل تحیۃ المسجد تھے جو جلدی جلدی تعدیل ارکان کے بغیر ادا کر لیے گئے تھے یا اس میں کوئی اور نقصان رہ گیا تھا۔ ۳؎ اس مضمون سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ مسجد نبوی میں آنے والا نمازیوں کو عمومی سلام الگ کرے اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو علیحدہ اب بھی زائرین حاضری شریف کے وقت دو رکعتیں پڑھ کر مواجہہ اقدس میں حاضری دے کر سلام عرض کرتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو نصیب

کرے۔ دوسرے یہ کہ سلام علیکم بھی کہہ سکتے ہیں علیک بھی تیسرے یہ کہ واجب رہ جانے سے نماز لوٹا لینی واجب ہے۔ خیال رہے کہ بھول کر واجب چھوٹ جانے پر سجدہ سہو واجب ہے اور عمداً چھوڑنے سے نماز لوٹانا واجب۔ چوتھے یہ کہ نماز میں تعدیل ارکان یعنی اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بزرگ جلدی سے ادا کر کے آ گئے تھے اس لیے نماز دوبارہ پڑھوائی گئی۔ ۴؎ یعنی ہر دفعہ یہ نماز پڑھ کر آتے، سلام عرض کرتے اور لوٹا دیئے جاتے۔ خیال رہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی ہی دفعہ انہیں نماز کا طریقہ نہ سکھایا بلکہ کئی بار پڑھوا کر پھر بتایا تاکہ یہ واقعہ انہیں یاد رہے اور مسئلہ خوب حفظ ہو جائے کہ جو چیز مشقت و انتظار سے ملتی ہے، وہ دل میں بیٹھ جاتی ہے جیسے ایک صحابی بغیر سلام کیے حاضر ہو گئے تو فرمایا پھر لوٹ کر جاؤ اور سلام کر کے آؤ لہٰذا اس میں علماء کو طریقہ تبلیغ کی تعلیم بھی ہے۔ ۵؎ یعنی جو سورت یا آیت تمہیں یاد ہو، وہ پڑھو اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (۷۳،۲۰) اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو (کنزالایمان) اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں بلکہ مطلقاً تلاوت فرض ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو قبلہ کو منہ اور تکبیر وغیرہ فرائض کے سلسلے میں مطلق قرأت کا ذکر کیا نہ کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کا جن احادیث میں آتا ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ نماز نہیں ہوتی، وہاں مراد ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں سے کم پڑھنے کو قرأت قرآن یا تلاوتِ قرآن نہیں کہا جاتا لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ قرآن کا ایک لفظ بھی پڑھنا نماز کے لیے کافی ہونا چاہیے حالانکہ تم اس کے قائل نہیں۔ ۶؎ اس کا نام ہے تعدیل ارکان یعنی نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا کہ ہر رُکن میں تین تسبیح کی بقدر ٹھہرنا یہ تعدیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیل نہ ہونے پر فرمایا لم تصل تم نے نماز پڑھی ہی نہیں جس کے بغیر نماز بالکل نہ ہو، وہ فرض ہوتا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعدیل فرض نہیں بلکہ واجب ہے کہ جس کے رہ جانے سے نماز ناقص واجب اعادہ ہوتی ہے لیکن فرض ادا ہو جاتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ لم تصل میں کمال نماز کی نفی آتی ہے یعنی تم نے کامل نماز نہیں پڑھی کیونکہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ان کاموں کو پورا کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر ان میں سے کچھ کم کرو گے تو تمہاری نماز ناقص ہوگی۔ معلوم ہوا کہ تعدیل کے بغیر نماز ناقص ہوگی، باطل نہیں لہٰذا یہ واجب ہے، فرض نہیں۔ نیز تعدیل فرض ہوتی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اوّل ہی سے بتا دیتے، انہیں بغیر فرض ادا کیے نماز بار بار پڑھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ اس کے بغیر وہ نمازیں بالکل بے کار تھیں اور فعل عبث تھا اور واجب کے بغیر ان نمازوں میں کچھ ثواب مل گیا۔ ۷؎ اس سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں تلاوتِ قرآن فرض ہے مگر یہ حکم فرض نماز کے علاوہ میں ہے۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں تلاوت فرض باقی میں نفل چونکہ ان بزرگ نے تحیۃ المسجد نفل ادا کیے تھے لہٰذا انہیں یہ حکم دیا گیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَكَانَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ

(۷۳۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے اور قرأت الحمدللہ ربّ العالمین سے شروع کرتے تھے۔ ۱؎ اور جب رکوع کرتے تو اپنا سر نہ اونچا رکھتے، نہ نیچا لیکن اس کے درمیان۔ ۲؎ اور جب رکوع سے سر

اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِىَ قَآئِمًا وَّ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِىَ جَالِسًا وَّكَانَ يَقُوْلُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطٰنِ وَيَنْهٰى اَنْ يَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اُٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب سجدے سے سر اُٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے حتیٰ کہ سیدھے بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے۔ ۳؎ اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے تھے۔ ۴؎ اور شیطان کی بیٹھک سے منع کرتے تھے۔ ۵؎ اور اس سے منع کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی کہنیاں درندے کی طرح بچھا دے۔ ۶؎ اور اپنی نماز سلام سے ختم فرماتے تھے۔ (مسلم)

(۷۳۵) ۱؎ یعنی بحالتِ امامت تلاوتِ قرآن بلند آواز سے الحمد سے شروع کرتے تھے یعنی بسم اللہ آواز سے نہ پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز نہیں' نہ اسے امام آواز سے پڑھے۔ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ جو مسلم بخاری وغیرہ تمام کتب احادیث میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی یہ آئی: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (۹۶-۱) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا (کنزالایمان) اس کے اوّل بسم اللہ نہیں آئی لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔ نیز اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بسم اللہ پڑھتے ہی نہیں تھے۔ پڑھتے تھے مگر آہستہ یہاں بلند آواز سے پڑھنے کی نفی ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے کیونکہ وہ آہستہ پڑھنا مراد ہے۔ خیال رہے کہ اصطلاح شریعت میں بحث نماز میں جہاں کہیں قرأت بولی جائے گی وہاں تلاوتِ قرآن مراد ہوتی ہے نہ کہ مطلقاً پڑھنا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نماز میں قیام قرأت' رکوع' سجدہ فرض ہے لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ نہیں پڑھتے تھے لہٰذا یہ حدیث سبحانک اللھم پڑھنے کی احادیث کے خلاف نہیں۔ ۲؎ یعنی پیٹھ شریف کے برابر یہی سنت ہے اس کے خلاف سنت کے خلاف ہے۔ ۳؎ سوا مغرب کے فرض اور وتروں کے کہ ان میں پہلی التحیات دو رکعتوں کے بعد ہوتی ہے اور دوسری ایک رکعت کے بعد خیال رہے کہ یہ دونوں التحیات واجب ہیں لیکن پہلی میں بیٹھنا واجب اور دوسری میں فرض ہے۔ ۴؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قعدوں میں اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے تھے اور داہنا پاؤں کھڑا کرتے تھے۔ یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ ہر التحیات میں یونہی بیٹھے جن احادیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری التحیات میں بایاں پاؤں شریف داہنی جانب نکال دیتے اور زمین پر بیٹھتے وہاں بڑھاپے یا بیماری کا حال ہے جب زیادہ دیر تک بائیں پاؤں پر نہ بیٹھ سکتے تھے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ حنفی لوگ ان دونوں حدیثوں پر عامل ہیں مگر ان کے مخالف اس حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ۵؎ اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں سرین زمین پر رکھے اور پنڈلیاں کھڑی کرے' دونوں ہاتھ زمین پر بچھا دے' کتے کی سی بیٹھک یہ ممنوع ہے چونکہ کتا گندا ہے اس لیے اس کی بیٹھک کو شیطانی بیٹھک فرمایا۔ ۶؎ اس طرح کہ ایک جانب دونوں پاؤں بچھا دے سامنے کہنیاں کہ یہ بیٹھک بھی منع ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِي نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۷۳۶) روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے ۱؎ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت میں

وَسَلَّمَ اَنَا اَحْفَظُكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُهٗ اِذَاكَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَآءَ مَنْكِبَيْهِ وَ اِذَا رَكَعَ اَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ اسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَ مَكَانَهٗ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا وَ اسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَاِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَ نَصَبَ الْيُمْنٰى فَاِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْاُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

فرمایا کہ میں حضورِ انور کی نماز کا تم سب سے زیادہ حافظ ہوں٬ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھ اپنے کندھوں کے مقابل کرتے۔ ۲ے اور جب رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں سے گھٹنے مضبوط پکڑتے۔ ۳ے پھر اپنی پیٹھ جھکاتے پھر جب سر اُٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ لوٹ جاتا پھر جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھ یوں رکھتے کہ نہ بچھاتے نہ سمیٹتے۔ ۴ے اور پاؤں کی انگلیوں کے سرے قبلہ رُخ کرتے۔ ۵ے پھر جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں کھڑا کرتے پھر جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں آگے نکالتے اور دوسرا پاؤں کھڑا کرتے اور کولہے پر بیٹھتے۔ ۶ے (بخاری)

(۷۳۶) ۱ے آپ کا نام عبدالرحمٰن یا کچھ اور ہے٬ قبیلہ بنی ساعدہ سے ہیں٬ انصاری ہیں٬ اپنے گاؤں میں رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آتے رہتے تھے اسی لیے اس موقع پر صحابہ نے بطورِ تعجب پوچھا کہ اے ابوحمید! تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت زیادہ میسر نہ ہوئی٬ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ واقف کیسے ہوگئے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ ۲ے اس طرح کہ ہاتھ کے گٹے کندھوں کے مقابل ہوتے اور انگوٹھے کانوں کے مقابل لہٰذا یہ حدیث مسلم بخاری کی ایک روایت کے خلاف نہیں جو ابھی آ رہی ہے جس میں یہ ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے تھے کیونکہ وہاں انگوٹھے مراد ہیں جو لوگ کندھوں سے انگوٹھے لگاتے ہیں٬ وہ اس حدیث پر عمل نہیں کر سکتے۔ حنفیوں کا عمل اس پر بھی ہے اور اس پر بھی لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کے بالکل خلاف نہیں بلکہ موافق ہے۔ کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو جہاں اس پر بیس حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔ حدیثوں کو جمع کرنا ضروری ہے نہ کہ کسی حدیث کو چھوڑنا۔ ۳ے اس طرح کہ انگلیاں پھیلا کر گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے اور ہاتھوں کو سیدھا رکھتے اور اس پر پیٹھ کا پورا بوجھ دے دیتے دونوں ہاتھ شریف کمان کی طرح ٹیڑھے نہ کرتے۔ ۴ے یعنی نہ تو سجدے میں زمین پر کہنیاں لگاتے اور نہ بازو پسلیوں سے ملا دیتے بلکہ ہاتھوں کو الگ رکھتے۔ ۵ے اس طرح کہ سجدے میں پاؤں کے پورے پنجے جما کر زمین پر رکھتے جس سے پاؤں کی ہر انگلی کا کنارہ قبلہ رُخ ہو جاتا۔ خیال رہے کہ پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین سے لگنا فرض ہے اور تین انگلیوں کا پیٹ لگنا واجب٬ دسوں کا لگنا سنت آج عام نمازی اس سے بے خبر ہیں یا تو دونوں پاؤں سجدے میں اُٹھائے رکھتے ہیں یا انگلیوں کی نوک لگاتے ہیں اس سے نماز قطعاً نہیں ہوتی۔ ۶ے یہ جملہ امام شافعی کی دلیل ہے٬ وہ دوسری التحیات میں یونہی بیٹھتے ہیں اس کا جواب ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ یہ بیٹھنا بڑھاپے شریف یا کسی بیماری وغیرہ ضعف کی حالت میں تھا٬ عام حالات میں ہر التحیات میں بائیں پاؤں پر ہی بیٹھتے تھے٬ ہم نے اس طرح بیٹھنے کی اٹھارہ حدیثیں اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں جمع کی ہیں جن میں سے مسلم شریف کی روایت ابھی گزر گئی اس مسئلہ کا وہاں مطالعہ کرو حتیٰ کہ بخاری٬ ابوداؤد٬ نسائی٬ مالک نے عبداللہ ابن عبداللہ ابن عمر

سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرو اور بائیں پاؤں پر بیٹھو تو میں نے کہا آپ خود ایسا کیوں نہیں کرتے؟ تو فرمایا میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اُٹھاتے۔

وعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَايَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۳۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل اُٹھاتے۔ ۱؎ اور جب رکوع کی تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو بھی یونہی ہاتھ اُٹھاتے اور کہتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور سجدے میں یہ نہ کرتے۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۷۳۷) ۱؎ اس کی شرح ابھی گزر چکی کہ گٹے کندھوں تک رہتے اور انگوٹھے کانوں تک۔ ۲؎ اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں جاتے جاتے رفع یدین کیا مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ آخر وقت تک کیا' حق یہ ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے۔ چنانچہ عینی شرح بخاری میں ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن زبیر نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے آتے رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا ایسا نہ کرو' یہ وہ کام ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّلاً کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔ نیز سیدنا ابن مسعود' عمر ابن خطاب' علی مرتضیٰ' براء ابن عازب' حضرت علقمہ وغیرہم بہت صحابہ سے کہ وہ رفع یدین نہ کرتے تھے اور کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔ نیز ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے حضرت مجاہد سے روایت کی کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے سوا تکبیر اولیٰ کے کسی وقت ہاتھ نہ اُٹھائے۔ معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عمر کے نزدیک بھی رفع یدین منسوخ ہے۔ نیز رسالہ آفتاب محمدی میں ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث چند روایتوں سے منقول ہے جس میں سے ایک روایت میں یونس ہے جو سخت ضعیف ہے۔ دوسری اسناد میں ابوقلابہ ہے جو خارجی المذہب تھا (دیکھو تہذیب) تیسری اسناد میں عبیداللہ ہے۔ یہ پکا رافضی تھا۔ چوتھی اسناد میں شعیب ابن اسحٰق ہے جو مرجیہ مذہب کا تھا۔ غرض کہ رفع یدین کی احادیث کی اکثر اسنادوں میں بدمذہب خصوصاً روافض بہت شامل ہیں کیونکہ یہ ان کا عمل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ روافض کے تقیہ کی وجہ سے امام بخاری کو بھی پتا نہ لگا ہو لہٰذا مذہب حنفی نہایت قوی ہے کہ نمازوں میں سوا تکبیر تحریمہ کے اور کہیں رفع یدین نہ کیا جائے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۷۳۸) روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تو ہاتھ اُٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے۔ حضرت ابن عمر نے اس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا۔ ۱؎ (بخاری)

(۷۳۸) ۱؎ ابھی ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے اور یہاں حضرت نافع کی روایت میں آ گیا کہ کرتے تھے۔ ان دونوں روایتوں کو جمع کرلو کہ پہلے کرتے تھے' بعد میں نہ کرتے تھے یعنی نسخ کے پتا لگنے پر رفع یدین چھوڑ دیا از طحاوی۔ فقیر نے جاء الحق حصہ دوم میں رفع یدین نہ کرنے کی پچیس حدیثیں جمع کی ہیں' وہاں مطالعہ کرو۔
لطیفہ: مکہ معظمہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ رفع یدین میں مناظرہ ہوا۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے رفع یدین کے لیے حضرت ابن عمر کی حدیث پیش کی۔ امام اعظم نے جواب دیا کہ مجھ سے حماد نے روایت کی' انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے تکبیر اولیٰ کے کبھی رفع یدین نہ کرتے اور فرمایا کہ میری حدیث کے تمام راوی بڑے فقیہ و عالم ہیں لہذا تمہاری حدیث سے یہ حدیث راجح ہے' مرقات فتح القدیر وغیرہ۔

وَعَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ فِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۳۹) روایت ہے حضرت مالک ابن حویرث سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے حتیٰ کہ انہیں اپنے کانوں کے مقابل کر دیتے اور جب رکوع سے اُٹھاتے تو فرماتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ایسے ہی کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ ہاتھوں کو کانوں کی لو کے مقابل کرتے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۷۳۹) ۱؎ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ ہاتھ کانوں تک اُٹھائے جائیں' مطلب وہی ہے کہ انگوٹھے کانوں تک اُٹھیں اور گٹے کندھوں تک' کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کی بہت احادیث ہیں جو ہم نے اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں جمع کر دی ہیں۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَاِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۷۴۰) روایت ہے انہیں سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو جب آپ اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو نہ کھڑے ہوتے حتیٰ کہ سیدھے بیٹھ جاتے۔ ۱؎ (بخاری)

(۷۴۰) ۱؎ اس کا نام جلسہ استراحت ہے یعنی آرام کے لیے کچھ بیٹھنا۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سنت ہے' ہمارے ہاں نہیں۔ ہماری دلیل حضرت ابوہریرہ کی وہ حدیث ہے جو ترمذی وغیرہ نے نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعتوں میں اپنے قدموں کے سینہ پر کھڑے ہوتے تھے۔ نیز ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود' علی مرتضیٰ' عمر' ابن عمر' ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ وہ تمام حضرات قدم کے سینوں پر کھڑے ہوتے تھے۔ امام شعبی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ قدم کے سینہ پر کھڑے ہوتے تھے۔ اس حدیث کا مطلب جو یہاں مذکور ہے' یہ ہے کہ آپ بڑھاپے شریف میں جب ضعف کی وجہ سے سجدے سے سیدھے نہ اُٹھ سکتے تو تھوڑا بیٹھ جاتے' یہ عمل مجبوراً تھا۔

وَعَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ

(۷۴۱) روایت ہے حضرت وائل بن حجر سے ۱؎ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز میں داخل ہوتے

كَبَّرَ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ اَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا وَكَبَّرَ فَرَكَعَ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تو ہاتھ اُٹھائے تکبیر کہی پھر اپنے ہاتھ کپڑے میں ڈھک لیے۔ ۲؎ پھر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا۔ ۳؎ پھر جب رکوع کرنا چاہا تو کپڑے سے ہاتھ نکالے پھر انہیں اُٹھایا اور تکبیر کہی پھر رکوع کیا جب کہا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ تو آپ نے ہاتھ اُٹھائے۔ ۴؎ پھر جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کیا۔ ۵؎ (مسلم)

(۷۴۱) ۱؎ آپ کا نام وائل ابن حجر ابن ربیعہ ابن وائل ابن یعمر ہے، کنیت ابوحمیدہ قبیلہ بنی حزم سے ہیں۔ حضرموت کے شاہزادہ تھے جب اسلام لانے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور نے ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور اپنے قریب بٹھا لیا اور فرمایا کہ تم نے اللہ کے لیے بہت دراز سفر کیا اور بہت دعائیں دیں، حضرموت کا حاکم بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو ہمیشہ حاضری بارگاہ میسر نہ تھی۔ ۲؎ چونکہ سردی زیادہ تھی اس لیے ہاتھ لپیٹ لیے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ کھولنا ضروری نہیں چادر وغیرہ میں ہاتھ لپیٹ کر یا ڈھک کر بھی جائز ہے۔ ۳؎ سوائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اماموں کے ہاں نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہاتھ چھوڑنا سنت ہیں۔ یہ حدیث تمام اماموں کی دلیل ہے نیز داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ان سب کے ہاں سنت ہے اس میں اختلاف ہے کہ ناف کے اوپر ہاتھ رکھے یا نیچے ہمارے ہاں نیچے رکھنا سنت ہے۔ فقیر نے جاء الحق حصہ دوم میں اس پر چودہ حدیثیں پیش کیں جس میں لفظ تحت السرہ یعنی ناف کے نیچے صراحۃً مذکور ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے سند صحیح سے جس کے سارے راوی ثقہ ہیں، انہی وائل ابن حجر سے روایت کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ نے ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھا۔ دارقطنی، بیہقی، رزین، کتاب الاثار مصنفہ امام محمد ابن حزم وغیرہم نے مختلف صحابہ سے مرفوع و موقوف حدیثیں نقل کیں جن سب میں تحت السرہ موجود ہے۔ نیز ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں ادب کا اظہار ہے۔ غلام مولیٰ کے سامنے ایسے ہی کھڑے ہوتے ہیں، کہنی پر ناف سے اوپر ہاتھ رکھنا پہلوانوں کا طریقہ ہے جو کشتی لڑتے وقت خم ٹھونک کر مقابل کے سامنے آتا ہے اس کی پوری تحقیق جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ ۴؎ ابھی کچھ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ رفع یدین کی یہ تمام حدیثیں منسوخ ہیں اس کا ناسخ ذکر کیا جا چکا۔ واقعی اوّلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے لیکن آخر حیات تک نہ کیا یہاں بھی ایک بار دیکھنے کا ذکر ہے۔ ۵؎ اس طرح کہ سر مبارک ہاتھوں کے بیچ میں رہا۔ یہ حدیث حنفیوں کی بڑی دلیل ہے کہ سجدہ میں ہاتھ کندھوں کے سامنے نہ رہے بلکہ سر کے آس پاس ایسے رہیں کہ اگر کان کی گدیا سے قطرہ گرے تو ہاتھ کے انگوٹھے پر گرے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۷۴۲) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے ۱؎ فرماتے ہیں لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھے۔ ۲؎ (بخاری)

(۷۴۲) ۱؎ آپ انصاری ہیں خزرجی ہیں، قبیلہ بنی ساعدہ سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت پندرہ برس کے

تھے' مدینہ میں آخری صحابی آپ ہی ہیں یعنی سب سے آخر میں آپ ہی کا انتقال ہوا۔ ۲؎ ذراع کلائی سے لے کرکہنی تک کو کہتے ہیں یہاں ناف کے نیچے کلائی پر ہاتھ رکھنا مراد ہے اگر سینہ پر ہاتھ رکھنا مراد ہوتا تو مرد کی قید نہ ہوتی کیونکہ عورتیں سینہ پر ہاتھ رکھتی ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ یُكَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ ثُمَّ یُكَبِّرُ حِیْنَ یَرْكَعُ ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ یَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ یُكَبِّرُ حِیْنَ یَهْوِیْ ثُمَّ یُكَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ یُكَبِّرُ حِیْنَ یَسْجُدُ ثُمَّ یُكَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ یَفْعَلُ ذٰلِكَ فِی الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى یَقْضِیَهَا وَ یُكَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَیْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۷۴۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے اُٹھتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے پھر رکوع کے وقت تکبیر کہتے پھر جب رکوع سے پیٹھ اُٹھاتے تو کہتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پھر کھڑے کھڑے کہتے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ۱؎ پھر جب جھکتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر ساری نماز میں یونہی کرتے حتیٰ کہ اسے پوری کر لیتے اور دو رکعتوں میں بیٹھنے کے بعد جب اُٹھتے تو بھی تکبیر کہتے۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۷۴۳) ۱؎ جب اکیلے نماز پڑھتے نہ کہ جماعت میں کیونکہ جماعت میں امام صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد دونوں کلمے صرف اکیلا نمازی ہی جمع کرتا ہے اگر چہ اکیلا نمازی یہ کلمات آہستہ کہتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم اُمت کے لیئے آہستہ کلمات بھی کبھی آواز سے فرمادیتے تھے اسی لیے صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضور ظہر میں فلاں سورتیں پڑھتے تھے اور عصر میں فلاں۔ ۲؎ خلاصہ یہ کہ سوائے رکوع سے اُٹھنے کے باقی نماز کی ہر حرکت میں تکبیر کہنا چاہیے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِه۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۴۴) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین نماز لمبا قیام ہے۔ ۱؎ (مسلم)

(۷۴۴) ۱؎ قنوت کے چند معنی ہیں۔ اطاعت' خاموشی' دعا' نماز کا قیام یہاں آخری معنی (قیام) مراد ہیں یعنی بہترین نماز وہ ہے جس میں قیام دراز ہو۔ خیال رہے کہ بعض علماء دراز قیام کو بہتر کہتے ہیں کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اسی میں تلاوتِ قرآن ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں اتنا دراز قیام فرماتے تھے کہ پاؤں شریف پر ورم آجاتا تھا بعض کے نزدیک زیادہ سجدے افضل کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ سے فرمایا کہ اگر جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو زیادہ سجدے کرو۔ نیز فرمایا کہ انسان سجدے میں ربّ سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ نیز ربّ فرماتا ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ بعض کے نزدیک تہجد میں دراز قیام افضل اور دن میں زیادہ سجدے افضل۔ ربّ فرماتا ہے: قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا (۷۳:۲) (رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے) بعض اعتبار سے لمبا قیام افضل اور دوسرے اعتبار سے زیادہ سجدے افضل ہمارے امام صاحب پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیِّ قَالَ فِیْ عَشْرَةٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا فَاَعْرِضْ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا مَنْكِبَیْهِ ثُمَّ یَرْكَعُ وَیَضَعُ رَاحَتَیْهِ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ ثُمَّ یَعْتَدِلُ فَلَا یُصَبِّیْ رَاْسَهٗ وَلَا یُقْنِعُ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا مَنْكِبَیْهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ یَهْوِیْ اِلَی الْاَرْضِ سَاجِدًا فَیُجَافِیْ یَدَیْهِ عَنْ جَنْبَیْهِ وَیَفْتَحُ اَصَابِعَ رِجْلَیْهِ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ وَیَثْنِیْ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْهَا ثُمَّ یَعْتَدِلُ حَتّٰی یَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ اِلٰی مَوْضِعِهٖ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَسْجُدُ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ یَرْفَعُ وَ یَثْنِیْ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْهَا ثُمَّ یَعْتَدِلُ حَتّٰی یَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ اِلٰی مَوَاضِعِهٖ ثُمَّ یَنْهَضُ ثُمَّ یَصْنَعُ فِی الرَّكْعَةِ الثَّانِیَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَیْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا مَنْكِبَیْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ یَصْنَعُ ذٰلِكَ فِیْ بَقِیَّةِ صَلٰوتِهٖ حَتّٰی اِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِیْ فِیْهَا التَّسْلِیْمُ اَخْرَجَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ یُصَلِّیْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَفِیْ

دوسری فصل

(۷۴۵) روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے آپ نے حضور کے دس صحابہ کی جماعت میں فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ ۱؎ وہ بولے پیش کرو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھ اُٹھاتے حتیٰ کہ انہیں کندھوں کے مقابل کر دیتے۔ ۲؎ پھر تکبیر کہتے پھر قرأت کرتے پھر تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے حتیٰ کہ انہیں کندھوں کے مقابل کر دیتے۔ پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ دیتے پھر کمر سیدھی کرتے تو نہ سر اُٹھاتے نہ جھکاتے پھر اپنا سر اُٹھاتے تو کہتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ۳؎ پھر اپنے ہاتھ اُٹھاتے حتیٰ کہ انہیں اپنے کندھوں کے مقابل کر دیتے سیدھے ہوتے ہوئے پھر کہتے اللہ اکبر پھر سجدہ کرتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے ۴؎ تو اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دُور رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں موڑ دیتے۔ ۵؎ پھر سر اُٹھاتے اور اپنا اُلٹا پاؤں بچھاتے پھر اس پر بیٹھ جاتے پھر سیدھے ہوتے حتیٰ کہ ہر ہڈی سیدھے ہونے کی حالت میں اپنی جگہ لوٹ جاتی پھر سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور اُٹھتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے اس پر بیٹھ جاتے پھر سیدھے ہوتے حتیٰ کہ ہڈی اپنی جگہ لوٹ جاتی۔ ۶؎ پھر کھڑے ہوتے تو دوسری رکعت میں یونہی کرتے پھر جب دو رکعتوں سے اُٹھتے تو تکبیر کہتے اور ہاتھ اُٹھاتے حتیٰ کہ انہیں کندھوں کے مقابل کر دیتے جیسے کہ نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہی تھی پھر اپنی باقی نماز میں یونہی کرتے حتیٰ کہ جب وہ سجدہ ہوتا جس میں سلام ہے تو اپنا بایاں پاؤں باہر نکال دیتے اور بائیں کولہے پر بیٹھتے پھر سلام پھیر دیتے۔ وہ بولے تم نے سچ کہا ایسے ہی نماز پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد، دارمی) ۷؎ اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کے معنی

رِوَایَةٍ لِاَبِیْ دَاوٗدَ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ حُمَیْدٍ ثُمَّ رَکَعَ فَوَضَعَ یَدَیْهِ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ کَاَنَّهٗ قَابِضٌ عَلَیْهِمَا وَتَّرَ یَدَیْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَیْهِ وَقَالَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَمْکَنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهُ الْاَرْضَ وَنَحّٰی یَدَیْهِ عَنْ جَنْبَیْهِ وَوَضَعَ کَفَّیْهِ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ وَفَرَّجَ بَیْنَ فَخِذَیْهِ غَیْرَ حَامِلٍ بَطْنَهٗ عَلٰی شَیْءٍ مِنْ فَخِذَیْهِ حَتّٰی فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْیُمْنٰی عَلٰی قِبْلَتِهٖ وَوَضَعَ کَفَّهُ الْیُمْنٰی عَلٰی رُکْبَتِهِ الْیُمْنٰی وَکَفَّهُ الْیُسْرٰی عَلٰی رُکْبَتِهِ الْیُسْرٰی وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهٖ یَعْنِی السَّبَّابَةَ وَفِیْ اُخْرٰی لَهٗ وَ اِذَا قَعَدَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ قَعَدَ عَلٰی بَطْنِ قَدَمِهِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی وَاِذَا کَانَ فِی الرَّابِعَةِ اَفْضٰی بِوَرِکِهِ الْیُسْرٰی اِلَی الْاَرْضِ وَاَخْرَجَ قَدَمَیْهِ مِنْ نَاحِیَةٍ وَّاحِدَةٍ۔

کی روایت کی۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حسن صحیح ہے۔ ۸ اور ابوداؤد کی ابوحمید والی حدیث کی دوسری روایت میں ہے۔ ۹ کہ پھر رکوع کرتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے گویا آپ انہیں پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو کمان کے چلے کی طرح ٹیڑھا کرتے اور انہیں پہلوؤں سے دُور رکھتے۔ ۱۰ فرمایا کہ سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی زمین پر رکھتے اور اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دُور رکھتے اور اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل رکھتے۔ ۱۱ اپنی رانوں کے درمیان کشادگی کرتے کہ اپنا پیٹ رانوں سے کسی حصے سے نہ لگاتے حتیٰ کہ فارغ ہو جاتے پھر بیٹھتے تو اپنا بایاں بچھاتے اور اپنے بائیں پاؤں کا سینہ قبلے کی طرف کر دیتے۔ ۱۲ اور اپنا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے۔ ۱۳ اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بائیں پاؤں پیٹ پر بیٹھتے اور دائیں کو کھڑا کر دیتے اور جب چوتھی میں ہوتے تو اپنے سرین زمین سے لگاتے اور اپنے دونوں پاؤں ایک طرف نکال دیتے۔ ۱۴

(۷۴۵) ۱ غالبًا آپ نے یہ گفتگو ان صحابہ سے کی ہوگی جو کبھی ایک آدھ بار بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوں نہ کہ صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم وغیرہ۔ ان حضرات سے جنہیں ہر آن اس شہنشاہِ دوجہاں کی خدمت میں حاضری کا موقع نصیب تھا‘ حضرت ابوحمید ان سے زیادہ کیسے جان سکتے ہیں بلکہ ابوداؤد کی ایک روایت میں تو یہ بھی ہے کہ ان حضرات نے بھی ابوحمید کے اس قول پر تعجب کیا۔ ۲ اس طرح کہ کلائیاں کندھوں کے سامنے رہتیں اور انگوٹھے کانوں کے مقابل جیسے کہ پہلے ذکر کیا گیا اور بعینہٖ یہی صورت اگلی روایت میں آ رہی ہے۔ ۳ یعنی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ یہ کہتے ہوئے آپ امام ہوتے تھے یہاں امامت ہی کی حالت بیان ہو رہی ہے لہٰذا یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں تنہا نماز کا ذکر تھا۔ ۴ اس طرح کے جھکنے کی حالت میں اللہ اکبر اس طرح کہتے کہ اللہ کا الف بحالتِ قیام ادا ہوتا اور اکبر کی ’’ر‘‘ سجدے میں پہنچ کر اس طرح نہیں کہ پہلے اللہ اکبر کہہ لیں پھر سجدے میں جائیں جیسا کہ ثم سے دھوکہ پڑتا ہے کیونکہ یہ ثم ترتیب ذکری کے لیے ہے نہ کہ ترتیب واقعی کے لیے۔ ربّ فرماتا ہے: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ (۲،۷۴) پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ (۶،۲) پھر تم لوگ شک کرتے ہو (کنزالایمان) ۵ اس طرح کہ دسوں انگلیوں کا کنارہ قبلہ کی طرف ہو جاتا اور پنجوں کے پیٹ زمین پر لگ جاتے۔ یہی چاہیے یفتح فتح سے ہے بمعنی موڑنا اور ٹیڑھا کرنا اس لیے کنگن کو فتح کہتے ہیں۔ ۶ معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد پورا کھڑا ہو جانا اور دو سجدوں کے درمیان پورا بیٹھنا ضروری

ہے۔بعض لوگ اس میں سستی کرتے ہیں۔ ۷؎ یہ حدیث رفع یدین کرنے والوں کی انتہائی دلیل ہے جو ان کے بچے بچے کو یاد ہوتی ہے اس کے متعلق چند معروضات ہیں۔ایک یہ کہ یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف، مدلس بلکہ قریباً موضوع ہے اس لیے کہ اس میں ایک راوی عبدالحمید ابن جعفر بھی ہے جو سخت مجروح اور ضعیف ہے (طحاوی) دوسرے یہ کہ اس کا ایک راوی محمد ابن عمرو ابن عطا ہے جس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے نہیں مگر وہ کہیں کہتا ہے کہ میں نے ابوحمید سے سنا اور کہیں کہتا ہے کہ ابوحمید سے روایت ہے لہٰذا یہ جھوٹا ہے، درمیان میں کوئی راوی چھوڑ گیا ہے، وہ مجہول ہے۔تیسرے یہ کہ انہی ابوحمید کی روایت ابھی بخاری کی گزر گئی مگر وہاں رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین والی عبارت الحاقی ہے ورنہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ضرور لیتے۔چوتھے یہ کہ حضرت ابوحمید نے بھی یہ نہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل آخر تک رہا بلکہ اس فعل منسوخ کا ذکر کیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کرتے تھے، بعد میں چھوڑ دیا۔پانچویں یہ کہ یہ حدیث قیاس کے بھی خلاف ہے کیونکہ رکوع کی تکبیر سجدے کی تکبیر کے مشابہ ہے نہ کہ تکبیر تحریمہ کے کیونکہ تکبیر تحریمہ فرض ہے، یہ سنت وہ نماز میں ایک بار یہ بار بار تو چاہیے کہ جیسے سجدے کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہوتا ایسے ہی اس میں بھی نہ ہو۔ چھٹے یہ کہ فقہاء وصحابہ جیسے حضرت ابن مسعود، حضرت علقمہ، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن زبیر، براء ابن عازب وغیرہ اس کے خلاف روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تکبیر تحریمہ پر ہاتھ اُٹھائے پھر نہ اُٹھائے۔وہ حضرات نماز میں بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہتے تھے اس لیے ان کی روایت اس روایت سے قوی تر ہے اس کی بہت تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ ۸؎ یعنی ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح نہیں کہا جو یہاں مذکور ہوئی اس میں تو یہ حدیث ہے ہی نہیں بلکہ اس کے ہم معنی کوئی اور حدیث ہے جسے حسن صحیح کہا ہے۔یہ حدیث تو بے حد ضعیف اور نا قابلِ عمل ہے۔چنانچہ فقیر نے ترمذی باب رفع یدین دیکھا، وہاں ابن عمر کی روایت نقل کی۔حدیث ابوحمید کو فی الباب کہہ کر بیان فرمایا اور پھر آخر میں فرمایا یہ حدیث ابوحمید صحیح ہوتی تو اس کا ذکر فرماتے، باقی روایتوں کی طرف "فی الباب" کہہ کر اشارہ فرماتے جیسا کہ ان کا قاعدہ ہے۔معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث بالکل ضعیف ہے۔ ۹؎ ابوداؤد میں یہ حدیث ابوحمید بہت روایتوں سے مروی ہے مگر سب میں عبدالحمید ابن جعفر یا محمد ابن عمرو عطا ہیں، یہ دونوں ضعیف ہیں۔امام ماروی نے جوہر نقیع میں فرمایا کہ عبدالحمید منکر حدیث ہے لہٰذا یہ ساری اسنادیں مجہول، مضطرب مدلس قریباً موضوع ہیں۔دیکھو حاشیہ ابوداؤد یہی مقام اور ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم۔ ۱۰؎ یعنی بحالتِ رکوع ہیئت کمان کی سی ہوتی کہ ہاتھ سیدھے قدرے خم دار اور پیٹھ ٹیڑھی ہاتھ کا یہ خم اس لیے ہوتا تھا کہ پہلوؤں سے دُور رہیں۔ ۱۱؎ یہ حدیث روایت مسلم کے خلاف ہے جو ابھی گزر چکی جس میں تھا کہ آپ سجدہ دو ہتھیلیوں کے بیچ میں کرتے چونکہ یہ حدیث ہی ضعیف اور نا قابلِ عمل ہے اس لیے مسلم کی وہ حدیث قابلِ عمل ہوگی۔ ۱۲؎ یعنی دوسری التحیات میں نہ تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے نہ داہنا پاؤں کھڑا کرتے بلکہ دونوں پاؤں ایسے بچھاتے کہ داہنے پاؤں کا سینہ قبلہ کی طرف ہو جاتا لہٰذا یہ حدیث شوافع کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ داہنا پاؤں کھڑا کرتے ہیں۔ ۱۳؎ اس طرح کہ التحیات میں داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی لاالہ پر اُٹھاتے اور الا اللہ پر گراتے جیسا کہ آج کل عام عمل ہے۔ ۱۴؎ یعنی دونوں پاؤں داہنی جانب بچھا دیتے اور زمین پر بیٹھتے۔ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ یہ حدیث نہ ہمارے موافق ہے نہ شوافع کے کیونکہ وہ حضرات اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرتے ہیں جیسا کہ مسلم کی روایت میں گزر چکا۔

وَعَنْ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ (۷۴۶) روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے کہ انہوں نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذٰى اِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ يَرْفَعُ اِبْهَامَيْهِ اِلٰى شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کو کھڑے ہوئے تو اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے حتیٰ کہ ہاتھ تو کندھوں کے مقابل ہوگئے اور اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے مقابل کردیا پھر تکبیر کہی۔ ابوداؤد اور اس کی دوسری روایت میں ہے کہ اپنے انگوٹھے کانوں کی' گدیوں تک اُٹھاتے۔ ۱

(۷۴۶) ۱ الحمدللہ یہ وہی چیز ہے جو فقیر نے ابھی عرض کی تھی اور یہ حدیث ان تمام حدیثوں کی شرح ہے جن میں کندھوں یا کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کا ذکر ہے اس حدیث نے ان دونوں کو جمع کردیا' حنفیوں کا اسی پر عمل ہے۔

وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۷۴۷) روایت ہے حضرت قبیصہ ابن ہلب سے ۱ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت کرتے تھے تو اپنا بایاں ہاتھ دائیں سے پکڑتے تھے۔ ۲

(ترمذی' ابن ماجہ)

(۷۴۷) ہلب کا نام یزید یا سلامہ ابن عدی ہے' یہ صحابی ہیں۔ آپ کے سر پر بال نہ تھے (گنج) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست پاک ان کے سر پر پھیرا فوراً بال اُگ آئے اس لیے آپ کا لقب ہلب ہوا یعنی بالوں والے۔ ۲ اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑتے اور داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں اس کی کلائی پر رکھتے (ناف کے نیچے) جیسا آج کل عام مسلمان کرتے ہیں۔

وَعَنْ رُّفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعِدْ صَلٰوتَكَ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ عَلِّمْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اُصَلِّي قَالَ اِذَا تَوَجَّهْتَ اِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَمَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَقْرَاَ فَاِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَمَكِّنْ رُكُوْعَكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ فَاِذَا رَفَعْتَ فَاَقِمْ صُلْبَكَ وَارْفَعْ رَاْسَكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ اِلٰى مَفَاصِلِهَا فَاِذَا سَجَدْتَّ فَمَكِّنْ لِلسُّجُوْدِ فَاِذَا رَفَعْتَ فَاجْلِسْ عَلٰى فَخِذِكَ الْيُسْرٰى ثُمَّ اصْنَعْ

(۷۴۸) روایت ہے حضرت رفاعہ ابن رافع سے ۱ فرماتے ہیں ایک شخص آیا مسجد میں نماز پڑھی۔ ۲ پھر حاضر خدمت ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نماز لوٹاؤ۔ ۳ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ بولا یارسول اللہ! مجھے سکھا دو کہ نماز کیسے پڑھوں فرمایا جب تم قبلہ کو منہ کرو تو تکبیر کہو۔ ۴ پھر سورۂ فاتحہ اور جو پڑھنا اللہ چاہے وہ پڑھ لو۔ ۵ پھر جب رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیاں' اپنے گھٹنوں پر رکھو اور اپنے رکوع کو مضبوطی سے کرو۔ ۶ اور اپنی پشت دراز کرو جب اپنے سر کو اُٹھاؤ تو اپنی پیٹھ سیدھی کرحتیٰ کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں تک لوٹ جائیں۔ ۷ پھر جب سجدہ کرو تو سجدہ مضبوطی سے کرو۔ ۸ جب اُٹھو تو اپنی بائیں ران پر بیٹھو۔ ۹

ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ وَّسَجْدَةٍ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ هٰذَا لَفْظُ لِمَصَابِيْحِ وَرَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ مَعَ تَغِيْرٍ يَّسِيْرٍ وَّرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ مَعْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ قَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأْ كَمَا اَمَرَكَ اللّٰهُ بِهٖ ثُمَّ تَشَهَّدْ فَاَقِمْ فَاِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْاٰنٌ فَاقْرَاْ وَ اِلَّا فَاحْمَدِ اللّٰهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ۔

پھر رکوع اور سجدے میں یونہی کرو حتی کہ مطمئن ہو جاؤ۔ یہ مصابیح کے لفظ ہیں اور ابوداؤد نے تھوڑے فرق سے روایت کیا اور ترمذی و نسائی نے اس کے معنی روایت کیے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب تم نماز کے لیے اُٹھو تو یونہی وضو کرو جیسے تمہیں اللہ نے اس کا حکم دیا پھر کلمہ شہادت پڑھو۔ ۱۰؎ پھر تکبیر کہو پھر اگر تمہیں کچھ قرآن یاد ہو تو اسے پڑھ لو ورنہ اللہ کی حمد اس کی تکبیر اس کی تہلیل کرو۔ ۱۱؎ پھر رکوع کرو۔

(۷۴۸) ۱؎ آپ انصاری خزرجی ہیں، آپ کی کنیت ابومعاذ ہے، خود بدری ہیں اور آپ کے والد ان نقیبوں میں سے تھے جو ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں مبلغ مقرر ہوئے۔ مالک ابن رافع اور خلاد ابن رافع کے بھائی ہیں، قبیلہ خزرج میں سب سے پہلے آپ اسلام لائے، آپ جنگ جمل وصفین میں حضرت علی مرتضٰی کے ساتھ تھے۔ (اشعہ) ۲؎ یہ آنے والے حضرت رفاعہ کے بھائی خلاد ابن رافع تھے، انہوں نے ناقص یا فاسد نماز پڑھی تھی، ان کا واقعہ ابھی تھوڑے فرق کے ساتھ گزر گیا۔ ۳؎ کیونکہ بالکل نہیں پڑھی یا کامل نہیں پڑھی۔ خیال رہے کہ فرض رہ جانے سے نماز قطعاً نہیں ہوتی اس کا لوٹانا فرض ہے اور واجب رہ جانے سے نماز سخت ناقص ہوتی ہے اس کا لوٹانا واجب ہے۔ یہ فرمان شریف دونوں معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قبلہ رو ہونا شرط ہے اور تکبیر تحریمہ رکن اگر کوئی تکبیر پہلے کہہ دے اور قبلہ رُخ بعد میں تو نماز نہیں ہوگی۔ ۵؎ یعنی سورۃ فاتحہ کے سوا قرآن کی کوئی اور سورت بھی پڑھ لو یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ بھی واجب ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور سورت یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں بھی واجب۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سورۃ فاتحہ فرض اور دوسری سورت ملانا سنت یہ حدیث ان کے خلاف ہے کیونکہ ان دونوں چیزوں کے لیے ایک ''اقرا'' ارشاد ہوا۔ خیال رہے کہ اور سورت کا پڑھنا واجب مگر اس کے مقرر کرنے میں کون سی پڑھے، نمازی کو اختیار ہے۔ سورۃ فاتحہ میں نمازی کو کوئی اختیار نہیں اس لیے ماشاء اللہ فرمایا گیا۔ شوافع اس ماشاء اللہ سے سورۃ کا سنت ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔ حنفیوں نے اقرا کا بھی لحاظ رکھا ہے اور ماشاء اللہ کا بھی، مطلقاً سورت کو واجب جانا اور تعین میں اختیار دیا۔ ۶؎ یعنی اطمینان کے ساتھ رکوع کرو۔ خیال رہے کہ رکوع میں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھنا سنت ہے اور اطمینان واجب۔ ۷؎ یعنی پورے کھڑے ہو جاؤ چونکہ صرف کام بتائے ہیں اس لیے پڑھنے کے کلمات ارشاد نہ فرمائے۔ ۸؎ یعنی اطمینان سے ادا کرو کہ تین تسبیح بقدر ٹھہرو، سجدے میں ہاتھوں کا زمین پر لگنا ہمارے ہاں سنت سے شوافع کے ہاں فرض اس عبارت سے ان کا مذہب ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ تسکین سے مراد اطمینان ہے۔ ۹؎ یعنی نماز میں جب بیٹھو تو بائیں ران پر اس طرح کہ داہنا قدم کھڑا ہو۔ معلوم ہوا...... کہ نماز کے دونوں قعدوں کی نشست یکساں ہے یعنی بائیں ران پر بیٹھنا یہ ہی حنفی کہتے ہیں۔ ۱۰؎ یعنی وضو کے بعد کلمہ پڑھنا سنت ہے بعض روایات میں آتا ہے کہ انا انزلنا پڑھے۔ بہتر ہے کہ دونوں پڑھ لے۔ ۱۱؎ یعنی اگر قرآن شریف بالکل یاد نہ ہو تو اس کے بجائے یہ پڑھ لو: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فقہاء فرماتے ہیں کہ وہ نومسلم جو ابھی قرآن یاد نہ کرسکا ہو وہ نماز میں بجائے قرآن یہی پڑھے۔ ہمارے ہاں صرف ایک دفعہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سات دفعہ غالبًا یہ صاحب اس وقت نومسلم تھے اس لیے یہ اجازت دی گئی ورنہ تلاوت نماز میں فرض

ہے۔

وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهَّدُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَ تَخَشَّعٌ وَّتَضَرُّعٌ وَّتَمَسْكُنٌ ثُمَّ تُقْنِعُ يَدَيْكَ يَقُوْلُ تَرْفَعُهُمَا اِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ وَتَقُوْلُ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَذَا وَكَذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَهُوَ خِدَاجٌ.(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۷۴۹) روایت ہے حضرت فضل ابن عباس سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز دو دو رکعتیں ہے۔ ۱؎ ہر دو رکعتوں میں التحیات ہے عجز ہے نیازمندی ہے اور اظہارِ غریبی۔ ۲؎ پھر ہاتھ اُٹھاؤ یعنی اپنے ربّ کی طرف پھیلاؤ۔ ۳؎ جن کی ہتھیلیاں تمہارے چہرے کی طرف ہوں۔ ۴؎ اور کہوائے مولا! اے مولا اور یہ نہ کرے تو وہ ایسا ایسا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ناقص ہے۔ (ترمذی)

(۷۴۹) ۱؎ یعنی نفل نماز میں دو دو رکعتیں افضل ہے۔ خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نفل چار چار افضل، امام شافعی کے ہاں دو دو صاحبین کے ہاں رات میں دو دو اور دن میں چار چار افضل یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے رضی اللہ عنہ۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد اور چاشت میں چار چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ یہ حدیث نفل کی مقدار معلوم کرنے کے لیے ہے نہ کہ رکعات کی افضلیت یعنی نفل ایک یا تین رکعت نہیں ہو سکتے لہذا یہ حدیث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف نہیں۔ ۲؎ یعنی اگر چار یا آٹھ رکعت نفل کی نیت باندھے تب بھی ہر دو رکعت پر التحیات واجب ہے۔ خیال رہے کہ بدن سے عجز ظاہر کرنے کو خضوع اور نگاہیں نیچی رکھنے کو خشوع کہا جاتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ ظاہری عجز خضوع ہے اور دل کا عجز خشوع۔ ۳؎ اس میں دعا مانگنے کے آداب سکھائے گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز نفل کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے اور ہر دعا میں ہاتھ اُٹھانا سنت اور ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھیں، وہ ربّ کی خاص تجلی گاہ ہے اور بندوں کے رزق کا خزانہ ہے۔ ربّ فرماتا ہے: وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ (۵۱:۲۲) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (کنزالایمان) ہاں عام دعاؤں میں سینہ تک اُٹھائے اور نمازِ استسقاء میں سر سے اوپر۔ ۴؎ یعنی اگر نماز کے بعد دعا نہ مانگی تو نماز مکمل نہ ہوگی، دعا نماز کا تکملہ ہے اس کی تفسیر وہ احادیث ہیں جن میں ارشاد ہوا کہ دعا عبادات کا مغز ہے یا دعا سے پہلے عبادات معلق رہتی ہیں وغیرہ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْسَعِيْدِ ن الْخُدْرِيُّ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۷۵۰) روایت ہے حضرت سعید بن حارث بن معلے سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم کو ابو سعید خدری نے نماز پڑھائی تو جب سجدہ سے سر اُٹھایا اور جب سجدہ کیا اور جب دو رکعتوں سے اُٹھے تو اونچی آواز سے تکبیر کہی۔ ۲؎ اور فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یونہی دیکھا۔ (بخاری)

(۷۵۰) ۱؎ آپ انصاری ہیں، مشہور تابعین میں سے ہیں، عرصہ دراز تک مدینہ منورہ کے قاضی رہے۔ ۲؎ یعنی نماز کی تکبیریں

بلند آواز سے کہیں۔ معلوم ہوا کہ امام کو تکبیرات نماز اونچی کہنی چاہئیں' مقتدیوں کی اطلاع کے لیے مگر ضرورت سے زیادہ آواز نہ نکالے خصوصاً جب کہ اس میں تکلیف بھی ہو لہٰذا جس کے پیچھے دو تین مقتدی ہوں' وہ بہت چیخ کر تکبیریں نہ کہے۔

وَعَنْ عَكْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَ عِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّهُ اَحْمَقٌ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ سُنَّةَ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۷۵۱) روایت ہے کہ حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کے پیچھے مکہ مکرمہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے بائیس تکبیریں کہیں۔ ۱؎ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ یہ بے وقوف ہیں تو فرمایا تمہیں تمہاری ماں روئے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ۲؎ (بخاری)

(۷۵۱) ۱؎ نماز چار رکعت تھی اس میں تکبیر تحریمہ اور پہلے التحیات سے اُٹھتے وقت کی تکبیریں بھی شامل ہیں' یہ بزرگ ابوہریرہ تھے اور عکرمہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے غلام ہیں' ان کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ ۲؎ یعنی چار رکعت والی نماز میں بائیس تکبیریں کہنا بھی سنت ہے اور امام کو ہر تکبیر اونچی آواز سے کہنا بھی سنت ہے' تم اپنی بے وقوفی سے سنت پر عمل کرنے والے کو بے وقوف بتا رہے ہو۔ شاید حضرت عکرمہ نے چیخ کر تکبیر کہنے کو غلط سمجھا ہوگا۔ تعجب ہے کہ آپ ہمیشہ باجماعت نماز پڑھتے تھے پھر ان پر یہ مسئلہ کیسے مخفی رہا' یہ بات تو ہر نمازی جانتا ہے کہ چار رکعت میں تکبیریں بائیس ہوتی ہیں اور امام ہر تکبیر با آواز بلند کہتا ہے۔ خیال رہے کہ حضرت عکرمہ نے لڑکپن کے جوش میں یہ الفاظ بول دیئے ورنہ کسی کو پیٹھ پیچھے احمق کہنا غیبت ہے۔ صحابہ کی شان تو بہت بلند ہے اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کو سخت تنبیہ کی۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ مُرْسَلًا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الصَّلٰوةِ كُلَّمَا خَفَضَ وَ رَفَعَ فَلَمْ يَزَلْ تِلْكَ صَلٰوتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۷۵۲) روایت ہے حضرت علی ابن حسین سے (ارسالاً) ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب جھکتے اور اُٹھتے تو تکبیر کہتے۔ حضور کی یہی نماز رہی حتیٰ کہ اللہ تعالٰی سے مل گئے۔ ۲؎ (مالک)

(۷۵۲) ۱؎ آپ کا لقب زین العابدین ہے کنیت ابوالحسن اہل بیت اطہار سے ہیں۔ ۵۸ سال عمر ہوئی۔ ۹۴ھ میں وفات۔ چونکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے اس لیے تابعین میں سے ہیں اور یہ روایت مرسل ہے۔ ۲؎ یعنی یہ عمل شریف منسوخ نہیں۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلَا اُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً مَعَ تَكْبِيْرِ الْاِفْتِتَاحِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ لَيْسَ هُوَ بِصَحِيْحٍ عَلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى۔

(۷۵۳) روایت ہے حضرت علقمہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے حضور کی نماز پڑھوں تو نماز پڑھی تو اپنے ہاتھ صرف ایک ہی یعنی شروع کی تکبیر کے ساتھ اُٹھائے۔ ۲؎ (ترمذی' نسائی' ابوداؤد) ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس معنی پر صحیح نہیں ہے۔

(۷۵۳) ۱؎ علقمہ چند ہیں یہاں علقمہ ابن قیس ابن مالک مراد ہیں جو مشہور تابعی ہیں اور حضرت ابن مسعود کے ساتھیوں میں سے آپ کی ملاقات خلفائے راشدین سے بھی ہے۔ ۲؎ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ رکوع میں جاتے آتے رفع یدین نہیں۔ حضرت ابن مسعود بڑے فقیہ صحابی اور آخر دم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر اور حضر کے ساتھی ہیں' حضور کی نماز پر جیسے آپ مطلع ہو سکتے ہیں ایسے دوسرے وہ صحابہ جو کبھی کبھی حاضر بارگاہ ہوتے تھے' مطلع نہیں ہو سکتے تھے۔ دارقطنی اور ابن عدی نے انہی حضرت ابن مسعود سے روایت کی' فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی نمازیں پڑھی ہیں اور حضرت صدیق و فاروق کی اقتداء میں بھی جن میں سے کوئی بزرگ سوائے تکبیر تحریمہ کے اور کسی وقت نماز میں ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔ نیز بہت سے صحابہ کرام سے اسی طرح روایتیں ہیں' ہم نے رفع یدین کرنے کی پچیس حدیثیں اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں جمع کی ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ابن مسعود صحابہ اور تابعین کے مجمع میں یہ نماز پڑھ کر دکھاتے اور کوئی آپ پر اعتراض نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ وہ تمام حضرت رفع یدین نہ کرنے پر متفق تھے۔

وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ ِ السَّاعِدِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ وَقَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

(۷۵۴) روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو منہ کعبے کو کرتے اور اپنے ہاتھ اُٹھاتے۔ ۲؎ اور اللہ اکبر کہتے۔ (ابن ماجہ)

(۷۵۴) ۱؎ یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی جن میں سے ایک اسناد تو وہ ہے جو امام اعظم نے امام اوزاعی کے مقابلے میں پیش کی جسے ہم پہلے بیان کر چکے۔ حدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمہ عن ابن مسعود یہ ایسی قوی اور صحیح اسناد ہے کہ اس میں ضعف کا شائبہ بھی نہیں آ سکتا۔ دوسری اسناد وہ جو امام ترمذی کی ہے وہ فرماتے ہیں: وحدیث ابن مسعود حسن یعنی حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن ہے تیسری اسناد وہ جو ابوداؤد کو ملی جس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں لہذا یہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ ابوداؤد کی اسناد غیر صحیح ہے حدیث کا ضعف اور ہے اور اسناد کا ضعف کچھ اور خیال رہے کہ ابوداؤد بھی اس حدیث کو ضعیف نہیں کہتے بلکہ فرماتے ہیں صحیح نہیں۔ صحیح نہ ہونے سے ضعف لازم نہیں آتا اس کے نیچے حسن لعینہٖ حسن لغیرہ وغیرہ بھی ہیں۔ نیز اگر ضعف بھی ہو تو دیگر احادیث سے اسے قوت پہنچے گی اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ ۲؎ اس طرح کہ کلائیاں کندھوں تک اور انگوٹھے کان تک پہنچ جاتے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا اس سے معلوم ہوا کہ غیر مکی کے لیے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں سمت کعبہ کافی ہے کیونکہ یہاں قبلہ فرمایا گیا نہ کہ کعبہ اور قبلہ سمت کعبہ کا نام ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّھْرَ وَفِیْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ رَجُلٌ فَاَسَآءَ الصَّلٰوۃَ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا فُلَانُ اَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ اَلَا

(۷۵۵) روایت ہے حضرت ابی ہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نمازِ ظہر پڑھائی اور آخری صف میں ایک شخص تھا جس نے نماز بُری طرح پڑھی۔ ۱؎ جب سلام پھیرا تو اسے حضور نے آواز دی کہ اے فلاں! کیا تو اللہ سے

تَرٰی كَيْفَ تُصَلِّيْ اِنَّكُمْ تَرَوْنَ اَنَّهٗ يَخْفٰى عَلَيَّ شَيْءٌ مِّمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰى مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرٰى مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ۔(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

نہیں ڈرتا؟ کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر تمہارا کوئی عمل چھپا رہتا ہے' اللہ کی قسم! میں پیچھے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنے آگے دیکھتا ہوں۔(احمد)

(۷۵۵) ۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے ثابت ہوئے' ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ شریف آگے پیچھے' داہنے بائیں' اندھیرے اُجالے میں ہر چیز دیکھ لیتی ہے جیسے ہمارے کان ہر طرف کی آواز بہر حال سُن لیتے ہیں ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک' دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ پاک کے لیے کوئی چیز آڑ یا حجاب نہیں۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم امامت کے مصلے پر ہیں اور وہ شخص آخری صف میں درمیان میں بہت سی صفیں ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پاک اس کی ہر حرکت کو ملاحظہ کررہی ہے کیوں نہ ہو جب حضرت سلیمان علیہ السلام تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کو دیکھ لیں اور اس کی آواز سُن لیں۔ آصف بن برخیا شام میں بیٹھے بلقیس کے یمنی تخت کو دیکھ لیں۔ عیسیٰ علیہ السلام گھروں کے اندر کھائے ہوئے کھانے اور جمع کیے ہوئے غلے کو ملاحظہ فرمالیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الانبیاء ہیں۔ تیسرے یہ کہ جو حدیث میں گزرا کہ سرکار نے بحالتِ نماز جوتے شریف اُتارے اور فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ان میں قذر ہے وہاں سے مراد پلیدی نہیں اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین سے بے خبر تھے جس کی تحقیق پہلے کی جاچکی۔ کیسے ہوسکتا ہے کہ سرکار کو پچھلی صف کے نمازی کی حالت کی تو خبر ہو اور اپنے نعلین شریف کی خبر نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت ربّ کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں اور عالم کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں' اُدھر کی توجہ اِدھر سے بے خبر نہیں کرتی۔ یہ دیکھو بحالتِ نماز حضور صلی اللہ عیہ وسلم کا خشوع وخضوع ربّ کی طرف توجہ بدرجہ کمال حاصل ہے مگر اسی وقت اپنے ہر اُمتی پر نگاہ بھی ہے۔ پانچویں یہ کہ ہر اُمتی کو چاہیے کہ نماز میں خیال رکھے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں۔ دیکھو سرکار نے فرمایا کہ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ تاقیامت سرکار اپنے ہر اُمتی کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ — تکبیر کے بعد کیا پڑھا جائے؟

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد اور سورۂ فاتحہ سے پہلے کون سی دعائیں پڑھنا سنت ہیں۔ خیال رہے کہ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ بعض میں اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ الخ بعض میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور بعض میں دیگر دعائیں۔ حق یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ فرائض و نوافل وغیرہ میں جو دعا چاہے' پڑھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ مختصر اور جامع ہے۔ یہ پڑھنا بہتر ہے اس لیے احناف اکثر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھتے ہیں۔ خیال رہے کہ نفل کا ہر شفعہ مستقل نماز ہے لہٰذا اس میں تیسری رکعت میں بھی سبحان پڑھنا چاہیے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ

(۷۵۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور قرأت کے درمیان کس قدر خاموش رہتے

اِسْكَاتَةً فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَأَةِ مَاتَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تھے۔ ۱؎ میں نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں یارسول اللہ! آپ کی تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموشی کیسی؟ آپ اس میں کیا کہتے ہیں؟ ۲؎ فرمایا میں کہتا ہوں الٰہی! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسی دُوری کر دے جیسی تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دُوری کی۔ ۳؎ الٰہی! مجھے خطاؤں سے ایسے پاک و صاف کر دے جیسا سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ ۴؎ الٰہی! میری خطائیں پانی اور برف اور اولوں سے دھو دے۔ ۵؎ (مسلم بخاری)

(۷۵۶) ۱؎ یعنی تلاوتِ قرآن سے پہلے خاموش رہتے تھے جہر نہ کرتے تھے جیسا کہ آئندہ کلام سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۲؎ یہ ہے عشق و ادب کا اجتماع سوال سے پہلے اپنی قربانی کا ذکر پھر آپ کا عمل شریف پوچھا تاکہ خود بھی اس کی نقل کر کے رحمتِ الٰہی کے مستحق ہو جائیں۔ ۳؎ یعنی مجھے خطاؤں سے بہت دُور رکھ یا جو خطائیں مجھ سے واقع ہو چکیں انہیں مجھ سے دُور کر جیسے مشرق مغرب سے نہیں مل سکتا۔ ایسے ہی وہ خطائیں مجھ سے نہ مل سکیں۔ پہلی صورت میں دعائے عصمت ہے اور دوسری صورت میں تعلیم اُمت۔ ۴؎ خیال رہے کہ سفید کپڑے کو بہت احتیاط سے صاف کرتے ہیں کیونکہ اس کا معمولی دھبا دُور سے نظر آتا ہے اس لیے سفید کپڑے کا ذکر فرمایا۔ ۵؎ یعنی مجھے اپنی مغفرت و رحمت کے ٹھنڈے پانی سے غسل دے دے جس سے طہارت بھی حاصل ہو اور ٹھنڈک و راحت بھی یہ عجیب قسم کی تمثیل ہے۔ خیال رہے کہ ان جیسی تمام دعاؤں میں ہم گناہگاروں کو تعلیم دینا مقصود ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح طیب و طاہر تھے اور رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت بلند و بالا ہے جس پر حضور کی نگاہِ کرم ہو جائے وہ پاک ہو جائے۔ ربّ فرماتا ہے: وَيُزَكِّيْهِمْ ہمارے نبی لوگوں کو پاک فرماتے ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَايَغْفِرُ

(۷۵۷) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کو کھڑے ہوتے اور ایک روایت میں ہے کہ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر بولتے۔ ۱؎ یہ کہتے میں نے اپنی ذات کو اس کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ ۲؎ میں بُرائیوں سے بے زار ہوں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ ۳؎ یقیناً میری قربانی ۴؎ میری زندگی اور موت اللہ ربّ العالمین کے لیے جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا۔ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ ۵؎ اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا ربّ ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے

الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ
لَا یَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَهَا
لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ
وَالْخَیْرُ كُلُّهٗ فِیْ یَدَیْكَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ اَنَا بِكَ
وَاِلَیْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ
وَاِذَا رَكَعَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ
اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَظْمِیْ
وَعَصَبِیْ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ
مِلْاَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمِلْاَ مَا شِئْتَ
مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ وَاِذَا سَجَدَ قَالَ اَللّٰهُمَّ سَجَدْتُّ
وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ
خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ
اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ثُمَّ یَكُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَا یَقُوْلُ
بَیْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِیْمِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ
وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا
اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ
وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ
رِوَایَةٍ لِلشَّافِعِیِّ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ وَالْمَهْدِیُّ مَنْ
هَدَیْتَ اَنَا بِكَ وَاِلَیْكَ لَا مَنْجَاَ مِنْكَ وَلَا مَلْجَاَ
اِلَّا اِلَیْكَ تَبَارَكْتَ۔

اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنی خطا کا اقرار کیا تو میری ساری خطائیں بخش دے، تیرے سوا کوئی خطائیں نہیں بخش سکتا۔ ۶؎ مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے، تیرے سوا کوئی اچھے اخلاق کی ہدایت نہیں دے سکتا۔ مجھ سے بُری عادتیں دُور رکھ، تیرے سوا یہ بُرائیاں کوئی دُور نہیں رکھ سکتا۔ ۷؎ مولا میں حاضر ہوں، تیری اطاعت پر آمادہ ساری بھلائیاں تیرے قبضے میں ہیں اور بُرائی تیری طرف منسوب نہیں۔ ۸؎ میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں، تیری طرف ملتجی ہوں تو برکت والا بلندیوں والا ہے، تجھ سے معافی چاہتا ہوں، توبہ کرتا ہوں۔ ۹؎ اور جب رکوع کرتے تو کہتے الٰہی! تیرے لیے رکوع کیا میں نے اور تجھ پر ایمان لایا تیرا مطیع ہوا تیرے حضور میری سماعت و بینائی اور میری مینگ اور میری ہڈی میرے پٹھے جو عاجز ہیں۔ ۱۰؎ پھر جب اپنا سر اُٹھاتے تو کہتے اے اللہ! ہمارے ربّ تیری ہی تعریف ہے، آسمان اور زمین اور ان کے درمیان بھر کر اور اس کے سوا وہ چیز بھر کر جو تو چاہے۔ ۱۱؎ اور جب سجدہ کرتے تو کہتے الٰہی! تیرے لیے میں نے سجدہ کیا، تجھ پر ایمان لایا، تیرا مطیع ہوا میری ذات نے اسے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا، اسے صورت بخشی اور اس کے کان اور آنکھیں چیریں برکت والا ہے اللہ بہترین پیدا کرنے والا۔ ۱۲؎ پھر آخر میں التحیات اور سلام کے درمیان کہتے الٰہی میری اگلی پچھلی چھپی کھلی خطائیں اور جو کچھ میں نے زیادتیاں کی اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، بخش دے۔ ۱۳؎ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے تو ہی پیچھے کرنے والا ہے۔ ۱۴؎ تیرے سوا کوئی معبود نہیں (مسلم) اور شافعی کی روایت میں ہے کہ شر تیری طرف منسوب نہیں۔ ہدایت یافتہ وہ جسے تو ہدایت دے۔ ۱۵؎ میرا تجھ پر بھروسہ اور تیری طرف توجہ کوئی جائے پناہ نہیں تیری ہی طرف میرا تجھ پر ٹھکانہ ہے تو برکت والا ہے۔ ۱۶؎

(۷۵۷) ۱؎ نسائی کی روایت سے ثابت ہے کہ یہ نماز نفل تھی، ابن حبان اور دار قطنی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض نماز تھی،

مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ سرکارِ مدینہ ہر نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ مرقات میں ہے کہ یہ دعائیں شروع اسلام میں تھیں بعد میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ عموماً پڑھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضور قدرے بلند آواز سے پڑھتے تھے ورنہ حضرت علی مرتضٰی کو کیسے پتا چلتا۔ ۲؎ مطلقاً پیدا کرنے کو خلق کہا جاتا ہے اور بغیر مثال پیدا کرنے (ایجاد) کو فطرت یعنی میں نے اپنا ظاہر باطن عمل اور نیت اللہ کے لیے خالص کر دیئے۔ ضروری ہے کہ یہ کہتے وقت انتہائی خشوع دل میں موجود ہو تاکہ رب کے سامنے جھوٹا نہ ہو۔ ۳؎ حنیف حنف سے بنا بمعنی میل جنیف وہ جو ہر بُرے دین اور بُرے عمل، بُرے خیالات، بُرے لوگوں سے الگ ہو اور حق پر قائم ہو۔ اب دین ابراہیمی کو حنیف کہا جاتا ہے مشرکین سے مراد کفار ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کھرا مومن اور خالص ہونا کمال ہے، ملاوٹ ہونا عیب ہے۔ کھرا سونا، خالص دودھ قابلِ قدر ہے ایسے ہی کھرا مومن خالص سنی لائق احترام۔ دوسرے یہ کہ اپنے ایمان کا اعلان ضروری ہے، ایمان چھپانا تقیہ کرنا منع۔ ۴؎ نسك نسكة کی جمع ہے بمعنی عبادت، اصطلاح میں ارکان حج، قربانی مطلق عبادت کو نسک کہا جاتا ہے مگر عموماً قربانی کو نسک بولتے ہیں۔ ۵؎ مسلم سے مراد رب کا مطیع ہے۔ رب فرماتا ہے: فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (۳۷:۱۰۳) تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی (کنزالایمان) یعنی میں رب کے فرماں برداروں میں سے ہوں۔ بعض روایات میں ہے انا اول المسلمین، میں پہلا مطیع ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے عابد و ساجد بندے ہیں کہ سب سے پہلے حضور ہی کا نور پیدا ہوا جو ہزاروں سال رب کی عبادت میں مشغول رہا۔ نیز میثاق کے دوران سب سے پہلے بلیٰ حضور ہی کی روح مبارک نے کہا، سب نے حضور سے سُن کر کہا اس معنی سے حضور کے سوا کوئی پہلا مسلم نہیں، ہم اپنے کو پہلا مسلم اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں یا یہ معنی ہوں گے کہ خدایا تیرے احکام کی اطاعت پہلے میں کروں گا۔ (ازاشعہ) ۶؎ خیال رہے کہ اس قسم کی ساری دعائیں اُمت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے محفوظ ہیں اور آپ کی خطاؤں کی مغفرت ہو چکی ہے جس کا اعلان قرآن شریف میں بھی ہوا جو اس قسم کی دعائیں دیکھ کر حضور کو گناہگار مانے، وہ بے دین ہے۔ ۷؎ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ درجے کے اخلاق عطا فرمائے اور ہر بد خلقی سے محفوظ فرمایا ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (۶۸:۴) پھر حضور کا یہ دعا مانگنا طلب استقامت کے لیے ہے۔ جیسے ہم سب دعا کرتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ ۸؎ اگرچہ ہر خیر و شر کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس بارگاہ کا ادب یہ ہے کہ خیر کو اس کی طرف نسبت کیا جائے اور شر کو اپنی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (۲۶:۸۰) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے، بیماری کو اپنی طرف نسبت کیا اور شفا کو رب کی طرف خضر علیہ السلام نے فرمایا: فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا (۱۸:۷۹) میں نے چاہا کہ اس کشتی کو عیب دار کردوں اس لیے رب تعالیٰ کو رب البیت، رب محمد کہتے ہیں۔ رب کلاب وغیرہ کہنا منع ہے لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اور اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ خیر و شر رب کی طرف سے ہے کہ وہاں خلق مراد ہے اور یہاں نسبت۔ ۹؎ زیادتی خیر ہمیشگی خیر کو برکت کہا جاتا ہے اور وہم و گمان سے اونچا ہونا تعالیٰ کہلاتا ہے اسی لیے یہ دو کلمات رب کے ساتھ خاص ہیں۔ اس کی شان تو یہ ہے۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

پہچان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

گزشتہ گناہوں پر ندامت وشرمندگی اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا ارادہ توبہ ہے اور معافی چاہنا استغفار ہم لوگ گناہ کر کے توبہ کرتے ہیں اور خاص بندے گناہ نہیں کرتے اور توبہ کرتے ہیں۔ خاص الخاص نیکیاں کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں کہ خدایا تیری شان کے لائق ہم سے نیکی نہ ہوسکی ؎

زاہداں از گناہ توبہ کنند

عارفاں از اطاعت استغفار

لہٰذا حضور کی ان دعاؤں سے دھوکہ نہ کھاؤ' ان کی توبہ استغفار ان کی شان کے لائق ہے۔ ۱۰؎ یعنی میرا رکوع صرف ظاہری نہیں بلکہ ہر عضو تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے۔ خیال رہے کہ آنکھ کا رکوع اور ہے' کان کا اور' گوشت کا اور ہے' ہڈی اور پوست کا اور لطف جب ہی ہے کہ سر کے ساتھ دل بھی جھکے اور جسم کے ساتھ جان بھی۔ حضور کا یہ فرمان اپنے حال کا بیان تھا' انہی کی طفیل اللہ ہمیں بھی ایسا رکوع نصیب کرے۔ خیال رہے کہ بعض کے نزدیک قوت سامعہ باصرہ سے افضل ہے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ حضور نے سمع کو بصر سے پہلے بیان فرمایا۔ ۱۱؎ یعنی اے مولیٰ! میں تیری حمد سے عاجز ہوں' تیری حمد سے زمین وآسمان' درمیان کی فضا' عرش وکرسی اور اس کے تحت الثریٰ وہ چیزیں بھری ہیں جو میرے علم سے وراء ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ جملہ ربّ تعالٰی کی انتہائی حمد ہے اور اپنے انتہائی عجز کا اقرار۔ ایسی حمد نہ حضور سے پہلے کسی نے کی تھی اور نہ آپ کے بعد کوئی کر سکے گا اس لیے حضور کا نام احمد ہے' اپنے ربّ کی بہت حمد کرنے والے اور نہ معلوم قیامت کے دن حضور خدا کی حمد کیسی کریں گے۔ ربّ نے بھی حضور کی ایسی حمد کی اور اپنی مخلوق سے ایسی حمد کرائی جس کی مثال نہیں اسی لیے حضور محمد ہیں یعنی خدا کے سراہے ہوئے۔ کل قیامت میں حضور اللہ کی حمد کریں گے اور ساری مخلوق حضور کی۔ ۱۲؎ یہاں خالقین بمعنی مصورین ہے یعنی تمام صورت بنانے والوں سے اچھی صورت بنانے والا ربّ ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ الخ (۳:۴۹) میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں (کنزالایمان) قرآن پاک فرماتا ہے: وَتَخۡلُقُوۡنَ اِفۡکًا (۲۹:۱۷) اور نرا جھوٹ گھڑتے ہو (کنزالایمان) بمعنی پیدا کرنا۔ خدا تعالٰی ہی کی صفت ہے اس معنی سے خالق اس کے سوا کسی اور کو نہیں کہا جا سکتا۔ ۱۳؎ سبحان اللہ یہ انتہائی استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں سے معافی مانگی گئی ہے۔ یہ بھی ہماری تعلیم کے لیے ہے کہ ہم بہت سے گناہ ایسے بھی کر لیتے ہیں جو ہمیں یاد بھی نہیں رہتے یا اوّل ہی سے ہمارے علم میں نہیں ہوتے۔ ۱۴؎ کہ جب چاہے اپنی اطاعت کی توفیق دے کر فرشتوں سے آگے بڑھا دے اور جسے جب چاہے توفیق خیر نہ دے جس سے وہ بندہ شیطان سے بدتر ہو جائے ایسے ہی جسے چاہے' شاہ بنا کر سب سے آگے بڑھائے' جسے چاہے گدا کر کے پیچھے ہٹا دے۔ ۱۴؎ ہدایت عامہ وخاصہ ہدایت دینی ودنیوی تیری ہی طرف سے ہے جسے تو ہدایت نہ دے اس کی ہدایت کا راستہ ہی کوئی نہیں اگرچہ گمراہی کا بھی یہی حال ہے لیکن بارگاہِ الٰہی کا ادب یہ تھا کہ اس کی طرف ہدایت ہی منسوب کی جائے۔ خیال رہے کہ ربّ کی طرف سے بعض ہدایتیں جانوروں کو بھی ملی ہیں۔ بعض صرف انسانوں کو بعض صرف مسلمانوں کو بعض صرف اولیاء کو بعض صرف انبیاء کو بعض صرف حضور سید الانبیاء کو ہدایت کی تعریف اور اقسام ہماری تفسیر نعیمی سورۂ فاتحہ میں دیکھو۔ ۱۵؎ یعنی جسے تو پکڑے اسے کوئی چھڑا نہیں سکتا اور جسے تو عذاب دینا چاہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ خیال رہے کہ انبیاء واولیاء کی پناہ یونہی مجرم کا حاکم کے پاس اور مریض کا طبیب کے پناہ لینے جانا حقیقت میں ربّ ہی کی پناہ ہے کہ یہ اس کے بندے ہیں اور اسی کے حکم سے ان کے پاس جاتے ہیں۔ ربّ فرماتا ہے: وَلَوۡ اَنَّہُمۡ اِذۡ

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الخ (۶۴،۴) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (کنزالایمان)۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ فَدَخَلَ الصَّفَّ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ فَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهٗ قَالَ اَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ اَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ اَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِهَا فَاِنَّهٗ لَمْ يَقُلْ بَاْسًا فَقَالَ رَجُلٌ جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِيَ النَّفَسُ فَقُلْتُهَا فَقَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ اثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۵۸) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص آیا صف میں داخل ہوا اس کا سانس چڑھا ہوا تھا۔ ۱؎ اس نے کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ الحمدلله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه۔ ۲؎ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی تو فرمایا کہ تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے۔ ۳؎ قوم خاموش رہی پھر فرمایا تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے قوم پھر خاموش رہی پھر فرمایا تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے اس نے کوئی بُری بات نہیں کہی۔ ۴؎ تب وہ شخص بولا میں آیا اور میرا سانس پھولا ہوا تھا تو میں نے یہ کلمات کہے فرمایا میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان کے لے جانے میں جلدی کر رہے ہیں کہ کون پہلے بارگاہِ الٰہی میں پیش کرے۔ (مسلم)

(۷۵۸) ۱؎ کیونکہ جماعت یا رکوع پانے کے لیے دوڑتا ہوا آیا تھا بلاضرورت دوڑتے ہوئے نماز کے لیے آنے کی ممانعت ہے ضرورۃً دوڑنے کی اجازت ہے بلکہ اگر جمعہ کی نماز جارہی ہو۔ امام آخری التحیات میں ہو تو جماعت پانے کے لیے بھاگنا فرض ہے لہٰذا یہ حدیث بھاگنے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ اس نے یہ کلمات تکبیر تحریمہ سے پہلے کہے یہ اللہ اکبر تکبیر تحریمہ نہیں اور اگر تکبیر تحریمہ ہو تو اس نے یہ کلمات اس لیے کہے کہ حضور رکوع یا التحیات میں تھے اور اسے رکوع یا جماعت مل جانے کی امید تھی۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جماعت میں جب ملے جبکہ امام رکوع کر رہا ہے تو اگر اسے امید ہو کہ میں سبحان اللہ پڑھ کر بھی رکوع پالوں گا تو سبحان اللہ پڑھے پھر رکوع میں شامل ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۳؎ خیال رہے کہ سوال اور پوچھ گچھ سائل کی بے علمی کی دلیل نہیں، سوال کی بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔ ربّ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ ۴؎ قوم کی یہ خاموشی ہیبت بارگاہِ عالیہ کی وجہ سے تھی کہ شاید ہم نے غلطی کی ہے، ہم عتاب میں آجائیں گے اسی لیے نہ آنے والا بولا نہ اس کے ساتھ والوں نے کچھ کہا ایسے موقع پر خاموش رہنا جرم نہیں جب حضور نے فرمایا کہ اس نے گناہ نہیں کیا تب ڈھارس بندھی۔ ۵؎ یعنی یہ کلمے ایسے مقبول ہوئے کہ ہر فرشتے نے چاہا کہ انہیں بارگاہِ الٰہی میں میں لے جاؤں تاکہ انعام کا مستحق میں بنوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس شخص کی خبر تھی جس نے یہ کلمات کہے اس سے پہلے گزر چکا کہ مجھ پر تمہارے رکوع اور سجدے پوشیدہ نہیں رہتے۔ میں آگے کی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں یہ بھی گزر چکا کہ پچھلی صف میں ایک شخص نے نماز میں غلطی کی۔ حضور نے بعد نماز نام لے کر پکارا اور فرمایا نماز درست پڑھا کرو تو کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ پر یہ شخص پوشیدہ رہے۔ نیز ربّ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے مگر پھر بھی لوگوں کے اعمال اس کی بارگاہ میں ملائکہ پیش کرتے ہیں۔ یوں ہی حضور کی بارگاہ میں لوگوں کے صلوٰۃ و سلام فرشتہ پیش کرتا ہے اس سے خود آپ کا نہ سننا لازم نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَت كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَّقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ لَانَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَارِثَةَ وَقَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ.

(۷۵۹) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے اے اللہ! تو پاک ہے، ہم تیری حمد کرتے ہیں۔ ۱؎ برکت والا ہے تیرا نام، اونچی ہے تیری شان تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد) ابن ماجہ نے حضرت سعید سے روایت کی کہ اس حدیث کو ہم سوا حارثہ کے کسی اور سے نہیں جانتے، حارثہ کے حافظہ میں کلام ہے۔ ۳؎

(۷۵۹) ۱؎ یعنی آپ ہر فرض و نفل نماز اس سے شروع فرماتے تھے۔ خیال رہے کہ یہ دونوں کلمات بہت جامع ہیں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ میں ربّ کے سارے عیبوں سے پاکی بیان کی گئی وَبِحَمْدِكَ میں اس کے تمام صفاتِ کمالیہ سے موصوف ہونے کا ذکر ہے اسی لیے ساری مخلوق ربّ کی تسبیح و تحمید کرتی ہے یعنی الٰہ العالمین تو سارے عیبوں سے پاک ہے اور تیرا ہر وصف لائق حمد و ثنا ہے۔ ۲؎ یعنی جس کام میں تیرا نام لیا جائے اس میں برکت ہو اور تیری شان مخلوق کی عقل و سمجھ سے وراء ہے۔ اس ذکر میں ربّ کے اس فرمان پر عمل ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (۸۷،۱) اپنے ربّ کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے (کنزالایمان) ۳؎ خیال رہے کہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ سے نماز شروع کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت فقہاء صحابہ خصوصاً خلفائے راشدین عبداللہ ابن مسعود کا اس پر عمل، بڑے علمائے اُمت سفیان ثوری، احمد بن حنبل، اسحاق ابن راہویہ، امام ابوحنیفہ اس پر عامل تابعین عظام کا یہ معمول ہے۔ یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ، عبداللہ ابن مسعود، حضرت جابر ابن مطعم اور ابن عمر وغیرہم صحابہ سے مروی ہے اگر امام ترمذی کی ایک اسناد میں حارثہ ابن ابی الرجال راوی آگئے تو اس سے صرف ایک اسناد قابلِ طعن ہوگی۔ نفس حدیث صحیح رہے گی کیونکہ بہت سی اسنادوں سے مروی ہے اور صحابہ و علماء کے عمل سے قوی ہے اسے مسلم شریف نے ابن عمر سے روایت کیا (از اشعہ و مرقات) نیز ابوداؤد کی اسناد کے سارے راوی صحیح ہیں۔ خیال رہے کہ فرائض سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ سے ہی شروع کرے، نوافل میں اختیار ہے۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ صَلٰوةً قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْراً وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّ الْحَمْدُلِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْراً وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ثَلٰثًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْراً وَّذَكَرَ

(۷۶۰) ۱؎ روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ نے کہا اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ کی بہت تعریفیں ہیں اللہ کی بہت تعریفیں ہیں اللہ کی بہت تعریفیں ہیں صبح و شام اللہ کی پاکی بولتا ہوں تین بار ۱؎ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان سے اس کے تکبر سے اس کے شعروں سے اس کے وسوسوں سے ۲؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے الحمدللہ کا ذکر نہ کیا اور آخر میں

فِی الْاٰخِرِهٖ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نَفْخُهُ الْكِبْرُ وَنَفْثُهُ الشِّعْرُ وَهَمْزُهُ الْمُوْتَةُ۔

فرمایا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ شیطان کا نفخ تکبر ہے۔ ۲ نفث شعر اور ہمزہ وسوسہ۔ ۴

(۷۶۰) ۱ یعنی یہ تینوں کلمے تین تین بار فرمائے یا یہ اخیری کلمہ بھی پچھلے دو کلموں کی طرح تین بار فرمایا۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ ۲ اگرچہ شیطان کے ہر شر سے پناہ مانگنی چاہیے لیکن چونکہ یہ تین شرارتیں بہت خطرناک ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا نفث کے معنی ہیں پھونکنا رب فرماتا ہے: وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ (۱۱۳:۴) اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں (کنزالایمان) یہاں اس کی پھونک کا نتیجہ مراد ہے یعنی جادو یا شعر کیونکہ یہ دونوں شیطان کی اس پھونک سے پیدا ہوتے ہیں جو انسان کے دل میں مارتا ہے۔ خیال رہے کہ شعر سے بُرے شعر مراد ہیں یعنی شیطانی اشعار۔ حمد الٰہی نعت مصطفوی دینی و رحمانی اشعار نہیں۔ ۳ یعنی انسان کے دل میں جو فخر و غرور پیدا ہوتا ہے وہ شیطان کی پھونک کا نتیجہ ہے وہ دل میں ڈالتا ہے کہ تو سب سے بڑا ہے سب تجھ سے چھوٹے ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ اور رسول کے مقابلے میں تکبر کفر ہے، مسلمان کے مقابلے میں تکبر حرام، کفار کے مقابلہ میں تکبر عبادت یہاں پہلے دو تکبر مراد ہیں۔ ۴ موتہ وہ وسوسہ ہے جو کہ وہم بلکہ جنون تک پہنچ جائے اسی لیے لغت والے لکھتے ہیں کہ موتہ جنوں کی ایک قسم ہے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاْءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَصَدَّقَهٗ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ رَوَى التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ نَحْوَهٗ۔

(۷۶۱) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکوت یاد رکھے ایک خاموشی جب تکبیر کہتے۔ ۱ اور دوسری خاموشی جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین سے فارغ ہوتے۔ ۲ حضرت ابی ابن کعب نے آپ کی تصدیق کی (ابوداؤد) اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے اس کی مثل روایت کی۔

(۷۶۱) ۱ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنے کے لیے کیونکہ یہ تکبیر اور سورۂ فاتحہ کے درمیان ہوتی ہے لہٰذا یہ سکوت بمعنی عدم جہر ہے نہ کہ بالکل خاموشی اس سکوت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ ۲ حق یہ ہے کہ اس خاموشی میں حضور آہستہ آمین کہتے تھے اور اگلی سورت کے لیے آہستہ بسم اللہ پڑھتے تھے لہٰذا یہ حنفیوں کے بالکل خلاف نہیں۔ شوافع کے ہاں یہ خاموشی آرام لینے کے لیے تھی اور امام مالک کے ہاں یہ خاموشی اس لیے تھی کہ مقتدی اس وقت سورۂ فاتحہ پڑھ لیں کیونکہ ان کے ہاں مقتدی امام کے ساتھ فاتحہ نہیں پڑھتا بلکہ بعد میں پڑھتا ہے مگر احناف کی توجیہ بہت قوی ہے اس سکوت کے بارے میں اور بہت سی روایتیں ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَآءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ هٰكَذَا فِیْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَذَكَرَهُ الْحُمَيْدِیُّ

(۷۶۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت سے اُٹھتے تو الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے اور خاموش بالکل نہ ہوتے۔ ۱ صحیح مسلم میں یوں ہی ہے حمیدی نے اسے اپنے افراد میں

فِیْ اَفْرَادِہٖ وَکَذَا صَاحِبُ الْجَامِعِ عَنْ مُسْلِمٍ وَّحْدَہٗ۔ ذکر کیا یوں ہی جامع والے نے صرف مسلم سے۔

(۷۶۲) ۱؎ یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ امام الحمدللہ سے قرأت شروع کرے نہ کہ بسم اللہ سے کیونکہ بسم اللہ سورتوں کا جزو نہیں چونکہ پہلی رکعت میں سبحان اللہ آہستہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ دوسری میں اس لیے روایت میں دوسری رکعت کا ذکر فرمایا گیا' سنت مؤکدہ کی تیسری رکعت میں بھی سبحان اور اعوذ وتسمیہ آہستہ پڑھی جائیں گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوۃَ کَبَّرَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَایَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَقِنِیْ سَیِّءَ الْاَعْمَالِ وَسَیِّءَ الْاَخْلَاقِ لَایَقِیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ۔ (رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

(۷۶۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی وموت اللہ رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں میں اسی کا حکم دیا گیا پہلا مسلمان ہوں۔ ۱؎ اے اللہ مجھے اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی ہدایت دے' ان اچھی چیزوں کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا' مجھے بُرے اعمال اور بُری عادتوں سے بچالے' ان بُرائیوں سے تیرے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ ۲؎ (نسائی)

(۷۶۳) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور کی اس دعا میں المسلمین میں الف لام استغراقی ہے یعنی ساری مخلوق میں پہلا مسلم ہوں جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے اور جب ہم یہ دعا پڑھیں گے تو الف لام عہدی ہوگا یعنی اپنی اولاد میں اور اپنے متبعین میں پہلا مسلم ہوں بلکہ مرقات نے فرمایا کہ اوّل مسلمین کہنا حضور کے لیے خاص ہے' ہم لوگ یوں کہیں وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور اگر ہم اوّل المسلمین کہیں بھی تو گویا آیتِ قرآنی یا حضور کی دعا کی تلاوت کرتے ہوئے۔ ۲؎ اعمال سے مراد ظاہری اعمال ہیں اور اخلاق سے مراد باطنی اعمال اس کی پوری شرح پہلے گزر چکی ہے۔ خیال رہے کہ انبیائے کرام اور اولیاء وعلماء کے ذریعے ہدایتیں ملتی ہیں' اخلاق نصیب ہوتے ہیں لیکن وہ ہدایتیں رب تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمَۃَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ تَطَوُّعًا قَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ مِثْلَ حَدِیْثِ جَابِرٍ اِلَّا اَنَّہٗ قَالَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ

(۷۶۴) روایت ہے حضرت محمد ابن مسلمہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نفل پڑھنے کھڑے ہوتے ۲؎ تو کہتے اللہ بہت بڑا ہے' میں نے اپنا رُخ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے' تمام بُرائیوں سے دُور ہوں اور میں مشرکوں سے نہیں۔ ۳؎ اور بقیہ حدیث حضرت جابر کی حدیث کی سی ذکر کی مگر یہ کہا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں

وَبِحَمْدِكَ ثُمَّ يَقْرَأُ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

پھر کہا الٰہی! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں پھر قرأت فرماتے۔ ۴ (نسائی)

(۷٦۴) ۱ آپ انصاری ہیں، اوسی انتہی ہیں سواء غزوۂ تبوک باقی تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضرت مصعب ابن عمیر کے ہاتھ شریف پر مدینہ پاک میں ایمان قبول کیا، مسلمانوں کے اختلاف پر آپ گوشہ نشیں رہے۔ ۴۰ھ میں وفات پائی۔ آپ فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ ۲ یہ حدیث گزشتہ ساری حدیثوں کی شرح ہے جس نے بتا دیا کہ نماز کی یہ ساری دعائیں اوراذ کار نوافل میں ہیں۔ احناف یہی کہتے ہیں کہ فرائض و واجبات میں صرف سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھے، نفل میں جو چاہے۔ یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔ ۳ اس کی شرح گزر چکی اس سے معلوم ہوا کہ مقبول مومن وہ ہے جس کا دل ہر بے دین اور ہر بے دینی سے متنفر ہو، کسی بُرائی کی طرف نہ جھکے یہی حنیف کے معنی ہیں، اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ السلام کی تعریف میں حنیف فرمایا۔ ۴ یعنی اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ — نماز میں قرأت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

نماز میں قرآنِ کریم کی ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا فرض ہے۔ سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ اور سورت ملانا واجب، فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں تلاوتِ قرآن فرض ہے باقی رکعات میں نفل دیگر نمازوں کی ہر رکعت میں تلاوت فرض اس کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں دیکھو۔ خیال رہے کہ نماز کی بنیاد افعال پر ہے، اقوال پر نہیں اسی لیے گونگے پر نماز فرض ہے اگر چہ وہ تلاوت نہیں کر سکتا لیکن جو نماز کے ارکان ادا نہ کر سکے، اس پر نماز معاف ہو جاتی ہے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَصَاعِدًا۔

(۷٦۵) روایت ہے کہ حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔ ۱ (مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں ہے کہ اس کی نماز نہیں جو سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے۔ ۲

(۷٦۵) احناف کے نزدیک سورۂ فاتحہ واجب ہے، فرض نہیں۔ بعض اماموں کے نزدیک فرض ہے، وہ حضرات حدیث کے یہ معنی کرتے ہیں کہ جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں، ہم اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں یعنی لائے نفی جنس کی خبر ان کے ہاں صحیح ہے، ہمارے ہاں کامل مگر مذہب حنفی نہایت قوی ہے اور ان کا یہ ترجمہ نہایت مناسب چند وجوہ سے ایک یہ کہ حنفی ترجمہ کی صورت یہ حدیث قرآن کی اس آیت کے خلاف نہ ہوگی: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (۷۳۔۲۰) اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو (کنزالایمان) اور ان بزرگوں کے ترجمہ پر یہ حدیث اس آیت کے سخت خلاف ہوگی کیونکہ قرآن سے معلوم ہو رہا

ہے کہ مطلقاً تلاوت کافی ہے اور حدیث کہہ رہی ہے کہ بغیر فاتحہ نماز نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ اسی حدیث کے آخر میں آ رہا ہے کہ جو سورۂ فاتحہ اور ساتھ کچھ اور نہ پڑھے اس کی نماز نہیں اور ان بزرگوں کے ہاں سورت ملانا فرض نہیں تو ایک ہی لفظ سے سورۂ فاتحہ فرض ماننا اور ضم سورت فرض نہ ماننا کچھ عجیب سی بات ہے۔ تیسرے یہ کہ اگلی حدیث ابوہریرہ میں حنفی معنی صراحۃً آ رہے ہیں کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے اور حدیث کی شرح حدیث سے ہو تو قوی ہے۔ نیز حنفیوں کے نزدیک فاتحہ مطلقاً پڑھنے سے مراد مطلقاً پڑھنا ہے۔ حقیقۃً ہو یا حکماً اکیلا امام حقیقۃً فاتحہ پڑھے گا اور مقتدی حکماً کہ امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا مانا جائے گا مگر بعض کے نزدیک یہاں حقیقۃً پڑھنا ہی مراد ہے، ان کے ہاں مقتدی پر بھی فاتحہ پڑھنا فرض ہے لیکن حنفیوں کی توجیہ نہایت ہی قوی ہے چند وجوہ سے ایک یہ کہ اس صورت میں یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہ ہوگی۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۲۰۴:۷) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو (کنزالایمان) ان لوگوں کی تفسیر کے مطابق آیت و حدیث میں سخت تعارض ہوگا، دوسرے یہ کہ اس صورت میں یہ حدیث مسلم شریف کی اس روایت کے خلاف نہ ہوگی۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۲۰۴:۷) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو (کنزالایمان) تیسرے یہ کہ حنفی ترجمے کے مطابق رکوع میں ملنے والا بلاتکلف رکعت پالے گا مگر ان لوگوں کو اس مسئلے پر بہت مصیبت پیش آئے گی کہ بغیر فاتحہ پڑھے رکعت کیسے پالی۔ چوتھے یہ کہ بعض صورتوں میں وہ لوگ اس حدیث پر عمل نہیں کر سکتے۔ مثلاً مقتدی فاتحہ کے بیچ میں تھا کہ امام نے رکوع کر دیا اس کے لیے یہ حدیث وبالِ جان بن جائے گی لہذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے اور یہ حدیث ان کے بالکل خلاف نہیں اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ ۲؎ یعنی نمازی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا بھی واجب ہے اور اس کے ساتھ کچھ اور تلاوت بھی واجب کہ اگر ان میں سے ایک پر بھی عمل نہ کیا گیا تو نماز ناقص ہوگی، یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے جو لوگ اس حدیث کی بناء پر ہر نمازی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض کہتے ہیں، وہ فصاعداً کے متعلق کیا کہیں گے کیونکہ ان کے ہاں سورۃ ملانا فرض نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيْلَ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ اِقْرَأْ بِهَا فِیْ نَفْسِكَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِیْ وَ بَيْنَ عَبْدِیْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ

(۷۶۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز پڑھے اس میں الحمد نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے۔ (تین بار) کامل نہیں۔ ۱؎ حضرت ابوہریرہ سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ فرمایا اپنے دل میں پڑھ لو۔ ۲؎ کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ دیا ہے۔ ۳؎ اور میرے بندے کے لیے وہی ہے جو مانگے۔ ۴؎ بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی۔ ۵؎ جب بندہ کہتا ہے الرحمٰن

اللّٰهُ تَعَالٰى اَثْنٰى عَلَىَّ عَبْدِىْ وَاِذَا قَالَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ مَجَّدَنِىْ عَبْدِىْ وَاِذَا قَالَ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ قَالَ هٰذَا بَيْنِىْ وَبَيْنَ عَبْدِىْ وَلِعَبْدِىْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِىْ وَلِعَبْدِىْ مَا سَاَلَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا کی۔ ۶ اور جب کہتا ہے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو ربّ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بندگی بیان کی۔ ۷ اور جب کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو ربّ فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ ۸ اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو مانگے۔ ۹ پھر جب کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تو فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو مانگے۔ ۱۰ (مسلم)

(۷۶۶) ۱ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے اس نے صراحۃً بتادیا کہ بغیر سورۂ فاتحہ نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ ناقص ہوتی ہے یعنی سورۂ فاتحہ نماز میں فرض نہیں بلکہ واجب ہے لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔ ۲ یہ حضرت ابوہریرہ کی اپنی رائے ہے اسی لیے آپ اس پر کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرماتے بلکہ ایک حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کرتے ہیں' ان کی رائے پر ہر جگہ عمل نہیں ہو سکتا۔ بعض جگہ بہت دشواریاں پیش آئیں گی مثلاً یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ رہا تھا' یہ ابھی بیچ میں تھا کہ امام نے کہا وَلَا الضَّآلِّيْنَ اب یہ بے چارہ آمین کہے یا نہیں یا مقتدی بیچ فاتحہ میں تھا کہ امام نے رکوع کردیا' یہ مقتدی رکوع میں جائے یا نہیں وغیرہ۔ خیال رہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد پہلے کا ہے' بعد میں خود انہیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو جیسا کہ مسلم ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ میں ہے اور مشکوٰۃ شریف میں اس باب میں آرہا ہے لہٰذا یہ قول خود ان کے اپنے نزدیک متروک ہے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ سورۂ فاتحہ کے معنی و مطالب دل میں سوچو ان پر غور کرو کیونکہ پڑھنا زبان سے ہوسکتا ہے' دل میں سوچنا ہوتا ہے نہ کہ پڑھنا (از مرقات) اس صورت میں یہ حدیث بالکل ظاہر ہے کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔ ۳ یہاں نماز سے مراد سورۂ فاتحہ ہے یعنی جب سورۂ فاتحہ اتنی اہم ہے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عین نماز فرمایا تو اس کا پڑھنا یا اس میں غور کرنا بہت ضروری ہے۔ خیال رہے کہ الحمد کی سات آیتیں ہیں۔ پہلی تین آیتیں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تک اللہ کی حمد ہیں اور آخری تین آیتیں اِهْدِنَا سے وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک دعا۔ درمیان کی آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ آدھی ثنا ہے' آدھی دعا لہٰذا یہ فرمان بالکل درست ہے کہ الحمد آدھی آدھی بٹی ہوئی ہے۔ ۴ یعنی سورۂ فاتحہ آدھی دعا ہے تو جو بندہ اسے پڑھے' میں اس کی دعا ضرور قبول کروں گا یا بعینہٖ اس کا سوال پورا کروں گا یا اس کی مثل اور نعمتیں دوں گا یا اس سے کوئی آفت ٹال دوں گا جیسا کہ قبولیت دعا کا قانون ہے۔ ۵ یعنی ادھر بندہ الحمد پڑھ کر ربّ کی حمد کرتا ہے ادھر ربّ تعالیٰ فرشتوں سے یہ فرماتا ہے یہ بندے کی خوش نصیبی ہے کہ اس کی تھوڑی سی زبان کی حرکت سے اس کا نام ربّ کی بارگاہ میں اس عزت سے آجائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز نہیں کیونکہ یہاں الحمد سے ذکر شروع ہوا' بسم اللہ کا ذکر نہ ہوا لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔ ۶ یہ خطاب بھی حاضرین بارگاہ میں فرشتوں سے ہے جو ربّ تعالیٰ بطور فخر و اظہار خوشی فرماتا ہے۔ ثنا و حمد قریباً ایک ہی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ حمد سے ظاہری کمالات کا

بیان ہو اور ثنا سے مراد پوشیدہ کمالات کا اظہار یا حمد سے مراد شکر اور ثناء سے مراد مطلقاً تعریف۔ ۷؎ یعنی میری ایسی بڑائی بیان کی جو میرے سوا کسی کو حاصل نہیں کیونکہ قیامت کے دن کی بادشاہی صرف ربّ تعالیٰ کی صفت ہے۔ ۸؎ کیونکہ عبادت اللہ کے لیے ہے اور استعانت یعنی مدد بندے کے لیے ہے لہٰذا یہ آیت ربّ و بندے کے درمیان ہے۔ ۸؎ یعنی بندہ اپنے ہر کام میں خصوصاً عبادات میں مجھ سے مدد مانگ رہا ہے اس کی ضرور مدد کروں گا اس کے بعد بھی جو دعائیں مانگے گا، قبول کروں گا۔ ۹؎ یعنی خدایا مجھے اس راستہ کی ہدایت دے جو تیرے انعام والے بندوں کا راستہ ہے۔ اولیاء، صالحین، شہید اور صدیقین کا، معلوم ہوا کہ وہ دینِ حق ہے جس میں اولیاء اللہ ہوں، وہ صرف اہلِ سنت والجماعت کا دین ہے کہ ان کے سوا کسی فرقہ میں اولیاء اللہ نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انعمت علیہم پر وقف ہے ورنہ فاتحہ کی آیات سات نہ ہوں گی کیونکہ یہاں بسم اللہ کو الحمد میں شامل نہیں کیا گیا لہٰذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔ ۱۰؎ یعنی جو کچھ اس سورت میں مانگے اور جو اس کے بعد مانگے، وہ سب اسے دوں گا۔ بعض مشائخ کا طریقہ ہے کہ وہ دعا کرتے وقت الحمد شریف پڑھا کرتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانُوا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۶۷) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ ربّ العالمین سے شروع کرتے تھے۔ ۱؎ (مسلم)

(۷۶۷) ۱؎ یعنی یہ حضرات جیسے اعوذ باللہ آہستہ کہتے تھے، ایسے ہی بسم اللہ بھی۔ جہر الحمد للہ سے شروع کرتے تھے لہٰذا یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز نہیں، یہ آہستہ پڑھی جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی اقرا باسم ربك آئی وہاں بسم اللہ نہ آئی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهٗ وَفِیْ اُخْرٰى لِلْبُخَارِیِّ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْقَارِئُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ فَمَنْ وَّافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

(۷۶۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ ۱؎ (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب امام کہے غیر المغضوب علیهم و لا الضآلین تو تم کہو آمین۔ ۲؎ جس کا کلام فرشتوں کے کلام کے موافق ہو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ ۳؎ یہ بخاری کے لفظ ہیں اور مسلم کے نزدیک اس کی مثل اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں جس کی آمین موافق ہوگی، فرشتوں کی آمین کے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ ۴؎

(۷۶۸) ۱؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز میں الحمد کے ختم پر امام بھی آمین کہے گا' دوسرے یہ کہ ہماری حفاظت کرنے والے اور نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے نمازوں میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ ولا الضآلین پر آمین کہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ آمین بالکل آہستہ کہنی چاہیے کیونکہ فرشتے آہستہ ہی آمین کہتے ہیں جو ہم نہیں سنتے اگر ہم آمین چیخ کر کہیں تو ہماری آمین فرشتوں کی آمین کے خلاف ہوگی پھر ہماری بخشش کیسے ہو۔ چوتھے یہ کہ ربّ کی بارگاہ میں وہی نیکی قبول ہوتی ہے جو نیک بندوں کی طرح ہو' ان کی نقل پیاری ہے دیکھو فرمایا گیا کہ جس کی آمین فرشتوں کی سی ہوگی اس کی مغفرت ہوگی۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی الحمد نہ پڑھے کیونکہ فرمایا گیا کہ جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو یہ نہ فرمایا کہ جب تم ولا الضالین کہو تو آمین کہو لہٰذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔ ۳؎ فقیر کو آہستہ آمین کی چھبیس حدیثیں اور دو آیتیں ملیں مگر نماز میں بالجہر آمین کی کوئی صریح حدیث نہ ملی جس میں نماز کا ذکر ہو اور لفظ جہر ہو اس کی پوری بحث فقیر کی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ آمین دعا ہے (قرآنِ کریم) اور دعا آہستہ مانگنی چاہیے۔ (قرآنِ کریم) احادیث میں جہاں آمین سے مسجد گونجنے کا ذکر ہے' وہاں نماز کا ذکر نہیں اور جہاں نماز کا ذکر ہے' وہاں جہر نہیں بلکہ مدبها صوته ہے یا رفع بها صوته جس کے معنی ہیں آمین آواز کھینچ کر کہی۔ ۴؎ خیال رہے کہ ان جیسی تمام حدیث میں موافقت سے مراد کیفیت میں موافقت ہے نہ کہ وقت میں کیونکہ فرشتوں کی آمین کہنے کا تو یہی وقت ہے جب امام ولا الضالین کہتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین جیسی ہوگی اس کی بخشش ہوگی یعنی جیسے فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں' ایسے یہ بھی آہستہ کہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لْيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ يُجِبْكُمُ اللّٰهُ فَاِذَا كَبَّرَ وَ رَكَعَ فَكَبِّرُوْا وَارْكَعُوْا فَاِنَّ الْاِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَ يَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ قَالَ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللّٰهُ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَقَتَادَةَ وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا۔

(۷۶۹) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم نماز پڑھو تو صفیں سیدھی کرو پھر تم میں سے کوئی تمہارا امام بن جائے۔ ۱؎ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب کہے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین تو تم آمین کہو اللہ تمہاری قبول کرے گا۔ ۲؎ پھر جب تکبیر کہے اور رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو' امام تم سے پہلے رکوع میں جائے گا اور تم سے پہلے سر اُٹھائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس کے بدلے میں ہوا۔ ۳؎ اور جب کہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ تو تم کہو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اللہ تمہاری سنے گا۔ ۴؎ (مسلم) اور مسلم کی ابوہریرہ و قتادہ سے ایک روایت میں ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ ۵؎

(۷۶۹) ۱؎ یہ ان اصحاب سے خطاب ہے جو سب عالم و فقیہ تھے یعنی جب تم ایسی جگہ ہو جہاں کوئی امام مقرر نہ ہو تو چونکہ تم سب علماء فقہا ہو لہٰذا تم میں سے کوئی بھی امام بن جائے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جہاں فرمایا گیا کہ امام وہ بنے جو سب سے

زیادہ عالم یا قاری ہو۔ ۲؎ یعنی اس آمین کی برکت سے تمہاری الحمد والی تمام دعائیں قبول ہوں گی یا جب تم سب مل کر آمین کہو گے تو قبول ہوگی کیونکہ جماعت کی نماز و دعائیں اگر ایک کی قبول ہو جائیں تو سب کی قبول ہوتی ہیں اسی لیے دعا اور عبادات کے لیے جماعات تلاش کرتے رہو۔ ۳؎ یعنی تمام حرکات وسکنات میں تم امام کے پیچھے رہو کہ امام جب رکوع میں پہنچ جائے تو تم رکوع میں جھکو اور جب رکوع سے سیدھا کھڑا ہو جائے تو تم اُٹھو۔ امام رکوع میں تم سے پہلے پہنچے گا اور تم سے پہلے اُٹھے گا تو ایک لحظہ رکوع میں تم پیچھے پہنچو گے اور ایک لحظہ بعد میں اُٹھو گے۔ وہ کمی اس زیادتی سے پوری ہو کر تمہارا اور امام کا رکوع برابر ہو جائے گا۔ سارے ارکان کا یہی حال ہے۔ ۴؎ یعنی جماعت میں امام صرف سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے اور مقتدی صرف رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہے لہٰذا یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے۔ بعض روایات میں صرف رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ہے۔ بعض میں اَللّٰھُمَّ بھی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مقتدی دونوں کلمے کہے یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔ ۵؎ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ مقتدی الحمد نہ پڑھے کیونکہ امام کی قرأت کے وقت اسے خاموشی ضروری ہے۔ یہ حدیث چند وجہ سے نہایت قوی اور قابلِ عمل ہے۔ ایک یہ کہ اس کی تائید قرآنِ کریم سے ہو رہی ہے۔ ربّ فرماتا ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (۷؍۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو (کنزالایمان) دوسرے یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت احادیث سے ہو رہی ہے۔ فقیر نے اس کے متعلق چوبیس احادیث جمع کیں دیکھو جاء الحق حصہ دوم تیسرے یہ کہ عام صحابہ کرام کا یہی عمل تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے تھے۔ چنانچہ اسّی (۸۰) صحابہ سے یہ ممانعت ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حدیث عقل کے بھی مطابق ہے کیونکہ جب مقتدی سورت نہیں پڑھتا کہ امام کی قرأت مقتدی کے لیے کافی ہے تو چاہیے کہ فاتحہ بھی نہ پڑھے کہ اس میں بھی امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ پانچویں یہ کہ رکوع میں شریک ہونے والے کو رکعت مل جاتی ہے اگر امام کی قرأت اس کے لیے کافی نہ ہوتی بلکہ مقتدی کو بھی فاتحہ پڑھنی فرض ہوتی تو اسے رکعت نہ ملتی۔ چھٹے یہ کہ جلیل القدر صحابہ نے امام کے پیچھے تلاوت کرنے والوں کو بددعائیں دیں۔ چنانچہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں خاک' حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں پتھر۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں انگارے وغیرہ ساتویں یہ کہ عام مسلمین کا اس پر عمل ہے نوے فیصد مسلمان حنفی ہیں جو امام کے پیچھے تلاوت نہیں کرتے غرضیکہ یہ حدیث بہت قوی ہے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ فِی الظُّھْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَ سُوْرَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتٰبِ وَیُسْمِعُنَا الْاٰیَۃَ اَحْیَانًا وَّیُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی مَالَا یُطِیْلُ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ وَھٰکَذَا فِی الْعَصْرِ وَھٰکَذَا فِی الصُّبْحِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۷۷۰) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے۔ ۱؎ اور کبھی ہم کو کوئی آیت سنا دیتے تھے۔ ۲؎ اور پہلی رکعت میں کسی قدر درازی کرتے جو دوسری رکعت میں نہ کرتے۔ ۳؎ یوں ہی عصر میں اور یوں ہی صبح میں کرتے۔ (مسلم بخاری)

(۷۷۰) ۱؎ نماز فرض کی رکعتوں میں چند طرح فرق ہے‘ ایک یہ کہ اگلی دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے‘ آخری رکعات میں نفل‘ دوسرے یہ کہ اوّل رکعتیں بھری پڑھی جاتی ہیں‘ بعد کی خالی۔ تیسرے یہ کہ فجر‘ مغرب‘ عشاء میں اوّل رکعتوں میں امام اونچی تلاوت کرتا ہے‘ بعد والیوں میں آہستہ۔ چوتھے یہ کہ اوّل کی دو رکعتیں سفر و حضر ہر حالت میں پڑھی جاتی ہیں مگر آخری دو رکعتیں سفر میں معاف ہو جاتی ہیں۔ یہ تمام مسائل حدیث سے ثابت ہیں جن میں سے ایک مسئلہ یہاں آیا کہ اوّل رکعتیں بھری پڑھو‘ آخری خالی۔ ۲؎ یعنی ظہر و عصر کی نمازوں میں سرکار ایک آدھ آیت زور سے پڑھ دیتے تاکہ صحابہ کرام کو معلوم ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فلاں سورت پڑھ رہے ہیں اب ہم کو یہ جائز نہیں‘ ہم لوگ اخفا نمازوں میں ایک آیت بھی آواز سے نہیں پڑھ سکتے۔ یہ حضور کی خصوصیات سے ہے۔ ۳؎ یعنی رکعت اوّل بمقابلہ دوسری رکعت کے کچھ دراز پڑھتے یا اس لیے کہ اس میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِسْمِ اللهِ بھی ہے‘ رکعت دوم میں یہ نہیں یا اس لیے کہ رکعت اوّل میں قرأت کچھ زیادہ فرماتے تاکہ پیچھے آنے والے شرکت کرسکیں‘ احناف کے نزدیک فتویٰ اسی پر ہے کہ ہر نماز میں اوّل رکعت دوسری سے کچھ دراز پڑھے خصوصاً نماز فجر کہ اس میں پہلی رکعت زیادہ دراز کرے لہٰذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں بلکہ ان کی مؤید ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كُنَّا نَحْزُرُ قِیَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الظُّهْرِ وَ الْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِیَامَهٗ فِی الرَّكْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ قِرَأَةِ الٓمّٓ تَنْزِیْلُ السَّجْدَةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ ثَلٰثِیْنَ اٰیَةً وَحَزَرْنَا قِیَامَهٗ فِی الْاُخْرَیَیْنِ قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَحَزَرْنَا فِی الرَّكْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلٰى قَدْرِ قِیَامِهٖ فِی الْاُخْرَیَیْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِی الْاُخْرَیَیْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۷۱) روایت ہے ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہر و عصر کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے۔ ۱؎ تو ہم نے آپ کے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ الم تنزیل السجدہ پڑھنے کے بقدر لگایا۔ ۲؎ ایک روایت میں ہے کہ ہر رکعت میں تیس آیتوں کی بقدر ۳؎ اور ہم نے آخری رکعتوں میں قیام کا اندازہ اس سے آدھے کا لگایا۔ ۴؎ اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی آخری رکعتوں کے قیام کی بقدر اندازہ لگایا اور عصر کی آخری رکعتوں میں اس سے آدھا۔ ۵؎ (مسلم)

(۷۷۱) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و صفات سوچنا ان میں غور کرنا سنت صحابہ ہے اس سے نماز ناقص نہ ہوگی بلکہ کامل تر ہوگی۔ دیکھو صحابہ کرام حضور کے پیچھے نماز بھی پڑھ رہے اور یہ خیال بھی رکھ رہے کہ آپ کا قیام کس قدر ہوا یہ ان کے خشوع کے خلاف نہ تھا۔ ۲؎ یعنی اتنا قیام فرماتے تھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے علاوہ الم تنزیل السجدہ کی بقدر پڑھتے تھے یعنی انتیس آیتیں یا دونوں رکعتوں میں اس سورت کی بقدر مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ گزشتہ کلام میں ہر رکعت میں الم تنزیل السجدہ کی بقدر قرأت فرماتے تھے نہ کہ دونوں میں۔ ۴؎ یعنی ظہر کی آخری دو رکعتوں میں ہر رکعت میں علاوہ الحمد کے پندرہ آیات۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ظہر کی آخری رکعتوں میں بھی سورۃ ملاتے تھے۔ خیال رہے کہ فرائض کی آخری رکعتوں میں قرأت نفل ہے لہٰذا اگر خاموش رہے یا تسبیح پڑھے یا الحمد مع سورۃ پڑھے یا صرف الحمد پڑھے ہر

طرح درست ہے یہاں تیسری صورت کا ذکر ہے یعنی الحمد مع سورۃ پڑھنا اور حضور کا یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے ہے کیونکہ ان رکعتوں کا خالی پڑھنا مستحب ہے۔(اشعہ) ۵؎ یعنی عصر کی اوّل رکعتوں میں ہر رکعت میں پندرہ آیتیں اور آخر کی دو رکعتوں میں پندرہ آیتیں اس سے معلوم ہوا کہ عصر میں تلاوت بمقابلہ ظہر کم ہونی چاہیے کہ احناف کے نزدیک فجر وظہر میں طوال مفصل پڑھنا اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل پڑھنا مستحب ہے۔ یہ حدیث اس کا ماخذ ہوسکتی ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ بِاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَفِي رِوَايَةٍ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِكَ وَفِي الصُّبْحِ اَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۷۲) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۱؎ اور عصر میں اسی طرح اور فجر میں اس سے کچھ دراز۔ ۲؎ (مسلم)

(۷۷۲) ۱؎ یعنی ظہر کی رکعت اوّل میں وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى یاسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھتے تھے یا دونوں رکعتوں میں یہ سورۃ اس طرح پڑھتے کہ ہر رکعت میں آدھی سورۃ مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں کیونکہ ہر رکعت میں پوری سورۃ پڑھنا نصف سورۃ پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔خیال رہے کہ ظہر وعصر میں تلاوت آہستہ ہوتی ہے لہذا صحابہ کرام کو اس تلاوت کا علم یا تو حضور کے بتانے سے ہوا یا سرکار ایک آدھ آیت آواز سے پڑھ دیتے تھے تاکہ صحابہ کو پتا لگے کہ کون سی سورۃ پڑھ رہے ہیں۔ ۲؎ خیال رہے کہ نماز کی قرأت میں احادیث مختلف آئیں مگر متعارض نہیں کیونکہ سرکار کی تلاوت موقع اور حالت کے لحاظ سے مختلف تھی، کبھی لمبی قرأت فرماتے، کبھی چھوٹی جیسا موقع نیز بعض حالات میں مستحب پر عمل فرماتے۔بعض حالات میں صرف جواز پر لہذا احادیث مخالف نہیں۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۷۳) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں سورۂ طور پڑھتے سنا۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۷۷۳) ۱؎ یعنی مغرب کی دونوں رکعتوں میں پوری سورۃ طور پڑھتے تھے یا طور کی بعض آیات جو کچھ بھی ہو۔ یہ بیان جواز کے لیے ہے ورنہ مغرب میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھنا مستحب ہے۔سورۂ طور میں ۴۹ آیات ہیں اگر یہ پوری سورۃ مغرب میں پڑھی جائے تو بھی وقت تنگ نہیں ہوتا۔

وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۷۴) روایت ہے ام فضل بنت حارث سے ۱؎ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں والمرسلات عرفاً پڑھتے سنا۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۷۷۴) ۱؎ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ آپ حضور کی چچی یعنی حضرت عباس کی زوجہ اور عبداللہ ابن عباس اور فضل ابن عباس کی والدہ ہیں۔ ۲؎ یہ واقعہ کبھی کبھی ہوا وہ بھی بیان جواز کے لیے غالب یہ ہے کہ پوری سورۃ ایک یا دونوں رکعتوں میں پڑھی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ

(۷۷۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضرت

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِيْ فَيَؤُمُّ قَوْمَهٗ فَصَلّٰى لَيْلَةً مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ اَتٰى قَوْمَهٗ فَاَمَّهُمْ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهٗ وَانْصَرَفَ فَقَالُوْا لَهٗ اَنَا فَقْتَ يَافُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلَاٰتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاُخْبِرَنَّهٗ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَاِنَّ مُعَاذًا صَلّٰى مَعَكَ الْعِشَآءَ ثُمَّ اَتٰى قَوْمَهٗ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مُعَاذٍ وَقَالَ يَامُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اِقْرَاْ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

معاذ بن جبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر آ کر اپنی قوم کی امامت کرتے۔ ۱؎ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے' ان کے امام بنے اور سورۃ بقر شروع کر دی تو ایک شخص پھر گیا۔ ۲؎ کہ اس نے سلام پھیر کر اکیلے نماز پڑھی اور چلا گیا' لوگوں نے کہا اے فلاں! کیا تو منافق ہو گیا؟ بولا نہیں! ربّ کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا اور آپ کو یہ خبر دوں گا۔ ۳؎ پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! ہم لوگ اونٹ والے ہیں۔ ۴؎ دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے سورۂ بقر شروع کر دی۔ ۵؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ پر متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ! کیا تم فتنہ گر ہو؟ **والشمس وضحها** اور **والضحی والیل اذا یغشی** اور **سبح اسم ربك الاعلیٰ** پڑھا کرو۔ ۶؎ (مسلم بخاری)

(۷۷۵) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاذ حضور کے ساتھ نفل پڑھ لیتے تھے پھر اپنی قوم میں آ کر انہیں فرض پڑھاتے تھے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ آپ پہلے فرض پڑھتے تھے اور بعد میں نفل۔ نیز یہ فعل تو حضرت معاذ کا ہے اور اس کے راوی حضرت جابر ہیں اور کسی کی نیت صرف اندازے سے معلوم نہیں ہو سکتی اور اگر آپ حضور کے ساتھ فرض ہی پڑھتے ہوں تو اپنی قوم کے ساتھ بھی فرض ہی پڑھتے تھے اور یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب ایک فرض دوبار پڑھے جاتے تھے۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا چنانچہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک فرض دوبار پڑھنے سے منع کیا گیا اور آپ حضور کے پیچھے فرض ہی پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کے ساتھ نفل تو یہ آپ کا اجتہادی عمل ہے جس کی حضور کو اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ اطلاع ہونے پر حضور نے اس سے منع فرما دیا۔ چنانچہ امام احمد نے حضرت سلیم سلمٰی سے روایت کی کہ جب حضور کی بارگاہ میں حضرت معاذ کا یہ واقعہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاذ! تم فتنہ گر نہ بنو یا میرے ہی ساتھ نماز پڑھا کرو یا اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھایا کرو۔ بہرحال یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں اور اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز ہے اس کی مزید تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ خیال رہے کہ فرض والے کے پیچھے نفل والے کی نماز جائز ہے۔ مگر نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ترمذی' ابوداؤد' احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں **الامام ضامن** امام ضامن ہے یعنی مقتدی کی نماز اماز کے ضمن میں ہے اور ظاہر ہے کہ فرض نفل کو اپنے ضمن میں لے سکتا ہے نہ کہ نفل فرض کو (از لمعات) ۲؎ یعنی ایک صاحب نے جماعت سے نماز شروع کی مگر جب حضرت معاذ نے سورۂ بقر شروع کی تو وہ سمجھ گئے کہ آپ پوری سورۂ بقر پڑھیں گے تو وہ نماز توڑ کر جماعت سے نکل گئے اور علیحدہ فرض پڑھ کر چلے گئے۔ یہ

صاحب خرام ابن ابی کعب انصاری ہیں جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ ۳؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعتِ اولیٰ کے وقت جماعت سے علیحدہ رہنا منافقت کی علامت ہے۔خواہ نماز علیحدہ پڑھے' خواہ علیحدہ بیٹھا رہے۔ دوسرے یہ کہ مقتدیوں پر امام کا احترام لازم ہے حتی الامکان ان پر زبان طعن دراز نہ کریں۔ دیکھو حضرت خرام اور دوسرے صحابہ نے حضرت معاذ سے لڑائی شروع نہ کر دی بلکہ حضور کی بارگاہ میں شکایت پیش کی۔ حضور نے انہیں سمجھایا تیسرے یہ کہ امام مسجد کی شکایت سلطان اسلام یا قاضی اسلام سے کر سکتے ہیں کہ وہ امام کو سمجھا بجھا دیں اس میں کوئی حرج نہیں' سنت صحابہ سے ثابت ہے۔ ۴؎ نواضح ناضیحہ کی جمع ہے' ناضحہ وہ اونٹنی ہے جو کھیتوں کو پانی دے خواہ اس طرح کہ رہٹ چلائے یا اس طرح کے دُور سے پانی اس پر لاد کر لایا جائے اور کھیتوں میں پھینکا جائے۔ شکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم لوگ دن بھر کام کاج کے باعث تھک جاتے ہیں' رات کو لمبی قرأت سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ شکایت حضرت معاذ کی موجودگی میں ہوئی اور اگر ان کے پس پشت ہوئی تو غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے جیسے استاد سے بعض شاگردوں کی شکایت کرنا لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۶؎ یعنی چونکہ تمہارے پیچھے کاروباری لوگ بھی ہوتے ہیں اور محنت مزدوری کرنے والے بھی لہٰذا انہیں نماز مختصر پڑھایا کرو اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ مقتدی بوقتِ ضرورت نماز توڑ سکتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب پر نماز توڑنے کی وجہ سے عتاب نہ فرمایا۔ یہ نہ کہا کہ تم نے وہ نماز پڑھ لی ہوتی پھر مجھ سے شکایت کی ہوتی۔ دوسرے یہ کہ نماز توڑنا ہو تو سلام پھیر دے کہ یہ سلام اگرچہ بے وقت ہے مگر اسے نماز سے خارج کر دے گا اور اگر یونہی بغیر سلام نماز سے پھر جائے تب بھی درست۔ تیسرے یہ کہ امام پر لازم ہے کہ مقتدیوں کے حالات کا خیال رکھے تاکہ لوگ جماعت سے بددل نہ ہو جائیں۔ خیال رہے کہ یہاں حضور نے حضرت معاذ کو خلاف ترتیب سورتیں پڑھنے کی اجازت نہیں دی جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بلکہ بطورِ مثال ان سورتوں کا ذکر فرمایا کہ ان جیسی سورتیں اور آیتیں پڑھ لیا کرو۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْعِشَآءِ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْہُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۷۷۶) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء میں والتین والزیتون پڑھتے سنا اور آپ سے زیادہ خوش آواز کسی کو نہ سنا۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۷۷۶) ۱؎ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش آواز تھے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بدشکل یا بدآواز نہ بھیجا۔ ہر نبی نہایت خوب صورت اور خوش آواز ہوئے۔ بیہقی شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش آواز اور بلند آواز تھے کہ آپ کی نماز کی تلاوت عورتیں گھروں میں بے تکلیف سُن لیتی تھیں۔ (مرقات) غرض کہ ربّ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ہر انداز محبوبانہ بخشا۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَنَحْوِھَا وَکَانَتْ صَلٰوتُہٗ بَعْدُ تَخْفِیْفًا۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۷۷۷) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں ق والقرآن المجید وغیرہ پڑھا کرتے تھے پھر بعد میں آپ کی نماز کچھ ہلکی ہوگئی۔ ۱؎ (مسلم)

(۷۷۷) ۱؎ یعنی اولاً جب صحابہ تھوڑے تھے تو آپ نمازِ فجر بہت دراز پڑھاتے تھے جب صحابہ کی تعداد بڑھ گئی' ان میں اکثر کام کاج والے تھے تو فجر ہلکی پڑھانی شروع کردی تاکہ ان کو مشقت نہ ہو یا یہ مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں دراز تلاوت کرتے اور بعد کی نمازوں میں مختصر تلاوت اب بھی سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز دراز پڑھی جائے اس میں بہت حکمتیں ہیں مگر پہلے معنی زیادہ واضح ہیں۔ ۲؎ آپ کی کنیت ابوسعید ہے' قرشی ہیں مخزومی ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر بارہ سال تھی' حضور نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا ہے اور دعا برکت کی ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۷۸) روایت ہے عمرو بن حریث سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر میں والیل اذاعسعس پڑھتے سنا۔ ۱؎ (مسلم)

(۷۷۸) ۱؎ اس سے مراد اذا الشمس کورت ہے چونکہ یہ الفاظ اس سورۃ شریف میں آتے ہیں اس لیے ان کلمات سے وہ سورۃ بیان فرمائی۔ یہ سورۃ طوال مفصل سے ہے اس میں انتیس آیات ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّآئِبِ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُوْرَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ حَتّٰى جَآءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ اَوْذِكْرُ عِيْسٰى اَخَذَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُعْلَةٌ فَرَكَعَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۷۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سائب سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں نمازِ فجر پڑھائی ۲؎ خسو سرہ مومنون شروع کی حتیٰ کہ موسیٰ وہارون کا ذکر یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آ گئی تو رکوع فرمادیا۔ (مسلم)

(۷۷۹) ۱؎ آپ قبیلہ بنی مخزوم سے ہیں' اہلِ مکہ کے قرأت قرآن میں استاذ ہیں۔ حضرت ابن کعب کے شاگرد ہیں' بہت صحابہ نے آپ سے احادیث روایت کیں۔ ۲؎ فتح مکہ کے دن جیسا کہ نسائی شریف کی حدیث میں ہے لہٰذا یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھا یعنی آپ قرأت زیادہ کرنا چاہتے تھے مگر درمیان میں کھانسی آ جانے کی وجہ سے رکوع فرمادیا کہ اگر امام کو دورانِ نماز میں کوئی حادثہ پیش آ جائے جس سے وہ دراز قرأت نہ کر سکے تو رکوع کردے اس سے بہت مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِآلٓمّٓ تَنْزِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۸۰) ۱؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں الم تنزیل اور دوسری رکعت میں ھل اتی علی الانسان پڑھتے تھے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۷۸۰) ۱؎ یعنی کبھی کبھی جمعہ کی فجر میں یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے اب بھی امام کو چاہیے کہ حصولِ برکت اور ادائے سنت کے لیے کبھی جمعہ کی فجر میں یہ سورتیں پڑھ لیا کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کی فجر میں یہ سورتیں پڑھنا سنت مؤکدہ ہیں۔ خیال رہے کہ امام ہمیشہ ایک ہی معین سورۃ نماز میں نہ پڑھا کرے کہ اس سے مقتدی دھوکا کھائیں گے کہ شاید یہی سورۃ پڑھنا واجب

ہے' دوسری ناجائز بلکہ ادل بدل کر پڑھا کرے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعالِ کریمہ اس بارے میں مختلف آرہے ہیں چونکہ ان سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش' جنت' دوزخ کی پیدائش اور قیامت کے حالات کا تذکرہ ہے اور یہ واقعات جمعہ ہی کو ہوئے اور قیامت بھی جمعہ ہی کو ہوگی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورتیں جمعہ کے دن پڑھا کرتے تھے اور غالب یہ ہے کہ آپ الم سجدہ میں سجدہ تلاوت بھی کرتے تھے مگر اب فقہاء فرماتے ہیں کہ سواء تراویح کے اور نمازوں میں سجدہ والی آیات وسورتیں نہ پڑھے تاکہ لوگ غلطی میں نہ پڑیں۔

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَخَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى لَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ الْجُمُعَةَ فَقَرَأَ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ فِي السَّجْدَةِ الْاُوْلٰى وَفِي الْاٰخِرَةِ اِذَا جَآءَ كَ الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۸۱) روایت ہے حضرت ابوعبیداللہ ابن ابی رافع سے [۱] فرماتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ کو مدینہ منورہ پر اپنا خلیفہ بنایا اور خود مکہ معظمہ چلا گیا۔ [۲] تب ہمیں حضرت ابوہریرہ نے جمعہ پڑھایا۔ [۳] تو پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ پڑھی اور دوسری میں اذا جاء ك المنافقون پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن یہ سورتیں پڑھتے سنا۔ [۴] (مسلم)

(۷۸۱) [۱] آپ مدنی ہیں' مشہور تابعین میں سے ہیں' حضرت علی مرتضٰی کے کاتب تھے' آپ کے والد ابورافع حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ [۲] یعنی جب مروان مدینہ منورہ کا حاکم تھا تو ایک دفعہ اپنے زمانۂ حکومت میں خود حج کرنے گیا اور اپنی جگہ حضرت ابوہریرہ کو حاکم بنا گیا تب یہ واقعہ پیش آیا۔ [۳] یعنی مروان اپنی موجودگی میں خود جمعہ' پنجگانہ پڑھایا کرتا تھا کیونکہ امامت کا حق سلطان اسلام یا اس کے نائب کو ہے جب حضرت ابوہریرہ حاکم اسلام مقرر ہوئے تب آپ نے جمعہ پڑھایا۔ [۴] آپ جمعہ میں کبھی کبھی یہ سورتیں بھی پڑھتے تھے یہاں ہیشگی کا ذکر نہیں لہٰذا یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَ اِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِيْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ قَرَأَ بِهِمَا فِي الصَّلٰوتَيْنِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۸۲) روایت ہے حضرت نعمان بن بشیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور هل اتك حديث الغاشية پڑھتے تھے۔فرماتے ہیں کہ جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاتے تو یہ دونوں سورتیں دونوں نمازوں میں پڑھتے۔ [۱] (مسلم)

(۷۸۲) [۱] عید میں بھی اور جمعہ میں بھی اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ اگر عید اور جمعہ جمع ہو جائیں تو نمازِ عید کی وجہ سے نمازِ جمعہ معاف نہ ہو جائے گی' یہ بدستور فرض رہے گی۔ حضرت عثمان غنی نے جو اپنے دورِ خلافت میں نمازِ عید کے بعد فرمایا تھا کہ جمعہ کی نماز کے لیے جو چاہے' ٹھہرے جو چاہے' چلا جائے۔ یہ ان گاؤں والوں سے خطاب تھا جن پر نہ نمازِ عید واجب تھی اور نہ نمازِ جمعہ فرض' برکت کے لیے عید و جمعہ پڑھنے شہر آجاتے تھے لہٰذا ان کا وہ فرمان اس حدیث کے خلاف نہیں۔ دوسرے یہ کہ عید و جمعہ کا اجتماع منحوس

نہیں جیسا کہ آج کل جہلا نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اس میں دو برکتوں کا اجتماع ہے اور حضور کے زمانے میں ایسا ہوا ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک سورۃ دو نمازوں میں پڑھنا جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے' دائمی نہیں ورنہ آپ سے نمازِ جمعہ وعیدین میں اور سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہیں۔

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ اَبَا وَاقِدِ ن اللَّيْثِيَّ مَاكَانَ يَقْرَأُبِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۸۳) [۱] روایت ہے حضرت عبید اللہ سے کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابوواقد لیثی سے پوچھا [۱] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید اور عید فطر میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے۔ [۲] انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں میں ق والقرآن اور اقتربت الساعۃ پڑھتے تھے۔ (مسلم)

(۷۸۳) [۱] یہ عبید اللہ تابعی ہیں' آپ کا نام عبید اللہ ابن عتبہ ابن مسعود ہزلی ہے' حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے ہیں اور ابوواقد کا نام ابن حارث [۲] حضرت عمر کا یہ سوال حاضرین کو مسئلہ سمجھانے کے لیے تھا ورنہ آپ حضور کے حالات طیبہ سے بہت زیادہ واقف تھے۔ حاضرین کے ذہن میں بٹھانے کے لیے آپ نے یہ سوال کیا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِيْ رِكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۸۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں میں قل یاایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھیں۔ [۱] (مسلم)

(۷۸۴) [۱] یعنی فجر کی سنتوں میں رکعت اوّل میں قل یایھا الکفرون اور رکعت دوم میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے کیونکہ سرکار ایک آدھ آیت اونچی بھی پڑھ دیتے تھے اس لیے صحابہ کرام کو یہ پتا لگ جاتا تھا اور اگر فجر کے فرض مراد ہوں تو یہ واقعہ کسی سفر کا ہوگا ورنہ حضور گھر میں فجر میں اکثر طوال مفصل کی بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِيْ رِكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَالَّتِيْ فِيْ اٰلِ عِمْرَانَ قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۸۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں قولوا امنا باللہ وما انزل الینا اور آل عمران والی آیت قل یاھل الکتاب تعالوا الخ پڑھتے تھے۔ [۱] (مسلم)

(۷۸۵) [۱] یعنی فجر کے فرضوں میں رکعت اوّل میں سورۂ بقر کا یہ رکوع اور دوسری رکعت میں سورۂ آلِ عمران کا وہ رکوع پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ رکوع ملانا بھی سنت ہے اگرچہ پوری سورۃ ملانا زیادہ بہتر کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر یہ عمل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلٰوتَهٗ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذٰلِكَ۔

(۷۸۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرتے تھے۔ (ترمذی) اور وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں۔ ؎

(۷۸۶) ؎ لہٰذا اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ امام اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھے اور اگر حدیث صحیح ہو تب بھی بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جہر سے۔ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی قرأت ایسے شروع کرتے کہ اوّلاً آہستہ بسم اللہ پڑھ لیتے پھر جہر سے الحمد یا مطلب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے بسم اللہ پڑھتے' برکت کے لیے۔

وَعَنْ وَّآئِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ مَدَّبِهَا صَوْتَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۷۸۷) روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے پڑھا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ تو کہا آمین اپنی آواز کھینچ کر۔ ؎ (ترمذی' ابوداؤد' دارمی اور ابن ماجہ)

(۷۸۷) ؎ اس حدیث سے نماز میں اونچی آمین کہنا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا چند وجہ سے ایک یہ کہ یہاں نماز کا ذکر نہیں' ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ یہ تلاوت اور آمین ہو۔ دوسرے یہ کہ یہاں **مدبھا صوتہ** ہے مد کے معنی چیخنا نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں کھینچنا دراز کرنا اس کا مقابل قصر ہے اسی لیے مہت دینے (ڈھیل دینے) کو مد کہا جاتا ہے۔ ربّ فرماتا ہے: **وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ** (۲'۱۵) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں (کنزالایمان) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آمین کا الف اور میم مد کے ساتھ پڑھتے تھے' بروزن قَالِین' قصر سے نہیں جیسے کریم یہی معنی ظاہر ہیں۔ تیسرے یہ کہ امام احمد' دارقطنی' حاکم' مستدرک' طبرانی' ابوداؤد' طیالسی' ابویعلی موصلی نے انہیں وائل ابن حجر سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں جب **وَلَا الضَّآلِّیْنَ** پڑھا تو **قَالَ امین واخفی بها صوته** اور ابوداؤد ترمذی ابن ابی شیبہ نے انہی وائل ابن حجر سے روایت کی۔ **وخفض بها صوته اخفی** کے معنی ہیں آہستہ پڑھا اور خفض کے معنی ہیں پست آواز سے پڑھا تو اب یہاں مد کے ایسے معنی کرنے چاہئیں جو وہاں کے اخفی اور خفض کے خلاف نہ ہوں یعنی آواز کھینچی اس لیے یہاں جہر نہیں بلکہ مد آیا کیونکہ اخفاء کا مقابل مد نہیں بلکہ جہر ہے۔ ربّ فرماتا ہے: **یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی** (۷'۸۷) وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو (کنزالایمان) جن احادیث میں **رفع بها صوته** ہے وہاں بھی **رفع مد** کا ترجمہ ہے اور یہی معنی ہیں کہ آواز کھینچ کر پڑھا غرض کہ ایسی حدیث آج تک نہ مل سکی جس میں نماز کا ذکر ہو اور آمین کے لیے لفظ جہر ہو۔ نیز اونچی آمین کہنا حکم قرآن کے خلاف ہے کیونکہ آمین قرآن کی آیت نہیں بلکہ دعا ہے۔ ربّ فرماتا ہے **قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا** (۱۰'۸۹) تم دونوں کی دعا قبول ہوئی (کنزالایمان) اور دعا آہستہ کہنی چاہیے۔ ربّ فرماتا ہے: **تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً** (۶'۶۳) جسے پکارتے ہو گڑگڑا کر اور آہستہ (کنزالایمان) اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنْ اَبِیْ زُهَیْرِ النُّمَیْرِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَاَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ قَدْ اَلَحَّ فِی الْمَسْئَلَةِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْجَبَ اِنْ خَتَمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ بِاَیِّ شَیْءٍ یَخْتِمُ اٰمِیْنِ بِاٰمِیْنَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۷۸۸) روایت ہے حضرت ابوزہیر نمیری سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات نکلے تو ایک شخص ایسے پر پہنچے جو دعا مانگنے میں بہت مبالغہ کر رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مہر لگا دے ۲؎ تو واجب کرے گا قوم میں سے ایک آدمی نے کہا کہ کس چیز سے مہر لگائے فرمایا آمین سے۔ (ابوداؤد)

(۷۸۸) ۱؎ آپ کا نام یحیٰی بن نضیر ہے' اہلِ شام میں سے ہیں' صحابی ہیں۔ ۲؎ یعنی اگر یہ دعا کے آخر میں آمین کہہ لے تو ربّ اس کی دعا قبول کرے کہ جیسے مہر کی وجہ سے پارسل بغیر ٹوٹے پھوٹے منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے ایسے ہی آمین کی برکت سے دعا بخیریت ربّ تک پہنچتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ خارج نماز بھی جب دعا مانگے تو آمین کہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الْمَغْرِبَ بِسُوْرَةِ الْاَعْرَافِ فَرَّقَهَا فِیْ رَكْعَتَیْنِ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

(۷۸۹) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب میں سورۃ اعراف پڑھی یہ سورۃ دو رکعتوں میں تقسیم کردی۔ ۱؎ (نسائی)

(۷۸۹) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوری سورۃ دو رکعتوں میں پڑھی اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ کنارۂ آسمان میں سیاہی آنے تک وقت مغرب رہتا ہے' سفیدی وقت عشاء نہیں ورنہ اتنی بڑی سورۃ دو رکعتوں میں پھر بقیہ نماز کا ادا کرنا مشکل ہوتا لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے ورنہ مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل تھا۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كُنْتُ اَقُوْدُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهٗ فِی السَّفَرِ فَقَالَ لِیْ یَاعُقْبَةُ اَلَا اُعَلِّمُكَ خَیْرَ سُوْرَتَیْنِ قُرِئَتَا فَعَلَّمَنِیْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ قَالَ فَلَمْ یَرَنِیْ سُرِرْتُ بِهِمَا جِدًّا فَلَمَّا نَزَلَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ صَلّٰی بِهِمَا صَلٰوةَ الصُّبْحِ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ یَا عُقْبَةُ كَیْفَ رَاَیْتَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۷۹۰) روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر سے' فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور کی اونٹنی کی مہار کھینچ رہا تھا کہ مجھ سے فرمایا اے عقبہ! کیا میں تمہیں بہترین دو سورتیں نہ بتاؤں جو پڑھی جاتی ہیں مجھے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سکھائی۔ ۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور نے ان دو سورتوں کی وجہ سے زیادہ خوش ہوتے نہ دیکھا تو جب نماز صبح کے لیے اُترے تو انہیں دو سورتوں سے لوگوں کو فجر پڑھائی جب فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے عقبہ! تم نے کیسا دیکھا؟ ۲؎ (احمد' ابوداؤد' نسائی)

(۷۹۰) ۱؎ کیونکہ یہ دونوں سورتیں کلام الٰہی بھی ہیں' دعا بھی اور مخلوق کے شر سے امن بھی' ہر مسلمان کو خصوصاً مسافر کو بہت مفید

ہیں۔ خیال رہے کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے ثواب اور فائدے کے لحاظ سے اعلیٰ ہیں اگرچہ سب کلام اللہ ہیں جیسے کہ کعبہ معظمہ کا رکن اسود باقی عمارت سے افضل اگرچہ سارا کعبہ بیت اللہ ہے۔ ۲؎ کہ یہ دو سورتیں فجر جیسی اہم نماز میں کافی ہوگئیں اور ان بڑی سورتوں کے قائم مقام ہوگئیں جو فجر میں پڑھی جاتی ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سورتوں کو نماز میں پڑھنے کی وجہ سے حضرت عقبہ پر ان کے اسرار کھل گئے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبہ! کچھ دیکھ لیا یہ سورتیں ایسی ہیں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ۔

(۷۹۱) روایت ہے حضرت جابر بن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی رات نمازِ مغرب میں قل یایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے (شرح سنہ) ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کی مگر انہوں نے شب جمعہ کا ذکر نہ کیا۔ ۱؎

(۷۹۱) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ نمازِ مغرب سے فرائض مغرب مراد ہیں اور یہ عمل بھی دائمی نہ تھا' اکثری تھا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا اُحْصِيَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بِقُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔

(۷۹۲) روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے' فرماتے ہیں کہ شمار نہیں کرسکتا کہ میں نے کس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد سنتوں اور فجر سے پہلے سنتوں میں قل یایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے سنا۔ ۱؎ (ترمذی) اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا مگر انہوں نے بعد مغرب کا ذکر نہ کیا۔

(۷۹۲) ۱؎ سنتوں میں قرأت آہستہ ہوتی ہے جسے دوسرا نہیں سن سکتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدھ آیت اونچی پڑھ دیتے تاکہ لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے۔

وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَاصَلَّيْتُ وَرَآءَ اَحَدٍ اَشْبَهَ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ قَالَ سُلَيْمَانُ صَلَّيْتُ خَلْفَهٗ فَكَانَ يُطِيْلُ الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَيُخَفِّفُ الْاُخْرَيَيْنِ وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ وَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَآءِ بِوَسْطِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى

(۷۹۳) روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے' وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کے پیچھے ایسی نماز پڑھی جو زیادہ مشابہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مقابلہ فلاں کے ۱؎ سلیمان نے فرمایا کہ میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ ظہر کی پہلی دو رکعتیں دراز کرتے تھے اور آخری رکعتیں ہلکی اور عصر کی ہلکی پڑھتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل پڑھتے تھے اور عشاء میں وسط مفصل صبح میں طوال مفصل ۲؎ (نسائی) اور ابن ماجہ نے یہاں تک روایت کی کہ عصر ہلکی پڑھتے

وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ۔

تھے۔

(۷۹۳) ۱؎ فلاں سے مراد حضرت علی مرتضٰی ہیں یا عمرو ابن سلمہ ابن نفیع یا کوئی اور شخص جو مروان ابن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کا والی تھا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ فلاں سے مراد عمر ابن عبدالعزیز ہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ آپ کی ولادت ۶۱ھ میں ہے اور حضرت ابوہریرہ کی وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں لہٰذا ابوہریرہ کی ملاقات آپ سے نہیں ہوئی۔ (مرقات) ۲؎ قرآنِ کریم کے ایک حصہ کا نام مائین ہے، ایک کا مثانی اور ایک حصہ کا نام مفصل، سورۃ حجرات سے والناس تک مفصل کہلاتا ہے اس کے پھر تین حصے ہیں۔ حجرات سے بروج تک طوال مفصل، بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل اور لم یکن سے والناس تک قصار مفصل فجر اور ظہر میں طوال پڑھنا اور عصر و عشاء میں اوساط۔ مغرب میں قصار پڑھنا مستحب ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ خَلْفَ اِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهٗ لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْبِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ وَفِي رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ وَ اَنَا اَقُوْلُ مَالِيْ يُنَازِعُنِي الْقُرْاٰنُ فَلَا تَقْرَءُوْا بِشَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّابِاُمِّ الْقُرْاٰنِ۔

(۷۹۴) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے، فرماتے ہیں کہ ہم نمازِ فجر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے، آپ نے قرأت کی آپ پر قرأت بھاری ہوگئی جب فارغ ہوئے تو فرمایا شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے تلاوت کرتے ہو۔ ہم نے کہا ہاں یارسول اللہ! ۱؎ آپ نے فرمایا کہ سواء سورۂ فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ جو فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ ۲؎ (ابوداؤد) اور (ترمذی) نسائی نے اس کے معنی کی روایت کی۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا کہ میں دل میں سوچتا تھا کہ مجھ پر قرآن کیوں بھاری پڑ رہا ہے لہٰذا جب میں آوازِ بلند سے قرأت کروں تو الحمد کے سوا کچھ نہ پڑھو۔ ۳؎

(۷۹۴) ۱؎ معلوم ہوا کہ مقتدی کی غلطی کا امام پر اثر پڑتا ہے، دیکھو مقتدیوں نے اپنے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کی جس کا اثر یہ ہوا کہ حضور کو لقمہ لگ گیا جیسے اگر مقتدی کی طہارت درست نہ ہوتو امام کو لقمہ لگتا ہے۔ ۲؎ یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو امام کے پیچھے قرأت کے قائل ہیں کیونکہ اس میں صراحۃً مقتدیوں کو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا لیکن اس میں چند طرح کی گفتگو ہے۔ ایک یہ کہ حدیث ابوہریرہ کی حدیث کے خلاف ہے جو ابھی اس کے بعد آرہی ہے جس میں جہری نمازوں میں مقتدی کو مطلقاً قرأت سے منع کر دیا گیا، دوسرے یہ کہ حدیث حضرت جابر، علقمہ، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عباس، زید ابن ثابت، عبداللہ ابن علی، علی مرتضٰی، حضرت عمر کی ان احادیث کے خلاف ہے جن میں امام کے پیچھے مطلق خاموشی کا حکم دیا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ حدیث حکم قرآنی کے بھی خلاف ہے۔ ربّ نے فرمایا: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (۷:۲۰۴) چوتھے یہ کہ اس حدیث کے متعلق امام ترمذی نے فرمایا کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں صرف اتنا ہے۔ لاصلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب یعنی اس میں مقتدی کا ذکر نہیں لہٰذا یہ حدیث ناقابلِ عمل ہے یا منسوخ ہے۔ ۳؎ یہ الفاظ بظاہر ہمارے مخالفین کے بھی خلاف ہیں کیونکہ اس کے معنی یہ

ہیں کہ جہری نماز میں میرے پیچھے صرف الحمد پڑھا کرو اور اخفا کی نماز میں الحمد اور سورۃ سب پڑھ لیا کرو حالانکہ وہ حضرات بھی مقتدی کو سورۃ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَاْۤءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَاَ مَعِیَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاْۤءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ بِالْقِرَاْۤءَةِ مِنَ الصَّلَوٰاتِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ النَّسَائِیُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ۔

(۷۹۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں اونچی قرأت کی جاتی ہے تو فرمایا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی قرأت کی؟ ایک شخص نے کہا ہاں یارسول اللہ! ۱؎ فرمایا تب ہی میں سوچتا تھا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہوں۔ ۲؎ فرماتے ہیں کہ پھر لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان نمازوں میں قرأت سے باز رہے جن میں بلند قرأت کی جاتی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا۔ ۳؎ (مالک، احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی۔ ۴؎

(۷۹۵) ۱؎ معلوم ہوا کہ ساری جماعت صحابہ میں صرف ان صاحب نے حضور کے پیچھے الحمد پڑھی باقی کسی نے نہ پڑھی، انہوں نے بھی بے خبری کی وجہ سے پڑھی۔ ۲؎ یعنی تمہارے پڑھنے کا مجھ پر یہ اثر پڑا کہ مجھے قرآن میں لقمے لگنے لگے اس کی تحقیق ابھی ہم کر چکے کہ مقتدی کی قرأت کا امام پر اثر پڑتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انہوں نے چیخ کر قرأت کی ہو ورنہ حضور نہ پوچھتے کہ کیا تم نے قرأت کی ہے۔ ۳؎ یعنی اس فرمان کے بعد صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جہری نمازوں میں تلاوت بالکل چھوڑ دی نہ الحمد پڑھی نہ اور سورۃ خیال رہے کہ نسخ کی ترتیب یہ ہے کہ اولاً مسلمان نماز میں باتیں بھی کرتے تھے اور امام کے پیچھے فاتحہ بھی پڑھتے تھے جب یہ آیت اتری:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (۲۳۸/۲) اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے (کنزالایمان) تو نماز میں کلام بند ہو گیا پھر اس حدیث سے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا بند ہو گئی پھر یہ آیت اُتری: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ (۲۰۴/۷) تب امام کے پیچھے قرأت بالکل بند ہو گئی۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ نسخ کی یہ ترتیب تفسیر خازن وغیرہ میں دیکھو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ میں قرآن سے مراد خطبہ ہے اور آیت میں خطبہ کے وقت خاموشی کا حکم دیا گیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت جمعہ فرض ہی نہیں ہوا تھا اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ ۴؎ نیز یہ حدیث امام مالک و شافعی نے بھی روایت کی۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ ابن حبان نے فرمایا کہ صحیح ہے، بیہقی و حمیدی نے اسے ضعیف کہا (مرقات) یعنی یہ حدیث مختلف اسنادوں سے محدثین کو ملی۔ بعض کو صحیح اسناد سے بعض کو حسن سے بعض کو ضعیف سے ہر ایک نے اپنی اسناد کے مطابق اسے حسن یا صحیح وغیرہ کہا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْبَيَاضِیِّ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۷۹۶) روایت ہے حضرت ابن عمر اور بیاضی سے وہ دونوں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُصَلِّيَ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَلْيَنْظُرْ مَا يُنَاجِيْهِ بِهٖ وَلَا يَجْهَرْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِالْقُرْاٰنِ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

کہتے ہیں۔ ۱ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نمازی اپنے ربّ سے مناجات کرتا ہے تو چاہیے کہ غور کرے کہ اس سے کیا مناجات کرتا ہے۔ ۲ اور بعض بعض پر قرآن اونچا نہ پڑھے۔ ۳ (احمد)

(۷۹۶) ۱ آپ کا نام عبداللہ ابن جابر انصاری خزرجی بیاضی ہے، قبیلہ بیاضیہ ابن عامر ابن زریق کی طرف منسوب ہیں۔ صحیح یہ ہی ہے کہ آپ صحابی ہیں۔ ۲ یعنی نماز مومن کی معراج ہے اور بحالتِ نماز مومن ربّ سے کلام کرتا ہے تو جو تلاوتِ قرآن کرے یا دوسرے اذکار کرے اس میں غور کرے، دل لگا کر نماز پڑھے کہ نماز کی قبولیت دل لگنے پر ہے۔ ۳ یعنی چند مسلمان مل کر بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں یا ایک آدمی اونچی تلاوت کرے باقی سنیں یا سب آہستہ پڑھیں۔ خیال رہے کہ بچوں کا مل کر اونچی آواز سے قرآن پاک یاد کرنا اس حکم سے خارج ہے کہ وہاں تلاوتِ قرآن نہیں بلکہ تعلیم قرآن ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ اگرچہ بعض اماموں نے مقتدیوں کو الحمد پڑھنے کا حکم دیا لیکن اسے اونچا پڑھنے کی کسی نے اجازت نہ دی اسی حدیث کی وجہ سے نیز سب کے بلند آواز سے پڑھنے میں قرآنِ کریم کی بے ادبی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

(۷۹۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اس لیے مقرر کیا گیا کہ اس کی پیروی کی جائے۔ ۱ تو جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب تلاوت کرے تو تم خاموش رہو۔ ۲ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

(۷۹۷) ۱ یعنی مقتدی پر اعمال نماز میں امام کی پیروی واجب ہے نہ کہ اقوال میں لہٰذا جو کام کر رہا ہو، مقتدی پر بھی کرنا واجب ہیں حتیٰ کہ حنفی مقتدی شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھے، امام بعد رکوع قنوت نازلہ پڑھے تو حنفی مقتدی پر اس وقت کھڑا رہنا واجب ہے اگرچہ قنوت نہ پڑھے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے یہاں اقوال کی پیروی کسی کے نزدیک مراد نہیں۔ ۲ یعنی امام کے پیچھے قرآن بالکل نہ پڑھو نہ فاتحہ نہ دوسری سورۃ خواہ امام آہستہ تلاوت کر رہا ہو یا زور سے خواہ تم تک اس کی آواز پہنچ رہی ہو یا نہ یہ حدیث ابوہریرہ مسلم میں بھی ہے جیسا کہ پہلی فصل میں گزر چکا اس کی تائید قرآنِ کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (۷:۲۰۴) اسی پر جمہور صحابہ کا عمل ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرآن بالکل نہ پڑھتے تھے۔ یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ کی قوی دلیل ہے اسی حدیث کی بناء پر امام مالک و احمد جہری نمازوں میں مقتدی کو خاموشی کا حکم دیتے۔ بعض حنبلی لوگ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے سکتوں میں الحمد کی آیتیں پڑھے بعض کے نزدیک امام الحمد پڑھ کر خاموش رہے پھر مقتدی پڑھے حتیٰ کہ امام شافعی کا بھی ایک قول ہے کہ جہری نماز میں مقتدی خاموش رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث کتنی اہم ہے اور امام اعظم کا مذہب کتنا قوی ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى

(۷۹۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے، فرماتے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْئًا فَعَلِّمْنِیْ مَا یُجْزِئُنِیْ قَالَ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا لِلّٰهِ فَمَا ذَالِیْ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ فَقَالَ هٰکَذَا بِیَدَیْهِ وَ قَبَضَهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ مَلَاَ یَدَیْهِ مِنَ الْخَیْرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَانْتَهَتْ رِوَایَةُ النَّسَائِیِّ عِنْدَ قَوْلِهٖ اِلَّا بِاللّٰهِ.

ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' عرض کیا کہ میں قرآن کچھ بھی یاد نہیں کرسکتا تو مجھے وہ چیز سکھلا دیجیے جو کافی ہو۔ ۱؎ فرمایا یہ کہہ لیا کرو سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ ۲؎ عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو اللہ کے لیے ہوا میرے واسطے کیا ہے؟ ۳؎ فرمایا کہہ لیا کرو الٰہی! مجھ پر رحم کر مجھے امن' ہدایت اور روزی دے۔ ۴؎ پھر اس شخص نے دونوں ہاتھ بند کرکے ان سے یوں اشارہ کیا۔ ۵؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ خیر سے بھر لیے (ابوداؤد) نسائی کی روایت الا باللہ پر ختم ہوگئی۔

(۷۹۸) ۱؎ تمام دعاؤں کی طرف سے یا روزانہ تلاوت قرآن کی طرف سے کہ اس کے پڑھنے میں مجھے تلاوت کا ثواب مل جایا کرے یا نماز میں تلاوتِ قرآن کی طرف سے' پہلے دو معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ یہ سائل عربی ہیں۔قرآن ان کی زبان میں ہے لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ جواز نماز کے بقدر بھی قرآن یاد نہ کرسکیں۔ نیز یہ دعا جو حضور نے ارشاد فرمائی یہ بھی آیاتِ قرآنیہ کے برابر ہی ہے جب یہ یاد ہوسکتی ہے تو بقدرِ ضرورت نماز قرآن بھی یاد ہوسکتا ہے۔ (از اشعۃ اللمعات) اگر آخری معنی مراد ہوں تو اس سے مسئلہ یہ معلوم ہوگا کہ نومسلم جو ابھی قرآن یاد نہ کرسکا یا گونگا وغیرہ اس کے لیے نماز کے افعال ہی کافی ہیں۔ ۲؎ یعنی اگر تم روزانہ تلاوتِ قرآن نہ کر سکو تو یہ کلمات کہہ لیا کرو اس میں انشاء اللہ تلاوت کا ثواب پاؤ گے کیونکہ یہ خزائن الٰہیہ میں سے ہیں' ان کلمات کے بڑے فضائل آئے ہیں۔ نیز یہ متفرق کلماتِ قرآنیہ کے جامع ہیں اور ربّ کی وحدانیت اور صفات ثبوتیہ اور تنزیہ کا مجموعہ ہیں۔ ۳؎ یعنی اس میں خدا کی حمد تو آگئی' میرے لیے دعا کے الفاظ نہ آئے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روزانہ کی تلاوت یا ورد وظیفوں کے متعلق سوال کررہے ہیں۔ ۴؎ یعنی مجھ پر رحم کر میرے پچھلے گناہ معاف کردے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دے اور مجھے دین و دنیا کی آفتوں سے نجات دے۔ دینِ اسلام پر استقامت بخش اور احکام پر عمل کی ہدایت دے اور رزق حلال' مخلوق سے استغناء حسن خاتمہ نصیب کر یہ دعا بہت جامع ہے بعض بزرگ دوسجدوں کے درمیان قعدے میں یہ پڑھا کرتے ہیں۔ ۵؎ یعنی خوشی میں دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کرلیں کہ میں نے دونوں جہاں کی نعمتوں پر قبضہ کرلیا' یہ قال بمعنی اشار ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَرَاَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی قَالَ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۷۹۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھتے تو فرماتے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ ۱؎ (احمد' ابوداؤد)

(۷۹۹) ۱؎ یعنی فوراً اس آیت پر عمل کرلیتے۔ظاہر یہ ہے کہ قرأت سے مراد نماز کے علاوہ میں تلاوت ہے ورنہ نماز میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی صرف سجدہ میں پڑھا جاتا ہے۔امام مالک کے ہاں نوافل میں یہ کہہ سکتے ہیں' امام شافعی کے ہاں نوافل فرائض سب میں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ مِنْکُمْ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ فَانْتَهٰی اِلٰی اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ فَلْیَقُلْ بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ وَمَنْ قَرَأَ لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَانْتَهٰی اِلٰی اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی فَلْیَقُلْ بَلٰی وَمَنْ قَرَأَ وَالْمُرْسَلَاتِ فَبَلَغَ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ فَلْیَقُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ اِلٰی قَوْلِهٖ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ۔

(۸۰۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جو کوئی والتین والزیتون پڑھے۔ ۱؎ اور الیس اللہ باحکم الحکمین پر پہنچے تو کہہ لے ہاں میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔ ۲؎ اور جو لااقسم بیوم القیامۃ پڑھے اور الیس ذالک بقادر علی ان یحیی الموتی پر پہنچے تو کہہ لے کہ ہاں ۳؎ اور جو والمرسلات پڑھے اور فبای حدیث بعدہ یؤمنون پر پہنچے تو کہہ لے ہم اللہ پر ایمان لائے ۴؎ (ابوداؤد) اور ترمذی کی روایت اس قول تک ہی ہے کہ میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔

(۸۰۰) ۱؎ پوری یا بعض اور پڑھنے سے خارج نماز پڑھنا مراد ہے جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے۔ ۲؎ یعنی جن انبیاء، اولیاء اور مقبولینِ بارگاہ نے اس پر گواہی دی ہے، میں بھی ان کے زمرے میں شامل ہوں۔ ان کے طفیل میری گواہی بھی قبول فرمالے۔ ۳؎ یعنی ہاں ربّ مردے زندہ کرنے پر قادر ہے۔ بلٰی میں نفی کا اثبات نہیں بلکہ منفی کا ثبوت ہوتا ہے۔ ۴؎ یہ حدیث تلاوتِ قرآن کے باب میں لانی چاہیے تھی مگر چونکہ مؤلف شافعی ہیں جن کے ہاں نماز کی حالت میں بھی یہ الفاظ کہنے چاہئیں اس لیے یہ حدیث قرأت نماز میں لائے، احناف کے نزدیک بھی نفل میں یہ کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں جب رحمت کی آیت تلاوت کرتے تو ربّ سے رحمت مانگتے اور جب آیت عذاب پر پہنچتے تو ربّ کی پناہ مانگتے پھر آگے بڑھتے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَصْحَابِهٖ فَقَرَأَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰی اٰخِرِهَا فَسَکَتُوْا فَقَالَ لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلَی الْجِنِّ لَیْلَةَ الْجِنِّ فَکَانُوْا اَحْسَنَ مَرْدُوْدًا مِّنْکُمْ کُنْتُ کُلَّمَا اَتَیْتُ عَلٰی قَوْلِهٖ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ قَالُوْا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ رَّبِّنَا نُکَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

(۸۰۱) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ میں تشریف لائے تو ان کے سامنے اوّل سے آخر تک سورۂ الرحمٰن پڑھی۔ ۱؎ صحابہ خاموش رہے ۲؎ تو حضور نے فرمایا کہ میں نے یہ سورۃ شب جن میں ۳؎ جناب پر پڑھی تو وہ تم سے اچھے جواب دینے والے تھے میں جب اس قول پر پہنچا فبای الا ربکما تکذبان تو کہتے نہیں اے مولا! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے تیرے ہی لیے تعریف ہے۔ ۴؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۸۰۱) ۱؎ یعنی نماز کے علاوہ اس سے معلوم ہوا کہ دوستوں سے ملاقات کے وقت قرآن شریف پڑھنا اور سننا سنت ہے، عرب شریف میں اب بھی یہ دستور ہے۔ ۲؎ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ تلاوتِ قرآن کے وقت خاموشی فرض ہے، قرآن کی یہ آیت ان کے سامنے تھی۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ... ۳؎ ... جنات وفد کی شکل میں ایمان لانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے، یہ واقعہ کئی بار ہوا ہے، ان میں سے کسی ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورۂ رحمٰن سنائی۔ ۲؎ یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ کر خاموش ہوتے تب وہ یہ عرض کرتے نہ کہ عین تلاوت کی حالت میں لہٰذا ان کا یہ عمل حکم قرآنی کے خلاف نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن سنتے وقت رونا، جھومنا اور کچھ پیارے کلمات کہنا جو مضمون آیت کے مطابق ہوں، بہت بہتر ہے مگر یہ سب کچھ قاری کی خاموشی کی حالت میں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ مُّعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِيِّ قَالَ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ جُهَيْنَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الصُّبْحِ اِذَا زُلْزِلَتْ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا فَلَا اَدْرِيْ اَنَسِيَ اَمْ قَرَأَ ذٰلِكَ عَمَدًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۸۰۲) روایت ہے حضرت معاذ بن عبداللہ جہنی سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ جہینہ کے ایک آدمی نے انہیں خبر دی۔ ۲؎ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے فجر کی دونوں رکعتوں میں اذا زلزلت پڑھی۔ ۳؎ یہ مجھے خبر نہیں آیا، بھول گئے یا عمداً پڑھی۔ (ابوداؤد)

(۸۰۲) ۱؎ آپ تابعی ہیں، مدنی ہیں، ۱۱۸ھ میں وفات پائی، بہت ثقہ اور عالم تھے۔ ۲؎ ان کا نام معلوم نہ ہو سکا مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لیے صحابی کا نام معلوم نہ ہونا حدیث کو ضعیف یا مجہول نہیں کرتا۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ اس سے فجر کے فرض مراد ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل شریف بیان جواز کے لیے ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ فجر میں طوال مفصل میں سے کوئی سورۃ پڑھی جائے۔ نیز فرائض میں کوئی سورۃ مکرر نہ ہو مگر چونکہ اس کے خلاف بھی جائز ہے اس لیے حضور نے یہ عمل کیا۔ غالب یہ ہے کہ آپ کا یہ عمل شریف عمداً تھا۔

وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرِ ٍالصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِيْهِمَا بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۸۰۳) روایت ہے حضرت عروہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجر پڑھی تو دو رکعتوں میں سورۂ بقر پڑھی۔ ۲؎ (مالک)

(۸۰۳) ۱؎ آپ عروہ بن زبیر ہیں، قریشی ہیں، اسدی ہیں، جلیل القدر تابعی ہیں۔ مدینہ کے بڑے فقیہ اور محدث ہیں، صائم الدہر تھے، صدیق اکبر کے نواسے ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کے فرزند ۲۲ھ میں ولادت ہوئی، ۹۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کا ایک باغ اور کنواں مدینہ میں اب تک مشہور ہے، لوگ برکت کے لیے اس کا پانی پیتے ہیں۔ فقیر نے بھی وہاں حاضری دی ہے۔ بیر عروہ کے نام سے مشہور ہے۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے کچھ رکوع رکعت اوّل میں پڑھے اور کچھ دوسری رکعت میں اور ہوسکتا ہے کہ پوری سورۂ بقر پڑھی، آدھی پہلی رکعت میں اور آدھی دوسری میں یہ بھی بیان جواز کے لیے ہے ورنہ فجر کی نماز میں چالیس سے ساٹھ آیتوں تک پڑھنا مستحب ہے۔

وَعَنِ الْفَرَافِصَةِ بْنِ عُمَيْرٍ الْحَنَفِيِّ قَالَ مَا اَخَذْتُ سُوْرَةَ يُوْسُفَ اِلَّا مِنْ قِرَاءَةِ عُثْمَانَ بْنِ

(۸۰۴) روایت ہے حضرت فرافصہ ابن عمیر حنفی سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے سورۂ یوسف نہیں یاد کی مگر حضرت عثمان

عَفَّانَ اِيَّاهَا فِي الصُّبْحِ مِنْ كَثْرَةِ مَا كَانَ يُرَدِّدُهَا۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

کے فجر میں پڑھنے سے کیونکہ آپ یہی بار بار پڑھتے تھے۔ ۲ (مالک)

(۸۰۴) ۱ آپ تابعین میں سے ہیں، مدینہ منورہ کے باشندے قبیلہ بنی حنیفہ سے ہیں جو یمامہ کا مشہور قبیلہ ہے۔ ۲ اس سے معلوم ہوا کہ ایک سورۃ بارہا نمازوں میں پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ دیکھو حضرت فرافصہ عثمان غنی سے سنتے سنتے اس سورۃ کے حافظ ہوگئے۔

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ صَلَّيْنَا وَرَاءَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِيهِمَا بِسُورَةِ يُوسُفَ وَ سُورَةِ الْحَجِّ قِرَاءَةً بَطِيئَةً قِيلَ لَهُ إِذًا لَقَدْ كَانَ يَقُومُ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ قَالَ أَجَلْ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۸۰۵) روایت ہے حضرت عامر بن ربیعہ سے ۱ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر ابن خطاب کے پیچھے فجر پڑھی تو آپ نے ان دو رکعتوں میں نہایت آہستہ سورۂ یوسف اور سورۂ حج پڑھی۔ ۲ ان سے کہا گیا کہ تب تو آپ فجر چمکتے ہی کھڑے ہو جاتے ہوں گے فرمایا ہاں ۳ (مالک)

(۸۰۵) ۱ آپ مشہور صحابی ہیں، عمر فاروق سے پہلے ایمان لائے، دو ہجرتوں کے مہاجر ہیں، بدر اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، ۳۲ھ یا ۳۵ھ میں وفات پائی۔ ۲ یعنی پہلی رکعت میں پوری سورۂ یوسف اور دوسری میں پوری سورۂ حج جیسا کہ اگلے کلام سے معلوم ہو رہا ہے اور یقیناً آپ نے سورۂ حج کا سجدہ بھی ادا کیا ہوگا اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے کہ اب سوا تراویح کے اور نمازوں میں عوام کے ساتھ آیت سجدہ نہیں پڑھنی چاہیے۔ ۳ کیونکہ اتنی لمبی سورتیں پوری جب ہی پڑھی جا سکتی ہیں جب کہ وقت زیادہ ملے۔ خیال رہے کہ بعض ائمہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ فجر اندھیرے میں شروع کرے اور اجالے میں ختم کرے۔ یہ حدیث ان کی دلیل ہے، ہمارے ہاں شروع بھی اجالے میں کرے اور ختم بھی، حضرت فاروق اعظم کا یہ فعل اتفاقی ہے اور بیان جواز کے لیے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ مَا مِنَ الْمُفَصَّلِ سُورَةٌ صَغِيرَةٌ وَّلَا كَبِيرَةٌ إِلَّا قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ بِهَا النَّاسَ فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۸۰۶) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے، وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی، فرماتے ہیں کہ مفصل کی کوئی چھوٹی بڑی سورۃ ایسی نہیں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے نہ سنی ہو جس سے آپ فرض نماز میں لوگوں کی امامت کرتے تھے۔ ۱ (مالک)

(۸۰۶) ۱ سورۂ حجرات سے سورۃ والناس تک مفصل کہلاتا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفصل کی ساری سورتیں ساری نمازوں میں پڑھتے تھے، کسی نماز میں طوال مفصل کسی میں اوساط کسی میں قصار۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ بِحٰمٓ الدُّخَانِ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مُرْسَلًا)

(۸۰۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود سے ۱ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں حم دخان پڑھی۔ ۱ (نسائی ارسالاً)

(۸۰۷) ۱؎ آپ حزلی ہیں، مدنی ہیں، عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے ہیں، عموماً کوفہ میں رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے اس لیے تابعین میں سے ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں۔ ۲؎ بعض یا کل دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ مغرب میں پوری سورۂ دخان پڑھی، کچھ پہلی رکعت میں کچھ دوسری میں۔

بَابُ الرُّکُوْعِ — رکوع کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ رکوع کے لغوی معنی ہیں جھکنا یا پیٹھ ٹیڑھی کرنا اصطلاح میں کبھی عاجزی و پستی کو بھی رکوع کہا جاتا ہے اور کبھی پوری رکعت کو بلکہ پوری نماز کو بھی رکوع کہہ دیتے ہیں۔ ربّ فرماتا ہے: وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ (۴۳:۲) حق یہ ہے کہ پچھلی اُمتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا، رکوع صرف اسی اُمت کی نماز سے مختص ہے۔ ربّ نے حضرت مریم سے فرمایا: وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ (۴۳:۲) وہاں رکوع بمعنی خضوع وانکسار ہے، رکوع ہر رکعت کا رکن ہے کہ رکوع مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرٰکُمْ مِنْ بَعْدِیْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۸۰۸) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع وسجدے پورے کرو، خدا کی قسم میں تم کو اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۸۰۸) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ اس میں خطاب تا قیامت سارے مسلمانوں سے ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اے میری اُمت والو! نماز درست پڑھا کرو، تم کہیں ہو اور کب بھی ہو، میں تمہاری نمازیں دیکھتا ہوں۔ بعض روایات میں ہے کہ مجھ پر تمہارے رکوع اور سجدے دل کے خشوع وخضوع پوشیدہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلی رازوں سے بھی خبردار ہیں، انبیاء و اولیاء آنے والے واقعات کو مثل موجود دیکھ لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ و جنت میں عذاب وثواب پانے والوں کو ان کے ٹھکانوں میں دیکھا حالانکہ یہ عذاب وثواب بعد قیامت ہوں گے اور ہوسکتا ہے کہ اس میں خطاب صحابہ سے ہو اور بعد بمعنی خلف ہو۔ یعنی اے صحابہ تم کسی صف میں اور کہیں ہو مگر ہماری نگاہیں تمہاری نمازوں کو دیکھتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں اندھیرے اُجالے میں کھلی چھپی چیزوں کو بے تکلف دیکھ لیتی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تم گھروں میں کھا کر یا بچا کر آتے ہو، میں تمہیں بتا سکتا ہوں یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے اس میں کسی تاویل وغیرہ کی گنجائش نہیں۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ کَانَ رُکُوْعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهٗ وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّکُوْعِ مَاخَلَا الْقِیَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِیْباً مِّنَ السَّوَآءِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۸۰۹) روایت ہے حضرت براء سے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور آپ کا سجدہ اور دوسجدوں کے درمیان نشست اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے سواء قیام اور بیٹھنے کے قریباً برابر تھا۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۸۰۹) ۱؎ یعنی قیام تو تلاوت کی وجہ سے اور قعود التحیات درودوں دعاؤں کی وجہ سے دراز ہوتے تھے' ان کے سوا باقی ارکان رکوع سجدہ وغیرہ برابر ہوتے تھے' نہ بہت دراز نہ بہت مختصر بلکہ درمیان۔ یہ عام نمازوں کا ذکر ہے' سورج گرہن کی نماز میں رکوع سجدہ قیام کے برابر تھے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۱۰) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تو کھڑے رہتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ آپ کو وہم ہوگیا پھر سجدہ کرتے اور دو سجدوں کے بیچ بیٹھتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ آپ کو وہم ہوگیا۔ ۱؎ (مسلم)

(۸۱۰) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ نوافل کا ذکر ہو رہا ہے کہ آپ نفل نماز میں رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسے میں لمبے ذکر اور دعائیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ شاید آپ نے قومہ کو قیام سمجھ کر تلاوت شروع کر دی یا جلسہ کو قعدہ جان کر التحیات شروع کر دی۔ خیال رہے کہ نماز میں بھول چوک یا وہم نبوت کی شان کے خلاف نہیں۔ بہت دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو کیے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۱۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدہ میں زیادہ یہ کہتے تھے الٰہی! اے ہمارے رب! تو پاک ہے' تیری حمد ہے خدایا مجھے بخش دے قرآن پر عمل کرتے تھے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۸۱۱) ۱؎ یعنی وفات شریف کے قریب یہ آیت کریمہ اُتری: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (۱۱۰'۳) تو اپنے ربّ کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو (کنزالایمان) تو آپ نوافل خصوصاً تہجد کے رکوع' سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ دعائیں نوافل میں تھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرائض مسجد میں پڑھاتے تھے اس وقت عائشہ صدیقہ آپ سے بہت دُور ہوتی تھیں۔ ہاں تہجد وغیرہ نوافل گھر میں پڑھتے تھے اس لیے آپ بخوبی یہ سب کچھ سُن لیتی تھیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لیے دعائے بخشش کرنا تعلیم اُمت کے لیے تھا یا اس لیے کہ استغفار بھی عبادت ہے اور بلندی درجات کا ذریعہ ورنہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔

وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۱۲) روایت ہے انہیں سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع سجدہ میں کہتے تھے' پاک ہے بے عیب ہے۔ ۱؎ فرشتوں اور روح کا ربّ ہے۔ ۲؎ (مسلم)

(۸۱۲) ۱؎ یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں' سبوح سے مراد ہے ذاتی عیوب سے پاک' قدوس سے مراد ہے صفاتی عیوب سے پاک لہٰذا کلمے مکرر نہیں۔ ۲؎ اگرچہ اللہ تعالٰی ساری مخلوق کا ربّ ہے مگر چونکہ فرشتے بے گناہ اور ہمیشہ عبادت کرنے والی مخلوق ہیں۔ نیز سب

سے بڑی مخلوق فرشتے ہی ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔ روح سے مراد یا جان ہے یا حضرت جبرائیل علیہ السلام جن کا لقب روح الامین ہے یا خاص فرشتوں کی جماعت یا وہ فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار چہرے ہیں، ہر چہرے میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان میں ستر ہزار لغتوں سے خدا تعالیٰ کی حمد مرقات نے فرمایا کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جنات کروبی فرشتوں کا دسواں حصہ اور کروبی فرشتے باقی ملائکہ کا دسواں حصہ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ رَاكِعًا وَّسَاجِدًا فَاَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِى الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۸۱۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے رکوع اور سجدے میں تلاوتِ قرآن سے منع کیا گیا ہے۔ ۱؎ رکوع میں تو رب کی تعظیم کرو۔ ۲؎ اور سجدے میں دعا میں کوشش کرو کہ وہ دعائیں قبولیت کے لائق ہیں۔ ۳؎ (مسلم)

(۸۱۳) ۱؎ ممانعت تنزیہی کیونکہ ان دونوں حالتوں میں انسان کے انتہائی عجز کا اظہار ہے اس وقت عظیم الشان کتاب کا پڑھنا مناسب نہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رکوع سجدہ میں پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، بعض کے نزدیک واجب الاعادہ ہوتی ہے یونہی قعدہ میں قرآن پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ ۲؎ یعنی کہو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ تاکہ عملاً اپنے عجز کا اظہار ہو اور قولاً رب کی عظمت کا اقرار۔ ۳؎ یعنی نفل نماز کے سجدوں میں صراحۃً دعائیں مانگو اور دیگر نمازوں کے سجدوں میں رب کی تسبیح و تحمید کرو کہ یہ بھی ضمنی دعا ہے، کریم کی تعریف بھی دعا ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ سجدے میں گر گر کر دعائیں مانگتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ سجدے میں بندے کو رب سے انتہائی قرب ہوتا ہے اس حالت کی دعا انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۱۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو کیونکہ جس کا کلام فرشتوں کے کلام کے موافق ہوگا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۸۱۴) ۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ جماعت میں امام صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے گا اور مقتدی صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ دونوں کلمات کوئی نہ کہے گا۔ دوسرے یہ کہ ہماری حفاظت کرنے والے اور اعمال لکھنے والے فرشتے ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ مقتدی کو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ آہستہ کہنی چاہیے تاکہ فرشتوں کی موافقت ہو۔ یہی مضمون مقتدی کی آمین کے بارے میں بھی گزر گیا وہاں بھی اس قسم کے مسائل کا استنباط کیا گیا۔ چوتھے یہ کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے، ان کے طفیل برے بخشے جاتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ

(۸۱۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے، فرماتے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ ظَھْرَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَ مِلْأَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی پیٹھ رکوع سے اُٹھاتے۔ ۱؎ تو فرماتے کہ اللہ اپنے حمد کرنے والوں کی سنتا ہے' الٰہی! ہمارے ربّ تیرے ہی لیے حمد ہے' آسمان بھر کر اور زمین بھر کر اور اس کے بعد وہ چیز بھر کر جو تو چاہے۔ ۲؎ (مسلم)

(۸۱۵) ۱؎ یعنی نوافل میں کیونکہ فرائض حضور صلی اللہ علیہ وسلم جماعت سے ادا کرتے تھے اور جماعت میں امام ربنا لک الحمد بھی نہ کہے چہ جائیکہ اور دعائیں جیسا کہ ابھی حدیث میں گزر گیا لہٰذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں۔ ۲؎ یعنی تیری اتنی حمدیں ہیں کہ اگر وہ جسم ہوں تو زمین و آسمان اور ان کے ماسوا میں نہ سمائیں یا یہ مطلب ہے کہ تیری حمد کرنے والوں سے زمین و آسمان وغیرہ بھرے ہوئے ہیں ورنہ حمد جسم نہیں جس سے یہ چیز بھر جائیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ قَالَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ اَھْلَ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَ کُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۸۱۶) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اُٹھاتے ۱؎ تو کہتے اے اللہ! اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے حمد ہے آسمان بھر کر زمین بھر کر اور اس کے لیے جو چیز تو چاہے وہ بھر کر' تعریف و بزرگی والا ہے جو کچھ بندہ کہے اس کا تو حق دار ہے' ہم سب تیرے بندے ہیں۔ الٰہی جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو روکے' اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ تیرے مقابل غنی کو غنا نفع نہیں پہنچاتی۔ ۲؎ (مسلم)

(۸۱۶) ۱؎ ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ان جیسی احادیث میں رکوع سے مراد نوافل کے رکوع ہیں کہ ان میں دعائیں اور ذکر اذکار کی عام اجازت ہے' فرائض کے رکوع کا ذکر تو ابھی بخاری و مسلم کی حدیث میں گزر چکا۔ خیال رہے کہ یہاں راوی نے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کا ذکر نہیں کیا مگر آپ کہتے یہ بھی تھے۔ ۲؎ جد کے معنی ہیں' عظمت' نصیبہ' غنا' نسب وغیرہ یعنی کوئی شخص اپنے نسب یا غنا کی وجہ سے تیری پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ خیال رہے کہ مخلوق جو کچھ نفع' نقصان پہنچاتی ہے' وہ اللہ کے حکم اور ارادے سے ہے' یہ ناممکن ہے کہ خدا کا مقابلہ کر کے کسی کو نفع پہنچائے اسی کا یہاں ذکر ہے لہٰذا یہ الفاظ انبیاء اور اولیاء کے باذنِ الٰہی نفع پہنچانے کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ رِفَاعَۃَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ کُنَّا نُصَلِّیْ وَرَآءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرَّکْعَۃِ قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقَالَ رَجُلٌ وَّرَآءَ ہٗ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْراً طَیِّبًا مُبَارَکاً فِیْہِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَکَلِّمُ اٰنِفًا

(۸۱۷) روایت ہے حضرت رفاعہ ابن رافع سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ ۲؎ جب آپ نے اپنا سر رکوع سے اُٹھایا تو فرمایا اللہ اپنے حمد کرنے والے کی سنتا ہے تو آپ کے پیچھے ایک شخص نے کہا اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے حمد ہے' بہت طیب برکت والی حمد جب

قَالَ اَنَا قَالَ رَاَیْتُ بِضْعَةً وَّثَلٰثِیْنَ مَلَكًا یَبْتَدِرُوْنَهَا اَیُّهُمْ یَكْتُبُهَا اَوَّلُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابھی کس نے یہ کلمات کہے۔ ۳؎ وہ بولا میں نے آپ نے فرمایا کہ میں نے چند اور تیس فرشتوں کو دیکھا کہ ان میں جلدی کررہے کہ پہلے کون لکھے۔ ۴؎ (بخاری)

(۸۱۷) ۱؎ آپ انصاری بدری صحابی ہیں، آپ کے والد نقیب الانصار تھے، آپ کی وفات ۴۱ھ میں ہوئی۔ ۲؎ غالبًا نماز پنج گانہ میں سے کوئی نماز تھی کیونکہ جماعت کا اہتمام انہی نمازوں میں ہوتا تھا۔ نمازِ تہجد کی اگرچہ کبھی جماعت ہوئی ہے مگر بغیر اہتمام کے ۳؎ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ نماز جیسے صحابہ کرام اور فرشتوں کے حالات دیکھ لیتے تھے، ایسے ہی ان کے کلمات بھی سُن لیتے تھے اور یہ سننا اور دیکھنا نماز کے خضوع وخشوع میں خلل نہ ڈالتا تھا کیونکہ وہ قلب قدرت نے بنایا ہی ایسا تھا کہ بیک وقت خالق کی بھی سنیں مخلوق کی بھی خالق سے لیتا رہے، مخلوق کو دیتا رہے، ایک کی توجہ دوسرے سے غافل نہ کرے آپ کا تو یہ حال تھا۔

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شاغل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

ممکن ہے کہ وہ صاحب آخر صف میں ہوں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آہستہ آواز بھی سُن لی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی تھی۔ ۴؎ یعنی ہر فرشتہ یہ چاہتا تھا کہ پہلے میں لکھ کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کردوں تاکہ مجھے قرب الٰہی زیادہ نصیب ہو۔ خیال رہے کہ یہ فرشتے نامہ اعمال لکھنے والوں کے علاوہ ہیں ورنہ کاتب اعمال صرف دو ہی ہیں، ایک نیکی لکھنے والا اور ایک گناہ ان کی یہ جلدی ان کلمات کی کرامت کے اظہار کے لیے ہے ورنہ فرشتوں کو سب کچھ لکھنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ فرشتوں کو بعض نیکیاں لے جانے پر خصوصی انعام ملتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ فرائض کے قومے میں یہ کلمات کہنا جائز ہیں۔ یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا کہ کس نے یہ کہا اپنے علم کے لیے نہیں بلکہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِئُ صَلٰوةُ الرَّجُلِ حَتّٰی یُقِیْمَ ظَهْرَهٗ فِی الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۸۱۸) روایت ہے حضرت ابومسعود انصاری سے ۱؎ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کی نماز درست نہیں ہوتی حتیٰ کہ رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی کرے۔ ۲؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۸۱۸) ۱؎ آپ کا نام عقبہ ابن عمرو ابن ثعلبہ ہے، دوسری بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ کوفہ میں قیام رہا، ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وفات پائی۔ ۲؎ امام شافعی کے ہاں تعدیل ارکان یعنی نماز کو اطمینان سے ادا کرنا فرض ہے جس کے بغیر نماز مطلقاً نہیں ہوتی، ہمارے ہاں واجب ہے۔ یہ حدیث ان کی دلیل ہے، ان کے ہاں اس کے یہ معنی ہیں کہ رکوع سجدے میں اطمینان کے بغیر نماز درست نہیں، ہمارے

ہاں اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بغیر نماز کامل نہیں' بہت ناقص ہے' واجب الاعادہ ہے اس کی بحث پہلے ہو چکی یہاں اگرچہ رکوع سجدے کا ذکر ہے مگر مراد سارے ارکان ہیں۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى

(۸۱۹) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے' فرماتے ہیں کہ جب آیت **فسبح باسم ربك العظيم** اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے رکوع میں کرلو اور جب آیت **سبح اسم ربك الاعلٰى** اُتری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے سجدے میں رکھو۔ ۱؎ (ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی)

(۸۱۹) ۱؎ یعنی رکوع میں کہو **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ** اور سجدے میں کہو **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى** چونکہ اعلیٰ عظیم سے زیادہ بلیغ ہے اور سجدے میں رکوع سے زیادہ اظہار عجز ہے اس لیے سجدے کے لیے اعلیٰ مناسب ہوا اور رکوع میں عظیم زیادہ موزوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں کے نزول سے پہلے مسلمان رکوع وسجدوں میں کوئی اور ذکر کرتے تھے۔

وَعَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَقَالَ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوْعُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ وَاِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ سُجُوْدُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ فَجَعَلَ لِاَنَّ عَوْنًا لَّمْ يَلْقَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ

(۸۲۰) روایت ہے حضرت عون ابن عبداللہ سے ۱؎ وہ حضرت ابن مسعود سے روایت فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اپنے رکوع میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ** تین بار کہے تو اس کا سجدہ پورا ہوگیا ہے۔ ۲؎ اور یہ ادنیٰ درجہ ہے اور جب سجدہ کرے تو اپنے سجدہ میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى** تین بار کہہ لے تو اس کا سجدہ پورا ہوگیا ہے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ ۳؎ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' ترمذی) کہتے ہیں کہ اس کی اسناد متصل نہیں کیونکہ عون نے ابن مسعود سے ملاقات نہیں کی۔ ۴؎

(۸۲۰) ۱؎ آپ کا نام عون ابن عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود ہے' سیدنا ابن مسعود کے بھتیجے کے بیٹے ہیں' تابعی ہیں' حزلی ہیں' بڑے فقیہہ اور زاہد تھے' کوفہ میں قیام رہا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی آپ سے ملاقات ہے' کبھی انہیں عون ابن عتبہ بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ دادا کی نسبت سے' عربی میں آدمی کی نسبت باپ' چچا' دادا' پردادا کی طرف بھی کردیتے ہیں۔ ۲؎ یعنی مکمل ہوگیا۔ خیال رہے کہ رکوع کے لیے جھکنا نماز میں فرض ہے اور وہاں کچھ ٹھہرنا یعنی اطمینان سے رکوع کرنا واجب اور اس میں تسبیح پڑھنا سنت ہے لہذا مکمل رکوع وہ ہے جس میں فرض' واجب' سنت سب ادا ہوں۔ ۳؎ یعنی کمال کا ادنیٰ درجہ ہے۔ معلوم ہوا کہ رکوع سجدے کی تسبیحیں تین سے کم نہ کہے' زیادہ میں اختیار ہے' پانچ بار یا سات بار کہہ سکتا ہے۔ نوافل خصوصاً تہجد میں تو جتنا رکوع سجدہ دراز کرے اتنا بہتر ہے۔ ۴؎ یعنی یہ حدیث منقطع ہے لیکن [illegible] منقطع قبول [illegible]

وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَفِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَمَا اَتٰى عَلٰى اٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ وَ سَاَلَ وَمَا اَتٰى عَلٰى اٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ وَ تَعَوَّذَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى النَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ الْاَعْلٰى وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

(۸۲۱) روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہتے تھے اور رحمت کی آیت پر نہیں پہنچتے مگر ٹھہر جاتے اور مانگ لیتے اور عذاب کی آیت پر نہیں پہنچتے مگر ٹھہرتے اور پناہ مانگتے۔ ۱ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، نسائی اور ابن ماجہ نے الاعلیٰ تک روایت کی) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(۸۲۱) ۱ یہاں نفل نماز مراد ہے، فرائض میں دورانِ قرأت ٹھہرنا اور مانگنا مستحب کے خلاف ہے اگرچہ جائز ہے اسی لیے مرقات نے فرمایا کہ اگر یہ کان یقول دوام کے لیے ہو، تب نفل مراد ہیں اگر اتفاقی واقعہ کا ذکر ہے کہ کبھی کبھی ایسا کہہ لیتے تو فرض نماز مراد۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَكَعَ مَكَثَ قَدْرَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَيَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ۔ (رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ)

(۸۲۲) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے ۱ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا۔ ۲ جب آپ نے رکوع کیا تو سورۂ بقر کی بقدر ٹھہرے۔ ۳ اور رکوع میں فرماتے تھے پاک ہے غلبے والا ملکوت بڑائی اور عظمت والا۔ ۴ (نسائی)

(۸۲۲) ۱ آپ صحابی ہیں، اشجعی ہیں، غزوۂ خیبر اور فتح مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے بلکہ فتح مکہ کے دن بنی اشجع کا جھنڈا آپ ہی کے ساتھ تھا، شام میں قیام رہا اور وہاں ہی ۷۳ھ میں وفات پائی۔ ۲ تہجد کی نماز میں آپ کے ساتھ تہجد ادا کرنے کے لیے چونکہ آپ اکیلے مقتدی تھے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے اگر چند ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوتے۔ خیال رہے کہ تہجد جماعت سے جائز ہے بشرطیکہ اس جماعت کے لیے اہتمام نہ کیا جائے، اتفاقاً دو چار نمازی جمع ہو جائیں اور جماعت کرلیں یہاں ایسا ہی تھا۔ ۳ یعنی اتنا دراز رکوع کیا کہ تلاوت کرنے والا سورۂ بقر پڑھ لے، معلوم ہوا کہ نماز تہجد و کسوف وغیرہ میں رکوع قیام کے برابر ہونا بہتر ہے۔ فرائض میں رکوع قیام سے کم چاہیے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۴ جبروت ملکوت مبالغے کے صیغے ہیں، جبروت جبر بمعنی غلبے سے بنا یعنی ہر غالب پر غالب، ملکوت ملک بمعنی قبضہ سے بنا ظاہری قبضہ کو ملک اور باطنی قبضہ کو ملکوت کہا جاتا ہے۔ ربّ تعالٰی ہمارے جسم کا بھی مالک ہے اور نفس و روح کا بھی اسی لیے مخلوق کے لیے عطاء ملک ثابت ہے ملکوت نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ وَرَآءَ اَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهَ صَلٰوةً بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْفَتٰى يَعْنِىْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ فَحَزَرْنَا رُكُوْعَهٗ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ وَّ سُجُوْدَهٗ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِىُّ)

(۸۲۳) روایت ہے حضرت ابن جبیر سے [۱] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ابن مالک کو فرماتے سنا۔ [۲] کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھی۔ [۳] جس کی نماز اس جوان یعنی عمر ابن عبدالعزیز کے مقابل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا [۴] کہ ہم ان کا رکوع دس تسبیح اور سجدہ دس تسبیح کا اندازہ کیا۔ [۵] (ابوداؤد ونسائی)

(۸۲۳) [۱] آپ کا نام سعد ابن جبیر ہے، اسدی ہیں، کوفی ہیں، عظیم الشان تابعی عبداللہ ابن عباس و ابن عمرو ابن زبیر وغیرہم صحابہ سے ملاقات ہے رضی اللہ عنہم۔ ۹۵ھ میں حجاج ابن یوسف ظالم کے ہاتھوں شہید ہوئے، ۴۹ سال عمر ہوئی۔ واسط علاقہ عراق میں دفن ہوئے، آپ کی قبر زیارت گاہ مسلمین ہے، آپ کی شہادت کا عجیب وغریب واقعہ ہے۔ شعبان میں حجاج نے آپ کو شہید کیا اور پندرہ بیس روز بعد رمضان میں خود فوت ہوگیا اس دوران کبھی رات کو سو نہ سکا، کہتا تھا کیا کروں، آنکھ لگتے ہی سعد میرے پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہیں۔ آپ نے بوقتِ شہادت کہا تھا کہ تو میرے بعد کسی کو شہید نہ کرسکے گا، ایسا ہی ہوا (اکمال) [۲] یہی صحیح ہے۔ بعض روایات میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، وہ غلط ہے اس لیے کہ عمر ابن عبدالعزیز کی پیدائش حضرت ابوہریرہ کی وفات کے بعد ہے ہاں حضرت انس نے عمر ابن عبدالعزیز کا زمانہ پایا ہے کیونکہ حضرت انس کی وفات ۹۱ھ میں ہے اور عمر ابن عبدالعزیز کی ولادت ۶۱ھ میں ہے۔ (از لمعات ومرقات) [۳] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی تابعی کی نماز لہٰذا اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی نماز صحابہ کرام اور خلفائے راشدین سے بھی بہتر تھی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خود حضرت انس کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ نہ ہو۔ [۴] پہلے قال کا فاعل کوئی اور راوی ہے، دوسرے قال کا فاعل حضرت سعد ہیں یعنی جب حضرت انس نے ان کی نماز کی ایسی تعریف کی تو ہم نے ان کے ارکانِ نماز کا اندازہ لگایا بعض شارحین نے فرمایا کہ پہلے قال کا فاعل سعد ہے اور دوسرے کا فاعل حضرت انس لیکن پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے۔ [۵] یہ اندازہ تھا ورنہ آپ کی تسبیحیں نو یا گیارہ ہوں گی کیونکہ تسبیحات رکوع طاق ہونا بہتر ہیں اور یہ بھی نوافل میں ہوگا کیونکہ فرائض میں تسبیح کم از کم تین بار درمیانی پانچ بار اور زیادہ سات بار ہیں۔

وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ اِنَّ حُذَيْفَةَ رَاٰى رَجُلًا لَّايُتِمُّ رُكُوْعَهٗ وَلَاسُجُوْدَهٗ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَ اَحْسِبُهٗ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِىْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۸۲۴) روایت ہے حضرت شقیق سے [۱] فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا تھا۔ [۲] جب اس نے اپنی نماز پوری کی تو اسے بُلایا اور اس سے حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ [۳] فرماتے ہیں مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ اگر تو مرا تو تو اس طریقہ کے خلاف مرے گا جس پر اللہ نے حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ ۴ؔ

(۸۲۴) ۱؎ آپ کا نام شقیق ابن سلمہ ہے' کنیت ابووائل' کوفی ہیں' مخضری ہیں' جلیل القدر صحابی ہیں' خلفائے راشدین سے احادیث لی ہیں' ۹۹ھ میں وفات ہوئی (تہذیب واکمال) ۲؎ یعنی انہیں اطمینان سے ادا نہیں کرتا تھا' اطمینان شوافع کے ہاں فرض ہے اور احناف کے ہاں واجب ۳؎ کامل نہیں پڑھی (حنفی) صحیح نہیں پڑھی (شافعی) ۴؎ یعنی اگر تو ناقص نماز پڑھنے کا عادی رہا تو سنت انبیاء کا مخالف ہو کر مرے گا یا اگر تو اس عیب کو اچھا جانتا رہا تو تیرا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ فطرت دینِ اسلام کو بھی کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائشی عادتِ کریمہ کو بھی اور سنت انبیاء کو بھی صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو ترک سنت ہدیٰ کا عادی ہو اس کا خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور جو کسی سنت کو حقیر جانے' وہ کافر ہے اس کا ماخذ قرآنی آیات بھی ہیں اور اس جیسی بہت سی احادیث ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِیْ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالَ لَايُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۸۲۵) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے۔ لوگ بولے یارسول اللہ! اپنی نماز میں چوری کیسے کرے گا؟ فرمایا کہ رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے۔ ۱؎ (احمد)

(۸۲۵) ۱؎ واہ سبحان اللہ کیا نفیس تمثیل ہے یعنی مال کے چور سے نماز کا چور بدتر ہے کیونکہ مال کا چور اگر سزا پاتا ہے تو کچھ نفع بھی اُٹھالیتا ہے مگر نماز کا چور سزا پوری پائے گا' نفع کچھ حاصل نہیں کرتا۔ نیز مال کا چور بندے کا حق مارتا ہے' نماز کا چور اللہ کا حق' نیز مال کا چور یہاں سزا پاکر عذاب آخرت سے بچ جاتا ہے مگر نماز کے چور میں یہ بات نہیں۔ نیز بعض صورتوں میں مال کے چور کو مالک معاف کرسکتا ہے لیکن نماز کے چور کی معافی کی کوئی صورت نہیں۔ خیال کرو کہ جب نماز ناقص پڑھنے والوں کا یہ حال ہے تو جو سرے سے پڑھتے ہی نہیں' ان کا کیا حال ہے پھر جو کُل یا بعض نمازوں کے منکر ہو چکے جیسے بھنگی پوستی فقیر اور چکڑالوی وغیرہم ان کا کیا پوچھنا۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُرَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاتَرَوْنَ فِی الشَّارِبِ وَالزَّانِیْ وَالسَّارِقِ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ تُنْزَلَ فِيْهِمُ الْحُدُوْدُ قَالُوْا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هُنَّ فَوَاحِشُ وَفِيْهِنَّ عُقُوْبَةٌ وَّاَسْوَءُ السَّرِقَةِ الَّذِیْ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالُوْا وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَايُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَاسُجُوْدَهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اَحْمَدُ وَرَوَى الدَّارِمِیُّ نَحْوَهٗ۔

(۸۲۶) روایت ہے حضرت نعمان ابن مرہ سے ۱؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شرابی اور زانی کے متعلق کیا سمجھتے ہو اور یہ سوال ان کی سزائیں اُترنے سے پہلے تھا۔ ۲؎ لوگ بولے اللہ و رسول جانیں فرمایا یہ گناہِ کبیرہ ہیں' ان میں سخت عذاب ہے اور بدترین چوری اس کی ہے جو اپنی نماز میں سے چرائے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! نماز میں سے کیسے چرائے گا فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے۔ ۳؎ (مالک واحمد اور دارمی نے اس کی مثل)

(۸۲۶) ۱؎ آپ انصاری ہیں' روحی مدنی ہیں' حق یہ ہے کہ تابعی ہیں جنھوں نے انہیں صحابی کہا' غلطی کی لہٰذا یہ حدیث مرسل

ہے کیونکہ صحابی کا ذکر چھوٹ گیا۔ ۲؎ خیال رہے کہ چوری اور زنا ہمیشہ ہی سے حرام تھے مگر شراب شروع اسلام میں حلال تھی پھر عرصہ کے بعد آہستگی سے حرام ہوئی' حرمت کے کچھ عرصہ بعد اس پر اسی کوڑے سزا مقرر ہوئی۔ یونہی زنا اور چوری کی سزائیں بعد میں آئیں۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب شراب حرام ہو چکی تھی لیکن ابھی اس کی سزا مقرر نہ ہوئی تھی۔ ۲؎ یہ صحابہ کا انتہائی ادب ہے کہ معلوم چیز کا بھی جواب نہیں دیتے اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خدا کے ساتھ کرنا اور دونوں ہستیوں کے لیے ایک ہی صیغہ لانا جائز ہے۔ ربّ فرماتا ہے: اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (۹/۷۴) اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا (کنزالایمان) لہٰذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ و رسول بھلا کریں' اللہ رسول عزت ایمان دولت دیں۔ ۳؎ یعنی اطمینان سے ادا کرے۔ خیال رہے کہ نماز کے ہر رُکن کو پورا کرنا چاہیے اور کسی رُکن کو ناقص کرنے والا بدترین چور ہے مگر چونکہ رکوع سجدہ اہم ارکان تھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔

بَابُ السُّجُوْدِ وَ فَضْلِهٖ — سجدہ اور اس کی بزرگی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

سجدہ لغت میں زمین پر سر رکھنے' عاجزی کرنے' سر جھکانے کو کہتے ہیں' شریعت میں سات اعضاء کا زمین پر لگانا عبادت یا اطاعت کی نیت سے سجدہ کہلاتا ہے' سجدہ تین قسم کا ہے۔ سجدہ عبادت جو اللہ کا ہوتا ہے' سجدہ تعظیم جو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا' سجدہ تحیۃ جو یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو کیا' سجدہ عبادت غیر خدا کو شرک ہے' آخری دو سجدے اسلام میں حرام ہیں اس کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی خورد میں دیکھو۔ خیال رہے کہ صرف سجدہ بھی عبادت ہے مگر صرف رکوع اور قیام عبادت نہیں بلکہ یہ نماز میں عبادت ہے۔ (مرقات)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۲۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا گیا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی' دو ہاتھ' دو گھٹنے' قدموں کے کنارے ۱؎ اور یہ کہ کپڑے اور بال جمع نہ کریں۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۸۲۷) ۱؎ اگرچہ سجدے میں ناک بھی لگائی جاتی ہے مگر پیشانی اصل ہے اور ناک اس کی تابع اس لیے ناک کا ذکر نہ فرمایا' ہاتھوں سے مراد ہتھیلیاں ہیں اور قدم کے کناروں سے مراد پورے پنجے ہیں اس طرح کہ دسوں انگلیوں کا سر کعبے کی طرف رہے۔ ۲؎ نماز میں کپڑے سمیٹنا روکنا سب میں کپڑے کا روکنا ہے ہاں اگر پائجامہ کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو' اوپر پائجامہ یا تہبند ہو تو منع نہیں کیونکہ اس میں کپڑے کا روکنا نہیں۔ خیال رہے کہ سجدے میں قدم اور پیشانی زمین پر لگنا فرض ہے لیکن ہاتھوں اور گھٹنوں کا لگنا سنت۔ امام صاحب کے نزدیک صرف پیشانی پر بغیر ناک لگے سجدہ جائز ہے۔ یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَايَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۲۸) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سجدے میں برابر رہو۔ ؎۱ اور تم میں سے کوئی اپنی کہنیاں نہ بچھائے کتے کے بچھانے کی طرح۔ ؎۲ (مسلم بخاری)

(۸۲۸) ؎۱ یعنی اطمینان سے سجدہ کرو (اشعۃ اللمعات) یا سجدے کا ہر عضو اپنے مقام پر رکھو۔ (مرقات) ؎۲ یعنی سجدے میں صرف ہتھیلیاں زمین پر لگیں، کلائی کہنی وغیرہ سب اُٹھی رہیں یہی سنت ہے، کہنیاں بچھانا مکروہ۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۲۹) روایت ہے حضرت براء بن عازب سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں رکھو۔ ؎۱ اور کہنیاں اُٹھاؤ۔ ؎۲ (مسلم)

(۸۲۹) سر کے آس پاس اس طرح کہ انگلیاں بالکل ملی ہوں اور انگوٹھوں کے کنارے کانوں کی گدیوں کے نیچے ہوں کہ اگر گدیا سے قطرہ ٹپکے تو انگوٹھے کی نوک پر گرے۔ ؎۲ یہ حکم مردوں کے لیے ہے، عورت کہنیاں بچھائے گی اور بازو پسلیوں سے ملے رکھے گی کیونکہ اس میں ستر زیادہ ہے۔

وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَجَا فَى بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى لَوْ اَنَّ بَهْمَةً اَرَادَتْ اَنْ تَمُرَّتَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ هٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوٗدَ كَمَا صَرَّحَ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ بِاِسْنَادِهٖ وَ لِمُسْلِمٍ بِمَعْنَاهُ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ لَوْشَآءَ تْ بَهْمَةٌ اَنْ تَمُرَّبَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ.

(۸۳۰) روایت ہے حضرت میمونہ سے، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کے درمیان فاصلہ رکھتے حتیٰ کہ اگر بکری کا بچہ آپ کے ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔ ؎۱ یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں جیسے شرح سنہ میں ہے۔ مع اسناد تصریح کی گئی ہے۔ ؎۲ اور مسلم میں اس کے معنی ہیں، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اگر بکری کا بچہ آپ کے ہاتھوں کے درمیان گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔

(۸۳۰) ؎۱ یعنی اپنے ہاتھ اپنی پسلیوں سے اتنے دُور رکھتے کہ اس درمیان والی جگہ سے بکری کا بچہ گزر سکے اس کی تشریح کچھ آگے آئے گی۔ ؎۲ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ وہ فصلِ اوّل میں مسلم بخاری کے علاوہ اور کتاب کی حدیث لائے مسلم کی عبارت یہ نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو آگے آ رہی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۳۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ سے ؎۱ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کے درمیان کشادگی فرماتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔ ؎۲ (مسلم بخاری)

(۸۳۱) بحینہ عبداللہ کی والدہ کا نام ہے یعنی بحینہ مالک کی بیوی ہیں اسی لیے محدثین مالک کو تنوین سے پڑھتے ہیں اور ابن بحینہ اس سے علیحدہ کرتے ہیں بلکہ ان کا نام عبداللہ ابن بحینہ مشہور ہے اور آپ صحابی ہیں، ۵۴ھ یا ۵۵ ہجری میں امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں وفات پائی۔ ۲؎ اس طرح کہ چادر اوڑھے نماز پڑھتے تو چادر کچھ سرک جاتی اور بغل نظر آ جاتی اور اگر قمیص میں نماز پڑھتے تو بغل کی سفیدی کی جگہ نظر آ جاتی اس طرح کہ اگر کپڑا نہ ہوتا تو بغل دیکھ لی جاتی۔ لفظ بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل شریف مثل باقی جسم شریف کے سفید تھی۔ بعض نے فرمایا کہ وہاں بال بھی نہ تھے، بغل سے نہایت خوشبو نکلتی تھی۔ یہ آپ کی خصوصیات سے ہیں۔ (از مرقات واشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۸۳۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں کہتے تھے خدایا میرے سارے گناہ بخش دے، چھوٹے بڑے، اگلے پچھلے، کھلے چھپے۔ ۱؎ (مسلم)

(۸۳۲) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ دعا تہجد یا کسی اور نفل کے سجدے میں تھی یا کبھی کبھی فرائض کے سجدے میں بیان جواز کے لیے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں اُمت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ تو کیا گناہ کے ارادے سے بھی محفوظ ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهٗ فَوَقَعَتْ يَدِیْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ وَسَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۳۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے، فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر سے گم پایا ۱؎ میں نے ٹٹولا تو میرا ہاتھ آپ کے تلووں پر پڑا حالانکہ آپ مسجد میں تھے اور تلوے کھڑے ہوئے تھے۔ ۲؎ اور آپ کہہ رہے تھے مولا! میں تیری رضا کی تیری ناراضگی سے اور تیری معافی کی تیری سزا سے پناہ لیتا ہوں۔ ۳؎ میں تیری تعریف کی طاقت نہیں رکھتا تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف کی۔ (مسلم)

(۸۳۳) ۱؎ یعنی میرے ہاں قیام کی باری تھی، رات اندھیری تھی، گھر میں چراغ نہ تھا، میری آنکھ کھلی تو مجھے آپ کا بستر شریف خالی محسوس ہوا تو میں گھبرا گئی کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کہاں تشریف لے گئے۔ ۲؎ یعنی سجدے میں گر کر دعائیں مانگ رہے تھے، مسجد نبوی چونکہ حضرت عائشہ کے حجرے سے بالکل ملی ہوئی تھی اسی طرف دروازہ تھا اس لیے آپ کا ہاتھ اپنے بستر پر بیٹھے بیٹھے مسجد میں پہنچ گیا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا چھونا وضو نہیں توڑتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد کے سجدے میں ہیں اور بغیر آڑ کے اُم المومنین کا ہاتھ آپ کے تلووں شریف کو لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ چھوڑی نہ وضو دوبارہ کیا، ان انگلیوں کے قربان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگیں، نصیب والے کما کر چلے گئے۔ شعر

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کیا کریں نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

۳؎ یعنی اگر تو عتاب فرمائے تو تیرے ہی کرم میں پناہ مل سکتی ہے اور کہیں بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ جب بچے کو ماں مارتی ہے اور پرے کرتی ہے تو بچہ ماں سے لپٹتا ہے کیونکہ اس کی آخری پناہ وہی ہے۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آنا اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ ربّ کا آستانہ ہے۔خود فرماتے ہیں انا فئة المسلمین میں مسلمانوں کی پناہ ہوں۔ ربّ فرماتا ہے جَآءُوْكَ الخ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَایَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوا الدُّعَآءَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۳۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ اپنے ربّ سے زیادہ قریب سجدہ کرتے ہوئے ہوتا ہے تو اس میں دعائیں زیادہ مانگو۔ ۱؎ (مسلم)

(۸۳۴) ۱؎ یعنی ربّ تو ہم سے ہر وقت قریب ہے' ہم اس سے دُور رہتے ہیں البتہ سجدے کی حالت میں ہمیں اس سے خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے لہٰذا اس قرب کو غنیمت سمجھ کر جو مانگ سکیں' مانگ لیں اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں سجدہ قیام سے افضل ہے۔خیال رہے کہ نوافل کے سجدوں میں ہمیشہ دعا مانگے' فرائض کے سجدوں میں کبھی کبھی بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں یعنی دعا کے لیے سجدہ کرتے ہیں' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَاَ ابْنُ اٰدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّیْطَانُ یَبْكِیْ یَقُوْلُ یَاوَیْلَتٰی اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فِیْ بَیْتُ فَلِیَ النَّارُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۳۵) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انسان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا پھرتا ہے۔ ۱؎ اور کہتا ہے ہائے افسوس! انسان کو سجدے کا حکم دیا گیا اس نے سجدہ کرلیا اس کے لیے تو جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا' میں انکاری ہوگیا' میرے لیے آگ ہے۔ ۲؎ (مسلم)

(۸۳۵) ۱؎ یعنی انسان کے لیے سجدہ تلاوت کو دیکھ کر شیطان حسرت کرتا ہوا وہاں سے بھاگتا ہے چونکہ یہ سجدہ نماز کے علاوہ ہے اور شیطان نے جس سجدہ کا انکار کیا تھا' وہ بھی سجدہ نماز کے علاوہ تھا اس لیے اسے یہ سجدہ دیکھ کر حسرت ہوتی ہے نہ کہ سجدہ نماز دیکھ کر کیونکہ نماز کے سجدے تو خود بھی کرتا رہا ہے۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت واجب ہے جیسا کہ حنفیوں کا مذہب ہے اگرچہ وہ سجدہ آدم علیہ السلام کو تھا (سجدہ تعظیمی) اور یہ سجدہ اللہ کو ہے (سجدہ عبادت) مگر چونکہ اس سجدہ کا حکم بھی الٰہی تھا اور اس سجدے کا بھی اس لیے شیطان یہ کہتا ہے۔اس سجدہ تعظیمی کی بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اوّل میں دیکھو۔معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اپنی حرکت پر پچھتاتا تو رہا ہے مگر اب کیا ہوتا وقت نکل چکا۔

وَعَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهٗ بِوَضُوْءِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوْغَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۳۶) روایت ہے حضرت ربیعہ ابن کعب سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزرتا تھا۔ ۲؎ تو میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا۔ ۳؎ مجھ سے فرمایا کچھ مانگ لو۔ ۴؎ میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ ۵؎ فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی میں نے عرض کیا بس یہی۔ ۶؎ فرمایا اپنی ذات پر زیادہ سجدوں سے میری مدد کرو۔ ۷؎ (مسلم)

(۸۳۶) ۱؎ آپ کی کنیت ابوفراس ہے، اسلمی ہیں، اصحابِ صفہ میں سے تھے، پرانے صحابی ہیں۔ سفر و حضر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں، ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔ ۲؎ یعنی سفر میں رات کی خدمت خصوصیت سے میرے سپرد تھی اور اگر گھر مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ رات بھر آپ کے دروازے پر رہتا تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ضرورت ہو تو بجالاؤں۔ ۳؎ یعنی ایک شب حسب معمول تہجد کے وقت وضو کا پانی مسواک مصلی لے کر خدمت میں حاضر ہوا۔ بعض نسخوں میں اتیہ ہے یعنی لایا کرتا تھا۔ ۴؎ یعنی ایک شب شانِ کریمی کی جلوہ گری ہوئی اور دریائے رحمت جوش میں آ گیا، مجھے انعام دینے کا ارادہ فرمایا اس جگہ مرقات اور لمعات وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا، یہ چیز مانگو۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باذنِ الٰہی اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں، دین و دنیا کی جو نعمت جسے چاہیں دیں بلکہ حضور احکامِ شرعیہ کے بھی مالک ہیں جس پر جو احکام چاہیں، نافذ کریں۔ چنانچہ حضرت خزیمہ ابن ثابت کی گواہی دو گواہوں کی مثل قرار دی (بخاری) اُم عطیہ کو ایک مرتبہ نوحہ کی اجازت دی۔ (مسلم) ابی بردہ ابن نیاز کو چھ ماہا بکری کی قربانی کی اجازت دی۔ اللہ نے جنت کی زمین کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک کیا ہے، جسے چاہیں دیں۔ (مرقات وغیرہ) ۵؎ یعنی مجھے آپ جنت میں اپنے ساتھ رکھیں جیسے بادشاہ شاہی قلعہ میں اپنے خاص خادموں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ربیعہ نے اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب ذیل چیزیں مانگیں۔ زندگی میں ایمان پر استقامت، نیکیوں کی توفیق، گناہوں سے کنارہ کشی مرتے وقت ایمان پر خاتمہ، قبر کے حساب میں کامیابی، حشر میں اعمال کی قبولیت، پل صراط سے بخیریت گزر، جنت میں ربّ کا فضل و بلندی مراتب۔ یہ سب چیزیں صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگیں اور حضور نے صحابی کو بخشیں لہٰذا ہم بھی حضور سے ایمان، مال، اولاد، عزت، جنت سب کچھ مانگ سکتے ہیں، یہ مانگنا سنت صحابہ ہے۔ حضور کے لنگر سے یہ سب کچھ قیامت تک بٹتا رہے گا اور ہم بھکاری لیتے رہیں گے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعہ نے حضور سے حضور ہی کو مانگا مگر چونکہ حضور جنت میں ہی ملیں گے لہٰذا جنت کا بھی ذکر کر دیا۔ ۶؎ یعنی تمہاری یہ درخواست منظور ہے، کچھ اور بھی چاہتے ہو؟ عرض کیا، جب چمن الٰہی کا پھول مل گیا تو پتوں کی کیا ضرورت ہے، یعنی جنت میں تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچانا میرے کرم سے ہے نہ کہ محض تمہارے سجدوں سے تم اپنے سجدوں سے مجھے اس کام میں امداد دو۔ علی نفسک فرما کر اشارۃً فرمایا کہ نفس کی مخالفت جنت کا ذریعہ ہے۔ (مرقات) کثرت سجود سے بتایا گیا کہ فقط نمازِ پنج گانہ پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل کثرت سے پڑھو تاکہ میرے قرب کے لائق ہو جاؤ جیسے بادشاہ کہے کہ میرے پاس آنا ہے تو اچھا لباس پہنو حاضری بادشاہ کے کرم سے ہے اور اچھا لباس دربار کے آداب میں سے۔ شعر

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے

وَعَنْ مَّعْدَانَ بْنَ طَلْحَةَ قَالَ لَقِيْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِىْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهٗ يُدْخِلُنِىَ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَاِنَّكَ لَاتَسْجُدُلِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ لِىْ مِثْلَ مَاقَالَ لِىْ ثَوْبَانُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۳۷) روایت ہے حضرت معدان ابن طلحہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان سے ملا' میں نے کہا کہ مجھے ایسا عمل بتائیں جو میں کروں تو اللہ مجھے اس کی برکت سے جنت میں داخل کردے۔ آپ خاموش رہے۔ میں نے پھر پوچھا' آپ خاموش رہے۔ میں نے پھر تیسری بار پوچھا تو فرمایا کہ میں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ ۲؎ کیونکہ تم اللہ کے لیے کوئی سجدہ نہ کرو گے مگر اللہ اس کی برکت سے تمہارا درجہ بڑھائے گا اور تمہاری خطا معاف کرے گا۔ ۳؎ معدان کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابودرداء سے ملا' ان سے پوچھا' انہوں نے مجھ سے وہی کہا جو ثوبان نے کہا تھا۔ ۴؎ (مسلم)

(۸۳۷) ۱؎ آپ تابعی ہیں شام کے رہنے والے ہیں عالم باعمل ہیں۔ حضرت عمر' ابوالدرداء اور ثوبان رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ ۲؎ یعنی میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار یہ سوال کیا تھا دو بار سرکار خاموش رہے تھے اور تیسری بار میں جواب دیا تھا (مرقات) اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے میں بھی دو بار خاموش رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خاموشی سائل کا شوق بڑھانے کے لیے اور حضرت ثوبان کی خاموشی اس سنت پر عمل کے لئے ہے۔ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کی نقل کرتے تھے۔ ۳؎ اس طرح کہ نوافل زیادہ پڑھو اور تلاوت قرآن کثرت سے کرو سجدۂ شکر زیادہ کرو۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ گناہوں کا کفارہ ہے مگر گناہوں سے مراد حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ ہیں حقوق العباد ادا کرنے سے اور گناہِ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ — دوسری فصل

عَنْ وَّآئِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَ اِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِىُّ۔

(۸۳۸) روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے' فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اُٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اُٹھاتے۔ ۱؎ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' دارمی)

(۸۳۸) ۱؎ سنت یہ ہے کہ سجدے میں جاتے وقت زمین سے قریب والا عضو زمین پر پہلے رکھے کہ پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور سجدے میں اُٹھتے وقت اس کے عکس کرے کہ پہلے پیشانی اُٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے جن روایات میں ہے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے گھٹنے اُٹھاتے تھے پھر ہاتھ وہ ضعف یا مجبوری کی بناء پر ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيْرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ قَالَ اَبُوْسُلَيْمٰنَ الْخَطَّابِیُّ حَدِيْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَثْبَتُ مِنْ هٰذَا وَقِيْلَ هٰذَا مَنْسُوْخٌ۔

(۸۳۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔ ۱؎ چاہیے کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے۔ ۲؎ (ابوداؤد' نسائی' دارمی) ابوسلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ وائل ابن حجر کی حدیث اس سے زیادہ قوی ہے۔ ۳؎ اور کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔

(۸۳۹) ۱؎ کہ اونٹ بیٹھتے وقت پہلے پاؤں کے گھٹنے زمین پر لگاتا ہے پھر ہاتھ بچھاتا ہے' تم ایسا نہ کرو۔ ۲؎ یہ حدیث گزشتہ حدیث وائل ابن حجر کے خلاف ہے یا یہ منسوخ ہے۔ حدیث وائل ناسخ یا یہ حدیث ضعیف ہے اور وہ حدیث قوی غرض کہ یہ حدیث ناقابلِ عمل ہے اور گزشتہ حدیث پر اکثر ائمہ کا عمل ہے جیسا خود صاحبِ مشکوٰۃ فرما رہے ہیں۔ ۳؎ اسی لیے علماء نے اس پر عمل کیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث وائل کی اسناد میں شریک قاضی ہے اور وہ ضعیف ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ امام مسلم نے شریک سے روایات لی ہیں۔ نیز اس حدیث کی دو اسنادیں اور بھی ہیں جن سے اسے قوت پہنچتی ہے۔

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

(۸۴۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان کہتے تھے' الٰہی! مجھے بخش دے' مجھ پر رحم کر' مجھے ہدایت' امن اور رزق دے۔ ۱؎ (ابوداؤد' ترمذی)

(۸۴۰) ۱؎ یہ دعا نوافل میں ہمیشہ کہتے تھے' فرائض میں کبھی کبھی فرائض میں اختصار ہے' نوافل میں آزادی۔ (مرقات)

وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ رَبِّ اغْفِرْلِیْ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ۔

(۸۴۱) روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان فرماتے تھے یارب! مجھے بخش دے۔ ۱؎ (نسائی' دارمی)

(۸۴۱) ۱؎ یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دو سجدوں کے درمیان صرف دعائے مغفرت کرتے تھے اور کبھی وہ پوری دعا پڑھتے تھے جو ابھی گزری' ہر راوی نے جو دیکھا' وہ بیان کیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ

(۸۴۲) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن شبل سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی سی ٹھونگ

نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ وَاَنْ يُّوْطِنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَعِيْرُ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

مارنے اور درندے کی طرح ہاتھ بچھانے سے منع فرمایا۔ ۲ اور اس سے منع کیا کہ کوئی شخص مسجد میں جگہ مقرر کرلے جیسے اونٹ مقرر کرلیتا ہے۔ ۳ (ابوداؤد' نسائی' دارمی)

(۸۴۲) ۱ آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن شبل ابن عمرو ابن زید ہے' انصاری ہیں بلکہ انصار کے نقیب رہے ہیں۔ حمص میں قیام رہا' امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ ۲ کہ ساجد سجدہ ایسی جلدی جلدی نہ کرے جیسے کوا زمین پر چونچ مار کر فوراً اُٹھا لیتا ہے اور سجدے میں کہنیاں زمین سے نہ لگائے جیسے کتا بھیڑیا وغیرہ بیٹھتے وقت لگا لیتے ہیں۔ ۳ معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے واسطے کوئی جگہ خاص کرلینا کہ اور جگہ نماز میں دل ہی نہ لگے مکروہ ہے۔ ہاں شرعی ضرورت کے لیے جگہ مقرر کرلینا جائز ہے جیسے امام کے لیے محراب مقرر ہے اور بعض مسجدوں میں مکبر کے لیے امام کے پیچھے کی جگہ انہیں بھی چاہیے کہ سنتیں اور نفل کچھ ہٹ کر پڑھیں' مسجد میں جس جگہ جو پہلے پہنچے وہاں کا وہی مستحق ہے۔ بعض سلاطین اسلامیہ خاص امام کے پیچھے اپنے لیے جگہ رکھتے تھے' وہ معذوری کی بناء پر تھا کیونکہ اور جگہ انہیں جان کا خطرہ تھا یہاں باقاعدہ ان کی حفاظت کا انتظام ہوتا تھا لہٰذا وہ اس حکم سے عذراً مستثنٰی ہیں' دیکھو شامی وغیرہ۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ اِنِّيْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِيْ وَاَكْرَهُ لَكَ مَا اَكْرَهُ لِنَفْسِيْ لَاتُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۸۴۳) روایت ہے حضرت علی سے' فرماتے ہیں' فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے علی! میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں۔ ۱ دو سجدوں کے درمیان اکڑوں نہ بیٹھنا۔ ۲ (ترمذی)

(۸۴۳) ۱ یہاں خصوصی پسندیدگی مراد ہے اور اس حدیث میں حضرت علی مرتضٰی کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساری اُمت کے ماں باپ سے زیادہ خیرخواہ ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۹،۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان (کنزالایمان) حضور نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ ۲ **لاتقع اقعاء** سے بنا جس کے معنی ہیں سرین زمین پر رکھنا دونوں پنڈلیاں کھڑی کرلینا اور ہاتھ زمین سے لگا دینا یعنی اکڑوں بیٹھنا یہ نماز میں منع ہے' نمازی جب بھی بیٹھے دوزانو بیٹھے۔

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ ن الْحَنَفِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى صَلٰوةِ عَبْدٍ لَّا يُقِيْمُ فِيْهَا صُلْبَهٗ بَيْنَ خُشُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۸۴۴) روایت ہے حضرت طلق ابن علی حنفی سے' فرماتے ہیں' فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی اس بندے کی نماز پر نظر نہیں فرماتا جو نماز میں رکوع اور سجدے کے درمیان پیٹھ سیدھی نہیں کرتا۔ ۱ (احمد)

(۸۴۴) ۱ اس سے معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد قومہ واجب ہے یعنی سیدھا کھڑا ہو جانا کہ تعدیل ارکان میں یہ بھی داخل ہے'

خشوع سے مراد رکوع ہے اور نظر نہ فرمانے سے مراد نماز قبول نہ فرمانا ہے یا شرعاً نماز قبول نہ ہونا۔

وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ وَّضَعَ جَبْهَتَهٗ بِاَرْضٍ فَلْيَضَعْ كَفَّيْهِ عَلَى الَّذِيْ وَضَعَ عَلَيْهِ جَبْهَتَهٗ ثُمَّ اِذَا رَفَعَ فَلْيَرْفَعْهُمَا فَاِنَّ الْيَدَيْنِ تَسْجُدَانِ كَمَا يَسْجُدُ الْوَجْهُ. (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۸۴۵) روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جو اپنی پیشانی زمین پر رکھے تو اپنے ہاتھ بھی وہیں رکھے جہاں پیشانی رکھتا ہے۔[۱] پھر جب سر اُٹھائے تو ہاتھ بھی اُٹھائے کیونکہ جیسے چہرہ سجدہ کرتا ہے ویسے ہی ہاتھ بھی سجدہ کرتے ہیں۔[۲] (مالک)

(۸۴۵) [۱] یعنی ہاتھ پیشانی کے آس پاس چاہئیں نہ کہ کندھوں کے متصل نیز پیشانی کے لیے کوئی خاص چیز نہ ہو جس پر پیشانی رکھی جائے اسی پر ہاتھ بھی رکھے جائیں۔ بعض لوگ کربلا کی مٹی یا کاغذ یا پتے پر صرف پیشانی رکھتے ہیں' ان کا یہ عمل اس حدیث کے خلاف ہے۔ پیشانی اور ہاتھوں کی جگہ ایک ہونی چاہیے۔ [۲] لہٰذا ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی طرف چاہئیں اور یہ نہ کرے کہ سجدے سے صرف سر اُٹھائے' ہاتھ زمین پر ہی لگے رہنے دے کہ یہ تعدیل ارکان کے خلاف ہے۔

بَابُ التَّشَهُّدِ — التحیات کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

[۱] لغت میں تشہد کے معنی ہیں گواہ بننا یا گواہی دینا عرف میں کلمہ شہادت پڑھنا مگر شریعت میں التحیات کو تشہد کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں توحید و رسالت کی گواہی ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ التحیات اس کلام کا مجموعہ ہے جو معراج کی رات قرب حضوری میں ربّ و محبوب کے درمیان ہوا۔ اوّلاً حضور نے عرض کیا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ ربّ کی طرف سے ارشاد ہوا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ ان دونوں قسموں کے کلاموں کو نمازی ادا کر کے اللہ کی توحید حضور کی رسالت کی گواہی دیتا ہے لیکن نمازی التحیات پڑھتے وقت معراج کی اس گفتگو کی نقل کی نیت نہ کرے بلکہ خود بارگاہِ الٰہی میں تحیۃ اور بارگاہ رسالت میں سلام عرض کرنے کی نیت کرے (شامی) جیسے تکبیر تشریق حضرت جبریل' حضرت خلیل' حضرت اسماعیل کے کلاموں کا مجموعہ ہے کہ جب حضرت جبریل جنت سے دنبہ لے کر حاضر ہوئے' ادھر خلیل اپنے لختِ جگر کو ذبح کر رہے تھے تو اوپر سے پکارا اللہ اکبر اللہ اکبر حضرت خلیل نے اوپر دیکھا تو جبریل کو آتے دیکھ کر فرمایا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پھر بحکم پروردگار حضرت اسماعیل کے ہاتھ پاؤں کھولے اور قبولیت قربانی کی بشارت دی تو آپ نے فرمایا الحمدللہ مگر اب تکبیر تشریق کہنے والا وہاں کی نقل کی نیت نہ کرے بلکہ اپنی طرف سے ذکرِ الٰہی کی نیت کرے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى

(۸۴٦) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب التحیات میں بیٹھتے تو اپنا بایاں ہاتھ

عَلٰی رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰی رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَعَقَدَ ثَلٰثَةً وَّخَمْسِيْنَ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰی رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ اِصْبَعَهُ الْيُمْنٰى الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ يَدْعُوْا بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰی رُكْبَتِهٖ بَاسِطَهَا عَلَيْهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر ۱؎ اور ترپن (۵۳) کا عقد باندھتے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے۔ ۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی داہنی انگلی جو انگوٹھے سے ملی ہے' اسے اُٹھاتے اس سے اشارہ کرتے۔ ۳؎ اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر بچھاتے۔ ۴؎ (مسلم)

(۸۴۶) ۱؎ اس طرح کہ ہتھیلیاں تو رانوں پر ہوتیں اور انگلیوں کے کنارے گھٹنوں پر ہاتھوں سے گھٹنے پکڑنا مراد نہیں کیونکہ التحیات میں تمام انگلیوں کا رُخ کعبہ معظمہ کو چاہیے۔خیال رہے کہ نماز کی ہر نشست یوں ہی ہونی چاہیے' خواہ سجدوں کے درمیان کا جلسہ ہو یا التحیات کا قعدہ یہاں التحیات کا ذکر احترازی نہیں لہٰذا یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔ ۲؎ یعنی التحیات میں شہادتِ توحید کے وقت داہنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے کہ انگوٹھے کا کنارہ کلمہ کی انگلی کی جڑ میں لگاتے اور تین انگلیاں بند کر لیتے۔ یہ ترپن (۵۳) کا عقد ہوا اور کلمہ کی انگلی اوپر اُٹھاتے' الا اللہ پر گرا دیتے' یہ تفصیل دوسری احادیث میں وارد ہے۔خیال رہے کہ اس اشارے کے متعلق مختلف روایتیں آئی ہیں یہاں ۵۳ کا عقد مذکور ہے۔بعض میں ہے کہ انگلیاں بند کر لیتے اور انگوٹھے و بیچ کی انگلی کا حلقہ بناتے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرتے۔معلوم ہوتا ہے کہ کبھی اس طرح کرتے اور کبھی اس طرح لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں احناف کے ہاں حلقہ والی حدیث پر عمل ہے جو حضرت وائل ابن حجر سے مروی ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ زبان سے فرماتے لا الٰہ الا اللہ اور یہ انگلی اُٹھا کر توحید کا اشارہ کرتے تاکہ قولاً وعملاً توحید کی گواہی ہو اور بعد اشارہ پھر ہاتھ بچھا دیتے تاکہ انگلیاں قبلہ رو رہیں۔ ۴؎ یعنی بایاں ہاتھ اوّل سے آخر تک بچھائے رکھتے اس ہاتھ سے عقد انامل یا اشارہ نہ کرتے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ يَدْعُوْا وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰی فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰی فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاَصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ اِبْهَامَهُ عَلٰی اَصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۴۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو کلمہ پڑھتے۔ ۱؎ تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں ران پر رکھتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر۔ ۲؎ اور اپنی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے اور اپنا انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے۔ ۳؎ اور بائیں ہتھیلی سے گھٹنا پکڑ لیتے۔ ۴؎ (مسلم)

(۸۴۷) ۱؎ یہاں دعا سے مراد کلمہ شہادت ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ عرفہ کے دن بہترین دعا کلمہ طیبہ ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب بیٹھتے تو التحیات پڑھتے اور کلمہ طیبہ پڑھتے۔خیال رہے کہ نماز میں جب بھی بیٹھنا پڑھے تب التحیات پڑھے لہٰذا اگر کوئی التحیات میں جماعت سے ملا اس کے ملتے ہی امام کھڑا ہوگیا تو یہ شخص پوری التّحیات ورسولہ تک پڑھ کر اُٹھے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۲؎ یہ پچھلی حدیث کی شرح ہے جس میں تھا کہ حضور قعدہ میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے تھے اس نے بتایا کہ ہاتھ رانوں پر

رکھتے انگلیوں کے کنارے گھٹنوں پر۔ ۳؎ یعنی انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر اشارہ فرماتے جیسا ہم احناف کا عمل ہے۔ ۴؎ اس طرح کہ بایاں گھٹنا بائیں ہتھیلی میں ایسے آ جاتا جیسے منہ میں لقمہ۔ خیال رہے کہ حضور کا یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے اور پہلی حدیث کا عمل بیان التحیات کے لیے تھا یعنی دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر بچھا دینا بہتر ہے تاکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رو رہیں اور بایاں گھٹنا بائیں ہاتھ سے پکڑ لینا جائز ہے لہٰذا نہ تو احادیث میں تعارض ہے اور نہ مسلمانوں کا عمل اس حدیث کے خلاف یہ بھی خیال رہے کہ یہ اشارہ صرف کلمہ شہادت پر تھا جو کلمہ ختم ہونے پر ختم ہو جاتا تھا، اوّل سے ہاتھ بچھا ہوتا پھر بعد میں بھی بچھا دیا جاتا تاکہ انگلیاں متوجہ قبلہ رہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ قِبَلَ عِبَادِهٖ السَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ السَّلَامُ عَلٰى مِيْكَائِيْلَ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ لَاتَقُوْلُوْا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَالسَّلَامُ فَاِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّهٗ اِذَا قَالَ ذٰلِكَ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَآءِ اَعْجَبَهٗ اِلَيْهِ فَيَدْعُوْهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۴۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے، فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے ۱؎ تو کہتے تھے ۲؎ اللہ کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو۔ ۳؎ جبریل پر سلام ہو، میکائیل پر سلام ہو، فلاں پر سلام ہو۔ ۴؎ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھرے تو اپنے چہرے سے ہم پر متوجہ ہوئے۔ ۵؎ اور فرمایا نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو، اللہ تو خود سلام ہے۔ ۶؎ جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو کہے۔ ۷؎ کہ اللہ کے لیے تحیتیں، نمازیں اور طیب کلمے ہیں۔ ۸؎ اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ۹؎ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ ۱۰؎ نمازی جب یہ کہے گا تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گا۔ ۱۱؎ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ۱۲؎ پھر جو دعا اسے پسند ہو، اختیار کرلے اور اس سے دعا مانگے۔ ۱۳؎ (مسلم بخاری)

(۸۴۸) ۱؎ اگر یہ واقعہ معراج سے پہلے کا ہے تب تو یہ مطلب ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے نماز پڑھتے تھے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ اس عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور اپنے اجتہاد سے بجائے التحیات یہ پڑھا کرتے تھے جب حضور معراج سے واپس ہوئے تب آپ نے اس التحیات کی تعلیم دی جو آگے آ رہی ہے یعنی لوگو! نماز تمہاری معراج ہے تو میں معراج میں ربّ سے جو گفتگو کر کے آیا، تم بھی نماز میں وہ ہی کیا کرو اور اگر معراج کے بعد کا واقعہ ہے تو مطلب یہ ہے کہ اوّلاً التحیات کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ صحابہ اپنے اجتہاد سے کچھ کلمے کہہ لیا کرتے تھے، ایک روز نماز سے فارغ ہو کر اس التحیات کی تعلیم دی۔ (مرقاۃ) ۲؎ نماز کے دونوں قعدوں میں ۳؎ یعنی ہم بندے بارگاہِ الٰہی میں نیازمندانہ سلام پیش کرتے ہیں، وہ سمجھتے یہ تھے کہ جیسے بادشاہوں کے دربار میں سلام کرنا دربار کا ادب ہے ایسے ہی بارگاہِ الٰہی میں سلام پیش کرنا وہاں کا ادب ہے۔ ۴؎ فلاں سے مراد باقی فرشتے ہیں یا خاص انبیائے کرام ۵؎

انصرف کے معنی یا یہ ہیں کہ آپ معراج سے واپس لوٹے تو ہم سب کے سامنے وعظ فرمایا یا یہ مطلب ہے کہ ایک دن نماز سے فارغ ہو کر یہ ارشاد فرمایا۔ (ازمرقات) ۶؎ یعنی سلام ایک قسم کی دعا ہے' یہ ربّ کے لائق نہیں' ربّ ہر عیب سے پاک' ہر آفت سے دُور ہے اور سب کوسلامت رکھنے والا ہے اسی لیے ایک دعا میں فرمایا گیا **اللھم انت السلام** الٰہی! تو سلامت رکھنے والا ہے۔ ۷؎ لیقل صیغہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ نماز میں التحیات واجب ہے **واذا جلس** کے عموم سے معلوم ہوا کہ نماز میں جب بھی بیٹھے' التحیات پڑھے خواہ امام کے تابع ہوکر بیٹھے یا خود اسے بیٹھنا ہو لہٰذا اگر کوئی امام کے ساتھ التحیات میں ملے اور اس کے بیٹھتے ہی امام کھڑا ہو جائے یا سلام پھیر دے تو التحیات پوری کر کے کھڑا ہو لہٰذا یہ حدیث احناف کے بہت سے مسائل کا ماخذ ہے جب التحیات واجب ہوئی تو اس کے رہ جانے پر سجدہ سہو واجب ہوا جیسا کہ واجبات نماز کا حکم ہے۔ ۸؎ ان تین کلموں کی شرحیں بہت ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ تحیۃ سے مراد قولی عبادات ہیں' صلوات سے مراد بدنی عبادات اور طیبات سے مراد مالی عبادتیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادتیں اللہ سے خاص ہیں چونکہ ان تینوں عبادتوں میں سے ہر ایک کی ہزارہا قسمیں ہیں۔ نیز ہر شخص کی عبادت علیحدہ ہے اس لیے ان تینوں کو جمع فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ تحیۃ کا لفظ جب بندے کے لیے استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے' ملاقات کے وقت کا کلام یا کام یونہی صلوات بندوں کے لیے بمعنی رحمتیں ہوتا ہے جیسے اُولٰٓئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوَاتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ ۔ ۹؎ اس جگہ مرقات نے فرمایا کہ معراج کی رات اوّل تین کلمے حضور نے بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے پھر **السلم علیك** الخ ربّ کی طرف سے حضور کو خطاب ہوا پھر **السلام علینا** الخ حضور نے جواباً عرض کیا پھر **اشهد** الخ جبریل امین نے عرض کیا چونکہ نماز بھی مسلمان کی معراج ہے اس لیے اسی میں سارے کلمات جمع کر دیئے گئے۔ نیز شیخ نے اشعۃ اللمعات میں امام غزالی نے احیاء العلوم میں ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا کہ **السلام علیك** پر ہر نمازی اپنے دل میں حضور کو حاضر جانے اور یہ جان کر سلام عرض کرے کہ میں حضور کو سلام کر رہا ہوں' حضور مجھے جواب دے رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ بعض عارفین کا ارشاد ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام موجودات بلکہ ممکنات میں ساری و طاری ہے اس لیے نماز میں بھی موجود ہے لہٰذا خطاب **السلام علیك** نہایت موزوں ہے یہی مضمون اہلِ حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی اپنی بعض کتب میں لکھا ہے اس سے مسئلہ حاضر و ناظر بخوبی واضح ہوگیا کیونکہ غائب کو غافل کو اور جو جواب نہ دے اس کو سلام کرنا منع ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو۔ ۱۰؎ یعنی زمین و آسمان میں غائب و حاضر گزشتہ موجودہ آئندہ سارے نیک بندوں پر سلام چونکہ وہ سب بندے سُن نہیں رہے ہیں اس لیے یہاں خطاب نہیں ہوا' نیک بندہ وہ ہے جو حق عبودیت ہے' ادا کرے اور اس پر قائم رہے۔ ۱۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ دعا وغیرہ میں سارے مومنوں کو شامل کرنا چاہیے تو انشاء اللہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ خیال رہے کہ یہاں گناہ گار بندوں کا ذکر نہیں آیا کیونکہ وہ **علینا** جمع کی ضمیر میں داخل کر لیے گئے' حضور اپنے گناہ گاروں کو اپنے دامن میں رکھتے ہیں۔ ۱۲؎ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی التحیات میں شہادتیں یونہی ادا فرماتے تھے۔ ۱۳؎ بہتر یہ ہے کہ اس موقع پر منقولی دعائیں خصوصاً جامع دعائیں مانگی جائیں جیسے **ربنا اتنا فی الدنیا** الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں درود ابراہیمی پڑھنا فرض نہیں' یہی حنفیوں کا قول ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔

وَعَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ قَالَ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ

(۸۴۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم التحیات ایسے ہی سکھاتے تھے

يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَكَانَ يَقُوْلُ اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّلَمْ اَجِدْ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ سَلَامٌ عَلَيْكَ وَسَلَامٌ عَلَيْنَا بِغَيْرِ اَلِفٍ وَّلَامٍ وَّلٰكِنْ رَّوَاهُ صَاحِبُ الْجَامِعِ عَنِ التِّرْمِذِيِّ۔

جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے۔ ۱؎ فرماتے تھے کہ برکت والی تحیتیں اور طیب نمازیں اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ۲؎ (مسلم) میں نے صحیحین میں اور صحیحین کے جامع میں سلام علیک اور سلام علینا بغیر الف لام کے نہ پایا لیکن اسے جامع والے نے ترمذی سے روایت کیا۔ ۳؎

(۸۴۹) ۱؎ یعنی جیسا اہتمام قرآن شریف کے سکھانے میں کرتے تھے، ویسا ہی التحیات کے سکھانے میں بھی اس سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ نماز میں التحیات واجب ہے۔ ۲؎ یہ حضرت ابن عباس کی التحیات ہے۔ امام شافعی نے اسی کو اختیار فرمایا، امام ابوحنیفہ و امام احمد ابن حنبل اور اکثر صحابہ و تابعین نے حضرت ابن مسعود کی التحیات کو لیا جو پہلے گزر چکی۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کی التحیات کی حدیث بہت صحیح ہے، مسند امام احمد ابن حنبل میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کو حکم دیا کہ اس التحیات کی سب کو تعلیم دو اور امام مالک کی التحیات وہ ہے جو سیدنا عمر فاروق سے مروی۔ التحیات لله الزکیات لله الطیبات لله سلام علیك ایها النبی الخ (اشعہ) ۳؎ یعنی صاحب مصابیح نے حضرت ابن عباس کی التحیات میں سلام بغیر الف لام کے نقل کیا مگر ایسی التحیات سوا ترمذی کے اور کہیں نہیں لہذا یہ حدیث صاحب مصابیح کو پہلی فصل میں نہیں لانی چاہیے تھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ وَّآئِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَ حَدَّ مِرْفَقَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَ قَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ اِصْبَعَهٗ فَرَاَيْتُهٗ يُحَرِّكُهَا يَدْعُوْ بِهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۸۵۰) روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ پھر حضور بیٹھے ۱؎ تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور اپنی داہنی کہنی اپنی داہنی ران پر دراز کی۔ ۲؎ دو انگلیاں بند کیں اور حلقہ بنایا ۳؎ پھر اپنی انگلی شریف اُٹھائی، میں نے آپ کو دیکھا کہ اسے ہلاتے تھے، اس سے اشارہ کرتے تھے۔ ۴؎ (ابوداؤد، دارمی)

(۸۵۰) ۱؎ یہ حدیث ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں وائل ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ شریف پر اس لیے حاضر ہوا کہ میں آپ کی نماز دیکھوں تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے قبلہ کو منہ کیا، تکبیر

کہی' کانوں تک ہاتھ اُٹھائے یہاں تک کہ آخر میں فرمایا پھر بیٹھے الخ۔ ۲؎ یعنی اپنے ہاتھ اِدھر اُدھر پھیلائے نہیں بلکہ ران کے مقابل رکھے' یہ مطلب نہیں کہ کہنیاں ران پر بچھا دیں۔ ۳؎ یعنی بیچ والی انگلی کا انگوٹھے سے حلقہ بنایا جیسا کہ ہم لوگوں کا عمل ہے۔ ۴؎ یہاں ہلانے سے مراد انگلی کا اُٹھانا اور گرانا ہے کیونکہ اس میں بھی انگلی کو حرکت ہوتی ہے لہٰذا یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ آپ انگلی نہیں ہلاتے تھے' یہ حدیث حنفیوں کے مخالف نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِاِصْبَعِهٖ اِذَا دَعَا وَلَا يُحَرِّكُهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ اَبُوْدَاوٗدَ وَلَا يُجَاوِزُ بَصَرُهٗ اِشَارَتَهٗ.

(۸۵۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے مگر اسے ہلاتے نہ تھے۔ ۱؎ (ابوداؤد' نسائی) ابوداؤد نے یہ زیادہ کیا کہ آپ کی نگاہ اشارے سے آگے نہ بڑھتی۔ ۲؎

(۸۵۱) ۱؎ یہ دعا سے مراد کلمہ شہادت ہے کیونکہ درود ربّ کی حمد و ثنا حضور کی نعت سب در پردہ دعائیں ہیں' فقیر کا غنی کے دروازے پر آ کر کہنا آپ بڑے سخی ہیں' داتا ہیں' در پردہ مانگنا ہی ہے۔ نہ ہلانے کا مطلب یہ ہے کہ انگلی اُٹھا کر اسے ہلاتے نہ تھے۔ ۲؎ یعنی بوقت اشارہ آپ اپنی انگلی کو دیکھتے تھے۔ خیال رہے کہ نماز کی نشست میں نگاہ گود میں چاہیے لیکن گود میں نگاہ ہوتے ہوئے انگلی بخوبی نظر آ جاتی ہے۔ راوی کا مطلب یہ ہے کہ آپ اشارہ کے وقت آسمان یا سجدہ گاہ نہ دیکھتے تھے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ يَدْعُوْا بِاِصْبَعَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِّدْ اَحِّدْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَالدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ.

(۸۵۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کرتا تھا۔ ۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سے کرو' ایک سے کرو۔ ۲؎ (ترمذی' نسائی بیہقی' دعوات کبیر)

(۸۵۲) ۱؎ یہ اشارہ کرنے والے صاحب حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں جیسا کہ ابوداؤد اور نسائی کی روایات میں ہے اور دو انگلیوں سے مراد داہنے یا بائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلیاں ہیں نہ کہ ایک ہاتھ کی دو انگلیاں جیسا کہ مرقاۃ اور اشعہ وغیرہ میں ہے۔ ۲؎ یعنی داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرو' بائیں ہاتھ کی کوئی انگلی نہ اُٹھاؤ۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّجْلِسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلٰى يَدِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ نَهٰى اَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدَيْهِ اِذَا نَهَضَ فِي الصَّلٰوةِ.

(۸۵۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ کوئی نماز میں اپنے ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھے۔ ۱؎ (احمد' ابوداؤد) اسی کی ایک روایت میں ہے اس سے منع فرمایا کہ دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگائے جب نماز میں اُٹھے۔ ۲؎

(۸۵۳) ۱؎ یعنی نماز میں اپنی طاقت سے بیٹھنا چاہیے' زمین یا گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا اور اس پر جسم کا بوجھ ڈالنا منع ہے اس حالت میں ہاتھ ڈھیلے رہیں۔ ۲؎ یعنی سجدے سے اُٹھتے وقت ہاتھوں پر ٹیک لگانا منع ہے بلکہ گھٹنوں اور رانوں پر زور دے کر اُٹھے' یہ حدیث

احناف کی دلیل ہے کہ دوسری اور چوتھی رکعت میں جلسہ استراحت نہ کیا جائے کیونکہ اس صورت میں ہاتھوں پر ضرور ٹیک لگانا پڑتی ہے جن روایتوں میں اس نشست کا ثبوت ہے وہاں بڑھاپے یا بیماری کی مجبوریاں مراد ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَاَنَّهٗ عَلَى الرَّضْفِ حَتّٰى يَقُوْمَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۸۵۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو پہلی رکعتوں میں ایسے ہوتے تھے گویا آپ گرم پتھر پر ہیں حتیٰ کہ کھڑے ہوتے۔ ١

(ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۸۵۴) ١ یعنی تین یا چار رکعت والے فرائض میں آپ قعدہ میں زیادہ دیر نہ لگاتے بلکہ صرف التحیات پڑھ کر کھڑے ہو جاتے' گرم پتھر ہونے سے مراد جلدی اُٹھنا ہے اس کے سوا اور جو توجیہیں کی گئی ہیں' باطل ہیں۔ عربی میں رضف اس گرم پتھر کو کہتے ہیں جو دودھ گرم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ سَاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ. (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۸۵۵) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو التحیات ایسے سکھاتے تھے جیسے ہم کو قرآن کی سورۃ سکھاتے۔ ١ اللہ کے نام سے اور اللہ سے تحیتیں پاک نمازیں اللہ کے لیے ہیں۔ ٢ اے نبی آپ پر سلام ہو۔ ٣ اور اللہ کی رحمت اس کی برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو' میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے بندے و رسول ہیں۔ ٤ اللہ سے جنت مانگتا ہوں آگ سے ربّ کی پناہ۔ (نسائی)

(۸۵۵) ١ یعنی جیسے قرآن کی ایک ایک آیت مختلف الفاظ اور مختلف قرأتوں سے سکھاتے' ایسے ہی ہمیں التحیات مختلف الفاظ سے سکھاتے تھے۔ (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ جیسے قرآن شریف کی سات قرأتیں متواتر ہیں اور باقی قرأتیں شاذ ایسے ہی التحیات کی مختلف عبارتیں ہیں جو مختلف صحابہ سے منقول ہیں اور جیسے اب قرآن شریف صرف ایک قرأت سے ہی پڑھنا چاہیے ورنہ فتنہ ہوگا' ایسے ہی اب التحیات صرف ایک ہی عبارت سے پڑھنی چاہیے۔ ٢ نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ التحیات میں بسم اللہ کی زیادتی صرف حضرت جابر کی اس روایت سے ہی ثابت ہے اور کسی روایت میں نہیں ہے۔ حضرت جابر کی یہ حدیث صحیح نہیں۔ ٣ التحیات کی مختلف عبارتیں احادیث میں منقول ہیں لیکن ہر عبارت میں حضور کو خطاب کر کے حضور کو سلام کیا گیا ہے' مرقات نے فرمایا نماز میں حضور سے خطاب اور کلام حضور کی خصوصیت ہے اگر کسی اور کو غائبانہ یا حاضرانہ سلام کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بحالت نماز حضور پکاریں تو اس پر واجب ہے کہ اسی حالت میں بارگاہ اقدس میں حاضر ہو جو حکم ملے اس کی تعمیل کرے اس

کے باوجود نماز ہی میں ہوگا کہ جب انہیں سلام کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی تو ان سے بات کرنے' ان کی خدمت کرنے سے بھی نہیں ٹوٹے گی اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔ ۴؎ اس میں تجدید ایمان ہے' ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتا رہے بلکہ سوتے وقت توبہ کر کے تجدید ایمان کر کے سویا کرے۔

وَعَنْ نَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَاَشَارَ بِاَصْبَعِهٖ وَاَتْبَعَهَا بَصَرَهٗ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهِيَ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنَ الْحَدِيْدِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۸۵۶) روایت ہے حضرت نافع سے' فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے' اپنی نگاہ اس پر لگاتے۔ ۱؎ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شیطان پر لوہے سے زیادہ گراں ہے یعنی یہ انگلی۔ ۲؎ (احمد)

(۸۵۶) ۱؎ یعنی آپ نماز کے قعدہ میں تین کام کرتے تھے' رانوں پر ہاتھ رکھنا اس طرح کہ ا‌نگلیوں کے کنارے گھٹنوں تک پہنچ جائیں' کلمہ شہادت کے وقت داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرنا۔ اشارے کے وقت نگاہ انگلی پر رکھنا اس کی توجیہیں پہلے ہو چکی ہیں۔ ۲؎ یعنی جیسے نیزہ بھالا لگنے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے اس سے زیادہ تکلیف شیطان کو اس اشارے سے ہوتی ہے اس کی برکت سے شیطان اسے بہکانے سے مایوس ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ بعض حنفی بزرگوں نے اس اشارے کا انکار کیا ہے جیسے حضرت مجدد صاحب قدس سرہ مگر ان کے انکار کی وجہ صرف یہ ہوسکتی ہے کہ ان کو ان احادیث کی صحت نہ پہنچی ہو۔ حق یہ ہے کہ اشارہ سنت ہے اور ان بزرگوں پر کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كَانَ يَقُوْلُ مِنَ السُّنَّةِ اِخْفَاءُ التَّشَهُّدِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

(۸۵۷) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے' فرماتے ہیں ۱؎ کہ التحیات آہستہ کہنا سنت ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۸۵۷) ۱؎ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ صحابہ کرام کے وہ اقوال جو قیاس سے وراء ہیں مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ التحیات آہستہ پڑھنا ضروری ہے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَفَضْلِهَا — نبی ﷺ پر درود پڑھنے اور اسکی فضیلت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

صلوٰۃ کے معنی ہیں' رحمت یا طلب رحمت جب اس کا فاعل رب ہو تو بمعنی رحمت ہوتی ہے اور فاعل جب بندے ہوں تو بمعنی طلب رحمت' درود شریف کے فضائل ہماری شمار سے باہر ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہر مسلمان پر عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض اور ہر مجلس میں جہاں بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف لیا جائے' ایک بار واجب ہے اور ہر بار مستحب۔ نماز کے قعدے میں درود شریف امام شافعی کے ہاں فرض ہے' احناف اور دیگر ائمہ کے ہاں سنت مؤکدہ یا واجب' درود شریف صرف نبی یا فرشتوں پر ہوسکتا ہے' غیر نبی پر نبی

کے تابع ہو کر درود جائز بالاستقلال مکروہ۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ لَقِیَنِیْ کَعْبُ بْنُ عُجْرَۃَ فَقَالَ اَلَا اُھْدِیَ لَکَ ھَدِیَّۃً سَمِعْتُھَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰی فَاَھْدِھَا لِیْ فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ اِلَّا اَنَّ مُسْلِمًا لَّمْ یَذْکُرْ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ فِی الْمَوْضِعَیْنِ۔

(۸۵۸) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت کعب ابن عجرہ ملے۔ ۲؎ تو بولے کہ کیا میں تمہیں وہ ہدیہ نہ دوں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' میں نے کہا ہاں وہ ہدیہ مجھے ضرور دیں۔ ۳؎ تو فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' عرض کیا یارسول اللہ! آپ کے اہلِ بیت پر درود کیا ہے' اللہ نے یہ تو ہمیں سکھا دیا کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں۔ ۴؎ فرمایا یوں کہو اے اللہ! محمد اور آلِ محمد پر رحمتیں بھیج۔ ۵؎ جیسے حضرت ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمتیں کیں بے شک تو حمد و بزرگی والا ہے۔ ۶؎ اے اللہ! حضور محمد و آلِ محمد پر ایسی ہی برکتیں بھیج جیسی برکتیں حضرت ابراہیم و آلِ ابراہیم پر اُتاریں۔ ۷؎ بے شک تو حمد و بزرگی والا ہے۔ ۸؎ (مسلم و بخاری) مگر مسلم نے دونوں جگہ آلِ ابراہیم کا ذکر نہ کیا۔

(۸۵۸) ۱؎ آپ انصاری ہیں' تابعی ہیں' مدنی ہیں' ایک سو بیس صحابہ سے ملاقات کی' خلافتِ فاروقی میں عمر فاروق کی شہادت سے چھ سال پہلے پیدا ہوئے' آپ کے والد صحابی ہیں' غزوۂ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ۲؎ آپ صحابی ہیں' بیعت رضوان میں موجود تھے' کوفہ میں قیام رہا' ۷۵ سال عمر ہوئی۔ ۵۱ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ ۳؎ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور کی احادیث کو بیش قیمت ہدیہ اور بے بہا اسلامی تحفہ سمجھتے تھے اور نعمت لایزال سمجھ کر اسے سنتے سناتے تھے۔ ۴؎ یعنی جب آیت کریمہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۳۳:۵۶) اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (کنزالایمان) اُتری تو ہم نے حضور سے دریافت کیا کہ ربّ نے ہم کو صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا' ہمیں التحیات میں آپ کو سلام کرنا تو آ گیا مگر صلوٰۃ کیسے عرض کریں۔ خیال رہے کہ یہاں سلام سے مراد التحیات کا سلام ہے اسی لیے مسلم شریف نے اس حدیث کے لیے یہ باب مقرر کیا۔ باب کیف الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پر اور ہمارے اہلِ بیت پر درود بھیجو تب صحابہ نے یہ سوال کیا۔ ۵؎ آل اہل سے بنا بمعنی "والا" جیسے وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (۲:۴۹) اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی (کنزالایمان) یا حضور کی بیویاں ہیں۔ قرآنِ کریم نے بیویوں کو اہلِ بیت فرمایا ہے۔ اِذْ قَالَ لِاَھْلِهِ امْکُثُوْا یا حضور کی ساری اولاد ہے یعنی آپ کے چاروں بیٹے اور چاروں بیٹیاں اور تاقیامت فاطمۃ الزہرا کی نسل یا تمام بنی ہاشم جن پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور کی ساری ازواج اور اولاد آپ کی آل ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب شانِ حبیب الرحمٰن اور فہرست القرآن دیکھو۔ ۶؎ یہاں تشبیہ شہرت کی بناء پر ہے ورنہ حضور اور حضور کی صلوٰۃ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی صلوٰۃ سے افضل ہے چونکہ

ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے حضور کے لیے دعائیں مانگیں۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا (۲؍۱۲۹) اس کے شکریے میں ہم لوگ ہر نماز میں ابراہیم علیہ السلام کو دعائیں دیتے ہیں۔ ۷؎ یعنی جیسی عزت اور بزرگی ابراہیم علیہ السلام کو دی ایسی ہمارے حضور کو بھی دے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہزارہا انبیاء ہوئے تو حضور کی اولاد میں لاکھوں اولیاء اللہ ہوں۔ ۸؎ خیال رہے کہ یہ درود ابراہیمی ہے نماز میں صرف یہی پڑھا جائے گا اور درود نہیں مگر نماز کے علاوہ یہ درود غیر مکمل ہوگا کیونکہ اس میں سلام نہیں اور قرآنِ کریم نے صلوٰۃ و اسلام دونوں کا حکم دیا لہٰذا خارج نماز وہ درود پڑھو جس میں صلوٰۃ وسلام دونوں ہوں' نماز میں چونکہ التحیات میں سلام آ چکا ہے اس لیے یہاں سلام نہ آنا مضر نہیں۔ بعض لوگ اس حدیث کی بناء پر کہتے ہیں کہ درود ابراہیمی کے سوا اور کوئی درود جائز نہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ تمام صحابہ محدثین' فقہاء یوں کہتے ہیں قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہ درودِ ابراہیمی کے علاوہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ حُمَيْدِ ؓ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۵۹) روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے' فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ ۱؎ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہو اے اللہ! حضور محمد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر ویسی ہی رحمتیں بھیج جیسی آلِ ابراہیم پر بھیجیں اور حضور محمد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر یوں ہی برکتیں نازل کر جیسے آلِ ابراہیم پر اُتاریں تو حمد و بزرگی والا ہے۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۸۵۹) ۱؎ یہاں بھی سوال نماز کے بارے میں ہے جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔ درودِ ابراہیمی صرف نماز کے لیے ہے۔ ۲؎ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی گویا تفسیر ہے اس نے بتایا کہ آلِ محمد میں حضور کی بیویاں' اولاد سب داخل ہیں' بیویاں اہلِ بیت سکونت ہیں اور اولاد اہلِ بیت ولادت قرآنِ کریم نے عمران کی بیوی حنہ اور ان کی بیٹی حضرت مریم کو آلِ عمران فرمایا۔ خیال رہے کہ ذریت ساری نسل کو کہا جاتا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بیٹی کی اولاد ذریت نہیں سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی بیٹی کی اولاد آپ کی ذریت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۶۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اس پر اللہ دس رحمتیں کرے گا۔ ۱؎ (مسلم)

(۸۶۰) ۱؎ اس حدیث کی تائید قرآنِ کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (۶؍۱۶۰) اسلام میں ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے۔ خیال رہے کہ بندہ اپنی حیثیت کے لائق درود شریف پڑھتا ہے مگر ربّ تعالیٰ اپنی شان کے لائق اس پر رحمتیں اُتارتا ہے جو بندے کے خیال و گمان سے وراء ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَشْرُ صَلَوٰتٍ وَّحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

(۸۶۱) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا' اللہ اس پر دس رحمتیں کرے گا اور اس کے دس گناہ معاف کیے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کیے جائیں گے۔ [1] (نسائی)

(۸۶۱) [1] یعنی ایک درود میں تین فائدے ہیں' دس رحمتیں' دس گناہوں کی معافی اور دس درجوں کی بلندی' مبارک ہیں وہ لوگ جن کی زبان ہر وقت درودشریف سے ہلتی رہے' درودشریف ہر دعا کی قبولیت کی شرط ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۸۶۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت میں مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا۔ [1] (ترمذی)

(۸۶۲) [1] قیامت میں سب سے آرام میں وہ ہوگا جو حضور کے ساتھ رہے اور حضور کی ہمراہی نصیب ہونے کا ذریعہ درودشریف کی کثرت ہے اس سے معلوم ہوا کہ درودشریف بہترین نیکی ہے کہ تمام نیکیوں سے جنت ملتی ہے اور اس سے بزم جنت کے دولہا صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۸۶۳) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں سیروسیاحت کرتے ہیں جو میری اُمت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ [1] (نسائی' دارمی)

(۸۶۳) [1] یعنی ان فرشتوں کی یہی ڈیوٹی ہے کہ وہ آستانہ عالیہ تک اُمت کا سلام پہنچایا کریں یہاں چند باتیں قابلِ خیال ہیں۔ایک یہ کہ فرشتے کے درود پہنچانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور بنفس نفیس ہر ایک کا درود نہ سنتے ہوں۔حق یہ ہے کہ سرکار ہر دور و قریب کے درودخواں کا درود سنتے بھی ہیں اور درودخواں کی عزت افزائی کے لیے فرشتے بھی بارگاہِ عالی میں درود پہنچاتے ہیں تاکہ درود کی برکت سے ہم گناہ گاروں کا نام آستانہ عالیہ میں فرشتہ کی زبان سے ادا ہو۔سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی تو حضور ہم گناہ گاروں کی فریاد کیوں نہ سنیں گے۔دیکھو ربّ تعالیٰ ہمارے اعمال دیکھتا ہے پھر بھی اس کی بارگاہ میں فرشتے اعمال پیش کرتے ہیں۔دوسرے یہ کہ یہ فرشتے ایسے تیز رفتار ہیں کہ اِدھر اُمتی کے منہ سے درود نکلا' اُدھر انہوں نے سبز گنبد میں پیش کیا اگر کوئی ایک مجلس میں ہزار بار درودشریف پڑھیں تو یہ فرشتہ ان کے اور مدینہ طیبہ کے ہزاروں چکر لگائے گا۔یہ نہ ہوگا کہ دن بھر کے درود تھیلے میں جمع کرکے ڈاک کی طرح شام کو وہاں پہنچائے جیسا کہ اس زمانے کے بعض جہلاء نے سمجھا۔تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو

حضورِ انور کا خدام آستانہ بنایا ہے۔حضورِ انور کے خدمت گار ان فرشتوں کا سا رُتبہ رکھتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّارَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالْبَیْهِقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ۔

(۸۶۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر کوئی شخص سلام نہیں بھیجتا مگر اللہ مجھ پر میری روح لوٹا تا ہے حتیٰ کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ ۱؎

(ابوداؤد' بیہقی) دعوات کبیر

(۸۶۴) ۱؎ یہاں روح سے مراد توجہ ہے نہ وہ جان جس سے زندگی قائم ہے حضور تو بحیات دائمی زندہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ میں ویسے تو بے جان رہتا ہوں' کسی کے درود پڑھنے پر زندہ ہو کر جواب دیتا رہتا ہوں ورنہ ہر آن حضور پر لاکھوں درود پڑھے جاتے ہیں تو لازم آئے گا کہ ہر آن لاکھوں بار آپ کی روح نکلتی اور داخل ہوتی رہے۔خیال رہے کہ حضور ایک آن میں بے شمار درود خوانوں کی طرف یکساں توجہ رکھتے ہیں' سب کے سلام کا جواب دیتے ہیں جیسے سورج بیک وقت سارے عالم پر توجہ کر لیتا ہے' ایسے آسمان نبوت کے سورج ایک وقت میں سب کا درود و سلام سُن بھی لیتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں لیکن اس میں آپ کو کوئی تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی کیوں نہ ہو کہ مظہر ذات کبریا ہیں' ربّ تعالٰی بیک وقت سب کی دعائیں سنتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاتَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْراً وَّلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَّصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ۔(رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ)

(۸۶۵) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اپنے گھر قبور نہ بناؤ۔ ۱؎ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ ۲؎ اور مجھ پر درود بھیجا کرو کہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے' تم جہاں بھی ہو۔ ۳؎ (نسائی)

(۸۶۵) ۱؎ یعنی گھروں میں مردے دفن نہ کرو' باہر جنگل میں دفن کرو' اپنے گھر میں دفن ہونا حضور کی خصوصیت ہے یا اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح اللہ کے ذکر سے خالی مت رکھو بلکہ فرائض مسجدوں میں ادا کرو اور نوافل گھر میں۔ ۲؎ یعنی جیسے عیدگاہ میں سال میں صرف دو بار جاتے ہیں' ایسے میرے مزار پر نہ آؤ بلکہ اکثر حاضری دیا کرو یا جیسے عید کے دن کھیل کود کے لیے میلوں میں جاتے ہیں' ایسے تم ہمارے روضہ پر بے ادبی سے نہ آیا کرو بلکہ باادب رہا کرو۔ ۳؎ مرقات نے یہاں فرمایا کہ ارواح قدسیہ بدن سے نکل کر ملائکہ کی طرح ہو جاتی ہیں کہ وہ سارے عالم کو کف دست کی طرح دیکھتی ہیں اور ان کے لیے کوئی شے حجاب نہیں رہتی۔یہی مضمون کچھ فرق کے ساتھ اشعۃ اللمعات نے بھی بیان فرمایا لہٰذا اس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ تم جہاں بھی' تمہارے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے جب آج بجلی کی طاقت سے وائرلیس اور ریڈیو کے ذریعے لاکھوں میل کی آواز سُن لی جاتی ہے تو اگر طاقت نبوت سے درود کی آواز سُن لی جائے تو کیا بعید ہے۔یعقوب علیہ السلام نے صدہا میل سے پیراہن یوسف علیہ السلام کی خوشبو پائی۔سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی حالانکہ آج تک کوئی طاقت چیونٹی کی آواز نہ سنا سکی تو ہمارے حضور بھی درود خوانوں کی آواز ضرور سنتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

(۸۶۶) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَلَهٗ وَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ اَوْاَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

علیہ وسلم نے کہ اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ پڑھے۔ ۱؎ اس کی ناک گرد آلود ہو جس پر رمضان آئے پھر اس کی بخشش سے پہلے گزر جائے اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے اس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک بڑھاپا پائے اور اسے جنت میں نہ پہنچائیں۔ ۲؎ (ترمذی)

(۸۶۶) ۱؎ یعنی ایسا مسلمان خوار و ذلیل ہو جائے جو میرا نام سن کر درود نہ پڑھے' عربی میں اس بددعا سے مراد اظہارِ ناراضی ہوتا ہے حقیقۃً بددعا مراد نہیں ہوتی اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگر چند بار حضور کا نام شریف آئے تو ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کیونکہ رغم انف ہلکا کلمہ ہے جس سے درود کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے نہ کہ وجوب۔ مطلب یہ ہے کہ جو بلامحنت دس رحمتیں' دس درجے' دس معافیاں حاصل نہ کرے' بڑا بے وقوف ہے۔ ۲؎ یعنی وہ مسلمان بھی ذلیل و خوار ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کا احترام اور اس میں عبادات کر کے گناہ نہ بخشوائے یونہی وہ بھی خوار ہو جس نے جوانی میں ماں باپ کا بڑھاپا پایا پھر ان کی خدمت کر کے جنتی نہ ہوا۔ بڑھاپے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بڑھاپے میں اولاد کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت کی دعا اولاد کا بیڑا پار کر دیتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ تینوں چیزیں مسلمان کے لیے مفید ہیں' کافر کسی نیکی سے جنتی نہیں ہو سکتا۔ ہاں بعض نیکیوں کی وجہ سے اسے ایمان لانے کی توفیق مل جاتی ہے اور بعض کی برکت سے اس کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّالْبِشْرُ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّهٗ جَآءَنِيْ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ اَمَا يُرْضِيْكَ يَامُحَمَّدُ اَنْ لَّايُصَلِّيَ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّاصَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَّلَايُسَلِّمُ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّاسَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا.

(رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۸۶۷) روایت ہے حضرت ابوطلحہ سے ۱؎ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خوشی آپ کے چہرۂ انور میں تھی۔ فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل آئے' عرض کیا کہ آپ کا ربّ فرماتا ہے' اے محمد! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا کوئی اُمتی تم پر ایک بار درود نہ بھیجے مگر میں اس پر دس رحمتیں کروں اور آپ کا کوئی اُمتی آپ پر سلام نہ بھیجے مگر میں اس پر دس سلام بھیجوں گا۔ ۲؎ (نسائی' دارمی) ۳؎

(۸۶۷) ۱؎ آپ کا نام سہل ابن زید ہے' حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں' آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے۔ ۲؎ ربّ کے سلام بھیجنے سے مراد یا تو بذریعہ ملائکہ اسے سلام کہلواتا ہے یا آفتوں اور مصیبتوں سے سلامت رکھنا حضور کو یہ خوشخبری اس لیے دی گئی کہ آپ کو اپنی اُمت کی راحت سے بہت خوشی ہوتی ہے جیسے کہ اپنی اُمت کی تکلیف سے غم ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس آیت کی مؤید ہے۔ ولسوف یعطیك ربك فترضٰی (۹۳:۵) اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا ربّ تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ ۳؎ اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں' حاکم نے مستدرک میں' ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور احمد نے بھی روایت کیا' روایت حاکم کے اخیر میں ہے کہ اس پر میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلٰوتِيْ فَقَالَ مَاشِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَخَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌلَّكَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌلَّكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلٰوتِيْ كُلَّهَا قَالَ اِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَ يُكَفِّرُ لَكَ ذَنْبَكَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۸۶۸) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ پر بہت درود پڑھتا ہوں تو درود کتنا مقرر کروں۔ ۱؎ فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے کہا چہارم فرمایا جتنا چاہو اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا آدھا فرمایا جتنا چاہو اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا دو تہائی تو فرمایا جتنا چاہو لیکن اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ ۲؎ میں نے کہا میں سارا درود ہی پڑھوں گا۔ ۳؎ فرمایا تب تو تمہارے غموں کو کافی ہوگا اور تمہارے گناہ مٹا دے گا۔ ۴؎ (ترمذی)

(۸۶۸) ۱؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ سے مراد دعائیں ہیں' منشاء سوال یہ ہے کہ میرے لیے حد مقرر فرما دی جائے کہ اپنے تمام درود وظیفوں میں درود کتنا پڑھوں اور باقی اذکار دعائیں کتنی۔ ۲؎ یعنی زیادتی درود نفل ہے' نفل میں معین کرنے کا حق بندے کو ہوتا ہے۔ راوی کے چہارم یا نصف فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام درود' وظیفوں کا تہائی یا آدھا درود پڑھوں باقی میں سارے وظیفے۔ جواب ملا کہ درود جتنا بڑھا اتنا ہی بہتر ہے۔ ۳؎ یعنی سارے درود وظیفے دعائیں چھوڑ دوں گا' سب کی بجائے درود ہی پڑھوں گا کیونکہ اپنے لیے دعائیں مانگنے سے بہتر یہ ہے کہ ہر وقت آپ کو دعائیں دیا کروں۔ ۴؎ یعنی اگر تم نے ایسا کرلیا تو تمہاری دین و دنیا دونوں سنبھل جائیں گی' دنیا میں رنج و غم دفع ہوں گے۔ آخرت میں گناہوں کی معافی ہوگی اس بناء پر علماء فرماتے ہیں کہ جو تمام دعائیں وظیفے چھوڑ کر ہمیشہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تو اسے بغیر مانگے سب کچھ ملے گا اور دین و دنیا کی مشکلیں خود بخود حل ہوں گی۔ ان احادیث سے پتا لگا کہ حضور پر درود پڑھنا درحقیقت ربّ سے اپنے لیے بھیک مانگنا ہے' ہمارے بھکاری ہمارے بچوں کو دعائیں دے کر ہم سے مانگتے ہیں' ہم ربّ کے بھکاری ہیں اس کے حبیب کو دعائیں دے کر اس سے بھیک مانگیں' ہمارے درود سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھلا نہیں ہوتا بلکہ ہمارا اپنا بھلا ہوتا ہے اس تقریر سے چکڑالویوں کا وہ اعتراض بھی اُٹھ گیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت رحمتوں کی بارش ہورہی ہے تو ان کے لیے دعائے رحمت کرنے سے فائدہ کیا؟ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ مجھے عبدالوہاب متقی جب بھی مدینہ سے وداع کرتے تو فرماتے کہ سفر میں فرائض کے بعد درود سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں اپنے سارے اوقات درود میں گھیرو اور اپنے کو درود کے رنگ میں رنگ لو۔

وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اِذَا

(۸۶۹) روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبید سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی پھر کہا الٰہی! مجھے بخش دے اور رحم کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے نمازی! تو نے جلدی کی

صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهٗ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى رَجُلٌ اٰخَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا الْمُصَلِّي ادْعُ تُجَبْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ نَحْوَهٗ.

جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ کی حمد کر جس کے وہ لائق ہے اور مجھ پر درود بھیج پھر دعا کر۔ ۲؎ فرماتے ہیں اس کے بعد دوسرے شخص نے نماز پڑھی پھر اللہ کی حمد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے نمازی! مانگ قبول ہوگی۔ ۳؎ (ترمذی) ابوداؤد و نسائی نے اس کی مثل روایت کی۔ ۴؎

(۸۶۹) ۱؎ آپ صحابی انصاری اوسی ہیں' کنیت ابومحمد ہے' غزوۂ احد وخیبر میں حاضر رہے' بیعت رضوان میں شریک تھے' دمشق میں قیام رہا' امیر معاویہ کی طرف سے وہاں کے قاضی رہے' ۵۳ھ میں وہیں فات پائی۔ ۲؎ کیونکہ ربّ دینے والا ہے اور اس کے حبیب دلوانے والے اور بانٹنے والے یا یوں کہو کہ ربّ سے مانگنا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگنا ہے لہٰذا حمد وصلوٰۃ کے بعد مانگو۔ ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی دعا بغیر حمد وصلوٰۃ قبول نہیں ہوتی' یہ دونوں قبول دعا کی شرطیں ہیں۔ ۴؎ ایسے ہی اسے ابن خزیمہ حاکم اور ابن حبان نے نقل کیا' ترمذی نے اسے صحیح کہا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ مَعَهٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَاْتُ بِالثَّنَآءِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ.(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۸۷۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر آپ کے ساتھ تھے۔ ۱؎ جب میں بیٹھا تو اللہ کی حمد سے ابتدا کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پھر میں نے اپنے لیے دعا کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مانگ لے' دیا جائے گا' مانگ لے' دیا جائے گا۔۲؎ (ترمذی)

(۸۷۰) ۱؎ یعنی یہ حضرات نماز سے فارغ ہوکر مسجد میں ہی تشریف فرما تھے' میں نوافل وغیرہ پڑھ رہا تھا کیونکہ حضرت ابن مسعود علیحدہ فرض نہیں پڑھتے تھے' جماعت سے پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز کے بعد مسجد میں کچھ ٹھہرنا سنت ہے۔ ۲؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے کہ ایک یہ کہ نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے' دوسرے یہ کہ دعا میں ترتیب یہ چاہیے کہ پہلے حمد الٰہی کرے پھر درود شریف پڑھے پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے پھر دعا مانگے۔ شامی نے فرمایا کہ دورانِ دعا میں بار بار درود شریف پڑھتا رہے' درودوں سے بھری ہوئی دعا انشاء اللہ رد نہیں ہوتی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْاَوْفٰى

(۸۷۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے پسند ہو کہ اس کو پوری ناپ

اِذَا صَلّٰى عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ ذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

ملے۔ ۱؎ تو جب ہم اہلِ بیت پر درود پڑھے تو کہے الٰہی اُمی نبی حضور محمد پر ۲؎ اور مسلمانوں کی ماؤں یعنی حضور کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر اور اہلِ بیت پر۔ ۳؎ رحمت بھیج جیسے آلِ ابراہیم پر تو نے رحمت بھیجی۔ ۴؎ تو حمد و بزرگی والا ہے۔ (ابوداؤد)

(۸۷۱) ۱؎ یعنی درود کا پورا ثواب ملے اور دعا پورے طور پر قبول ہو۔ نیز ہر مراد حاصل ہو۔ ۲؎ حضور نبی بھی ہیں اور اُمی بھی۔ نبی کے معنی ہیں غیب کی خبر دینے والا یا اُمت کی خبر رکھنے والا یا بے کسوں کی خبر لینے والا یا شان والا۔ یہ لفظ نَبَاءٌ سے بنا' یا نُبُوَّۃٌ سے شریعت میں نبی وہ انسان ہے جس پر وحی کی جائے' تبلیغ کا حکم ہو یا نہ ہو' رسول وہ ہیں جن پر وحی بھی ہو اور تبلیغ کا حکم بھی۔ اُمی اُم کی طرف منسوب ہے بمعنی ماں یا اصل حضور کے اُمی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ اُم القریٰ یعنی مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں' مکہ معظمہ ساری زمین کی اصل ہے لہٰذا اُم القریٰ کہلاتا ہے یا یہ کہ آپ بغیر کسی سے سیکھے شکم مادر سے عالم عارف باللہ پیدا ہوئے یا یہ کہ آپ اُم الکتاب یعنی لوحِ محفوظ کے عالم و حافظ ہیں' آپ بڑی شان دار ماں کے فرزند ہیں کہ آمنہ خاتون جیسی ماں نہ کوئی ہوئی نہ ہو' رضی اللہ عنہا سیدنا آمنہ خاتون کے فضائل ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اوّل میں دیکھو۔ ۳؎ یہ عطف تفسیری ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کی بیویاں اور اولاد ہی تو اہلِ بیت ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ساری بیویاں عزت و احترام اور نکاح کی حرمت کے لحاظ سے مسلمانوں کی مائیں ہیں اگرچہ ان سے پردہ واجب' ان کی میراث کا استحقاق نہیں' ان کی اولاد سے اُمت کا نکاح جائز یعنی وہ بہنیں نہیں۔ ۴؎ آلِ ابراہیم میں حضور بھی داخل ہیں لہٰذا اس کلمے میں بھی حضور پر درود ہوا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِيْلُ الَّذِيْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَّقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ۔

(۸۷۲) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا کنجوس وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو' وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی) ۱؎ احمد نے حسین سے روایت کی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ۲؎

(۸۷۲) ۱؎ کیونکہ درود میں کچھ خرچ تو ہوتا نہیں اور ثواب بہت مل جاتا ہے اس ثواب سے محرومی بڑی ہی بدنصیبی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بھی حضور کا نام سنے یا پڑھے تو درود شریف ضرور پڑھے کہ یہ مستحب ہے۔ ۲؎ یعنی چند اسنادوں سے مروی ہے۔ بعض اسناد میں حسن ہے' بعض میں صحیح بعض میں غریب۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهٗ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۸۷۳) ۱؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا' میں سنوں گا اور جو دُور سے مجھ پر درود پڑھے گا' مجھے پہنچایا جائے گا۔ ۱؎ (بیہقی شعب الایمان)

(۸۷۳) ۱؎ یعنی روضۂ اطہر پر درود پڑھنے والا کا درود بلاواسطہ سنتا ہوں اور دُور سے پڑھنے والے کا درود سنتا بھی ہوں اور پہنچایا بھی جاتا ہے کیونکہ یہاں دُور کا درود سننے کی نفی نہیں۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ محبت والا درود خواں دُور بھی ہوتو روضۂ پاک سے قریب ہے اور محبت سے خالی قریب بھی ہوتب بھی دوران کے ہاں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دلی قرب والوں کا درود میں خود محبت سے سنتا ہوں' خشکوں کا درود فرشتے ڈیوٹی ادا کرنے کے لیے پہنچا تو دیتے ہیں مگر میں توجہ سے سنتا نہیں اس ہی مضمون کی ایک حدیث دلائل الخیرات شریف کے مقدمہ میں ہے جس میں فرمایا **اسمع صلوٰۃ اهل محبتی** الخ اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے ورنہ جومحبوب ہزارہا من مٹی کے حجاب سے درود سُن لے' وہ دُور سے درود کیوں نہ سنے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۸۷۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے گا تو اس پر اللہ اور فرشتے ستر بار درود بھیجیں گے۔ (احمد)۱؎

(۸۷۴) ۱؎ یہاں جمعہ کے دن کا درود مراد ہے کیونکہ جمعہ کی ایک نیکی ستر کے برابر ہوتی ہے اسی لیے جمعہ کا حج' حج اکبر کہلاتا ہے اور اس کا ثواب ستر حج کا دیگر احادیث میں اور دنوں کے درود کا ذکر ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں' یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس میں قیاس کو دخل نہیں۔

وَعَنْ رُوَيْفِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۸۷۵) روایت ہے حضرت رویفع سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حضور محمد پر درود پڑھے اور کہے الٰہی! انہیں قیامت کے دن اپنے قریب ٹھکانے میں اُتار۔ ۲؎ تو اس کے لیے میری شفاعت ضروری ہوگئی۔ (احمد)

(۸۷۵) ۱؎ آپ کا نام رویفع ابن ثابت انصاری ہے' آپ کو امیر معاویہ نے طرابلس کا حاکم بنایا اور آپ نے افریقہ پر ۴۷ھ میں جہاد کیا اور آپ ۵۶ھ مقام رقہ میں فوت ہوئے۔ ۲؎ اس ٹھکانہ سے مراد یا تو مقام محمود ہے جو عرش کے دائیں جانب ہے جہاں حضور جلوہ گر ہوں گے اور تمام عالم آپ کی حمد کرے گا یا مقامِ وسیلہ ہے جو جنت میں اعلیٰ مقام ہے۔یہ دونوں مقام حضور پُرنور شافع یوم النشور کے لیے نامزد ہو چکے ہیں اب حضور علیہ السلام کے لیے ان کی دعا کرنا حقیقۃً اپنے لیے ربّ سے دعا ہے کہ ہمیں حضور علیہ السلام کی شفاعت کا حق دار بنا۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ تَوَفَّاهُ قَالَ فَجِئْتُ اَنْظُرُ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ مَالَكَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ قَالَ فَقَالَ اِنَّ

(۸۷۶) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے' فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حتیٰ کہ ایک باغ میں پہنچے تو بہت دراز سجدہ کیا۔ ۱؎ حتیٰ کہ مجھے خوف ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی ہو۔فرماتے ہیں میں آ کر دیکھنے لگا تو آپ نے سر اُٹھایا' فرمایا کیا ہے؟ تو میں نے یہ عرض

جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ اَلَا اُبَشِّرُكَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لَكَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلٰوةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

کیا۔ ۲ تب فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کو یہ خوش خبری نہ دوں کہ اللہ آپ سے فرماتا ہے جو آپ پر درود بھیجے گا' میں اس پر رحمت کروں گا اور جو آپ پر سلام کہے گا' میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ ۳ (احمد)

(۸۷۶) ۱ سجدے سے مراد یا نفل کا سجدہ ہے یا علیحدہ مستقل سجدہ۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ ۲ یعنی اپنے دل کا خدشہ۔ خیال رہے کہ انبیائے کرام کے لیے ایسی حالت میں وفات پا جانا اور سجدے میں ٹھہرا رہنا گر نہ جانا باعثِ تعجب نہیں۔ سلیمان علیہ السلام کی وفات نماز کے قیام میں ہوئی اور ایک لاٹھی کے سہارے آپ چھ ماہ یا ایک سال کھڑے رہے لہٰذا ان صحابی کے اس خیال پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۳ غالب یہ ہے کہ ربّ کی رحمت بھیجنے سے مراد دس رحمتیں ہیں اور اس کے سلام سے مراد دس سلام جیسا کہ پچھلی احادیث میں گزرا وہ احادیث اس کی شرح ہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ الدُّعَآءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ فِيْهِ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۸۷۷) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اس سے کوئی چیز نہیں چڑھتی حتیٰ کہ تم اپنے نبی پر درود بھیجو۔ ۱ (ترمذی)

(۸۷۷) ۱ حضرت عمر کا یہ قول اپنی رائے سے نہیں بلکہ حضور علیہ السلام سے سُن کر ہے کیونکہ یہ باتیں صرف رائے سے نہیں کہی جاتیں' اس سے معلوم ہوا کہ درود دعا کی قبولیت بلکہ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونے کا ذریعہ ہے۔ شعر

مُور مسکین ہوسی داشت کہ درکعبہ رسید
دست درپائے کبوتر زودنا گاہ رسید

اور چیونٹی اگر کعبہ کا طواف چاہے تو کبوتر کے پاؤں سے لپٹے' دعا اگر قربِ الٰہی کا طواف چاہے تو حضور علیہ السلام کے قدم سے لپٹے۔

بَابُ الدُّعَاءِ فِي التَّشَهُّدِ — تشہد کے دوران دعا کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

یعنی التحیات کے بعد آخر نماز میں دعا کیا مانگے اور نماز سے فارغ کیونکر ہو یہ دعا سنت ہے لیکن ایسی مانگی جائے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ دعا ماثورہ مانگے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ سے منقول ہو' جامع الدعاء بہت بہتر ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْا فِي الصَّلٰوةِ

(۸۷۸) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا مانگتے تھے'

يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہتے تھے الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔ ۱ اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے۔ ۲ اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے۔ ۳ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور قرض سے۔ ۴ کسی نے عرض کیا ۵ حضور قرض سے اتنی زیادہ پناہ مانگتے ہیں تو فرمایا کہ آدمی جب مقروض ہوتا ہے' بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف کرتا ہے۔ ۶ (مسلم بخاری)

(۸۷۸) ۱ عذابِ قبر کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے' معتزلی فرقہ اس کا منکر ہے۔ یہ حدیث ان کی پوری تردید ہے' عذابِ قبر میں وہاں کی وحشت' دہشت' تنگی گرمی بھی داخل ہیں' اللہ سب سے بچائے۔ ۲ دجال دجل سے بنا بمعنی فریب' دجال فریبی اور مکار' مسیح یا مسح سے ہے یا مساحۃٌ سے مسح' چھونا' مساحۃٌ ناپنا یا سیر کرنا چونکہ دجال کی ایک آنکھ ممسوح یعنی پونچھی ہوئی ہے یا چونکہ وہ سوائے حرمین شریفین کے باقی ساری دنیا کی سیر کرے گا لہٰذا اسے مسیح کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہتے ہیں کہ آپ مردے کو چھو کر زندہ کرتے اور بیمار کو چھو کر تندرست یا اس لیے کہ آپ نے کہیں گھر نہ بنایا' ہمیشہ سفر میں رہے۔ مسیح دجال کی پوری تحقیق انشاء اللہ دجال کے باب میں کی جائے گی۔ ۳ سبحان اللہ کیسا جامع کلمہ ہے' کفر گمراہی' گناہ وہ آفتیں جو ربّ سے غافل کر دیں' وہ مال' اولاد' سلطنت جو سرکش کر دے' سب زندگی کے فتنہ ہیں۔ موت کے وقت شیطانی وسوسے' منکر و نکیر کے سوالات میں ناکامی یہ سب موت کے فتنے ہیں۔ ۴ گناہ سے مراد چھوٹے بڑے سارے گناہ اور گناہوں کے اسباب ہیں۔ قرض سے مراد وہ قرض ہے جو گناہ کے لیے لیا جائے یا وہ مقروض پر بوجھ بنے اور اس کے ادا ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتوں کے لیے قرض لیا اور صدیق اکبر نے آپ کی وفات کے بعد سارا چھوڑا ہوا قرض ادا کر دیا لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب حضور علیہ السلام یہ دعا مانگتے تھے تو آپ پر قرض کیوں ہوتا تھا۔ ۵ یہ عرض کرنے والی خود حضرت عائشہ صدیقہ تھیں جیسا کہ نسائی شریف میں ہے۔ (مرقاۃ) ۶ یعنی قرض بہت سے گناہوں کا ذریعہ ہے عموماً مقروض قرض خواہ کے تقاضے کے وقت جھوٹ بھی بولتے ہیں کہ گھر میں چھپ کر کہلوا دیتا ہے کہ وہ گھر پر نہیں اور اگر پکڑے گئے تو کہہ دیا ہمارا مال آنے والا ہے' جلدی دیں گے' وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں کہ کل لے جانا مگر دیتے نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ مِّنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۷۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کوئی جب دوسری التحیات سے فارغ ہو۔ ۱ تو چار چیزوں سے پناہ مانگے' دوزخ اور قبر کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنوں سے مسیح دجال کی شرارت سے ۲ (مسلم)

(۸۷۹) ۱؎ اور درودِ ابراہیمی پڑھ چکے اس سے معلوم ہوا کہ نماز نفل ہو یا فرض دعا اس کے آخری قعدے میں ہی مانگی جائے گی۔ ہاں نفل میں دونوں درودِ ابراہیمی دونوں قعدوں میں پڑھے جائیں گے۔ ۲؎ خیال رہے کہ بڑا دجال تو ایک ہی ہے جو قریب قیامت ظاہر ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مارا جائے گا مگر چھوٹے دجال بہت ہیں جو ہر زمانے میں رہتے ہیں' ہر گمراہ کن دجال ہے۔

وعَن ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَآءِ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۸۰) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ دعا ایسے سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں' دوزخ کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح الدجال کے فتنہ سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے۔ ۱؎ (مسلم)

(۸۸۰) ۱؎ یہ تمام دعائیں اُمت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ انبیائے کرام عذابِ قبر تو کیا حسابِ قبر سے بھی محفوظ ہیں اسی طرح جو ان کے دامن میں آجائے' وہ زندگی اور موت کے فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ آپ کے نام کی برکت سے لوگوں کو دجال کے فتنوں سے امن ملے گی جہاں کہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں فلاں چیز سے تیری پناہ مانگتا ہوں' وہاں اُمت کے لیے پناہ مراد ہے۔ (مرقات وغیرہ)

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ دُعَآءً اَدْعُوْا بِهٖ فِيْ صَلٰوتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۸۱) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے' فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے جو اپنی نماز میں مانگا کروں۔ ۱؎ فرمایا کہو الٰہی! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا۔ ۲؎ اور تیرے سوا گناہ کوئی نہیں بخش سکتا۔ ۳؎ تو اپنی طرف سے میری بخشش کر' مجھ پر رحم کر تو بخشنے والا مہربان ہے۔ (مسلم بخاری)

(۸۸۱) ۱؎ یعنی نماز کے آخر میں التحیات و درودوں سے فارغ ہو کر کیونکہ اس کے علاوہ نماز میں اور کوئی وقت دعا کا نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ نماز سے نفل نماز مراد ہے اگر فرائض میں بھی کبھی کبھی یہ دعائیں مانگے تو بہتر ہے۔ ۲؎ صدیقِ اکبر سے یہ الفاظ کہلوانا یا آدم علیہ السلام کا کہنا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا یا یونس علیہ السلام کا عرض کرنا انی کنت من الظلمین انتہائی درجہ کا انکسار نفس ہے یہاں ظلم کے وہ معنی کیے جائیں جو ان کی شان کے لائق ہوں' کافر کا ظلم کفر ہے' ہمارا ظلم گناہ۔ اولیاء اور انبیاء کا ظلم لغزشیں اور خطائیں جو شخص ان کلمات کو سن کر ان کی شان میں گستاخی کرے' وہ بے دین ہے۔ بعض صوفیاء کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ کبھی جھوٹ محبوبیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور سچ مردودیت کا سبب شیطان نے سچ کہا تھا کہ خدایا تو نے مجھے گمراہ کیا' ہادی و مضل رب ہی ہے مگر اس سچ سے شیطان مارا

گیا' وہ محبوب بندے جو گناہ کے قریب بھی نہ گئے ان کا یہ عرض کرنا کہ خدایا ہم بڑے گناہ گار ہیں' ہے جھوٹ مگر تقرب کا ذریعہ۔ حضرت صدیق اکبر نے کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ ۳؎ خیال رہے کہ حقوق العباد بندہ بخشتا ہے مگر گناہ صرف ربّ ہی بخش سکتا ہے جہاں انبیائے کرام فرما دیتے ہیں کہ جا تیرے سارے گناہ معاف' وہ ربّ کی طرف سے کہتے ہیں' زبان ان کی ہوتی ہے' کلام ربّ کا لہٰذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ حَتّٰى اَرٰى بَيَاضَ خَدِّهٖ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۸۲) روایت ہے حضرت عامر بن سعد سے' وہ اپنے والد سے ۱؎ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے رخسار کی سفیدی میں دیکھ لیتا۔ ۲؎ (مسلم)

(۸۸۲) ۱؎ آپ کے والد سعد ابن ابی وقاص ہیں' جلیل القدر صحابی' خود عامر تابعی ہیں جنہوں نے اپنے والد' عثمان غنی' عائشہ صدیقہ سے روایات لیں۔ ۲؎ یعنی آپ سلام میں اس قدر چہرۂ انور پھیرتے تھے کہ پیچھے والے صحابہ دونوں رخساروں کی سفیدی دیکھ لیتے' دائیں والے داہنے کی اور بائیں والے بائیں کی۔ بعض روایات میں بَيَاضَ خَدَّيْهِ ہے' دونوں میں کوئی اختلاف نہیں' دونوں رخسار دیکھنا اور حالت میں تھا اور ایک دیکھنا اور حالت میں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عین نماز میں اور نماز سے نکلتے وقت حضور علیہ السلام کو دیکھا کرتے تھے۔ شعر

کاش کہ اندر نمازم جاشود پہلوئے تو
تا بتقریب سلام افتد نظر بر روئے تو

اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ان صحابہ کی سی نماز کسی کو میسر نہیں ہوسکتی۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۸۸۳) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو ہم پر اپنے چہرہ سے متوجہ ہوتے۔ ۱؎ (بخاری)

(۸۸۳) ۱؎ اس طرح کہ سلام کے بعد کبھی داہنی طرف پھیرتے' کبھی بائیں طرف' کبھی قبلہ کو پشت کر کے مقتدیوں کی جانب رُخ فرما لیتے۔ یہ لفظ تینوں حالتوں کو شامل ہے لیکن یہ حال بھی دائمی نہ تھا بلکہ اکثری ورنہ کبھی سرکار قبلہ رو بیٹھ کر ہی دعا مانگتے تھے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۸۴) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب پھرتے تھے۔ ۱؎ (مسلم)

(۸۸۴) ۱؎ یعنی اکثر اوقات سلام پھیر کر دعا کے لیے داہنی جانب رُخ فرماتے تھے اس لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ امام دعا کے وقت ہر طرف پھر سکتا ہے مگر داہنی طرف پھرنا بہتر کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو داہنی جانب محبوب تھی۔ (از مرقاۃ)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَا يَجْعَلُ

(۸۸۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے

اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطٰنِ شَيْئًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ يَرٰى اَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ لَّايَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ يَّمِيْنِهٖ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَّسَارِهٖ.(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنی نماز سے شیطان کا حصہ نہ بنائے' یہ سمجھے کہ اس پر واجب ہے کہ ہمیشہ دائیں جانب ہی پھرا کرے۔ ۱؎ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ بائیں جانب پھرتے دیکھا۔ ۲؎(مسلم بخاری)

(۸۸۵) ۱؎ یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ نماز کے بعد امام پر داہنی جانب پھر کر بیٹھنا واجب ہے اور بائیں طرف پھرنا جائز ہی نہیں' غلط عقیدہ ہے۔ ایسا سمجھنے والا اپنی عبادتوں میں شیطان کا حصہ رکھ رہا ہے کیونکہ غلط عقیدہ رکھ کر نماز پڑھنا نماز کے نقصان کا باعث ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر ضروری چیز کو فرض سمجھنا یونہی مباح کو حرام جاننا فساد عقیدہ ہے اسی حدیث میں اشارۃً فرمایا کہ اگر کوئی امام ہمیشہ داہنی جانب پھرے لیکن اسے واجب نہ سمجھے تو کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ یرٰی سے معلوم ہوا لہٰذا میلاد شریف یا گیارہویں مستحب جان کر ہمیشہ کرنا ناجائز نہیں' واجب سمجھنا اور ہے اور کسی کام کو ہمیشہ کرنا کچھ اور ہم ہمیشہ جمعہ کو غسل اور لباس تبدیل کرتے ہیں' ہمیشہ رمضان میں دینی مدارس کی چھٹیاں کرتے ہیں مگر واجب نہیں جانتے' کوئی مضائقہ نہیں۔ سرکار فرماتے ہیں کہ بہتر کلام وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے۔ ۲؎ یہ بہت اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر داہنی جانب پھرتے تھے' کم بائیں جانب جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَّكُوْنَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۸۶) روایت ہے حضرت براء سے' فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو آپ کی دائیں جانب ہونا پسند کرتے تھے تاکہ آپ ہم پر اپنے چہرہ سے متوجہ ہوں۔ ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا یارب! مجھے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اُٹھائے گا یا جمع کرے گا۔ ۲؎(مسلم)

(۸۸۶) ۱؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ حضور علیہ السلام اکثر داہنی جانب منہ کر کے دعا مانگتے تھے' دوسرے یہ کہ حضور کا چہرہ پاک دیکھنا بہترین عبادت ہے کہ صحابہ کرام محض اس لیے صف کی داہنی جانب پسند کرتے تھے تاکہ بعد نماز دیدار یار نصیب ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل ہے کیونکہ روضۂ اطہر سے قریب ہے۔ یہ باتیں وہ جانے جسے اس محبوب سے دلی لگاؤ ہو۔ ۲؎ یہ دعا اُمت کی تعلیم کے لیے ورنہ ہم جیسے گناہ گار انشاء اللہ حضور علیہ السلام کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں گے' حضور علیہ السلام کو عذاب سے کیا تعلق۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اِنَّ النِّسَآءَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ اِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ وَ ثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَاشَآءَ اللّٰهُ فَاِذَا

(۸۸۷) روایت ہے حضرت اُم سلمہ سے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں جب فرائض سے سلام پھیرتیں تو کھڑی ہو جاتیں۔ ۱؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے مرد جب تک رب چاہتا'

قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ فِیْ بَابِ الضِّحْکِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

بیٹھے رہتے۔ ۲؎ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھتے تو مرد بھی کھڑے ہو جاتے۔ (بخاری) اور ہم جابر ابن سمرہ کی حدیث ہنسی کے باب میں ذکر کریں گے۔ ۲؎ انشاء اللہ تعالیٰ

(۸۸۷) ۱؎ اور فوراً گھر لوٹ آتیں تاکہ عورتیں اور مرد مخلوط نہ ہوجائیں' سنتیں اور نوافل گھر آ کر پڑھتیں۔ غالب یہ ہے کہ دعا سے پہلے اُٹھ جاتیں۔ ۲؎ دعا سنتوں اور نوافل کے لیے اور نماز فجر میں اشراق تک اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ مقتدی امام سے پہلے مسجد سے نہ جائیں۔ ۳؎ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی جس میں ذکر ہے کہ ہم سب فجر کے بعد سورج نکلنے تک بیٹھتے تھے اور زمانہ جاہلیت کی باتیں یاد کرکے ہنسا کرتے تھے مگر ہم یہ حدیث باب الضحک میں لائیں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَخَذَ بِیَدِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ یَامُعَاذُ فَقُلْتُ وَ اَنَا اُحِبُّکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَلَا تَدَعْ اَنْ تَقُوْلَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ اِلَّا اَنَّ اَبَا دَاوٗدَ لَمْ یَذْکُرْ قَالَ مُعَاذٌ وَّاَنَا اُحِبُّکَ۔

(۸۸۸) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا' فرمایا اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔ ۱؎ فرمایا کہ تو ہر نماز کے بعد یہ کہنا نہ چھوڑنا کہ یارب! اپنے ذکر' اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد کر۔ ۲؎ (ابوداؤد' نسائی) مگر ابوداؤد نے یہ ذکر نہ کیا کہ معاذ نے کہا میں محبت کرتا ہوں آپ سے۔

(۸۸۸) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہو' اسے خبر دے دے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحۃً آیا ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے دلی حالات اور محبت و عداوت سے بے خبر نہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں جنہیں پتھر کے دل کا حال معلوم ہے' کیا انہیں انسانوں کے دل کا حال معلوم نہ ہوگا؟ ۲؎ یہ دعا غالبًا سلام سے پہلے نماز کے اندر مانگی جائے اسی لیے صاحبِ مشکوٰۃ اس باب میں یہ حدیث لائے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْاَیْمَنِ وَعَنْ یَّسَارِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْاَیْسَرِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَلَمْ یَذْکُرِ التِّرْمِذِیُّ حَتّٰی

(۸۸۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں جانب یوں سلام پھیرتے' السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتیٰ کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی تھی اور اپنی بائیں جانب یوں کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتیٰ کہ آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی۔ ۱؎ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی) ترمذی نے یہ ذکر نہ کیا کہ آپ کے

يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهٖ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ۔

رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی۔ ابن ماجہ نے عمار ابن یاسر سے روایت کیا۔

(۸۸۹) ۱؎ یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے کہ نماز کے سلام میں وَبَرَكَاتُهٗ نہ بڑھائے۔ بعض شوافع و برکاتہ بھی کہتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ اَكْثَرُ انْصِرَافِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِلٰى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ اِلٰى حُجْرَتِهٖ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ۔

(۸۹۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نماز سے زیادہ پھرنا بائیں طرف اپنے حجرے کی جانب ہوتا۔ ۱؎ (شرح سنہ)

(۸۹۰) ۱؎ یہ حدیث سوائے شرح سنہ کے اور کسی کتاب میں نہیں۔ (مرقاۃ) اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہاں اضافی اکثریت مراد نہیں' مطلب یہ ہے کہ جب حضور کو نماز کے بعد فوراً حجرے میں تشریف لے جانا ہوتا تو ادھر رُخ کر کے دعا مانگتے تاکہ جانے میں آسانی ہو۔ (از مرقاۃ)

وَعَنْ عَطَاءِ ۣ الْخُرَاسَانِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ الْاِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ حَتّٰى يَتَحَوَّلَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ عَطَاءٌ ۣ الْخُرَاسَانِيُّ لَمْ يُدْرِكِ الْمُغِيْرَةَ۔

(۸۹۱) روایت ہے حضرت عطاء خراسانی سے ۱؎ وہ حضرت مغیرہ سے راوی' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام وہاں نماز نہ پڑھے جہاں فرض پڑھے ہیں حتیٰ کہ کچھ ہٹ جائے۔ ۲؎ (ابوداؤد) اور فرمایا کہ عطاء خراسانی نے مغیرہ کو نہ پایا۔ ۳؎

(۸۹۱) ۱؎ آپ تابعی ہیں' بلخی ہیں' ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ایک سو پینتیس میں وفات پائی۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ آپ ثقہ تھے۔ ۲؎ یہ حکم امام اور مقتدیوں دونوں کے لیے ہے جہاں جماعت سے فرض پڑھے وہاں سے کچھ ہٹ کر سنتیں وغیرہ پڑھے مگر چونکہ زیادہ بھیڑ میں مقتدی نہیں ہٹ سکتے اس لیے صرف امام کا ذکر فرمایا گیا۔ یہ حکم استحبابی ہے تاکہ چند جگہ عبادت ہو اور وہ مقامات قیامت میں اس کی گواہی دیں۔ نیز آنے والے کو دھوکہ نہ لگے کہ ابھی فرض ہو رہے ہیں۔ ۳؎ کیونکہ حضرت مغیرہ عطاء خراسانی کی ولادت کے سال فوت ہو گئے یعنی ۵۰ھ میں لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَّهُمْ عَلَى الصَّلٰوةِ وَنَهَاهُمْ اَنْ يَّنْصَرِفُوْا قَبْلَ انْصِرَافِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۸۹۲) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کی رغبت دی اور اس سے منع کیا کہ آپ کے نماز سے فراغت سے پہلے وہ چلے جائیں۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۸۹۲) ۱؎ معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے ساتھ دعا میں شریک رہیں بلاوجہ امام سے پہلے مسجد سے نہ چلے جائیں۔ نیز امام کے سلام سے پہلے مسبوق کا کھڑا ہو جانا حرام ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي صَلٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتُ فِي الْاَمْرِ وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِيْمًا وَّلِسَانًا صَادِقًا وَّاَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِمَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّمَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَ رَوَى اَحْمَدُ نَحْوَهٗ)

(۸۹۳) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یوں فرماتے تھے' الٰہی! میں تجھ سے دین میں استقامت اور ہدایت پر مضبوطی مانگتا ہوں۔ ۲؎ اور تجھ سے تیری نعمت کا شکر اور تیری اچھی عبادت مانگتا ہوں اور تجھ سے سلامت دل اور سچی زبان مانگتا ہوں۔ ۳؎ اور تجھ سے وہ خیر مانگتا ہوں جو تو جانتا ہے اور اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں جو تو جانتا ہے۔ ۴؎ اور اس سے بخشش مانگتا ہوں جو تو جانتا ہے۔ ۵؎ (نسائی) اور ابوداؤد نے اس کی مثل روایت کی۔

(۸۹۳) ۱؎ آپ کی کنیت ابویعلی ہے' حضرت حسان کے بھتیجے ہیں' شام میں قیام رہا ۲؎ یعنی دنیا میں کسی وقت ایمان سے ہٹ نہ جاؤں اور کبھی ہدایت سے علیحدہ نہ ہوں۔ ۳؎ یعنی دل ایسا عطا فرما جو بُرے عقائد حسد' کینہ اور بُری صفات سے سلامت ہو اور زبان پر ہمیشہ سچی بات آئے۔ ۴؎ یعنی بہت سی خیر وہ ہیں جنہیں ہم شر سمجھتے ہیں یا ہم ان سے بالکل بے خبر ہیں اور بہت سی شر وہ ہیں جنہیں ہم خیر سمجھے ہوئے ہیں یا ان سے بے خبر ہیں۔ خدایا تیری عطا ہماری طلب پر موتوف نہ ہو بلکہ تیرے کرم پر ہو۔ ۵؎ یعنی بہت سے گناہ کرکے ہم بھول گئے مگر تیرے علم میں ہیں' خداوندا وہ بھی معاف کر۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي صَلٰوتِهٖ بَعْدَ التَّشَهُّدِ اَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۸۹۴) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں التحیات کے بعد کہتے تھے کہ اچھا کلام اللہ کا کلام ہے اور اچھا طریقہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ ۱؎ (نسائی)

(۸۹۴) ۱؎ یعنی کلام تو اللہ کا اچھا ہے اور طریقہ رسول اللہ کا اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ طیبہ خطبہ میں بھی فرماتے تھے اور بعد التحیات نماز میں بھی مگر نماز میں ان کا مقصد حمد و نعت ہے جو ذکر اللہ ہے نہ کہ دوسرا مقصد یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے لہٰذا اس کا کلام بھی بے مثال ہے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں لہٰذا ان کا طریقہ بھی بے نظیر لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ نماز میں سوا ذکر اللہ کے کوئی ذکر نماز کو توڑ دیتا ہے حتیٰ کہ اگر قرآنی آیت بغیر نیت ذکر پڑھے تو نماز فاسد ہے' کسی نے موت کی خبر دی' نمازی نے جواباً کہا اناللہ الخ نماز گئی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ

(۸۹۵) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے چہرے کے سامنے سلام

تَسْلِيمَةً تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ ثُمَّ يَمِيْلُ اِلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ شَيْئًا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

پھیرتے پھر قدرے دائیں کروٹ کی طرف مائل ہو جاتے ۔ ۱؎ (ترمذی)

(۸۹۵) ۱؎ یعنی پہلا سلام خوب بلند آواز سے کہتے اس طرح کہ لفظ سلام روبقبلہ کہتے پھر داہنی جانب اتنا پھرتے کہ رخسار مبارک کی سفیدی مقتدی دیکھ لیتے' بایاں سلام آہستہ فرماتے۔ بعض ائمہ نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ نماز میں صرف ایک ہی سلام کہا جائے لیکن فقیر کی اس توجیہ سے مسئلہ واضح ہو گیا اور یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں دو سلاموں کا ذکر ہے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّرُدَّ عَلَى الْاِمَامِ وَنَتَحَابَّ وَاَنْ نُّسَلِّمَ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۸۹۶) روایت ہے حضرت سمرہ سے' فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم امام کا جواب سلام دیں۔ ۱؎ اور آپس میں محبت کریں ۲؎ اور بعض' بعض کو سلام کرے۔ ۳؎ (ابوداؤد)

(۸۹۶) ۱؎ یعنی نماز کے سلام میں امام فرشتوں اور مقتدیوں کو سلام کرنے کی نیت کرے اور مقتدی اپنے سلام میں امام کے جواب کی۔ ۲؎ اس طرح کہ جماعت کی پابندی کریں جس سے آپس میں محبت پیدا ہو کیونکہ نماز باجماعت محبت مسلمین کا بہترین ذریعہ ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ نماز کے سلام میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کی نیت کریں کہ امام پہلے سلام میں داہنی جانب کے مقتدیوں کی اور دوسرے سلام سے بائیں جانب والوں کو سلام کی نیت کرے اور مقتدی داہنے والے پہلے سلام میں اپنے داہنے والوں کی نیت کریں اور دوسرے سلام میں بائیں والوں اور امام کی اور بائیں والے اس کے برعکس۔ خیال رہے کہ اسلام میں سلام یا اجازت لینے کے لیے ہوتا ہے یا ملاقات یا رخصت کے وقت۔ یہ سلام ملاقات کا سلام ہے کہ سارے نمازی حکماً ایک دوسرے سے غائب ہو گئے تھے اس عالم سے نکل کر دوسرے عالم کی سیر کر رہے تھے اسی لیے یہاں کے احکام کھانا' پینا' چلنا' پھرنا' کلام سلام سب ختم ہو چکے تھے' نماز سے فراغت پا کر وہاں سے لوٹ کر آ رہے ہیں' ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اس لیے سلام کرتے ہیں لہٰذا اگر ہر نماز یا نمازِ فجر کے بعد نمازی آپس میں مصافحہ کریں تو جائز ہے کہ یہ ملاقات کا وقت ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو۔

بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ — نماز کے بعد ذکر کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

اس ذکر سے مراد حمد الٰہی' درود شریف اور تمام دعائیں ہیں۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد نماز خوب اونچی آواز سے ذکر اللہ کرنا سنت ہے جیسا کہ آئندہ احادیث میں آ رہا ہے اس میں اختلاف ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں' ان کے بعد ذکر وغیرہ کرے یا نہ کرے' صحیح یہ ہے کہ کرے مگر مختصر۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ

(۸۹۷) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے'

اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالتَّکْبِیْرِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونا تکبیر سے پہچانتا تھا۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۸۹۷) ۱؎ یعنی میں زمانہ نبوی میں بہت کم عمر تھا اس لیے کبھی کبھی جماعت میں حاضر نہ ہوتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نماز کے بعد اتنی بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے کہ گھروں میں آواز پہنچ جاتی تھی اور ہم پہچان لیا کرتے تھے کہ نماز ختم ہوگئی۔ بعض مشائخ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے تین بار کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں' پنجاب میں فجر اور عشاء کے بعد اونچی آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے' ان سب کا ماخذ یہی حدیث ہے بلکہ مسلم شریف میں ہے کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد میں عام مروج تھا اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو۔ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں واذکر ربك فی نفسك تضرعا و خیفة (۷:۲۰۵) اس لیے کہ آیت میں اخفاء کی نمازوں کی تلاوت مراد ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس ذکر بالجہر سے ان نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے جو اپنی فوت شدہ رکعتیں پوری کر رہے ہیں مگر ان کا یہ قیاس حدیث کے مقابل ہے۔ نیز وہ لوگ تشریق کی تکبیروں اور حاجی کے تلبیوں اور حرم شریف کی نمازوں میں کیا کریں گے ان سب میں بڑا شور ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ لَمْ یَقْعُدْ اِلَّا مِقْدَارَ مَا یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۸۹۸) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر صرف اس قدر کہ کہتے کہ الٰہی! تو سلام ہے اور تجھ سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے' اے جلال و بزرگی والے! ۱؎ (مسلم)

(۸۹۸) ۱؎ یعنی جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں' ان میں فرض اور سنتوں کے درمیان زیادہ نہ بیٹھتے صرف اس قدر بیٹھتے اس مقدار سے تقریبی مقدار مراد ہے نہ کہ تحقیقی یعنی قریباً اتنا بیٹھتے لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس روایت کے خلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد فجر طلوع آفتاب تک مصلے پر تشریف فرما رہتے اور نہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں ہے کہ آپ سلام پھیر کر تکبیریں کہتے یا استغفار پڑھتے یا اور دعائیں مانگتے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا وَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۸۹۹) روایت ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور کہتے الٰہی! تو سلام ہے' تجھ سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے' اے جلالت اور بزرگی والے۔ ۱؎ (مسلم)

(۸۹۹) ۱؎ پہلے سلام سے سلامتی دینے والا مراد ہے اور دوسرے سے سلامتی استغفار دعا کے آداب میں سے ہے اس لیے دعا سے پہلے استغفار فرماتے۔ یہ حدیث گزشتہ احادیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے خلاف نہیں کہ وہاں بھی تقریبی مقدار مراد تھی اور یہاں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں' ان میں دعا مختصر مانگے۔ خیال رہے کہ ذوالجلال سے مراد فاسقوں سے

بدلہ لینے والا اور اکرام سے مراد نیک کاروں کو انعام دینے والا۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۰۰) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض کے بعد فرماتے تھے ۱؎ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی ساجھی نہیں' اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد' وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ الٰہی! جو تو دے' اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو نہ دے' اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیرے مقابل مال دار کو مال نفع نہیں دیتا۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۹۰۰) ۱؎ خواہ فرضوں کے بعد یا سنتوں وغیرہ سے فارغ ہو کر (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ سنتیں بھی مسجد میں پڑھنا اور فرضوں کے علاوہ سنتوں کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے۔ ۲؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی یہ اور اس جیسی اور بڑی دعائیں عصر و فجر میں تو فرضوں سے متصل تھیں اور ظہر وغیرہ میں سنتوں اور نوافل کے بعد لہٰذا یہ حدیث ان گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جن میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللھم انت السلام کہتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَقُوْلُ بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْكَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۰۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے ۱؎ تو بلند آواز سے کہتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی ساجھی نہیں' اسی کا ملک ہے اسی کے لیے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' اللہ کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قدرت اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے' اس کی نعمت ہے اسی کا فضل ۲؎ اسی کی اچھی تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اس کے لیے خالص دین رکھتے ہیں اگرچہ کفار ناپسند کریں۔ ۳؎ (مسلم)

(۹۰۱) ۱؎ یعنی فرض نماز سے جماعت میں کیونکہ اشراق یا تہجد وغیرہ کے بعد اونچا ذکر سنت نہیں ''اعلیٰ'' سے معلوم ہوا کہ یہ ذکر بہت اونچی آواز سے ہوتا تھا جو محلے کے گھروں میں سنا جاتا تھا۔ ۲؎ نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں مراد ہیں اور فضل سے مراد آخرت کی نعمتیں یا نعمت سے مراد عبادات کی توفیق ہے اور فضل سے مراد قبولیت یعنی ساری مخلوق کو بلاواسطہ یا بالواسطہ جو ملا' رب سے ملا اور جسے اس نے دیا' اپنے فضل سے دیا' کسی کا اس پر ذاتی حق نہیں۔ ۳؎ مخلصین میں منافقین یا ریاکاروں کی تردید ہے اگرچہ وہ عابد ہیں مگر اخلاص سے محروم۔

وَعَنْ سَعْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمٰتِ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۹۰۲) روایت ہے حضرت سعد سے کہ وہ اپنے بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے ۱؎ اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

كَانَ يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا وَعَذَابَ الْقَبْرِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

وسلم نماز کے بعد ان سے تعوذ کرتے تھے۔الٰہی! میں بزدلی سے تیری پناہ لیتا ہوں اور کنجوسی سے تیری پناہ ۲ اور ردی عمر سے تیری پناہ ۳ اور دنیا کے فتنوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ۴ (بخاری)

(۹۰۲) ۱ یعنی بالغ و نابالغ سارے بچوں کو اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو اچھی باتیں سکھانا ماں باپ کا پہلا فرض ہے۔ ۲ جُبْن کا مقابل شجاعت ہے، بخل کا مقابل سخا ہے اور شح کا مقابل جود، بخیل وہ جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے، شح وہ جو نہ کھائے نہ کھانے دے، سب کچھ جمع کر کے چھوڑ جائے، سخی وہ جو خود کھائے اوروں کو بھی کھلائے، جواد وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے اسی لیے رب کو سخی نہیں کہتے، جواد کہتے ہیں۔ اللہ کے حبیب لکھا دھاری داتا کھاتے نہیں، کھلاتے ہیں۔ شعر

بوریا ممنوں خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

یہ دعا ہماری تعلیم کے لیے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پیدائشی کل کے راجہ ہیں جگ کے داتا ہیں۔ ۳ یعنی بڑھاپے کی وہ حالت جب ہاتھ پاؤں جواب دے جائیں، رب کی عبادت نہ کر سکے، دنیوی کام انجام نہ دے سکے، اس سے خدا کی پناہ۔ ۴ ممکن ہے کہ یہ دعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری نمازوں خصوصاً تہجد کے بعد مانگتے ہوں، نماز پنج گانہ میں سنتوں سے فارغ ہو کر تاکہ یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہ ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَهَبَ اَهْلَ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجٰتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ فَقَالَ مَاذَاكَ قَالُوْا يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ وَ يَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُوْنَ وَلَانُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَ تَسْبِقُوْنَ بِهٖ مِنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلُ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَ تُكَبِّرُوْنَ وَ تَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ مَرَّةً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلُ

(۹۰۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے، فرماتے کہ مہاجر فقراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے کہ مال دار بڑے درجے اور دائمی نعمت لے گئے ۱ فرمایا یہ کیسے؟ عرض کیا جیسے ہم نمازیں پڑھتے ہیں، وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں، وہ بھی رکھتے اور وہ خیرات کرتے ہیں، ہم نہیں کرتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں، ہم نہیں کرتے۔ ۲ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ سکھاؤں جس سے تم آگے والوں کو پکڑ لو اور پیچھے والوں سے آگے بڑھ جاؤ۔ ۳ اور تم میں سے کوئی افضل نہ ہو اس کے سوا جو تمہارے سے کام کرے۔ ۴ بولے ہاں! یارسول اللہ! فرمایا ہر نماز کے بعد ۳۳،۳۳ بار تسبیح، تکبیر اور حمد کرو۔ ۵ ابو صالح کہتے ہیں ۶ کہ پھر مہاجر فقراء حضورِ انور صلی اللہ علیہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَھْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَلَیْسَ قَوْلُ اَبِیْ صَالِحٍ اِلٰی اٰخِرِہٖ اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ وَّفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیِّ تُسَبِّحُوْنَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ عَشْرًا وَّ تَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَّ تُکَبِّرُوْنَ عَشْرًا بَدَلَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ۔

وسلم کی خدمت میں لوٹے اور عرض کیا کہ ہمارے اس عمل کو ہمارے مال دار بھائیوں نے سُن لیا تو انہوں نے بھی یونہی کیا۔ ۷ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ ۸ (مسلم بخاری) ابوصالح کا قول صرف مسلم کی روایت میں ہے کہ ہر نماز کے بعد ۱۰ بار تسبیح' ۱۰ بار تکبیر کہو بجائے ۳۳ بار کے۔ ۹

(۹۰۳) ۱ یعنی ہمارے مقابل درجات میں بڑھ گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہوگئے اس میں نہ تو رب کی شکایت ہے اور نہ مال داروں پر حسد بلکہ ان پر رشک ہے' دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا' حسد حرام ہے یعنی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش۔ ۲ یعنی بدنی عبادتوں میں وہ ہمارے برابر ہیں اور مالی عبادتوں میں ہم سے بڑھ کر اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ شاکر غنی صابر فقیر سے افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل کیونکہ رب نے فرمایا اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے اور فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی شکر سے نعمتیں ملتی ہیں اور صبر سے اللہ تعالٰی۔ ۳ یہاں آگے اور پیچھے سے درجوں میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے نہ کہ زمانہ میں یعنی جو صحابہ تم سے درجہ میں بڑھ گئے' ان کلمات کی وجہ سے تم ان کے برابر ہو جاؤ گے اور جو تمہارے برابر ہیں اور یہ کلمات نہیں پڑھتے' ان سے تم بڑھ جاؤ گے ورنہ غیر صحابی کتنی ہی نیکیاں کرے' صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ صحبت یافتہ جناب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت جبریل سارے فرشتوں سے افضل کیونکہ وہ خادم انبیاء ہیں تو صحابہ بعد انبیاء ساری مخلوق سے افضل کیونکہ وہ خادم جناب صلی اللہ علیہ وسلم۔ شعر

یک زمانہ صحبتے با مصطفٰی
بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

۴ یعنی جو غنی صحابی یہ پڑھے گا' وہ تم سے افضل ہو جائے گا۔ ۵ یعنی پنج گانہ نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ' ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ یہ تسبیح فاطمہ کہلاتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبًا یہی تسبیح حضرت فاطمہ زہرا کو بتائی تھی اسی بناء پر آج تسبیح کے دانوں میں ۳۳ دانوں پر ایک نائب امام ڈالا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ ظہر' مغرب' عشاء میں یہ تسبیح سنتیں وغیرہ پڑھ کر پڑھی جائے گی۔ ۶ ابوصالح تابعی ہیں جنہوں نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کی ۷ ان کا مدعٰی یہ تھا کہ اب کوئی اور خفیہ عمل بتایا جائے' وہ راز تو کھل گیا۔ ۸ یعنی اب تم صبر کرو اور رب کے دیئے پر راضی رہو۔ یہ غبطہ (رشک) بھی عبادت ہے اور تم اس پر صبر کر کے بڑا درجہ پاؤ گے۔ ۹ مگر پہلی روایت زیادہ قوی ہے کیونکہ اس میں زیادتی ہے اور اسی پر اُمت کا عمل ہے۔

وَعَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَایَخِیْبُ قَائِلُھُنَّ

(۹۰۴) روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض آگے پیچھے آنے

اَوْفَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ ثَلٰثٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ تَسْبِيْحَةً وَّثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَكْبِيْرَةً (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

والی چیزیں ۱؎ وہ ہیں جن کا کہنے والا یا کرنے والا نقصان میں نہیں رہتا ۲؎ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار تسبیح، ۳۳ بار حمد اور ۳۴ بار تکبیریں۔ ۳؎ (مسلم)

(۹۰۴) ۱؎ معقبات کے کئی معنی ہیں (۱) نماز کے بعد والا وظیفہ (۲) وہ عمل جس کے لکھنے پر ہر فرشتہ پیش قدمی کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ دوسرے فرشتوں کو اپنے سے پیچھے کر دوں۔ (۳) وہ وظیفے جو یکے بعد دیگرے پڑھے جاتے ہیں۔ (۴) وہ وظیفے جن کا انجام اچھا ہے۔ ۲؎ بلکہ تھوڑی محنت سے بہت نفع حاصل کر لیتا ہے۔ ۳؎ یہ پورا سینکڑہ ہے اسی کا نام تسبیح فاطمہ ہے، قادری سلسلہ کے مشائخ اس کے بہت پابند ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۰۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہر نماز کے بعد ۳۳ بار تسبیح، ۳۳ بار حمد الٰہی اور ۳۳ بار تکبیر کہہ لیا کرے۔ یہ ۹۹ ہوئے اور سو پورا کرنے کو کہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے، اسی کی حمد ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کی طرح ہوں۔ ۱؎ (مسلم)

(۹۰۵) ۱؎ یعنی جو اس تسبیح فاطمہ پر پابندی کرے گا اس کی خطائیں اگرچہ شمار سے زیادہ ہوں، بخشی جائیں گی۔ خیال رہے کہ شمار کے لیے عقدانامل بہت اعلیٰ چیز ہے ہر مسلمان کو سیکھنا چاہیے اگر وہ نہ آتا ہو تو پوروں پر شمار کرے، بدرجہ مجبوری کنکروں یا تسبیح پر شمار کرے۔ حضرت ابوہریرہ نے ایک دھاگے میں ہزار گرہیں لگالی تھیں جن پر کبھی شمار کیا کرتے تھے۔ (مرقاۃ) فقہاء نے تسبیح پر گننے کو بدعت کہا ہے یعنی بدعت حسنہ جس کی اصل صحابہ سے ثابت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ وَ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۹۰۶) روایت ہے حضرت ابی امامہ سے ۱؎ فرمایا عرض کیا گیا یارسول اللہ! کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ فرمایا آخری رات کے بیچ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ ۲؎ (ترمذی)

(۹۰۶) ۱؎ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ قبیلہ باہلہ سے ہیں، حمص میں قیام رہا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت آپ ۳۰ یا ۳۳ سال کے تھے، ۹۱ سال عمر پائی، ۸۱ھ یا ۸۶ھ میں حمص میں ہی وفات پائی رضی اللہ عنہ آپ کی روایات بہت تھوڑی ہیں۔ ۲؎ یعنی دو وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ایک تو آخری رات کے بیچ میں دوسرے فرض نمازوں کے بعد۔ خیال رہے کہ آخر جوف کی صفت ہے یعنی رات کا درمیانی حصہ جو آخری شب میں ہے اس طرح کہ رات کے دو حصے کرو، آخری آدھے کا درمیانی

حصہ لو یہی وقت تہجد کے لیے بہتر ہے اس وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور فرض نماز سے یا تو خود فرائض مراد ہیں یا پوری نماز لہٰذا بہتر یہ ہے کہ نماز پنج گانہ میں فرضوں کے بعد بھی مختصر دعا مانگے اور پھر سنت ونفل سے فارغ ہو کر بھی دعا کرے کہ یہ ساری نماز فرض نماز شمار ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْرَأَ بِالْمُعَوَّذَاتِ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالْبَيْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

(۹۰۷) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے' فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد اعوذ والی سورتیں پڑھ لیا کرو۔ ۱؎ (احمد' ابوداؤد' نسائی' بیہقی' دعوات کبیر)

(۹۰۷) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ اعوذ والی سورتوں سے مراد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہے کہ اس میں اعوذ صراحۃً مذکور ہے۔ بعض نے فرمایا کہ قل یایھا الکفرون اور قل ھو اللہ بھی اس میں شامل ہیں کہ اگرچہ ان دونوں میں صراحۃً اعوذ موجود نہیں مگر مقصود وہاں بھی ربّ کی پناہ مانگنا ہے اس پر اکثر صوفیاء کا عمل ہے کہ ہر نماز کے بعد یہ چاروں قل پڑھتے ہیں' ہر نماز سے مراد فرض نماز ہے اگر جنازہ کی نماز کے بعد یہ چار سورتیں پڑھ کر میت کو بخشی جائیں تو بھی بہتر ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَةً مِّنْ وَّلَدِ اِسْمٰعِيْلَ وَلَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰی اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَةً۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۹۰۸) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو فجر کی نماز سے سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے ہیں' مجھے اس سے زیادہ پیارا ہے کہ اولادِ اسماعیل کے چار غلام آزاد کروں ۱؎ اور میرا اس قوم کے ساتھ بیٹھنا جو عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک اللہ کا ذکر کریں' مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ چار غلام آزاد کردوں۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۹۰۸) ۱؎ چونکہ اس بیٹھنے میں چار عبادتیں ہیں' اچھوں کی صحبت' اللہ کا ذکر' مسجد کی حاضری اور نمازِ اشراق کا انتظار' ان میں سے ہر عبادت ایک غلام آزاد کرنے سے افضل اس لیے چار غلاموں کا ذکر فرمایا گیا۔ نیز اولادِ اسماعیل دوسرے لوگوں سے افضل ہے اس لیے ان کے چار غلام آزاد کرنا دوسرے غلام کے آزاد کرنے سے افضل۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ اشراق تک مسجد میں ٹھہرنا اور صالحین کے ساتھ بیٹھنا اور اللہ کا ذکر کرنا بہت بہتر ہے' اللہ کے ذکر میں دعا' تلاوتِ قرآن' علم دین اور صالحین کا ذکر سب شامل ہے۔ (ازمرقاۃ) اکثر لوگ اس وقت تلاوتِ قرآن کرتے ہیں۔ ان کا ماخذ یہی حدیث ہے بعض فقہاء نے سورج طلوع ہوتے وقت تلاوت کو غیر مستحب فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت سجدہ نہیں ہوسکتا اور کبھی تلاوت کے دوران سجدے کی آیت بھی آجاتی ہے۔ ۲؎ بعض صوفیاء عصر سے مغرب تک مسجدوں میں مراقبے کرتے ہیں' کسی سے کلام نہیں کرتے' ان کی اصل یہ حدیث ہے اس سے معلوم ہورہا ہے کہ فجر کے بعد مسجد میں بیٹھنا اس بیٹھنے سے افضل ہے کیونکہ وہاں چار اسماعیلی غلاموں کا ذکر تھا یہاں مطلقاً چار فرمائے۔ خیال رہے کہ

احناف کے نزدیک عرب غلام نہیں بنائے جاسکتے لہٰذا اولادِ اسماعیل سے مراد غیر عرب مراد ہوں گے یا یہ حکم فرضاً ہے۔ (از مرقاۃ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۹۰۹) روایت ہے انہی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فجر جماعت سے پڑھے پھر سورج نکلنے تک ۱؎ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے ۲؎ پھر دو رکعتیں پڑھے تو اسے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا ۳؎ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے کا، پورے پورے کا۔ (ترمذی)

(۹۰۹) ۱؎ سورج نکلنے سے مراد آفتاب بلند ہونا یعنی چمکنے سے دومنٹ بعد کیونکہ چمکتے وقت نماز ممنوع ہے ۲؎ اور بیٹھنے سے مراد مسجد میں رہنا ہے لہٰذا اس وقت طواف یا وعظ یا طلب علم کے لیے مسجد کے کسی گوشہ میں منتقل ہونا مضر نہیں بلکہ مرقاۃ نے فرمایا کہ جو فجر کے بعد اپنے گھر آجائے مگر اللہ کے ذکر میں مشغول رہے پھر دو نفل پڑھ لے، وہ بھی اس میں داخل ہے۔ حج فرض ہے، عمرہ سنت ایسے ہی نماز فجر فرض اور رَکْعَتَیْنِ سنت اس لیے ان دونوں کے جمع کرنے میں حج و عمرے کا ثواب ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ ان نفلوں سے مراد نفل اشراق ہیں جن کا وقت طلوعِ آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے، نمازِ چاشت کا وقت شروع اسی وقت سے ہوتا ہے مگر ختم نصف النہار پر ۳؎ یعنی کامل حج و عمرہ کا ثواب ملے گا جو فرائض، واجبات، سنتوں اور مستحبات کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ خیال رہے کہ حج و عمرے کا ثواب ملنا اور ہے ان کا ادا ہونا کچھ اور لہٰذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان حج چھوڑ دیں، صرف اشراق پڑھ لیا کریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ الْاَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا اِمَامٌ لَّنَا يُكَنّٰى اَبَا رِمْثَةَ قَالَ صَلَّيْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اَوْمِثْلَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ يَقُوْمَانِ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ حَتّٰى رَاَيْنَا بَيَاضَ خَدَّيْهِ ثُمَّ انْتَفَلَ كَانْفِتَالِ اَبِيْ رِمْثَةَ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِيْ اَدْرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ يَشْفَعُ فَوَثَبَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِمَنْكِبَيْهِ فَهَزَّهٗ ثُمَّ قَالَ اجْلِسْ فَاِنَّهٗ لَنْ يَّهْلِكَ اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ

(۹۱۰) روایت ہے حضرت ارزق ابن قیس سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم کو ہمارے امام نے نماز پڑھائی جن کی کنیت ابورمثہ تھی، انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہی نماز یا اس کی مثل کوئی اور نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی ۲؎ فرمایا کہ حضرت ابوبکر و عمر اگلی صف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے کھڑے ہوتے تھے ۳؎ اور ایک شخص نماز کی پہلی تکبیر میں حاضر ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر داہنے بائیں سلام پھیرا حتیٰ کہ ہم نے آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھی۔ ۴؎ پھر ابورمثہ یعنی میری طرف پھرے۔ ۵؎ تو جس نے نماز کی پہلی تکبیر پائی تھی، وہ نفل پڑھنے کھڑا ہوگیا۔ ۶؎ تب حضرت عمر جلدی اُٹھے اور اس کے کندھے پکڑ کر ہلائے پھر فرمایا بیٹھ جا ۷؎ کیونکہ اہل کتاب صرف اسی لیے ہلاک ہوئے کہ ان کی

يَكُنْ بَيْنَ صَلٰوتِهِمْ فَصَلٌ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهٗ فَقَالَ اَصَابَ اللّٰهُ بِكَ يَابْنَ الْخَطَّابِ.(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ تھا۔ ۸؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اُٹھا کر فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے! اللہ تمہیں مصیب رکھے۔ ۹؎ (ابوداؤد)

(۹۱۰) ۱؎ آپ تابعی ہیں، حارثی ہیں، بصرہ میں پیدائش ہوئی، کوفہ میں قیام رہا، عالم باعمل تھے، ۱۲۱ھ میں وفات ہوئی ۲؎ ابورمثہ صحابی ہیں، انہوں نے تابعین کو نمازِ ظہر یا عصر پڑھا کر یہ فرمایا کہ ہم نے ایک بار یہی نماز یا دوسری کوئی اور نماز حضور علیہ السلام کے پیچھے پڑھی تھی تو یہ واقعہ پیش آیا۔ ۳؎ کیونکہ حضور علیہ السلام کے پیچھے افضل صحابہ کھڑے ہوا کرتے تھے تاکہ بوقتِ ضرورت ان نمازیوں میں حضور علیہ السلام انہیں امام بنا کر خود وضو کے لیے جاسکیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صف کا داہنا حصہ باقی مقامات سے افضل ہے۔ ۴؎ یعنی داہنی طرف والوں نے داہنے رخسار کی سفیدی دیکھی اور بائیں والوں نے بائیں رخسار کی دَایْنَا جمع فرمایا۔ تکبیر اولیٰ سے مراد تکبیر تحریمہ ہے اس کے پانے کی صورت یہ ہے کہ امام کے قرأت شروع کرنے سے پہلے مقتدی سبحان سے فارغ ہوجائے اس کے بارے میں کچھ اور بھی قول ہیں۔ ۵؎ یعنی بعد سلام دعا مانگنے کے لیے داہنی جانب منہ کرکے بیٹھے جیسے میں بیٹھا ہوں۔ ۶؎ یعنی وہ شخص مسبوق نہ تھا تاکہ فرض کی بقیہ رکعتیں پوری کرنے کھڑا ہوتا بلکہ مدرک تھا جو بعد والی سنتیں پڑھنے کے لیے دعا مانگے بغیر کھڑا ہوا۔ ۷؎ یعنی بیٹھ کر حضور علیہ السلام کے ساتھ دعا مانگ جب سرکار اور سارے مسلمان دعا سے اُٹھیں تو تو بھی اُٹھ، نماز سے فارغ ہونے اور مسجد سے نکلنے میں جلدی نہ کر اس سے معلوم ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، ان میں بھی فرضوں کے بعد دعا مانگی جائے اگرچہ مختصر ہی ہو۔ ۸؎ یعنی انہیں حکم دیا گیا تھا کہ فرائض اور نوافل کے درمیان دعا کا بھی فاصلہ کریں اور اگر ہوسکے تو جگہ کا بھی مگر اس پر عمل نہ کیا، فرض و نفل ملا کر پڑھے جس سے ان کے دل سخت ہوگئے اور ہزاروں گناہ کر بیٹھے۔ (مرقاۃ) خیال رہے کہ لن یھلك نفی مستقبل ہے مگر یہاں ماضی کی نفی استمرار کے لیے استعمال ہوا جیسے اَللّٰهُ يَجْتَبِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ میں یجتبی مضارع ہے مگر ماضی کے دوام کے لیے آیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ کتاب پر نمازیں فرض تھیں اور ان نمازوں میں کچھ فرائض، کچھ نوافل۔ ۹؎ یعنی جیسے تم نے یہ مسئلہ صحیح بیان کیا، ایسے ہی ہمیشہ ہر کام میں درستی پر رہو۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام خوش ہوئے اور آپ کی دعا فاروقِ اعظم کو ایسی لگی کہ آپ ہمیشہ سیاسی اور مذہبی امور میں حق پر ہی رہے، باطل ان کے قریب بھی نہ آیا۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اُمِرْنَا اَنْ نُسَبِّحَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ وَنَحْمَدَ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ وَنُكَبِّرَ اَرْبَعًا وَّ ثَلٰثِيْنَ فَاَتٰى رَجُلٌ فِي الْمَنَامِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقِيْلَ لَهٗ اَمَرَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُسَبِّحُوْهُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ كَذَا وَكَذَا قَالَ الْاَنْصَارِيُّ فِيْ مَنَامِهٖ نَعَمْ قَالَ فَاجْعَلُوْهَا خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ وَاجْعَلُوْا فِيْهَا

(۹۱۱) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے ۱؎ فرماتے ہیں ہمیں حکم دیا گیا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ بار تسبیح پڑھیں، ۳۳ بار حمد اور ۳۴ بار تکبیر پھر ایک انصاری کے خواب میں کوئی آنے والا آیا اور آپ سے کہا کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد اتنی اتنی تسبیح پڑھو؟ انصاری نے خواب ہی میں کہا ہاں! اس نے کہا انہیں ۲۵، ۲۵ بار کرلو اور ان میں تہلیل بھی کرلو۔ ۲؎ جب صبح ہوئی تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

التَّهْلِيْلَ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَافْعَلُوْا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔

خدمت میں حاضر ہوئے' انہیں خبر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے بھی کرو۔ ۳

(احمد' نسائی' دارمی)

(۹۱۱) ۱ آپ مشہور صحابی ہیں' کاتب وحی ہیں' علم فرائض کے امام ہیں' زمانہ صدیقی میں قرآن جمع کرنے والوں میں آپ بھی تھے اور زمانہ عثمانی میں قرآن کو مصحفوں میں نقل کرنے والوں میں بھی آپ تھے۔ ۲ یہ خواب الہامی تھا' رب کی طرف سے فرشتے کے ذریعے صحابی کو تعلیم دی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ ان تینوں کلموں کو ۲۵' ۲۵ بار پڑھو اور سینکڑہ پورا کرنے کے لیے ۲۵ بار لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھ لیا کرو۔ خیال رہے کہ اس خواب میں حضور علیہ السلام کے فرمان کی تردید نہیں بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ تر کا مشورہ ہے لہٰذا وہ تسبیح فاطمہ اب بھی جاری ہے اور مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی وہ پڑھ لیا کرو' کبھی یہ۔ ۳ یعنی کبھی ایسے کبھی ایسے۔ خیال رہے کہ یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تائید فرمانے کی وجہ سے قابل عمل ہوگئی ورنہ نص کے مقابلے میں نہ کسی کا خواب معتبر ہے نہ ولی کا کشف اور نہ کسی کا الہام کیونکہ نص معصوم کی ہے اور ہم بیداری اور خواب میں غیر معصوم ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَعْوَادِ هٰذَا الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ لَّمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا الْمَوْتُ وَمَنْ قَرَأَهَا حِيْنَ يَأْخُذُ مَضْجَعَهٗ اٰمَنَهُ اللّٰهُ عَلٰى دَارِهٖ وَ دَارِ جَارِهٖ وَاَهْلِ دُوَيْرَاتٍ حَوْلَهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ۔

(۹۱۲) روایت ہے حضرت علی سے' فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر کے تختوں پر فرماتے سنا کہ جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت کے داخلے سے نہ روکے گی۔ ۱ اور جو بستر پر لیٹتے وقت اسے پڑھ لے تو اللہ اس کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر آس پاس کے گھر والوں پر امن دے گا۔ ۲ (بیہقی' شعب الایمان) فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے۔ ۳

(۹۱۲) ۱ یعنی وہ مرتے ہی جنت میں جائے گا' قیامت سے پہلے روحانی طور پر اور بعد قیامت جسمانی طور پر بھی لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قیامت سے پہلے جنت میں داخلہ کیسا۔ خیال رہے کہ عام مسلمین کی قبروں میں جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے' یہ خود وہاں نہیں پہنچتے نہ جسماً نہ روحاً جنت میں پہنچ جاتے ہیں جیسے شہداء اور یہ لوگ۔ ۲ یعنی اس کی برکت سے سارے محلے میں چوری' آگ لگنے' مکان گر جانے بلکہ ساری ناگہانی آفتوں سے صبح تک امن رہے گی۔ یہ عمل بہت مجرب ہے۔ ۳ کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہے نیز اس کا اگلا حصہ حصن حصین شریف نے بروایت نسائی' ابن حبان' ابن السنی' ابوامامہ سے نقل کیا۔ نیز طبرانی وغیرہم نے آیت الکرسی کے بڑے بڑے فضائل بیان کیے' وہ تمام احادیث اس کی مؤید ہیں۔ نیز تمام علماء اولیاء اور عامۃ المسلمین اس پر عامل رہے اور ہیں اور عمل اُمت سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ قَبْلَ اَنْ يَّنْصَرِفَ وَيَثْنِيَ

(۹۱۳) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن غنم سے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرمایا کہ جو نمازِ مغرب و فجر سے پھرنے

رِجْلَیْهِ مِنْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَالصُّبْحِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ وَاحِدٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَّ مُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَّرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَّكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنْ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَّحِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَلَمْ يَحِلَّ لِذَنْبٍ اَنْ يُّدْرِكَهٗ اِلَّا الشِّرْكَ وَكَانَ مِنْ اَفْضَلِ النَّاسِ عَمَلًا اِلَّا رَجُلًا يَفْضُلُهٗ يَقُوْلُ اَفْضَلَ مِمَّا قَالَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اِلٰى قَوْلِهٖ اِلَّا الشِّرْكَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ.

اور پاؤں موڑنے سے پہلے ۱؎ دس بار یہ کہہ لیا کرے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف اس کے قبضے میں خیر ہے زندگی اور موت دیتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ ۲؎ تو اس کے لیے ہر ایک کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس گناہ مٹائے جائیں گے اور دس درجے بلند کیے جائیں گے۔ ۳؎ ہر بُرائی سے اس کی حفاظت اور مردود شیطان سے امن ہوگی اور شرک کے سوا کوئی گناہ اسے نہ چھو سکے گا۔ ۴؎ اور وہ لوگوں سے عمل میں افضل ہوگا سوا اس کے جو اس سے زیادہ کہہ لے وہ اس سے بڑھ جائے گا۔ ۵؎ (احمد) ترمذی نے اس کی مثل ابوذر سے الاالشرك تک اور اس نے نہ نمازِ مغرب کا ذکر کیا اور نہ بیده الخیر کا اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ۶؎

(۹۱۳) ۱؎ یعنی مغرب کی سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہو کر اسی طرح دوزانو بیٹھے یہ کرلیا کرے، فرض مغرب مراد نہیں کیونکہ اس کے بعد سنتیں ہیں لہذا دعا مختصر مانگنی چاہیے۔ ۲؎ یعنی چوتھا کلمہ خیال رہے کہ اگرچہ خیر و شر سب اللہ کے قبضے میں ہے مگر ادب یہ ہے کہ اس کی طرف صرف خیر کو نسبت کیا جائے۔ ۳؎ جب ایک کے بدلے دس ہو تو دس کے بدلے یقیناً سو ہوں گے۔ ۴؎ یعنی اللہ تعالٰی اس کی برکت سے اسے گناہوں سے بچائے گا اور اگر بھول سے گناہ کرے گا تو توبہ کی توفیق ملے گی اور رب تعالٰی کی طرف سے معافی ہاں اگر کفر کر بیٹھا تو اس کی معافی نہ ہوگی یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔ ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ دس بار کی قید نہیں جتنی خدا توفیق دے، پڑھے۔ ۶؎ یعنی یہ حدیث تین اسنادوں سے مروی ہے ایک اسناد میں حسن، ایک میں صحیح، ایک میں غریب۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا غَنَائِمَ كَثِيْرَةً وَّ اَسْرَعُوا الرَّجْعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَّا لَمْ يَخْرُجْ مَا رَأَيْنَا بَعْثًا اَسْرَعَ رَجْعَةً وَّلَا اَفْضَلَ غَنِيْمَةً مِّنْ هٰذَا الْبَعْثِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى قَوْمٍ اَفْضَلَ غَنِيْمَةً وَّاَفْضَلَ رَجْعَةً قَوْمًا شَهِدُوْا صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسُوْا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ

(۹۱۴) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا، وہ بہت غنیمتیں لائے اور جلد لوٹ آئے۔ ۱؎ تو ہم میں سے ایک شخص بولا جو ان میں نہ گیا تھا کہ ہم نے کوئی ایسا لشکر نہ دیکھا جو اس لشکر سے جلد لوٹا ہو اور زیادہ غنیمت لایا ہو۔ ۲؎ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ قوم نہ بتاؤں جو غنیمت اور لوٹنے میں بہتر ہے، وہ قوم ہے جو فجر کی نماز میں حاضر ہوں پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اس کا ذکر کریں یہ لوگ جلدی لوٹنے

فَأُولٰئِكَ اَسْرَعُ رَجْعَةً وَّاَفْضَلُ غَنِيْمَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّحَمَّادُ بْنُ اَبِيْ حُمَيْدٍ نِ الرَّاوِيْ وَهُوَ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ۔

والے اور بہتر غنیمت والے ہیں۔ ۳ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے حماد ابن ابی حمید راوی حدیث میں ضعیف ہیں۔ ۴

(۹۱۴) ۱ نجد عرب کا پانچواں صوبہ ہے' حجاز اور تہامہ کے درمیان چونکہ یہ بلندی پر واقع ہے اس لیے نجد کہلاتا ہے' نجد کے معنی بلندی ہیں۔ ۲ یعنی یہ لشکر بڑا بابرکت ہے کہ سفر میں کم رہا' بہت لے کر آیا۔ خیال رہے کہ جس لشکر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس خود تشریف نہ لے جائیں اسے سریہ کہا جاتا ہے غالبًا اس شخص نے یہ حسرت کے طور پر کہا ہوگا کہ کاش اس میں میں بھی جاتا اسی لیے حضور علیہ السلام نے اگلا جواب دیا۔ ۳ یعنی غنیمت صرف مال ہی کی نہیں ہوتی بلکہ اجر وثواب کی بھی ہوتی ہے' اشراق پڑھنے والا جلدی گھر لوٹ آتا ہے اور پورا اجر لے کر آتا ہے۔ ۴ چنانچہ انہیں بخاری نے منکر الحدیث فرمایا۔ نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہیں' ابن معین کہتے ہیں کہ ان کی حدیث کچھ نہیں' مرقاۃ نے فرمایا کہ ان کا حافظہ خراب ہے۔

بَابُ مَا لَايَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ وَمَا يُبَاحُ مِنْهُ

باب نماز میں کون سے کام ناجائز اور کون سے مباح ہیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

نماز میں بعض کام کرنے کے ہیں' بعض نہ کرنے کے' کرنے والے بعض فرض ہیں جن کے بغیر نماز قطعاً ہوتی ہی نہیں۔ بعض واجب جن کے سہواً رہ جانے سے سجدہ واجب ہے' بعض سنت ہیں' بعض مباح' نہ کرنے والے کام' بعض مکروہ تنزیہی ہیں' بعض مکروہ تحریمی' بعض حرام اس باب میں انہیں کا ذکر ہے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَاشَانُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَءَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَارَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِّنْهُ فَوَاللّٰهِ مَاكَهَرَنِيْ وَلَاضَرَبَنِيْ

(۹۱۵) روایت ہے حضرت معاویہ ابن حکم سے ۱ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ قوم میں سے ایک شخص چھینکا' میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے۔ ۲ مجھے لوگوں نے تیز نگاہوں سے دیکھا تو میں نے کہا ہائے میری ماں کا رونا۔ ۳ تمہیں کیا ہوا کہ مجھے دیکھتے ہو۔ ۴ تو وہ رانوں پر ہاتھ مارنے لگے۔ ۵ جب میں نے دیکھا کہ مجھے خاموش کر رہے ہیں تو میں بھی خاموش ہوگیا۔ ۶ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو میرے ماں باپ ان پر نثار میں نے ایسا اچھا سکھانے والا معلم نہ آپ سے پہلے

وَلَاشَتَمَنِیْ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَایَصْلُحُ فِیْهَا شَیْءٌ مِّنْ کَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِیَ: التَّسْبِیْحُ وَالتَّکْبِیْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْکَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِیَّةٍ وَّقَدْ جَآءَ نَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا یَاْتُوْنَ الْکُهَّانَ قَالَ فَلَاتَاْتِهِمْ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ یَتَطَیَّرُوْنَ قَالَ ذَاكَ شَیْءٌ یَجِدُوْنَهٗ فِیْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا یَصُدَّنَّهُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ یَخُطُّوْنَ قَالَ کَانَ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ یَخُطُّ فَمَنْ وَّافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَوْلُهٗ لٰکِنِّیْ سَکَتُّ هٰکَذَا وَجَدْتُ فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ وَّکِتَابِ الْحُمَیْدِیِّ وَاُصَحِّحُ فِیْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ بِلَفْظَةِ کَذَا فَوْقَ لٰکِنِّیْ۔

دیکھا نہ بعد میں۔ خدا کی قسم! نہ مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ بُرا کہا۔ ۷؎ فرمایا کہ ان نمازوں میں انسانی کلام مناسب نہیں، یہ صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوتِ قرآن ہے۔ ۸؎ یا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ۹؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرا زمانہ جاہلیت سے قریب ہے، اللہ نے ہمیں اسلام دیا اور ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں۔ فرمایا تم وہاں نہ جاؤ۔ ۱۰؎ میں نے کہا کہ ہم میں سے بعض پرندے اُڑاتے ہیں۔ فرمایا یہ ایسی بات ہے جسے وہ اپنے دلوں میں پاتے ہیں، انہیں یہ کاموں سے نہ روکے۔ ۱۱؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ہم میں سے بعض لکیریں کھینچتے ہیں، فرمایا ایک پیغمبر خط کھینچتے تھے جس کا خط ان کے موافق ہوگا تو درست ہے۔ ۱۲؎ (مسلم) ان کا قول لکنی سکت میں نے صحیح مسلم میں یوں ہی پایا اور کتاب حمیدی میں ہے کہ جامع اصول میں لکنی کے اوپر لفظ کذا سے صحیح کہا۔ ۱۳؎

(۹۱۵) ۱؎ آپ صحابی ہیں، قبیلہ بنی سلیم سے ہیں، اہلِ مدینہ میں آپ کا شمار ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ آپ سے صرف یہی حدیث مروی ہے، ۱۷ھ میں وفات پائی۔ ۲؎ یعنی چھینکنے والے کو جواب دینے کی نیت سے میں نے یہ کہا اگرچہ یہ جواب دیا جاتا ہے جب چھینکنے والا کہے الحمدللہ یہاں چھینکنے والے نے الحمدللہ نہیں کہا مگر انہوں نے یہ کہا ۳؎ عرب میں یہ لفظ تعجب پر بولا جاتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ میں مر گیا اور میری ماں مجھے رو رہی ہے یعنی میں نے ایسا کون سا کام کیا جو اس کے رونے کا سبب ہوا۔ ۴؎ اولاً اسلام میں بحالتِ نماز کلام سلام بھی کیا جاتا تھا اور امام کے پیچھے قرأت بھی وقوموا للہ قانتین سے کلام وسلام بند ہوا اور واذا قری القراٰن الخ سے امام کے پیچھے قرأت ممنوع ہوئی نماز میں کلام بند ہوچکی تھی، انہیں یہ خبر نہ تھی اس لیے انہوں نے یہ گفتگو کی۔ ۵؎ یعنی صحابہ نے انہیں کلام سے روکنے کے لیے اپنا ایک ہاتھ ایک ایک بار ران پر مارا اگر دونوں ہاتھ مارتے یا مسلسل تین بار مارتے تو ان کی اپنی نماز جاتی رہتی کیونکہ عمل کثیر نماز فاسد کر دیتا ہے، عمل قلیل بھی اگر مسلسل تین بار کیا جائے تو کثیر بن جاتا ہے اور نماز فاسد کر دیتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ضرورۃً کنکھیوں سے دائیں بائیں دیکھنا اور عمل قلیل بھی جائز ہے۔ ۶؎ یعنی مجھے غصہ تو بہت آیا اور میں نے چاہا کہ کچھ اور کہوں لیکن ان بزرگوں کا ادب و احترام کرتے ہوئے میں خاموش رہا۔ ۷؎ فو اللہ الخ لَمَّا کا جواب ہے اور اس سے پچھلا جملہ معترضہ تھا کھر اور قھر ہم معنی ہیں۔ چنانچہ ایک قرأت میں ہے فاما الیتیم فلا تقھر یعنی سرکار نے اس غلطی کی وجہ سے مجھ پر کسی قسم کی سختی نہ فرمائی، نہایت نرمی سے مسئلہ بتا دیا۔ ۸؎ یعنی تمہارا یرحمك اللہ کہنا انسانی کلام ہے، اس سے نماز جاتی رہتی ہے آئندہ نہ کہنا، نماز میں صرف یہ مذکور چیزیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر نمازی جواب کی نیت سے قرآن شریف کی آیت ہی پڑھ دے تو وہ کلامِ انسانی

ہوگا اور فاسد کردے گا جیسے خوشی کی خبر پر الحمدللہ اور غم کی خبر پر انا اللہ الخ۔ ۹؎ یعنی مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ شریفہ میں شک ہے' یہی تھے یا اور البتہ مضمون یہی تھا۔ خیال رہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہ دیا اس لیے کہ انہیں اس آیت کے نزول کی خبر نہ تھی اور ابھی یہ قانون مشتہر نہ ہوا تھا' قانون کی شہرت سے پہلے اس کے احکام مرتب نہیں ہوتے اب اگر کوئی نمازی بے خبری سے یہ کرے گا تو نماز دہرانا واجب ہوگی کیونکہ یہ قانون مشہور ہو چکا' بے خبری عذر نہیں لہٰذا یہ حدیث سوادِ اعظم کے خلاف نہیں۔ امام شافعی و ابو یوسف اس حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ نماز میں چھینک کا جواب دینا حرام ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ ۱۰؎ حضور علیہ السلام کو مہربان دیکھ کر دینی مسائل پوچھنے شروع کر دیئے' کاہن وہ لوگ ہیں جنہیں شیاطین سے تعلق ہوتا ہے' علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور آئندہ کی جھوٹی سچی خبریں دیتے ہیں جیسے آج کل پنڈت اور جوگی۔ عراف وہ کہلاتے ہیں جو چھپی چیزیں چوری کے مال کا پتا بتاتے ہیں' کاہنوں سے غیبی چیزیں پوچھنا گناہِ کبیرہ بلکہ قریب کفر ہے اس کی بحث انشاء اللہ باب الکہانت میں ہوگی۔ ۱۱؎ کفار عرب میں فال کے بہت طریقے تھے' ان میں سے ایک پرندے اُڑانا تھا کہ اگر کسی کام کو چلے اور راستہ میں کوئی چڑیا بیٹھی ملی اسے اُڑایا اگر دائیں طرف اُڑی تو سمجھے کامیابی ہے اگر سیدھی اُڑے تو سمجھے کامیابی میں دیر ہے اور اگر بائیں طرف اُڑی تو ناکامی کا یقین کر کے واپس لوٹ آئے۔ حضور علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ یہ ان کے نفسیاتی وسوسے ہیں' ربّ پر توکل چاہیے اور ایسے وہمیات کی بناء پر کام چھوڑنا نہیں چاہیے۔ فال کی بحث انشاء اللہ باب الفال میں آئے گی۔ ۱۲؎ لکیریں کھینچنے سے مراد رمل ہے جس میں خطوط کے ذریعے غیبی بات معلوم کی جاتی ہے جیسے علم جفر میں عددوں سے' علم رمل حضرت دانیال علیہ السلام کا معجزہ تھا اور علم جفر حضرت ادریس علیہما السلام کا جس کو ان بزرگوں کے خطوط یا اعداد سے مناسبت ہوگی' اس کا درست ہوگا ورنہ غلط۔ بعض علماء نے اس حدیث سے دلیل پکڑی کہ عمل رمل اور جفر جائز ہے لیکن بغیر کمال اس پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ ۱۳؎ یعنی میں نے لکنی سکت کو صحیح مسلم میں پایا اور جامع اصول میں لکنی پر لفظ کذا لکھا ہے جو اس کی صحت کی علامت ہے کیونکہ وہ صحیح پر لفظ کذا لکھ دیا کرتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدَ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نَسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۱۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہ وہ نماز میں ہوتے' سلام کرتے تھے' آپ ہمیں جواب دیتے تھے۔ ۱؎ جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے ۲؎ تو ہم نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ہمارا جواب نہ دیا۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپ کو نماز میں سلام کرتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے۔ فرمایا نماز میں مشغولیت ہے۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۹۱۶) ۱؎ یعنی ہجرت سے پہلے نماز میں کلام و سلام سب جائز تھا اس بناء پر حضور علیہ السلام بحالتِ نماز سلام کا جواب دیتے تھے' ان حضرات کے حبشہ جانے کے بعد کلام منسوخ ہوا۔ خیال رہے کہ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ سورۂ بقر میں ہے' سورۂ بقر مدنی ہے لہٰذا نسخ کلام بعد ہجرت ہوا۔ ۲؎ نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب تھا جیسے فرعون بادشاہ مصر کا حضور علیہ السلام کے زمانہ کے نجاشی کا نام اصحمہ تھا اس نے مظلوم

صحابہ کو اپنے ملک میں امن دی اور انہی کے ذریعے حضور علیہ السلام پر غائبانہ ایمان لایا اور انہی کی معرفت حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں بہت سے تحفے بھیجے۔ حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان جو ایمان لاکر حبشہ ہجرت کر گئیں تھیں' اصحمہ ہی نے ان کا غائبانہ نکاح حضور علیہ السلام سے کیا جب حضور علیہ السلام مدینہ پاک تشریف لائے تو حبشہ کے مہاجر صحابہ مدینہ منورہ میں آ گئے' ان بزرگوں کو صاحب ہجرتین کہتے ہیں' انہی اصحمہ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر قرآنِ کریم نے بہت شان سے کیا ہے: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ (۵'۸۳) اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اُترا (کنزالایمان) نجاشی کا انتقال ۹ھ فتح مکہ سے پہلے حبشہ میں ہوا۔ جبریل امین نے ان کی لاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کردی' حضور علیہ السلام نے غائبانہ جنازہ پڑھا' بہت عرصے تک ان کی قبر سے انوار نکلتے تھے جس سے رات میں سارا جنگل جگمگا جاتا تھا' رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ۳؎ یعنی اب نماز' مناجات' عبودیت اور استغراق سے گھیر دی گئی' اس میں نہ کلام ہے نہ سلام۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ نمازی اشارے سے بھی سلام کا جواب نہیں دے سکتا۔

وَعَنْ مُعَيْقِيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۱۷) روایت ہے حضرت معیقیب سے ۱؎ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اس شخص کے بارے میں جو سجدے کی جگہ مٹی برابر کرے فرمایا اگر تمہیں کرنا ہے تو ایک بار۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۹۱۷) ۱؎ آپ کا نام معیقیب ابن فاطمہ ہے' دوسی ہیں' سعد ابن عاص کے آزاد کردہ غلام ہیں' قدیم الاسلام ہیں' صاحب ہجرتین ہیں' حضور علیہ السلام کی انگوٹھی آپ کے پاس رہتی تھی' انہی سے حضرت صدیقِ اکبر نے حضور علیہ السلام کے بعد یہ انگوٹھی لی' آخر میں جذام میں مبتلا ہوگئے تھے' خلافتِ عثمانی یا حیدری میں وفات پائی' رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ دوسرے معیقیب تابعی ہیں' وہ اور ہیں۔ ۲؎ یعنی کسی نے حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا کہ نمازی بحالتِ نماز سجدہ کی جگہ سے کنکر کانٹا ہٹا سکتا ہے یا نہیں اور مٹی صاف کرسکتا ہے یا نہیں؟ فرمایا ضرورۃً ایک بار کرسکتا ہے اس سے فقہاء نے بہت سے مسائل مستنبط کیے ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۱۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۹۱۸) ۱؎ یعنی نماز کی کسی حالت میں قیام' قومہ' قعود میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے بلکہ نماز سے خارج بھی ممنوع ہے کہ یہ ابلیس کا طریقہ ہے۔ نیز دوزخی تھک کر ایسے ہاتھ رکھا کریں گے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں خصر سے مراد لاٹھی یا دیوار پر ٹیک لگانا ہے' عربی میں خاصرہ لاٹھی کو کہتے ہیں' یہ ٹیک بلاضرورت ممنوع' ضرورۃً جائز ہے' بوڑھا آدمی لاٹھی بغل میں لے کر نماز پڑھ سکتا ہے' سلیمان علیہ السلام نے اپنی آخری نماز لاٹھی کی ٹیک پر ہی پڑھی جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ۔

(۹۱۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ یہ اُچکنا ہے شیطان بندے کی نماز سے اُچکتا

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) ہے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۹۱۹) ۱؎ خیال رہے کہ نماز میں کعبہ سے سینہ پھر جانا نماز کو توڑ دیتا ہے‘ صرف چہرہ پھرنا مکروہ ہے‘ کنکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھنا خلافِ مستحب‘ یہاں التفات سے غالبًا دوسرے معنی مراد ہیں جو مکروہ ہیں۔ ممکن ہے تیسرے معنی مراد ہوں‘ ابھی معاویہ ابن حکم کی روایت میں گزر چکا ہے کہ صحابہ نے انہیں گوشہ چشم سے دیکھا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام بھی کبھی اس طرح دیکھتے تھے‘ وہ سب بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان استحباب کے لیے لہٰذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ رَّفْعِهِمْ اَبْصَارَهُمْ عِنْدَالدُّعَآءِ فِی الصَّلٰوةِ اِلَی السَّمَآءِ اَوْلَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۲۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے‘ فرماتے ہیں‘ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قومیں نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اُٹھانے سے باز رہیں ورنہ ان کی نگاہیں چھین لی جائیں گی۔ ۱؎ (مسلم)

(۹۲۰) ۱؎ یعنی نماز میں دعائیہ یا آخری دعا پڑھنے پر نہ ہاتھ اُٹھائے نہ آسمان کی طرف نگاہ کہ یہ مکروہ ہے‘ خارج نماز ہاتھ بھی اُٹھائے اور نگاہ بھی کیونکہ آسمان قبلہ دعا ہے جیسے کعبہ قبلہ نماز‘ سرکار علیہ السلام کا یہ اظہار آفتاب کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ پہلے حضور علیہ السلام نماز میں کبھی آسمان کو دیکھا کرتے تھے جب یہ آیت اُتری: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (۲؍۲۳) جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں (کنزالایمان) تب چھوڑ دیا۔ تبدیلی قبلہ کے وقت حضور علیہ السلام کا نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا آپ کی خصوصیت تھی کہ وہ نماز ناز تھی۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ النَّاسَ وَاُمَامَةُ بِنْتُ اَبِی الْعَاصِ عَلٰی عَاتِقِهٖ فَاِذَا رَکَعَ وَضَعَهَا وَاِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُوْدِ اَعَادَهَا۔

(۹۲۱) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے‘ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ لوگوں کی امامت کرتے تھے اور امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھوں پر ہوتیں ۱؎ جب رکوع کرتے تو انہیں اُتار دیتے اور جب سجدہ سے سر اُٹھاتے تو انہیں لوٹا لیتے ۲؎ (مسلم بخاری)

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۹۲۱) ۱؎ آپ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی یعنی حضرت زینب کی بیٹی ہیں‘ علی مرتضٰی نے فاطمہ زہرا کی وفات کے بعد آپ سے نکاح کیا‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی حتیٰ کہ کبھی نماز میں بھی آپ کو کندھے پر رکھتے تھے۔ ۲؎ حق یہ ہے کہ یہ عمل حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے‘ ہمارے واسطے مفسد نماز ہے کیونکہ نماز میں بچی کو اُتارنا‘ چڑھانا اور روکنا عمل کثیر سے خالی نہیں۔ علماء نے اس کی بہت سی توجیہیں کی ہیں مگر جو فقیر نے کہا‘ وہ حق ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَثَآءَبَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْیَکْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَدْخُلُ

(۹۲۲) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے‘ فرماتے ہیں‘ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں جماہی لے تو جہاں تک تو ہو سکے‘ دفع کرے کیونکہ

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اِذَا تَثَاءَ بَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ وَلَايَقُلْ هَا فَاِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطٰنِ يَضْحَكُ مِنْهُ.

شیطان داخل ہو جاتا ہے (مسلم) بخاری کی روایت میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے فرمایا: تم میں سے کسی کو نماز میں جماہی آئے تو بقدر طاقت دفع کرے اور نہ کہے ''ھا'' کیونکہ یہ شیطان سے ہے کہ وہ اس سے ہنستا ہے۔ ۲

(۹۲۲) ۱ جماہی دفع کرنے کی تین صورتیں ہیں' ایک یہ کہ جماہی آتے وقت یہ سوچ لے کہ انبیائے کرام کو جماہی نہیں آتی تھی۔ دوسرے یہ کہ نچلا ہونٹ دانت سے دبا لے' تیسرے یہ کہ ناک سے زور کے ساتھ سانس نکالے اگر دفع نہ کر سکے تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت منہ پر رکھ لے۔ ۲ چنانچہ اگر نماز میں ''ہاہ'' منہ سے نکل جائے تو نماز جاتی رہے گی کہ اس میں تین حروف ادا ہو گئے اور اگر فقط ''ہا'' نکلا تو نماز مکروہ ہوگئی۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ صَلٰوتِيْ فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاَخَذْتُهُ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهُ عَلٰى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ دَعْوَةَ اَخِيْ سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّايَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ فَرَدَدْتُّهُ خَاسِئًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۲۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک خبیث جن آج رات کھل گیا ۱ تاکہ میری نماز توڑ دے' اللہ نے مجھے اس پر طاقت دی میں نے اسے پکڑ لیا ۲ میں نے سوچا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب اسے دیکھو ۳ لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آ گئی کہ مولا مجھے وہ ملک دے جو کسی کے لائق نہ ہو میرے بعد' تو میں نے اسے ناکام چھوڑ دیا۔ ۴ (مسلم بخاری)

(۹۲۳) ۱ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قید سے کہ آپ شیاطین کی ایک جماعت کو قید کر گئے تھے' ان میں سے ایک چھوٹ کر میرے پاس آ گیا اور میرے قلب میں وسوسے ڈالنے کی کوشش کرنے لگا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ جنات اور شیاطین کو دیکھتی ہے اور جہاں وہ بند ہیں' وہ جگہ بھی حضور علیہ السلام کی نگاہ کے سامنے ہے اور حضور ان کے ہر حال سے خبردار ہیں۔ قرآن کریم کا یہ فرمانا مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (۷:۲۷) کہ تم انہیں نہیں دیکھتے (کنز الایمان) ہم لوگوں کے لیے ہے' حضور علیہ السلام اس سے علیحدہ ہیں جب حضور علیہ السلام کی نگاہ سے فرشتے نہیں چھپتے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں خود رب تعالیٰ کو دیکھ لیا تو جناب و شیاطین کیسے چھپ سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کی ایک خبیث ترین جماعت کو قید کر دیا تھا جو اب تک قید میں ہے کیونکہ جنات کی عمریں بڑی ہوتی ہیں ان کا یہاں ذکر ہے ورنہ اور جماعتیں شیاطین کی کھلی پھرتی ہیں۔ ۲ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو دائمی طاقت بخشی جس سے آپ شیاطین کو پکڑ سکتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ نے شیطان کو صدقہ کا مال چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا تو وہ آپ سے نہ چھوٹ سکا۔ حضرت معاویہ نے ایک شیطان کو پکڑ لیا تو وہ آپ سے نہ چھوٹ سکا جب ذرات کی طاقتوں کا یہ حال ہے تو آفتابِ نبوت کی قدرت کا کیا پوچھنا اب بھی بعض عامل حضرات جنات کو قید کر دیتے ہیں' جلا دیتے ہیں۔ ۳ یعنی میں اسے باندھ دیتا

تو وہ کھل نہ سکتا، نہ چھوٹ کر بھاگ سکتا اور پھر وہ سب پر ظاہر ہو جاتا، تم سب اسے دیکھتے، ہمارے باندھنے کی برکت سے یہ غیب شہادت بن جاتا۔ ۴؎ یعنی چونکہ جنات پر قبضہ حضرت سلیمان کا خصوصی معجزہ بن چکا ہے اگر اس قبضہ کو ہم ظاہر فرمادیتے تو یہ ان کی خصوصیت نہ رہتا اس لیے اسے چھوڑ دیا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ شیطان کا جسم نجس نہیں اور اس کے چھونے سے نماز نہیں جاتی، نمازی کا ہاتھ نجس نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا خشوع وخضوع اور طرف متوجہ ہونے سے نہیں جاتا۔ دیکھو حضور علیہ السلام نے شیطان کو پکڑ بھی لیا، باندھنے کا ارادہ بھی کیا پھر چھوڑ بھی دیا مگر نماز کے خشوع میں کوئی فرق نہ آیا۔ تیسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے گزشتہ نبیوں کے کمالات بخشے مگر ان میں سے بعض کا اظہار نہ فرمایا تاکہ ان بزرگوں کی خصوصیات میں فرق نہ آئے۔ چوتھے یہ کہ نبی کی طاقت جنات وفرشتوں سے زیادہ ہے کہ شیطان آپ کی پکڑ سے چھوٹ نہ سکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارا تو ان کی آنکھ جاتی رہی اس جگہ اشعۃ للمعات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت قدرت تصرف ملک الموت جن وانس اور تمام عالم پر ہے، ہر شے آپ کے قبضہ میں ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِي صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ التَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۲۴) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے نماز میں کوئی چیز پیش آ جائے تو تسبیح پڑھے کیونکہ تالی عورتوں کے لیے ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تسبیح مردوں کے لیے ہے اور تالی عورتوں کے لیے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۹۲۴) ۱؎ یعنی اگر نمازی کو کوئی ایسا حادثہ پیش آ جائے جس سے اسے بولنا پڑے مثلاً اسے کوئی پکار رہا ہے یا کوئی بے خبری میں سامنے سے گزرنا چاہتا ہے تو مرد تو زور سے سبحان اللہ کہہ دے اور عورت بائیں ہاتھ کی پشت پر داہنی ہتھیلی مار دے تاکہ پکارنے والے اور گزرنے والے کو اس کا نماز میں ہونا معلوم ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے نامحرم نہ سنے۔ افسوس ان عورتوں پر جو گا بجا کر اپنی آوازیں غیروں کو سنائیں۔ خیال رہے کہ اگر نمازی عورت کا محرم بھی اسے پکارے یا سامنے سے گزرنے لگے تب بھی عورت تالی ہی بجائے کیونکہ اس کے لیے قانون ہی یہ ہو گیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَبْلَ اَنْ نَّاْتِيَ اَرْضَ الْحَبَشَةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنَ الْاَرْضِ الْحَبَشَةِ اَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ يُصَلِّيْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتّٰى اِذَا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ اَمْرِهٖ مَا يَشَآءُ وَاِنَّ مِمَّا

(۹۲۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے، فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ جانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے حالانکہ آپ نماز میں ہوتے تو آپ ہم کو جواب دیتے تھے پھر جب ہم حبشہ سے لوٹے تو میں آپ کی خدمت میں آیا، آپ کو نماز پڑھتے پایا، میں نے آپ کو سلام کیا تو مجھے آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ جب اپنی نماز پوری کی تو فرمایا اللہ اپنے

اَحْدَثَ اَنْ لَّاتَتَكَلَّمُوْا فِي الصَّلٰوةِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ وَ قَالَ اِنَّمَا الصَّلٰوةُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ فَاِذَا كُنْتَ فِيْهَا فَلْيَكُنْ ذٰلِكَ شَانُكَ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

احکام میں جو چاہے نئے حکم دے اب جو نیا حکم بھیجا اس میں یہ ہے کہ نماز میں کلام نہ کرو پھر آپ نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ ۱؎ اور فرمایا کہ نماز قرآن پڑھنے اور اللہ کے ذکر کے لیے ۲؎ جب تم نماز میں ہو تو یہ ہی تمہارا حال ہونا چاہیے۔ (ابوداؤد)

(۹۲۵) ۱؎ یہ سلام کا جواب استحباباً تھا تا کہ کہ حضرت ابن مسعود کا دل خوش ہو جائے ورنہ اگر کوئی نمازی کو تلاوتِ قرآن کرنے والے کو یا قضائے حاجت کرنے والے کو سلام کرے تو ان پر جواب دینا واجب نہیں کیونکہ ان حالتوں میں سلام کرنا سنت نہیں، مسنون سلام کا جواب واجب ہے نہ کہ ممنوع سلام کا لیکن اگر فراغت کے بعد جواب دے دیا جائے تو بہتر ہے (لمعات) اس سے بہت سے مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں۔ ۲؎ یہاں اللہ کے ذکر سے مراد تلاوت کے علاوہ دوسرے اذکار ہیں۔ تسبیحیں اور التحیات وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کا التحیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا بھی اللہ کا ذکر ہے جس سے نماز ناقص نہیں بلکہ کامل ہوتی ہے ورنہ کسی بندے کو مخاطب کر کے آیت پڑھنا بھی نماز توڑ دیتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِيْنَ كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ نَحْوَهٗ وَعِوَضُ بِلَالٍ صُهَيْبٌ.

(۹۲۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جواب کیسے دیتے تھے جب صحابہ آپ کو نماز میں سلام کرتے تو فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کر دیتے تھے۔ ۱؎ (ترمذی) اور نسائی کی روایت میں اسی طرح ہے اور بجائے بلال کے صہیب ہے۔

(۹۲۶) ۱؎ شاید اس وقت کا ذکر ہے جب کہ نماز میں زبانی سلام و جواب ممنوع ہو چکا تھا، اشارے جائز تھے پھر یہ بھی ممنوع ہو گیا چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے کہ اگر نمازی سر یا ہاتھ سے سلام کا جواب دے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ ظاہر یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر مکروہ ہوگی بہرحال اب اشارہ بھی منسوخ ہے اس حدیث سے ہی نسخ معلوم ہو رہا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر نے حضور علیہ السلام کو اشارہ کرتے دیکھا نہیں بلکہ سنا تھا تو حضرت بلال سے پوچھا اگر اشارہ اخیر تک جاری رہتا تو آپ دیکھ لیتے۔ خیال رہے کہ سلام کے اشارے مختلف ہیں، کبھی انگلی اُٹھا کر، کبھی ہاتھ پیشانی پر لگا کر، کبھی داہنا ہاتھ اُلٹا کر کے یہاں تیسری صورت مراد ہے جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی کی احادیث میں ہے۔ (اشعہ)

وَعَنْ رُفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسْتُ فَقُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَ يَرْضٰى فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ مَنِ

(۹۲۷) روایت ہے رفاعہ ابن رافع سے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، میں چھینکا تو کہہ لیا تمام تعریفیں اللہ کی ہیں، زیادہ اچھی اس میں برکت والی اس پر برکت جیسے ہمارا ربّ چاہے اور راضی ہوا۔ ۱؎ تو جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو پھرے اور

الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ فَقَالَ رِفَاعَةُ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدِ ابْتَدَرَهَا بِضْعَةٌ وَّثَلٰثُوْنَ مَلَكًا اَيُّهُمْ يَصْعَدُ بِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ۔

فرمایا نماز میں کلام کرنے والا کون تھا؟ کوئی نہ بولا پھر دوبارہ یہی فرمایا کوئی نہ بولا پھر سہ بار یہی فرمایا تو رفاعہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں ہوں۔ ۲؎ تب نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس میں تیس اور چند فرشتوں نے جلدی کی کہ کون انہیں لے کر چڑھے۔ ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

(۹۲۷) ۱؎ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام منسوخ نہیں ہوا تھا اب نمازی چھینک پر یہ نہیں کہہ سکتا۔ (مرقاۃ) بعض علماء نے فرمایا اب بھی یہ جائز ہے۔ بعض نے فرمایا دل سے کہے، زبان سے نہ کہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ اگر زبان سے یہ کلمے ادا کیے تو نماز جاتی رہے گی۔ ۲؎ صحابہ کرام کا خاموش ہونا حضور علیہ السلام کی ہیبت کی وجہ سے تھا ورنہ اس وقت نماز میں کلام جائز تھا۔ خیال رہے کہ اس حمد کرنے والے کو حضور علیہ السلام نے متکلم فرمایا، حامد نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ کلام میں شمار ہے اب جیسے اور کلاموں سے نماز فاسد ہوگی ایسے ہی اس سے۔ ۳؎ یعنی یہ الفاظ ایسے مقبول ہوئے کہ ہر فرشتہ چاہتا تھا کہ انہیں لے کر بارگاہِ الٰہی میں میں پہلے پیش ہوں اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ غیبی چیزوں، فرشتوں وغیرہ کو بھی دیکھتی ہے اور منہ سے نکلے ہوئے کلمات کو بھی ملاحظہ فرماتی ہے اور اس ملاحظہ سے آپ کی نماز کے حضور میں کچھ فرق نہیں آتا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّثَاؤُبُ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ وَلِابْنِ مَاجَةَ فَلْيَضَعْ يَدَهٗ عَلٰى فِيْهِ۔

(۹۲۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز میں جماہی شیطان کی طرف سے ہے تو جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو بقدرِ طاقت دفع کرے۔ ۱؎ (ترمذی) اور ترمذی کی دوسری روایت میں اور ابن ماجہ میں ہے کہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے۔ ۲؎

(۹۲۸) ۱؎ ہر جمائی شیطان کے اثر سے ہے، نماز میں ہو یا باہر مگر چونکہ نماز میں زیادہ بُری ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔ جماہی غفلت سے، سستی سے، زیادہ کھانے اور نیند کے غلبہ سے ہوتی ہے اور ان سب میں شیطان کا اثر ہے لہٰذا یہ فرمان بالکل حق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ربّ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماہی کو ناپسند اسی لیے چھینک پر الحمدللہ پڑھی جاتی ہے اور جماہی پر لاحول، انبیائے کرام جماہی سے محفوظ ہیں۔ ۲؎ یعنی اگر جماہی دفع نہ ہو سکے تو بائیں ہتھیلی کی پشت چھلیے ہوئے منہ پر رکھے، دفع کرنے کی صورتیں عرض کی جاچکیں۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ

(۹۲۹) روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جب وضو کرے تو اچھا کرے پھر مسجد کے ارادے سے نکلے۔ ۱؎ تو

بَيْنَ اَصَابِعِهٖ فَاِنَّهٗ فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔

انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالے کیونکہ وہ نماز میں ہے۔ ۲ (احمد ترمذی ابوداؤد نسائی دارمی)

(۹۲۹) ۱ سنت یہی ہے کہ وضو گھر سے کر کے مسجد کو جائے۔ بہتر یہ ہے کہ درود شریف پڑھتا ہوا جائے۔ ۲ یعنی یہ شخص حکماً نماز میں ہے اسی لیے اس حالت میں نماز کا ثواب پا رہا ہے اور نماز میں تو یہ کام منع ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا کھیل اور عبث ہے اس لیے اب بھی یہ نہ کرے یہ ایسا ہی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعتکاف نماز ہے لہٰذا باوضو کرو اور اس میں دنیوی کام نہ کرو لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز کے سارے ممنوعات اس وقت منع ہو جائیں، خارج نماز کبھی کبھی یہ کام کر لینا جائز ہمیشہ کرنا بہتر نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی کوئی بات سمجھانے کے لیے انگلیوں میں تشبیک فرمائی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَزَالُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِيْ صَلٰوتِهٖ مَالَمْ يَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۹۳۰) روایت ہے حضرت ابوذر سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی بندے پر متوجہ رہتا ہے جب کہ وہ نماز میں ہو جب تک اِدھر اُدھر نہ دیکھے جب اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو رب اس سے اعراض کرتا ہے۔ ۱ (احمد ابوداؤد نسائی دارمی)

(۹۳۰) ۱ یہاں التفت سے مراد منہ موڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنا ہے فقط نگاہوں سے التفات ناجائز نہیں اگرچہ مستحب یہ ہے کہ قیام میں نگاہ سجدہ گاہ میں رہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَنَسُ اجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَسُنَنِ الْكَبِيْرِ مِنْ طَرِيْقِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسٍ يَرْفَعُهٗ۔

(۹۳۱) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! اپنی نگاہ سجدہ گاہ پر رکھو۔ ۱

(۹۳۱) ۱ امام طیبی فرماتے ہیں مستحب یہ ہے کہ قیام میں نظر سجدہ گاہ پر ہو، رکوع میں پاؤں کی پشت پر، سجدہ میں ناک کے بانسے پر، التحیات میں گود پر، ہر نماز کا یہی حکم ہے۔ ہاں حرم شریف میں نمازی قیام میں کعبۃ اللہ کو دیکھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نماز میں حضور علیہ السلام کو دیکھتے تھے جیسا کہ ہم نے پیچھے بارہا بیان کیا، انشاء اللہ آئندہ بھی عرض کریں گے یہاں مشکوٰۃ شریف میں رواہ کے بعد سفیدی ہے کیونکہ مصنف کو حدیث کا حوالہ نہیں ملا بعد میں رواہ کے بعد والی عبارت ملحق کی گئی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَابُنَيَّ اِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيْضَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۹۳۲) روایت ہے انہی سے، فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بچے! نماز میں التفات سے بچو کیونکہ نماز میں التفات ہلاکت ہے اگر ضروری ہو تو نفل میں ہو نہ کہ فرض میں۔ ۱ (ترمذی)

(۹۳۲) ۱ کیونکہ نفل میں گنجائش ہے فرض میں تنگی، دیکھو نفل میں قیام پر قادر ہونے کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فرض میں التفات زیادہ مکروہ ہے نفل میں کم، یہاں التفات سے وہی مراد ہوگا جو پہلے عرض کیا گیا یعنی منہ پھیر کر دیکھنا،

ہلاکت سے مراد ثواب گھٹ جانا ہے۔قرآن شریف میں یہ لفظ تین معنی میں آیا ہے۔(۱) اپنی چیز غیر کے پاس پہنچ جانا (۲) شے کا فنا ہو جانا (۳) موت

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْحَظُ فِي الصَّلٰوةِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا وَّلَايَلْوِیْ عُنُقَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۹۳۳) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دائیں بائیں کنکھیوں سے دیکھتے تھے اور اپنی گردن پیٹھ کے پیچھے نہ موڑتے تھے۔ ۱(ترمذی،نسائی)

(۹۳۳) ۱ یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کی شرح ہے جن میں التفات سے منع کیا گیا اس نے بتایا کہ وہاں مراد سر پھیر کر دیکھنا تھا، بغیر سر پھیرے دیکھنا جائز اگرچہ خلافِ مستحب ہے۔حضور علیہ السلام کا یہ فعل شریف بیان جواز کے لیے ہے، حضور علیہ السلام کو بعض مکروہ فعلوں پر مستحب کا ثواب ملتا ہے کیونکہ آپ کی یہ عملی تبلیغ ہے۔(مرقاۃ)

وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَفَعَهٗ قَالَ الْعُطَاسُ وَالنُّعَاسُ وَالتَّثَاءُبُ فِي الصَّلٰوةِ وَالْحَيْضُ وَالْقَيْءُ وَالرُّعَافُ مِنَ الشَّيْطٰنِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۹۳۴) روایت ہے حضرت عدی ابن ثابت سے ۱ وہ اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے، راوی اسے مرفوع کیا فرماتے ہیں کہ نماز میں چھینک، اونگھ، جمائی، حیض، قے اور نکسیر شیطان سے ہیں۔ ۲(ترمذی)

(۹۳۴) ۱ تابعی ہیں، انصاری ہیں، کوفی ہیں، ابن حبان اور ابو حاتم نے انہیں ثقہ کیا۔بعض محدثین نے کہا ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا، شیعوں کی مسجد کا امام تھا، انہی کا عالم و قاضی تھا اس کے دادا کا نام دینار ہے جو صحابی تھے۔ ۲ یعنی وہ چیزیں ہیں کہ جب یہ نماز میں آ جائیں تو شیطان ان سے خوش ہوتا ہے کہ میں نے اس کی نماز میں خلل ڈال دیا ورنہ یہ چیزیں ممنوع ہیں نہیں، قدرتی ہیں بلکہ چھینک تو خدا کی نعمت ہے جبکہ بیماری سے نہ ہو۔

وَعَنْ مُّطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِيْ يَبْكِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَفِيْ صَدْرِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ رَوَى النَّسَائِيُّ الرِّوَايَةَ الْاُوْلٰى وَاَبُوْدَاوٗدَ الثَّانِيَةَ۔

(۹۳۵) روایت ہے حضرت مطرف ابن عبداللہ ابن شخیر سے ۱ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے پیٹ میں ہانڈی کی سی کھولن تھی یعنی رو رہے تھے۔ ۲ اور ایک روایت میں ہے، فرماتے ہیں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا حالانکہ آپ کے سینے میں رونے سے چکی کی سی گڑگڑاہٹ تھی۔ (احمد) اور نسائی نے پہلی روایت اور ابوداؤد نے دوسری روایت کی

(۹۳۵) ۱؎ مطرف تابعی ہیں اور ان کے والد عبداللہ ابن شخیر صحابی' ان کا پورا نام یہ ہے۔مطرف ابن عبداللہ ابن عامر ابن صعصعہ شخیر ۲؎ حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا خوف خدایا عشق الٰہی میں تھا یا اپنی اُمت کی شفاعت میں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام تہجد پڑھ رہے تھے اور آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ بار بار پڑھتے تھے اور روتے تھے۔ یہ رونا ربّ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے اب بھی جو نمازی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق یا خدا کے خوف سے نماز میں روئے تو نماز بڑی مقبول ہوتی ہے خصوصاً نماز تہجد' ہاں دنیوی تکلیف سے نماز میں رونا منع ہے اور اگر اس میں تین حرف ادا ہو گئے تو نماز فاسد ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصٰى فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۹۳۶) روایت ہے حضرت ابوذر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو کنکر نہ چھوئے کیونکہ رحمت اس کے سامنے ہے۔ ۱؎ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۹۳۶) ۱؎ یعنی کنکروں سے نہ کھیلے' افسوس ہے کہ ربّ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو اور وہ کنکروں کی طرف۔ خیال رہے کہ سجدے گاہ سے کانٹا یا کنکر ہٹانا یا زمین ہموار کرنا درست ہے کیونکہ یہ کھیلنے کے لیے نہیں بلکہ نماز کی اصلاح کے لیے ہے لیکن صرف ایک بار کرے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَّنَا يُقَالُ لَهٗ اَفْلَحُ اِذَا سَجَدَ نَفَخَ فَقَالَ يَا اَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْهَكَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۹۳۷) روایت ہے حضرت اُم سلمہ سے' فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لڑکے کو جسے افلح کہا جاتا تھا دیکھا کہ جب وہ سجدہ کرتا ہے تو پھونک مارتا تو فرمایا اے افلح اپنا چہرہ خاک آلود کر۔ ۱؎ (ترمذی)

(۹۳۷) ۱؎ یعنی ناک و پیشانی پر خاک لگنے دے اس میں صفائی کا خیال نہ کر۔ خیال رہے کہ غلام عربی میں لڑکے کو کہا جاتا ہے' قرآن پاک میں یہ لفظ ہر جگہ اسی معنی میں آیا ہے' سجدہ گاہ کی مٹی پیشانی میں لگنے دے مگر بعد نماز صاف کر دے تا کہ ریاء نہ ہو جائے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِخْتِصَارُ فِي الصَّلٰوةِ رَاحَةُ اَهْلِ النَّارِ۔ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۹۳۸) روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا دوزخیوں کا آرام ہے۔ ۱؎ (شرح سنہ)

(۹۳۸) ۱؎ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ چیز عقل سے وراء ہے' مطلب یہ ہے کہ دوزخی جب بہت تھک جایا کریں گے تو کوکھ پر ہاتھ رکھا کریں گے ورنہ دوزخ میں آرام کہاں۔ اسی جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ شیطان جب زمین پر آیا تو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اب بھی کوکھ پر ہاتھ رکھ کر ہی چلتا ہے۔ لمعات میں ہے کہ یہودیوں کا عمل ہے۔ خیال رہے کہ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کا طریقہ ہے کیونکہ دوزخی نماز کہاں پڑھیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا سخت بُرا ہے کہ یہ طریقہ دوزخیوں کا ہے' جنتی ہو کر دوزخیوں سے مشابہت کیوں کرتا ہے۔ خیال رہے کہ نماز کے علاوہ بھی

دونوں کوکھوں یا ایک کوکھ پر ہاتھ رکھنا یا پیٹھ کے پیچھے ہاتھ باندھنا بلاضرورت منع ہے یا ہاتھ کھلے رکھے یا نمازی کی طرح آگے باندھے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوا الْاَسْوَدَیْنِ فِی الصَّلٰوةِ الْحَیَّةَ فِی الْعَقْرَبَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ مُعْنَاهُ

(۹۳۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز میں دو کالی چیزوں سانپ اور بچھو کو قتل کردو۔ [۱] (احمد' ابوداؤد) ترمذی اور نسائی نے اس کے معنی

(۹۳۹) [۱] عربی میں اسود کالے سانپ کو کہتے ہیں یا مطلقاً ہر سانپ مراد ہے اور تغلیباً سانپ بچھو' دونوں کو اسودین فرمادیا جیسے ماں باپ کو ابوین اور چاند سورج کو قمرین کہہ دیتے ہیں اگر نمازی بحالت نماز سانپ بچھو دیکھے تو اسے مار سکتا ہے اگر عمل قلیل سے مار دیا تو نماز نہ ٹوٹے گی اور اگر اس کے لئے کعبہ سے سینہ پھر گیا یا متواتر تین قدم چلنا پڑا یا تین چوٹیں مارنی پڑیں تو نماز ٹوٹ جائے گی دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ مگر یہ شخص نماز توڑنے کا گناہ گار نہ ہوگا اس حدیث کی اجازت کی وجہ سے کسی کی جان بچانے کے لیے نماز توڑ دینا درست ہے یا ریل چھوٹ جانے پر مسافر نماز توڑ کر سوار ہوسکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کا سانپ مارنے کی اجازت ہے۔ وہ حدیث کہ پتلا سانپ نہ مارو جو چلنے میں لہراتا نہ ہو کیونکہ وہ جنی ہے' منسوخ ہے ہاں اگر کسی سانپ میں جن کی علامت موجود ہو تو اگر دفع ضرر کے لیے اسے نہ مارے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ تَطَوُّعًا وَّالْبَابُ عَلَیْهِ مُغْلَقٌ فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ فَمَشٰی فَفَتَحَ لِیْ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی مُصَلَّاهُ وَذَكَرَتْ اَنَّ الْبَابَ كَانَ فِی الْقِبْلَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ النَّسَائِیُّ نَحْوَهٗ

(۹۴۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل پڑھ رہے تھے۔ [۱] اور دروازہ آپ پر بند تھا' میں آئی' دروازہ کھلوایا تو آپ چلے اور میرے لیے کھول دیا پھر اپنے مصلے کی طرف لوٹ گئے اور آپ نے ذکر نہ کیا کہ دروازہ جانب قبلہ تھا۔ [۲] (احمد' ابوداؤد' ترمذی) نسائی نے اس کی مثل روایت کی۔

(۹۴۰) [۱] نفل کا ذکر بیان واقعہ کے لیے ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فرض مسجد میں ادا کرتے تھے نہ کہ حجرہ میں' نماز ٹوٹنے نہ ٹوٹنے میں نفل وفرض کے احکام یکساں ہیں۔ [۲] لہٰذا اس دروازہ کھولنے میں نہ آپ کا سینہ قبلہ سے پھرا نہ آپ کو عمل کثیر کرنا پڑا۔ ایک قدم بڑھا کر ایک ہاتھ سے کنڈی کھولی پھر ایک قدم ہٹا کر نماز کی جگہ پہنچ گئے جیسے اب بھی جب امام یا مقتدی کو آگے پیچھے ہٹایا جاتا ہے' وہ ایک قدم سے ہٹ سکتے ہیں۔

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَآ اَحَدُكُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَتَوَضَّاْ وَالْیُعِدِ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ مَعَ زِیَادَةٍ وَّ نُقْصَانٍ

(۹۴۱) روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کسی کو نماز میں ہوا آجائے تو پھر وضو کرے' نماز لوٹائے۔ [۱] (ابوداؤد) ترمذی نے کچھ زیادتی کمی کے ساتھ۔

(۹۴۱) ۱؎ اگر عمداً ہوا نکالی ہے تو نماز لوٹانا واجب ہے اگر اتفاقاً نکل گئی تو بنا جائز (یعنی بقیہ ادا کرنا) اور لوٹانا مستحب۔ بعض نے فرمایا اگر بنا میں جماعت ملتی ہو اور لوٹانے میں نہ ملتی ہو تو بنا مستحب ہے، بنا کی مرفوع حدیثیں ابن ماجہ، دارقطنی میں مذکور ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق، علی مرتضیٰ، سلمان فارسی وغیرہم صحابہ سے ثابت ہے لہٰذا یہ حدیث بنا کی روایتوں کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَاْخُذْ بِاَنْفِهٖ ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

(۹۴۲) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں بے وضو ہو جائے تو اپنی ناک پکڑ لے پھر چلا جائے۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۹۴۲) ۱؎ وضو کرنے کے لیے ناک پکڑنا اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی اس سے معلوم ہوا کہ نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ورنہ یہ تدبیر بے کار ہوتی لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے اور ناک پکڑنے کا حکم استحبابی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُكُمْ وَقَدْ جَلَسَ فِيْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ اَسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَقَدِ اضْطَرَبُوْا فِيْ اَسْنَادِهٖ۔

(۹۴۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہو جائے حالانکہ آخر نماز بیٹھ لیا ہے تو اس کی نماز جائز ہوگی۔ ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں اس کی اسناد میں اضطراب ہے۔ ۲؎

(۹۴۳) ۱؎ یعنی آخری قعدہ میں بقدر التحیات بیٹھ چکا تھا کہ اس کا وضو جاتا رہا تو اس کا فرض ادا ہو گیا اگر عمداً وضو توڑا ہے تو امام اعظم کے نزدیک بھی ادا ہو گیا کیونکہ ارادۃً نماز سے نکلنا پا لیا گیا اور اگر اتفاقاً بلاقصد وضو ٹوٹ گیا تو صاحبین کے ہاں نماز ہو گئی کیونکہ ان کے ہاں ارادۃً نماز سے نکلنا فرض نہیں۔ یہ حدیث امام صاحب کی قوی دلیل ہے کہ آخری التحیات میں بیٹھنا فرض ہے نہ کہ پڑھنا اور سلام بھی فرض نہیں۔ امام شافعی کے ہاں سلام فرض ہے۔ ۲؎ حدیث کا اضطراب یہ ہے کہ مختلف اور متفاوت طریقوں سے روایت ہو، کبھی اسناد میں اضطراب ہوتا ہے، کبھی متن میں اضطراب ضعف حدیث کی علامت ہے مگر طحاوی نے یہ حدیث بہت اسنادوں سے نقل کی اور تعدد اسناد ضعیف کو حسن بنا دیتی ہے جس سے احکام ثابت ہو سکتے ہیں۔ نیز ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث امام ترمذی کو ضعیف یا مضطرب ہو کر ملی۔ امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں صحیح تھی بعد کا ضعف اگلوں کو مضر نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَمَّا كَبَّرَ انْصَرَفَ وَ اَوْمَأَ اِلَيْهِمْ اَنْ كَمَا كُنْتُمْ ثُمَّ خَرَجَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَآءَ

(۹۴۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تشریف لائے جب تکبیر کہی۔ ۱؎ تو واپس ہوئے اور لوگوں کو اشارہ فرمایا کہ تم ایسے ہی رہو۔ ۲؎ پھر تشریف لے

وَرَاْسُهٗ يَقْطُرُ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ اِنِّيْ كُنْتُ جُنُبًا فَنَسِيْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ رَوَى مَالِكٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُرْسَلًا۔

گئے تو غسل کر لیا پھر تشریف لائے حالانکہ سر شریف سے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ۳؎ پھر انہیں نماز پڑھائی جب نماز پڑھ لی تو فرمایا ہم جنبی تھے غسل کرنا بھول گئے۔ ۴؎ (احمد) اور مالک نے عطا ابن یسار سے ارسالاً روایت کیا۔

(۹۴۴) ۱؎ یعنی صرف حضور علیہ السلام نے تکبیر تحریمہ کہی تھی، صحابہ نہ کہہ پائے تھے کیونکہ یہاں صحابہ کی تکبیر کا ذکر نہیں یا ابھی حضور علیہ السلام نے بھی تکبیر نہ کہی تھی بلکہ تکبیر کا ارادہ ہی کیا تھا، ارادہ تکبیر کو تکبیر کہہ دیا گیا جیسے **اذا قمتم الی الصلوٰۃ** چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصلے پر کھڑے ہوئے تھے، تکبیر سے پہلے ہی واپس ہوگئے لہذا یہ حدیث نہ حنفیوں کے خلاف ہے نہ شافعی حضرات کی مؤید جیسا کہ ہم ابھی عرض کریں گے۔ ۲؎ یعنی صف بستہ کھڑے رہو نہ مسجد سے جاؤ نہ صفیں توڑو میں ابھی آتا ہوں۔ ۳؎ لباس شریف پر اس سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل نہیں ہوتا لہذا یہ حدیث صاحبین کی دلیل ہے۔ ۴؎ خیال رہے کہ امام شافعی کے نزدیک امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی، ان کی دلیل یہ حدیث ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو تکبیر لوٹانے کا حکم نہ دیا لیکن ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ صحابہ نے تکبیر تحریمہ کہی ہی نہ تھی بلکہ خود سرکار نے بھی تکبیر کا ارادہ ہی کیا تھا جیسا کہ مسلم میں ہے لہذا ان کا یہ استدلال صحیح نہیں۔ ہم اس کی بحث باب الامامۃ میں **الامام ضامن** کی شرح میں کر چکے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں بھول جانا اور جنابت یاد نہ رہنا ربّ کی طرف سے تھا تاکہ اُمت کو اس کے مسائل معلوم ہو جائیں۔ حضور علیہ السلام کی بے خبری کی وجہ سے نہیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے غلام اولیاء اللہ دوسروں پر جنابت و طہارت کو جانتے ہیں اس جگہ مرقاۃ نے ایک عجیب قصہ بیان کیا کہ امام جوینی نے ایک دن درس میں کہا صوفی لوگ قوالیوں میں کھانے اور ناچنے جاتے ہیں۔ ایک بزرگ وہاں سے گزرے تو بولے اے امام جوینی! اس پر تمہارا کیا فتویٰ ہے جو جنابت میں فجر پڑھائے اور مسجد میں درس کی حالت میں لوگوں کی غیبت کرے تب امام جوینی کو یاد آیا کہ میں جنبی تھا اور ایسے ہی نماز پڑھا دی۔ آپ نے توبہ کی اور صوفیاء کے معتقد ہو گئے لہذا یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی نہیں کرتی، بے علمی اور ہے اور بھول جانا کچھ اور، ہماری بھول چوک نفسانی شیطانی ہوتی ہے، انبیاء کی بھول ایمانی و رحمانی، سارے انسانی عالم کا ظہور آدم علیہ السلام کی ایک بھول کا صدقہ ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰخُذُ قَبْضَةً مِّنَ الْحَصٰى لِتَبْرُدَ فِيْ كَفِّيْ اَضَعُهَا لِجَبْهَتِيْ اَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ۔

(۹۴۵) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر پڑھتا تھا تو کنکریوں کی ایک مٹھی لے لیتا تھا۔ ۱؎ تاکہ وہ میرے ہاتھ میں ٹھنڈی ہو جائیں، انہیں اپنی پیشانی کی جگہ رکھ لیتا تاکہ ان پر سجدہ کروں، سخت گرمی کی وجہ سے۔ ۲؎ (ابوداؤد) نسائی نے اس کی مثل۔

(۹۴۵) ۱؎ نماز سے پہلے کچھ بجری ٹھنڈی کر کے سجدہ گاہ میں رکھ لیتا تھا نہ کہ نماز کے اندر لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے۔ ۲؎ یعنی فرش سخت گرم ہوتا تھا جس پر سجدہ کرنا مشکل ہوتا اس لیے یہ عمل کرتا لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

گرمیوں میں ظہر دوپہری میں پڑھتے تھے اور نہ یہ حدیث اس کے خلاف ہے کہ ظہر ٹھنڈی کرو' فرش بہت دیر تک گرم رہتا ہے لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُصَلِّيْ فَسَمِعْنَاهُ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثُمَّ قَالَ اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ ثَلٰثًا وَّبَسَطَ يَدَهٗ كَاَنَّهٗ يَتَنَاوَلُ شَيْئًا فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ سَمِعْنَاكَ تَقُوْلُ فِي الصَّلٰوةِ شَيْئًا لَّمْ نَسْمَعْكَ تَقُوْلُهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ وَرَاَيْنَاكَ بَسَطْتَّ يَدَكَ قَالَ اِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ اِبْلِيْسَ جَآءَ بِشِهَابٍ مِّنْ نَّارٍ لِيَجْعَلَهٗ فِيْ وَجْهِيْ فَقُلْتُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قُلْتُ اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ فَلَمْ يَسْتَاخِرْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَرَدْتُّ اَنْ اٰخُذَهٗ وَاللّٰهِ لَوْ لَا دَعْوَةُ اَخِيْنَا سُلَيْمٰنَ لَاَصْبَحَ مُوْثَقًا يَلْعَبُ بِهٖ وِلْدَانُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۴۶) روایت ہے حضرت ابودرداء سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں پھر فرمایا میں تجھ پر اللہ کی لعنت کرتا ہوں تین بار اور اپنا ہاتھ بڑھایا گویا کچھ پکڑ رہے ہیں۔ ۱ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا یارسول اللہ! ہم نے آپ کونماز میں یہ کہتے سنا جواس سے پہلے آپ کو کہتے نہ سنا تھا اور ہم نے آپ کو ہاتھ بڑھاتے دیکھا۔ ۲ فرمایا اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا شعلہ لایا تھا تاکہ اسے میرے منہ میں کرے۔ ۳ میں نے تین بار کہا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں پھر میں نے کہا میں تجھ پر اللہ کی پوری لعنت کرتا ہوں' وہ تین بار میں نہ ہٹا۔ ۴ پھر میں نے اسے پکڑنا چاہا خدا کی قسم اگر ہمارے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو وہ بندھا ہوا سویرا کرتا جس سے مدینہ والوں کے بچے کھیلتے۔ ۵ (مسلم)

(۹۴۶) ۱ یہ سارا واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں کلام جائز تھا ورنہ اب اگر نمازی کسی کو خطاب کر کے دعا یا بددعا دے تو نماز جاتی رہے گی اور اگر کلام کی حرمت کے بعد کا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ نماز میں لوگوں سے کلام جائز نہیں۔ ۲ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بحالتِ نماز بجائے سجدہ گاہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے جیسے حاجی حرم کی نماز میں کعبے کو دیکھتے ہوئے ورنہ سجدہ گاہ کو دیکھتے ہوئے امام کی حرکت کا پتا نہیں لگا سکتا۔ ۳ یہ واقعہ گزشتہ واقعہ کے علاوہ ہے وہاں ایک خبیث جن کھل کر آ گیا تھا یہاں خود ابلیس آ گیا تھا۔ خیال رہے کہ ابلیس کا انبیائے کرام کی بارگاہ میں اس طرح پہنچ جانا ایسا ہی ہے جیسے بادشاہ کے جسم پر مکھی' مچھر کا بیٹھ جانا اس سے نہ تو یہ لازم آتا ہے کہ ابلیس کی طاقت حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے اور نہ یہ کہ حضور علیہ السلام معصوم نہ ہوں۔ ۴ اپنی بے حیائی اور ضد سے نہ کہ طاقت سے جیسے بعض دفعہ مکھیاں اُڑانے سے نہیں اُڑتیں۔ ۵ اس کی شرح وفوائد بھی کچھ پہلے بیان ہو چکے' یہاں معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو ربّ نے طاقت دی ہے جب چاہیں شیطان کو پکڑ کر باندھ دیں لہٰذا گزشتہ حدیث میں جو تھا امکنی اللہ اس کے معنی یہ نہیں تھے کہ ہم پہلے بے قابو تھے اب قابو دیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دائمی قابو و اختیار دیا گیا ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ مَرَّ عَلٰى

(۹۴۷) روایت ہے حضرت نافع سے' فرماتے ہیں کہ حضرت

رَجُلٍ وَّهُوَ يُصَلِّيْ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ الرَّجُلُ كَلَامًا فَرَجَعَ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ لَهٗ اِذَا سُلِّمَ عَلٰى اَحَدِكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلَايَتَكَلَّمْ وَلْيُشِرْ بِيَدِهٖ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

عبداللہ ابن عمر ایک شخص پر گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا' اسے سلام کیا اس نے کلام سے جواب دیا تو اس کی طرف حضرت عبداللہ ابن عمر لوٹے اس سے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی پر نماز کی حالت میں سلام کیا جائے تو کلام نہ کرے' اپنے ہاتھ سے اشارہ دے۔ ۱ (مالک)۔

(۹۴۷) ۱ یہاں اشارے سے سلام کا اشارہ مراد نہیں بلکہ اپنے نماز میں ہونے کا اشارہ مراد ہے یعنی اگر کوئی نمازی کو بے خبری میں سلام کرے تو نمازی اسے بتادے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں جیسے کہ ضرورت کے وقت مرد نمازی تسبیح کہے اور عورت تصفیق' ورنہ سلام کا جواب اشارے سے دینا بھی منع ہے لہٰذا حدیث واضح ہے۔

بَابُ السَّهْوِ — نماز میں بھولنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

یہاں سہو سے عمد کا مقابل مراد ہے لہٰذا اس میں خطا اور نسیان یعنی غلطی اور بھول دونوں شامل ہیں۔ سہو کے لغوی معنی غفلت ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز کی بھول چوک مراد ہے' بعض بھول سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور بعض سے نہیں۔ شیخ نے فرمایا اس اُمت پر خدا کا بڑا احسان یہ ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نمازوں وغیرہ میں بھول ہوتی تھی تاکہ اُمت کے لیے یہ بھول بھی سنت ہو جائے اور اس پر ثواب ملے جیسے بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ تندرستی اور بیماری بلکہ زندگی اور موت سنت رسول ہے اسی طرح سونا اور جاگنا اور مومن کے سارے کام۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ جَآءَهُ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۴۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اس پر شبہ ڈال دیتا ہے حتی کہ وہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی۔ ۱ جب تم میں سے کوئی یہ پائے تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے۔ ۲ (مسلم بخاری)

(۹۴۸) ۱ یہ ترجمہ بہت مناسب ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جسے اس بھول کی عادت ہو' وہ کم کا لحاظ کرے اور سجدہ سہو کرے اور جسے پہلی بار یہ بھول ہوئی' وہ نماز لوٹائے یہاں بھول کی عادت کا ذکر ہے جیسا کہ لایدری سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۲ ایک سلام پھیر کر جیسا کہ اور احادیث میں ہے۔ خیال رہے کہ اس صورت میں ہمارے ہاں سجدہ واجب ہے' امام شافعی کے ہاں سنت' یہ حدیث ہماری دلیل ہے کیونکہ یسجد ہے امر ہے امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں شیخ نے فرمایا احدکم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو نماز میں

بھول شیطانی اثر سے نہیں ہوسکتی بلکہ عالم غیب میں توجہ کی بناء پر ہوتی ہے' سبحان اللہ بہترین بات فرمائی۔

وَعَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلَمْ يَدْرِكُمْ صَلّٰى ثَلٰثًا وَّ اَرْبَعًا فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ عَلٰى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ فَاِنْ كَانَ صَلّٰى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهٗ صَلٰوتَهٗ وَاِنْ كَانَ صَلّٰى تَمَامًا لِاَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيْمًا لِلشَّيْطَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ عَطَآءٍ مُرْسَلًا وَّ فِیْ رِوَايَتِهٖ شَفَعَهَا بِهَاتَيْنِ السَّجْدَتَيْنِ۔

(۹۴۹) روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے' وہ حضرت ابو سعید سے راوی ۱؎ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کرے' نہ جانے کہ کتنی پڑھیں' تین یا چار تو شک کو دفع کرے اور یقین پر بنا کرے۔ ۲؎ پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ ۳؎ پھر اگر پانچ پڑھ لی ہوں گی تو اس کی نماز کو شفعہ کر دیں گے۔ ۴؎ اگر چار رکعت پوری کرنے کو پڑھی تو سجدے شیطان کی ناک گرد آلود کریں گے۔ ۵؎ (مسلم) مالک نے عطاء سے ارسالاً روایت کی' ان کی روایت میں یوں ہے کہ ان دو سجدوں سے نماز کو شفعہ کرلے گا۔ ۶؎

(۹۴۹) ۱؎ پہلے کہا جاچکا ہے کہ عطاء ابن یسار مدینہ کے بڑے عالم ہیں' تابعین میں سے ہیں' اُم المومنین میمونہ کے غلام ہیں۔ ۲؎ یعنی کم مانے کہ وہ یقینی ہے' زیادہ کو نہ لے کہ وہ مشکوک ہے۔ ۳؎ بخاری کی روایت میں سلام سے پہلے کا لفظ نہیں یہاں سلام سے مراد نماز کا سلام ہے جس سے نماز سے نکلتے ہیں نہ کہ سجدہ سہو کا سلام لہذا یہ حدیث نہ تو حنفیوں کے خلاف ہے اور نہ ان احادیث سے متعارض جن میں سلام کا ذکر ہے کہ وہاں سلام سے مراد سجدہ سہو کا سلام ہے۔ اس حدیث کی بناء پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو میں سلام نہیں مگر قول امام ابوحنیفہ بہت قوی ہے۔ ۴؎ یعنی اگر نمازی نے تین رکعتیں مان کر ایک رکعت اور پڑھ لی اور واقع میں چار ہو چکی تھیں اور اس رکعت کے پڑھنے سے پانچ ہوگئیں تو وہ دو سجدے ایک رکعت کی طرح ہو کر چھ رکعتیں ہو جائیں گی اور اسے چار فرض اور دو نفل کا ثواب مل جائے گا۔ شفعن کا فاعل وہ پانچ رکعتیں ہیں۔ ۵؎ یعنی اگر واقع میں رکعت تین ہی ہوئی تھیں اور اب چار پوری ہوئیں تو اس سے نمازی کا نقصان کوئی نہیں' شیطان ذلیل ہو جائے گا کہ اس نے نماز خراب کرنی چاہی مگر کامیاب نہ ہوسکا بلکہ دو سجدوں کا ثواب اور مل گیا۔ ۶؎ یعنی اگر نمازی پانچ رکعتیں پڑھ گیا ہے تو ان دو سجدوں کی برکت سے اپنی نماز کو چھ رکعتیں بنالے گا اور چار فرضوں کے ساتھ دو نفلوں کا ثواب بھی پائے گا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيْلَ لَهٗ اَزِيْدَ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَ مَاذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَمَا سَلَّمَ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا

(۹۵۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر پانچ رکعت پڑھ لی' آپ سے عرض کیا گیا کیا نماز میں زیادتی کی گئی؟ فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا آپ نے پانچ پڑھ لیں تو آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کر لیے۔ ۱؎ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تم جیسا بشر ہوں'

نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ وَ اِذَا شَكَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلْیَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْیُتِمَّ عَلَیْہِ ثُمَّ لِیُسَلِّمْ ثُمَّ یَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

تمہاری طرح بھولتا ہوں۔ ۲؎ جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلایا کرو جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو درستی تلاش کرے اسی پر نماز پوری کرے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۹۵۰) ۱؎ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز کلام کرنے سے فاسد نہ ہوتی تھی چونکہ اس سوال و جواب کے باوجود نماز باقی تھی لہٰذا سجدہ سہو کرلیا اب ایسا نہیں ہوسکتا۔ سلم سے مراد وہی نماز کا سلام ہے جو نماز تمام کرنے کی نیت سے کیا گیا تھا۔ خیال رہے کہ اگر کسی نمازی کو سلام کے بعد اپنی بھول یاد آئے تو فوراً سجدہ سہو میں گر جائے اور پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے۔ پہلا سلام سہو کا ہو جائے گا' دوسرا نماز کا۔ ۲؎ یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سجتا ہے ہم بشر کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پکار سکتے۔ رب فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ط (۶۳'۲۴) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے (کنزالایمان) یہاں صرف بھولنے میں تشبیہ ہے نہ کہ بھولنے کی نوعیت میں اپنی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھول کا فرق ہم ابھی عرض کر چکے ہیں۔ ۳؎ یہ تلاش کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ کسی جانب گمان غالب ہو اور اگر کوئی گمان غالب نہ ہو تو کم کو لے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْدٰی صَلٰوتَیِ الْعَشِیِّ قَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ قَدْ سَمَّاھَا اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ وَلٰکِنْ نَسِیْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰی بِنَا رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰی خَشْبَۃٍ مَّعْرُوْضَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَاتَّکَاَ عَلَیْھَا کَاَنَّہٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی وَشَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ وَوَضَعَ خَدَّہُ الْاَیْمَنَ عَلٰی ظَھْرِ کَفِّہِ الْیُسْرٰی وَخَرَجَتْ سَرْعَانُ الْقَوْمِ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ وَفِی الْقَوْمِ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَھَابَاہُ اَنْ یُّکَلِّمَاہُ وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ فِیْ یَدَیْہِ طُوْلٌ یُقَالُ لَہٗ ذُوالْیَدَیْنِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَسِیْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ فَقَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَکَمَا یَقُوْلُ ذُوالْیَدَیْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی مَاتَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ کَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِہٖ اَوْ

(۹۵۱) روایت ہے حضرت ابن سیرین سے ۱؎ وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی' فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی۔ ۲؎ ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابوہریرہ نے وہ نماز بتائی تھی لیکن میں بھول گیا۔ ۳؎ فرماتے ہیں کہ ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا پھر مسجد میں پڑی ہوئی لکڑی کی طرف تشریف لے گئے اور اس پر ٹیک لگائی۔ گویا غصے میں تھے۔ ۴؎ اور اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور دایاں رخسار بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا۔ ۵؎ اور قوم کے جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے یہ کہتے نکلے کہ نماز کم ہوگئی۔ ۶؎ اور قوم میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے لیکن انہوں نے کلام کرنے سے خوف کیا۔ ۷؎ اور قوم میں ایک صاحب تھے جن کے ہاتھ کچھ لمبے تھے' انہیں ہاتھوں والا کہا جاتا تھا۔ ۸؎ وہ بولے یا رسول اللہ! آپ بھول گئے یا نماز کم ہوگئی؟ فرمایا میں بھولا نہ نماز کم ہوئی پھر فرمایا کہ کیا ایسا ہی ہے جیسا ذوالیدین

اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَرُبَّمَا سَاَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيِّ وَفِيْ اُخْرٰى لَهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَلَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ فَقَالَ قَدْ كَانَ بَعْضُ ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔

کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ ۹ آپ آگے بڑھ گئے چھوٹی رکعتیں پڑھ لیں اور پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدوں کے برابر یا کچھ دراز سجدہ کیا پھر اپنا سر اُٹھایا اور تکبیر کہی پھر تکبیر کہی اور سجدوں کے برابر یا کچھ دراز سجدہ کیا۔ ۱۰ پھر سر اُٹھایا اور تکبیر کہی، لوگوں نے ان سے پوچھا کہ پھر سلام بھی پھیرا تو آپ کہنے لگے کہ مجھے خبر ملی کہ عمران ابن حصین نے کہا پھر سلام پھیرا۔ ۱۱ (مسلم بخاری) اور لفظ بخاری کے ہیں اور ان دونوں کی دوسری روایت میں ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے نہ بھولا اور نہ نماز کم ہوئی، یہ فرمایا کہ ان میں سے کچھ نہ ہوا۔ ذوالیدین نے کہا یارسول اللہ! کچھ تو ہوا ہے۔ ۱۲

(۹۵۱) ۱ آپ کا نام محمد ہے، حضرت انس کے آزاد کردہ غلام ہیں، شہادت حضرت عثمان سے دو برس پہلے پیدا ہوئے، تیس صحابہ سے ملاقات ہوئی، فن حدیث وتعبیر خواب کے امام تھے، ایک بار جوزا اُتارے کوثریا سے آگے بڑھا ہوا پایا تو فرمایا میری موت قریب ہے مگر پہلے حسن بصری وفات پائیں گے پھر میں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سو دن پہلے خواجہ حسن بصری فوت ہوئے، بعد میں آپ (مرقاۃ) ۲ وہ نمازِ عصر تھی جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ سورج ڈھلے سے ڈوبنے تک کو عشی کہا جاتا ہے لہٰذا اس میں ظہر وعصر ہی داخل ہیں نہ کہ مغرب وعشاء وقت عشاء عَشْوَاءٌ سے ہے وہاں دوسرے معنی ہیں۔ ۳ اتفاقاً نہ کہ حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے لہٰذا اس حدیث سے ابن سیرین کو ضعیف نہ کہا جائے گا، وہ بھول ضعف کا باعث ہے جو حدیث غلط بیان کرنے کا ذریعے بن جائے۔ ۴ غصہ کی وجہ کچھ اور ہوگی جو راوی کو معلوم نہ ہوسکی۔ یہ لکڑی یا تو وہی تھی جس سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھتے تھے یا کوئی دوسری۔ ۵ راویان حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئتیں بیان کرتے ہیں تاکہ سننے والے کے ذہن میں وہ نقشہ قائم ہو جائے، یہ نقشہ قائم کرنا بھی عبادت ہے۔ خیال رہے کہ تشبیک نماز اور انتظارِ نماز کی حالت میں منع ہے، اس کے علاوہ کھیل کود کے لیے ممنوع ویسے جائز ہے۔ ۶ یعنی غالباً وحی الٰہی آگئی اور عصر بجائے چار کے دو رکعت رہ گئیں۔ ۷ آپ کے غصہ کو دیکھ کر ورنہ جو باریابی ان بزرگوں کو تھی، وہ دوسروں کو نہ تھی جیسا کہ روایتوں میں ہے کہ اکثر یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکراتے رہتے تھے۔ ۸ ان کا نام عمیر ابن عمرو کنیت ابو محمد لقب خرباق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ خطاب ذوالیدین تھا۔ حجازی سلمی تھے، ان کے متعلق اور بہت سی روایتیں ہیں، آپ کو بارگاہِ رسالت میں بہت باریابی تھی جو بات بڑے صحابہ عرض نہ کر سکتے تھے، آپ بے تکلف عرض کر دیتے تھے۔ ۹ اس گفتگو سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بھولی ہوئی چیز کا انکار کر دینا جھوٹ نہیں بلکہ اس پر قسم بھی کھا لینا گناہ نہیں اس ہی کو قسم لغو کہتے ہیں۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ (۲:۲۲۵) اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں (کنزالایمان) دیکھو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول ہوئی مگر فرمایا کہ میں بھولا نہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنے بھولنے کا خیال نہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے شانِ نبوت کے خلاف نہیں دوسرے یہ کہ ایسے موقع پر اکثر مقتدیوں کی بات مانی جائے گی نہ کہ

ایک کی اگر ایک کہے کہ دو رکعتیں پڑھیں باقی کہیں چار تو چار ہی مانی جائیں گی۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالیدین کی خبر کی تصدیق فرما کر اس پر عمل کیا۔ ۱۰ پہلی تکبیر سجدے میں جانے کے لیے تھی، دوسری سجدے سے اُٹھنے کے لیے، تیسری پھر سجدے میں جانے کے لیے۔ ظاہر یہ ہے کہ سجدہ سہو کے لیے ایک ہی سلام پھیرا جو لوگ جا چکے تھے انہیں واپس بُلایا گیا اور سب کے ساتھ یہ دو رکعتیں ادا کی گئیں۔ ۱۱ یعنی لوگوں نے ابن سیرین سے پوچھا کہ کیا حضور علیہ السلام نے سجدہ سہو کے بعد نماز کا سلام پھرایا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ نے مجھ سے سلام کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں میں نے سنا یہ ہے کہ عمران ابن حصین بھی یہ واقعہ بیان کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ سلام پھیرا اس کا مطلب یہ نہیں ہوا کہ ابن سیرین اور حضرت ابوہریرہ کے درمیان عمران ابن حصین ہیں جن کا ذکر نہ کیا گیا تاکہ یہ حدیث منقطع ہو جائے کیونکہ ابن سیرین کی عمران ابن حصین سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ ۱۲ یہ چند طرح سے منسوخ ہے، کلام کرنے کے بعد کعبہ سے سینہ پھر جانے کے بعد، بعض مقتدیوں کے مسجد سے نکل جانے اور انہیں واپس بُلانے کے بعد نماز پوری کرنا اور سجدہ سہو کرنا، سجدہ سہو کے بعد بغیر دوبارہ التحیات پڑھے فوراً سلام پھیر دینا اب ان میں سے کسی چیز پر عمل نہیں کیا، یہ حدیث اس وقت کی ہے جب نماز میں کلام و کام سب کچھ جائز تھا۔ یہی صحیح ہے بقیہ توجیہیں جو عام شارحین نے کی ہیں، قابلِ قبول نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهٗ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۵۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بحینہ سے ۱ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو پہلی دو رکعتوں میں بغیر بیٹھے کھڑے ہوگئے، لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ ۲ حتیٰ کہ جب نماز پوری کی اور لوگوں نے سلام کا انتظار کیا تو آپ نے بیٹھے ہوئے تکبیر کہی، سلام سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔ ۳ (مسلم بخاری)

(۹۵۲) ۱ مشہور یہ ہے کہ بحینہ آپ کی والدہ کا نام ہے، آپ کے والد کا نام مالک ہے، آپ والدہ کی طرف سے عبدالمطلب میں حضور علیہ السلام سے مل جاتے ہیں کیونکہ بحینہ بنت حارث ابن عبدالمطلب ابن عبدمناف ہیں۔ آپ بڑے متقی صائم الدہر صحابی ہیں۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ ۲ معلوم ہوا کہ اگر امام پہلی التحیات بھول کر تیسری رکعت میں پورا کھڑا ہو جائے تو مقتدی لقمہ دے کر اسے واپس نہ کریں بلکہ خود بھی کھڑے ہو جائیں کیونکہ وہ بیٹھنا واجب ہے اور یہ قیام فرض۔ واجب کے لیے فرض نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ۳ اس حدیث کی بناء پر امام شافعی فرماتے ہیں، سجدہ سہو کے لئے سلام نہ پھیرے مگر دوسری قوی روایات میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لئے سلام پھیرا ہے اور سرکار کے بعد عمر فاروق ہمیشہ سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرا کرتے تھے۔ فاروقِ اعظم کا یہ عمل اس حدیث کو تقویت دیتا ہے لہٰذا حق یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کی ناسخ مسلم بخاری کی وہ روایت ہے جو فصلِ اوّل میں گزر گئی اور ہو سکتا ہے کہ یہاں سلام سے مراد نماز کے وہ دو سلام ہوں جن سے نماز ختم کی جاتی ہے اور مطلب یہ ہو کہ لوگوں نے سلام نماز کا انتظار کیا۔ حضور نے وہ سلام نہ پھیرا بلکہ سہو کا ایک سلام پھیر کر تکبیر کہہ دی تب اسے منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فَسَهٰى فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

(۹۵۳) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی' کچھ بھول ہوگئی۔ ۱ تو دو سجدے کیے پھر التحیات پڑھی پھر سلام پھیرا۔ ۲ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۹۵۳) ۱ یعنی بھول سے نماز کا کوئی واجب رہ گیا کیونکہ ہر بھول پر سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ ۲ اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بعد التحیات ہے۔گزشتہ حدیث میں التحیات کی نفی نہ تھی اور اگر ہوتی بھی تو اس کے مقابل یہ حدیث قابلِ قبول ہوتی کیونکہ نفی پر ثبوت مقدم ہے۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ فَاِنْ ذَكَرَ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَوِیَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ وَاِنِ اسْتَوٰى قَائِمًا فَلَا يَجْلِسْ وَيَسْجُدْ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۹۵۴) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام دو رکعتوں میں کھڑا ہو جائے تو اگر سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آ جائے تو بیٹھ جائے۔ ۱ اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کرلے۔ ۲ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۹۵۴) ۱ کیونکہ ابھی تیسری رکعت کا قیام شروع نہیں ہوا لہذا بیٹھ جائے' یہی صحیح ہے۔بعض فقہاء نے فرمایا کہ اگر قیام سے قریب ہو گیا ہو اس طرح کہ گھٹنے زمین سے اُٹھ گئے ہوں تب بھی نہ لوٹے مگر اس پر فتویٰ نہیں۔خیال رہے کہ اسے لوٹنے میں سجدہ سہو بھی واجب نہ ہوگا۔ ۲ کیونکہ واجب چھوٹ گیا۔ بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس حالت میں لوٹ آیا تو نماز جاتی رہے گی کیونکہ اس نے عمداً فرض چھوڑ دیا۔خیال رہے کہ اگر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا ہے تو سجدے سے پہلے لوٹ آنا واجب ہے کیونکہ وہ قیام فرض نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَسَلَّمَ فِیْ ثَلٰثِ رَكْعَاتٍ ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهٗ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ وَكَانَ فِیْ يَدَيْهِ طُوْلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَكَرَ لَهٗ صَنِيْعَهٗ فَخَرَجَ غَضْبَانَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَى النَّاسِ فَقَالَ اَصَدَقَ هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ

(۹۵۵) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر پڑھی اور تین رکعتوں میں سلام پھیر دیا پھر اپنے گھر تشریف لے گئے' ان کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے جنہیں خرباق کہا جاتا تھا' ان کے ہاتھوں میں کچھ درازی تھی عرض کیا یارسول اللہ! پھر آپ کا عمل شریف ذکر کیا تو آپ غصے میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے تشریف لائے حتیٰ کہ لوگوں تک پہنچ گئے۔فرمایا کیا انہوں نے درست کہا؟ لوگوں

سَلَّمَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نے کہا ہاں! تو ایک رکعت پڑھی پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔ ۱ (مسلم)

(۹۵۵) ۱ صحیح یہ ہے کہ یہ دوسرا واقعہ ہے کیونکہ یہاں حجرے شریف میں پہنچ جانے کا ذکر ہے اور وہاں مسجد میں ٹھہرنے کا ذکر تھا' یہاں غصے کی وجہ معلوم نہ ہوسکی اور دوسرے ثُمَّ سَلَّمَ سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ سہو کے بعد بھی التحیات پڑھی جائے گی کیونکہ ثُمَّ تاخیر کے لیے آتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً يَشُكَّ فِي النُّقْصَانِ فَلْيُصَلِّ حَتّٰى يَشُكَّ فِي الزِّيَادَةِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۹۵۶) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے' فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو نماز پڑھے کہ کمی میں شک کرے تو اور پڑھ لے حتیٰ کہ زیادتی میں شک کرے۔ ۱ (احمد)

(۹۵۶) ۱ یعنی اگر نمازی کو تردد ہے کہ میں نے تین پڑھیں یا چار' تو تین مان کر ایک رکعت اور مان لے تا کہ اب یہ تردد ہو جائے کہ چار پڑھیں یا پانچ اور سجدۂ سہو کر لے کہ اگر پانچ رکعتیں ہوگئیں ہوں تو تاخیر سلام کی وجہ سے جو نقصان پیدا ہوا اس کا بدلہ اس سے ہو جائے گا خیال رہے کہ اس سارے باب میں حضور علیہ السلام کے سہوؤں کا ذکر ہوا پہلی التحیات میں نہ بیٹھنا دو رکعت پر سلام پھیر دینا' تین رکعت پر سلام پھیرنا' بجائے چار کے پانچ رکعتیں پڑھنا اور ان سب میں سجدۂ سہو کا ذکر آیا' اس بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز کا واجب چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے نہ کہ سنتیں اور فرض چھوٹنے سے ہمارے مذہب میں فتویٰ اس پر ہے کہ ہر سجدہ سہو کے لئے پہلے التحیات پڑھے اور ایک سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر التحیات دونوں درود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

بَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

قرآنی سجدوں کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

قرآنِ کریم میں چودہ سجدے ہیں اور یہ سب واجب ہیں' احناف کے نزدیک اور سنت ہیں دوسرے اماموں کے ہاں' امام اعظم کا قول قوی ہے کیونکہ ربّ فرماتا ہے: فَمَالَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ (۲۱۔۸۴) تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے (کنزالایمان) یہاں ربّ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت نہ کرنے کو سخت جرم قرار دیا کہ اس کا ذکر بے ایمانی کے ساتھ کیا' پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے اس سجدہ کے لیے پاکی تو شرط ہے مگر قیام سلام وغیرہ فرض نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۹۵۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں' مشرکوں اور جن و انس نے سجدہ کیا۔ ۱ (بخاری)

(۹۵۷) ؎ حضور علیہ السلام نے سجدے کی آیت پڑھ کر اور صحابہ نے سُن کر سجدہ کیا' مشرکین نے اس موقع پر یا تو اپنے بتوں لات وعزیٰ کا ذکر سُن کر سجدہ کیا یا حضور علیہ السلام سے ذکرالٰہی سُن کر مرعوب ہوئے اور سجدے میں گر گئے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس موقع پر شیطان نے حضور علیہ السلام کی سی آواز بنا کر بتوں کی تعریف کی یا بغیر قصد حضور علیہ السلام کی زبان پر وہ الفاظ جاری ہوئے' مشرکین سمجھے کہ حضور علیہ السلام ہمارے دین کی طرف لوٹ آئے تو شکرانہ کے طور پر وہ سجدے میں گر گئے یعنی مسلمانوں نے سجدہ تلاوت کیا اور مشرکوں نے اپنی غلط فہمی پر سجدہ شکر مگر آپ کی زبان پر بتوں کی تعریف جاری ہونے کی روایت باطل محض ہے اور شیطان کا اپنی آواز کو حضور علیہ السلام کی آواز کی مثل بنا کر یہ کہہ دینا اسے بھی حضرت شیخ نے لمعات میں اور ملاعلی قاری نے مرقاۃ میں باطل قرار دیا اور اس قصہ کو موضوع قرار دیا اور فرمایا کہ یہ مؤرخین کی ایجاد ہے۔ محدثین نے اسے نہیں لیا لیکن بعض علماء نے اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ کی تفسیر میں یہ پہلا واقعہ بیان کیا یعنی شیطان کا یہ کہہ دینا معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ نے اس موقع پر جنات کو بھی سجدہ کرتے دیکھا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۵۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ میں اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ میں سجدہ کیا۔ ؎ (مسلم)

(۹۵۸) ؎ اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں سورتوں میں سجدے ہیں' ان لوگوں کا قول باطل ہے جو کہتے ہیں کہ مفصل میں کوئی سجدہ نہیں یا حضور السلام نے مدینے آنے کے بعد ان میں سجدہ نہیں کیا۔ یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور ہم سب کا اس پر عمل ہے' یہ حدیث بخاری میں بھی ہے مگر وہاں اقراء کا ذکر نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهٗ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰى مَايَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْهَتِهٖ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۵۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی آیت پڑھتے تو ہم آپ کے پاس ہوتے تو آپ اور ہم آپ کے ساتھ سجدہ کرتے' بھیڑ لگ جاتی حتیٰ کہ ہم میں کوئی اپنی پیشانی کے لیے جگہ نہ پاتا کہ جس پر سجدہ کرے۔ ؎ (مسلم بخاری)

(۹۵۹) ؎ یہاں سجدہ پڑھنے سے مراد سجدے کی آیت پڑھنا ہے یا سجدے کے لفظ کے ساتھ آگے پیچھے کے لفظ بھی پڑھنا ورنہ فقط سجدے کا لفظ پڑھ لینے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ' آیت سجدہ پڑھنے سے بھی واجب ہوتا ہے اور سننے سے بھی اور یہ کہ سجدہ بڑا اہم ہے کہ صحابہ کرام بھیڑ لگا کر یہ سجدہ کیا کرتے تھے اس سے مذہب حنفی کو قوت پہنچتی ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۶۰) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے' فرماتے ہیں میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والنجم پڑھی' آپ نے اس میں سجدہ نہ کیا۔ ؎ (مسلم بخاری)

(۹۶۰) ؎ یا اس لیے کہ اس وقت حضور علیہ السلام کا وضو نہ تھا یا اس لیے کہ وہ وقت کراہت کا تھا جب سجدہ ممنوع ہوتا ہے یا اس

لیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ سجدہ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا اس میں تاخیر بھی کر سکتے ہیں۔ یہ وجہ نہ تھی کہ سورۂ النجم میں سجدہ نہیں ہے یا یہ سجدہ سنت ہے لہٰذا یہ حدیث نہ تو حنفیوں کے خلاف ہے اور نہ بخاری کی پچھلی حدیث سے متعارض۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَجْدَةُ صٓ لَيْسَ مِنْ عَزَآئِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ مُجَاهِدٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ءَ اَسْجُدُ فِي صٓ فَقَرَا وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ حَتّٰى اَتٰى فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ فَقَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ يَّقْتَدِيَ بِهِمْ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۹۶۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ سورۂ ص کا سجدہ فرضی سجدوں میں نہیں۔ ۱؎ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ ۲؎ اور ایک روایت میں ہے مجاہد کہتے ہیں ۳؎ کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کیا سورۂ ص میں سجدہ کروں تو آپ نے یہ تلاوت کیا ومن ذریتہ داؤد وسلیمن حتیٰ کہ فبھداھم اقتدہ پر پہنچے پھر فرمایا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں جنہیں ان کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ ۴؎ (بخاری)

(۹۶۱) ۱؎ یعنی اس کی فرضیت نماز اور زکوٰۃ کی سی نہیں جس کا منکر کافر ہو بلکہ واجب ہے جس کا انکار کفر نہیں۔ یہی حنفی کہتے ہیں کہ قرآن کے سارے سجدے واجب ہیں اور اگر یہ مطلب ہو کہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے تو یہ سیدنا ابن عباس کا اپنا اجتہاد ہے، کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرمائی۔ ۲؎ یعنی میں بھی کرتا ہوں اور تم بھی کرو کیونکہ حضور علیہ السلام کا عمل ہے اور قرآنی حکم۔ آیت ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ ۳؎ آپ تابعین میں سے ہیں، مکہ معظمہ کے مشہور عالم فقیہ اور قاری ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس سے تیس بار قرآنِ کریم معہ تفسیر پڑھا، ۱۰۴ھ میں وصال ہوا۔ ۴؎ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی اولاد میں بہت پیغمبر ہوئے جن میں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام بھی ہیں، آپ ان تمام حضرات کے کمالات، اخلاق اختیار فرمائیں کیونکہ یہ ربّ تعالیٰ کے دیئے ہوئے کمالات تھے، یہ مطلب نہیں کہ ان کے سارے اعمال بھی کریں کیونکہ اسلام ان دینوں کا ناسخ ہے۔ نیز حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متبع نہیں، آپ تو ان کے پیشوا اور مقتدا ہیں، ہاں ان کے کمالات کے جامع ہیں جیسے ربّ نے فرمایا: قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (۲:۱۳۵) تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں (کنزالایمان) فرماؤ ہم ملتِ ابراہیمی کی پیروی کرتے ہیں، یہاں پیروی سے مراد موافقت ہے نہ کہ اطاعت و فرماں برداری۔ ۵؎ یعنی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ انبیائے کرام کے کمالات کے جامع ہیں اور داؤد علیہ السلام نے قبولِ توبہ پر سجدہ شکر کیا تھا، یہ سجدہ ان کا کمال تھا، سورۂ ص میں یہ قصہ مذکور ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سجدہ کیا، ہم کو بھی سجدہ کرنا چاہیے۔ امام احمد نے ابوبکر ابن عبداللہ مزنی سے روایت کی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سورۂ ص لکھ رہا ہوں جب سجدہ کی آیت پر پہنچا تو دوات و قلم سجدہ میں گر گئے، میں نے یہ قصہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا۔ میں نے اس کے بعد دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں ہمیشہ سجدہ کرتے تھے۔ ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ ص کا سجدہ دوسرے سجدوں کی طرح واجب ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَقْرَاَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشْرَۃَ سَجْدَۃً فِی الْقُرْاٰنِ مِنْہَا ثَلٰثٌ فِی الْمُفَصَّلِ وَفِیْ سُوْرَۃِ الْحَجِّ سَجْدَتَیْنِ (اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَۃَ)

(۹۶۲) روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے' فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے جن میں سے تین مفصل میں ہیں اور دو سورۂ حج ہیں۔ ۱؎ (ابوداؤد٬ابن ماجہ)

(۹۶۲) ۱؎ یہ حدیث امام مالک کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں قرآنِ کریم میں پندرہ سجدے ہیں کیونکہ وہ سورۂ ص میں بھی سجدہ مانتے ہیں اور سورۂ حج میں دو سجدے۔ جمہور علماء کے نزدیک چودہ سجدے ہیں مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک ص میں سجدہ ہے تو حج میں صرف ایک سجدہ اور شوافع کے نزدیک حج میں دو سجدے ہیں تو ص میں سجدہ نہیں۔ یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہے کہ اس میں ایک راوی عبداللہ ابن منین ہیں جو ضعیف ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ ابن منین قابلِ اعتبار نہیں' ابن قطان نے کہا کہ وہ مجہول ہیں بہرحال یہ حدیث لائقِ عمل نہیں۔

وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فُضِّلَتْ سُوْرَۃُ الْحَجِّ بِاَنَّ فِیْہَا سَجْدَتَیْنِ قَالَ نَعَمْ وَمَنْ لَّمْ یَسْجُدْھُمَا فَلَا یَقْرَاْھُمَا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ لَیْسَ اِسْنَادُہٗ بِالْقَوِیِّ وَفِی الْمَصَابِیْحِ فَلَا یَقْرَاْھَا کَمَا فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ

(۹۶۳) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے' فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! سورۂ حج کو اس طرح بزرگی دی گئی کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ فرمایا ہاں جو یہ دو سجدے نہ کرے ۱؎ وہ ان دونوں کو نہ پڑھے (ابوداؤد٬ترمذی) ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد قوی نہیں۔ ۲؎ اور مصابیح میں ہے کہ سورۂ حج نہ پڑھے جیسا کہ شرح سنہ میں ہے۔

(۹۶۳) ۱؎ یہ حدیث حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔ امام اعظم کے نزدیک حج میں صرف ایک سجدہ ہے یعنی پہلا دوسری آیت میں سجدہ نماز مراد ہے نہ کہ سجدہ تلاوت کیونکہ وہاں ارشاد ہوا: ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا (۲۲'۷۷) رکوع اور سجدہ کرو (کنزالایمان) یعنی سجدہ کا رکوع کے ساتھ ذکر ہوا اور جہاں رکوع سجدہ مل کر آئیں وہاں سجدہ نماز مراد ہوتا ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ (۳'۴۳) اور اس کے لئے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر (کنزالایمان) نیز طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ سورۂ حج میں پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم نیز یہ حدیث علاوہ ضعیف ہونے کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ قرآنی سجدے واجب نہیں مانتے' سنت مانتے ہیں اور اس حدیث سے وجوب ثابت ہوتا ہے کہ فرمایا جو یہ سجدے نہ کرے وہ یہ سورۃ ہی نہ پڑھے۔ بہرحال اس حدیث سے استدلال قوی نہیں۔ ۲؎ کیونکہ اس کی اسناد میں ابن لہیعہ شوافع کے نزدیک ضعیف ہے اور ابن شرع ابن ہامان عام محدثین کے نزدیک مجروح لہٰذا اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۹۶۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ

سَجَدَ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ فَرَأَوْا اَنَّهٗ قَرَأَ تَنْزِيْلَ السَّجْدَةِ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

علیہ وسلم نے ظہر میں سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا لوگ سمجھے کہ آپ نے تنزیل السجدہ پڑھی۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۹۶۴) ۱؎ صحابہ نے یہ اس لیے سمجھا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کی نمازوں میں سورۃ کی ایک آدھ آیت آواز سے پڑھ دیتے تھے تاکہ پتا لگے کہ فلاں سورۃ پڑھ رہے ہیں۔اس حدیث سے معلوم ہوا سنت یہ ہے کہ نمازی آیت سجدہ پر سجدہ کرے پھر باقی سورۃ پڑھ کر رکوع کرے اور اگر پوری سورۃ پڑھ کر سجدہ کرے جب بھی جائز ہے اور اگر رکوع میں ہی سجدہ تلاوت کرنے کی نیت کرے تب بھی درست ہے مگر پہلی صورت افضل ہے۔حضرت عمر و ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز میں سجدہ کی آیت پڑھ کر رکوع میں سجدہ کی نیت کو درست مانتے تھے اور کسی صحابی نے ان کی مخالفت نہ کی۔(مرقاۃ)

وَعَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا الْقُرْاٰنَ فَاِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَهٗ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۹۶۵) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر قرآن پڑھتے جب سجدے کی آیت پر گزرتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے،ہم آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۹۶۵) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں خارج نماز کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت قاری اور سامع دونوں پر واجب ہے اور اس سجدہ میں صرف ایک تکبیر کہے،ہاتھ اُٹھانے یا بعد سجدہ سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں ہاں مستحب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر سجدہ میں جائے اور پھر کھڑا ہو جائے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کیونکہ اس سجدہ میں باشارہ قرآنی ضرورت گرنا چاہیے اور گرنا کھڑے ہو کر کامل ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَةً فَسَجَدَ النَّاسُ كُلُّهُمْ مِنْهُمُ الرَّاكِبُ وَالسَّاجِدُ عَلَى الْاَرْضِ حَتّٰى اَنَّ الرَّاكِبَ لَيَسْجُدُ عَلٰى يَدِهٖ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۹۶۶) روایت ہے انہی سے،فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال آیت سجدہ پڑھی،سب لوگوں نے سجدہ کیا ۱؎ ان میں سوار اور زمین پر سجدہ کرنے والے حتی کہ سوار اپنے ہاتھ پر سجدہ کرتا تھا۔

(۹۶۶) ۱؎ یہ واقعہ سورۂ والنجم پڑھنے کے علاوہ ہے کیونکہ آج مکہ معظمہ میں کوئی مشرک نہ تھا اور وہاں مشرکین مکہ نے بھی سجدہ کیا تھا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت سوار اپنے ہاتھ پر کرسکتا ہے،اُترنا ضروری نہیں۔یہی امام اعظم کا قول ہے۔ ۲؎ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن میں گیارہ سجدے ہیں کیونکہ چودہ سجدوں میں سے جب مفصل کے تین سجدے نکل گئے تو گیارہ باقی بچے مگر یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی اسناد میں ابوقدامہ بصری ہیں جو ضعیف ہیں۔(نووی) نیز حضرت ابوہریرہ کی حدیث قوی ہے جس میں ہے کہ ہم نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انشقت اور اقراء میں سجدہ کیا۔حضرت ابوہریرہ بعد ہجرت یعنی ۷ھ میں ایمان لائے،ابھی حضرت ابن عمر کی حدیث گزری کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سورۂ والنجم پڑھی اور سب نے سجدہ کیا۔نیز یہ حدیث نافی ہے اور وہ حدیث مثبت جب ثبوت ونفی میں تعارض ہو تو ثبوت کو ترجیح ہوتی ہے۔بہرحال یہ حدیث قابلِ عمل نہیں،مفصل میں تین سجدے ہیں۔والنجم،اذا السماء انشقت،اقراء

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَسْجُدْ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ مُنْذُ تَحَوَّلَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ.(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۹۶۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد طوال مفصل کی قرأت کے دوران سجدہ نہیں کیا۔ (ابوداؤد)

(۹۶۷) ۱؎ خیال رہے کہ اگر سجدہ تلاوت فرض نماز میں کرے تو اس میں سجدے کی تسبیح پڑھنا افضل ہے اور اگر خارج نماز میں کرے تو اختیار ہے خواہ صرف تسبیحیں پڑھے یا دوسری دعائیں یا دونوں۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ بِاللَّیْلِ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۹۶۸) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں قرآنی سجدوں میں یوں کہتے تھے' میری ذات نے اسے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اور اس کے کان اور آنکھ اپنی طاقت وقوت سے چیرے۔ ۱؎ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی) اور ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۹۶۸) ۱؎ یہاں تہجد کی نماز یا خارج نماز میں سجدہ تلاوت مراد ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز مسجد میں پڑھاتے تھے اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوتی تھیں۔ فتح القدیر میں ہے کہ سجدہ تلاوت میں یہ آیت پڑھنا بھی بہتر ہے: سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (۱۷،۱۰۸) پاکی ہے ہمارے ربّ کو بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا (کنزالایمان) ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا الخ (۱۷،۱۰۷) ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ (کنزالایمان)

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَیْتَنِی اللَّیْلَةَ وَاَنَا نَآئِمٌ کَاَنِّیْ اُصَلِّیْ خَلْفَ شَجَرَةٍ فَسَجَدْتُّ فَسَجَدَتِ الشَّجَرَةُ لِسُجُوْدِیْ فَسَمِعْتُهَا تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اکْتُبْ لِیْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّضَعْ عَنِّیْ بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا لِیْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَرَاَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَةً ثُمَّ سَجَدَ فَسَمِعْتُهٗ وَهُوَ یَقُوْلُ مِثْلَ مَا اَخْبَرَهُ الرَّجُلُ عَنْ قَوْلِ الشَّجَرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَذْکُرْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

(۹۶۹) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ۱؎ عرض کیا یارسول اللہ! میں نے آج رات سوتے میں اپنے کو دیکھا کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں' میں نے سجدہ کیا ۲؎ میرے سجدے کے ساتھ درخت نے بھی سجدہ کیا' میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا ۳؎ الٰہی! اس سجدے کی برکت سے اپنے پاس میرے لیے ثواب لکھ اور میرا گناہ دُور کر اور اسے میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنا۔ ۴؎ اور اسے مجھ سے ایسا ہی قبول کر جیسے اپنے بندے داؤد سے قبول کیا تھا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی آیت پڑھی ۵؎ پھر سجدہ کیا تو آپ کو اسی طرح کہتے سنا جیسے اس شخص نے درخت کے قول کی خبر دی تھی۔ ۶؎ (ترمذی' ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے وتقبلها الخ کا ذکر نہ کیا' ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(۹۶۹) ۱؎ یہ آنے والے حضرت ابوسعید خدری تھے جیسا کہ بعض روایتوں میں صراحۃً ہے نہ کہ کوئی فرشتہ ۲؎ سجدہ تلاوت اس طرح کہ نماز میں سورۂ ص پڑھی اور سجدہ کی آیت پر سجدہ کیا جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول خود درخت ہی کا ہے کیونکہ درخت وغیرہ سجدے بھی کرتے ہیں اور تسبیح بھی، ممکن ہے کسی فرشتے کا قول ہو جو درخت سے ظاہر ہو رہا ہو جیسے طور پر موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے ربّ کا کلام سنا۔ اوّل قوی ہے ۴؎ درخت کا یہ کہنا ان صحابی کو اور ان کے ذریعے سارے مسلمانوں کو تعلیم دینے کے لیے ہے ورنہ ان کے لیے نہ ثواب ہے نہ گناہ کی بخشش کیونکہ وہ گناہ گار ہی نہیں۔ ۵؎ سورۂ ص کی۔ ظاہر یہ ہے کہ صرف آیت سجدہ ہی نماز سے خارج پڑھی اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ دورانِ تلاوت میں سجدے کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ ۶؎ علماء فرماتے ہیں کہ ص کے سجدہ میں یہ دعا پڑھنا بہت بہتر ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ وہ درخت ہم ہیں اور صحابی سے مراد ساری اُمت ہے اس لیے خود سجدہ کر کے اس میں یہ دعا پڑھ کے دکھا دیا۔ ۷؎ مگر حاکم نے اسے صحیح کہا اور دیگر محدثین نے حسن فرمایا اور یہ معلوم رہے کہ غرابت صحت کے خلاف نہیں اور اگر ضعیف بھی ہو تو فضائلِ اعمال میں قبول ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ فِيْهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ غَيْرَ اَنَّ شَيْخًا مِّنْ قُرَيْشٍ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًى اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى جَبْهَتِهٖ وَقَالَ يَكْفِيْنِیْ هٰذَا قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدَ قُتِلَ كَافِرًا مُّتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِیُّ فِیْ رِوَايَةٍ وَّهُوَ اُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ.

تیسری فصل

(۹۷۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم پڑھی تو اس میں آپ نے بھی سجدہ کیا اور انہوں نے بھی جو آپ کے ساتھ تھے۔ ۱؎ ایک قریشی بڈھے کے سوا جس نے ایک مٹھی کنکر یا مٹی اُٹھا کر اپنی پیشانی سے لگالی اور بولا مجھے یہی کافی ہے۔ ۲؎ عبداللہ فرماتے ہیں میں نے بعد میں اسے دیکھا کہ کافر مارا گیا۔ ۳؎ (مسلم بخاری) اور بخاری نے اپنی روایت میں زیادہ کیا کہ وہ اُمیہ ابن خلف تھا۔ ۴؎

(۹۷۰) ۱؎ یعنی مؤمنین، مشرکین، انسان، جن جو بھی وہاں حاضر تھے، سب سجدے میں گر گئے اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی کہ چونکہ سورۂ والنجم میں یہاں لات وعزیٰ کا بھی ذکر ہے اس لیے مشرکین نے ان کی تعظیم کرتے ہوئے سجدہ کیا یا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت میں ایسی ہیبت تھی کہ مشرکین بھی بے اختیار سجدے میں گر گئے یا اس وقت شیطان نے بتوں کی تعریف کی، مسلمان تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر سجدے میں گرے اور کفار شیطان کی آواز پر۔ یہ محض باطل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر بے اختیار اس وقت بتوں کی آواز آ گئی۔ نعوذ باللہ۔ امام عسقلانی نے شرح بخاری میں شیطان والے قصہ کو ثابت کیا ہے۔ ربّ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْقَی الشَّيْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (۲۲، ۵۲) جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا۔ (کنزالایمان) ۲؎ اس کی یہ حرکت غرور وتکبر کے لیے تھی کہ سب کے ساتھ سجدہ کرنا میری شان کے خلاف ہے۔ ۳؎ یعنی جن مشرکین نے آج سجدہ کیا تھا، وہ سب بعد میں اسلام لے آئے جس نے سجدہ نہ کیا وہ کافر ہی مارا گیا۔ ۴؎ جو بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں بُری

طرح مارا گیا جیسے یہ حضرت بلال کو برچھیوں اور نیزوں سے چھیدا کرتا تھا اسی طرح بدر میں صورت یہ بنی کہ اسے چھید چھید کر ہی مارنا پڑا کیونکہ ایک صحابی نے ایفائے عہد کرتے ہوئے اسے بچانے کے لیے خود کو اس کے اوپر ڈال دیا تھا اور اس کا بھائی ابی بن خلف جنگِ احد میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مارا گیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے صرف اسی کو قتل فرمایا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِی ص وَقَالَ سَجَدَھَا دَاوٗدَ تَوْبَۃً وَّنَسْجُدُھَا شُکْرًا۔ (رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

(۹۷۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ حضرت داؤد نے توبہ کے طور پر سجدہ کیا تھا اور ہم شکر کے طور پر یہ سجدہ کرتے ہیں۔ ۱؎ (نسائی)

(۹۷۱) ۱؎ اس کا شکریہ کہ رب نے ان کی توبہ قبول فرمائی جیسے عیدالاضحیٰ کی نماز حضرت ابراہیم کی قربانی قبول ہونے کے شکر میں پڑھی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا اور ان پر عبادتیں کرنا سنت سے ثابت ہے لہٰذا میلاد شریف' گیارھویں شریف' عرس بزرگانِ دین منانا اور ان موقعوں پر نوافل' صدقات وغیرہ عبادتیں ناجائز نہیں ہوسکتیں۔

بَابُ اَوْقَاتِ النَّھْیِ — اوقاتِ ممنوعہ میں نماز پڑھنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ یعنی جن وقتوں میں نماز منع ہے۔ خیال رہے کہ تین وقت وہ ہیں جن میں فرض نفل ہر نماز منع ہے۔ طلوعِ آفتاب' غروب اور نصف النہار (بیچ دوپہری) پانچ وقت وہ ہیں جن میں فرض جائز' نفل منع' صبح صادق سے سورج نکلنے تک' نمازِ عصر کے بعد سے سورج ڈوبنے تک پھر آفتاب ڈوبنے کے بعد سے مغرب کے فرض پڑھنے تک' جمعہ کے خطبہ کے وقت' عید کے دن' نمازِ عید سے پہلے' یہ کراہت ہر جگہ ہے مکہ معظمہ میں بھی اور دیگر مقامات میں بھی۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَتَحَرّٰی اَحَدُکُمْ فَیُصَلِّیْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِھَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَبْرُزَ وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَغِیْبَ وَلَا تَحَیَّنُوْا بِصَلٰوتِکُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبِھَا فَاِنَّھَا تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطٰنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۹۷۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی قصد نہ کرے کہ سورج نکلنے کے وقت اور ڈوبنے کے وقت نماز پڑھے ۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب سورج کا کنارہ چمک جائے تو نماز چھوڑ دو حتیٰ کہ بلند ہو جائے ۳؎ پھر جب سورج کا کنارہ چھپ جائے تو نماز چھوڑ دو حتیٰ کہ پورا غائب ہو جائے اور اپنی نماز کے لیے سورج کے طلوع غروب کا وقت مقرر نہ کرو کیونکہ وہ شیطان کے سینگوں کے بیچ میں طلوع ہوتا ہے۔ ۴؎ (مسلم بخاری)

(۹۷۲) ۱؎ سورج نکلنے سے مراد اس کے چمکنے سے بلند ہونے تک کا وقت ہے یعنی چمکنے سے بیس منٹ بعد تک اور ڈوبنے سے مراد پیلا پڑنے سے چھپنے تک کا وقت یعنی چھپنے سے بیس منٹ پہلے ہے جیسا کہ اور روایات میں ہے۔ ۳؎ کنارہ مشرق سے ایک نیزہ بلند ہو کر اس میں تیزی آجائے کہ اتنے عرصہ میں ہر نماز ممنوع ہے۔ ۴؎ اس طرح کہ ایک شیطان سورج کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے ہر جگہ سورج کا طلوع اس کے سینگوں کے بیچ میں ہوتا ہے اس کی تحقیق اوقاتِ نماز کے باب میں گزر گئی۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ثَلٰثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا اَنْ نُّصَلِّيَ فِيْهِنَّ اَوْنَقْبُرَ فِيْهِنَّ اَوْ مَوْتَانَا حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ قَآئِمُ الظَّهِيْرَةِ حَتّٰى تَمِيْلَ الشَّمْسُ وَحِيْنَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰى تَغْرُبَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۷۳) ۱؎ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور مردے دفن کرنے سے منع فرماتے تھے۔ ۱؎ جب سورج ظاہر ظہور طلوع ہو رہا ہو حتیٰ کہ بلند ہو جائے اور جب ٹھیک دوپہری قائم ہو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور جب سورج ڈوبنے کے قریب ہو جائے حتیٰ کہ ڈوب جائے۔ ۲؎ (مسلم)

(۹۷۳) ۱؎ تمام علماء کے نزدیک یہاں دفن سے مراد نمازِ جنازہ ہے کیونکہ ان وقتوں میں دفن کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا اور ان اوقات میں نمازِ جنازہ بھی جب ہی مکروہ ہوگی جبکہ جنازہ پہلے سے تیار ہو اور نماز میں دیر کی جائے لیکن اگر جنازہ آیا ہی اس وقت ہے تو نماز پڑھ لے۔ ۲؎ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے کہ وہاں طلوع وغروب سے مراد صرف نکلنا ڈوبنا نہ تھا بلکہ اس سے بعد اور پہلے کا کچھ وقت بھی تھا۔ خیال رہے کہ ٹھیک دوپہر شریعت میں نہار شرعی گیارہ بجے ہوا اور نہار نجومی کے نصفوں کا فاصلہ ہے مثلاً آج نصف النہار شرعی گیارہ بجے ہوا اور نصف النہار نجومی پونے بارہ بجے تو یہ پینتالیس منٹ بیچ دوپہر ہیں' ان میں نماز مکروہ' شرعی دن پو پھٹنے سے شروع ہوتا ہے اور نجومی دن سورج چمکنے سے اور دونوں غروبِ آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ ۨالْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاصَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۷۴) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فجر کے بعد سورج بلند ہونے تک کوئی نماز نہیں اور نہ عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک ۱؎ (مسلم بخاری)

(۹۷۴) ۱؎ یعنی نمازِ فجر اور نمازِ عصر پڑھ لینے کے بعد نوافل ممنوع ہیں اور سورج چمکنے اور پیلا پڑنے کے بعد ہر نماز ممنوع جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا یہ حدیث ہر جگہ کے لیے ہے لہٰذا احناف کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں ان وقتوں میں مکہ مکرمہ میں بھی نوافل مکروہ ہیں۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ

(۹۷۵) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو میں بھی

عَلَيْهِ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَیِ الشَّيْطٰنِ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسَجَّرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَیْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ حَتّٰى تُصَلِّیَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَیِ الشَّيْطٰنِ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ قُلْتُ يَانَبِیَّ اللّٰهِ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِیْ عَنْهُ قَالَ مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وُضُوْءَهٗ فَيُمَضْمِضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَسْتَنْثِرُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ وَفِيْهِ وَخَيَاشِيْمِهٖ ثُمَّ اِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ اِلَّاخَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ مِنْ اَطْرَافِ لِحْيَتِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اِلَّاخَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَمْسَحُ رَاْسَهٗ اِلَّاخَرَّتْ خَطَايَا رَاْسِهٖ مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِلَّاخَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ فَاِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهٗ بِالَّذِیْ هُوَ لَهٗ اَهْلٌ وَّفَرَّغَ قَلْبَهٗ لِلّٰهِ اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مدینے آیا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ مجھے نماز کے متعلق خبر دیجیے ۲ تو فرمایا کہ نماز فجر پڑھو پھر آفتاب نکلتے وقت نماز سے باز رہو حتیٰ کہ بلند ہو جائے کیونکہ وہ نکلتے وقت شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں ۳ پھر نماز پڑھو کیونکہ وہ نماز حاضری یا گواہی کا وقت ہے ۴ یہاں تک کہ نیزے کا سایہ کم ہو جائے ۵ پھر نماز سے باز رہو کیونکہ اس وقت دوزخ جھونکا جاتا ہے ۶ پھر جب زوال کا سایہ آگے ہو جائے تو نماز پڑھو ۷ کیونکہ یہ نماز حاضری اور گواہی کا وقت ہے حتیٰ کہ عصر پڑھ لو پھر سورج ڈوبنے تک نماز سے باز رہو کیونکہ وہ شیطان کے سینگوں کے بیچ ڈوبتا ہے ۸ اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! مجھے وضو کے متعلق خبر دیجیے تو فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو وضو کا پانی لے پھر کلی کرے ناک میں پانی ڈالے مگر اس کے چہرے اور منہ اور نتھنوں کی خطائیں گر جاتی ہیں ۹ پھر جب اسی طرح اپنا منہ دھوئے جیسے اسے اللہ نے حکم دیا ۱۰ مگر اس کے چہرے کی خطائیں داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ پوروں سے گر جاتی ہیں پھر اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھوئے مگر اس کے ہاتھوں کی خطائیں پانی کے ساتھ گر جاتی ہیں پھر اپنے سر کا مسح کرے مگر اس کے سر کی خطائیں پانی کے ساتھ بالوں کے کناروں سے گر جاتی ہیں ۱۱ پھر اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوئے مگر اس کے پاؤں کی خطائیں پانی کے ساتھ پوروں سے گر جاتی ہیں پھر اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو اللہ کی وہ حمد و ثناء اور بڑائی کرے جس کے وہ لائق ہے اور اپنا دل اللہ کے لیے خالی کرے مگر اپنی خطاؤں سے اس دن کی طرح پھرے گا جس دن اسے ماں نے جنا۔ ۱۲ (مسلم)

(۹۷۵) ۱ آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں حتیٰ کہ بعض نے کہا آپ چوتھے مسلمان ہیں، ان سے حضور نے فرمایا تھا کہ ابھی گھر چلے

جاؤ جب ہمارا غلبہ ہوتو آ جانا۔ چنانچہ بعد ہجرت یہ بھی حضور علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے' ان کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ ۲؎ کہ کون سی نماز کس وقت پڑھی جائے جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔ ۳؎ لہٰذا تمہارا اس وقت نماز پڑھنا کفار کی عبادت کے مشابہ ہوگا۔ خیال رہے کہ اگرچہ کفار اور وقت بھی عبادت کرتے ہیں مگر اس وقت کی عبادت ان کی مذہبی علامت ہے۔ علامتِ کفر سے بچنا ضروری ہے' تشبیہ اور ہے اور اشتراک کچھ اور ۴؎ یعنی نمازِ اشراق و چاشت پڑھو اس نماز میں تمہارے ساتھ تمہارے ساتھی فرشتے موجود ہوں گے اور تمہارے گواہ۔ یہ حکم استحبابی ہے کیونکہ نمازِ اشراق و چاشت واجب نہیں۔ ۵؎ یعنی نیزے کا سایہ اس سے کم ہو جائے جسے سایہ اصلی کہتے ہیں جو نصف النہار کے وقت ہوتا ہے اس کی درازی موسم کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے شاید جس وقت سرکار نے یہ فرمایا اس وقت سایہ اصلی چیز سے کم ہوتا ہے ۶؎ یعنی دوپہر کے وقت دوزخ میں ایندھن ڈالا جاتا ہے جس سے وہ بھڑک جاتا ہے اس کی تحقیق باب الاوقات میں کی جا چکی وہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں دوپہر رہتی ہے پھر اس وقت دوزخ جھونکنے کے کیا معنی ۷؎ یہ امر اباحت کے لیے ہے یعنی سورج ڈھل جانے پر نماز پڑھ سکتے ہو' یہ مطلب نہیں کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر پڑھ لو اس کی تحقیق بھی باب الاوقات میں کی جا چکی گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرکے پڑھنا مستحب ہے۔ ۸؎ یعنی نمازِ عصر پڑھنے کے بعد ہر نماز سے باز رہو جیسا کہ باب الاوقات میں ذکر ہوا ۹؎ اس کی شرح باب الوضوء میں ہو چکی کہ یہاں خطاؤں سے مراد گناہِ صغیرہ ہیں نہ کہ گناہِ کبیرہ اور نہ حقوق العباد اور یہ ہم لوگوں کے احکام ہیں اسی لیے ہمارے وضو کا غسالہ مستعمل پانی کہلاتا ہے جس سے وضو نہیں کرسکتا اور اس کا پینا مکروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غسالہ نور لے کر نکلتا ہے اسی لیے صحابہ تبرک سمجھ کر پیتے تھے ۱۰؎ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا سنتیں تھیں مگر چہرہ دھونا فرض ہے جس کا رب نے حکم دیا ہے کہ فرمایا: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (۶۵) تو اپنا منہ دھوؤ (کنزالایمان) یا یہ مطلب ہے کہ جیسے رب نے پورا چہرہ دھونے کا حکم دیا' ایسے ہی پورا دھوئے کہ بال برابر بھی جگہ سوکھی نہ رہے۔ ۱۱؎ سر کی خطاؤں میں کانوں کی خطائیں بھی داخل ہیں یعنی بُرے خیالات اور بُری عادتیں اور بُری باتیں سننے کے گناہ سب مسح سے معاف ہو جاتے ہیں اس لیے کانوں کا مسح سر کے ساتھ اور سر کے پانی سے ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ۔ سر کے مسح میں پانی گرتا نہیں بلکہ سر کو لگتا ہے مگر اس سے خطائیں جھڑ جاتی ہیں۔ دھونے والے اعضاء میں پانی خطائیں لے کر نکلتا ہے اور سر میں پانی خطاؤں کو نکالتا ہے۔ خیال رہے کہ ان خطاؤں کو پانی نہیں نکالتا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نکالتی ہے ورنہ مشرک خواہ کتنا ہی وضو کرے اس کی خطائیں معاف نہیں ہوتیں اور مسلمان بغیر نیت وضو ٹھنڈک کے لیے بارہا ان اعضاء پر پانی ڈالے یہ فیض حاصل نہیں ہوتا۔ ۱۲؎ یعنی گناہ تو وضو سے معاف ہو چکے' نماز رفع درجات کا ذریعہ ہے خواہ تحیۃ الوضو کے نفل ہوں یا اور کوئی نماز۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّالْمِسْوَرَ ابْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَزْهَرِ اَرْسَلُوْهُ اِلٰى عَآئِشَةَ فَقَالُوْا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِيْ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ

(۹۷۶) روایت ہے حضرت کریب سے کہ حضرت ابن عباس اور مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمان ابن ازہر نے ۱؎ انہیں حضرت عائشہ کے پاس بھیجا کہا کہ ہم سب کا انہیں سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد والی دو رکعتوں کے متعلق پوچھنا ۲؎ فرماتے ہیں میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں

فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ فَرَدُّوْنِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا ثُمَّ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْهِمَا ثُمَّ دَخَلَ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُوْلِيْ لَهٗ تَقُوْلُ اُمُّ سَلَمَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا قَالَ يَا ابْنَةَ اَبِيْ اُمَيَّةَ سَئَلْتُ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاِنَّهٗ اَتَانِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وہ پیغام پہنچایا جو مجھے دے کر بھیجا تھا۔ انہوں نے کہا ام سلمہ سے پوچھو ۳؎ میں ان حضرات کی طرف لوٹا' انہوں نے مجھے اُم سلمہ کے پاس لوٹایا ۴؎ اُم سلمہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے منع فرماتے سنا پھر میں نے آپ کو یہ رکعتیں پڑھتے دیکھا پھر آپ تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں لڑکی کو بھیجا ۵؎ اور میں نے کہہ دیا کہ آپ سے عرض کرنا یارسول اللہ اُم سلمہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے سنا اور آپ کو پڑھتے دیکھتی ہوں۔ فرمایا اے ابی اُمیہ کی بیٹی! ۶؎ تم نے عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق مجھ سے پوچھا' میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آئے تھے جنہوں نے مجھے ظہر کے بعد والی دو رکعتوں سے باز رکھا' یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔ ۷؎ (مسلم بخاری)

(۹۷۶) ۱؎ حضرت کریب ابن مسلم سیدنا عبداللہ ان عباس کے غلام ہیں اور مسور ابن مخرمہ عبدالرحمن بن عوف کے بھانجے ہیں' ہجرت کے بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے' ۸ھ میں مدینہ منورہ آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال کے تھے' شہادت حضرت عثمان تک مدینہ منورہ رہے پھر مکہ معظمہ آ گئے۔ یزید کی بیعت نہ کی چنانچہ واقعہ کربلا کے بعد جب یزید نے مکہ معظمہ پر منجنیق سے پتھراؤ کیا تو بحالتِ نماز ایک پتھر آپ کے بھی لگا اور شہید ہو گئے اور حضرت عبدالرحمن ابن از ہر حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے بھتیجے ہیں' حنین میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ۲؎ آیا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے یا نہیں اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ ان بزرگوں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نفلوں سے منع فرماتے ہوئے سنا پھر انہیں پتا لگا کہ سرکار علیہ السلام گھر میں خود پڑھتے تھے تو اس کی تحقیق اور وجہ معلوم کرنے کے لیے انہیں بھیجا چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ بڑی فقیہ عالمہ بی بی تھیں اس لیے ان سے یہ مسئلہ پوچھا چونکہ یہ حضرات بہت سے تھے اس لیے خود حاضر نہ ہوئے بلکہ اپنے خادم کو بھیج دیا۔ معلوم ہوا کہ مسائل میں ایک کی خبر معتبر ہے ۳؎ یہ ہے حضرت عائشہ صدیقہ کا عدل و انصاف کہ باوجودیکہ بڑی عالمہ فقیہ ہیں مگر فرما دیا کہ اس مسئلہ کا علم مجھ سے زیادہ حضرت اُم سلمہ کو ہے کیونکہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھ چکی ہیں' میں نہ پوچھ سکی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑا عالم بھی بے علم فتویٰ نہ دے بلکہ دوسرے کے پاس بھیج دے اور اس میں شرم نہ کرے۔ ۴؎ یہ حضرت کریب کا ادب خادمانہ ہے کہ بغیر آقا کے حکم کے دوسری جگہ نہیں گئے کیونکہ پہلا حکم ختم ہو چکا تھا ۵؎ یعنی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجد میں اور کسی بیوی پاک کے گھر میں یہ نفل پڑھتے دیکھا پھر جب میرے گھر میں تشریف لائے' تو جس گوشہ میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے تھے وہاں میں خود نہ گئی بلکہ کسی لڑکی کو بھیجا لہٰذا یہ روایت در روایت ہوگئی۔ ۶؎ ابو اُمیہ حضرت اُم سلمہ کے والد کی کنیت ہے' ان کا نام سہل ابن مغیرہ مخزومی تھا' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کی معرفت خود حضرت اُم سلمہ سے خطاب فرمایا کیونکہ اصل سائلہ آپ ہی تھیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ۷؎ یعنی ایک بار ہم وفد عبدالقیس

کوتبلیغ کرنے کی وجہ سے ظہر کی دو رکعتیں نہ پڑھ سکے تھے پھر وہ رکعتیں عصر کے بعد قضا کیں لیکن طریقہ ہمارا یہ ہے کہ جب کوئی نیکی ایک بار کر لیتے ہیں تو پھر ہمیشہ ہی کرتے ہیں اس لیے اب ہمیشہ ہی پڑھ رہے ہیں۔خیال رہے کہ سنت ظہر کی قضا کرنا بھی حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے پھر بعد عصر پڑھنا اور پھر ہمیشہ پڑھنا حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیتیں ہی ہیں اس میں اس سے منع کیا گیا ہے جیسے روزہ وصال کہ آپ رکھتے تھے۔ہمیں منع فرمایا چنانچہ طحاوی نے اس حدیث کے ساتھ یہ بھی ذکر کیا کہ اُم سلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم بھی قضا کرلیا کریں؟ فرمایا نہیں! شوافع نے اس حدیث کی وجہ سے فرمایا کہ سنتوں کی قضا سنت ہے مگر یہ دلیل کمزور ہے ورنہ انہیں چاہیے کہ ایک بار کی قضا ہمیشہ پڑھا کریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّيْ لَمْ اَكُنْ صَلَّيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا فَصَلَّيْتُهُمَا الْاٰنَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ وَقَالَ اِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيْثِ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرٍو وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَنُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ قَيْسِ بْنِ قَهْدٍ نَحْوَهٗ.

دوسری فصل

(۹۷۷) روایت ہے حضرت محمد ابن ابراہیم سے، وہ قیس ابن عمرو سے راوی ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فجر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا صبح کی نماز دو دو رکعتیں پڑھتے ہو؟ ۲؎ اس نے عرض کیا کہ میں نے پہلی والی دو رکعتیں نہ پڑھی تھیں، وہ اب پڑھ لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔۳؎ (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی اور فرمایا کہ اس کی اسناد متصل نہیں ہے کیونکہ محمد ابن ابراہیم نے قیس ابن عمرو سے نہ سنا۔ ۴؎ اور شرح سنہ اور مصابیح کے نسخوں میں قیس ابن قہد سے اس کی مثل ہے۔

(۹۷۷) ۱؎ حضرت محمد ابن ابراہیم بہت نوعمر تابعی ہیں اور قیس ابن عمرو صحابی انصاری ہیں۔ ۲؎ یعنی دوبار پڑھتے ہو ابھی میرے ساتھ جماعت سے پڑھ چکے ہو پھر دوبارہ اکیلے پڑھ رہے ہو یا یہ مطلب ہے کہ کیا صبح کی دو رکعتوں کے بعد دو نفل بھی پڑھتے ہو حالانکہ تمہیں خبر ہے کہ اس وقت نفل نہیں پڑھے جاتے۔ ۳؎ اس حدیث کی بناء پر امام شافعی وغیرہم بزرگوں سے سنت فجر کی قضا آفتاب نکلنے سے پہلے جائز مانی ہے۔امام صاحب کے ہاں صرف سنت فجر کی قضا کبھی نہیں ہاں اگر سنتیں مع فرضوں کے رہ گئی ہوں تو دوپہر سے پہلے فرضوں کے تابع ہوکر ان کی بھی قضا ہو جائے گی جیسا کہ شب تعریس کے واقعہ میں ہوا کیونکہ قضا صرف واجب یا فرض کی ہوسکتی ہے، سنتوں کی قضا اصول شرعی کے خلاف لہٰذا یہاں ثبوت ہوگیا صرف وہیں قضا ہوگی۔یہ حدیث منقطع ہے، متصل نہیں جیسا کہ خود امام ترمذی فرمارہے ہیں لہٰذا اس سے استدلال غلط ہے۔ ۴؎ یعنی محمد ابن ابراہیم اور قیس ابن عمرو کے درمیان کوئی راوی چھوٹ گیا ہے اور خبر نہیں کہ وہ راوی عادل ہے یا فاسق اس لیے یہ حدیث مجہول ہے اور قابلِ عمل نہیں۔نیز اس حدیث میں یہ پتا نہ لگا کہ وہ صحابی فجر

کے بعد کس وقت سنتیں پڑھ رہے تھے' آفتاب نکلنے سے پہلے یا بعد لہٰذا حدیث گویا مجمل ہے اور ممانعت صراحۃً آ چکی ہے کہ صبح کی نماز کے بعد نماز نہیں۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَابَنِيْ عَبْدِ مُنَافٍ لَا تَمْنَعُوْا اَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى اٰيَةَ سَاعَةٍ شَآءَ مِنَ الَّيْلِ اَوْنَهَارٍ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

(۹۷۸) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبدمناف کی اولاد!۱ کسی کو منع نہ کرو دن و رات میں جس گھڑی چاہے اس گھر کا طواف کرے اور نماز پڑھے۔۲ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۹۷۸) ۱ چونکہ مکہ معظمہ کی سرداری کعبہ کی کلید برداری چاہ زمزم کا انتظار اور حرم شریف کی خدمت اولاد عبدمناف ہی میں تھی اس لیے انہیں خطاب فرما کر یہ فرمایا ۲ اس وقت بعض اوقات حرم شریف بند کر دیا جاتا تھا جیسے مسجد نبوی شریف بعد نمازِ عشا بند کر دی جاتی ہے کہ طواف کعبہ تو ہر وقت جائز ہے۔حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔چنانچہ اس حدیث کی بناء پر حرم شریف' کسی وقت بند نہیں ہوتا۔خیال رہے کہ طواف کعبہ تو ہر وقت جائز ہے لیکن نوافل مکروہ وقتوں میں وہاں بھی منع ہیں کیونکہ ممانعت کی حدیثیں مطلق تھیں جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج ڈوبتے اور بیچ دوپہری میں نماز نہ پڑھو یا فرمایا کہ صبح اور عصر کے بعد نماز نہیں' وہاں مکہ شریف کو مستثنیٰ نہیں کیا۔امام شافعی وغیرہم اس حدیث کی بناء پر مکہ معظمہ میں ہر وقت نوافل جائز کہتے ہیں مگر یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ حرم شریف بند نہ کرو' لوگوں کو ہر وقت طواف (نماز پڑھنے دو) ہاں جن وقتوں میں شریعت نے منع کر دیا ہے اس وقت لوگ خود نوافل نہ پڑھیں' شریعت کا منع کرنا کچھ اور ہے لوگوں کا بیت اللہ کو بند کر دینا کچھ اور دیکھو حرم شریف میں نماز پنج گانہ کی جماعت اور نمازِ جمعہ وعیدین کی جماعت کے وقت لوگوں کو طواف سے بھی روکا جاتا ہے اور نفلوں سے بھی مگر یہ روکنا شریعت کی طرف سے ہے جیسے ہم کسی سبیل والے سے کہیں کہ تم لوگوں کو ہر وقت پانی پینے دو۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ رمضان میں بے روزوں کو بھی علانیہ دن کے وقت پانی پینے دو۔غرض کہ ممانعت کی حدیث صریح ہے اور اجازت کی غیر صریح۔نیز جب ممانعت اور جواز میں تعارض ہو تو ممانعت کو ترجیح ہوتی ہے۔طحاوی شریف میں ہے کہ ایک بار حضرت عمر فاروق نے نمازِ فجر کے بعد طواف وداع کیا اور نفل طواف نہ پڑھے' مدینہ منورہ روانہ ہو گئے جب دن چڑھ گیا تو وہ نفل جنگل میں پڑھے۔یہ حدیث امام صاحب کے مذہب کی بہت تائید کرتی ہے اگر اس وقت نفل جائز ہوتے تو فاروقِ اعظم بغیر طواف کے نفل پڑھے وہاں سے روانہ نہ ہوتے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ نِصْفَ النَّهَارِ حَتّٰى تَزُوْلَالشَّمْسُ اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

(۹۷۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہری میں سورج ڈھلنے تک نماز سے منع فرمایا سوا جمعہ کے دن کے ۱ (شافعی)

(۹۷۹) ۱ یہ حدیث محدثین کے نزدیک سخت ضعیف ہے حتیٰ کہ ابن حجر جو شافعی مذہب ہیں' وہ بھی فرماتے ہیں وفی سندہ مقال دیکھو مرقاۃ واشعۃ اللمعات وغیرہ چنانچہ اس کی اسناد یہ ہے عن ابراہیم عن اسحاق ابن عبداللہ عَنْ سعید المقبرّی عَنْ ابی ھریرۃ یہ ابراہیم ابن محمد ابن یحیٰی اسلمی ہیں اور یہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں (مرقاۃ) اور دوپہر کے وقت مطلقاً نماز ممنوع ہونے کی حدیثیں نہایت صحیح ہیں جو پہلے گزر گئیں لہٰذا دوپہر کے وقت نہ جمعہ کے دن نماز جائز نہ اور دن یہی مذہب احناف کا ہے۔امام شافعی کے ہاں

جمعہ کے دن دوپہری میں نماز جائز ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَرِہَ الصَّلٰوۃَ نِصْفَ النَّھَارِ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ اِنَّ جَھَنَّمَ تُسَجَّرُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ اَبُو الْخَلِیْلِ لَمْ یَلْقَ اَبَا قَتَادَةَ۔

(۹۸۰) روایت ہے حضرت ابوالخلیل سے ۱؎ وہ حضرت ابوقتادہ سے راوی' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہری میں سورج ڈھلنے تک نماز کو ناپسند کیا سوائے جمعہ کے دن کے اور فرمایا کہ دوزخ جھونکا جاتا ہے سواء جمعہ کے دن کے اور فرمایا ابوالخلیل ابوقتادہ سے نہ ملے۔ ۱؎

(۹۸۰) ۱؎ آپ کا نام صالح بن ابی مریم ہے' تابعین میں سے ہیں ۲؎ یعنی ابوالخلیل اور ابوقتادہ کے درمیان کوئی راوی رہ گیا ہے' خبر نہیں کہ فاسق ہے یا عادل لہٰذا یہ حدیث منقطع اس سے دلیل نہیں پکڑ سکتے اور مذہب احناف بہت قوی ہے کہ جمعہ کے دن بھی دوپہری میں نماز ناجائز ہے اور جمعہ کی نماز زوال سے پہلے نہیں پڑھ سکتے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ الصَّنَابِحِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَھَا قَرْنُ الشَّیْطٰنِ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَھَا ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَھَا فَاِذَا زَالَتْ فَارَقَھَا فَاِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ قَارَنَھَا فَاِذَا غَرَبَتْ فَارَقَھَا وَنَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِیْ تِلْكَ السَّاعَاتِ۔ (رَوَاہُ مَالِكٌ وَّاَحْمَدُ وَالنَّسَآئِیُّ)

(۹۸۱) روایت ہے حضرت عبداللہ صنابحی سے ۱؎ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سورج یوں طلوع ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ شیطان کے سینگ ہوتے ہیں پھر جب بلند ہو جاتا ہے تو سینگ اس سے الگ ہو جاتے ہیں پھر جب استوا ہوتا ہے تو لگ جاتے ہیں پھر جب ڈھل جاتا ہے تو الگ ہو جاتے ہیں پھر جب ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے تو لگ جاتے ہیں جب ڈوب جاتا ہے تو الگ ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھڑیوں میں نماز سے منع کیا۔ ۲؎ (مالک' احمد' نسائی)

(۹۸۱) ۱؎ آپ صحابی ہیں' صنابح ابن زاہر قبیلہ کی طرف منسوب ہیں اور ابوعبداللہ صنابحی تابعی ہیں۔ بعض شارحین کو ان دو ناموں میں دھوکا پڑ جاتا ہے لہٰذا یہ حدیث متصل ہے' مرسل نہیں۔ ۲؎ اس کی شرح بارہا گزر چکی اس میں نہ جمعہ کا استثناء ہے نہ مکہ معظمہ کا لہٰذا ہر جگہ ہر دن ان تینوں وقتوں میں نماز ناجائز ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ قوی دلیل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بُصْرَةَ الْغِفَارِیِّ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمُخَمَّصِ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ فَقَالَ اِنَّ ھٰذَا صَلٰوۃٌ عُرِضَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَضَیَّعُوْھَا فَمَنْ حَافَظَ عَلَیْھَا کَانَ لَہٗ اَجْرُہٗ مَرَّتَیْنِ وَلَاصَلٰوۃَ بَعْدَھَا حَتّٰی یَطْلُعَ الشَّاھِدُ

(۹۸۲) روایت ہے حضرت ابوبصرہ غفاری سے' فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخمص میں عصر کی نماز پڑھائی پھر فرمایا کہ یہ نماز تم سے اگلوں پر پیش کی گئی تھی' انہوں نے اسے ضائع کر دیا۔ ۱؎ تو جو اس پر پابندی کرے گا اسے دوہرا ثواب ہوگا۔ ۲؎ اور اس کے بعد تارے نکلنے تک نماز نہیں

الشَّاهِدُ النَّجْمُ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

شاہد تارا ہے۔ (مسلم)

(۹۸۲) ۱؎ یعنی پچھلی اُمتوں پر بھی نمازِ عصر فرض تھی مگر وہ اسے چھوڑ بیٹھے اور عذاب کے مستحق ہوئے، تم ان سے عبرت پکڑنا۔ ۲؎ یک نماز پڑھنے کا اور دوسرے یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا وہ بھی عبادت ہے۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَيْنَاهُ يُصَلِّيْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۹۸۳) روایت ہے حضرت معاویہ سے، فرماتے ہیں تم ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے لیکن ہم نے آپ کو وہ پڑھتے نہ دیکھا۔ ۱؎ بے شک اس سے منع کیا یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں۔ ۲؎ (بخاری)

(۹۸۳) ۱؎ نماز سے مراد دو رکعتیں ہیں کیونکہ یہ کم سے کم نماز ہے، حنفیوں کے ہاں ایک رکعت کو نماز ہی نہیں کہتے۔ مطلب یہ ہے کہ اے تابعین! تم عصر کے بعد دو نفل پڑھنے لگے، ہم نے یہ نفل پڑھتے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا۔ خیال رہے کہ یہاں دیکھنے کی نفی ہے نہ کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد عصر تنہائی میں دو رکعتیں پڑھتے تھے تاکہ صحابہ نہ دیکھیں نہ آپ کی اس میں اقتدا کریں۔ ۲؎ طحاوی شریف میں ہے کہ اس نماز کی ممانعت میں متواتر المعنٰی حدیثیں آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے اس پر ہی عمل کیا کہ نہ خود پڑھیں نہ کسی کو پڑھنے کی اجازت دی حتیٰ کہ حضرت عمر اس پر سزا دیتے تھے۔ فتح القدیر میں ہے کہ عمر فاروق نے اس نفل پڑھنے والوں کو صحابہ کی موجودگی میں سزا دی اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا لہٰذا اس کی ممانعت پر اجماع ہوگیا۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ وَقَدْ صَعِدَ عَلٰى دَرَجَةِ الْكَعْبَةِ مَنْ عَرَفَنِيْ فَقَدْ عَرَفَنِيْ وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفَنِّيْ فَاَنَا جُنْدُبٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاصَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ اِلَّا بِمَكَّةَ اِلَّا بِمَكَّةَ اِلَّابِمَكَّةَ۔(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ رَزِيْنٌ)

(۹۸۴) روایت ہے حضرت ابوذر سے کہ انہوں نے کعبے کے زینے پر چڑھ کر فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے، وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا تو میں جندب ۱؎ ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فجر کے بعد آفتاب نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز نہیں مگر مکہ میں، مگر مکہ میں، مگر مکہ میں۔ ۲؎ (احمد رزین)

(۹۸۴) ۱؎ کیونکہ آپ صداقت میں مشہور تھے اس لیے آپ نے پہلے اپنا نام بتایا تاکہ اس حدیث میں شک و شبہ نہ رہے۔ ۲؎ یعنی مکہ معظمہ میں ہر وقت نفل جائز، امام ابن ہمام اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ یہ حدیث چار وجہ سے مجروح ہے۔ ایک یہ کہ اس کی اسناد میں حضرت مجاہد اور ابوذر رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی راوی چھوٹ گیا لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔ دوسرے یہ کہ ابن مؤمل راوی ضعیف ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس میں حمید مولا عفراء ہیں، یہ بھی ضعیف ہیں۔ چوتھے یہ کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے حتیٰ کہ حضرت ابن حجر شافعی نے بھی تسلیم کیا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے، قابلِ حجت نہیں مگر فرمایا کہ چونکہ اس حدیث کو اس حدیث سے قوت پہنچتی ہے کہ اے عبد مناف کی اولاد حرم میں لوگوں کو کسی وقت نماز و طواف سے منع نہ کرو لہٰذا یہ حدیث قابلِ عمل ہوگئی مگر ہم اس حدیث کی شرح میں عرض

کر چکے ہیں کہ وہ لوگ دنیاوی اغراض کی خاطر بعض وقت حرم شریف کو بند کر دیتے تھے اس لیے انہیں اسے بند کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تم لوگوں کو منع نہ کرو یہ نہ فرمایا کہ انہیں شریعت منع نہیں کرتی۔

بَابُ الْجَمَاعَةِ وَفَضْلِهَا جماعت اور اس کی فضیلت کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

۱ یعنی جماعت کے آداب واحکام اور اس کی زیادتی ثواب کا ذکر۔ خیال رہے کہ جمعہ اور عیدین کے لیے جماعت فرض ہے، تہجد وغیرہ نوافل کے لیے اہتمام سے جماعت مکروہ نماز پنج گانہ کے لیے حق یہ ہے کہ جماعت واجب جن لوگوں نے فرمایا سنت ہے، ان سب کا مطلب یہ ہے کہ سنت سے ثابت ہے۔ بعض علماء نے فرض عین مانا، بعض نے فرض کفایہ، یہ بھی خیال رہے کہ جماعت علیحدہ چیز ہے اور مسجد کی حاضری علیحدہ، یہ بھی ضروری ہے اس کے باقی احکام کتب فقہ میں دیکھو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۸۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت کی نماز اکیلی نماز پر ستائیس درجے افضل ہے۔ ۱ (مسلم بخاری)

(۹۸۵) ۱ بعض روایات میں پچیس ہے اور بعض میں پچاس، یہ اختلاف جماعت کی زیادتی، کمی اور نمازیوں کے تقویٰ وطہارت کی بناء پر ہو سکتا ہے۔ بڑی جماعت کا ثواب بڑا اور عالم ومتقی امام کے پیچھے ثواب زیادہ۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ لَايَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْيَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا اَوْمِرْ مَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَآءَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوَهٗ۔

(۹۸۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں چاہتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں تو جمع کی جائیں پھر نماز کا حکم دوں تو اس کی اذان دی جائے پھر کسی کو حکم دوں، وہ لوگوں کی امامت کرے پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں۔ ۱ جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے ۲ ان کے گھر جلا دوں ۳ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر ان میں سے کوئی جانتا کہ وہ چکنی ہڈی یا دو اچھے کُھر پائے گا تو عشاء میں ضرور آتا۔ ۴ (بخاری) اور مسلم کی روایت اس کی مثل ہے۔

(۹۸۶) ۱ یعنی نماز کی جماعت قائم کرا کر خود تحقیقات کے لیے محلے میں جاؤں، اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سلطان دینی ضرورت کے وقت جماعت چھوڑ سکتا ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تشریف لے جانا تبلیغ کے لیے ہوتا۔ ۲ یعنی بلا عذر لہٰذا اس

سے چھوٹے بچے عورتیں معذور بیمار علیحدہ ہیں' یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے کیونکہ صحابی بلاوجہ جماعت اور مسجد کی حاضری نہیں چھوڑتے تھے لہٰذا روافض کا یہ کہنا کہ صحابہ فاسق یا تارک جماعت تھے' غلط ہے۔ربّ نے ان کے تقویٰ اور جنتی ہونے کی گواہی دی اگر یہاں صحابہ مراد ہوں تو حدیث قرآن کے خلاف ہوگی۔ ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر جماعت کی نماز بھی واجب ہے اور مسجد کی حاضری بھی کیونکہ نورِمجسم رحمتِ عالم سراپا اخلاق تارکینِ جماعت کے گھر جلانے کا ارادہ فرمارہے ہیں۔مرقاۃ نے فرمایا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کو گھر بار جلانے کی سزا نہ دی جائے سوائے تارک جماعت کے کہ سلطان اس کو یہ سزا دے سکتا ہے۔معلوم ہوا کہ یہ دونوں بڑے اہم ہیں۔ ۴؎ یعنی ان لوگوں کے نزدیک جماعت اور مسجد کی حاضری دنیوی معمولی نفع کے برابر بھی نہیں کہ تھوڑے نفع کے لیے جاگ بھی لیں' سفر بھی کرلیں' مشقتیں بھی اُٹھالیں مگر جماعت کے لیے مسجد میں آتے جان نکلتی ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو امام بن کر پیسوں اور روٹیوں کے لیے تو نمازی ہوجائیں اور امامت سے الگ ہوکر جماعت تو کیا نماز بھی چھوڑ دیں۔

وَعَنْه قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰی فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَيْسَ لِیْ قَآئِدٌ يَقُوْدُنِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَسَاَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرَخِّصَ لَهٗ فَيُصَلِّیْ فِیْ بَيْتِهٖ فَرَخَّصَ لَهٗ فَلَمَّا وَلّٰی دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَجِبْ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۸۷) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نابینا شخص حاضر ہوا' عرض کیا یارسول اللہ! میرے پاس کوئی لانے والا نہیں جو مجھے مسجد تک لائے اس نے حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ انہیں اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں' حضور نے انہیں اجازت دے دی جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو بُلایا اور فرمایا کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو؟ عرض کیا ہاں! فرمایا تو قبول کرو۔ ۱؎ (مسلم)

(۹۸۷) ۱؎ یعنی موذن کے بلاوے کو قبول کرو اور مسجد میں حاضر ہوجاؤ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچے وہاں تک کے لوگوں کو مسجد میں آنا بہت ضروری ہے' وہ دُور کے لوگ جہاں اذان نہ پہنچی ہو' ان کے لیے بھی مسجد آنا بہت بہتر ہے مگر اتنی سختی نہیں اس حدیث کا یہ مطلب ہے **لاصلوٰة لجار المسجد الافی المسجد** دوسرے یہ کہ ہر بیماری عذر نہیں جو جماعت یا مسجد کی حاضری کو معاف کردے بلکہ وہ بیماری عذر ہے جس سے مسجد میں آنا ناممکن یا سخت مشکل ہوجائے' دیکھو نابینا ہیں' بیمار ہیں مگر انہیں حاضری کا حکم ہوا۔بعض روایات میں ہے کہ عتبان ابن مالک نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نہ آنے کی اجازت دے دی یا تو ان کا گھر دُور ہوگا جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہوگی یا ان کا راستہ اتنا خراب ہوگا کہ بغیر ساتھی کے مسجد نہ پہنچ سکیں اور ساتھی کوئی ہوگا نہیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں' اذان کی آواز پہنچے سے مراد آج کل کے لاؤڈ سپیکر کی آواز نہیں' یہ تو دو دو میل تک پہنچ جاتی ہے۔ بعض علماء نے ان احادیث کی بناء پر جماعت کو فرض عین مانا مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث ظنی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِیْ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِيْحٍ ثُمَّ قَالَ اَلَاصَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ

(۹۸۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ انہوں نے ایک ٹھنڈی اور ہوا والی رات میں نماز کی اذان کہی پھر فرمایا کہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّ مَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَاصَلُّوْا فِي الرِّحَالِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

گھروں میں نماز پڑھ لو پھر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ٹھنڈی اور بارش والی رات ہوتی تو مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ یوں کہے کہ نماز گھروں میں پڑھ لو۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۹۸۸) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ اذان کے بعد کہلوایا جاتا تھا نہ کہ دورانِ اذان اور یہ امر اباحت کا ہے یعنی گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے بارش کی رات میں گھر میں نماز پڑھ سکتے ہو اجازت ہے مگر مسجد کی حاضری اور جماعت کی شرکت بہت ثواب کا باعث اسی لیے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤذن اور جلیل القدر صحابہ خود تو مسجد میں آ جاتے تھے اور اعلان یہ کراتے تھے عزیمت پر عمل ہے اور رخصت کا اعلان۔

وَعَنْه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَآءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ وَلَايَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَيُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا يَأْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَ اِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۸۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کا کھانا سامنے رکھا جائے اور نماز کی تکبیر کہی جائے تو کھانے سے ابتدا کرو اور کھانے سے فارغ ہونے تک جلدی نہ کرے ۱؎ اور حضرت ابن عمر کے سامنے کھانا رکھا جاتا اور نماز کی تکبیر ہوتی تو کھانے سے بغیر فارغ ہوئے نماز کو نہ آتے حالانکہ آپ امام کی قرأت سنتے ہوتے۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۹۸۹) ۱؎ یہ حکم اس صورت میں ہے جب بھوک تیز ہو اور نماز کے وقت میں گنجائش ہو۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ میرا کھانا نماز بن جائے یہ اچھا مگر میری نماز کھانا بن جائے یہ برا لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ کھانے کے لیے نماز مت چھوڑو۔ ۲؎ یعنی مسجد سے بہت قریب حتیٰ کہ قرأت کی آواز کانوں میں پہنچتی۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۹۰) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تو کھانے کی موجودگی میں نماز ہوتی ہے نہ اس حالت میں کہ نمازی کو پیشاب پاخانہ دفع کرنے ہوں۔ ۱؎ (مسلم)

(۹۹۰) ۱؎ یہاں کمال نماز کی نفی ہے یعنی جب بھوک کی تیزی یا پیشاب پاخانہ کی حاجت کی وجہ سے نماز میں دل نہ لگے تو نماز کامل نہیں۔ قے، درد وغیرہ تمام عوارض کا یہی حکم ہے حتیٰ کہ اگر دورانِ نماز یہ عارضے پیش آ جائیں تو نماز توڑ دے بعد فراغت دوبارہ پڑھے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۹۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کی تکبیر ہو تو سوائے فرائض کے اور کوئی نماز نہیں۔ ۱؎ (مسلم)

(۹۹۱) ۱؎ یعنی تکبیر نماز کے بعد جماعت سے متصل دوسری نماز پڑھنا حرام ہے لہٰذا فجر کی سنتیں اس حالت میں جماعت سے دُور ہٹ کر پڑھ سکتا ہے جبکہ جماعت مل جانے کی امید ہو کیونکہ یہ سنتیں بہت اہم ہیں حتی کہ علماء نے فرمایا کہ بڑا مفتی جسے فتووں کا کام بہت رہتا ہو وہ تمام سنتیں چھوڑ سکتا ہے سوائے سنت فجر (مرقاۃ) نیز صاحب ترتیب پہلے قضا نماز پڑھے پھر جماعت سے ملے۔

وعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنَتِ امْرَاَۃُ اَحَدِکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَلَا یَمْنَعْنَّھَا۔(مُتَفَقٌ عَلَیْہِ)

(۹۹۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد آنے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۹۹۲) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت کے لیے تھا جب عورتوں کو مسجد میں حاضری کی اجازت تھی۔ عہد فاروقی سے اس کی ممانعت کر دی گئی کیونکہ عورتوں میں فساد بہت آ گیا اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں، بازاروں میں جانے سے تو رُکتی نہیں، مسجد میں آ کر کچھ دین کے احکام سُن لیں گی، عہد فاروقی میں عورتوں کو مطلقاً گھر سے نکلنے کی ممانعت تھی۔

وَعَنْ زَیْنَبَ امْرَاَۃِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَھِدَتْ اِحْدٰکُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِیْبًا۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۹۹۳) روایت ہے زینب زوجہ عبداللہ ابن مسعود سے، فرماتی ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو خوشبو نہ لگائے۔ ۱؎ (مسلم)

(۹۹۳) ۱؎ کیونکہ یہ فتنہ کا سبب ہے ایسے ہی چمک دار اور خوب صورت برقع پہن کر نہ آئے، لوگوں کے درمیان نہ چلے، سڑک کے کنارے دیوار سے ملی ہوئی جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ اَصَابَتْ بُخُوْرًا فَلَا تَشْھَدْ مَعَنَا الْعِشَآءَ الْاٰخِرَۃَ۔(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۹۹۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت دھونی کی خوشبو لئے وہ ہمارے ساتھ دوسری عشاء میں حاضر نہ ہووے۔ ۱؎ (مسلم)

(۹۹۴) ۱؎ کیونکہ اس وقت اندھیرا ہوتا ہے، فساد کا خطرہ زیادہ ہے، معلوم ہوا کہ اس زمانے میں بھی عورتوں کو نہایت سخت پابندیوں کے ساتھ مسجدوں میں آنے کی اجازت تھی حالانکہ وہ زمانہ خیر تھا، دھونی کی خوشبو کپڑوں میں نہایت معمولی بستی ہے مگر اس پر بھی انہیں نکلنے سے منع کیا گیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا نِسَآءَ کُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُیُوْتُھُنَّ

(۹۹۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی بیویوں کو مسجدوں سے نہ

خَيْرٌ لَّهُنَّ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

روکو اور ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۹۹۵) ۱؎ یعنی اس زمانہ میں بھی عورتوں کے لیے گھر میں ہی نماز افضل قرار دی گئی اگرچہ مسجدوں میں آنا جائز تھا اس حکم سے حج وغیرہ کا طواف مستثنیٰ تھا۔ (مرقاۃ)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْمَرْءَةِ فِيْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِّنْ صَلٰوتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلٰوتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهَا فِيْ بَيْتِهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۹۹۶) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی نماز اپنے گھر میں صحن میں نماز سے افضل ہے۔ ۱؎ اور اس کی نماز کوٹھری میں گھر میں نماز سے افضل ہے۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۹۹۶) ۱؎ یہاں حجرے سے مراد صحن ہے کیونکہ اس کی طرف حجرے کے دروازے ہوتے ہیں اس لیے مجازاً اسے حجرہ کہہ دیا گیا۔ ۲؎ مخدع سامان کی کوٹھری کو کہتے ہیں، یہ خدع سے ہے بمعنی چھپانا اور بیت رہنے کی کوٹھری کو کہتے ہیں، بیتوتت سے ہے بمعنی شب گزارنا، سامان کی کوٹھری دوسری کوٹھری کے پیچھے ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ عورت کے لیے پردہ بہت اعلیٰ ہے لہٰذا جس قدر پردے میں نماز پڑھے، اسی قدر بہتر ہوگا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ حِبِّيْ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاتُقْبَلُ صَلٰوةُ امْرَاَةٍ تَطَيَّبَتْ لِلْمَسْجِدِ حَتّٰى تَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ رَوَى اَحْمَدُ وَالنَّسَآئِيُّ نَحْوَهٗ۔

(۹۹۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس عورت کی نماز قبول نہیں جو مسجد کے لیے خوشبو لگائے ۱؎ جبکہ جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے۔ ۲؎ (ابوداؤد) احمد و نسائی نے اس کی مثل

(۹۹۷) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو گھر میں خوشبو لگانا منع نہیں جبکہ وہ اجنبی مردوں کو نہ پہنچے۔ ۲؎ یعنی خوشبو اگر سارے بدن پر ملی ہوئی ہے تو اس قدر مل کر نہائے جیسے جنابت میں نہاتی ہے تاکہ خوشبو کا اثر بالکل جاتا رہے تب نماز کو آئے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَّاِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِيْ زَانِيَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلِاَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ نَحْوَهٗ۔

(۹۹۸) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر آنکھ زنا کار ہے ۱؎ اور عورت جب خوشبو لگا کر مجلس پر گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زانیہ ہے ۲؎ (ترمذی) ابوداؤد اور نسائی کی روایت اسی طرح ہے۔

(۹۹۸) ۱؎ یعنی جو آنکھ ارادۃً اجنبی عورت کو دیکھے، وہ زانیہ ہے کیونکہ آنکھ کا زنا نظر بد ہے اور یہ بڑے زنا کا ذریعہ ہے۔ ۲؎ کیونکہ وہ اس خوشبو کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے چونکہ اسلام نے زنا کو حرام کیا اس لیے زنا کے اسباب سے روکا، طاعون سے بچنے کے لیے چوہے مارے جاتے ہیں، بخار روکنے کے لیے زکام دفع کیا جاتا ہے، فی زمانہ چونکہ زنا عیب نہیں سمجھا جاتا ہے اس لیے

اسبابِ زنا بھی شائع ہیں۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ اَثْقَلُ الصَّلٰوتِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَافِيْهِمَا لَا تَيْتُمُوْهَا وَلَوْحَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيْلَتُهٗ لَابْتَدَرْ تُمُوْهُ وَاِنَّ صَلٰوةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلٰوتُهٗ مَعَ الرَّجُلَيْنِ اَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا كَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ.
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۹۹۹) روایت ہے حضرت ابن ابی کعب سے' فرماتے ہیں ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی پھر جب سلام پھیرا تو فرمایا کیا فلاں حاضر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں! فرمایا کہ فلاں حاضر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں! فرمایا یہ دونوں نمازیں منافقوں پر دوسری نمازوں سے بھاری ہیں۔ ۲ اور اگر تم جانتے کہ ان میں کیا ب ثواب ہے تو گھٹنوں پر گھسٹتے ہوئے بھی ان میں پہنچتے۔ ۳ اور پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہے ۴ اور اگر جانتے کہ اس کی بزرگی کیا ہے تو اس میں جلدی کرتے اور مرد کی نماز ایک مرد کے ساتھ اکیلے نماز سے بہتر ہے اور دو مردوں کے ساتھ نماز ایک مرد کے ساتھ نماز سے بہتر ہے جس قدر لوگ زیادہ ہوں اسی قدر خدا کو پیارے ہیں۔ ۵ (ابوداؤد' نسائی)

(۹۹۹) ۱ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ سلطان کا اپنی رعایا کی' شیخ کا مریدین کی' استاذ کا شاگردوں کی' حاکم کا ماتحتوں کی نگرانی کرنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض مدرسوں میں طلباء کی مدرسہ اور نماز میں حاضری لی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ تیسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا اپنی بے علمی کی وجہ سے نہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو علی مرتضٰی سے فرمایا تھا کہ فلاں باغ میں ایک عورت ہے اس کے پاس ایک خط ہے' وہ لے آؤ یا اس پہاڑ کے پیچھے ایک حبشی پانی لے کر جا رہا ہے' اسے پکڑ لاؤ یا ان دو قبروں میں چغل خور اور چرواہا مدفون ہیں' وہ فلاں فلاں گناہ کرتے تھے اس لیے وہ عذاب میں گرفتار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے کوئی شے مخفی نہیں۔ یہ تحقیقات حاضرین کو آئندہ متنبہ کرنے اور غائبین کو حاضر کرنے کے لیے ہے تا کہ کوئی جماعت سے غیر حاضر نہ رہے۔ ۲ فجر و عشاء کی نمازیں خصوصاً جماعت کے ساتھ معلوم ہوا کہ یہاں روئے سخن منافقوں کی طرف ہے' کوئی صحابی بغیر سخت مجبوری جماعت سے غیر حاضر نہ ہوتے تھے۔ خیال رہے کہ منافقین پر ظاہری کلمہ خوانی کی وجہ سے شرعی احکام جاری تھے اس لیے انہیں جماعت وغیرہ چھوڑنے پر ملامت کی جاتی تھی جیسے کہ قرآن شریف میں ان پر جہادوں میں شرکت نہ کرنے پر سخت عتاب فرمایا گیا لہٰذا یہ حدیث پر اعتراض نہیں کہ منافق تو در پردہ کافر تھے' ان پر نماز فرض ہی کب تھی۔ ۳ یہاں خطاب قیامت تک کے مسلمانوں سے ہے نہ کہ صحابہ سے صحابہ تو اس ثواب کو جانتے تھے اور بیماری کی حالت میں دو شخصوں کے کندھے کے سہارے مسجد میں پہنچتے تھے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ۴ اللہ سے قریب ہونے اور شیطان سے دُور ہونے میں مگر یہ مردوں کے لیے ہے' عورتوں کی صف آخری افضل کیونکہ مردوں سے دُور ہوتی ہے اب مسجد نبوی شریف میں جو صف روضہ مطہرہ سے زیادہ قریب ہوگی' افضل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں

سے قرب بھی اچھا کیونکہ پہلی صف امام کے قرب کی وجہ سے افضل ہے۔ ۵؎ اس حدیث نے ان تمام احادیث کی شرح کر دی جن میں مساجد اور جماعت کے ثواب مختلف ہیں، جتنی بڑی جماعت، اتنا بڑا ثواب۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک اور دو اگرچہ لغۃً جماعت نہیں مگر حکماً جماعت ہیں، دو آدمی بھی الگ الگ نماز نہ پڑھیں، ہمارے بعض علماء فرماتے ہیں کہ محلے کی مسجد سے جامع افضل، ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر شرط یہ ہے کہ محلے کی مسجد ویران نہ ہو جائے۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ ثَلٰثَةٍ فِیْ قَرْيَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِاسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ۔

(۱۰۰۰) روایت ہے حضرت ابودرداء سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس بستی یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور ان میں نماز کی جماعت نہ کی جائے تو ان پر شیطان غالب آ جاتا ہے۔ ۱؎ تم پر جماعت لازم ہے، بھیڑیا دُور والے جانور ہی کو کھاتا ہے۔ ۲؎ (احمد، ابوداؤد، نسائی)

(۱۰۰۰) ۱؎ کہ انہیں دوسرے ذکر و افکار سے بھی روک دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز چھوڑنا غفلت کا دروازہ ہے۔ ۲؎ کیونکہ وہ چرواہے کی نگاہ سے دُور ہو جاتا ہے ایسے ہی جماعت کا تارک جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم سے محروم ہو جاتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَّمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارَقُطْنِیُّ۔

(۱۰۰۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مؤذن کی اذان سنے اور اس کی اطاعت سے کوئی عذر منع نہ کرے، لوگوں نے کہا عذر کیا ہے؟ فرمایا ڈر یا بیماری تو اس کی وہ نماز قبول نہ ہوگی جو گھر میں پڑھے۔ ۱؎ (ابوداؤد) اور دارقطنی

۱۰۰۱) ۱؎ ڈر سے مراد دشمن یا موذی جانور کا خوف ہے جو گھر یا مسجد کے درمیان حائل ہو، مرض سے مراد وہ بیماری ہے جو مسجد میں آنے سے روکے، ان دونوں حالتوں میں گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے لیکن اگر کوئی ان صورتوں میں بھی بتکلف مسجد میں پہنچ جائے تو ثواب پائے گا جیسا کہ اگلی روایتوں میں آ رہا ہے کہ صحابہ کبار سخت بیماری میں بھی دوسروں کے کندھوں پر مسجد میں آتے تھے۔ یہ عزیمت پر عمل تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تارک جماعت کی نماز شرعاً جائز ہوگی اگرچہ عنداللہ قبول نہ ہو، نماز جمعہ و عیدین اکیلے جائز ہی نہیں، ان کے لیے جماعت شرط جواز ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَوَجَدَ اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَبْدَاْ بِالْخَلَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوٰى مَالِكٌ وَّ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ نَحْوَهٗ۔

(۱۰۰۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ارقم سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب نماز کی تکبیر ہو اور تم میں سے کوئی پاخانے کی حاجت پائے تو پہلے پاخانے جائے۔ ۲؎ (ترمذی) مالک اور ابوداؤد نسائی نے اس کی مثل

(۱۰۰۲) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں، فتح مکہ کے سال ایمان لائے، کاتب وحی رہے، حضرت صدیق و فاروق کے کاتب، عثمان غنی کے بیت المال کے منتظم تھے مگر اُجرت کبھی نہ لی۔ ۲؎ تاکہ نماز اطمینان سے ادا ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ عذر بھی ترک جماعت کو مباح کر دیتا ہے بلکہ اگر دورانِ نماز یہ حاجت پیش آ جائے تو نماز توڑنا ضروری ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ لَّايَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّفْعَلَهُنَّ لَا يُؤَمَّنَّ رَجُلٌ قَوْمًا فَيَخُصَّ نَفْسَهٗ بِالدُّعَآءِ دُوْنَهُمْ فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَنْظُرْ فِيْ قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَأْذِنَ فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَصِلُ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰى يَتَخَفَّفَ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالِلتِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ

(۱۰۰۳) روایت ہے حضرت ثوبان سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین کام وہ ہیں جو کسی کو کرنا جائز نہیں ایسا شخص قوم کی امامت ہرگز نہ کرے کہ دعا میں اپنے آپ کو خاص کرے، انہیں چھوڑ کر۔ ۱؎ اگر ایسا کیا تو ان کی خیانت کی اور اجازت سے پہلے کسی گھر میں نہ جھانکے اگر ایسا کیا تو ان کی خیانت کی۔ ۲؎ اور پیشاب پاخانے سے بھاری آدمی نماز نہ پڑھے حتی کہ ہلکا ہو جائے۔ (ابوداؤد) ترمذی نے اس کی مثل

(۱۰۰۳) ۱؎ یعنی نماز کے بعد صرف اپنے لیے دعا کرے یا اس طرح کہ صاف کہے کہ خدایا! مجھ پر رحم کر نہ کہ کسی اور پر یا اس طرح کہ ساری دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرے، کوئی صیغہ جمع کا نہ بولے۔ امام کے لیے یہ دونوں کام سخت منع ہیں ہاں اگر بعض دعائیں جمع کے صیغہ سے مانگے اور بعض واحد کے صیغہ سے تو مضائقہ نہیں۔ (مرقاۃ) لہٰذا اگر ایک دعا بھی جمع کے صیغہ سے مانگی، باقی واحد کے صیغوں سے تو حرج نہیں۔ چنانچہ امام یہ دعا مانگ سکتا ہے۔ **اللهم انی اسئلك فعل الخيرات** یا یہ دعا **اللهم انی اسئلك حبك** الخ کیونکہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں سکھائی ہیں اور منقول دعاؤں میں الفاظ کی پابندی ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ امام ساری قوم کی نمازوں اور دعاؤں کا امین ہے اسی لیے ایسے امام کو خائن کہا گیا۔ ۲؎ گھر سے مراد عام گھر ہیں خواہ اس میں آدمی رہتے ہوں یا کسی کا سامان موجود ہو۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُؤَخِّرُوا الصَّلٰوةَ لِطَعَامٍ وَّلَالِغَيْرِهٖ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

(۱۰۰۴) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کو کھانے وغیرہ کی وجہ سے دیر نہ لگاؤ۔ ۱؎ (شرح سنہ)

(۱۰۰۴) ۱؎ اس کے تین مطلب ہوتے ہیں: ایک یہ کہ کھانے کی تیاری کے انتظار میں نماز میں دیر مت کرو، دوسرے یہ کہ کھانے کی وجہ سے قضا نہ کردو لہٰذا اگر کھانا سامنے ہو مگر نماز کا وقت جا رہا ہو تو نماز پہلے پڑھو، تیسرے یہ کہ یہ حکم اس کے لیے ہے جسے بھوک نہ لگی ہو اور نماز میں اسے کھانے کا دھیان نہ آئے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ جہاں فرمایا گیا کہ جب کھانا اور نماز حاضر ہوں تو پہلے کھانا کھاؤ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْعُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِيَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَ اِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلٰوةَ فِي الْمَسَاجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰذِهِ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَ اِنَّ هُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَّجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خَطْرَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً وَّرَفَعَهٗ بِهَا دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَّلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تیسری فصل

(۱۰۰۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے صحابہ کو اس طرح دیکھا ہے کہ نماز کے پیچھے نہیں رہتا تھا مگر وہ منافق جس کا نفاق معلوم ہو یا بیمار ۱؎ بیمار بھی دو شخصوں کے درمیان چلتا حتیٰ کہ نماز میں آتا ۲؎ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنت ہدیٰ سکھائیں اور سنت ہدیٰ میں سے اس مسجد میں نماز پڑھنا بھی ہے جس میں اذان ہو ۳؎ اور ایک روایت میں ہے، کہ جس کو یہ پسند ہو کہ کل اللہ سے مسلمان ہو کر ملے تو وہ ان پانچ نمازوں پر وہاں پابندی کرے جہاں اذان دی جاتی ہے ۴؎ کیونکہ اللہ نے تمہارے نبی کے لیے سنت ہدیٰ مشروع کیں اور یہ نمازیں بھی سنت ہدیٰ سے ہیں ۵؎ اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو جیسے کہ یہ پیچھے رہنے والے گھر میں پڑھ لیتے ہیں تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ ۶؎ ایسا کوئی شخص نہیں جو خوب طہارت کرے پھر ان مسجدوں میں سے کسی مسجد کا ارادہ کرے مگر اللہ اس کے لیے ہر قدم کے عوض جو ڈالتا ہے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔ ۷؎ ہم نے اپنی جماعت کو دیکھا کہ نماز سے وہ منافق ہی پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معلوم ہو۔ بعض آدمیوں کو دو شخصوں کے درمیان لایا جاتا تھا حتیٰ کہ صف میں کھڑا کیا جاتا۔ ۸؎ (مسلم)

(۱۰۰۵) ۱؎ اس حدیث نے گزشتہ عتاب کی احادیث کو واضح کر دیا کہ وہاں خطاب منافقوں سے تھا کیونکہ صحابہ نماز کبھی نہ چھوڑتے تھے مریض سے وہ بیمار مراد ہے جو کسی طرح مسجد میں نہ پہنچ سکے نہ چل کر نہ کسی کے کندھوں پر جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۲؎ یہ صحابہ کا عزیمت پر عمل ہے کہ جن میں خود چلنے کی طاقت نہ ہوتی وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح مسجد میں آتے کہ پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوتے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحۃً آیا۔ ایسی حالت میں رخصت ہے کہ گھر پڑھ لے سبحان اللہ! ۳؎ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عادت کریمہ کے طور پر کیے وہ سنت زوائد ہیں جیسے بالوں میں کنگھی کرنا، کدو رغبت سے کھانا اور جو

کام عبادۃً کیے' وہ سنت ہدیٰ ہیں۔ سنت ہدیٰ کی دو قسمیں ہیں: مؤکدہ اور غیر مؤکدہ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کیے' وہ مؤکدہ ہیں اور اگر ان کا حکم بھی دیا وہ واجب اور جو کام کبھی کبھی کیے' وہ غیر مؤکدہ ہیں۔ لہٰذا جماعت کی نماز اور مسجد میں حاضری حق یہ ہے کہ دونوں واجب ہیں۔ ۴؎ یعنی جہاں جماعت ہوتی ہے کیونکہ اذان جماعت ہی کے لیے ہوا کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد اور جماعت کی پابندی کرنے والے کو انشاء اللہ ایمان وتقویٰ پر خاتمہ نصیب ہوگا۔ یہ حدیث ان کے لیے بڑی بشارت ہے۔ ۵؎ یعنی پنج گانہ نمازیں مسجد میں باجماعت سنت ہدیٰ میں سے ہیں۔ ۶؎ مرقاۃ وغیرہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم گھروں میں باجماعت بھی نماز پڑھ لو تب بھی حاضری مسجد کی سنت کے تارک ہو۔ ھٰذَا المتخلف میں کسی خاص منافق کی طرف اشارہ ہے جو تارک جماعت تھا۔ خیال رہے کہ جماعت واجب ہے اسے یہاں سنت فرمانا اس لیے ہے کہ سنت سے ثابت ہے۔ ۷؎ یہ خوشخبریاں اس کے لیے ہیں جو گھر سے وضو کر کے مسجد کو جائے اور بہتر یہ ہے کہ درود شریف پڑھتا یا کوئی اور ذکر کرتا ہوا جائے جیسا کہ باب المساجد میں عرض کیا جا چکا ہے۔ ۸؎ اس کی شرح پہلے گزر گئی' صحابہ میں یہ عمل کیوں نہ ہوتا۔ انہوں نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بیماری کی حالت میں اس طرح مسجد میں آتے دیکھا تھا۔ خیال رہے کہ عاشق کو محبوب کی ہر ادا پیاری ہوتی ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے پیارے ہیں اور جماعت کی نماز' مسجد کی حاضری' مسواک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ اسے یہ چیزیں پیاری ہوں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری کام مسواک کیا کہ مسواک کر کے جان جان آفرین کے سپرد کی' صلی اللہ علیہ وبارک وسلم

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا مَافِی الْبُیُوْتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالذُّرِّیَّةِ اَقَمْتُ صَلٰوةُ الْعِشَآءِ وَاَمَرْتُ فِتْیَانِیْ یُحَرِّقُوْنَ مَا فِی الْبُیُوْتِ بِالنَّارِ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۱۰۰۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اگر گھروں میں عورتیں' بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشا قائم کرتا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ وہ گھروں کی چیزوں کو آگ سے جلا دیں۔ ۱؎ (احمد)

(۱۰۰۶) ۱؎ اس طرح کہ مسجد میں نہ آنے والوں کے گھروں میں آگ لگا دیں اس کی شرح پہلے گزر چکی۔ خیال رہے کہ ایسا واقعہ ہوتا تو جن نوجوانوں کو سرکار عالی صلی اللہ علیہ وسلم آگ لگانے بھیجتے' ان پر نماز معاف ہوتی کیونکہ نجات تو حکم عالی کی اطاعت میں ہے۔ جماعت کا حکم دیں تو جماعت واجب اگر جماعت چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑنا واجب۔ قسم رب کی اگر وہ ترکِ نماز سے راضی ہیں تو ترکِ نماز عبادت ہے اور اگر کسی کی نماز سے ناراض ہیں تو اس کے لیے وہ نماز حرام۔ مولینا فرماتے ہیں۔ شعر

ہرچہ گیرد علتی علت شود
کفر گیرد ملتے ملت شود

اس کی نہایت نفیس اور لذیذ تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں دیکھو۔

وَعَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ فِی الْمَسْجِدِ فَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا

(۱۰۰۷) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور نماز کی اذان

يَخْرُجَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُصَلِّيَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

دی جائے تو تم میں سے کوئی نماز پڑھے بغیر نہ نکلے۔ ۱ (احمد)

(۱۰۰۷) ۱ اس کی شرح آئندہ حدیث میں آ رہی ہے یہ حکم اس کے لیے ہے جس نے ابھی نماز نہ پڑھی ہو اور بلا عذر مسجد سے جائے واپسی کا ارادہ نہ ہو لہٰذا جو نماز پہلے ہی پڑھ چکا ہے پھر اذان ہوئی' وہ مسجد سے جا سکتا ہے ایسے ہی اذان کے بعد استنجا وغیرہ کرنے پھر لوٹنے کے ارادے سے جا سکتا ہے' ایسے ہی اگر یہ دوسری مسجد کا امام یا جماعت کا منتظم ہو۔

وَعَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَمَا اُذِّنَ فِيْهِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۰۰۸) روایت ہے حضرت ابوشعثاء سے' فرماتے ہیں کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل گیا تو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ ۱ (مسلم)

(۱۰۰۸) ۱ کہ اسے مسجد میں ٹھہرنا اور جماعت میں شریک ہونا چاہیے تھا یہاں یہ شخص ان عذروں کے بغیر گیا ہوگا جو پہلے عرض کیے گئے' اس لیے آپ نے یہ فرمایا۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَهُ الْاَذَانُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَّهُوَ لَا يُرِيْدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۰۰۹) روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اذان مسجد میں پالے پھر وہ نکل جائے نہ نکلا ہو کسی کام کے لیے نہ وہ لوٹنے کا ارادہ کرتا ہو' وہ منافق ہے۔ ۲ (ابن ماجہ)

(۱۰۰۹) ۱ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی وہی مراد تھا جو بلاضرورت جائے اور واپسی کا ارادہ نہ ہو' دوسری جگہ امامت بھی حاجت میں داخل ہے اسی طرح اب ریل کا وقت ہونا یا ایسی ہی اور دینوی حاجت اس میں شامل ہے یہاں منافق سے مراد منافق عملی ہے یعنی ایسا شخص منافقوں کے سے کام کرتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ۔ (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)

(۱۰۱۰) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرماتے ہیں جو اذان سنے پھر اسے بلاعذر قبول نہ کرے تو اس کی نماز نہیں۔ ۱ (دارقطنی)

(۱۰۱۰) ۱ یعنی اس کی نماز قبول نہیں یا کامل نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کی حاضری وہاں تک کے لوگوں پر واجب ہے جہاں تک اذان کی آواز پہنچے اس کے ماسوا جگہ سے مسجد میں آنا بھی بڑی اعلیٰ عبادت ہے۔ صحابہ کرام قباء شریف سے جو کہ مدینہ طیبہ سے تین میل دور ہے' مسجد نبوی میں نماز کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ خیال رہے کہ یہ احکام جب ہیں جب وہاں کا امام بدمذہب نہ ہو' مرزائیوں چکڑالویوں وغیرہم کی اذان کا یہ حکم نہیں' دیکھو مسجد ضرار کا حکم کیا ہوا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَآمِّ وَالسِّبَاعِ وَاَنَا

(۱۰۱۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن اُم مکتوم سے' انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! مدینہ بہت کیڑوں اور درندوں والا ہے ۱

ضَرِیْرُ الْبَصَرِ فَهَلْ تَجِدُلِیْ مِنْ رُخْصَةٍ قَالَ هَلْ تَسْمَعُ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَحَیَّ هَلًا وَّلَمْ یُرَخِّصْ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

اور میں نابینا ہوں تو کیا آپ میرے لیے اجازت پاتے ہیں ۲ فرمایا کیا تم حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح سنتے ہو ۳ عرض کیا ہاں! فرمایا آ ؤ اور انہیں اجازت نہ دی۔ ۴ (ابوداؤد،نسائی)

(۱۰۱۱) ۱ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ منورہ وباؤں اور بیماریوں کا گھر تھا، آپ کے قدم پاک نے وہاں سے وباؤں کو نکال کر وہاں کی مٹی کو بھی شفا بنا دیا۔فرماتے ہیں تربة ارضنا یشفی سقیمنا ہمارے مدینہ کی مٹی بیماروں کو شفا دیتی ہے لیکن اولاً بچھو کچھ سانپ اور بھیڑیے وغیرہ رہے، بعد میں اللہ نے ان چیزوں سے زمین مدینہ کو قریباً صاف کر دیا یعنی یثرب کو طیبہ بنا دیا۔ چنانچہ فقیر نے وہاں دیکھا کہ دیوانے کتے، بھیڑیے، سانپ قریباً نہیں البتہ بچھو دیکھے جاتے ہیں یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب وہاں یہ موذی چیزیں موجود تھیں۔ ۲ اس بات کی کہ میں ان عذروں کی وجہ سے مسجد میں حاضر نہ ہوا کروں اور گھر میں نماز پڑھ لیا کروں۔ ۳ اس سے مراد پوری اذان ہے مگر نماز کے بلاوے کے لیے یہ دو ہی لفظ ہیں، اس لیے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ (مرقاۃ) ۴ کیونکہ ان کے پاس کوئی لانے والا موجود تھا اور گھر بھی ان کا مسجد سے قریب تھا جس نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی حاضری معاف فرمائی ہے ان کے پاس کوئی لانے والا نہ تھا لہذا احادیث میں تعارض نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد سے قریب رہتے ہوئے نابینا پر بھی مسجد کی حاضری معاف نہیں، افسوس ان لوگوں پر جو بلاعذر مسجد میں نہ آئیں۔

وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَآءِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ اَبُوالدَّرْدَآءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا اِلَّا اَنَّهُمْ یُصَلُّوْنَ جَمِیْعًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۰۱۲) روایت ہے حضرت اُم درداء سے، فرماتی ہیں ایک بار میرے پاس ابودرداء غصے میں آئے، میں نے کہا آپ کو کس چیز نے غصہ دلایا؟ فرمایا اللہ کی قسم! میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے کاموں میں سے صرف یہ پاتا ہوں کہ وہ نماز جماعت سے پڑھ لیتے ہیں۔ ۱ (بخاری)

(۱۰۱۲) ۱ اُم الدرداء حضرت ابوالدرداء کی بیوی ہیں، ان کا نام خیرہ ہے۔ابوالدرداء نے اپنے شہر والوں کی ان سے شکایت کی اس شہر والوں نے مسلمانوں کے سارے کام چھوڑ دیئے یا بدل دیئے صرف نماز باجماعت باقی تھی اب ان میں بھی سستی کرنے لگے۔ خیال رہے کہ حضرت ابوالدرداء بڑے زاہد تارک الدنیا روزہ دار شب بیدار صحابی تھے حتیٰ کہ اُم الدرداء نے بناؤ سنگار چھوڑ دیا تھا۔ حضرت سلمان فارسی کے پوچھنے پر کہا کہ میں سنگار کس لیے کروں، میرے خاوند کو عبادت سے فرصت ہی نہیں جو میری طرف توجہ کریں۔ آپ چاہتے یہ تھے کہ سارے مسلمان مجھ جیسے عابد و زاہد ہوں جس شہر میں آپ تھے وہاں کے باشندے اس درجہ کے زاہد نہ تھے، اس کی آپ شکایت کر رہے ہیں کہ یہ لوگ نہ راتوں کو جاگتے ہیں نہ اشراق وغیرہ کی پابندی کرتے ہیں ہاں جماعت کے پابند ہیں تو اس میں بھی کمی کرنے لگے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ دین کی ساری باتیں چھوڑ چکے تھے جیسا کہ روافض نے اس حدیث سے سمجھا، وہ زمانہ خیرالقرون میں سے تھا اس کی بہتری کی گواہی قرآن و حدیث دے رہے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ سُلَیْمَانَ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ قَالَ اِنَّ

(۱۰۱۳) روایت ہے حضرت ابوبکر ابن سلیمان ابن ابی حثمہ سے،

عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَدَ سُلَيْمَانَ بْنَ اَبِيْ حَثْمَةَ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَاِنَّ عُمَرَ غَدَا اِلَى السُّوْقِ وَمَسْكَنُ سُلَيْمَانَ بَيْنَ الْمَسْجِدِ وَالسُّوْقِ فَمَرَّ عَلَى الشِّفَاءِ اُمِّ سُلَيْمَانَ فَقَالَ لَهَا لَمْ اَرَ سُلَيْمَانَ فِي الصُّبْحِ فَقَالَتْ اِنَّهٗ بَاتَ يُصَلِّيْ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَقَالَ عُمَرُ لَاَنْ اَشْهَدَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فِيْ جَمَاعَةٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقُوْمَ لَيْلَةً۔(رَوَاهُ مَالِكٌ)

فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے صبح کی نماز میں سلیمان ابن ابی حثمہ کو نہ پایا ۱؎ پھر جناب عمر بازار تشریف لے گئے سلیمان کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان تھا تو آپ سلیمان کی والدہ شفاء پر گزرے ان سے فرمایا کہ میں نے سلیمان کو فجر میں نہ پایا ۲؎ وہ بولیں وہ تمام رات نماز پڑھتے رہے پھر ان کی آنکھ لگ گئی تو حضرت عمر نے فرمایا کہ میرا فجر کی جماعت میں حاضر ہو جانا تمام رات کھڑے رہنے سے مجھے زیادہ پیارا ہے۔ ۳؎ (مالک)

(۱۰۱۳) ۱؎ سلیمان مشہور تابعی ہیں، قرشی ہیں، عدوی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حاضرین مسجد کی تحقیق فرماتے تھے کہ کون نماز میں آیا اور کون نہیں۔ ۲؎ کیا وہ بیمار ہیں یا کہیں سفر میں چلے گئے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں کسی مسلمان کا جماعت میں نہ آنا اس کی بیماری یا سفر کی دلیل ہوتی تھی۔ خیال رہے کہ حضرت شفاء کا نام لیلیٰ بنت عبداللہ تھا، شفاء لقب آپ مہاجرین اوّل میں سے تھیں، بہت سے غزووں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں دوپہر کا آرام فرمایا کرتے تھے۔ ۳؎ کیونکہ جماعت خصوصاً فجر کی نماز جماعت اہم واجب ہے اور رات کی عبادت تہجد وغیرہ نفل، نفل کی وجہ سے واجب نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مسلم شریف میں ہے کہ جو عشاء جماعت سے پڑھے اس نے گویا رات عبادت کی اور جو فجر جماعت سے پڑھے اس نے گویا رات عبادت کی اور ترمذی میں ہے کہ جو فجر وعشاء جماعت سے پڑھے اس نے گویا تمام رات عبادت کی۔ ترمذی کی روایت پہلی حدیث کی تفسیر ہے۔ عطاء فرماتے ہیں کہ اگر تہجد کی وجہ سے فجر کی جماعت جائے تو تہجد چھوڑ دو۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۰۱۴) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو اور دو سے زیادہ جماعت ہیں۔ ۱؎ (ابن ماجہ)

(۱۰۱۴) ۱؎ یعنی اگر کہیں دو مسلمان بھی ہوں تو ایک امام بن جائے اور ایک مقتدی، جماعت کا ثواب پائیں گے کیونکہ یہ حکماً جماعت ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر امام کے سوا دو آدمی ہوں تو امام آگے کھڑا ہو کیونکہ یہ جماعت کے حکم میں ہیں بہر حال یہاں جماعت مراد ہے نہ کہ حقیقی۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث میراث کے متعلق ہے کہ دو وارثوں کا حصہ تین چار کے برابر ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک بیٹی کا آدھا اور دو یا زیادہ کا حصہ تہائی ہے۔ بہر حال اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو آدمیوں کی جماعت سے جمعہ یا عیدین ادا ہو جائیں، وہاں جماعت حقیقی درکار ہے یعنی امام کے سوا تین مقتدی۔

وَعَنْ بِلَالِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَمْنَعُوا النِّسَاءَ حُظُوْظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِذَا اسْتَاْذَنَّكُمْ

(۱۰۱۵) روایت ہے حضرت بلال ابن عبداللہ ابن عمر سے ۱؎ وہ اپنے والد سے راوی، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں کو ان کے مسجدوں کے حصوں سے نہ روکو

فَقَالَ بِلَالٌ وَّاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُاللّٰهِ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُوْلُ اَنْتَ لَنَمْنَعُهُنَّ وَفِيْ رِوَايَةِ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُاللّٰهِ فَسَبَّهٗ سَبًّا مَا سَمِعْتُهٗ سَبَّهٗ مِثْلَهٗ قَطُّ وَقَالَ اُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جب تم سے اجازت مانگیں۔ ۲ تو بلال بولے کہ خدا کی قسم ہم تو روکیں گے ۳ تب ان سے حضرت عبداللہ نے کہا میں تو کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ ہم ان کو روکیں گے اور سالم کی روایت میں اپنے والد سے ۴ یوں ہے کہ فرمایا تب عبداللہ ان پر متوجہ ہوئے اور انہیں ایسی گالی دی جیسی گالی دیتے انہیں کبھی نہ سنا تھا۔ ۵ اور فرمایا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دیتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ خدا کی قسم ہم تو انہیں منع کریں گے۔ ۶ (مسلم)

(۱۰۱۵) ۱ آپ عظیم الشان تابعی ہیں، مدنی ہیں، حضرت عبداللہ ابن عمر کے بیٹے ہیں، آپ سے صرف ایک حدیث مروی ہے ۲ یعنی انہیں مسجدوں میں جا کر نماز پڑھنے دو تا کہ وہاں کا ثواب یہ بھی پائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر مسجد نہیں جاسکتی۔ ۳ کیونکہ اب فتنوں کا زمانہ ہے، ان کا گھروں سے نکلنا فساد سے خالی نہیں، یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لیے تھا۔ یہی آپ کا مقصد تھا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت کہ وہ تو کفر ہے غالباً یہ گفتگو اس وقت کی ہے جب جناب عمر نے عورتوں کو مسجد سے روک دیا تھا۔ ۴ حضرت سالم بھی عبداللہ ابن عمر کے بیٹے اور بلال ابن عبداللہ کے بھائی ہیں۔ ۵ یعنی انہیں بہت بُرا بھلا کہا۔ یہاں گالی سے یہی مراد ہے نہ کہ ماں بہن کی فحش گالی کہ وہ تو عامۃ المسلمین کی شان کے خلاف ہے چہ جائیکہ صحابی۔ حدیث شریف میں ہے لاتسبوا الدھر زمانہ کو گالی نہ دو یعنی اسے بُرا نہ کہو۔ ۶ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے موقع پر اپنی رائے پیش کرنا بے ادبی ہے، تم نے یہ بے ادبی کیوں کی اس جگہ مرقاۃ اور شرح فقہ اکبر میں ہے کہ امام ابو یوسف نے تلوار سونت لی اور فرمایا دوبارہ ایمان لاؤ ورنہ تجھے قتل کروں گا۔ معلوم ہوا کہ ایسی صحیح بات کہنا بھی بے ادبی ہے جس میں حدیث شریف کے مقابلے کی بو پائی جائے جب حدیث کا یہ مطلب ہے تو سمجھ لو حدیث والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا ادب ہوگا۔

وَعَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايَمْنَعَنَّ رَجُلٌ اَهْلَهٗ اَنْ يَّاْتُوا الْمَسَاجِدَ فَقَالَ ابْنٌ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ فَاِنَّا نَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُوْلُ هٰذَا قَالَ فَمَا كَلَّمَهٗ عَبْدُاللّٰهِ حَتّٰى مَاتَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۰۱۶) روایت ہے حضرت مجاہد سے، وہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے گھر والوں کو مسجدوں میں آنے سے ہرگز نہ روکے تو عبداللہ ابن عمر کے بیٹے نے کہا ہم تو انہیں روکیں گے تو حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بتاتا ہوں اور تو یہ کہتا ہے، فرماتے ہیں کہ ان سے حضرت عبداللہ نے مرتے دم تک کلام نہ کیا۔ ۱ (احمد)

(۱۰۱۶) ۱ اس کی شرح ابھی گزر چکی، اس سے معلوم ہوا ہے کہ صحابہ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی محبت تھی کہ ایک

گستاخی کے شائبہ پر اپنے لختِ جگر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو دین کے مقابلہ میں کسی دین دار کی مروت کریں۔ بعض بے ادب کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ حدیث کے مقابل قیاس اور رائے کو ترجیح دیتے ہیں اسی لیے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اہل الرائے کہتے ہیں، وہ جھوٹے اور کذاب ہیں۔ امام اعظم کا فرمان ہے کہ حدیث ضعیف بھی رائے اور قیاس پر مقدم ہے۔ چنانچہ وہ اوّلاً قرآن کو لیتے ہیں پھر حدیث کو پھر اقوال صحابہ کو اگر صحابہ میں اختلاف ہو تو جن صحابی کا قول کتاب وسنت سے قریب ہو اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اگر احادیث میں اختلاف نظر آئے تو قیاس کے ذریعے کسی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں یعنی قیاس پر عمل نہیں کرتے بلکہ حدیث کی مدد سے حدیث پر عمل کرتے ہیں اگر اس کی تحقیق دیکھنا ہو تو اس جگہ پر مرقاۃ دیکھو۔

بَابُ تَسْوِيَةِ الصَّفِّ — صف سیدھی کرنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ صف سیدھی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غازی صف میں ملے ملے کھڑے ہوں نہ آگے پیچھے ہوں نہ دُور دُور جس سے صف میں کشادگی ہو، صف کا ٹیڑھا ہونا نمازیوں میں ٹیڑھا پن پیدا کرتا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يُّكَبِّرَ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(١٠١٧) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری سیدھی صفیں کرتے تھے یہاں تک کہ گویا ان سے تیر سیدھے لیے جائیں گے۔ ۲؎ حتی کہ آپ نے خیال فرمالیا کہ اب ہم آپ سے سیکھ چکے۔ ۳؎ پھر ایک دن تشریف لائے تو کھڑے ہوئے حتی کہ تکبیر کہنے والے ہی تھے کہ ایک شخص کو سینہ نکالے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ کے بندو اپنی صفیں سیدھی کرو ورنہ اللہ تعالٰی تمہاری ذاتوں میں اختلاف ڈال دے گا۔ ۴؎ (مسلم)

(١٠١٧) ۱؎ آپ انصاری ہیں اور نوعمر صحابی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چودہ مہینہ بعد پیدا ہوئے، بعد ہجرت انصار میں سب سے پہلے آپ پیدا ہوئے اور مہاجرین میں عبداللہ ابن زبیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سات مہینے تھی۔ ۲؎ یعنی نمازیوں کے کندھے پکڑ پکڑ کر آگے پیچھے کرتے تھے تاکہ صف بالکل سیدھی ہو جائے۔ خیال رہے کہ تیر کی لکڑی کو پر اور پیکان لگنے سے پہلے قدح کہتے ہیں اور اس کے لگنے کے بعد سہم، قدح نہایت سیدھی کی جاتی ہے اسے سیدھا کرنے کے لئے نہایت سیدھی لکڑی لیتے ہیں جس کے برابر قدح کو لیتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے جیسے قدح سیدھی کرنے والی لکڑی۔ ۳؎ تب آپ نے کندھے پکڑ کر سیدھا کرنا چھوڑ دیا، صرف زبان شریف سے سیدھا کرنے کی ہدایت فرمادیتے تھے۔ ۴؎ یعنی اگر تمہاری نماز کی صفیں ٹیڑھی رہیں تو تم میں آپس میں اختلاف اور جھگڑے پیدا ہو جائیں گے، شیرازہ بکھر جائے گا یا تمہارے دل

ٹیڑھے ہو جائیں گے کہ ان میں سوز و گداز، درد، خشوع خضوع نہ رہے گا یا اندیشہ ہے کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں جیسے گزشتہ قوموں پر عذاب آئے تھے یعنی یہاں وجہ یا بمعنی ذات ہے یا بمعنی چہرہ۔ خیال رہے کہ عام مسخ وغیرہ ظاہر عذاب حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بند ہو گئے لیکن خاص مسخ وغیرہ اب بھی ہو سکتے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَ تَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قَالَ اَتِمُّوْا الصُّفُوْفَ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ.

(۱۰۱۸) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرۂ انور سے ہم پر توجہ فرمائی فرمایا کہ اپنی صفیں سیدھی کرو اور مل کر کھڑے ہو، میں تمہیں اپنے پیچھے دیکھتا ہوں۔ ۱ (بخاری) اور مسلم بخاری میں ہے کہ فرمایا صفیں پوری کرو کیونکہ میں تمہیں اپنی پشت سے دیکھتا ہوں۔

(۱۰۱۸) ۱ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ دیکھنے سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے، یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ کی آنکھیں آگے پیچھے اور پس پردہ اندھیرے اُجالے میں یکساں دیکھتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ صرف نماز سے خاص نہیں تھا، نہ حیات شریف سے، وہ حدیث کہ میں دیوار کے پیچھے کی چیز نہیں۔ جانتا بالکل بے اصل ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا: ''او را اصلے نیست'' اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھر میں کھا کر بچا کر آتے ہو، میں بتا سکتا ہوں یہ تو حبیب اللہ کی آنکھ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اِلَّا اَنَّ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِّنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ.

(۱۰۱۹) روایت ہے انہی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفیں سیدھی کرنا نماز قائم کرنے سے ہے ۱ (مسلم بخاری) مگر مسلم کے نزدیک نماز پوری کرنے سے ہے۔

(۱۰۱۹) ۱ یعنی ربّ تعالیٰ نے جو فرمایا یقیمون الصلٰوۃ یا فرمایا اقیموا الصلٰوۃ اس سے مراد ہے، نماز صحیح پڑھنا اور نماز صحیح پڑھنے میں صف کا سیدھا کرنا بھی داخل ہے کہ اس کے بغیر نماز ناقص ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ فَاَنْتُمُ الْيَوْمَ اَشَدُّ اخْتِلَافًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۰۲۰) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کندھے پکڑتے اور فرماتے تھے سیدھے رہو، الگ الگ نہ رہو ورنہ تمہارے دل الگ ہو جائیں گے۔ ۱ اور تم میں عاقل و بالغ میرے قریب رہا کریں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں۔ ۲ ابو مسعود فرماتے ہیں اس لیے آج تم میں بہت اختلاف ہے۔ ۳ (مسلم)

(۱۰۲۰) ۱؎ یہ حدیث گزشتہ کی شرح ہے اس سے معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہونے سے قومیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں کیونکہ قالب کا اثر قلب پر اور قلب کا اثر قالب پر پڑتا ہے' نہانے سے دل ٹھنڈا ہوتا ہے اور دل کی خوشی وغم کا اثر چہرے پر نمودار ہوتا ہے۔ یعنی صفِ اوّل میں مجھ سے قریب فقہاء صحابہ ہوں جیسے خلفائے راشدین اور عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن مسعود وغیرہم تاکہ وہ میری نماز دیکھیں اور نماز کی سنتیں وغیرہ یاد کر کے اوروں کو سمجھائیں اور بوقتِ ضرورت ہماری جگہ مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں' ان کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو علم وعقل میں ان کے بعد ہوں تاکہ ان صحابہ سے یہ نماز سیکھیں۔ سبحان اللہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نماز میں بھی جاری رہتی تھی۔ ۳؎ یعنی تم لوگوں نے صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام چھوڑ دیا اس لیے تم میں آپس کے جھگڑے واختلافات پیدا ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث جماعت کے صدہا مسائل کی اصل ہے' فقہاء جو فرماتے ہیں کہ نماز میں پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثوں کی پھر عورتوں کی اس کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثَلٰثًا وَّ اِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۰۲۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم وعقل والے مجھ سے قریب رہا کریں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں۔ تین بار فرمایا اور تم بازاروں کے شور وپکار سے الگ رہو۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۰۲۱) ۱؎ یعنی مسجدوں میں بازاروں کا سا شور نہ کرو' ادب اور خاموشی سے بیٹھو یا بازاروں کی طرح چھوٹے بڑے مل کر نہ بیٹھو بلکہ یہاں فرق مراتب کرو کہ علماء عوام بچے عورتیں چھٹ کر اپنے اپنے مقام پر بیٹھیں۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ بلاضرورت بازاروں میں نہ جاؤ اور وہاں شور نہ مچاؤ اس صورت میں علیحدہ حکم ہوگا۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ ِالْخُدْرِيِّ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَدَّمُوْا وَاْتَمُّوْا بِىْ وَلْيَاْتَمَّ بِكُمْ مِنْ بَعْدَكُمْ لَايَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۰۲۲) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں کچھ پیچھے رہنا دیکھا ۱؎ تو فرمایا آگے بڑھو اور میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں۔ ۲؎ قومیں پیچھے رہتی رہیں گی حتیٰ کہ اللہ انہیں پیچھے کر دے گا۔ ۳؎ (مسلم)

(۱۰۲۲) ۱؎ نماز کی صفوں میں یا علم کے سیکھنے میں سستی پہلے معنی زیادہ قوی ہیں یعنی صفِ اوّل میں آنے کی کوشش کم دیکھی۔ ۲؎ یعنی صفِ اوّل والے مجھے دیکھ کر نماز پڑھیں اور پچھلی صفوں والے اگلی صفوں کو دیکھ کر یا صحابہ براہِ راست میری پیروی کریں اور تاقیامت مسلمان صحابہ کی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اسلام کی اوّل صف ہیں' ہم لوگ پچھلی صفیں یا وہ حضرات ریل کا وہ ڈبہ ہیں جو انجن سے ملا ہوا ہے اور ہم لوگ پچھلے ڈبے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فیوض ہمیں صحابہ کے ذریعے ملیں گے۔ پتا لگا کہ جو لوگ صحابہ کو مومن نہیں مانتے' وہ خود بھی مومن نہیں کہ اگر ریل کا پہلا ڈبہ ہی منزل پر نہ پہنچا' انجن سے کٹ گیا تو پچھلے ڈبے منزل پر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ ۳؎ یعنی اگر مسلمان صفِ اوّل میں پہنچنے اور دینی کاموں میں سستی کریں گے تو ثواب' رحمتِ ربّ کے فضل اور دخولِ جنت میں پیچھے رہیں گے۔

دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہوکر ہر نیک کام میں سبقت کرتے تھے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰنَا حَلَقًا فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ عِزِيْنَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلٰى وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۰۲۳) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے، فرماتے ہیں کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہمیں حلقہ حلقہ دیکھا فرمایا کیا ہے میں تمہیں متفرق دیکھتا ہوں۔ ۱؎ پھر ہم پر تشریف لائے تو فرمایا کہ ایسی صفیں کیوں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے ربّ کے نزدیک بناتے ہیں، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! فرشتے ربّ کے نزدیک کیسے صفیں بناتے ہیں، فرمایا اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۰۲۳) ۱؎ یعنی ہم مسجد میں الگ الگ حلقے بنائے بیٹھے تھے، ہر شخص اپنے دوستوں کے ساتھ الگ حلقے میں تھا تب آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مسجدوں میں یہ امتیازات مٹا دو، یہ واقعہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے پیش آیا جیسا کہ باب الجمعہ میں آئے گا۔ خیال رہے کہ عزین جمع عزۃ کی ہے بمعنی جماعت ۲؎ یعنی مسجد میں صفیں بنا کر بیٹھا کرو تاکہ تم فرشتوں کے مشابہ ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ ملائکہ مقربین تو ہمیشہ سے صفیں باندھے ربّ کی عبادت کر رہے ہیں اور مدبرات امر اپنی ڈیوٹیوں سے فارغ ہوکر صفیں بنا کر عبادتیں کرتے ہیں۔ بعض زمین پر بعض آسمان پر بعض عرشِ اعظم کے پاس جس کی تحقیق انشاء اللہ آئندہ کی جائے گی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اٰخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۰۲۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین صف پچھلی ہے اور عورتوں کی بہترین صف پچھلی ہے اور بدترین صف اگلی ہے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۰۲۴) ۱؎ کیونکہ مردوں کی پہلی صف امام سے قریب ہوگی اس کے حالات دیکھے گی، اس کی قرأت سنے گی، عورتوں سے دُور رہے گی اور عورتوں کی آخری صف میں پردہ حجاب زیادہ ہوگا، مردوں سے دُور ہوگی۔ بعض منافقین آخری صف میں کھڑے ہوتے اور بحالتِ رکوع جھانکتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں ان کی طرف اشارہ ہو، اس صورت میں لفظ شرھا اپنے ظاہری معنی پر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرَى الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَاَنَّهَا الْحَذَفُ.

(۱۰۲۵) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفیں سیدھی کرو ۱؎ ان میں نزدیکی کرو ۲؎ اپنی گردنیں مقابل رکھو ۳؎ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں شیطان کو صفوں کی کشادگی میں

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ) بکری کے بچے کی طرح گھستا دیکھتا ہوں۔ ۴؎ (ابوداؤد)

(۱۰۲۵) ۱؎ رُصُّوْا رُصٌّ سے بنا جس کے معنی ہیں سیدھا کر کے ملانا معنی یہ ہوئے کہ نماز میں صفیں سیدھی بھی رکھو اور ان میں مل کر کھڑے ہو کہ ایک دوسرے کے آپس میں کندھے ملے ہوں۔ ۲؎ یعنی صفیں قریب قریب رکھو اس طرح کہ دو صفوں کے درمیان اور صف نہ بن سکے یعنی صرف سجدہ کا فاصلہ رکھو نمازِ جنازہ میں چونکہ سجدہ نہیں ہوتا اس لیے وہاں صفوں میں اس سے بھی کم فاصلہ چاہیے۔ ۳؎ اس طرح کہ اونچے نیچے مقام پر نہ کھڑے ہو ہموار جگہ کھڑے ہو تا کہ گردنیں برابر رہیں لہٰذا یہ جملہ مکرر نہیں آگے پیچھے نہ ہونا رصوا میں بیان ہو چکا تھا۔ خیال رہے کہ گردنوں کا قدرتی طور پر اونچا نیچا ہونا معاف ہے کہ بعض لمبے اور بعض پستہ قد ہوتے ہیں ۴؎ یعنی خنزب شیطان جو نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے وہ صف کی کشادگی میں بکری کے بچے کی شکل میں داخل ہو کر نمازیوں کو وسوسہ ڈالتا ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ شیطان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔ دیکھو اس شیطان کی شکل اپنی تو کچھ اور ہے مگر اس وقت بکری کی شکل میں بن جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ربّ تعالٰی نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طاقت بخشی ہے کہ خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بھی ہر مخلوق پر نظر رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جب شیطان جیسی غیبی مخلوق آپ کی نگاہ سے غائب نہیں تو انسان آپ سے کیسے چھپ سکتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِىْ يَلِيْهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَّقْصٍ فَلْيَكُنْ فِى الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۰۲۶) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگلی صف پوری کرو پھر اس کے بعد والی تو جو کمی ہو وہ پچھلی صف میں ہو۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۰۲۶) ۱؎ یہ صفوف نماز کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اگلی صفیں پوری کی جائیں اگر آدمی صف سے کم ہوں تو یہ کمی آخری صف میں ہونی چاہیے۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ يَلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلٰى وَمَا مِنْ خَطْوَةٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ خَطْوَةٍ يَمْشِيْهَا يَصِلُ بِهَا صَفًّا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۰۲۷) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو اگلی صفوں سے ملتے ہیں ۱؎ اور اللہ کو اس قدم سے زیادہ کوئی قدم پیارا نہیں جس قدم سے انسان صف سے ملے۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۱۰۲۷) ۱؎ یعنی اگلی صف کے نمازیوں کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی نزولِ رحمت فرماتا ہے۔ ربّ فرماتا ہے هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ (۳۳،۴۳) وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے (کنزالایمان) خیال رہے کہ اللہ تعالٰی اور فرشتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور نوعیت کا ہے اور نمازیوں پر اور نوعیت کا لہٰذا اس آیت و حدیث سے یہ لازم نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو جائیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی قرآن میں يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ فرمایا اور ہمارے لیے بھی يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ ارشاد ہوا جیسا کہ چکڑالویوں نے سمجھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتوں کی بارشیں ہو رہی ہیں اور ہم پر چھینٹا ہے ۲؎ معلوم ہوا کہ پیاری جگہ جانے کے لیے قدم بھی اللہ کو پیارے ہیں خوش نصیب ہیں وہ جوان قدموں سے حرمین شریفین جائیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۰۲۸) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنے حصوں پر درود بھیجتے ہیں۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۰۲۸) ۱؎ پہلی صف والوں پر عمومی رحمت تھی اور داہنی صف والوں پر خصوصی رحمت ہے پھر صف اوّل کے داہنے والوں پر اور زیادہ خاص رحمت ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں، ربّ کی رحمتیں لاکھوں قسم کی ہیں۔خیال رہے کہ داہنی صف پر رحمت اس وقت آئے گی جب بائیں طرف بھی نمازی برابر ہوں اگر سارے نمازی داہنی طرف ہی کھڑے ہو جائیں، بائیں طرف کوئی نہ ہو یا تھوڑے ہوں تو یہ داہنے والے ناراضی الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا اِذَا قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ فَاِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۲۹) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے، فرماتے ہیں کہ جب ہم نماز میں کھڑے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں سیدھی کرتے جب ہم سیدھے ہو جاتے تو تکبیر کہتے۔۱؎ (ابوداؤد)

(۱۰۲۹) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ امام پہلے صفیں سیدھی کرے پھر تکبیر تحریمہ کہے، آج کل امام مساجد یہ عمل چھوڑ چکے مقتدیوں کو چاہیے کہ اوّل ہی سے صف میں مل کر اور سیدھے بیٹھیں تا کہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر کھڑے ہو کر اقامت ختم ہونے پر نماز بے تکلف شروع کر سکیں۔خیال رہے کہ یہاں تکبیر سے تکبیر تحریمہ مراد ہے نہ کہ اقامت، وہ تو مقتدیوں کے بیٹھے ہوگی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ اعْتَدِلُوْا اَسَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَعَنْ يَّسَارِهٖ اِعْتَدِلُوْا سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ۔(اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۳۰) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی جانب فرماتے، درست رہو، صفیں سیدھی کرو اور بائیں طرف فرماتے درست رہو، صفیں سیدھی کرو۔۱؎ (ابوداؤد)

(۱۰۳۰) ۱؎ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کو صف میں ہاتھ سے سیدھا کرتے تھے پھر جب لوگ کچھ سمجھ گئے تو زبان سے فرما دیا کرتے تھے پھر جب پورے واقف ہو گئے تو لوگ خود بخود اوّل ہی سے سیدھے ہو جاتے۔ یہاں دوسرے عمل کا ذکر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيَارُكُمْ اَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلٰوةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۳۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے بہتر وہ ہے جو نماز میں نرم کندھے والا ہو۔۱؎ (ابوداؤد)

(۱۰۳۱) ۱؎ اس طرح کہ اگر کوئی شخص ضرورۃً ایک نمازی کو آگے پیچھے ہٹائے تو بے تامل ہٹ جائے یا اگر کوئی اسے نماز میں سیدھا کرے تو سیدھا ہو جائے یا اگر کوئی صف کی کشادگی بند کرنے کے لیے درمیان میں آ کر کھڑا ہونا چاہے تو یہ کھڑا ہو جانے دے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ نرمی کندھے سے عجز و انکسار خشوع و خضوع مراد ہے مگر پہلے معانی زیادہ قوی ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنِّیْ لَاَرٰكُمْ مِّنْ خَلْفِیْ كَمَا اَرٰكُمْ مِّنْ بَيْنِ يَدَیَّ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۳۲) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ سیدھے رہو، سیدھے رہو ۱؎ سیدھے رہو، اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں تم کو اپنے پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے تمہیں اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۱۰۳۲) ۱؎ ایک بار عموماً سارے لوگوں سے فرماتے تھے دوسری بار داہنے والوں سے اور تیسری بار بائیں والوں سے اور ہوسکتا ہے کہ تینوں بار سب سے ہی فرماتے ہوں اور تاکید کے لیے بار بار فرماتے ہوں۔ ۲؎ لہٰذا یہ سمجھ کر نماز پڑھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری نمازوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اس خیال سے تم نماز صحیح بھی پڑھو گے اور تمہارے دلوں میں شوق اور خشوع بھی پیدا ہوگا، تاقیامت ہر مسلمان ہر نماز میں خصوصاً نماز تہجد میں یہ خیال رکھے تو بہت لطف آتا ہے اور یہ عمل بہت مجرب ہے، لڑکے استاد کے خوف سے دل لگا کر پڑھتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِیْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِیْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِیْ قَالَ وَعَلَى الثَّانِیْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَحَاذُوْا بَيْنَ مَنَاكِبِكُمْ وَلِيْنُوْا فِیْ اَيْدِیْ اِخْوَانِكُمْ وَسُدُّوا الْخَلَلَ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ فِيْمَا بَيْنَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْحَذَفِ يَعْنِیْ اَوْلَادَ الضَّاْنِ الصِّغَارِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۰۳۳) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں پہلی صف پر لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اور دوسری پر ۱؎ فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں پہلی صف پر لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اور دوسری پر فرمایا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں پہلی صف پر لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اور دوسری پر فرمایا اور دوسری پر ۲؎ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفیں سیدھی کرو اور اپنے کندھوں کے درمیان مقابلہ رکھو۔ ۳؎ اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم رہو ۴؎ کشادگیاں بھرو کیونکہ شیطان تمہارے درمیان بکری کے بچے کی شکل میں گھس جاتا ہے۔ ۵؎ (احمد)

(۱۰۳۳) ۱؎ دوسری سے مراد ساری پچھلی صفیں ہیں اور ہوسکتا ہے کہ خاص دوسری ہی صف مراد ہو۔ ۲؎ یعنی پہلی صف پر ربّ تعالٰی کی رحمتیں زیادہ ہیں اور بقیہ صفوں پر کم صوفیانہ طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی رحمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنبش لب سے وابستہ

ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ رحمت کی خبر دی تھی جب تک پہلی صف کا ذکر فرمایا تو وہی رحمت الٰہی کی مستحق تھی اور جب دوسری کا نام بھی لے دیا تو اس نام لینے کی برکت سے وہ بھی رحمت کی مستحق ہوگئی۔ ۳؎ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ صف سیدھی کرنے سے مراد ہے آگے پیچھے نہ ہونا اور کندھوں کے مقابلے سے مراد ہے اوپر نیچے نہ کھڑا ہونا' ہر شاہ و گدا کا ایک زمین پر کھڑا ہونا لہٰذا احکام میں تکرار نہیں۔ ۴؎ یہ جملہ گزشتہ کی تفسیر ہے یعنی نماز میں اکڑے ہوئے مت کھڑے ہو جیسے کوئی تمہاری اصلاح کرے تو قبول کرلو۔ ۵؎ تمہیں وسوسہ دلانے کے لیے ربّ کی شان ہے' کہ شیطان صف کی کشادگی میں سے گھس سکتا ہے مگر پاؤں کے درمیان سے نہیں ہر شے کی تاثیر علیحدہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْنُوْا بِاَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوْا فُرُجٰتِ الشَّيْطٰنِ وَمَنْ وَّصَلَ صَفًّا وَّصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَهٗ قَطَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى النَّسَآئِيُّ مِنْهُ قَوْلَهٗ وَمَنْ وَّصَلَ صَفًّا اِلٰى اٰخِرِهٖ۔

(۱۰۳۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیں سیدھی کرو اور اپنے کندھوں کے درمیان مقابلہ رکھو کشادگیاں بند کرو اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم رہو شیطان کے لیے کشادگیاں نہ چھوڑو اور جو صف کو ملائے اللہ اسے ملائے اور جو صف کو توڑے اللہ اسے توڑے۔ ۱؎ (ابوداؤد) نسائی نے ان ہی کی من وصل سے آخر تک روایت کی۔

(۱۰۳۴) ۱؎ صف کا ملانا یہ ہے کہ صف میں جگہ دیکھے' اس میں کھڑا ہو کر جگہ پُر کردے اور توڑنا یہ ہے کہ اپنے ساتھی سے دُور کھڑا ہو یا ملا ہوا کھڑا تھا اور بلا عذر وہاں سے ہٹ جائے۔ یہ کلام یا دعا ہے یا خبر یعنی جو صف کو ملائے گا' خدا اسے اپنی رحمت و کرم سے ملائے اور جو صف میں فاصلہ اور کشادگی رکھے' خدا اسے اپنے کرم و رحمت سے دُور رکھے یا جو صف میں ملائے گا' خدا اسے اپنی رحمت سے ملائے گا۔ الخ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَسَّطُوا الْاِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۳۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو بیچ میں رکھو۔ ۱؎ اور کشادگیاں بند کرو۔ (ابوداؤد)

(۱۰۳۵) ۱؎ اس طرح کہ ایک مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو باقی داہنے بائیں برابر کسی جانب زیادہ نہ ہوں اگر کوئی شخص صف میں شامل ہوتے وقت دیکھے کہ دو طرفہ نمازی برابر ہیں تو یہ داہنی طرف کھڑا ہو کہ اتنی زیادتی معاف ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۳۶) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' فرماتی ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قوم پہلی صف سے پیچھے ہوتی رہے گی حتی کہ اللہ انہیں آگ میں پیچھے کرے گا۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۰۳۶) ۱؎ یعنی جو لوگ سستی کی وجہ سے صف اوّل میں آنے میں تامل کریں گے یا صف اوّل میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے کھڑے ہوں گے تو وہ دین کے سارے کاموں میں سست ہو جائیں گے اور برائیوں پر دلیر ہو جائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہنم میں جائیں گے اور وہاں دیر تک رہیں گے۔معلوم ہوا کہ سارے دینی کاموں میں نماز مقدم ہے، نماز کا اثر ہر نیکی پر پڑتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ نماز میں سستی کرنے والا جہنم کے نچلے طبقے میں جائے گا۔(لمعات) یا یہ مطلب ہے کہ یہ سستی کرنے والا اور گناہ گاروں سے پیچھے دوزخ سے نکلے گا۔رب فرماتا ہے: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ الخ نماز میں سستی کی بہت صورتیں ہیں۔فقہاء فرماتے ہیں کہ ننگے سر یا آستین چڑھا کر نماز نہ پڑھے کہ یہ سستی کی علامت ہے۔

وَعَنْ وَّابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّعِيْدَ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

(۱۰۳۷) روایت ہے حضرت وابصہ ابن معبد سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھتے دیکھا تو اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ ۲؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔ ۳؎

(۱۰۳۷) ۱؎ آپ آخری صحابہ میں سے ہیں، ۹ھ میں ایمان لائے، بہت پرہیزگار ہمیشہ خوف خدا سے رونے والے تھے، آخر میں کوفہ قیام رہا اور مقام رقہ میں وفات پائی، آپ کی کنیت ابوشداد ہے، قبیلہ اوس سے ہیں۔ ۲؎ یعنی صف اوّل میں جگہ تھی، یہ بلاوجہ اکیلا پیچھے کھڑا ہوا اس کی نماز مکروہ ہوئی اور نماز مکروہ کا لوٹانا مستحب ہے، یہ حکم استحبابی ہے۔بعض علماء کے نزدیک اس صورت میں اس کی نماز فاسد ہوگی، وہ حضرات اس حکم کو وجوبی مانتے ہیں۔خیال رہے کہ اگر صف اوّل میں جگہ نہ ہو تو یہ آنے والا امام کے پیچھے والے کو ہاتھ لگا دے اگر وہ مسئلے سے واقف ہوگا تو پیچھے آ جائے گا ورنہ اس کی نماز کراہت سے بچ جائے گی اس حکم سے جنازے کی نماز مستثنٰی ہے وہاں اگر امام کے علاوہ پانچ آدمی ہوں تو دو دو آدمی دو صفیں بنائیں گے اور ایک آدمی تیسری صف تاکہ تین صفوں کی بشارت میت کو حاصل ہو جائے۔خیال رہے کہ یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں اور اکیلے کھڑے ہونے والے کی نماز مکروہ ہے، فاسد نہیں۔جیسا کہ اگلے باب میں آئے گا کہ حضرت ابوبکرہ نے صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کر دیا پھر صف سے ملے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا حالانکہ وہ رکوع کے وقت اکیلے ہی تھی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم استحبابی ہے۔ ۳؎ مگر ابن عبدالبر نے اسے مضطرب فرمایا، بیہقی نے ضعیف کہا۔

بَابُ الْمَوْقِفِ نماز باجماعت میں کھڑے ہونے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

۱؎ یعنی اس کا بیان کہ جماعت میں امام ومقتدی کہاں کھڑے ہوں؟

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ بِيَدِيْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِهٖ فَعَدَلَنِيْ كَذٰلِكَ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِهٖ اِلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۰۳۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے' فرماتے ہیں میں نے اپنی خالہ میمونہ کے گھر میں رات گزاری ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے اُٹھے' میں آپ کے بائیں کھڑا ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اسی طرح پیٹھ کے پیچھے سے دائیں طرف گھمالیا۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۰۳۸) ۱؎ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری ان کے ہاں تھی اس نیت سے رات گزاری تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے اعمالِ طیبہ وطاہرہ دیکھوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد ادا کروں جیسا کہ دیگر روایات میں ہے اس لیے آپ تمام رات جاگتے رہے ہوں گے۔ شعر

ریاضت نام سے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

۲؎ اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ نفل نماز خصوصاً تہجد جماعت سے جائز ہے جبکہ اس کے لیے اذان تکبیر لوگوں کے بلاوے وغیرہ سے اہتمام نہ کیا گیا ہو' دوسرے یہ کہ اکیلا مقتدی امام کے برابر دائیں طرف کھڑا ہوگا۔ تیسرے یہ کہ عمل قلیل ضرورۃً نماز میں جائز ہے جس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ہی میں آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر گھمایا اور آپ نماز ہی میں ایک دو قدم چل کر بائیں سے دائیں طرف گئے۔ چوتھے یہ کہ مقتدی امام سے آگے نہیں بڑھ سکتا اگر بڑھے گا تو نماز جاتی رہے گی۔ دیکھو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آگے سے نہیں گھمایا حالانکہ وہ آسان تھا بلکہ پیچھے سے گھمایا۔ پانچویں یہ کہ جس نے اوّل سے امامت کی نیت نہ کی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت تکبیر تحریمہ اکیلے نماز کی نیت کی تھی مگر بعد میں حضرت ابن عباس مقتدی بن کر کھڑے ہوگئے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ فَجِئْتُ حَتّٰى قُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَاَدَارَنِيْ حَتّٰى اَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ ثُمَّ جَآءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَقَامَ عَنْ يَّسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

(۱۰۳۹) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے پھر میں آیا حتیٰ کہ آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوگیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھمایا یہاں تک کہ اپنے دائیں مجھے کھڑا کرلیا پھر جبار

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِيَدَيْنَا جَمِيْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰى اَقَامَنَا خَلْفَهٗ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ابن صخر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں کھڑے ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کا ہاتھ پکڑا اور ہمیں پیچھے کیا حتی کہ ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کرلیا۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۰۳۹) ۱؎ یہ سارے عمل، عمل قلیل کی حد تک ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی ہاتھ گھمایا اور ایک ہی ہاتھ کے اشارے سے دونوں کو پیچھے کیا اور یہ دونوں حضرات ایک یا دو قدم سے پیچھے پہنچے اگر متواتر تین قدم ڈالتے تو ان کی نماز جاتی رہتی۔ خیال رہے کہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے مگر تین کا پیچھے کھڑا ہونا واجب' برابر کھڑا ہونا سخت مکروہ کیونکہ تین پوری صف ہیں اگر دو آدمی امام کے برابر کھڑے ہوں تو ایک دائیں کھڑا ہو' دوسرا بائیں جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت علقمہ اور اسود نے عبداللہ بن مسعود کی اقتداء میں اس طرح نماز پڑھی کہ امام درمیان میں تھے اور یہ دونوں دائیں بائیں' یہ بیان جواز کے لیے تھا یا ضرورۃً (مرقاۃ) خیال رہے کہ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مقتدیوں کو پیچھے کیا' خود آگے نہ بڑھے کیونکہ آگے جگہ نہ تھی' حجرے شریف کی دیوار تھی ورنہ ایسے موقع پر امام کا آگے بڑھ جانا سہل تر ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۰۴۰) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ میں نے اور ایک یتیم نے اپنے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور اُم سلیم ہمارے پیچھے تھیں۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۰۴۰) ۱؎ یہ نماز نفل تھی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کے گھر میں عطائے برکت کے لیے پڑھی جیسا کہ اس زمانہ میں صحابہ کا دستور تھا یتیم یا تو حضرت انس کے بھائی کا نام ہے یا کوئی اور نابالغ یتیم تھا جس کا نام زمیرہ تھا۔ ابن ہمام نے فرمایا کہ یہ زمیرہ ابن سعدی حمیری تھے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اکیلا نابالغ بچہ صف میں کھڑا ہوگا' دوسرے یہ کہ عورت اگرچہ اکیلی ہو مگر مردوں اور بچوں سے پیچھے کھڑی ہوگی' وہ تنہا ہی صف مانی جائے گی۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهٖ وَبِاُمِّهٖ اَوْخَالَتِهٖ قَالَ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاَقَامَ الْمَرْاَةَ خَلْفَنَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۰۴۱) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کی ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی' فرماتے ہیں تو مجھے اپنے دائیں کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے پیچھے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۰۴۱) ۱؎ یہ دوسرا واقعہ ہے کیونکہ یہاں یتیم کا ذکر نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایک مرد اور ایک عورت امام کے پیچھے نماز پڑھیں تو مرد امام کے ساتھ ہوگا اور عورت پیچھے اگرچہ عورت مرد کی محرم ہو۔

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّهٗ اَنْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ اِلَى الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰى اِلَى الصَّفِّ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَاتَعُدْ.

(۱۰۴۲) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے حالانکہ آپ رکوع میں تھے تو انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر دیا پھر صف تک چلے ۱؎ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو فرمایا اللہ

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ) تمہاری حرص بڑھائے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ ۲ (بخاری)

(۱۰۴۲) ۱ بات یہ تھی کہ آپ کو رکعت جاتے رہنے کا خطرہ تھا اس لیے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع کر دیا پھر رکوع میں ہی یا قومہ میں ایک دو قدم سے صف تک پہنچے اور اگر تین قدم سے پہنچے تو وہ قدم لگا تار نہ تھے ورنہ آپ کی نماز نہ ہوتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز لوٹانے کا حکم دیتے۔ ۲ یعنی تمہارا یہ عمل رکعت اوّل پانے کی حرص پر ہے یہ حرص دینی ہے جو محمود ہے خدا اسے بڑھائے دنیوی حرص بُری۔ ربّ فرماتا ہے: حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا نماز کو فاسد نہیں کرتا کیونکہ آپ نے رکوع صف کے پیچھے اکیلے ہی کیا تھا مگر حضور نے آپ کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا دوسرے یہ کہ صف میں ملنے سے پہلے تکبیر تحریمہ اور رکوع کر دینا مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نماز لوٹانے کا حکم دیتے تیسرے یہ کہ نماز میں جانب قبلہ ایک دو قدم چلنا یا تین قدم بغیر لگا تار کیے ڈالنا نماز فاسد نہیں کرتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنَّا ثَلٰثَةً اَنْ يَّتَقَدَّمَنَا اَحَدُنَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۱۰۴۳) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب ہم تین ہوں تو ہم میں سے ایک آگے بڑھ جائے۔ ۱ (ترمذی)

(۱۰۴۳) ۱ یعنی جنگل یا گھر میں تین آدمی نماز پڑھنا چاہیں تو الگ الگ نہ پڑھیں بلکہ جماعت کر لیں اور امام دونوں مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو ان کے برابر نہ کھڑا ہو۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے جو زیادہ عالم ہو وہ امام بنے۔

وَعَنْ عَمَّارٍ اَنَّهٗ اَمَّ النَّاسَ بِالْمَدَآئِنِ وَقَامَ عَلٰى دُكَّانٍ يُّصَلِّیْ وَالنَّاسُ اَسْفَلَ مِنْهُ فَتَقَدَّمَ حُذَيْفَةُ فَاَخَذَ عَلٰى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهٗ عَمَّارٌ حَتّٰى اَنْزَلَهٗ حُذَيْفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ عَمَّارٌ مِّنْ صَلٰوتِهٖ قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ اَلَمْ تَسْمَعْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَقُمْ فِیْ مَقَامٍ اَرْفَعَ مِنْ مَّقَامِهِمْ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِذٰلِكَ اتَّبَعْتُكَ حِيْنَ اَخَذْتَ عَلٰى يَدَیَّ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۴۴) روایت ہے حضرت عمار سے کہ انہوں نے مدائن میں لوگوں کی امامت کی ۱ اور اونچی جگہ پر نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے لوگ ان سے نیچے تھے۔ ۲ حضرت حذیفہ آگے بڑھے اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا عمار ان کے پیچھے لگ گئے حتیٰ کہ انہیں حذیفہ نے اُتار دیا۔ ۳ جب عمار نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے حذیفہ نے کہا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں سنا کہ جب کوئی شخص قوم کی امامت کرے تو ان کی جگہ سے اونچی جگہ نہ کھڑا ہو یا اس کی مثل عمار نے کہا کہ اسی لیے تو جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ ۴ (ابوداؤد)

(۱۰۴۴) ۱ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کے والد کا نام یاسر ہے حضرت علی مرتضٰی کے ساتھ رہے صفین میں شہید ہوئے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تھا کہ تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی' مدائن کوفہ کی جانب دجلہ کے کنارے بغداد شریف کے قریب ایک مشہور شہر ہے ۔ ۲؎ آپ اکیلے اوپر تھے' باقی ساری جماعت نیچے اگر کوئی مقتدی بھی اس جگہ آپ کے ساتھ ہوتا تو کراہت نہ ہوتی ۔ ۳؎ غالب یہ ہے کہ حضرت حذیفہ صف اوّل میں تھے لیکن ابھی نماز کی نیت نہ باندھی تھی' آپ کو نیچے اُتار کر نیت باندھی ۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز سے بیرونی آدمی نمازی کے حال کی اصلاح کرے تو قبول کرے ہاں اس کا لقمہ نہ لے ورنہ نماز جاتی رہے گی۔ ۴؎ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمار نے یہ حدیث سنی تھی مگر اتفاقاً بھول گئے' ہاتھ پکڑنے پر یاد آ گئی' یہ ان حضرات کی بےنفسی ہے کہ نہ مسئلے بتانے میں جھجک کرتے ہیں نہ اس کے قبول کرنے میں عاروشرم۔ خیال رہے کہ صرف امام کا مقتدیوں سے ایک ہاتھ اونچا کھڑا ہونا بھی منع کہ اس میں یہود ونصاریٰ سے مشابہت ہے کیونکہ وہ اپنے امام کو اونچا کھڑا کرتے ہیں اور نیچا کھڑا ہونا بھی منع کہ اس میں امام کی اہانت ہے۔ نیز امام کا مخصوص جگہ میں کھڑا ہونا بھی منع ہے کہ اس میں بھی اہلِ کتاب سے مشابہت ہے لہٰذا امام محراب یا در میں نہ کھڑا ہو۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ ِ السَّاعِدِيِّ اَنَّهٗ سُئِلَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهٗ فُلَانٌ مَّوْلٰى فُلَانَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَكَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهٗ فَقَرَأَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ عَادَ اِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى حَتّٰى سَجَدَ بِالْاَرْضِ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ نَحْوَهٗ وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلٰوتِيْ۔

(۱۰۴۵) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد ساعدی سے ۱؎ ان سے پوچھا گیا کہ منبر کس چیز کا تھا؟ فرمایا جنگل کے جھاؤ کا۔ اسے فلاں' فلانی کے مولے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا۔ ۲؎ اور جب بنایا اور رکھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے' قبلہ کو منہ کیا اور تکبیر کہی۔ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوگئے' آپ نے قرأت کی اور رکوع کیا اور لوگوں نے آپ کے پیچھے رکوع کیا پھر اپنا سر اُٹھایا پھر اُلٹے پاؤں لوٹے پھر زمین پر سجدہ کیا پھر منبر کی طرف لوٹے۔ ۳؎ پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر سر اُٹھایا پھر پیچھے لوٹے حتیٰ کہ زمین پر سجدہ کیا یہ بخاری کے لفظ ہیں اور مسلم بخاری میں اس کی مثل ہے اور اس کے آخر میں فرمایا کہ جب فارغ ہوئے تو لوگوں پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! میں نے یہ اس لیے کیا تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کو جان لو۔ ۴؎

(۱۰۴۵) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں' آپ کا نام حزن تھا' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا' کنیت ابوالعباس' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ پندرہ سال کے تھے' آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۹۱ھ میں ہوئی' آپ مدینہ کے آخری صحابی ہیں۔
۲؎ بنانے والے کا نام یاقوم رومی ہے' یا سیموں رومی اور ان بی بی کا نام عائشہ انصاریہ ہے' یہ قوم لکڑی کے کاری گر تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریہ سے خود فرمایا تھا کہ اپنے غلام سے منبر بنوا دو کیونکہ مسلمان زیادہ ہو چکے تھے اس سے پہلے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم

ستون حنانہ سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے اس منبر کی تین سیڑھیاں تھیں' ہر سیڑھی کی بلندی ایک بالشت لمبائی ایک ہاتھ تھی۔ (از مرقاۃ واشعۃ) ۲؎ یعنی آپ کا قیام و رکوع منبر پر ہوا اور سجدہ زمین پر کیونکہ جمعہ میں دیہات سے بھی مسلمان آتے تھے' انہیں نماز سکھانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونچے کھڑے ہوئے اب کسی امام کو اس طرح نماز پڑھانی جائز نہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بحالتِ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سیکھا کرتے تھے' ہم سجدہ گاہ کو دیکھیں' وہ قبلہ گاہ کو دیکھتے تھے۔ ۳؎ بلکہ منبر بھی اسی لیے بنایا گیا اگر تعلموا لام کی شد سے ہو تو معنی ہوں گے تم نماز سیکھ لو۔ غالب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی تیسری سیڑھی پر نماز پڑھی پھر رکوع کے بعد مسلسل تین قدم سے اُترے' مصلے پر پہنچے پھر سجدہ کے بعد مسلسل قدموں سے منبر پر پہنچے' ہمارے واسطے یہ اعمال مفسد نماز ہیں لہٰذا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَالنَّاسُ يَاْتَمُّوْنَ بِهٖ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجْرَةِ ۱؎ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۴۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے میں نماز پڑھی اور لوگ حجرے کے پیچھے آپ کی اقتداء کر رہے تھے۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۰۴۶) ۱؎ یہ نمازِ تراویح تھی اور حجرہ چٹائی کا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کے لیے اپنے پاس چٹائی کھڑی کر لی تھی' عائشہ صدیقہ کا حجرہ مراد نہیں کیونکہ اس میں رہتے ہوئے لوگ آپ کی اقتداء نہیں کر سکتے تھے کیونکہ آپ کسی کو نظر نہ آتے۔ خیال رہے کہ اب بھی اگر چٹائی اتنی چھوٹی ہو کہ کھڑے ہونے پر مقتدیوں کو امام نظر آ سکے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ بعض شارحین نے سمجھا کہ یہ مرض وفات شریف کی نماز ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کے حجرے سے نماز پڑھائی ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس زمانے میں حضرت صدیق اکبر امام رہے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ جماعت میں دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر باہر تشریف لائے لہٰذا اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام حجرے میں رہ کر مسجد کے نمازیوں کو پڑھائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ صَفَّ الرِّجَالُ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْغِلْمَانُ ثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلٰوتَهٗ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا صَلٰوةُ قَالَ عَبْدُالْاَعْلٰى لَا اَحْسِبُهٗ اِلَّا قَالَ اُمَّتِيْ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۴۷) روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں' فرمایا نماز کی تکبیر کہی اور مردوں کی صف بنائی' ان کے پیچھے بچوں کی صف پھر انہیں نماز پڑھائی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا۔ ۱؎ پھر فرمایا نماز اس طرح ہے عبدالاعلی کہتے ہیں مجھے یہ ہی خیال ہے کہ فرمایا میری اُمت کی نماز۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۱۰۴۷) ۱؎ یعنی اوّل سے آخر تک نماز کی ساری کیفیت بیان فرمائی۔ راوی نے یہاں اختصاراً ذکر نہ کیا۔ ۲؎ یعنی تا قیامت

میری اُمت کی نماز ایسی ہی ہونی چاہیے کہ مردوں کی صف آگے ہو اور بچوں کی پیچھے۔

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَّادٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا فِي الْمَسْجِدِ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ فَجَبَذَنِي رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِي جَبْذَةً فَنَحَّانِي وَقَامَ مَقَامِي فَوَاللّٰهِ مَاعَقَلْتُ صَلٰوتِي فَلَمَّا انْصَرَفَ اِذَا هُوَ اُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ فَقَالَ يَافَتٰى لَا يَسُوْءُ كَ اللّٰهُ اِنَّ هٰذَا عَهْدٌ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا اَنْ نَّلِيَهُ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَالَ هَلَكَ اَهْلُ الْعَقْدِ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا عَلَيْهِمْ اٰسٰى وَلٰكِنْ اٰسٰى عَلٰى مَنْ اَضَلُّوْا قُلْتُ يَا اَبَا يَعْقُوْبَ مَاتَعْنِيْ بِاَهْلِ الْعَقْدِ قَالَ الْاُمَرَآءُ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۱۰۴۸) روایت ہے حضرت قیس ابن عباد سے ۱؎ فرماتے ہیں اس حال میں کہ میں مسجد میں پہلی صف میں تھا کہ مجھے پیچھے سے کسی نے کھینچا' مجھے ہٹا دیا اور میری جگہ خود کھڑا ہو گیا' خدا کی قسم! مجھے اپنی نماز کی خبر نہ رہی۔ ۲؎ جب فارغ ہوئے تو وہ ابی ابن کعب تھے۔ فرمایا اے جوان! اللہ تمہیں کبھی غمگین نہ کرے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سے عہد ہے کہ آپ سے قریب رہیں۔ ۳؎ پھر آپ قبلہ رو ہوئے اور فرمایا ربّ کعبہ کی قسم! حکومتوں والے ہلاک ہو گئے' تین بار کہا پھر فرمایا خدا کی قسم! ان پر غم نہیں کرتا لیکن غم ان پر کرتا ہوں جنہوں نے انہیں بہکایا۔ میں نے کہا اے ابو یعقوب! عقد والوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟ فرمایا امیر لوگ۔ ۴؎ (نسائی)

(۱۰۴۸) ۱؎ آپ تابعین بصرہ میں سے ہیں' ثقہ ہیں' بہت کم حدیثیں بیان کرتے تھے' عبادت گزار شب بیدار تھے' اشعۃ اللمعات نے انہیں شیعہ کہا' واللہ اعلم۔ آپ کو حجاج نے قتل کرایا۔ ۲؎ یعنی مجھے اتنا غصہ آیا کہ یہی یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور کتنی باقی ہیں کیونکہ افضل جگہ سے ہٹنا مجھے بہت ناگوار گزرا اسی لیے حضرت ابی ابن کعب نے اگلا کلام فرمایا۔ ۳؎ یعنی امام کے پیچھے عاقل بالغ علم والا کھڑا ہو کہ بوقتِ ضرورت امام کے قائم مقام کھڑا ہو سکے۔ غالب یہ ہے کہ قیس نابالغ تھے اس لیے انہیں ہٹایا گیا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ کسی کو اس کی جگہ سے ہٹا کر خود کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر شرعی ضرورت سے جائز ہے' دوسرے یہ کہ بچہ بڑے کے برابر نماز میں کھڑا ہو جائے تو اس سے بڑے کی نماز جاتی نہیں کیونکہ اب تک جن کے برابر قیس کھڑے تھے' ان کی نماز درست رہی۔ تیسرے یہ کہ امام کے پیچھے لائق امامت آدمی کھڑا ہو۔ ۴؎ آپ کا اشارہ آئندہ ظالم حکام کی طرف ہے جیسے بنی اُمیہ کے ظالم بادشاہ اور ان کا عملہ۔ فرما یہ رہے ہیں کہ وہ حکام بھی ہلاک اور انہیں حاکم بنانے والے مسلمان بھی برباد ہوں گے کیونکہ حضرت ابی ابن کعب کی وفات زمانہ عثمان میں ہوئی اس وقت تک خلفاء نائب رسول تھے اور ان کے حکام عادل۔

بَابُ الْإِمَامَةِ امامت کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

۱؎ امام کے معنی ہیں پیشوا راہبر، اُمٌّ سے بنا بمعنی قصد و ارادہ یعنی جس کی پیروی کا لوگ قصد کریں اب دینی پیشوا کو کہا جاتا ہے' امامت دوقسم کی ہے۔امامتِ صغریٰ یعنی نماز کی امامت' امامتِ کبریٰ یعنی خلافِ اسلامیہ عثمانیہ یہاں امامتِ صغریٰ مراد ہے۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَآءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَّلَا يُؤَمَّنَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ سُلْطَانِهٖ وَلَا يَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلَ الرَّجُلُ فِيْ اَهْلِهٖ.

(۱۰۴۹) روایت ہے حضرت ابومسعود سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قوم کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو۔ ۱؎ اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو سنت کا زیادہ جاننے والا ۲؎ اگر سنت میں سب برابر ہوں تو پہلے ہجرت والا اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو زیادہ عمر رسیدہ ۳؎ کوئی شخص کسی شخص کی ولایت کی جگہ امامت نہ کرے اور نہ اس کے گھر میں اس کے بغیر اجازت اعلیٰ مقام پر بیٹھے۔ ۴؎ (مسلم) اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کی اس کے گھر میں امامت نہ کرے۔

(۱۰۴۹) ۱؎ عہد نبوی میں قریباً سارے صحابہ نماز کے مسائل کے عالم تھے مگر قاری کوئی کوئی تھا اس لیے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ امامت کے لیے مقدم وہ ہے جو عالم ہونے کے ساتھ قاری بھی ہو اس کا یہ مطلب نہیں کہ قاری غیر عالم' عالم غیر قاری سے مقدم ہوگا۔ دیکھو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات شریف میں صدیق اکبر کو امام بنایا حالانکہ ابی ابن کعب صحابہ میں بڑے قاری تھے بلکہ فرمایا جہاں ابوبکر موجود ہوں' وہاں کسی کو امامت کا حق نہیں۔حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل اس حدیث کی تفسیر ہے اسی لیے امام اعظم و امام شافعی وغیرہم امامت میں عالم کو قاری پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ علم کی ضرورت نماز کے ہر رُکن میں ہے' قرأت کی ضرورت صرف ایک رُکن میں۔امام ابو یوسف اور بعض دیگر علماء نے ظاہر حدیث کو دیکھ کر قاری کو عالم پر مقدم رکھا مگر قول اوّل نہایت صحیح ہے۔ ۲؎ یعنی اگر قرأت سب کی یکساں ہو تو صرف عالم کو مقدم کرو۔خیال رہے کہ یہاں علم سنت سے مراد نماز کے احکام کا جاننا ہے نہ کہ سند یافتہ عالم ہونا اور یہ کلام اس جگہ کے لیے ہے جہاں کوئی امام مقرر نہ ہو یعنی ایسوں کو امام بناؤ لیکن جس مسجد میں امام مقرر ہو تو وہاں وہی امامت کا حق دار ہوگا' اسے کوئی عالم یا قاری نہیں ہٹا سکتا اس کے لیے اگلی حدیثیں آرہی ہیں۔ ۳؎ غرضیکہ امام میں مقتدیوں پر کوئی دینی فوقیت چاہیے اب شرعی ہجرت تو موجود نہیں' زیادتی عمر کا ہی اعتبار ہوگا۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں ہجرت سے مراد گناہوں کا چھوڑنا ہے (ہجرت معنوی) یعنی پھر متقی پرہیزگار غیر متقی پر مقدم ہوگا۔ ۴؎ یعنی جہاں امام مسجد مقرر ہو وہاں وہی نماز پڑھائے گا اگرچہ اس سے بڑا عالم یا قاری موجود ہو۔معلوم ہوا کہ گزشتہ ترتیب وہاں کے لیے تھی جہاں امام پہلے سے مقرر نہ ہو' ہاں مقرر

امام کی اجازت سے دوسرا نماز پڑھا سکتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانُوْا ثَلٰثَةً فَلْیَؤُمُّهُمْ اَحَدُهُمْ وَاَحَقُّهُمْ بِالْاِمَامَةِ اَقْرَءُ هُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّذُکِرَ حَدِیْثُ مَالِكِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ فِی بَابٍ بَعْدَ بَابِ فَضْلِ الْاَذَانِ۔

(۱۰۵۰) روایت ہے حضرت ابوسعید سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تین آدمی ہوں تو ان میں ایک امام بن جائے' ان میں امامت کا زیادہ حق دار قاری ہے۔ ۱ (مسلم) اور مالک ابن حویرث کی حدیث فضل اذان کے بعد والے باب میں بیان ہوگی۔ ۲

(۱۰۵۰) ۱ یعنی اگرچہ قاری عالم کا امام بننا افضل ہے لیکن اگر ان کے سوا کوئی اور بھی امام بن گیا تو نماز ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے مفضول کا امام بننا جائز ہے اس جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ اگرچہ مفضول امام بن جائے مگر افضل پیچھے رہ کر بھی اس سے افضل ہے۔ دیکھو بلال جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جائیں گے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہوکر ۲ اس میں یہ ذکر تھا کہ تم میں اذان کوئی کہہ دے مگر امامت بہتر آدمی کرے۔ وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی' میں نے وہاں بیان کی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُؤَذِّنَ لَکُمْ خِیَارُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ قُرَّآءُ کُمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۵۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اذان بہترین لوگ دیں اور تمہاری امامت قاری لوگ کریں۔ ۱ (ابوداؤد)

(۱۰۵۱) ۱ یعنی مؤذن متقی' پرہیز گار اور نماز کے اوقات جاننے والا چاہیے کیونکہ لوگوں کی نمازیں' افطار' سحریاں' کھانا پینا اس کی اذان سے وابستہ ہیں۔ نیز یہ اکثر اذان کے لیے اوپر چڑھتا ہے جس سے کبھی لوگوں کے گھروں میں نظر پڑ جاتی ہے۔ خیال رہے کہ مؤذن میں عالم ہونے کی قید نہیں کیونکہ مؤذن دوسرے کے علم سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے مگر امام دورانِ نماز میں دوسرے کے علم سے استفادہ نہیں کرسکتا۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے لیے حضرت بلال کو منتخب فرمایا حالانکہ علماء صحابہ موجود تھے۔

وَعَنْ اَبِیْ عَطِیَّةَ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ کَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ یَأْتِیْنَا اِلٰی مُصَلَّانَا یَتَحَدَّثُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ یَوْمًا قَالَ اَبُوْ عَطِیَّةَ فَقُلْنَا لَهٗ تَقَدَّمْ فَصَلِّهِ قَالَ لَنَا قَدِّمُوْا رَجُلًا مِّنْکُمْ یُصَلِّیْ بِکُمْ وَسَاُحَدِّثُکُمْ لِمَ لَا اُصَلِّیْ بِکُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا یَؤُمَّهُمْ وَلْیَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ اِلَّا اَنَّهٗ اقْتَصَرَ عَلٰی لَفْظِ

(۱۰۵۲) روایت ہے حضرت ابوعطیہ عقیلی سے' فرماتے ہیں کہ مالک ابن حویرث ۱ ہمارے پاس ہماری مسجد میں آتے اور بات چیت کیا کرتے تھے' ایک دن نماز کا وقت آ گیا' ابوعطیہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا آگے بڑھیئے' نماز پڑھایئے وہ بولے کہ تم اپنے کسی آدمی کو آگے بڑھاؤ جو تمہیں نماز پڑھائے اور میں بتاؤں گا کہ میں نماز کیوں نہیں پڑھاتا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کسی قوم کی ملاقات کو جائے وہ ان کی امامت نہ کرے' ان کی امامت انہیں میں کا

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

کوئی کرے۔ ۲؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) مگر نسائی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ پر کفایت کی۔

(۱۰۵۲) ۱؎ آپ صحابی ہیں، صرف ۲۰ روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے، بصرہ میں قیام رہا، ۹۴ھ میں وہیں وفات پائی۔ ۲؎ مالک ابن حویرث کو پوری حدیث نہ پہنچی، وہاں یہ تھا کہ ان کی بغیر اجازت امامت نہ کرے اس لیے آپ نے اجازت کے باوجود نماز نہ پڑھائی۔ یہ ہے صحابہ کا انتہائی تقویٰ، شارحین نے اس کے اور وجوہ بیان کیے ہیں مگر یہ وجہ بہت قوی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ اَعْمٰی۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۵۳) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اُمِ مکتوم کو اپنا نائب کیا تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حالانکہ وہ نابینا تھا۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۰۵۳) ۱؎ یعنی جب آپ غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے تو حضرت علی مرتضیٰ کو مدینہ منورہ کی حفاظت، اہل و عیال کی نگہداشت، دشمنوں کے انتظام کا خلیفہ بنا گئے اور عبداللہ ابن اُمِ مکتوم کو نماز کی امامت کا چونکہ علی مرتضیٰ اتنی ذمہ داریوں کے ہوتے امامت کے فرائض انجام نہیں دے سکتے تھے اس لیے آپ پر پابندی نہیں لگائی گئی اور چونکہ باقی لوگوں میں عبداللہ ابن اُمِ مکتوم کے برابر کوئی عالم نہ تھا اس لیے باوجود نابینا ہونے کے آپ کو امام بنایا گیا۔ خیال رہے کہ حضرت ابن اُمِ مکتوم کی امامت اتفاقی تھی مگر صدیق اکبر کی امامت اتفاقی نہ تھی وہاں تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس قوم میں ابوبکر ہوں، وہاں کسی اور کو امامت کا حق نہیں لہٰذا صدیق اکبر کی امامت ان کی خلافت کی دلیل تھی مگر یہ امامت خلافت کی دلیل نہیں۔ فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث پر سے حسب ذیل اعتراضات اُٹھ گئے۔ (۱) یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر علی مرتضیٰ کو خلیفہ بنایا تھا۔ یہ حدیث اس کے خلاف ہے۔ (۲) علی مرتضیٰ جیسے فقیہ و عالم کی موجودگی میں انہیں امام کیوں بنایا گیا۔ (۳) نابینا کی امامت مکروہ ہے پھر انہیں امام کیوں بنایا گیا۔ (۴) معلوم ہوا کہ صدیقِ اکبر کو نماز کا امام بنانا آپ کی خلافت کی دلیل نہیں ورنہ ابن اُمِ مکتوم بھی خلیفہ ہونے چاہئیں۔ خیال رہے کہ نابینا کی امامت مکروہ نہیں صرف خلافِ اولیٰ ہے مگر جب نابینا عالم قوم ہو تو خلافِ اولیٰ بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اُمِ مکتوم کو دوبارہ اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس اُمت میں عبس و تولیٰ والے واقعہ کا بدلہ کرنا مقصود تھا۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلٰوتُهُمْ اٰذَانَهُمْ الْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰی يَرْجِعَ وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَّاِمَامُ قَوْمٍ وَّهُوَ لَهٗ كَارِهُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۱۰۵۴) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے آگے نہیں بڑھتی۔ ۱؎ بھاگا ہوا غلام حتیٰ کہ لوٹ آئے اور وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا خاوند ناراض ہو۔ ۲؎ اور قوم کا امام کہ قوم اسے ناپسند کرے۔ ۳؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۰۵۴) ۱؎ یعنی قبولیت تو کیا بارگاہ الٰہی میں پیش بھی نہیں ہوتیں جیسے دوسری نیکیاں پیش ہوتی ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِلَیْهِ

یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ (۳۵،۱۰)اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام (کنزالایمان) چونکہ کان انسان کا سب سے قریب عضو ہے کہ اس سے ہی تلاوت کی آواز سنی جاتی ہے اس لیے اس کا ذکر ہوا۔ ۲؎ عورت کی بدخلقی اور نافرمانی کی وجہ سے اور اگر بلاوجہ ناراض ہے تو عورت کا کوئی نقصان نہیں اور اگر ظلم مرد کی طرف سے ہے تو حکم برعکس ہوگا یعنی بغیر عورت کو راضی کیے' مرد کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (لمعات ومرقاۃ) ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں امام سے مراد نماز کا امام ہے اور ناپسندیدگی سے مراد امام کی جہالت یا بدعملی یا بدمذہبی کی وجہ سے ناراضی ہے اگر لوگ دنیاوی وجہ سے ناراض ہوں تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ اس صورت میں وہ لوگ گناہ گار ہوں گے۔ خیال رہے کہ ناراضی میں اکثر کا اعتبار ہے دو چار آدمی تو ہر ایک سے ناراض ہوتے ہی ہیں۔

وَعَنِ ابۡنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَاتُقۡبَلُ مِنۡهُمۡ صَلٰوتُهُمۡ مَّنۡ تَقَدَّمَ قَوۡمًا وَّهُمۡ لَهٗ كَارِهُوۡنَ وَرَجُلٌ اَتَى الصَّلٰوةَ دِبَارًا وَّالدِّبَارُ اَنۡ يَّاۡتِيَهَا بَعۡدَ اَنۡ تَفُوۡتَهٗ وَرَجُلٌ اِعۡتَبَدَ مُحَرَّرَةً۔ (رَوَاهُ اَبُوۡدَاوٗدَ وَابۡنُ مَاجَةَ)

(۱۰۵۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی جو کسی قوم کے آگے کھڑا ہو جائے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں اور وہ شخص جو نماز میں پیچھے آئے' یہ کہ فوت ہونے کے بعد آئے۔ ۱؎ اور وہ شخص جو کسی آزاد کو غلام بنا لے۔ ۲؎ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۱۰۵۵) ۱؎ یعنی نماز قضا کر دینے یا بلاوجہ جماعت چھوڑ دینے کا عادی ہوگیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جماعت واجب ہے اس کے چھوڑنے کی عادت فسق ہے۔ ۲؎ مُحَرَّرَةً رَقَبَةً پوشیدہ کی صفت ہے' آزاد کو غلام بنانے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ظلماً آزاد کو پکڑ کر غلام بنا لیا جائے جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کے ساتھ کیا' دوسرے یہ کہ اپنے غلام کو خفیہ طور پر آزاد کر کے پھر غلام بنا لیا جائے۔ غلام ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکے' ایسے ظالم کی نماز کیسے قبول ہوسکتی ہے چونکہ عرب میں اسلام سے پہلے اس قسم کی حرکتیں عام ہوتی تھیں اس لیے یہ وعید ارشاد فرمائی گئی۔

وَعَنۡ سَلَامَةَ بِنۡتِ الۡحُرِّ قَالَتۡ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنۡ اَشۡرَاطِ السَّاعَةِ اَنۡ يَّتَدَافَعَ اَهۡلُ الۡمَسۡجِدِ لَايَجِدُوۡنَ اِمَامًا يُّصَلِّيۡ بِهِمۡ۔ (رَوَاهُ اَحۡمَدُ وَاَبُوۡدَاوٗدَ وَابۡنُ مَاجَةَ)

(۱۰۵۶) روایت ہے حضرت سلامہ بنت حر سے ۱؎ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علامات قیامت سے یہ ہے کہ مسجد والے ایک دوسرے پر ٹالیں' کوئی امام نہ پائیں جو انہیں نماز پڑھائے ۔۲؎ (احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۱۰۵۶) ۱؎ آپ صحابیہ ہیں' قبیلہ بنی ازد سے یا بنی اسد سے' ان کی حدیثیں کوفہ میں زیادہ مشہور ہوئیں۔ ۲؎ یعنی مسلمان مسجد میں جمع ہوں اور ہر ایک دوسرے سے کہے کہ تو نماز پڑھا' مقصد یہ ہے کہ قریب قیامت جہالت ایسی عام ہو جائے گی کہ مسلمانوں کے مجمعوں میں کوئی امامت کے قابل نہ ملے گا۔ بعض دفعہ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر چلے جائیں گے اس سے معلوم ہوا کہ تکلفاً امامت کو ٹالنا بھی ممنوع ہے' مرقاۃ نے یہاں فرمایا اس حدیث کی بناء پر علماء نے امامت' تعلیم قرآن وغیرہ عبادتوں پر اُجرت جائز کی تاکہ مسجدیں ویران نہ ہوجائیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَیْکُمْ مَعَ کُلِّ اَمِیْرٍ بَرًّا کَانَ اَوْفَاجِرًا وَّ اِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَیْکُمْ خَلْفَ کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْفَاجِرًا وَّاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْفَاجِرًا وَّاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۵۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جہاد تم پر واجب ہے' ہر امیر کے ساتھ نیک ہو بد۔ ۱؎ اگرچہ گناہِ کبیرہ کرے اور ہر مسلمان کے پیچھے تم پر نماز واجب ہے نیک ہو یا بد بلکہ اگرچہ گناہِ کبیرہ کرے۔ ۲؎ اور ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ واجب ہے' نیک ہو یا بد اگرچہ گناہِ کبیرہ کرے۔ ۳؎ (ابوداؤد)

(۱۰۵۷) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے امیر شرط ہے لیکن امیر کے لیے قریشی یا متقی ہونا شرط نہیں' ہر مسلمان امیر کے ماتحت جہاد جائز ہے یعنی اگر فاسق و فاجر امیر بن گیا ہو تو اس کے ساتھ جہاد کر وہاں فاسق کو امام بنانا منع ہے۔ دیکھو امام حسین نے یزید کو امام نہ بنایا' جان دے دی لہذا ان کا وہ عمل اس حدیث کے خلاف نہیں۔ ۲؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانا منع لیکن اگر وہ امام بن چکا ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز اس مسئلے کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ خیال رہے کہ یہاں فاسق سے مراد بدعمل ہے نہ کہ بدمذہب لہذا قادیانی' چکڑالوی شیعہ امام کے پیچھے ہرگز نماز جائز نہیں۔ نیز اگر فاسق نماز میں کوئی ایسی بدعملی کر رہا ہے جس سے خود اس کی نماز مکروہ تحریمی ہو رہی ہے اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں جیسے کوئی سونا یا ریشم پہن کر یا داڑھی منڈائے' نیکر پہنے' گھٹنا کھولے نماز پڑھائے کیونکہ جو نماز مکروہ تحریمی فعل کے ساتھ ادا کی جائے اس کا لوٹانا واجب یہاں حدیث میں فاسق سے مراد وہ ہے جو نماز میں فسق نہ کر رہا ہو جیسے جھوٹا یا غیبت کرنے والا آدمی کہ وہ یہ جرم نماز میں نہیں کرتا۔ ۳؎ یعنی مسلمان میت کیسا ہی گناہ گار ہو اس کا جنازہ ضرور پڑھا جائے گا۔ خیال رہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقروض میت کا جنازہ نہ پڑھا تاکہ لوگ قرض سے بچیں مگر صحابہ سے پڑھوا دیا۔ آپ کا وہ عمل اس حدیث کے خلاف نہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ چار شخصوں کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے' ڈاکو جو مقابلے میں مارا جائے' ماں باپ کا قاتل جبکہ قصاص میں مارا جائے' خناق یعنی خفیہ طور پر لوگوں کا گلا گھونٹ کر مار دینے والا' باغی جو جنگ میں مارا جائے (درمختار) اس مسئلے کا ماخذ حضرت علی مرتضٰی کا عمل شریف ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ کُنَّا بِمَآءٍ مَّمَرَّ النَّاسِ یَمُرُّبِنَا الرُّکْبَانُ نَسْئَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَاهٰذَا الرَّجُلُ فَیَقُوْلُوْنَ یَزْعَمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَهٗ اَوْحٰی اِلَیْهِ اَوْحٰی اِلَیْهِ کَذَا وَکُنْتُ اَحْفَظُ ذٰلِكَ الْکَلَامَ فَکَاَنَّمَا یُغَرّٰی فِیْ صَدْرِیْ وَکَانَتِ الْعَرَبُ تُلَوَّمُ بِاِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَیَقُوْلُوْنَ اتْرُکُوْهُ وَقَوْمَهٗ

(۱۰۵۸) روایت ہے حضرت عمرو بن سلمہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گھاٹ پر رہتے تھے' ہم پر قافلے گزرتے تھے' ہم ان سے پوچھتے رہتے تھے کہ لوگوں کے کیا حال ہیں۔ ۲؎ اور ان صاحب کا کیا حال ہے؟ وہ کہتے' وہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے انہیں رسول بنایا' انہیں فلاں فلاں وحی کی میں اس وحی کو یاد کرتا رہتا تھا گویا وہ میرے سینے میں پیوست ہو جاتی تھی۔ ۳؎

فَاِنَّهٗ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِیٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِاِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ اَبِیْ قَوْمِیْ بِاِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِیْ حِیْنَ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِیْ حِیْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْثَرُكُمْ قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَكْثَرَ قُرْاٰنًا مِنِّیْ لِمَا كُنْتُ اَتَلَقّٰی مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُوْنِیْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَاَنَا ابْنُ سِتٍّ اَوْسَبْعِ سِنِيْنَ وَكَانَتْ عَلَیَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ اِذَا سَجَدْتُّ تَقَلَّصَتْ عَنِّیْ فَقَالَتِ امْرَءَةٌ مِّنَ الْحَیِّ اَلَا تُغَطُّوْنَ عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِیْ قَمِيْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَیْءٍ فَرَحِیْ بِذٰلِكَ الْقَمِيْصِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اہلِ عرب اسلام قبول کرنے میں فتح مکہ کے منتظر تھے۔ کہتے تھے کہ انہیں ان کی قوم کے ساتھ چھوڑ دو اگر وہ ان پر غالب آ جائیں تو سچے نبی ہیں۔ ۴؎ جب فتح مکہ کا واقعہ ہو گیا تو ہر قوم اسلام لانے میں جلدی کرنے لگی میرے والد اپنی قوم کی طرف سے اسلام لانے جلدی پہنچے۔ ۵؎ جب آئے تو بولے خدا کی قسم! میں سچے نبی کی طرف سے آ رہا ہوں۔ فرمایا کہ فلاں نماز فلاں وقت میں اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھا کرو جب وقت نماز آئے تو تمہارا کوئی اذان دے اور امامت وہ کرے جسے قرآن زیادہ یاد ہو۔ ۶؎ انہوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن دان کوئی نہ تھا کیونکہ میں قافلوں سے یاد کرتا رہتا تھا' انہوں نے مجھے ہی آگے کر دیا حالانکہ میں چھ یا سات سال کا تھا۔ ۷؎ مجھ پر ایک چادر تھی کہ جب میں سجدہ کرتا تو چڑھ جاتی (کھل جاتی) قبیلہ کی ایک عورت بولی کہ اپنے قاری کے چوتڑ کیوں نہیں ڈھکتے تب انہوں نے میرے لیے قمیص خرید کر کٹوائی' مجھے جتنی خوشی اس قمیص سے ہوئی' اتنی کسی سے نہ ہوئی تھی۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۰۵۸) ۱؎ حق یہ ہے کہ آپ صحابی نہیں ہیں' آپ کے والد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر گئے ہیں لیکن آپ کی ملاقات ثابت نہیں' آپ انصار میں سے ہیں۔ ۲؎ یعنی ہمارا قبیلہ کسی دریا کے گھاٹ پر تھا جہاں سے دن رات قافلے گزرتے ہیں چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف سارے عرب میں پھیل چکا تھا' ہم نے بھی سُن لیا تھا اس لیے جو قافلہ مدینہ طیبہ سے آتا ہم اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور لوگوں کے برتاوے پوچھا کرتے تھے۔ ۳؎ یعنی بعض لوگ آیاتِ قرآنیہ ہمیں سنایا کرتے تھے' ہمارے بڑے تو سُن کر بھول جاتے تھے مگر میں بچہ تھا' مجھے ایک ایک لفظ یاد رہتا تھا کہ بچپن کا حفظ پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔ نیز میرے قلب میں وہ کلام بہت ہی اثر کرتا تھا اس لیے میں شوق سے بھی یاد کرتا تھا۔ مثل مشہور ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ۴؎ یعنی ہمارے علاقے کے عرب لوگوں نے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھے نہ تھے اس لیے انہوں نے فتح مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی دلیل سمجھ رکھا تھا کیونکہ ان حالات اور اس ماحول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ فرمانا معجزہ ہی تھا لہٰذا اس جملہ پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۵؎ یہ اس آیت کی تفسیر ہے: وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (۱۱۰:۲) اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج کے فوج داخل ہوتے ہیں (کنزالایمان) کہ ہر طرف سے فوج درفوج لوگ آ کر مشرف بہ اسلام ہوتے تھے' میرے والد حضرت سلمہ اپنی قوم کے نمائندے بن کر حاضر بارگاہ ہوئے ۶؎ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرت کو نماز کے احکام بہت

تفصیل سے بتائے' باقی زکوۃ وغیرہ کے اجمالی کیونکہ مسلمان ہوتے ہی نماز فرض ہو جاتی ہے' زکوۃ سال بعد اس دوران وہ مسائل سیکھ سکتے ہیں اور چونکہ ابھی ان کی قوم میں عالم ملے گا نہیں اس لیے صرف حافظ آیات امام بنانے کا حکم دیا گیا اسی لیے آگے یہ نہ فرمایا کہ اگر قرأت میں برابر ہوں تو عالم کو لو لہٰذا اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ قاری امامت میں عالم پر مقدم ہو۔ ۷؎ یعنی اب انہوں نے امامت کے لیے کسی کو منتخب کرنا چاہا تو میں انتخاب میں آیا کیونکہ مجھے پہلے ہی سے آیاتِ قرآنیہ یاد تھیں' مجھے میرے والد نے نماز پڑھنے کا طریقہ (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر آئے تھے) بتا کر آگے کھڑا کر دیا' میں چھ یا سات برس کا تھا اور میرے پیچھے بوڑھے جوان سب تھے۔ خیال رہے کہ یہ حضرات ابھی مسائل نماز سے خبردار نہ تھے اس لیے انہوں نے ایسے بچے کو امام بنایا جسے ستر کی بھی پوری خبر نہ تھی جیسا کہ آگے آ رہا ہے اس سے بعض لوگ بچے کی امامت پر دلیل پکڑتے ہیں مگر یہ غلط ہے ورنہ انہیں چاہیے کہ وہ ننگے امام کے پیچھے نماز پڑھا کریں' ان حضرات کی یہ نمازیں لوٹانے کے قابل نہ تھیں کیونکہ ابھی قوانین اسلام شائع نہیں ہوئے تھے' ان کی بے علمی ان کے لیے عذر تھی۔ ۸؎ کیونکہ مجھے امامت بھی ملی اور ساتھ ہی قوم کی طرف سے ایک قسم کا انعام بھی۔ خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک بچے کی امامت کسی نماز میں جائز نہیں' نہ نفل میں' نہ فرض میں۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ بچہ جس پر حدود جاری نہیں' امامت نہ کرے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بلوغت سے پہلے بچے کی امامت جائز نہیں یہی قول حضرت عمر فاروق اور صدیق اکبر کا ہے' بالغ کے نفل شروع کر دینے سے واجب ہو جاتے ہیں مگر بچے کے نفل شروع کرنے کے بعد بھی نفل ہی رہتے ہیں۔ تعجب ہے ان بزرگوں پر جو ان صاحب زادے کی روایت پر تو عمل کرتے ہیں مگر فقہاء صحابہ کے قول پر عمل نہیں کرتے۔ (مرقاۃ) اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْمَدِيْنَةَ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَّوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَفِيْهِمْ عُمَرُ وَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الْاَسَدِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۰۵۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ جب پہلے مہاجر مدینہ میں آئے تو ان کی امامت ابوحذیفہ کے غلام سالم کرتے تھے حالانکہ ان میں حضرت عمر اور ابوسلمہ بن عبدالاسد ہوتے۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۰۵۹) ۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے بعض صحابہ مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے جن میں حضرت عمر اور سیّدتنا اُم سلمہ کے خاوند ابوسلمہ ابن اسد جیسے صحابہ بھی تھے لیکن چونکہ اس وقت ابو حذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ کے فارسی غلام زیادہ قاری اور عالم بھی تھے اس لیے وہ امام رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے مفضول امامت کر سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن چار شخصوں سے سیکھو: ابن مسعود' ابی ابن کعب' معاذ ابن جبل اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔ (جامع صغیر سیوطی)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تَرْفَعُ لَهُمْ صَلٰوتُهُمْ فَوْقَ رُؤُسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَ امْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا

(۱۰۶۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے بالشت بھر اونچی نہیں اُٹھتی' وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے جو اس سے ناراض ہوں اور وہ عورت جو رات

سَاخِطٌ وَّاَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

گزارے حالانکہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو اور دو بائیکاٹ کرنے والے مسلمان بھی۔ ۱؎ (ابن ماجہ)

(۱۰۶۰) ۱؎ یعنی جو دو مسلمان دنیاوی وجہ سے ایک دوسرے سے قطع تعلق کر چکے ہوں' ان دونوں کو امام نہ بناؤ تا کہ اس وجہ سے وہ آپس میں صلح صفائی کر لیں۔ خیال رہے کہ دینی وجہ سے بائیکاٹ عین عبادت ہے جیسے ہم مرزائیوں وغیرہ سے دُور رہیں ایسے ہی کسی کی اصلاح کے لیے اس کا بائیکاٹ کرنا جائز' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے حضرت کعب ابن مالک کا کچھ سکھانے کے لیے چالیس دن بائیکاٹ کیا لہذا یہ حدیث اپنے عموم پر ہے۔

بَابُ مَا عَلَى الْإِمَامِ

باب امام پر کیا چیزیں ہیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۱؎ یعنی امام پر مقتدیوں کے کیا کیا حقوق ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاصَلَّيْتُ وَرَآءَ إِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ صَلٰوةً مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۰۶۱) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ میں نے امام کے پیچھے کبھی نماز نہ پڑھی جس کی نماز حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہلکی اور زیادہ پوری ہو۔ ۱؎ آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو ہلکی کر دیتے اس خوف سے کہ اس کی ماں گھبرا جائے گی۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۰۶۱) ۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کی نماز دراز نہ ہوتی تھی اس کے باوجود کوئی مستحب تک نہیں چھوٹتا تھا۔ خیال رہے کہ ہلکی نماز سے یہ مراد نہیں کہ سنتیں چھوڑ دیں یا اچھی طرح ادا نہ کریں بلکہ مراد یہ ہے کہ نماز کے ارکان دراز نہ کرے بقدر کفایت ادا کرے جیسے رکوع سجدے کی تسبیحیں تین بار کہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کتنی ہی لمبی قرأت کرتے مگر مقتدیوں کو ہلکی ہی معلوم ہوتی تھی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ ۲؎ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عورتیں بھی نماز پڑھتی تھیں جو اپنے بچوں کو گھر سُلا کر آتی تھیں جب گھروں سے ان کے رونے کی آواز آتی تو سرکار ان کی ماؤں کے خیال سے نماز ہلکی کرتے۔

وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَآئِهٖ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۰۶۲) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور اسے دراز کرنا چاہتا ہوں کہ بچے کی رونے کی آواز سُن لیتا ہوں تو نماز میں اختصار کرتا ہوں کیونکہ اس کے رونے سے اس کی ماں کی سخت گھبراہٹ جان لیتا ہوں۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۰۶۲) ۱؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نمازی کا باہر کی آواز سن لینا اور اس کا لحاظ کرنا خشوع نماز کے خلاف نہیں' دوسرے یہ کہ نماز میں غیر معین مقتدی کی رعایت کرنا درست ہے جیسے بعض صورت میں مقتدیوں کی وجہ سے نماز ہلکی کی جاسکتی ہے ایسے ہی رکوع میں ملنے والوں یا وضو کرنے والوں کی وجہ سے نماز دراز کی جاسکتی ہے' کسی معین شخص کی نماز میں رعایت کرنا حرام بلکہ شرکِ خفی ہے' یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ صدیق اکبر بحالتِ نماز آپ کو دیکھ کر مقتدی بن جاتے تھے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ السَّقِیْمَ وَالضَّعِیْفَ وَالْكَبِیْرَ وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَآءَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۰۶۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی کرے کہ ان میں بیمار اور کمزور اور بڈھے ہیں اور جب اکیلے پڑھے تو جتنی چاہے دراز کرے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۰۶۳) ۱؎ لیکن اب عوام اماموں کا حال برعکس ہے کہ اکیلی نماز مختصر پڑھتے ہیں اور جماعت کی نماز طویل خدا ہدایت دے۔

وَعَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ یَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَاَیُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْیَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَالْكَبِیْرَ وَذَا الْحَاجَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۰۶۴) روایت ہے حضرت قیس ابن حازم سے' فرماتے ہیں کہ مجھے ابومسعود نے خبر دی کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! خدا کی قسم میں فلاں کی وجہ سے نماز فجر سے پیچھے رہتا ہوں کیونکہ وہ دراز بہت کرتے ہیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں غضب ناک نہ دیکھا پھر فرمایا کہ تم میں سے بعض نفرت والے ہیں جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر کرے کیونکہ ان میں کمزور بوڑھے اور کام کاج کرنے والے ہیں۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۰۶۴) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ امام کے قصور کی بناء پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو گناہ گار وہ نہیں ہے بلکہ امام تیز حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے نہ یہ غیبت ہے اور نہ امام کی سرتابی۔ نیز حاکم مقتدیوں کے سامنے امام پر سختی بھی کر سکتا ہے اور ملامت بھی اس میں اس کی اصلاح ہے نہ کہ ذلیل کرنا۔ درازی نماز اگرچہ عبادت ہے مگر جب کہ اس سے کوئی خرابی نہ پیدا ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَاِنْ اَخْطَاُوْا فَلَكُمْ وَعَلَیْهِمْ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ) وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِیْ۔

(۱۰۶۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہیں امام نماز پڑھایا کریں گے اگر درستی کریں تو تمہارے لیے مفید ہے اور اگر خطا کریں تو تمہارے لیے مفید ان کے لیے مضر ۱؎ (بخاری) یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

(۱۰۶۵) ۱؎ یعنی اگر ایسی غلطی کریں جس کی تمہیں خبر نہ ہو تو تم معذور وہ مجرم لیکن اگر تمہیں پتا چل جائے تو تم پر نماز کا اعادہ وغیرہ

واجب ہے۔ چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ امام بے دین یا بے وضو یا بے غسل تھا یا اس کے کپڑے میں نجاست لگی تھی تو سب پر نماز لوٹانا واجب ہے۔ چنانچہ امام محمد نے کتاب الآثار میں باسناد صحیح روایت کی عن ابراھیم ابن یزید مکی عن عمرو بن دینار بن علی ابن ابی طالب کہ آپ نے فرمایا جو جنابت میں نماز پڑھائے تو امام و مقتدی دونوں نماز لوٹائیں۔ نیز عبدالرزاق نے حضرت جعفر سے روایت کی ایک دفعہ حضرت علی نے جنابت میں نماز پڑھا دی تو آپ نے خود بھی نماز لوٹائی اور مقتدیوں کو بھی لوٹانے کا حکم دیا۔ نیز عبدالرزاق نے ابوامامہ سے روایت کی کہ ایک بار حضرت عمر نے جنابت میں نماز پڑھا دی تو آپ نے نماز لوٹائی۔ مقتدیوں نے نہ لوٹائی۔ علی مرتضٰی کو پتا چلا تو آپ نے فاروق اعظم سے فرمایا کہ سب کو نماز لوٹانی چاہیے تھی۔ حضرت ابن مسعود نے آپ کی تائید کی تب عمر فاروق نے رجوع کیا اور سب کی نماز لوٹائی۔ نیز سارے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر امام بغیر تکبیر تحریمہ نماز پڑھائے تو کسی کی نماز نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ جنبی بے وضو اور نجس کپڑے والے کی تحریمہ ہی صحیح نہیں لہٰذا ان کی نمازیں بغیر تحریمہ ہیں۔ بہرحال یہ حدیث نہ وہابیوں کی دلیل ہے نہ حنفیوں کے خلاف۔ (**نوٹ**) اس حدیث کی بناء پر وہابی کہتے ہیں کہ امام کی نماز کے بطلان سے مقتدی پر کوئی اثر نہیں پڑتا مگر یہ غلط ہے۔ (**مسئلہ**) اگر امام ایک عرصے کے بعد کہے کہ میں کافر تھا یا میں نے اب تک بے وضو نمازیں پڑھائیں تو مقتدیوں پر نمازیں لوٹانا فرض نہیں کیونکہ امام اس خبر کی وجہ سے فاسق ہو گیا اور فاسق کی بات کا اعتبار نہیں۔ (فتح القدیر و مرقاۃ)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ اٰخِرُ مَا عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَمْتَ قَوْمًا فَاَخِفَّ بِهِمُ الصَّلٰوةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِیْ رِوَايَةٍ لَّهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اُمَّ قَوْمَكَ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَجِدُ فِیْ نَفْسِیْ شَيْئًا قَالَ اُدْنُهْ فَاَجْلَسَنِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهٗ فِیْ صَدْرِیْ بَيْنَ ثَدْيَیَّ ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَهَا فِیْ ظَهْرِیْ بَيْنَ كَتِفَیَّ ثُمَّ قَالَ اُمَّ قَوْمَكَ فَمَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الْكَبِيْرَ وَاِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَاِنَّ فِيْهِمْ ذَا الْحَاجَةِ فَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ وَحْدَهٗ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَآءَ۔

(۱۰۶۶) روایت ہے حضرت عثمان ابن ابی العاص سے [۱] فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جو آخری عہد کیا تھا' وہ یہ تھا کہ جب تم کسی قوم کی امامت کرو تو انہیں ہلکی نماز پڑھاؤ۔ [۲] (مسلم) اس کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اپنے دل میں کچھ پاتا ہوں۔ [۳] فرمایا قریب آؤ مجھے اپنے سامنے بٹھایا' اپنا ہاتھ میرے سینے پر دو پستانوں کے درمیان رکھا پھر فرمایا پھر تو اپنا ہاتھ میری پیٹھ میں دو کندھوں کے درمیان رکھا پھر فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو۔ [۴] جو کسی قوم کا امام ہو تو نماز ہلکی پڑھائے کہ اس میں بڈھے بیمار' مریض اور کمزور اور کام کاج والے ہیں اور جب کوئی نماز اکیلے پڑھے تو جیسے چاہے پڑھے۔

(۱۰۶۶) [۱] آپ ثقفی ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور عہد صدیقی و فاروقی میں طائف کے عامل رہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بنی ثقیف نے مرتد ہونا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایمان میں آخر تھے' کفر میں آگے کیوں ہوئے جاتے

ہو اور سب کو ارتداد سے روک لیا۔ ۱؎ غالباً آپ کو طائف بھیجتے وقت آخری یہ وصیت فرمائی گئی۔ ۳؎ امام بننے کی حالت میں کبر و غرور (نووی) یا وسوسے اور بُرے خیالات یا کمزوری جس کی وجہ سے امامت کی ہمت نہیں پڑتی ہوسکتا ہے کہ تینوں ہی مراد ہوں۔ ۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے آپ کے دل کی ساری بیماریاں جاتی رہیں، جرأت و ہمت پیدا ہوئی تب یہ حکم دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دافع البلاء مشکل کشا ہے کیوں نہ ہو جب یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کی بیماریاں دُور کرسکتی ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بلکہ آپ کا لعاب دہن آپ کے تبرکات قلب و قالب کی تمام بیماریاں ایک آن میں دفع کرسکتے ہیں، ان کے سہارے سے کمزور طاقت ور ہو جاتے ہیں اور کم ہمت دلیر صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِالتَّخْفِيفِ وَيَؤُمُّنَا بِالصَّافَّاتِ. (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۱۰۶۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہلکی نماز کا حکم دیتے تھے اور خود صافات سے ہماری امامت کرتے تھے۔ ۱؎ (نسائی)

(۱۰۶۷) ۱؎ یعنی بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں ایسی دل کشی اور جاذبیت تھی کہ صحابہ پر لمبی نماز بھی ہلکی ہوتی تھی اور ان حضرات پر ایسا فیضان ہوتا تھا کہ بیمار اپنی بیماری بھول جاتے تھے، کام کاج والے اپنی حاجات فراموش کر دیتے تھے اور کمزور طاقت ور بن جاتے تھے لہٰذا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اور احکام ہیں، ہمارے اور۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اس وقت صحابہ کے ذوق کی یہ کیفیت ہوتی تھی، وہ چاہتے تھے کہ ایک رکعت میں تمام عمر گزر جائے۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے وہ منہ دیکھا، مبارک ہیں وہ کان جنہوں نے خدا بھاتی آواز سنی۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں عام حالات کا ذکر ہے ورنہ بعض خصوصی حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں مختصر بھی پڑھائی ہیں لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ بچہ کے رونے کی آواز سُن کر نماز ہلکی فرما دیتے تھے۔

بَابُ مَا عَلَى الْمَأْمُوْمِ مِنَ الْمُتَابَعَةِ وَ حُكْمِ الْمَسْبُوْقِ

مقتدی پر پیروی واجب ہونے کا حکم اور حکم مسبوق ہونے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۱؎ نماز کے ہر مقتدی کو ماموم کہتے ہیں، مقتدی کی تین قسمیں ہیں: مدرک جو اوّل سے آخر تک امام کے ساتھ رہے، مسبوق جو آخر نماز میں امام کے ساتھ ہو، اوّل نہ پائے لاحق اس کا برعکس یعنی اوّل نماز پائے آخر نہ پائے۔ خیال رہے کہ مقتدی پر افعال نماز میں امام کی پیروی واجب ہے نہ کہ اقوال۔

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَضَعَ النَّبِيُّ

(۱۰۶۸) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تو ہم میں سے کوئی اس وقت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهٗ عَلَى الْاَرْضِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تک پیٹھ نہ جھکا تا جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی مبارک زمین پر رکھتے۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۰۶۸) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں' غزوۂ خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس سے پہلے غزوات میں لڑکپن کی وجہ سے اسلامی فوج میں نہ لیے گئے۔ جنگ جمل' صفین اور نہروان میں امیر المومنین علی مرتضٰی کے ساتھ رہے۔ ۲؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ شروع کر دینے پر ہم قومے سے جھکنا شروع کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام سے اتنا پیچھے رہنا سنت ہے اور امام کے ساتھ رُکن نماز میں ملنا واجب حتیٰ کہ اگر امام رکوع سے سر اُٹھائے اور مقتدی ابھی تک رکوع کی تین تسبیح نہیں پڑھ سکا تو تسبیحیں چھوڑ کر امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اگر مقتدی رکوع میں امام سے پہلے اُٹھ کھڑا ہوا تو پھر لوٹ جائے' یہ اس کا ایک ہی رکوع ہوگا نہ کہ دو۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ اِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِيْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ اَمَامِيْ وَمِنْ خَلْفِيْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۰۶۹) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جب نماز پوری ہوئی تو ہم پر اپنے چہرے سے متوجہ ہوئے۔ فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں لہٰذا رکوع' سجدے' قیام اور فراغت میں مجھ سے آگے نہ بڑھو۔ ۱؎ کیونکہ میں تم کو اپنے آگے سے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے سے بھی۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۰۶۹) ۱؎ آگے بڑھنے کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ امام سے پہلے رکوع میں پہنچے اور امام کے رکوع میں آنے سے پہلے اُٹھ جائے اس صورت میں اس کا رکوع نہیں ہوا کیونکہ امام کے ساتھ شرکت نہ ہو سکی۔ دوسرے یہ کہ امام سے پہلے رکوع میں گیا مگر بعد میں امام بھی اس سے مل گیا' یہ مکروہ ہے لیکن رکوع صحیح ہوگا کیونکہ امام کے ساتھ شرکت ہوگئی۔ ۲؎ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بشریت بھی ہے اور ملکیت بھی (فرشتہ ہونا) آپ پر کبھی بشریت کے حالات ظاہر ہوتے تھے' کبھی ملکیت کے ہر طرف سے دیکھنا فرشتہ کی صفت ہے جو بعض اوقات خصوصاً نماز میں آپ سے ظاہر ہوتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں احسان یہ ہے کہ نماز میں بندہ سمجھے کہ میں ربّ کو دیکھ رہا ہوں اگر یہ نہ سمجھ سکے تو کم از کم یہ سمجھے کہ ربّ مجھے دیکھ رہا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی یہ سمجھ کر نماز پڑھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے ہیں' نتیجہ یہ نکلا کہ کمال احسان یہ ہے کہ نمازی یہ سمجھ کر نماز پڑھے کہ ربّ بھی مجھے دیکھ رہا ہے اور جنابِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ وَ اِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا

(۱۰۷۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام سے جلدی نہ کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ کہے ولا الضالین تو تم کہو آمین۔ ۱؎ اور جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب کہے سمع اللہ

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اِلَّا اَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يَذْكُرْ وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

لمن حمد تو تم کہوالـلهم ربنا لك الحمد ۲ (مسلم بخاری) مگر بخاری نے ذکر نہ کیا کہ جب وہ ولا الضالین کہے۔

(۱۰۷۰) ۱ یعنی نماز کے اقوال و افعال سب میں امام سے پیچھے رہو آگے نہ بڑھو۔ خیال رہے کہ دیگر تکبیروں میں مقتدی کا امام سے آگے بڑھنا مکروہ ہے مگر تکبیر تحریمہ میں آگے بڑھنا نماز کو فاسد کردے گا۔ وہاں ضروری ہے کہ امام کے بعد تکبیر کہے، ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس تقسیم سے معلوم ہو رہا ہے کہ مقتدی سورۂ فاتحہ نہ پڑھے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ جب تم ولا الضالین کہو تو تم آمین کہو۔ ۲ ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں کلمے امام اور مقتدی پر تقسیم کیے گئے ہیں، یہی ہمارا مذہب ہے یہاں اللهم بھی آ گیا اور روایات میں نہیں ہر طرح جائز ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰى قَآئِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا فَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهٗ اِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِيْ مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَّالنَّاسُ خَلْفَهٗ قِيَامٌ لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَاِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَاتَّفَقَ مُسْلِمٌ اِلٰى اَجْمَعُوْنَ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا۔

(۱۰۷۱) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر گئے تو آپ کی داہنی کروٹ چھل گئی۔ ۱ پھر آپ نے کوئی نماز بیٹھ کر پڑھی تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر ہی پڑھی جب فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب اُٹھائے تو تم اُٹھاؤ جب کہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ تو تم کہو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ جب وہ بیٹھ کر پڑھے تو تم سب بیٹھ کر پڑھو۔ ۲ حمیدی فرماتے ہیں کہ یہ حکم کہ وہ بیٹھ کر پڑھے، تم بیٹھ کر پڑھو۔ آپ کے پرانے مرض میں تھا پھر اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بیٹھ کر پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے اور انہیں بیٹھنے کا حکم نہ دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل لیا جاتا ہے اور آخری یہ ہے ۳ یہ بخاری کے لفظ ہیں، مسلم سے اجمعون تک متفق ہیں اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ امام کی مخالفت نہ کرو جب سجدہ کرے، سجدہ کرو تم۔

(۱۰۷۱) ۱ شیخ نے فرمایا کہ یہاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گھوڑے سے گر جانا اور کروٹ چھل جانا بحکم بشریت ہے۔ شیخ کا مطلب یہ کہ معراج میں برق رفتار براق پر سوار ہونا اور آسمانوں کی سیر کرنا بہ تقاضائے ملکیت تھا۔ ۲ امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر امام قبیلہ کا امام ہو اور اس کی بیماری بھی عارضی ہو، مرض وفات نہ ہو اور نماز بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی کو بھی بیٹھنا پڑے گا بلکہ ایسا امام اگر

کھڑے ہوکر نماز شروع کرے اور اسے درمیان میں بیٹھنا پڑ جائے تو مقتدی بھی بیٹھ جائیں گے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے باقی تمام ائمہ اس کے خلاف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ (لمعات) ۳؎ یہاں یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ وہ حضور کا قول تھا' یہ فعل ہے اور قول فعل سے منسوخ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ کھڑا ہونا صحابہ کا فعل تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع نہ فرمانا اس کی تائید ہے کیونکہ فعل قول کا ناسخ وہاں نہیں ہوتا جہاں فعل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا احتمال ہو' یہاں یہ بات نہیں دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام کی اُجرت کو خبیث فرمایا اور خود ابوطیبہ سے فصد کھلوا کر انہیں اُجرت دی' آپ کا یہ فعل اس قول کا ناسخ ہے کیونکہ یہاں دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے' لینا حضرت ابوطلحہ کا لہٰذا یہ آپ کے خصائص میں سے نہ رہا۔ خیال رہے کہ یہ حمیدی امام بخاری کے شیخ ہیں' یہ وہ حمیدی نہیں جو جامع صحیحین ہیں' دھوکا نہ کھانا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَصَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ ثُمَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ اَبُوْبَكْرٍ حِسَّهٗ ذَهَبَ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمٰى اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّايَتَاَخَّرَ فَجَآءَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَاعِدًا يَقْتَدِيْ اَبُوْبَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يَقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا يُسْمِعُ اَبُوْبَكْرٍ النَّاسَ التَّكْبِيْرَ۔

(۱۰۷۲) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے' فرماتی ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہوئے تو حضرت بلال آپ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے آئے ۱؎ فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ اس زمانے میں ابوبکر نماز پڑھاتے ۲؎ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ ہلکا پن پایا تو کھڑے ہوئے کہ دو شخصوں کے درمیان لے جائے جاتے تھے اور آپ کے قدم زمین پر گھسٹتے تھے۔ ۳؎ حتیٰ کہ آپ مسجد میں تشریف لائے جب صدیق اکبر نے آپ کی آہٹ محسوس کی تو آپ پیچھے ہٹنے لگے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا نہ ہٹو ۴؎ پس آپ تشریف لائے اور حضرت صدیق کی بائیں بیٹھ گئے ۵؎ کہ صدیق کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر اور صدیق اکبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتداء کررہے تھے اور لوگ صدیق اکبر کی نماز کی۔ ۶؎ (مسلم بخاری) اور ان دونوں کی دوسری روایت میں ہے کہ صدیق اکبر لوگوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔

(۱۰۷۲) ۱؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد کسی خاص شخص کو دروازے پر جاکر نماز کی اطلاع دینا ممنوع ہے۔ سوائے سلطان اسلام اور اس عالم دین کے جو ہر وقت دینی مشاغل میں رہتا ہے اس مسئلے کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۲؎ آپ نے ۱۷ نمازیں پڑھائی ہیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ بعد انبیاء افضل الخلق ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ امام افضل ہی کو بنایا جاتا ہے' دوسرے یہ کہ بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے آپ ہی مستحق ہیں کیونکہ یہ امامت صغریٰ امامت کبریٰ کی دلیل ہے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر آپ کو اپنا خلیفہ بنا دیا' خلافت صرف قول سے ہی نہیں ہوا کرتی اسی لیے تمام صحابہ خصوصاً حضرت علی مرتضٰی نے فرمایا کہ صدیق کو رسول اللہ نے ہمارے دین کا امام بنا دیا تو ہم نے انہیں اسی دنیا کا امام بنالیا' تیسرے یہ کہ امامت کا مستحق پہلے عالم ہے پھر قاری' چوتھے یہ کہ ابوبکر صدیق تمام صحابہ میں بڑے عالم ہیں۔ (ازمرقاۃ و مدارج النبوۃ) ۳؎ وہ دو شخص حضرت عباس و علی مرتضٰی ہیں یا حضرت عباس و اسامہ یا حضرت عباس و فضل ابن عباس (مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ ایک جانب حضرت عباس اوّل سے آخر تک رہے ہوں اور دوسری جانب باری باری سے یہ حضرات۔ شیخ نے فرمایا کہ انبیاء کرام پر یہ بیماریاں اور کمزوریاں بشریت کے عوارض ہیں سے ہیں۔ ۴؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ ان نمازوں میں تمام صحابہ خصوصاً صدیقِ اکبر کا منہ کعبہ کی طرف تھا اور دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف' زبان قرآن میں مصروف تھی اور کان جنابِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس سے ان کی نماز زیادہ کامل ہوئی ورنہ نماز کے خشوع میں کسی کی آہٹ کیسے سنی جاسکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ صدیقِ اکبر عین نماز میں خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے تھے کہ ادباً پیچھے ہٹ کر مقتدی بننے لگے یہ ادب شرک نہ تھا بلکہ کمال توحید' تیسرے یہ کہ صدیقِ اکبر نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بلکہ اشاروں کی اطاعت کرتے تھے کہ اشارہ پا کر کھڑے رہے کیوں نہ ہو کہ نماز بھی انہیں کی اطاعت ہے۔ ۵؎ امام بن کر نہ کہ مقتدی ہوکر ورنہ داہنی جانب بیٹھتے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے تمام کی امامتیں منسوخ ہو جاتی ہیں کیوں نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر تو انبیاء کی امامتِ کبریٰ یعنی نبوت منسوخ ہوگئی۔ ۶؎ اس طرح کہ ابوبکر صدیق لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیریں پہنچاتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نماز کے دو امام تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بوجہ ضعف دُور تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ فقہاء فرماتے ہیں اگر امام بہت کمزور ہو یا پیچھے مجمع زیادہ ہو تو مؤذن یا دیگر مقتدی امام کی تکبیریں لوگوں تک پہنچائیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا یَخْشَی الَّذِیْ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۰۷۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنا سر امام سے پہلے اُٹھا لیتا ہے وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کا سا کر دے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۰۷۳) ۱؎ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے' کسی کی تاویل کی ضرورت نہیں یعنی امام سے آگے بڑھنا اتنا جرم ہے کہ اس پر صورت مسخ ہوسکتی ہے اگر کبھی نہ ہو تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ ہے یہاں مرقاۃ نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ ایک محدث دمشق کے کسی مشہور شیخ کے پاس حدیث سیکھنے گئے' وہ شیخ پردے میں رہ کر انہیں حدیث پڑھایا کرتے تھے' ایک دن ان کے اصرار پر پردہ اُٹھایا تو ان کی صورت گدھے کی سی تھی اور فرمایا کہ میں اس حدیث کو خلافِ عقل سمجھ کر آزمائش کے لیے امام سے آگے بڑھا تھا تو اس مصیبت میں گرفتار ہوگیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عَلِیٍّ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمُ الصَّلٰوۃَ وَالْاِمَامُ عَلٰی حَالٍ فَلْیَصْنَعْ کَمَا یَصْنَعُ الْاِمَامُ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) وقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

(۱۰۷۴) روایت ہے حضرت علی اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی نماز کو آئے اور امام کسی حالت میں ہو تو جیسا امام کر رہا ہے وہی خود کرے۔ ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۰۷۴) ۱؎ یعنی اپنی باقی ماندہ نماز پہلے نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ شریک ہو جائے' سلام پھیرنے کے بعد باقی ماندہ نماز پوری کرے' یہ حکم مسبوق کا ہے' لاحق کا حکم اس کے برعکس ہے۔ وہ پہلے چھوٹی ہوئی نماز بغیر قرأت پڑھے گا پھر امام کے ساتھ ملے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْہُ شَیْئًا وَّمَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۷۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم نماز کو آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرلو اور اسے کچھ شمار نہ کرو ۱؎ اور جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۱۰۷۵) ۱؎ یعنی سجدہ ملنے سے رکعت نہ ملے گی ہاں ثواب مل جائے گا۔ شیئا سے یہی مراد ہے۔ ۲؎ اس حدیث کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ رکعت سے مراد رکوع ہے اور صلوٰۃ سے مراد رکعت یعنی رکوع مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ورنہ فرض رہ جانے پر رکعت نہ ملتی' دوسرے یہ کہ رکعت سے مراد رکعت ہے اور صلوٰۃ سے مراد نماز یعنی جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی' اسے جماعت مل گئی اس لیے امام محمد نے فرمایا کہ جمعہ اسے ملے گا جسے امام کے ساتھ ایک رکعت مل جائے کیونکہ اس سے کم ملنے پر جماعت نہیں ملتی اور جماعت جمعہ میں شرط ہے مگر شیخین فرماتے ہیں کہ جو سلام سے پہلے جماعت میں داخل ہو گیا اس کو جمعہ مل گیا حتیٰ کہ اگر امام کے سجدہ سہو میں مل گیا تب بھی جمعہ مل جائے گا۔ تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔

واقعہ عجیبہ

اس جگہ ملا علی قاری نے حدیث کے ضعف اور قوت پر بحث کرتے ہوئے مرقاۃ میں فرمایا کہ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث پہنچی تھی کہ جو ستر ہزار بار کلمہ شریف پڑھ لے یا پڑھ کر کسی کو بخش دیا جائے تو اس کی مغفرت ہوتی ہے' میں نے اتنا کلمہ پڑھ لیا تھا' ایک دن میرے ہاں دعوت میں ایک صاحب کشف جوان حاضر تھا' اچانک رونے لگا' سبب پوچھا بولا کہ میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں' میں نے اپنے دل میں پڑھا ہوا وہ کلمہ اس کی ماں کو بخش دیا' وہ جوان اچانک ہنس پڑا کہ اب میں اسے جنت میں دیکھتا ہوں۔ میں نے اس حدیث کی صحت اس ولی کے کشف سے معلوم کی اور اس کے کشف کی صحت حدیث سے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اولیاء کے سامنے جنت و دوزخ وہاں رہنے والے سب ہیں اور مروجہ تیجا جس میں چنوں پر سوا لاکھ کلمہ طیبہ پڑھوا کر بخشا جاتا ہے' درست ہے۔ یہ واقعہ مولوی محمد قاسم نے بھی تحذیر الناس میں جنید بغدادی کی طرف منسوب کیا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِىْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَآءَتَانِ بَرَآءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَآءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۰۷۶) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لیے چالیس دن با جماعت نماز پڑھے کہ پہلی تکبیر پاتا رہے تو اس کے لیے دو پروانے لکھے جائیں گے ایک پروانہ آگ سے آزادی کا دوسرا نفاق سے آزادی کا۔ ۱؎ (ترمذی)

(۱۰۷۶) ۱؎ یعنی اس عمل کی برکت سے یہ شخص دنیا میں منافقین کے اعمال سے محفوظ رہے گا، اسے اخلاص نصیب ہوگا، قبر و آخرت میں عذاب سے نجات پائے گا۔ خیال رہے کہ انسانی تبدیلیاں چالیس پر ہوتی ہیں، بچہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ، چالیس دن خون پھر چالیس روز اور پارہ گوشت رہتا ہے بعد ولادت ماں کو چالیس دن ہی نفاس آ سکتا ہے، چالیس سال میں عقل کامل ہوتی ہے اس لیے یہاں بھی چالیس کا عدد مذکور ہوا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کے دل کی طرف زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹیں گے۔ یہ حدیث صوفیاء کے چلوں کی اصل ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا سلف صالحین کی اگر کوئی جماعت چھوٹ جاتی تو سات سات روز تک لوگ تعزیت کے لیے آتے، تکبیر تحریمہ پانے کے معنی یہ ہیں کہ امام کی قرأت شروع ہونے سے پہلے مقتدی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھ لے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۱۰۷۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وضو کرے تو اچھا کرے پھر چلے لوگوں کو پائے کہ نماز پڑھ چکے، اللہ اسے اس کی طرح ثواب دے گا جس نے نماز با جماعت پڑھی، یہ ان کے ثواب سے کچھ کم نہ کرے گا۔ ۱؎ (ابوداؤد، نسائی)

(۱۰۷۷) ۱؎ کیونکہ اس نے جماعت کی نیت وکوشش تو کی اتفاقاً نہ پا سکا بلکہ جماعت چھوٹ جانے پر مومن کو جو حسرت اور افسوس ہوتا ہے اس کا ثواب بہت ہے، یہ سب کچھ اس کے لیے ہے جس نے کوتاہی نہ کی ہو، وقت کے اندازے میں غلطی ہوگئی ہو۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ ۣ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَّقَدْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلٰى هٰذَا فَيُصَلِّىْ مَعَهٗ فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلّٰى مَعَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۷۸) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے، فرماتے ہیں ایک صاحب آئے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے تو حضور نے فرمایا کہ کیا کوئی ایسا شخص نہیں جو ان پر احسان کرے کہ ان کے ساتھ نماز پڑھے، ایک صاحب کھڑے ہوئے ان کے ساتھ نماز پڑھ لی۔ ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد)

(۱۰۷۸) ۱؎ یہ کھڑے ہونے والے صاحب ابوبکر صدیق تھے جیسا کہ بیہقی شریف میں ہے اور یہ وقت فجر، عصر و مغرب کے علاوہ ہوگا۔ وہ صاحب امام بنے، ابوبکر صدیق مقتدی ان کے فرض ادا ہوئے، صدیق اکبر کے نفل اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ

جماعت ثانیہ جائز ہے' بازار کی مسجد میں تو ہر طرح' محلے کی مسجد میں جہاں امام و مقتدی مقرر ہوں وہاں پہلے امام کی جگہ سے ہٹ کر دوسرے یہ کہ دو شخصوں کی جماعت سے بھی ثواب جماعت مل جاتا ہے' تیسرے یہ کہ اگر فرض والے کے ساتھ ایک نفل والا بھی شریک ہو جائے تب بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ فَقُلْتُ اَلَاتُحَدِّثِيْنِيْ عَنْ مَّرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ فَقُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ فَقَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَالْاٰخِرَةِ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ بِاَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَّكَانَ رَجُلًا رَّقِيْقًا يَاعُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ

تیسری فصل

(۱۰۷۹) روایت ہے حضرت عبید اللہ ابن عبداللہ سے' فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ مجھے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی بابت کچھ نہ بتائیں گی فرمایا ہاں ضرور ۱؎ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم بہت بیمار ہوگئے تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی' ہم نے کہا یارسول اللہ! نہیں وہ آپ کے منتظر ہیں فرمایا ہمارے لیے لگن میں پانی رکھو' فرماتی ہیں ہم نے کر دیا ۲؎ آپ نے غسل کیا پھر اُٹھنے لگے تو بے ہوش ہوگئے ۳؎ پھر افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا یارسول اللہ! نہیں' وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' فرمایا ہمارے لیے لگن میں پانی رکھو۔ فرماتی ہیں پھر حضور بیٹھے پھر غسل کیا پھر اُٹھنے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی ۴؎ پھر کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! نہیں' وہ لوگ آپ کے منتظر ہیں فرمایا ہمارے لیے لگن میں پانی رکھو پھر بیٹھے پھر غسل کیا پھر اُٹھنے لگے تو بے ہوش ہوگئے۔ ۵؎ پھر افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ! وہ آپ کے منتظر ہیں اور لوگ مسجد میں ٹھہرے ہوئے آخری عشاء کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے تھے ۶؎ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو پیغام بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' آپ کے پاس قاصد آیا۔ ۷؎ عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ۸؎ ابوبکر صدیق نرم دل تھے' فرمایا اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ ۹؎

خِفَّةً وَّخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ وَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ فَاَوْمٰى اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنْ لَّايَتَاَخَّرَ فَقَالَ اَجْلِسَانِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِىْ بَكْرٍ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ وَّقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِىْ عَآئِشَةُ عَنْ مَّرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِىْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَاقَالَ هُوَعَلِيٌّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

عمر فاروق نے عرض کیا کہ اس کے حق دار آپ ہی ہیں۔ ۱۰؎ چنانچہ اس زمانے میں ابوبکر صدیق نماز پڑھاتے رہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس میں ہلکا پن پایا دو شخصوں کے درمیان نماز ظہر کے لیے نکلے جن میں سے ایک عباس تھے۔ ۱۱؎ اور ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب ابوبکر صدیق نے آپ کو دیکھا تو پیچھے جانے لگے۔ ۱۲؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ پیچھے نہ جاؤ' فرمایا کہ ابوبکر کے برابر بٹھا دو' ان دونوں نے آپ کو ابوبکر کے برابر بٹھا دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ ۱۳؎ عبیداللہ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا کہ میں آپ پر وہ حدیث پیش نہ کروں جو مجھے حضرت عائشہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے متعلق سنائی' فرمایا لاؤ میں نے ان پر ان کی پوری حدیث پیش کردی' آپ نے اس کا کچھ بھی انکار نہ کیا بجز اس کے فرمایا کیا حضرت عائشہ نے تمہیں ان صاحب کا نام بھی بتایا جو حضرت عباس کے ساتھ تھے؟ میں نے کہا نہیں! فرمایا وہ علی تھے۔ ۱۴؎ (مسلم بخاری)

(۱۰۷۹) ۱؎ مرض سے مراد مرض وفات شریف ہے چونکہ اس زمانے میں اُم المومنین ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمار دار رہی ہیں اس لیے صحابہ کرام آپ ہی سے اس مرض کے حالات پوچھا کرتے تھے۔ خیال رہے کہ یہ سائل حضرت عبیداللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود ہذلی ہیں یعنی عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے کے بیٹے اور عمر بن عبدالعزیز کے استاذ' فقہائے مدینہ میں سے تھے' تابعی تھے' نابینا تھے ۹۲ھ میں وفات پائی۔ حق یہ ہے کہ ان کے والد بھی تابعی ہیں' ان کی وفات ۷۴ھ میں ہوئی۔ ۲؎ مخضب اور مرکن قریباً ہم معنی ہیں یعنی کپڑے دھونے کا برتن۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جماعت سے کتنی محبت تھی کہ ایسی سخت تکلیف میں بھی جماعت ہی کی فکر ہے۔ صحابہ کرام کا یہ عشق تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نماز نہ پڑھتے تھے اگرچہ قضا ہی ہو جائے۔ ۳؎ شاید یہ غسل سے مراد وضو یا وضو کے لیے ہاتھ دھونا ہے ورنہ ہر بار غسل کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ نیز جب ضعف کا یہ حال ہے کہ جنبش پر غشی طاری ہو جاتی' ہے تو غسل کیسے ہو سکتا ہے۔ ۴؎ بے ہوشی ایک قسم کی بیماری ہے لہذا انبیائے کرام پر طاری ہو سکتی ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (۷:۱۴۳) اور موسیٰ گرا بے ہوش ہو کر۔ جنون خرابی عقل ہے اور عیب اس سے انبیاء کرام محفوظ ہیں۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء پر غشی بھی گھڑی دو گھڑی کی آ سکتی ہے نہ کہ مہینہ دو مہینہ کی کہ وہ غشی جنون کی مثل ہے۔ ۵؎ بعض کا خیال ہے کہ یہ بار بار غسل علاج کے لیے تھا کہ بخار کا علاج غسل تھا مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ عرب میں بعض بخاروں کا علاج سورج نکلنے کے

وقت کا غسل ہے۔ نیز اگر علاجاً ہوتا تو یہ بعد نماز بھی ہوسکتا تھا۔ ۶؎ نہ دروازہ عالیہ پر آواز دیتے تھے کہ بے ادبی ہے اور نہ اکیلے نماز پڑھتے تھے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء سے محرومی ہے۔ ۷؎ یعنی حضرت بلال مؤذن رسول اللہ بعض تاریخی روایات میں ہے کہ آپ روتے ہوئے آئے اور کہا کہ لوگو! مدینہ اُجڑ چلا' مسجد نبوی ویران ہو چلی' آج بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جماعت ہوگی پھر یہ پیغام عرض کیا۔ ۸؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوب کے لیے ہے کیونکہ بعض روایات میں بھی ہے کہ فرمایا جہاں ابوبکر ہوں وہاں کسی کو امامت کا حق نہیں۔ ۹؎ اس فرمان میں حکم سرکاری سے سرتابی نہیں بلکہ اظہارِ معذوری ہے کیونکہ آپ کو اندیشہ تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلی خالی دیکھ کر صبر نہ کرسکوں گا' لوگوں کو قرأت نہ سنا سکوں گا' چیخیں نکل جائیں گی۔ ۱۰؎ یعنی میری کیا مجال کہ آپ کی موجودگی میں امام بنوں آپ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب میں آ چکے' آپ کی اس امامت سے لوگوں کی تقدیریں وابستہ ہو چکیں اس سے بہت سے سربستہ راز کھلیں گے' آگے بڑھیئے' اللہ آپ کو صبر دے گا۔ ۱۱؎ یعنی داہنی طرف اور بائیں طرف باری باری سے حضرت علی مرتضیٰ فضل ابن عباس اور اسامہ ابن زید جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے۔ خیال رہے کہ یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہوئے' وہ سمجھتے تھے کہ یہ آخری خدمت ہے جتنا موقع مل جائے' غنیمت ہے۔ شعر

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

۱۲؎ معلوم ہوا کہ ان نمازوں میں صدیقِ اکبر بجائے سجدہ گاہ کے جنابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کو کنکھیوں سے دیکھتے تھے یعنی تن بکار اور دل بیار پر عمل تھا ایسی کامل نماز کسے نصیب ہوسکتی ہے۔ ۱۳؎ خیال رہے کہ یہ حضرات حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرے شریف سے محراب النبی تک لائے یعنی آدھی صف کے سامنے سے گزرے' ان کے لیے یہ گزرنا جائز تھا کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا۔ شرعی حکم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔ خیال رہے کہ صدیقِ اکبر نے اس زمانہ میں ۱۷ نمازیں پڑھائی ہیں کیونکہ دو دن پہلے عشاء کے وقت آپ کو امام بنایا گیا اور آج ظہر کو یہ واقعہ ہوا۔ ۱۴؎ بعض کم عقلوں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضرت علی سے ناراض تھیں کیونکہ علی مرتضیٰ نے تہمت کے موقع پر آپ کی حمایت پر زور نہ دیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ حضور آپ کو بیویاں اور بھی مل جائیں گی مگر یہ غلط ہے کیونکہ دوسروں سے عائشہ صدیقہ نے آپ کا نام لیا ہے جیسا کہ بہت سی روایات میں ہے۔ (مرقاۃ) نیز تعجب ہے کہ اُم المومنین یہاں تو علی مرتضیٰ کا نام تک نہ لیں' ادھر آپ کے اکثر فضائل کی روایتیں حضرت عائشہ صدیقہ سے ہی مروی ہیں' نام نہ لیں' فضائل بیان کریں' یہ کیسے ہوسکتا ہے بلکہ اس کی وجہ وہی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ اس جانب کچھ دور حضرت علی مرتضیٰ رہے' کچھ دور فضل ابن عباس اور کچھ دور حضرت اسامہ ابن زید۔ خیال رہے کہ یہ واقعہ ہفتہ یا اتوار کی ظہر کا ہے۔ سوموار یعنی خاص وفات کے دن فجر کے وقت اوّلاً آپ نے پردہ اُٹھا کر جماعت کو دیکھا اور دعائیں دیں دوسری رکعت میں تشریف لاکر نماز میں شریک ہوگئے' پہلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام ہوئے ہیں اور صدیق مقتدی مگر سوموار کی فجر میں صدیق اکبر ہی امام رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پیچھے ایک رکعت پڑھی ہے اور اسی دن وفات شریف ہوگئی۔ یہ مرقاۃ کی تحقیق ہے اور اس سے تمام روایتیں جمع ہو جاتی

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ وَمَنْ فَاتَتْهُ قِرَاءَةُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ فَقَدْ فَاتَهٗ خَيْرٌ كَثِيْرٌ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۱۰۸۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے تھے جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی اور جس سے الحمد کی قرأت چھوٹ گئی اس کی بہت خیر جاتی رہی۔ ؎ (مالک)

(۱۰۸۰) اس کی شرح پہلے ہو چکی' وہاں بتایا جا چکا ہے کہ رکوع پانے سے رکعت مل جاتی ہے اور مقتدی پر فاتحہ پڑھنا فرض نہیں۔ خیال رہے کہ رکوع پانے کے یہ معنی ہیں کہ یہ مقتدی تکبیر تحریمہ کہے پھر بقدر ایک تسبیح قیام کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ الَّذِيْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ وَيَخْفِضُهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ فَاِنَّمَا نَاصِيَتُهٗ بِيَدِ الشَّيْطٰنِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۱۰۸۱) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں کہ جو اپنا سر امام سے پہلے اُٹھاتا جھکاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے ؎ (مالک)

(۱۰۸۱) ؎ یعنی شیطان اس سے یہ حرکتیں کرا رہا ہے' یہ دونوں حدیثیں اگرچہ موقوف ہیں مگر مرفوع کے حکم میں ہیں۔

بَابُ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً مَرَّتَيْنِ — دوبارہ نماز پڑھنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

حقیقۃً دوبار پڑھے اس کی بہت صورتیں ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر ممانعت کے اوقات میں ہو چکا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُّصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَاْتِيْ قَوْمَهٗ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۰۸۲) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آتے' انہیں نماز پڑھاتے۔ ؎ (مسلم بخاری)

(۱۰۸۲) ؎ اس کی شرح معہ تحقیق گزر چکی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل کی نیت کرتے اور قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے اور یہ نفل پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی برکت حاصل کرنے کے لیے تھا۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى قَوْمِهٖ فَيُصَلِّيْ بِهِمُ الْعِشَاءَ وَهِيَ لَهٗ نَافِلَةٌ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالْبُخَارِيُّ)

(۱۰۸۳) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے عشاء کی' پھر اپنی قوم میں آتے' انہیں عشاء پڑھاتے' ان کی زائد نماز ہوتی۔ ؎

(۱۰۸۳) ؎ ظاہر یہ ہے کہ ھِیَ کا مرجع آپ کی پہلی نماز ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی یعنی پہلی نماز نفل ہوتی تھی اور دوسری فرض اور اگر اس کا مرجع دوسری نماز ہو تو نَافِلَةٌ کے لغوی معنی مراد ہوں گے یعنی زائد قرآنِ کریم نے اس معنی میں فرض نماز کو بھی نفل فرمایا ہے۔ فتھجد به نافلة لك حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض تھی مگر اس کو نافلہ بمعنی زائدہ فرمایا گیا اور اگر مان لیا جائے کہ آپ اوّلاً فرض ہی پڑھتے تھے' بعد میں نفل تو یہ آپ کا اجتہاد تھا اسی لیے بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ

سے فرمایا اے معاذ! یا تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھاؤ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ یَزِیْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ شَھِدْتُّ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَجَّتَہٗ فَصَلَّیْتُ مَعَہٗ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ فِیْ مَسْجِدِ الْخَیْفِ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ وَانْحَرَفَ فَاِذَا ھُوَ بِرَجُلَیْنِ فِیْ اٰخِرِ الْقَوْمِ لَمْ یُصَلِّیَا مَعَہٗ قَالَ عَلَیَّ بِھِمَا فَجِیْئَ بِھِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُھُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَکُمَا اَنْ تُصَلِّیَا مَعَنَا فَقَالَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا کُنَّا قَدْ صَلَّیْنَا فِیْ رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا اِذَا صَلَّیْتُمَا فِیْ رِحَالِکُمَا ثُمَّ اَتَیْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَۃٍ فَصَلِّیَا مَعَھُمْ فَاِنَّھَا لَکُمَا نَافِلَۃٌ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

دوسری فصل

(۱۰۸۴) روایت ہے حضرت یزید ابن اسود سے [۱] فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے حج میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں فجر کی نماز پڑھی جب آپ نماز پوری کر چکے اور پھرے تو آخری قوم میں دو شخص تھے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھی، فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ، انہیں لایا گیا، ان کے کندھے کانپ رہے تھے [۲] فرمایا کہ تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم اپنی منزلوں میں نماز پڑھ چکے تھے۔ فرمایا ایسا نہ کرو جب اپنی منزلوں میں نماز پڑھ لو پھر جماعت کی مسجد میں آؤ تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لو کہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔ [۳] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

(۱۰۸۴) [۱] آپ صحابی ہیں، آپ کا شمار اہلِ طائف میں ہے کہ کوفہ میں آپ کی احادیث بہت زیادہ شائع ہوئیں۔ [۲] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت خداداد کی وجہ سے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہیبت بھی دی گئی اور محبوبیت بھی جو پہلی بار حاضر ہوتا، مرعوب ہو جاتا جو حاضر رہتا، وہ آپ کا عاشق جانباز بن جاتا۔ [۳] یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی اور اس میں وہ نمازیں مراد ہیں جن کے بعد نفل جائز ہے، ہر نماز مراد نہیں اگر ہر نماز مراد ہو تو یہ حدیث منسوخ ہے۔ ان احادیث سے جن میں فرمایا گیا کہ فجر و عصر کے بعد نوافل نہ پڑھو۔ نیز اسی باب کے آخر میں آ رہا ہے کہ جو فجر یا مغرب پڑھ چکا ہو پھر جماعت پالے تو اس کے ساتھ نہ پڑھے بہرحال یہ حدیث مطلقاً قابلِ عمل نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ بُسْرِ بْنِ مِحْجَنٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ کَانَ فِیْ مَجْلِسٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُذِّنَ بِالصَّلٰوۃِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی وَرَجَعَ وَمِحْجَنٌ فِیْ مَجْلِسِہٖ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَکَ

تیسری فصل

(۱۰۸۵) روایت ہے حضرت بسر ابن محجن سے، وہ اپنے والد سے راوی کہ وہ ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ نماز کی اذان ہوئی۔ [۱] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور واپس ہوئے۔ محجن اپنی جگہ رہے، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ لوگوں

اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ اَلَسْتُ بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ فَقَالَ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتَ الْمَسْجِدَ وَكُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالنَّسَائِيُّ)

کے ساتھ نماز پڑھنے سے تمہیں کون سی شے مانع ہوئی، کیا تم مسلمان نہیں؟ ۲ عرض کیا ہاں یارسول اللہ! لیکن میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔ ۳ تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں آؤ حالانکہ نماز پڑھ چکے ہو اور نماز کی تکبیریں کہی جائیں تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لو اگرچہ پہلے پڑھ چکے ہو۔ ۴ (مالک ونسائی)

(۱۰۸۵) ۱ ظاہر یہ ہے کہ آپ داخلِ مسجد میں حضور کے ساتھ تھے، اذان ہوتے حضور نے وہیں نماز پڑھی، یہ وہیں بیٹھے رہے اسی بناء پر حضور کا ان پر وہ عتاب ہوا جو آگے آرہا ہے جیسا کہ عرض کیا جائے گا۔ ۲ اس سے معلوم ہوا کہ جماعتِ اولیٰ کے وقت مسجد میں بیٹھے رہنا سخت گناہ بلکہ کفار کی علامت ہے یا تو بہ نیت نفل جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ تکبیر سے پہلے ہی وہاں سے چلا جائے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ کیا تم مسلمان نہیں؟ اپنی بے علمی کی وجہ سے نہیں بلکہ یہی بتانے کے لیے ہے کہ یہ علامت کفار کی ہے۔ ۳ یہ سمجھ کر کہ مسجد میں نماز ہو چکی ہوگی، ممکن ہے کہ یہ کسی دُور کے محلہ کے باشندے ہوں اور اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھ کر آئے ہوں بہرحال ان صحابی پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے بغیر جماعت گھر میں نماز کیوں پڑھی۔ ۴ یہ حکم استحبابی ہے اور یہ نماز نفل ہوگی لہٰذا انہیں اوقات میں ہو سکے گی جن میں بعد فرض نفل جائز ہیں یعنی ظہر وعشاء خیال رہے کہ یہ جماعت اولیٰ کے آداب ہیں، دوسری جماعتیں ہوتی رہیں، تم وہاں بیٹھے رہو کیونکہ ابھی حدیث میں گزر چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو حکم دیا کہ فلاں کے ساتھ نماز پڑھ لو وہ جماعت ہوتی رہی اور سرکار مع صحابہ مسجد میں تشریف فرما رہے۔

وَعَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ اَنَّهٗ سُئِلَ اَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ يُصَلِّيْ اَحَدُنَا فِيْ مَنْزِلِهِ الصَّلٰوةَ ثُمَّ يَاْتِي الْمَسْجِدَ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَاُصَلِّيْ مَعَهُمْ فَاَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذٰلِكَ لَهٗ سَهْمُ جَمْعٍ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۸۶) روایت ہے ایک شخص اسد ابن خزیمہ سے ۱ کہ انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری سے پوچھا، کہا کہ ہم میں سے کوئی اپنی جگہ نماز پڑھ لے پھر مسجد میں آئے اور نماز کی تکبیر ہو تو کیا میں ان کے ساتھ نماز پڑھ لوں؟ میرے دل میں اس سے کچھ شبہ ہے ۲ ابوایوب نے فرمایا کہ ہم نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ نے فرمایا یہ اس کے لیے ڈبل حصہ ہے۔ ۳ (مالک وابوداؤد)

(۱۰۸۶) ۱ ایک قبیلہ کا نام ہے جس کا مورث اعلیٰ اسد ابن خزیمہ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن مضر ہے لہٰذا یہ مضر کا ایک بطن ہے۔ ۲ شبہ یہ ہے کہ جب گھر میں ایک بار نماز پڑھ لی تو دوبارہ کیوں پڑھوں، ایک دن میں ایک نماز دوبار نہیں ہوا کرتی۔ ۳ یعنی یہ جماعت کی نماز نفل ہوگی نہ کہ فرض لہٰذا ایک نماز دوبارہ نہ ہوئی اور اس سے تمہیں جماعت کا ثواب نفع میں مل جائے گا۔

وَعَنْ يَّزِيْدَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَجَلَسْتُ وَلَمْ

(۱۰۸۷) روایت ہے حضرت یزید ابن عامر سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ

اَدْخُلْ مَعَهُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰنِیْ جَالِسًا فَقَالَ اَلَمْ تُسْلِمْ يَا يَزِيْدُ قُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَسْلَمْتُ قَالَ وَمَا مَنَعَكَ اَنْ تَدْخُلَ مَعَ النَّاسِ فِیْ صَلٰوتِهِمْ قَالَ اِنِّیْ كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِیْ مَنْزِلِیْ اَحْسِبُ اَنْ قَدْ صَلَّيْتُمْ فَقَالَ اِذَا جِئْتَ الصَّلٰوةَ فَوَجَدْتَ النَّاسَ فَصَلِّ مَعَهُمْ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ تَكُنْ لَكَ نَافِلَةً وَّهٰذِهٖ مَكْتُوْبَةٌ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

نماز میں تھے' میں بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ نماز میں شامل نہ ہوا۔ ۱؎ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے' میں بیٹھا ہوا تھا تو فرمایا اے یزید! تم مسلمان نہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! میں مسلمان ہو چکا' فرمایا کہ تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز میں شرکت سے کس نے منع کیا؟ ۲؎ میں نے عرض کیا کہ میں اپنی جگہ میں نماز پڑھ چکا ہوں' میں سمجھا کہ آپ حضرات نماز پڑھ چکے۔ ۳؎ تو فرمایا کہ جب تم نماز کو آؤ اور لوگوں کو پاؤ' ان کے ساتھ نماز پڑھو اگرچہ پڑھ چکے ہو' یہ نماز تمہاری نفل ہو جائے گی اور وہ فرض۔ ۴؎ (ابوداؤد)

(۱۰۸۷) ۱؎ کیونکہ اپنے محلے کی مسجد میں باجماعت نماز پڑھ آیا تھا یا گھر میں اکیلے پڑھ چکا تھا' یہ سمجھ کر مجھے دیر ہوگئی کہ مسجد نبوی میں نماز ہو چکی ہوگی۔ ۲؎ یعنی جماعت اولیٰ کے وقت مسجد میں علیحدہ بیٹھا رہنا کفار کی علامت ہے' تم نے ایسے کیوں کیا؟ اس سوال و جواب سے اظہارِ ناپسندیدگی مقصود ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے دلی حالات سے خبردار ہیں۔ فرماتے ہیں احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں جسے پتھروں کے دلوں کی خبر ہو' اسے انسانوں کے دل کی خبر کیسے نہ ہوگی۔ ۳؎ یعنی ترک جماعت کا ارادہ نہ تھا' صرف غلط فہمی ہوگئی اس لیے معذور ہوں۔ ۴؎ یعنی جو اکیلے پڑھ آئے ہو' وہ تو فرض ہوگی اور جو جماعت سے پڑھی' وہ نفل ہوگی مگر یہ حکم نمازِ جمعہ کے لیے نہیں کیونکہ اگر جمعہ کے دن کوئی اپنے گھر میں ظہر پڑھ لے پھر جمعہ میں آ جائے تو اس کی ظہر باطل ہے اب نمازِ جمعہ فرض۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَئَلَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ اُصَلِّیْ فِیْ بَيْتِیْ ثُمَّ اُدْرِكُ الصَّلٰوةَ فِی الْمَسْجِدِ مَعَ الْاِمَامِ اَفَاُصَلِّیْ مَعَهٗ قَالَ لَهٗ نَعَمْ قَالَ الرَّجُلُ اَيَّتُهُمَا اَجْعَلُ صَلٰوتِیْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَ ذٰلِكَ اِلَيْكَ اِنَّمَا ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَجْعَلُ اَيَّتَهُمَا شَآءَ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۱۰۸۸) روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ کسی نے ان سے پوچھا عرض کیا کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں پھر امام کے ساتھ مسجد میں نماز پاتا ہوں کیا اس کے ساتھ بھی پڑھوں؟ فرمایا ہاں! اس نے کہا ان دونوں میں سے اپنی نماز کسے سمجھوں؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا یہ تمہارا کام نہیں' یہ تو اللہ عزوجل کا کام ہے' ان میں سے جسے چاہے نماز بنائے۔ ۲؎ (مالک)

(۱۰۸۸) ۱؎ یعنی اس صورت میں میری فرض نماز کون سی ہوئی؟ پہلی جو اکیلے پڑھی یا دوسری جو جماعت سے پڑھی۔ غالباً یہ گفتگو اس صورت میں ہے کہ نمازی نے دوسری نماز میں نفل کی نیت نہ کی بلکہ مطلقاً نماز کی یا غلطی سے اسے بھی فرض ہی سمجھ کر پڑھا۔ خیال رہے کہ بلاسبب فرض دوبارہ پڑھنا ممنوع ہے' اسے اس ممانعت کی خبر نہ تھی اس لیے یہ سوال کیا۔ ۲؎ بعض امام فرماتے ہیں کہ اس صورت میں دونوں نمازوں میں سے ایک فرض ہے' ایک نفل۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سی فرض ہے' کون سی نفل۔ ان کا ماخذ یہ حدیث

ہے باقی ائمہ کے ہاں پہلی نماز فرض ہے اور دوسری نفل اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ کیا خبر کون سی نماز قبول ہوئی یا ممکن ہے کہ پہلی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو چکی ہو' تجھے خبر نہ ہوئی ہو' اللہ تعالٰی اس نفل کو اس فرض کے قائم مقام کر دے یا رب قادر ہے کہ فرض کو نفل اور نفل کو فرض بنا دے۔ بہرحال دوسری نماز ہی شرعاً نفل ہے جیسا کہ ابھی احادیث میں گزر چکا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حکام دیر سے نماز پڑھنے لگیں تو تم اکیلے نماز پڑھ لیا کرنا پھر ان کے ساتھ بھی جماعت کے ساتھ پڑھ لیا کرنا' یہ دوسری نفل ہو جائے گی۔

وَعَنْ سُلَيْمَانَ مَوْلٰى مَيْمُوْنَةَ قَالَ اَتَيْنَا ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ فَقُلْتُ اَلَا تُصَلِّيْ مَعَهُمْ قَالَ قَدْ صَلَّيْتُ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُصَلُّوْا صَلٰوةً فِيْ يَوْمٍ مَّرَّتَيْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

(۱۰۸۹) روایت ہے حضرت سلیمان مولٰی میمونہ سے ۱؎ فرماتے ہیں مقامِ بلاط میں حضرت ابن عمر کے پاس گئے' لوگ نماز پڑھ رہے تھے ۲؎ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے؟ ۳؎ فرمایا میں پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک دن میں ایک نماز دوبارہ نہ پڑھو۔ ۴؎ (احمد' ابوداؤد' نسائی)

(۱۰۸۹) ۱؎ آپ سلیمان ابن یسار ہیں' اُم المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام' بڑے فقیہ محدث عابد و تارک الدنیا' تابعی ہیں' آپ کے بھائی عطاء ابن یسار ہیں' ۷۳ سال عمر ہوئی' ۱۰۷ھ میں وفات پائی' رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ۲؎ بلاط لغت میں وہ پتھر ہے جس کا مکانوں میں فرش لگایا جاتا ہے یہاں وہ جگہ مراد ہے جو حضرت عمر نے مسجد نبوی شریف کے متصل چبوترے کی شکل میں بنائی تھی تاکہ اگر کسی کو کوئی دنیاوی بات کرنا ہو تو مسجد سے نکل کر وہاں جا کر کرے۔ ۳؎ یعنی مسجد نبوی میں جماعت اولٰی ہو رہی ہے اور آپ یہاں بیٹھے ہیں؟ کیا وجہ ہے' خیال رہے کہ آپ مسجد سے علیحدہ بیٹھے تھے لہذا جائز تھا۔ ۴؎ حق یہ ہے کہ یہ نمازِ فجر یا عصر یا مغرب تھی جس کے بعد نفل درست نہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں یہ نماز پڑھ چکا ہوں اور اس کے بعد نفل جائز نہیں تو لامحالہ دوبارہ فرض ہی کی نیت سے پڑھوں اور ایک دن میں ایک فرض دوبار ہو نہیں سکتے اس کے اور مطلب بھی بیان کیے گئے مگر یہ بہتر ہے اس صورت میں یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف بھی نہیں اور اس پر کچھ شبہ بھی نہیں' اگلی حدیث اس کی شرح ہے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ شہر میں بعد نمازِ جمعہ احتیاطی نفل کی نیت سے نفل کے طریقے پر پڑھے کیونکہ فرض تو پڑھ چکا اور گاؤں میں جمعہ نہ پڑھے کہ وہاں جمعہ ہوتا نہیں اگر پڑھا تو نفل ہوگا اور نفل جماعت و خطبہ و اذان سے پڑھنا پھر فرض ظہر اکیلے پڑھنا بہت بُرا ہے لیکن اگر کسی نے پڑھ لیا تو بہت بعد میں ظہر فرض کی نیت سے پڑھے' ان مسائل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ اَوِ الصُّبْحَ ثُمَّ اَدْرَكَهُمَا مَعَ الْاِمَامِ فَلَا يُعِدْ لَهُمَا۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۱۰۹۰) روایت ہے حضرت نافع سے' فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جو مغرب یا فجر پڑھ لے پھر انہیں امام کے ساتھ پالے تو دوبارہ نہ پڑھے۔ ۱؎ (مالک)

(۱۰۹۰) ۱؎ یعنی فجر و مغرب پڑھ چکا ہو تو امام کے ساتھ دوبارہ نہ پڑھے کیونکہ فجر کے نفل ممنوع اور تین رکعت نفل نہیں ہوتے لہذا اسے دوبارہ فرض ہی پڑھنے پڑیں گے اور فرض دوبارہ ایک دن میں ہوتے نہیں لہذا نہ پڑھے۔ اس حدیث نے گزشتہ تمام ان احادیث کی

شرح کردی جہاں امام کے ساتھ دوبارہ پڑھ لینے کا حکم دیا گیا ہے۔معلوم ہوا کہ وہاں صرف ظہر وعشاء مراد ہیں۔خیال رہے کہ یہ حدیث موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ بات قیاس سے نہیں کی جاسکتی۔

بَابُ السُّنَنِ وَفَضَائِلِهَا — سنتیں اور اس کے فضائل

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

یہاں وہ سنتیں مراد ہیں جو دن رات میں فرض نماز کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں،مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ،سنت مؤکدہ کو روایت بھی کہا جاتا ہے۔(لمعات) خیال رہے کہ سنت،نفل،تطوع،مندوب،مستحب،مرغب،حسن یہ تمام الفاظ ہم معنی ہیں جن کا کرنا ثواب،اور نہ کرنا گناہ نہیں۔بعض سنتیں مؤکدہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پڑھیں،بعض غیر مؤکدہ جو کبھی کبھی پڑھیں۔حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں فرائض کا نقصان نوافل سے پورا کیا جائے گا۔(مرقاۃ)

عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُّصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَوْ اِلَّا بُنِيَ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

(۱۰۹۱) روایت ہے حضرت اُم حبیبہ سے [۱] فرماتی ہیں،فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھا کرے اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔[۲] چار ظہر سے پہلے دو ظہر کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد دو رکعتیں عشاء کے بعد دو رکعتیں فجر سے پہلے۔[۳] (ترمذی) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ فرماتی ہیں،میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں کہ اللہ کے لیے ہر دن بارہ رکعتیں نفل پڑھ لیا کرے فرض کے علاوہ [۴] مگر اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا یا جنت میں گھر بنایا جائے گا۔

(۱۰۹۱) [۱] آپ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے،کنیت اُم حبیبہ،امیر معاویہ کی بہن ہیں،آپ کی والدہ صفیہ بنت عاص یعنی حضرت عثمان غنی کی پھوپھی ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نکاح نجاشی شاہ حبشہ نے کیا،۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔[۲] یعنی جنت کا اعلیٰ درجے کا محل اس کے لیے نامزد کیا جائے گا کیونکہ وہاں مکانات تو پہلے ہی موجود ہیں یا ان سنن کی برکت سے اس کے لیے نیا خصوصی گھر استعمال ہوگا کیونکہ جنت کا بعض سفیدہ بھی ہے جہاں اعمال کے مطابق محل تعمیر ہوتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔[۳] یعنی بارہ سنتیں مؤکدہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے،ظہر کا ذکر اس لیے پہلے کیا کہ حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی نماز یہی پڑھائی اسی لیے اسے صلوۃ اولیٰ کہتے ہیں۔ان میں سنت فجر بہت تاکیدی ہیں حتیٰ کہ بعض نے انہیں

واجب کہا۔ سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اگر میں سنت فجر چھوڑ دوں تو خطرہ ہے کہ رب مجھے نہ بخشے۔ ۴؎ یعنی یہ رکعتیں اگرچہ مؤکدہ ہیں مگر فرض یا واجب نہیں لہٰذا اس سے ان لوگوں کا رد ہوگیا جو سنت فجر کو واجب کہتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْ بَيْتِهٖ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَ وَحَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۰۹۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے پہلے ۱؎ اور دو رکعتیں اس کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد گھر میں اور دو رکعتیں عشاء کے بعد گھر میں پڑھیں ۲؎ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حفصہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع ہوتی تو دو ہلکی رکعتیں پڑھتے تھے۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۰۹۲) ۱؎ یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے تراویح باقی سنن کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب تعالیٰ بلقیس کا قول یوں نقل فرماتا ہے: وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۲۷،۴۴) اور اب سلیمان کے ساتھ اللہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو رب سارے جہان کا (کنز الایمان) اس حدیث کی بناء پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ مانیں۔ ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کرکے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے چار سنتیں ظہر گھر میں ادا کرکے تشریف لاتے تھے چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے ۲؎ یعنی میں نے مغرب وعشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے چونکہ وہ آپ کی ہمشیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیے آپ کو وہاں جانا درست تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ ۳؎ معلوم ہوا کہ سنت فجر جو گھر میں پڑھے اور ہلکی پڑھے، بعض صوفیاء اس کی رکعت اوّل میں الم نشرح اور دوسری میں الم ترکیف پڑھتے ہیں، بعد میں ستر بار استغفار پھر مسجد میں آکر باجماعت فرض اس عمل سے بواسیر سے امن رہتی ہے، گھر میں برکت و اتفاق چونکہ حضرت ابن عمر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ ہوتے تھے اس لیے حضرت حفصہ سے روایت کی۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۰۹۳) روایت ہے انہی سے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد نماز نہ پڑھتے حتی کہ لوٹ آتے تھے پھر اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے۔ ۱؎ (بخاری مسلم)

(۱۰۹۳) ۱؎ جمعہ کے دن بعد کے متعلق تین روایتیں ہیں، دو پڑھتے تھے، چار پڑھتے تھے، چھ پڑھتے تھے۔ پہلی روایت پر امام شافعی کا عمل ہے، دوسری پر امام اعظم کا، تیسری پر ابو یوسف کا چار کی روایات بھی آرہی ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَئَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ

(۱۰۹۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شقیق سے ۱؎ فرماتے

صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ مِنَ الَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيْهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّيْ لَيْلًا طَوِيْلًا قَآئِمًا وَّ لَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا وَّ كَانَ اِذَا قَرَءَ وَهُوَ قَآئِمٌ رَكَعَ وَ سَجَدَ وَهُوَ قَآئِمٌ وَّكَانَ اِذَا قَرَءَ قَاعِدًا رَّكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ وَّكَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّزَادَ اَبُوْدَاوٗدَ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ صَلٰوةَ الْفَجْرِ.

ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا' انہوں نے فرمایا کہ آپ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر تشریف لے جاتے' لوگوں کو نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے اور لوگوں کو نماز مغرب پڑھاتے پھر تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے پھر لوگوں کو عشاء پڑھاتے اور میرے گھر میں تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے ۲؎ اور رات میں نو رکعتیں پڑھتے تھے جن میں وتر بھی ہیں ۳؎ اور رات میں بہت دیر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور بہت دیر تک بیٹھ کر ۴؎ اور جب کھڑے ہوتے' قرأت کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی کھڑے ہوئے ہی کرتے اور بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی بیٹھ کر ہی کرتے ۵؎ اور جب فجر طلوع ہوتی تو دو رکعتیں پڑھتے۔ (مسلم) ابوداؤد نے یہ بڑھایا کہ پھر جاتے لوگوں کو فجر پڑھاتے۔

(۱۰۹۴) ۱؎ آپ مشہور تابعی ہیں' بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے' ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔ ۲؎ اس میں سنت مؤکدہ کی تعداد بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ سنتیں گھر میں ادا کرنا افضل ہے اگرچہ مسجد میں بھی جائز۔ ۳؎ اس طرح کہ چھ رکعتیں تہجد اور تین وتر۔ خیال رہے کہ تہجد کم از کم دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ' آٹھ پر زیادہ عمل رہا۔ ۴؎ یعنی تہجد کے نوافل بہت دراز پڑھتے تھے بعض نفل کھڑے ہو کر بہت دراز پڑھتے اور بعض نفل بہت دیر تک بیٹھ کر پڑھتے۔ ۵؎ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد تین طرح کی ہوتی تھی' پوری رکعت کھڑے ہو کر یعنی قرأت بھی کھڑے ہو کر اور رکوع وسجدہ بھی کھڑے سے ہی کرتے' پوری رکعت بیٹھ کر اور رکوع وسجدہ بھی بیٹھے ہی سے۔ بعض رکعت بیٹھ کر اور بعض کھڑے ہو کر یعنی اوّلاً بیٹھ کر نماز شروع کی پھر کچھ قرأت کر کے کھڑے ہو گئے پھر قرأت کی پھر رکوع یہ کبھی نہ کرتے کہ پوری قرأت بیٹھ کر کرتے پھر صرف رکوع کے لیے کھڑے ہوتے کہ کھڑے ہوتے ہی رکوع میں چلے جاتے۔ اُم المؤمنین یہی فرما رہی ہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رکعت میں بہت دیر تک بیٹھے قرأت کرتے تھے' بہت دیر تک کھڑے ہو کر پھر رکوع۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۰۹۵) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے' فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں سے زیادہ کسی نفل پر حفاظت نہ فرماتے تھے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۰۹۵) ۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمقابلہ دوسری سنتوں کے فجر کی سنتوں کی بہت پابندی کرتے تھے کہ سفر وحضر میں نہ چھوڑتے تھے اور اگر فجر قضا پڑھتے تو سنتوں کی بھی قضا کرتے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ سنتیں بلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھے اسی لیے اگر

جماعت فجر میں کوئی پہنچے اور سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اگر جماعت مل جانے کی امید ہو تو جماعت سے علیحدہ سنتیں پڑھے پھر جماعت میں مل جائے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۰۹۶) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی سنتیں دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہیں۔ ۱ (مسلم)

(۱۰۹۶) ۱ یعنی سنت فجر مال و اولاد اور تمام دنیاوی سامان سے پیاری ہونا چاہئیں اور دیگر سنتوں و مستحبات سے افضل ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۰۹۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے ۱ فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو تیسری بار فرمایا جو چاہے اس خوف سے کہ لوگ اسے سنت بنالیں۔ ۲ (مسلم بخاری)

(۱۰۹۷) ۱ آپ صحابی ہیں بیعت الرضوان میں شریک ہوئے مدینہ منورہ میں قیام رہا پھر عہد فاروقی میں لوگوں کو فقہ سکھانے بصرہ بھیجے گئے وہاں ہی رہے ۶۰ھ میں وفات پائی۔ ۲ یعنی لمن شاء اس لیے فرمایا کہ لوگ ان رکعتوں کو سنت مؤکدہ یا واجب نہ جان لیں یہ سمجھ کر کہ صلوا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ خیال رہے کہ بعض امام اس حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ نماز مغرب سے پہلے دو نفل مستحب ہیں لیکن امام اعظم امام مالک اور اکثر فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ نفل مکروہ ہیں۔ اس حدیث کو منسوخ مانتے ہیں کہ شروع اسلام میں یہ حکم تھا پھر نہ رہا چند وجھوں سے ایک یہ کہ تیسری فصل میں بحوالہ مسلم آرہا ہے کہ عمر فاروق ان نوافل کو پڑھنے والوں کو سزا دیتے تھے دوسرے یہ کہ بروایت بخاری اسی دوسری فصل میں آرہا ہے۔ صحابہ نے ابوتمیم کو دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو تعجبا ایک دوسرے سے شکایت کی۔ تیسرے یہ کہ تمام صحابہ نے یہ نفل بعد میں چھوڑ دیئے۔ چوتھے یہ کہ ان نفلوں سے مغرب میں تاخیر ہوگی حالانکہ اسے جلدی پڑھنے کا حکم ہے۔ پانچویں یہ کہ ہم باب فضل اذان میں ایک حدیث نقل کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دو اذانوں و تکبیر کے درمیان نماز ہے سوا مغرب کے بہرحال جمہور علماء کے نزدیک یہ حدیث قابل عمل نہیں اس کی کچھ بحث باب فضل اذان میں گزر چکی اور اس کی پوری تحقیق فتح القدیر شرح ہدایہ میں دیکھو۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا۔

(۱۰۹۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم میں جمعہ کے بعد نماز پڑھے تو چار سنتیں پڑھ لے۔ (مسلم) اور اس کی دوسری روایت میں ہے فرمایا جب کوئی تم میں جمعہ پڑھے تو اس کے بعد چار رکعتیں پڑھ لے۔ ۱

(۱۰۹۸) ۱؎ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چار سنت مؤکدہ ہیں، امام ابو یوسف کے ہاں چھ اس طرح کہ فرض جمعہ کے بعد پہلے چار رکعتیں پڑھے پھر دو اس کی بحث پہلے گزر چکی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ عَلٰی اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ اَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

(۱۰۹۹) روایت ہے حضرت اُم حبیبہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو ظہر سے پہلے چار رکعتوں پر اور اس کے بعد چار رکعتوں پر پابندی کرے ۱؎ اللہ اسے آگ پر حرام کردے گا۔ ۲؎

(احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

(۱۰۹۹) ۱؎ اس طرح کہ پہلی چار ایک سلام سے پڑھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے کیونکہ یہ چاروں مؤکدہ ہیں اور بعد کی چار دو سلاموں سے تاکہ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ مخلوط نہ ہو جائیں کیونکہ ان میں پہلی دو مؤکدہ ہیں بعد کی دو غیر مؤکدہ۔ ۲؎ یعنی آگ میں ہیشگی سے مطلقاً بچائے گا اس طرح کہ اسے گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق دے گا۔ معلوم ہوا کہ سنت کی پابندی سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ لَیْسَ فِیْهِنَّ تَسْلِیْمٌ تُفْتَحُ لَهُنَّ اَبْوَابُ السَّمَآءِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۱۰۰) روایت ہے حضرت ابو ایوب انصاری سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ظہر کے پہلے چار رکعتیں جن کے بیچ میں سلام نہ ہو، ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ ۱؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۱۱۰۰) ۱؎ آسمان کے دروازے کھلنے سے مراد بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت ہے اور ان رکعتوں کی عزت افزائی ابھی فقیر نے عرض کیا تھا کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام سے ہونی چاہئیں، اس کی اصل یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّآئِبِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِیْهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَلِیْ فِیْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۱۱۰۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سائب سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرا نیک عمل چڑھے۔ ۲؎ (ترمذی)

(۱۱۰۱) ۱؎ خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن سائب صحابی بھی ہیں، تابعی بھی ہیں جو صحابی ہیں، انہوں نے ابی ابن کعب سے قرآن سیکھا ہے اور ان سے حضرت مجاہد نے مخزومی ہیں، قریشی ہیں، مکہ مکرمہ میں رہے، وہیں حضرت ابن زبیر کی شہادت سے کچھ پہلے وفات پائی غالبًا یہاں صحابی مراد ہیں۔ ۲؎ حق یہ ہے کہ یہ چار سنتیں ظہر کی ہیں جو نکہ فرض ظہر کچھ دیر ٹھنڈک کرکے پڑھے جاتے ہیں اور آسمان

کے دروازے سورج ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں اس لیے سرکار نے یہ سنتیں جلدی پڑھیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس وقت ظہر کے فرض ہی کیوں نہ پڑھ لیے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ)

(۱۱۰۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔ ۱؎ (احمد ترمذی ابوداؤد)

(۱۱۰۲) ۱؎ دو سلاموں سے یا ایک سلام سے یہ سنتیں غیر مؤکدہ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینے کا ذریعہ کیونکہ بفضلہ تعالٰی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۱۰۳) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے جن کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کے مطیع مسلمانوں اور مومنوں پر سلام سے فاصلہ کرتے تھے۔ ۱؎ (ترمذی)

(۱۱۰۳) ۱؎ ظاہر ہے کہ درمیان کے سلام سے نماز کا سلام ہی مراد ہے جس پر نماز ہوتی ہے یا ان میں دو رکعتیں تحیۃ الوضو کی تھیں اور دو عصر کی یا چاروں عصر کی بیان جواز کے لیے ان کے درمیان سلام پھیرا گیا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سلام سے مراد التحیات ہے کیونکہ اس میں سلام ہوتا ہے اس صورت میں یہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے ہوں گی مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ۔ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

(۱۱۰۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۱۰۴) ۱؎ یعنی کبھی چار کبھی دو لہذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں اسی لیے امام اعظم فرماتے ہیں نمازی کو اختیار ہے کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے یا دو۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ سَنَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ ابْنِ أَبِيْ خَثْعَمٍ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَضَعَّفَهُ جِدًّا۔

(۱۱۰۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے جن کے درمیان کوئی بُری بات نہ کرے تو یہ بارہ برس کی عبادت کے برابر ہوں گی۔ ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم سوائے عمر ابن ابی خثعم کی حدیث کے اور سے نہیں پہچانتے اور میں نے محمد ابن اسمٰعیل کو فرماتے سنا کہ وہ منکر حدیث ہے اور اسے بہت ضعیف کہا۔ ۲؎

(۱۱۰۵) ۱؎ اس نماز کا نام صلوٰۃ اوابین ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ چھ رکعتیں مغرب

کی سنتوں ونفلوں کے ساتھ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ مرقاۃ نے پہلی صورت کو ترجیح دی اور فرمایا مؤکدہ دوسنتیں الگ سلام سے پڑھے باقی چار میں اختلاف ہے دوسلاموں سے پڑھے یا ایک سے۔ خیال رہے کہ ان جیسی احادیث سے فضائل میں ثواب عبادت مراد ہوتا ہے نہ کہ اصل عبادت لہٰذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک بار نماز اوابین پڑھ کر بارہ سال تک نماز سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ ۲؎ اس کے ضعیف ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے۔ نیز اسے طبرانی وغیرہ نے مختلف اسنادوں سے نقل کیا جس سے اس میں قوت آ گئی۔ نیز اس پر عام مسلمانوں اور صوفیائے کرام کا عمل رہا اور ہے۔ عمل اُمت سے حدیث میں قوت آ جاتی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۱۰۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھے اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ ۱؎ (ترمذی)

(۱۱۰۶) ۱؎ گھر بنانے کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ ۲۰ رکعتیں بھی نماز اوابین ہی ہیں کہ اس کی رکعتیں کم از کم دو ہیں زیادہ سے زیادہ ۲۰ اس حدیث کو محدثین نے بہت سی اسنادوں سے نقل کیا لہٰذا صلوٰۃ اوابین کی حدیث ضعیف نہ رہی۔

وَعَنْهَا قَالَتْ مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ إِلَّا صَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ أَوْسِتَّ رَكَعَاتٍ. (رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۱۰۷) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشاء نہ پڑھی جس کے بعد میرے پاس تشریف لائے مگر چار یا چھ رکعتیں پڑھ لیں۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۱۰۷) ۱؎ دو مؤکدہ اور ان کے بعد دو یا چار غیر مؤکدہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر اور بعد کی دو نفلیں تہجد کے ساتھ پڑھتے تھے اس لیے یہاں ان کا ذکر نہ ہوا۔ لمعات وغیرہ میں ہے کہ یہاں عشاء سے مراد پہلی عشاء یعنی مغرب ہے اور نفلوں سے مراد نمازِ اوابین ہے اس صورت میں نماز اوابین کی یہ ایک اور حدیث ہوگی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدْبَارَ النُّجُوْمِ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَإِدْبَارُ السُّجُوْدِ الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۱۰۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاروں کے بعد دو رکعتیں ہیں۔ فجر سے پہلے اور سجدوں کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد۔ ۱؎ (ترمذی)

(۱۱۰۸) ۱؎ اس میں سورۂ طور اور سورۂ ق کی دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے: وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُوْمِ (۵۲:۴۹) اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے (کنزالایمان) اور دوسری آیت: فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ (۵۰:۴۰) اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد (کنزالایمان) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرح یہ فرمائی کہ پہلی آیت میں فجر کی دو سنتیں مراد ہیں کیونکہ وہ تارے ڈوبنے کے بعد ہی پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اُجالے میں پڑھنی چاہیے نہ کہ اندھیرے میں کیونکہ اس وقت تارے ظاہر ہوتے ہیں چھپے نہیں ہوتے۔ وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ سے مراد مغرب کے فرض ہیں ان آیتوں کی اور بہت تفسیریں کی گئی ہیں مگر یہ تفسیر قوی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ فِي صَلٰوةِ السَّحَرِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اِلَّا وَهُوَ يُسَبِّحُ اللّٰهَ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ قَرَءَ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

(۱۱۰۹) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ظہر کے پہلے زوال کے بعد چار رکعتیں نماز تہجد کی اتنی رکعتوں کے برابر رکھی جاتی ہیں ۱؎ اور نہیں ہے کوئی چیز مگر وہ اس گھڑی اللہ کی تسبیح کرتی ہے پھر تلاوت فرمائی کہ مائل ہوتے ہیں ان کے سائے دائیں بائیں اللہ کو سجدہ کرتے عاجز ہو کر۔۲؎ (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان)

(۱۱۰۹) ۱؎ یعنی ظہر کی پہلی سنتوں کا ثواب تہجد کی چار رکعتوں کے برابر ہے کیونکہ تہجد کے وقت بھی رحمت کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ساری مخلوق رب کی عبادت کر رہی ہوتی ہے اور اس وقت بھی جیسا کہ ابھی روایت میں گزر چکا اور آئندہ بھی آ رہا ہے۔ بعض علماء نے ان رکعتوں سے مراد فجر کی سنتیں لی ہیں، سحر بمعنی صبح مگر پہلی تفسیر زیادہ قوی ہے کیونکہ فجر کی سنتیں چار نہیں بلکہ دو ہیں۔ خیال رہے کہ آدھی رات کے بعد کا وقت سحر میں شمار ہے۔ ۲؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبح کی طرح یہ وقت بھی ساری مخلوق کی عبادت کا ہے اس لیے یہ سنتیں بہت محبوب ہیں۔ نیز اس وقت آفتاب ترقی سے تنزل کی طرف مائل ہوتا ہے جس میں مخلوق کی فنا کی طرف اشارہ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ قَالَتْ وَالَّذِيْ ذَهَبَ بِهٖ مَا تَرَكَ هُمَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ۔

(۱۱۱۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہ چھوڑیں۔ (مسلم بخاری) اور بخاری کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ اس کی قسم جو انہیں لے گیا حضور نے اللہ سے ملنے تک وہ دونوں کبھی نہ چھوڑیں۔ ۱؎

(۱۱۱۰) ۱؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہر کی دو سنتیں ایک بار رہ گئی تھیں جو آپ نے بعد عصر قضا کیں پھر ہمیشہ ہی پڑھتے رہے لہٰذا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہیں، ہمارے واسطے منع۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں ہمیشہ گھر ہی میں پڑھیں، مسجد میں کبھی نہ پڑھیں تاکہ لوگ پڑھنا شروع نہ کر دیں اور حضرت ام سلمہ سے ان رکعتوں کی مخصوص وجہ بھی بیان فرما دی۔

وَعَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَئَلْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ الْاَيْدِيَ عَلٰى صَلٰوةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ

(۱۱۱۱) روایت ہے حضرت مختار ابن فلفل سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے عصر کے بعد کے نفلوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرت عمر بعد عصر نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے۔۲؎ حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آفتاب ڈوبنے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے

الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهُ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

دو رکعتیں پڑھتے تھے۔۳؎ تو میں نے ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پڑھتے تھے؟ تو فرمایا کہ ہمیں پڑھتے دیکھتے تھے تو نہ ہمیں حکم کرتے تھے اور نہ منع کرتے تھے۔۴؎ (مسلم)

(۱۱۱۱) ۱؎ آپ تابعی ہیں، مخزومی ہیں، کوفی ہیں، حضرت انس سے ملاقات ہے، سفیان ثوری نے آپ سے احادیث لیں۔ ۲؎ یعنی بطور سزا قمچیاں لگاتے تھے تاکہ لوگ اس سے باز آجائیں۔ خیال رہے کہ یہاں بعد عصر سے مراد نماز مغرب سے پہلے نفل بھی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۳؎ یہ ہے فاروق اعظم کی شکایت کہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ نفل پڑھتے تھے اور فاروق اعظم ان پر مارتے تھے، آپ نے ہم کو ایک سنت صحابہ سے روک دیا مگر یہ شکایت درست نہیں کیونکہ آپ کو اس کے نسخ کی خبر نہ ہوئی۔ حضرت عمر فاروق کو نسخ کا علم تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب سے پہلے نفل مکروہ ہیں۔ ۴؎ یہ نماز سنت تقریری تھی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِيَ فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُّصَلِّيْهِمَا۔۱؎ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۱۱۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے تو جب مؤذن نماز مغرب کی اذان دیتا تو لوگ ستونوں کی طرف بھاگتے پھر دو رکعتیں پڑھتے حتیٰ کہ اجنبی آدمی مسجد میں آتا تو سمجھتا کہ نماز پڑھ لی گئی ان پڑھنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے۔۱؎ (مسلم)

(۱۱۱۲) ۱؎ اس کی شرح و تحقیق پہلے ہو چکی کہ صحابہ کا یہ عمل شروع اسلام میں تھا پھر جب مغرب کی جلدی کا حکم دیا گیا تو یہ نفل چھوٹ گئے مگر بعض کو ان کے نسخ کی خبر نہ ہوئی اور اس زمانہ میں بھی یہ عمل دائمی نہ تھا بلکہ شاذ و نادر مرقاۃ نے فرمایا کہ سارے خلفائے راشدین اس کے نسخ پر متفق ہیں۔ خیال رہے کہ امام مالک وغیرہ فقہا کے نزدیک وقت مغرب بقدر ادائے نماز ہے، ان کے ہاں تو یہ نفل مطلقًا ناجائز ہوں گے کہ ان سے وقت مغرب نکل جائے گا۔

وَعَنْ مَّرْثَدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقُلْتُ اَلَا اُعَجِّبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْاٰنَ قَالَ الشُّغْلُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۱۱۳) روایت ہے حضرت مرثد ابن عبداللہ سے، فرماتے ہیں کہ میں عقبہ جہنی کے پاس حاضر ہوا۔۱؎ میں نے عرض کیا کہ کیا میں ابوتمیم کی عجیب بات آپ کو نہ سناؤں، وہ تو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ ۲؎ تو عقبہ بولے کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم بھی کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اب آپ کو کون شی مانع ہے؟ فرمایا مشغولیت۔ ۳؎ (بخاری)

(۱۱۱۳) ۱؎ آپ تابعی ہیں، مصر کے مفتی ہیں اور عبدالعزیز ابن مروان یعنی عبدالملک ابن مروان کا بھائی آپ کے فتویٰ پر بہت

اعتماد کرتا تھا۔ ۲؎ اس تعجب سے معلوم ہورہا ہے کہ سارے صحابہ نے یہ نفل چھوڑ دیئے تھے کوئی نہ پڑھتا تھا جو کوئی پڑھتا تھا تو اس پر چہ میگوئیاں ہوتی تھیں جیسے وتر کی ایک رکعت جب امیر معاویہ نے پڑھی تو بعض نے حضرت ابن عباس سے بطور تعجب یہ کہا۔ ۳؎ دنیوی کاروبار میں صراحۃً معلوم ہوا کہ کوئی صحابی انہیں سنت نہ سمجھتا تھا مباح یا حد درجہ مستحب جانتے تھے وہ بھی بے خبری سے ورنہ صحابہ دنیاوی مشغولیت کی وجہ سے سنت نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مَسْجِدَ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ فَصَلّٰى فِيْهِ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا قَضَوْا صَلٰوتَهُمْ رَاٰهُمْ يُسَبِّحُوْنَ بَعْدَهَا فَقَالَ هٰذِهٖ صَلٰوةُ الْبُيُوْتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَآئِيِّ قَامَ نَاسٌ يَتَنَفَّلُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فِى الْبُيُوْتِ۔

(۱۱۱۴) روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لے گئے ۱؎ تو وہاں مغرب پڑھی جب لوگ اپنی نماز پڑھ چکے تو حضور نے انہیں اس کے بعد نفل پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ گھروں کی نماز ہے۔ ۲؎ (ابوداؤد) ترمذی اور نسائی کی روایت میں ہے کہ کچھ لوگ نفل پڑھنے کھڑے ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نماز گھروں میں پڑھنی چاہیے۔ ۳؎

(۱۱۱۴) ۱؎ یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے ان کی مسجد اب تک مدینہ طیبہ میں مشہور ہے۔ ۲؎ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا ہے کہ سارے نوافل اور سنتیں گھر میں پڑھنا افضل سنت مغرب کہ اس کا گھر میں پڑھنا بہت ہی افضل۔ خیال رہے کہ یہ اس کے لیے ہے کہ جو گھر آ کر پڑھ سکے لہذا مسافر اور معتکف اس حکم سے خارج ہیں اسی طرح جسے یہ اندیشہ ہو کہ گھر میں بچوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے نماز میں حضور نہ ہوگا وہ مسجد میں پڑھے۔ (اشعۃ اللمعات) ۳؎ یہ ترجمہ نہایت موزوں ہے۔ بعض شارحین نے علیکم کو وجوب کے لیے لیا اور فرمایا کہ سنت مغرب گھر میں پڑھنا واجب مسجد میں پڑھنا منع ہے مگر یہ درست نہیں جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہورہا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْلُ الْقِرَاءَةَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۱۱۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد مغرب دو رکعتوں میں لمبی قرأت کرتے تھے حتی کہ مسجد والے متفرق ہوجاتے۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۱۱۵) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل مسجد میں ہوتا تھا کہ مغرب کی سنتیں آپ مسجد میں پڑھتے اور بہت دراز پڑھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی حدیث میں علیکم وجوب کے لیے نہ تھا بلکہ استحباب کے لیے تھا اور یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے۔ بعض حدیثیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔

وَعَنْ مَكْحُوْلٍ يَبْلُغُ بِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ يَتَكَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رُفِعَتْ صَلٰوتُهٗ فِيْ عِلِّيِّيْنَ مُرْسَلًا۔

(۱۱۱۶) ۱؎ روایت ہے حضرت مکحول سے ۱؎ انہیں خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مغرب کے بعد بات کرنے سے پہلے دو رکعتیں اور ایک روایت میں ہے چار رکعتیں پڑھ لے۔ ۲؎ تو اس کی نماز علیین میں اٹھائی جاتی ہے۔ ۳؎ (مرسلاً)

(۱۱۱۶) ۱؎ آپ کا نام مکحول ابن عبداللہ ہے، کنیت ابوعبداللہ، شامی ہیں، حضرت لیث کے غلام۔ امام اوزاعی کے استاذ، تابعی ہیں، بہت صحابہ سے ملاقات کی، ۱۱۸ھ میں وفات ہوئی۔ (اکمال) آپ کی احادیث مرسل زیادہ ہیں۔ ۲؎ اگر ان دو چار رکعتوں سے مغرب کی بعد کی سنتیں و نفل مراد ہیں تو مغرب سے مراد فرض مغرب ہوں گے اور اگر ان سے نماز اوابین مراد ہے تو مغرب سے پوری نمازِ مغرب مراد ہوگی۔ ۳؎ یہاں کلام سے مراد دنیاوی بات چیت ہے نہ کہ دعا و ذکر وغیرہ۔ علیین ساتویں آسمان سے اوپر ایک مقام ہے یا خود ساتویں آسمان کا نام ہے یا فرشتوں کے رجسٹر و دفتر کا نام ہے جس میں مقبولوں کے مقبول اعمال لکھے جاتے ہیں یا اس سے مراد رب تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مغرب کے بعد بغیر دنیاوی بات چیت کیے یہ نوافل پڑھ لینا بہت افضل ہیں، ان کی برکت سے یہ پوری نماز علیین تک پہنچائی جاتی ہے۔ بعض لوگ اس حدیث کی وجہ سے نمازِ مغرب کے بعد دعا نہیں مانگتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دعا بھی کلام ہے مگر یہ غلط ہے ایسی جگہ کلام سے مراد دنیاوی بات چیت ہوتی ہے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ نَحْوَهٗ وَزَادَ فَكَانَ يَقُوْلُ عَجِّلُوا الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَاِنَّهُمَا تُرْفَعَانِ مَعَ الْمَكْتُوْبَةِ رَوَاهُمَا رَزِيْنٌ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ الزِّيَادَةَ عَنْهُ نَحْوَهَا فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

(۱۱۱۷) اور حضرت حذیفہ سے اسی کی مثل ہے اور زیادہ کیا کہ کہتے تھے کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں جلدی پڑھو کیونکہ وہ دونوں فرضوں کے ساتھ اُٹھائی جاتی ہیں۔ ۱؎ ان دونوں حدیثوں کو رزین نے روایت کیا اور بیہقی نے انہی سے زیادتی کو شعب الایمان میں اس کی مثل

(۱۱۱۷) ۱؎ یہاں سنتوں سے مراد سنت مغرب ہی ہے نہ کہ نمازِ اوابین جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ حضرت مکحول کی یہ روایت مرسل ہے اور احناف کے نزدیک مرسل مقبول ہے، شوافع کے ہاں حدیث ضعیف کے حکم میں ہے کہ فضائل اعمال میں مقبول ہے لہٰذا یہ حدیث احناف و شوافع کے ہاں قبول اور لائقِ عمل ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ اِنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهٗ اِلَى السَّائِبِ يَسْئَلُهٗ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ فِي مَقَامِي فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ لَاتَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَاتَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ اَنْ لَّا نُوْصِلَ بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۱۱۸) روایت ہے حضرت عمرو بن عطاء سے، فرماتے ہیں کہ نافع ابن جبیر نے انہیں حضرت سائب کے پاس اس چیز کے پوچھنے کے لیے بھیجا جو امیر معاویہ نے ان سے نماز میں دیکھی ہو۔ ۱؎ انہوں نے فرمایا ہاں میں نے امیر معاویہ کے ساتھ مقصورے میں جمعہ پڑھا۔ ۲؎ جب امام نے سلام پھیرا تو میں اسی جگہ کھڑا ہوگیا۔ ۳؎ جب وہ چلا گیا تو مجھے بُلایا اور فرمایا کہ یہ کام آئندہ نہ کرنا جب تم جمعہ پڑھو تو اسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ کوئی بات کرلو یا ہٹ جاؤ۔ ۴؎ کیونکہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا کہ بغیر کلام یا بغیر ہٹے نماز کو نماز سے نہ ملائیں۔ ۵؎ (مسلم)

(۱۱۱۸) ۱؎ یعنی نافع ابن جبیر ابن مطعم نے عمرو ابن عطا کو حضرت سائب کے پاس یہ پوچھنے بھیجا کہ کیا تمہاری کوئی نماز یا نماز کا کوئی عمل حضرت معاویہ نے دیکھا ہے اور اس کی تائید یا تردید کی ہے چونکہ امیر معاویہ فقیہ صحابہ سے ہیں اس لیے ان کی تائید یا تردید حجت شرعیہ ہے۔ خیال رہے کہ عمرو ابن عطا اور جبیر ابن مطعم دونوں تابعی ہیں اور حضرت سائب اور امیر معاویہ دونوں صحابی مگر حضرت معاویہ فقیہ صحابی ہیں۔ ۲؎ مقصورہ جامع مسجد کا وہ خاص مقام ہے جہاں مکبر یا سلطان اسلام کھڑے ہو کر جماعت سے نماز ادا کریں چونکہ یہ جگہ ان لوگوں پر مقصور و محدود ہوتی ہے اس لیے اسے مقصورہ کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ جب سے حضرت عمر فاروق کو نماز میں شہید کیا گیا تب سے بادشاہ کے لیے مسجد میں خاص جگہ مقرر کی جانے لگی جہاں صرف وہی کھڑے ہوں' آس پاس ان کے خاص آدمی' پیچھے حفاظتی پولیس' تاکہ نماز میں ان پر کوئی حملہ نہ کر سکے۔ ۳؎ اور سنت و نفل وہاں ہی ادا کر لیے جگہ نہ بدلی' فرض و سنن میں فاصلہ بھی نہ کیا۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ فرائض و نوافل میں کچھ فاصلہ ضروری ہے' جگہ کا فاصلہ ہو یا دعا وظیفہ یا کلام کا بلکہ بہتر یہ ہے کہ دعا بھی مانگے' جگہ بھی قدرے بدل لے بلکہ مقتدی لوگ صفیں بھی توڑ دیں پھر سنتیں ادا کریں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے اسی لیے بعد نماز جنازہ صفیں توڑ کر بلکہ بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں۔ ۵؎ یعنی نوافل فرائض سے نہ ملاؤ' یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی۔

وَعَنْ عَطَآءٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ بِمَكَّةَ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُصَلِّيْ اَرْبَعًا وَّاِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ صَلَّى الْجُمُعَةَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهٖ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهٗ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ صَلّٰى بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ اَرْبَعًا۔

(۱۱۱۹) روایت ہے حضرت عطاء سے' فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب مکہ میں جمعہ پڑھتے تو آگے بڑھتے پھر دو رکعتیں پڑھتے پھر آگے بڑھتے تو چار پڑھتے۔ ۱؎ اور جب مدینہ میں ہوتے اور جمعہ پڑھتے تو اپنے گھر لوٹ جاتے' دو رکعتیں پڑھتے اور مسجد میں نہ پڑھتے' ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کرتے تھے۔ ۲؎ (ابوداؤد) اور ترمذی کی روایت میں ہے' فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ آپ نے جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھیں پھر اس کے بعد چار پڑھیں۔

(۱۱۱۹) ۱؎ یعنی حضرت ابن عمر چونکہ مکہ معظمہ میں مسافر ہوتے تھے اس لیے جمعہ کی سنتیں مسجد ہی میں ادا کرتے مگر فرق کے لیے جگہ بدل دیتے تاکہ فرائض و نفل میں جدائی بھی ہو جائے اور مسجد کے چند مقامات گواہ بھی بن جائیں۔ یہ حدیث امام ابو یوسف کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چھ سنت مؤکدہ ہیں مگر وہ فرماتے ہیں کہ پہلے چار پڑھے پھر دو اور یہاں ہے کہ آپ نے پہلے دو پڑھیں پھر چار۔ ۲؎ یعنی سنت جمعہ مکہ معظمہ میں مسجد ہی میں پڑھتے تھے اور مدینہ منورہ میں گھر میں اور بعد جمعہ چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ خیال رہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں بالاتفاق مؤکدہ ہیں اور دو کے مؤکدہ ہونے میں اختلاف ہے۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں پہلے پڑھے' دو بعد میں تاکہ فرض اور سنت مؤکدہ میں فاصلہ ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مختلف رہے ہیں' کبھی کسی طرح ادا فرمائیں کبھی کسی طرح لہٰذا جائز ہر طرح ہیں' صرف بہتر ہونے میں اختلاف ہے۔

بَابُ صَلٰوةِ اللَّيْلِ رات کے وقت نماز کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

رات کی نماز سے تہجد مراد ہے، یہ نماز اسلام میں اوّلاً سب پر فرض رہی پھر اُمت سے فرضیت منسوخ ہوگئی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک رہی۔(اشعہ) تہجد کم از کم دو رکعتیں ہیں، زیادہ سے زیادہ بارہ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آٹھ پڑھتے تھے، کبھی کم و بیش حق یہ ہے کہ تہجد ہمارے لیے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کوئی نہ پڑھے تو تارک سنت ہوئے اور اگر ایک بھی پڑھ لے تو سب بَری الذمہ ہوئے، تہجد کا وقت رات میں سو کر جاگنے سے شروع ہوتا ہے، صبح صادق پر ختم مگر آخری تہائی رات میں پڑھنا بہتر ہے اور قبل تہجد عشاء پڑھ کر سونا شرط ہے اور بعد تہجد کچھ سونا یا لیٹ جانا سنت ہے چونکہ یہ بہترین نوافل ہیں اسی لیے ان کا علیحدہ باب ہوا جو شخص تہجد پڑھنا شروع کردے پھر نہ چھوڑے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

ضروری مسئلہ: تہجد سے پہلے سو لینا ضروری ہے اگر کوئی بالکل نہ سویا تو اس کے نوافل تہجد نہ ہوں گے جن بزرگوں سے منقول ہے انہوں نے تیس یا چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی جیسے حضور غوث اعظم یا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما، وہ حضرات رات میں اس قدر اونگھ لیتے تھے جس سے تہجد درست ہوجائے لہٰذا ان بزرگوں پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے تہجد کیوں نہ پڑھی۔حضرت ابوالدردا ابوذر غفاری وغیرہم صحابہ جو شب بیدار تھے، ان کا بھی یہی عمل تھا اس طرح کہ آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے۔تین(۳) رکعت وتر خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے، تہجد نہیں ہوسکتی اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔بعض نے اس کے یہ معنی کیے دس رکعتیں تہجد پڑھیں ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اوّل میں سورۂ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ بعض لوگوں نے یہ معنی کیے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں مگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا یا ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر لہٰذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیے دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی بِرَكْعَةٍ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ حدیث کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ فَيَسْجُدُ

(۱۱۲۰) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے سے فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔[۱] کہ ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے۔[۲] اور ایک رکعت سے وتر بناتے تھے۔[۳]

السَّجۡدَةَ مِنۡ ذٰلِكَ قَدۡرَ مَا يَقۡرَءُ اَحَدُكُمۡ خَمۡسِيۡنَ اٰيَةً قَبۡلَ اَنۡ يَّرۡفَعَ رَأۡسَهٗ فَاِذَا سَكَتَ الۡمُؤَذِّنُ مِنۡ صَلٰوةِ الۡفَجۡرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الۡفَجۡرُ قَامَ فَرَكَعَ رَكۡعَتَيۡنِ خَفِيۡفَتَيۡنِ ثُمَّ اضۡطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الۡاَيۡمَنِ حَتّٰى يَأۡتِيَهُ الۡمُؤَذِّنُ لِلۡاِقَامَةِ فَيَخۡرُجُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ)

اس کا ایک سجدہ اس قدر دراز کرتے کہ تم میں سے کوئی پچاس آیتیں پڑھ لے' ان کا سر اُٹھانے سے پہلے پھر جب نمازِ فجر کا مؤذن خاموش ہوتا اور صبح چمک جاتی اور فجر ظاہر ہو جاتی تو پھر دو ہلکی رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھتے پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس تکبیر کی اجازت لینے مؤذن آتا تو تشریف لے جاتے۔

(۱۱۲۰) ۱؎ یعنی نمازِ تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کر لے گا اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکریہ ادا کرنا کہ ربّ نے اس نماز کی توفیق بخشی' بہتر ہے۔ ۲؎ جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذانِ فجر بھی اجالے میں ہو ورنہ اُم المومنین تبین نہ فرماتیں۔ ۳؎ یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں؟ آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آ جائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

وَعَنۡهَا قَالَتۡ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكۡعَتَيِ الۡفَجۡرِ فَاِنۡ كُنۡتُ مُسۡتَيۡقِظَةً حَدَّثَنِيۡ وَاِلَّا اضۡطَجَعَ رَوَاهُ مُسۡلِمٌ.

(۱۱۲۱) روایت ہے انہی سے' فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۱۲۱) ۱؎ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ سنت وفرض کے درمیان گفتگو کرنے سے نہ نماز جاتی رہتی ہے نہ ثواب نماز۔ ہاں بہتر یہ ہے کہ دنیاوی گفتگو نہ کرے غالبًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ سے کلام فرمانا دینی امور کے متعلق ہوگا اور اُم المومنین کا اس وقت سوتا رہنا یا نماز نہ پڑھنے کے زمانہ میں ہوگا یا آپ قدرے دیر سے اُٹھتی ہوں گی کیونکہ آپ پر جماعت کی پابندی تو تھی نہیں۔

وَعَنۡهَا قَالَتۡ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكۡعَتَيِ الۡفَجۡرِ اضۡطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الۡاَيۡمَنِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ)

(۱۱۲۲) روایت ہے انہی سے' فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۲۲) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ سنت وفرض فجر کے درمیان قدرے لیٹنا خصوصاً جب کہ تہجد کی وجہ سے تھکن ہوگئی ہو' بہت بہتر ہے اور داہنی کروٹ پر لیٹنا سنت ہے' شب کو بھی اوّلاً داہنی کروٹ پر لیٹے قبلہ رو ہو کر پھر بائیں اس ترتیب میں بہت حکمتیں ہیں۔

وَعَنۡهَا قَالَتۡ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيۡ مِنَ اللَّيۡلِ ثَلٰثَ عَشۡرَةَ رَكۡعَةً مِّنۡهَا الۡوِتۡرُ وَ

(۱۱۲۳) روایت ہے انہی سے' فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں ۱۳ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں وتر بھی ہیں

رَکْعَتَا الْفَجْرِ۔(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اور فجر کی سنتیں بھی۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۱۲۳) ۱؎ لہٰذا تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پھر سنت فجر دو رکعت تہجد کی آٹھ رکعتیں اکثری عمل تھا۔

وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَئَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَّاِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔(رَوَاہُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۱۲۴) روایت ہے حضرت مسروق سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سات نو گیارہ رکعتیں تھیں۔ ۲؎ سنت فجر کے علاوہ۔(بخاری)

(۱۱۲۴) ۱؎ آپ مسروق ابن اجدع ہمدانی کوفی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اسلام لائے مگر زیارت نہ کر سکے لہٰذا تابعی ہیں، بچپن میں آپ کو چرا لیا گیا تھا اس لیے آپ کو مسروق کہتے ہیں، بڑے متقی عالم ہیں، ۶۲ھ مقام کوفہ وفات ہوئی وہیں مزار ہے۔(اکمال) ۲؎ یعنی کبھی تہجد چار رکعت اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور کبھی تہجد چھ رکعت اور وتر تین رکعت اور کبھی تہجد آٹھ رکعت اور وتر تین رکعت پڑھتے، آخری عمل زیادہ تھا چونکہ تہجد کی نماز سرکار گھر میں ادا کرتے تھے اس لیے اس سے ازواج پاک خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ زیادہ واقف تھیں اسی بناء پر آپ سے زیادہ پوچھا جاتا تھا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۱۱۲۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے، فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز پڑھتے، اُٹھتے تو اپنی نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع فرماتے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۱۲۵) ۱؎ یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضو ہیں جو تہجد کے علاوہ ہیں، ان کا پڑھنا اور ہلکا پڑھنا مسنون ہے بشرطیکہ کامل پڑھے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

(۱۱۲۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم سے کوئی رات میں کھڑا ہو تو نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع کرے ۱؎ (مسلم)

(۱۱۲۶) ۱؎ یہ امر استحبابی ہے لہٰذا مستحب یہ ہے کہ تہجد سے پہلے دو رکعت تحیۃ الوضو ہلکی مگر کامل پڑھے اور تہجد دراز۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ اَوْبَعْضُهٗ قَعَدَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَآءِ فَقَرَاَ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ

(۱۱۲۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک رات گزاری جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے۔ ۱؎ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر اپنے گھر والوں سے بات چیت کی پھر سو گئے۔ ۲؎ تو جب آخری تہائی رات ہوئی یا اس کا کچھ حصہ ۳؎ تو اُٹھ بیٹھے، آسمان کو دیکھا اور یہ آیت پڑھی بے شک آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں

قَامَ اِلَى الْقِرْبَةِ فَانْطَلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءً حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوْئَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ اَبْلَغَ فَقَامَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ وَتَوَضَّاْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَ بِاُذُنِيْ فَاَدَارَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلٰوتُهٗ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاٰذَنَهٗ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ وَكَانَ فِيْ دُعَآئِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا وَّزَادَ بَعْضُهُمْ وَفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَّ ذَكَرَ وَعَصَبِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَشَعْرِيْ وَبَشَرِيْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا وَاجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا وَّفِيْ اُخْرٰى لِمُسْلِمٍ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُوْرًا.

کے لیے نشانیاں ہیں حتیٰ کہ سورۃ ختم کردی۔ ۴ پھر مشکیزے کی طرف کھڑے ہوئے تو اس کی ڈوری کھولی پھر پیالے میں پانی انڈیلا پھر بہت اچھا درمیانی وضو کیا جس میں پانی زیادہ خرچ نہ کیا مگر ہر عضو پر پہنچا دیا۔ ۵ پھر کھڑے ہوئے تو نماز پڑھی، میں بھی اُٹھ بیٹھا اور میں نے وضو کیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوگیا تو آپ نے میرا کان پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف گھما لیا۔ ۶ آپ کی نماز پوری تیرہ رکعتیں ہوئی پھر لیٹ گئے سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لیے اور آپ جب سوتے خراٹے لیتے تھے ۷ پھر آپ کو حضرت بلال نے نماز کی اطلاع دی تو نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ ۸ اور آپ کی دعا یہ تھی الٰہی! میرے دل میں نور اور میری آنکھوں میں نور میرے کانوں میں نور ۹ میرے دائیں نور میرے بائیں نور میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور کردے، اور مجھے نور بنادے۔ ۱۰ بعض محدثین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ میری زبان نور اور پٹھے گوشت خون بال کھال کا بھی ذکر کیا۔ (مسلم بخاری) اور ان کی ایک روایت میں ہے ۱۱ کہ میرے دل میں نور کر اور میرا نور بڑھا اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے الٰہی! مجھے نور دے۔

(۱۱۲۷) ۱ یعنی اس دن حضرت میمونہ کی باری تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں قیام تھا، حضرت ابن عباس کا وہاں آج رات ٹھہرنا بھی اسی نیت سے تھا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے اعمال کا نظارا کرلیں۔ (واہ رے قسمت والو) ۲ یہ گفتگو دینی تھی یا دنیاوی مگر مختصر تھی جن روایات میں ہے کہ بعد عشاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو ناپسند فرماتے تھے، وہ دراز گفتگو ہے۔ جس سے نمازِ فجر میں خلل واقع ہو لہٰذا احادیث متعارض نہیں جو چیز فرض یا واجب میں حارج ہو، وہ ممنوع ہے۔ معلوم ہوا کہ بیوی سے کچھ بات چیت کرنا بھی حسن اخلاق سے ہے اس سے اس کا دل خوش ہوتا ہے۔ ۳ یعنی رات کا آخری چھٹا حصہ، یہ وقت بہت برکت والا اور قبولیت دعا والا ہے۔ ۴ بعض روایات میں ہے کہ پانچ آیات پڑھیں اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ تک ہوسکتا ہے کہ کبھی آخری سورۃ تک پڑھی ہوں اور کبھی پانچ آیات لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۵ یہ درمیانی وضو کی تفسیر ہے یعنی اگرچہ پانی کم خرچ کیا مگر ہر عضو پر پانی بہہ گیا، کوئی جگہ خشک نہ رہی۔ ۶ کیونکہ مقتدی اگر ایک ہو تو امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو۔ خیال رہے کہ اس گھمانے کی شرح پہلے گزر چکی ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے آپ کو اپنے پیچھے سے گھمایا اس طرح کہ آپ کے اس گھومنے میں تین قدم متواتر نہ پڑے لہٰذا اس پر یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ نماز میں گھمانا اور گھومنا عمل کثیر ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ ۷ یہ خراٹے کسی عارضہ یا بیماری کی وجہ سے نہ تھے بلکہ عادت کریمہ تھی، خراٹے نیند کامل ہونے کی علامت ہیں۔ خیال رہے کہ یہ خراٹے ایسے سخت نہ تھے

کہ دوسروں کو تکلیف ہو بلکہ بہت ہلکے تھے اسی لیے نفخ فرمایا یعنی پھونکنا یا سانس لینا۔ ۸؎ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند وضونہیں توڑتی۔ وجہ ظاہر ہے کہ نیند وضو توڑتی ہے‘ غفلت کی وجہ سے کہ خبر نہیں رہتی ہوا خارج ہوئی یا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند غفلت پیدا ہی نہیں کرتی پھر وضو توڑنے کا سوال ہی نہیں۔ یہ وضو نہ توڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے جیسے شہید کی موت غسل نہیں توڑتی۔ یہ شہید کی خصوصیت ہے ۹؎ یہ دعا یا تو سنت فجر کے فرض سے پہلے پڑھی یا گھر سے مسجد تشریف لے جاتے ہوئے یا نمازِ تہجد سے پہلے۔ شارحین نے تینوں احتمال لیے۔ ۱۰؎ اسے دعائے تحویل بھی کہتے ہیں اور دعائے نور بھی۔ محدثین نے اس دعا کے بڑے فضائل بیان کیے ہیں حتیٰ کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ تہجد میں یہ دعا پڑھا کرے‘ اسے بہت برکتیں اور نورانیت نصیب ہوگی۔ (عوارف) خیال رہے کہ یہ دعا اُمت کی تعلیم کے لیے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں ایسے نور کہ جس پر نگاہِ کرم فرما دیں‘ اسے نورانی بنا دیں۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (۵‘۱۵) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (۳۳‘۴۶) اور چمکا دینے والا آفتاب (کنزالایمان) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نورانی بنانے والا سورج بنا کر ربّ نے بھیجا جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا انکار کرتے ہیں‘ وہ اس دعا میں غور کریں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ضرور قبول ہوئی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نور ہیں اور ہر چھ طرف سے نور میں گھرے ہوئے یعنی نور علی نور ہیں اگر یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے مانگی ہے تو زیادتی نور مراد ہوگی۔ بعض روایات میں وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا ہے اور یہاں وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا آیا۔ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی مجھے نور بنا دے۔ ۱۱؎ یہ ساری دعا کی شرح ہے یعنی الٰہی! تو نے مجھے اپنے کرم سے نور تو بنایا ہی ہے‘ میرے نور میں اضافہ اور زیادتی فرما دے جیسے ربّ نے ارشاد فرمایا وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اے محبوب عرض کرو کہ میرے مولیٰ میرے علم بڑھا دے۔ خیال رہے کہ نور میں زیادتی کمی مقدار کی نہیں ہوتی‘ کیفیت کی ہوتی ہے‘ چراغ کے نور سے‘ گیس وبجلی کا نور زیادہ اور ان سے سورج کا نور کہیں زیادہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت سورج سے کہیں زیادہ کہ سورج صرف سامنے والے کے ظاہر کو چمکاتا ہے‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو غاروں پہاڑوں میں رہنے والوں کے دل وجگر کو بھی جگمگا دیتے ہیں‘ کونسی وہ جگہ ہے جہاں اس آفتابِ نبوت کا نور نہیں پہنچتا صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ پاور ہاؤس سے پاور یکساں آتی ہے مگر اس سے نور لینے والے قمقمے اپنی طاقت کی بقدر نور لیتے ہیں‘ سو واٹ کا قمقمہ زیادہ نور لیتا ہے‘ دس واٹ کا کم ایسے ہی صحابہ تابعین‘ اولیاء علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف نوعیت کے نور لیے‘ یہ اختلاف ان کے لینے میں ہے‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دین یکساں ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَءُ هٰؤُلَآءِ الْاٰيَاتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلٰثٍ.

(۱۱۲۸) روایت ہے انہی سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے تو آپ بیدار ہوئے‘ مسواک کی اور وضو کیا۔ ۱؎ حالانکہ آپ کہتے تھے بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں یہاں تک کہ سورۃ ختم کی۔ ۲؎ پھر کھڑے ہوئے دو رکعتیں پڑھیں جن میں قیام رکوع سجدہ دراز کیا پھر فارغ ہوئے۔ ۳؎ تو سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لیے پھر یہ تین بار کیا۔ چھ رکعتیں پڑھیں۔ ۴؎ ہر بار مسواک و وضو کرتے تھے اور یہ آیتیں

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) پڑھتے تھے۔ ۵ پھر تین رکعت وتر پڑھیں۔ ۶ (مسلم)

(۱۱۲۸) ۱ مرقاۃ میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو تجدید کے لیے یعنی وضو پر وضو ورنہ آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا وضو یہاں دوسری وجہ سے ٹوٹا ہو نہ کہ نیند سے اور مسواک سے مراد یا تو وضو کی مسواک ہے یا وضو سے پہلے کی یعنی جاگنے کی مسواک کیونکہ جاگنے پر مسواک کرنا بھی سنت ہے۔ دوسرا احتمال قوی ہے۔ ۲ پچھلی حدیث سے معلوم ہوا کہ ان آیات کی تلاوت وضو سے پہلے کی اس میں ہے کہ دورانِ وضو میں کی ہوسکتا ہے کہ واقعات چند ہوں' وہاں اور واقعہ کا ذکر تھا یہاں دوسرے واقعہ کا یا وہاں عطف رتبی تراخی کے لیے تھا نہ کہ زمانی تراخی کے لیے۔ ۳ صرف دو رکعتیں پڑھیں مگر دوسری نمازوں سے زیادہ دراز اور سو گئے۔ ۴ یعنی ایک شب میں تین بار بیدار ہوئے' ہر بار میں دو رکعتیں تو نمازِ تہجد کل چھ رکعتیں ہوئیں۔ خیال رہے کہ کبھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی بار پوری تہجد پڑھی اور کبھی بار بار جاگ کر لہٰذا یہ حدیث پچھلی روایت کے خلاف نہیں۔ ۵ اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ یہ بار بار وضو فرمانا استحباباً تھا یا وجوباً دوسری وجہ سے ورنہ آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی ۶ اور وتروں کے لیے چوتھی بار نہ جاگے بلکہ تیسری بار میں ہی دو رکعتیں تہجد اور تین رکعت وتر پڑھ لیے اسی لیے یہاں سونے اور جاگنے کا ذکر نہ فرمایا۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں نہ کہ ایک۔ خیال رہے کہ یہاں ب صلہ کی ہے اور اَوْتَرَ بِوَاحِدَۃٍ میں ب استعانت کی تھی یہاں یہ معنی ہیں کہ تین رکعت وتر پڑھیں' وہاں یہ معنی تھا کہ ایک رکعت کے ذریعے اپنی نماز کو وتر یعنی طاق بنایا۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ ن الْجُهَنِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَاَرْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَادُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلٰثَةَ عَشَرَةَ رَكْعَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَوْلُهٗ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا اَرْبَعُ مَرَّاتٍ هٰكَذَا فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَّاَفْرَادِهٖ مِنْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَمُوَطَّاءِ مَالِكٍ وَّسُنَنِ اَبِيْ دَاوٗدَ جَامِعِ الْاُصُوْلِ

(۱۱۲۹) روایت ہے حضرت زید ابن خالد جہنی سے ۱ کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز دیکھوں گا۔ ۲ تو آپ نے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں دراز دراز دراز پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلی دو سے ہلکی تھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلی دو سے ہلکی تھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلی دو سے ہلکی تھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلی دو سے ہلکی تھیں پھر وتر پڑھے' یہ تیرہ رکعتیں ہوئیں۔ ۳ (مسلم) اس قول تک کہ پھر دو رکعتیں پڑھیں اور وہ دونوں اپنی پہلی سے کم تھیں' چار بار۔ ۴ یوں ہی صحیح مسلم میں کتاب حمیدی کے افراد میں موطا امام مالک سنن ابوداؤد اور جامع الاصول میں ہے۔

(۱۱۲۹) ۱ آپ مشہور صحابی ہیں' مدنی ہیں' آخر میں کوفہ قیام رہا اور وہیں ۷۸ھ میں وفات پائی' ۲ کہنے سے مراد دل میں سوچنا ہے یا اپنے دوستوں سے کہنا غالبًا اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے سے باہر نماز پڑھی ہوگی' انہیں دن میں پتا لگ گیا ہوگا۔ اس لیے یہ ارادہ کیا' شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ عالیہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر سو گیا

تاکہ جب آپ یہاں سے گزریں تو انہیں خبر ہو جائے اور ان کے سر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں شریف لگ جائے۔ شعر

کافی کشتہ دیدار کو زندہ کرتے

بخت خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگاتے جاتے

مبارک ہے وہ سر جو ان کی ٹھوکروں میں رہے

۳؎ اس طرح کہ دو ہلکی رکعتیں تحیۃ الوضو اور بالترتیب آٹھ رکعتیں تہجد اور تین رکعتیں وتر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے، کبھی کم کبھی زیادہ کیونکہ آپ پر نفس تہجد فرض تھی، رکعتوں کی تعداد میں اختیار تھا جیسے ہم پر نماز میں قرأت فرض ہے مگر آیتوں کی تعداد میں ہمیں اختیار ہے۔ یہ حدیث بھی امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام سے، اس حدیث کی عبارت ایسی واضح ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی کیونکہ پہلے ذکر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بار میں دس رکعتیں پڑھیں تو اب ایک بار میں تین ہی وتر پڑھے۔ ۴؎ یعنی اس روایت میں ہے کہ بہت دراز رکعتیں ایک دفعہ پڑھیں اور اس سے کم چار بار میں آٹھ رکعتیں اس صورت میں تہجد کی رکعتیں دس ہوئیں اور وتر تین تو اب یہ نماز تحیۃ الوضو کے علاوہ ۱۳ رکعتیں ہوئیں۔ صاحب مشکوٰۃ کا منشا یہ ہے کہ صاحب مصابیح نے تین بار ذکر کیا حالانکہ ان کتب میں چار بار ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا بَدَّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ كَانَ اَكْثَرُ صَلٰوتِهٖ جَالِسًا.(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۳۰) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسیم اور بھاری ہوگئے تو آپ کی اکثر نماز بیٹھ کر ہوتی تھی۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۳۰) ۱؎ یعنی آخر عمر شریف میں ضعف کا غلبہ جسم کی فربہی کی وجہ سے تہجد کی اکثر رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے اور کم رکعتیں کھڑے ہو کر لیکن آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی دگنا ثواب ملتا ہے۔ خیال رہے کہ جس حدیث میں موٹاپے کی برائی آئی ہے وہاں وہ موٹاپا مراد ہے جو حرام خوری اور آرام طلبی کی وجہ سے ہو لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ جو عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے اسے قیام ہی کا ثواب ملتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِيْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنْ اَوَّلِ الْمُفَصَّلِ عَلٰى تَاْلِيْفِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ سُوْرَتَيْنِ فِيْ رَكْعَةٍ اٰخِرُهُنَّ حٰمٓ الدُّخَانِ وَعَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۳۱) روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے، فرماتے ہیں کہ وہ یکساں سورتیں جانتا ہوں جنہیں آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ملا کر پڑھتے تھے۔ ۱؎ تو آپ نے ابن مسعود کی ترتیب پر اوّل مفصل بیس سورتیں بیان کیں، ہر رکعت میں دو دو سورتیں جن میں آخری حم الدخان اور عم یتساءلون ہیں۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۳۱) ۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک ایک رکعت میں دو دو سورتیں جو مقدار میں تقریباً یکساں ہوتی تھیں، پڑھا کرتے تھے۔ دو رکعت تحیۃ الوضو آٹھ رکعت تہجد اور ہر رکعت میں دو سورتیں اس طرح دس رکعتوں میں بیس سورتیں ہوگئیں۔ ۲؎ ترتیب ان کی اس

طرح تھی کہ ایک رکعت میں سورۂ رحمٰن اور النجم دوسری میں اقتربت اور الحاقۃ تیسری میں طور اور ذاریات چوتھی میں اِذَا وقعت اور نون پانچویں میں سال سائل اور نازعات چھٹی میں ویل للمطففین اور عبس ساتویں میں مدثر اور مزمل آٹھویں میں ھل اتی اور لااقسم نویں میں عم یتساءلون اور مرسلات دسویں میں دخان اور اِذَا الشمس کورت ابن مسعود کی یہی ترتیب تھی۔ (مرقاۃ) خیال رہے کہ حضرت ابن مسعود اور اُبی ابن کعب وغیرہ صحابہ نے قرآن کی سورتیں نزول کے اعتبار سے ترتیب دی تھیں' انہیں یہ پتا نہ تھا کہ آیاتِ قرآنی کی طرح ترتیب بھی آسمانی ہی ہے جو حضور حکماً خود دے گئے ہیں اس لیے وہ ترتیبیں ختم ہوگئیں اور موجودہ ترتیب جس پر سارے صحابہ اور اُمت کا اجماع ہوا ہے جو کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی' تاقیامت باقی رہی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ مِنَ اللَّيْلِ وَكَانَ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثَلٰثًا ذُوالْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظْمَةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَءَ الْبَقَرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهٖ فَكَانَ يَقُوْلُ فِیْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَكَانَ قِيَامُهٗ نَحْوًا مِّنْ رُكُوْعِهٖ يَقُوْلُ لِرَبِّیَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهٖ فَكَانَ يَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقْعُدُ فِيْمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِّنْ سُجُوْدِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِیْ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ قَرَءَ فِيْهِنَّ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَآءَ وَالْمَائِدَةَ اَوِالْاَنْعَامَ شَكَّ شُعْبَةُ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۱۳۲) روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے دیکھا' آپ تین بار فرماتے تھے اللہ اکبر ملکوت جبروت کبریائی وعظمت والا ۱؎ پھر نماز شروع کی ۲؎ سورۂ بقرہ پڑھی پھر رکوع کیا تو آپ کا رکوع آپ کے قیام کی مثل تھا۔ ۳؎ اپنے رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتے رہے پھر رکوع سے سر اُٹھایا' آپ کا قومہ رکوع کی مثل تھا۔ فرماتے تھے لربی الحمد پھر سجدہ کیا تو آپ کا سجدہ قومہ کی مثل تھا۔ ۴؎ اپنے سجدہ میں فرماتے تھے سبحان ربی الاعلیٰ پھر سجدے سے سر اُٹھایا اور آپ دو سجدوں کے بیچ سجدے کی مثل ہی بیٹھتے تھے اور کہتے تھے مولیٰ! مجھے بخش دے۔ ۵؎ چار رکعتیں پڑھیں جن میں بقرہ' ال عمران' نساء' مائدہ یا انعام پڑھیں شک شعبہ کو ہے۔ ۶؎ (ابوداؤد)

(۱۱۳۲) ۱؎ ملکوت ملک کا مبالغہ ہے اور جبروت جبر کا بمعنی غلبہ' اصطلاح میں ظاہری ملک کو ملک کہتے ہیں' باطنی کو ملکوت یعنی باطنی ملک اور پورے غلبہ والا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ملکوت جبروت کبریا صرف ربّ تعالیٰ کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں کسی بندے کے لیے ان کا استعمال جائز نہیں جیسے رحمٰن وغیرہ۔ (از مرقاۃ) ۲؎ یعنی تکبیر تحریمہ سے پہلے وہ کلمات کہے پھر تکبیر تحریمہ کہی یا تکبیر کے بعد یہ کہے پھر ثنا شروع کی' پہلا احتمال قوی ہے۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ بقرہ سے مراد پوری سورۂ بقرہ ہے یعنی ایک رکعت میں پوری سورۂ بقرہ پڑھی پھر رکوع بھی اس قدر دراز فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شبینہ کرنا جائز ہے کیونکہ شبینہ میں ایک رکعت میں ڈیڑھ پارہ آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں اڑھائی پارے پڑھے ہیں۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ دراز قیام زیادتی سجود سے افضل ہے' یہ ہی امام اعظم کا

فرمان ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا کہ جو تنہا نماز پڑھے' وہ جتنی چاہے دراز کرے۔ ۵؎ یعنی دو سجدوں کے درمیان یہ کلمہ بار بار اس قدر پڑھا کہ آپ کا یہ جلسہ سجدے کے قریب دراز ہوگیا' یہ دعا تعلیم اُمت کے لیے ہے۔ ۶؎ یعنی شعبہ راوی کو اس میں شک ہوا کہ چوتھی رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مائدہ پڑھی یا انعام' اگلی رکعتوں میں تردد نہیں کہ پہلی میں بقرہ دوسری میں آل عمران تیسری میں نساء پڑھی۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ بِعَشْرِ اٰيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِاَلْفِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِيْنَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۱۳۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو رات کھڑے ہو کر دس آیتیں پڑھے ۱؎ تو وہ غافلوں سے نہ لکھا جائے گا اور جو کھڑے ہو کر سو آیتیں پڑھے وہ مطیعون میں سے لکھا جائے گا ۲؎ اور جو کھڑے ہو کر ہزار آیتیں پڑھے تو وہ بہت ثواب والوں میں لکھا جائے گا۔ ۳؎ (ابوداؤد)

(۱۱۳۳) ۱؎ یعنی جو تہجد کی ایک یا دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس آیات تلاوت کرے تو اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ اس کا نام غافلوں کے رجسٹر میں نہ آئے گا' انشاء اللہ ذاکرین میں ہوگا۔ ۲؎ یعنی جو تہجد کی ایک رکعت یا دو رکعت میں یا پوری تہجد میں سو آیات پڑھ لیا کرے تو اس کا شمار ان نیک بختوں کے زمرہ میں ہوگا جنہوں نے ساری زندگی اطاعتِ الٰہی میں گزاری یا اللہ تعالٰی اس عبادت کی برکت سے اسے اپنی فرماں برداری و اطاعت گزاری کی توفیق دے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس میں تہجد کی بھی قید نہیں جو روزانہ نمازوں میں یا خارج نماز سو آیات تلاوت کرلیا کرے' اس کا یہ درجہ ہے مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ اسی لیے مؤلف یہ حدیث تہجد کے باب میں لائے۔ ۳؎ مقنطرین قنطار سے بنا بمعنی بہت مال۔ بعض نے فرمایا کہ بارہ ہزار اشرفیاں قنطار ہیں' بعض نے فرمایا کہ بیل کی کھال بھر سونا بعض کے نزدیک ستر ہزار دینار۔ حق یہ ہے کہ اس کی حد مقرر نہیں یہاں بے شمار ثواب والے مراد ہیں۔ حضرت معاذ ابن جبل فرماتے ہیں کہ قنطار بارہ سو اوقیہ ہیں جن کا ایک اوقیہ زمین و آسمان سے بڑھ کر ہے۔ (ابن حبان و مرقاۃ)

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا وَّيَخْفِضُ طَوْرًا ۱؎ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۱۳۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت یوں تھی کہ کبھی بلند پڑھتے کبھی پست۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۱۳۴) ۱؎ یعنی تہجد میں کبھی بلند آواز سے قرأت کرتے تھے اور کبھی آہستہ آواز سے یعنی اگر تنہائی میں تہجد پڑھتے تو بلند آواز سے پڑھتے اور اگر وہاں سونے والے ہوتے تو آہستہ قرأت فرماتے تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ فِى الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِى الْبَيْتِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۱۳۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اس قدر تھی کہ اسے صحن والے سُن لیتے جب کہ آپ کوٹھڑی میں ہوتے۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۱۳۵) ۱؎ مرقاۃ لمعات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں حجرے سے مراد گھر کا صحن ہے اور بیت سے مراد کوٹھڑی یعنی آپ کی تلاوت درمیانی تھی، یہ عمومی حالات کا ذکر ہے ورنہ کبھی اس سے زیادہ آواز بھی ہوتی تھی اور کبھی کم بھی۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْ بَكْرٍ يُّصَلِّیْ وَهُوَ يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهٖ وَمَرَّ بِعُمَرَ وَهُوَ يُصَلِّیْ رَافِعًا صَوْتَهٗ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَابَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّیْ تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ قَدْ اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّیْ رَافِعًا صَوْتَكَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُوْقِظُ الْوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّيْطَانَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَابَكْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ نَحْوَهٗ۔

(۱۱۳۶) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تشریف لے گئے ۱؎ ابوبکر صدیق تک پہنچے، وہ نماز پڑھ رہے تھے، بہت پست آواز سے اور حضرت عمر پر گزرے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے، بلند آواز سے۔ راوی نے فرمایا کہ جب یہ دونوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو فرمایا ۲؎ اے ابوبکر! ہم تم پر گزرے تم آواز پست کیے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے عرض کیا یارسول اللہ! جس سے مناجات کر رہا تھا اسے سنا لیا۔ ۳؎ حضرت عمر سے، فرمایا کہ ہم تم پر گزرے، تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا یارسول اللہ! سوتوں کو جگاتا تھا، شیطان کو بھگاتا تھا۔ ۴؎ فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابوبکر! تم اپنی آواز کچھ بلند کرو اور حضرت عمر سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کچھ پست کرو۔ ۵؎ (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی۔

(۱۱۳۶) ۱؎ اپنے صحابہ کے شب کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لیے معلوم ہوا کہ سلطان کا رات میں گشت لگانا تاکہ رعایا کے حالات معلوم کرے، سنت ہے اسی طرح استاذ و شیخ کا اپنے شاگردوں مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا مسنون ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اور حق یہ ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گشت اب بھی جاری ہے، اپنی اُمت کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لیے گشت فرماتے ہیں۔ صوفیاء نے بعض دفعہ مشاہدہ کیا ہے اور اس کا ذکر ہم نے اپنی کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں کیا ہے۔ ۲؎ یعنی ابوبکر صدیق تہجد میں قرأت نہایت آہستہ کر رہے تھے اور حضرت عمر فاروق خوب اونچی۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ صدیق پر طریقت کا غلبہ ہے اور حضرت فاروق اعظم پر شریعت کا غلبہ۔ ۳؎ یعنی ربّ تعالٰی کو سنانا مقصود تھا، وہ تو آہستہ آواز بھی سنتا ہے۔ فرماتا ہے: فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَمَا يَخْفٰی پھر جہر کی کیا حاجت ہے۔ ۴؎ یعنی میں تہجد میں ربّ تعالٰی کو سنانے کے علاوہ دو کام اور بھی کر رہا تھا، سوتوں کو جگانا کہ میری آواز سن کر جاگ جائیں اور وہ بھی تہجد پڑھ لیں اور شیطان کو بھگانا کہ جہر کی برکت سے شیطان مجھے وسوسہ نہ دے سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اذان کی طرح قرآنِ کریم کی آواز سے بھی بھاگتا ہے۔ یہ حدیث ذکر بالجہر کرنے والے صوفیاء کی بھی دلیل ہے اور ذکر خفی والوں کی بھی، دونوں اللہ کے پیارے ہیں، نیت سب کی بخیر ہے۔ ۵؎ یہ جملہ اس کی شرح ہے خیر الامور اوسطھا یعنی نہ اتنی بلند قرأت کرو کہ دوسروں کو تکلیف ہو، نہ اتنی آہستہ کہ بالکل پتا ہی نہ لگے، درمیانی روش دونوں صاحب اختیار فرماؤ۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (۱۷،۱۱۰) اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو (کنزالایمان) اے صدیق خالق کو سنانے کے ساتھ مخلوق کو اپنی قرأت سے فائدہ

پہنچاؤ اور اے عمر! مخلوق پر کچھ نرمی کرتے ہوئے اپنے نفس پر بھی زیادہ مشقت نہ ڈالو سبحان اللہ کیسی پیاری تعلیم ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَصْبَحَ بِاٰيَةٍ وَّالْاٰيَةُ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۱۳۷) روایت ہے حضرت ابوذر سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا حتیٰ کہ ایک آیت پر صبح ہوگئی۔ ۱؎ یہ آیت تھی اگر تو اسے عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔ ۲؎ (نسائی' ابن ماجہ)

(۱۱۳۷) ۱؎ یعنی جب نمازِ تہجد کے لیے جاگے اور سورۂ فاتحہ سے فارغ ہوکر یہ رکوع پڑھا تو اس آیت کو سینکڑوں بار پڑھا حتیٰ کہ وقت صبح بالکل ہی قریب آ گیا کہ سلام پھیریں اور صبح ہو جائے لہٰذا اس حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ تمام رات جاگنا بہتر نہیں ورنہ یہ کہ طلوعِ فجر پر نفل منع ہیں۔ ۲؎ یہ سورۂ مائدہ کی آیت ہے' قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام بارگاہِ الٰہی میں اپنی قوم کے متعلق یہ عرض کریں گے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آیت بار بار پڑھنا اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے ہے یعنی عین نماز و مناجات میں ہی اُمت کی شفاعت بھی فرما رہے ہیں۔ اس حدیث کی بناء پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ نماز میں آیت یا سورۃ کی تکرار بلا کراہت جائز ہے حتیٰ کہ سورۂ فاتحہ کی تکرار بھی جائز ہے' احناف کے ہاں سورۂ فاتحہ کی تکرار ممنوع ہے کہ اگر اس کا اکثر حصہ مکرر کیا تو سجدہ سہو واجب مگر شیخ عبدالحق نے اشعہ میں فرمایا کہ میں نے شیخ سے پوچھا کہ اگر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پر لطف آ جائے اور اسے مکرر پڑھے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا فرائض میں نہ کرو' نوافل میں کر سکتے ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰی يَمِيْنِهٖ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۱۳۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی فجر کی سنتیں پڑھ لے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جائے۔ ۱؎ (ترمذی' ابوداؤد)

(۱۱۳۸) ۱؎ یہ حکم استحبابی ہے اور اس کے لیے ہے جو تہجد میں جاگتا رہا ہو تاکہ کچھ آرام کر کے فرض فجر بہ آسانی ادا کرے اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ یہ عمل گھر میں کرے' مسجد میں نہ کرے تاکہ لوگوں کو اپنی تہجد پہ مطلع نہ کرے۔ خیال رہے کہ اس طرح لیٹے کہ نیند یا اونگھ نہ آنے پائے ورنہ وضو جاتا رہے گا اور سنت یہ ہے کہ فجر کی سنتیں و فرض ایک وضو سے پڑھے اگر تہجد نہ پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے اس وقت کچھ لیٹ جائے تو حرج نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَئَلْتُ عَائِشَةَ اَیُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّآئِمُ قُلْتُ فَاَیَّ حِيْنٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ

(۱۱۳۹) روایت ہے حضرت مسروق سے' فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل زیادہ پیارا تھا؟ فرمایا ہمیشہ کا ۱؎ میں نے کہا کہ رات میں کس وقت اُٹھتے تھے؟ فرمایا جب مرغ کی اذان سنتے تھے۔ ۲؎

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (مسلم بخاری)

(۱۱۳۹) ؎ اسی لیے دوسری روایت میں آیا کہ پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو' ہمیشگی دین و دنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہے' استقامت ہزار کرامت سے افضل ہے' اتنا کام شروع کرو جو نبھا سکو۔ ؎ یہاں مرغ کی پہلی بانگ مراد ہے چوتھائی رات باقی رہے تو ہوتی ہے' دوسری بانگ مراد نہیں وہ صبح صادق پر ہوتی ہے اس وقت تہجد نہیں ہوسکتی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاكُنَّا نَشَآءُ اَنْ نَّرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْنَاهُ وَلَا نَشَآءُ اَنْ نَّرَاهُ نَائِمًا اِلَّا رَاَيْنَاهُ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِىُّ)

(۱۱۴۰) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا نہ چاہتے تھے مگر دیکھ لیتے تھے اور سوتے ہوئے دیکھنا نہ چاہتے تھے مگر دیکھ لیتے تھے۔ ؎ (نسائی)

(۱۱۴۰) ؎ یعنی آپ نہ تو تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے' کچھ حصہ سوتے کچھ حصہ میں جاگتے لہذا آپ کا ہر حال دیکھا جاتا تھا۔

وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ وَاَنَا فِىْ سَفَرٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَاَرْقُبَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ حَتّٰى اَرٰى فِعْلَهٗ فَلَمَّا صَلّٰى صَلٰوةَ الْعِشَآءِ وَهِىَ الْعَتَمَةُ اضْطَجَعَ هَوِيًّا مِّنَ اللَّيْلِ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَنَظَرَ فِى الْاُفُقِ فَقَالَ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا حَتّٰى بَلَغَ اِلٰى اِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ثُمَّ اَهْوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاسْتَلَّ مِنْهُ سِوَاكًا ثُمَّ اَفْرَغَ فِىْ قَدَحٍ مِّنْ اِدَاوَةٍ عِنْدَهٗ مَآءً فَاسْتَنَّ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى حَتّٰى قُلْتُ قَدْ صَلّٰى قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى قُلْتُ قَدْ نَامَ قَدْرَمَا صَلّٰى ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ كَمَا فَعَلَ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ الْفَجْرِ رَوَاهُ النَّسَائِىُّ۔

(۱۱۴۱) روایت ہے حضرت حمید ابن عبدالرحمن ابن عوف سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے سوچا حالانکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا کہ قسم خدا کی میں نماز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکوں گا۔ ؎ حتیٰ کہ آپ کا عمل دیکھ لوں تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء یعنی عتمہ پڑھ لی تو کافی رات لیٹے رہے۔ ؎ پھر جاگے تو کنارہ آسمان میں نظر فرمائی پھر کہا مولا تو نے اسے بے کار نہ بنایا حتیٰ کہ لاتخلف المیعاد تک پہنچ گئے۔ ؎ پھر اپنے بستر کی طرف جھکے وہاں سے مسواک نکالی پھر اس برتن سے جو آپ کے پاس رکھا تھا' پانی پیالے میں اُنڈیلا۔ ؎ پھر مسواک کی پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہے۔ ؎ حتیٰ کہ میں نے سوچا کہ آپ نے سونے کی بقدر نماز پڑھ لی پھر لیٹ گئے حتیٰ کہ میں نے کہا کہ آپ بقدر نماز سو لیے پھر بیدار ہوئے تو جیسا پہلی بار کیا تھا ویسا ہی کیا اور جو پہلے فرمایا تھا' ویسا ہی فرمایا۔ ؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر سے پہلے یہ کام تین بار کیا۔ (نسائی)

(۱۱۴۱) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نمازِ تہجد مراد ہے کیونکہ پنج گانہ نمازیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باجماعت پڑھتے تھے' ان میں تحقیقات کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ صحابہ کا جذبہ عشق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو آنکھوں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ۲؎ اس طرح کہ دو تہائی رات سو لیئے' یہ عمل وہاں کا ہے جہاں راستہ میں کسی جگہ رات گزارنے کے لیے سفر منقطع فرما کر نزول فرمایا ورنہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سفر طے کرتے تھے' سواری پر ہی کچھ نیند فرما کر تہجد ادا کرتے۔ ۳؎ یعنی یہ آیات یہاں تک پڑھیں۔ بعض اوقات آخر سورۃ تک بھی تلاوت کرتے تھے۔ ۴؎ سرہانے مسواک تکیہ کے نیچے رکھنا اور وضو کا پانی رکھنا سنت۔صوفیائے کرام کا اس پر عمل ہے اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے صرف مسواک کی وضو نہ کیا کیونکہ آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی' کلی مسواک کے لیے ہی پانی اُنڈیلا تھا اور اگر وضو بھی کیا ہو تو وضو پر کیا یا کوئی اور حدث ہوا ہوگا مگر پہلا احتمال قوی ہے۔ ۶؎ یعنی رات میں کئی بار بیدار ہوئے اور ہر دفعہ یہ ہی آیات تلاوت کیں اور مسواک و نماز ادا کی' تین بار ایسا ہی عمل کیا' تہجد کا یہ عمل بہت ہی افضل ہے کہ گراں ہے بار بار جاگنا سونا' آسان نہیں مگر جس پر اللہ آسان کرے۔

وَعَنْ يَعْلَي بْنِ مُمَلَّكٍ اَنَّهٗ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَ ةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلٰوتِهٖ فَقَالَتْ وَمَالَكُمْ وَصَلٰوتَهٗ كَانَ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَمَا صَلّٰى حَتّٰى يُصْبِحَ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَ تَهٗ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَ ةً مُّفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ۔

(۱۱۴۲) روایت ہے حضرت یعلی ابن مملک سے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت اُم سلمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور نماز کے بارے میں پوچھا' انہوں نے فرمایا کہ تمہیں ان کی نماز سے کیا نسبت؟۱؎ آپ نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بقدر سوتے تھے پھر سونے کے بعد بقدر نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بقدر سوتے تھے حتیٰ کہ صبح کرتے ۲؎ پھر آپ کی قرأت بیان کی تو ایسی قرأت بیان کرنے لگیں' ایک ایک حرف صاف جدا۔ ۳؎ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

(۱۱۴۲) ۱؎ یعنی تم میں یہ ہمت و جرأت کہاں جو رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ سکو اس فرمان کا مقصد یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی عظمت دکھانا ہے یا موجودہ حضرات پر حسرت کا اظہار ہے کہ ان کی ہمت پہلے کی سی نہ رہی یا پوچھنے والے کو اس پر دلیر کرنا منظور ہے کہ وہ بات سُن کر جوش میں آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی کوشش کریں لہٰذا یہ حدیث روافض کی دلیل نہیں کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے چھوڑ دیئے تھے۔ ۲؎ تہجد سے پہلے سونا تہجد کے لیے شرط ہے کہ اس کے بغیر نمازِ تہجد نہ کہلائے گی اور بعد تہجد سونا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ سویرا سوتے ہوئے نمودار ہو۔ ۳؎ یعنی آپ کی قرأت نہایت آہستگی سے اور صاف تھی جس سے ہر کلمہ جداگانہ سمجھ میں آتا تھا اور ہر کلمہ کے حروف ح' ع' ز' ذ' ط' ض واضح طور پر سمجھ لیے جاتے تھے۔ ایک کلمہ دوسرے سے مخلوط نہ ہوتا تھا' تلاوتِ قرآنِ کریم کا یہ ہی طریقہ چاہیے زیادہ پڑھنے کی کوشش نہ کرو' درست پڑھنے کی کوشش کرو۔

بَابُ مَا یَقُوْلُ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ باب جب رات کو اُٹھے تو کیا کہے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سانس اللہ کے ذکر میں نکلتی تھی مگر تہجد کو اُٹھتے وقت بڑے پیارے پیارے ذکر فرماتے تھے کہ وہ وقت خصوصیت سے قبولیت کا ہے اور رحمتِ الٰہی کے ظہور کا یہاں وہ ذکر و دعائیں بیان ہوں گی جو نمازِ تہجد سے پہلے پڑھتے تھے، ان کا کچھ ذکر پہلے باب میں بھی ہو چکا ہے اس باب میں تفصیلاً ذکر ہوگا لہٰذا یہ مکرر نہیں کہ وہاں اجمالی تھا یہاں تفصیلی وہاں تبعاً تھا یہاں قصداً۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتَھَجَّدُ قَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَاءُکَ حَقٌّ وَقَوْلُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۱۱۴۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد پڑھنے اُٹھتے تو کہتے الٰہی! تیرے لیے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر والوں کو قائم رکھنے والا ہے۔ ۱؎ تیرے ہی لیے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر والوں کا نور ہے۔ ۲؎ اور تیری ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر والوں کا بادشاہ ہے۔ ۳؎ اور تیری ہی حمد ہے تو حق ہے ۴؎ تیرا وعدہ حق ہے، تجھ سے ملنا حق ہے اور تیری بات حق ہے۔ ۵؎ جنت حق ہے، آگ حق ہے، نبی حق ہیں، جناب محمد حق ہیں۔ ۶؎ قیامت حق ہے، اے اللہ تیرے لیے میں اسلام لایا، تجھ پر ایمان لایا ۷؎ اور تجھ پر میں نے بھروسہ کیا اور تیری طرف میں نے رجوع کیا۔ ۸؎ تیرے بھروسے پر میں کفار سے لڑتا ہوں اور تجھ سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ ۹؎ میرے اگلے پچھلے چھپے کھلے بخش دے اور وہ بخش جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے بڑھانے والا ہے ۱۰؎ اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے ۱۱؎ تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ۱۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۴۳) ۱؎ یہ دعائیں نمازِ تہجد شروع کرنے سے پہلے ہیں، وضو مسواک کے بعد یا ان سے بھی پہلے قیم قیوم مبالغہ کے صیغے ہیں یعنی آسمان و زمین اور ان کی مخلوق جن و انس و فرشتوں وغیرہ کو قائم رکھتا ہے کہ ان سب کی بقاء تیرے کرم سے ہے یعنی ان کا موجد بھی تو باقی رکھنے والا بھی تو اب ورب میں یہ فرق ہے۔ ۲؎ یعنی ان کو عدم کی تاریکی سے وجود کا نور دینے والا تو یا چاند و سورج اور تاروں کے ذریعے انہیں ظاہری نور دینے والا بھی تو ہے اور انبیاء، اولیاء اور علماء کے ذریعے باطنی نور دینے والا بھی تو ہے یہاں نور بمعنی منور ہے۔

ربّ فرماتا ہے کہ اللہ نور السموت و الارض ۳؎ حقیقی و دائمی بادشاہی ہے، تیری عطا سے عارضی و چند روزہ بادشاہ تیرے بعض بندے ہیں۔ چنانچہ دنیا میں صدہا بادشاہ گزرے جن کے نام ونشان نہ رہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری خلق کا دائمی سلطان بنایا مگر یہ سلطنت عارضی و عطائی ہے۔ ربّ تعالٰی کی حقیقی و ذاتی۔ ۴؎ یعنی تو ثابت ہے، دائم ہے، تیرے لیے فنا نہیں کہ حق کے ایک معنی یہ بھی ہیں یعنی زائل و فانی کا مقابل دوسرے معنی ہیں، باطل وغلط کا مقابل یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ ۵؎ یہاں حق باطل کے مقابل ہے یعنی تیرا وعدہ اور وعید سچے ہیں اور ہم سب کا تیری بارگاہ میں حاضر ہوکر حساب دینا برحق ہے، تیرے سارے فرمان سچے ہیں، تیرے کلام میں جھوٹ کا احتمال نہیں۔ خیال رہے کہ صادق وہ کلام ہے جو واقعہ کے مطابق ہو اور حق وہ کلام کہ واقعہ اس کے مطابق ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں لقا سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ ۶؎ اگرچہ نبیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت پر سارے نبیوں کی حقانیت موقوف ہیں کیونکہ ان سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور حقانیت کی بشارتیں دی تھیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر سے ان سب کی حقانیت کا اقرار کرالیا اس لیے خصوصیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علیحدہ ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ نبیوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی ذات ان کی صفات اور سارے حالات حتی کہ ان کی خطائیں ولغزشیں بھی حق ہیں کہ اس پر ہزار ہا حق مرتب ہوتے ہیں ۷؎ یعنی ظاہر و باطن میں تیرا مطیع ہوں اور تیرے سارے احکام کو سچا سمجھتا ہوں، ایمان و اسلام کا فرق کتاب الایمان کے شروع میں بیان ہو چکا۔ ۸؎ صوفیاء فرماتے ہیں کہ گناہوں سے باز آ جانا توبہ ہے اور غفلت سے باز آ کر بیدار ہو جانا انابت شریعت والوں کا توکل یہ ہے کہ اسباب پر عمل اور مسبب الاسباب پر نظر طریقت والوں کا توکل یہ ہے اسباب کی آڑ کو پھاڑ دینا اور یار تک پہنچ جانا۔ ۹؎ یعنی تیرے لیے میرا جہاد ہے اور جہاد میں تیری مدد پر نظر ہے، میرا اور کفار کا فیصلہ تو فرما کہ میرا سچ اور ان کا جھوٹ ظاہر فرما دے۔ ۱۰؎ نہایت جامع استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں گناہوں کا ذکر آ گیا، یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لیے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک گناہوں کی رسائی نہیں، وہ گناہ کرنے کے لیے پیدا نہیں ہوئے بلکہ گناہ گاروں کی دستگیری کرنے کے لیے تشریف لائے۔ ۱۱؎ تو نے اپنے فضل و کرم سے مجھے درجہ میں سب سے آگے رکھا اور زمانہ میں سب نبیوں سے پیچھے یا آخرت میں تو نے مجھے سب سے آگے رکھا اور دنیاوی ظہور میں سب سے پیچھے یا تو نے میری اُمت کو ساری اُمتوں سے درجوں میں آگے بڑھا دیا اور دنیوی ظہور میں سے پیچھے رکھا اس کی تفسیر وہ حدیث ہے نحن الاٰخرون السابقون (ملا مرقات) اس جملہ کی اور بہت تفسیریں ہیں ۱۲؎ اس کے پہلے جملے میں غیر سے الوہیت کی نفی ضمناً ہے دوسرے میں صراحۃً۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَءِيْلَ وَمِيْكَآءِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ

(۱۱۴۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے، فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں اُٹھتے، نماز شروع کرتے تو کہتے اے اللہ! اے جبرائیل! اے میکائیل! اور اسرافیل کے ربّ ۱؎ آسمانوں اور زمین کے بنانے والے چھپے کھلے کے جاننے والے ۲؎ تو ہی اپنے بندوں کا ان چیزوں میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ جھگڑتے ہیں ۳؎ مجھے اپنے کرم سے

بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اس حق کی ہدایت دے جس میں اختلاف ہے تو جسے چاہے سیدھے رستے کی ہدایت دے۔ ۴؎ (مسلم)

(۱۱۴۴) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ کلمات نمازِ تہجد کی تکبیر تحریمہ سے پہلے فرماتے تھے' اللہ تعالٰی ساری مخلوق کا رب ہے مگر خصوصیت سے ان تینوں فرشتوں کا ذکر ان کے اشرف ہونے کی بناء پر کیا گیا۔ اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبرائیل ہیں کیونکہ خادم انبیاء ہیں اور حامل وحی ہیں پھر میکائیل کیونکہ رزق جسمانی کا تعلق ان سے ہے پھر اسرافیل کیونکہ آپ لوحِ محفوظ کے امین اور صور کے محافظ پھر عزرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام اس ترتیب میں اور بھی قول ہیں۔ ۲؎ خالق بمعنی پیدا کرنے والا فاطر بمعنی ایجاد کرنے والا چونکہ آسمان فیض دینے والے ہیں اور زمین فیض لینے والی نیز آسمان کفر و شرک و گناہ سے محفوظ ہے اور زمین میں یہ سب کچھ موجود اس لیے آسمانوں کا ذکر پہلے کیا زمین کا بعد ورنہ زمین آسمان سے افضل بھی ہے اور پہلے بھی غیب اور غائب کا فرق پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ ربّ تعالٰی کے لیے کوئی شے غیب نہیں' ہمارے لیے بعض چیزیں غیب ہیں اور بعض شہادت۔ ۳؎ قیامت کے دن عملی فیصلہ اس طرح کہ اچھوں و بُروں میں فاصلہ فرمادے گا' قولی فیصلہ تو یہ بھی ہو چکا لہٰذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۴؎ یہ دعا ہماری تعلیم کے لیے ہے ورنہ اللہ تعالٰی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کی ہدایت ازل میں ہی دے چکا اب تمام عالم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت بٹ رہی ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۵۲:۴۲) اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ اَوْقَالَ ثُمَّ دَعَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّا وَصَلّٰى قُبِلَتْ صَلٰوتُهٗ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۱۴۵) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو رات میں جاگے تو کہے کہ اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۱؎ پاک ہے اللہ' اللہ کی حمد ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ بڑا ہے' اللہ کے بغیر طاقت و قوت نہیں پھر کہے اے رب! مجھے بخش دے یا فرمایا کہ پھر دعا مانگے تو اس کی قبول ہوگی۔ ۲؎ پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول ہوگی۔ ۳؎ (بخاری)

(۱۱۴۵) ۱؎ یہ دعا تہجد کے لیے اُٹھتے ہی پڑھنی چاہیے' تَعَارَّ عرار سے بنا بمعنی ہلکی آواز چونکہ مسلمان جاگتے ہی کچھ ذکر الٰہی کرتا ہے اس لیے یہاں یہ لفظ جاگنے کے معنی میں استعمال ہوا' ملک اور ملکوت کا فرق بارہا بیان کیا جا چکا ہے۔ حقیقی ملک اللہ کا ہے مجازاً بندوں کا بھی مگر ملکوت خدا کے سوا کسی کا نہیں۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے خدا کی حمد کرے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہے پھر دعا مانگے' انشاء اللہ بالضرور قبول ہوگی خصوصاً تہجد کے وقت کی دعا کہ وہ تیر بہدف ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس دعا کا نام دعائے درھم الکلیس ہے یعنی تھیلی کی نقدی۔ ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آخر رات میں جاگ کر تہجد نہ بھی پڑھے مگر یہ دعا مانگے تو انشاء اللہ تعالٰی فائدے میں رہے گا' معذور لوگ جو نماز نہیں پڑھ سکتے' وہ یہ دعا

ضرور پڑھ لیا کریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِیْ وَاَسْئَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِیْ وَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۱۴۶) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں جاگتے تو کہتے تیرے سوا کوئی معبود نہیں' الٰہی تو پاک ہے' تیری حمد ہے' اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی چاہتا ہوں' تجھ سے تیری رحمت مانگتا ہوں' الٰہی میرا علم بڑھا دے اور ہدایت کے بعد دل ٹیڑھا نہ کر دے۔ ۱؎ مجھے اپنی طرف سے رحمت دے بے شک تو ہی دینے والا ہے۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۱۱۴۶) ۱؎ اگرچہ یہ دونوں چیزیں بھی رحمت میں شامل تھیں لیکن چونکہ بہت شاندار نعمتیں ہیں اس لیے ان کا علیحدہ ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ علم کی انتہا نہیں اور کوئی شخص علم پر قناعت نہ کرے بلکہ ہمیشہ طالب علم رہے اور اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ سمجھے' دل بدلتے دیر نہیں لگتی' یہ دعائیں ہماری تعلیم کے لیے ہیں۔ ۲؎ یہاں رحمت سے مراد ایمان و ہدایت پر ثابت قدمی اور نیک اعمال کی توفیق ملنا ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُّسْلِمٍ يَّبِيْتُ عَلٰى ذِكْرٍ طَاهِرًا فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْئَلُ اللّٰهَ خَيْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۱۴۷) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جو رات گزارے' ذکر الٰہی سے پاک رہ کر۔ ۱؎ پھر رات کو اُٹھے اللہ سے خیر مانگے مگر اللہ اسے وہ دے دیتا ہے۔ ۲؎ (احمد وابوداؤد)

(۱۱۴۷) ۱؎ یعنی باوضو سوئے اور اللہ کا ذکر آیت الکرسی وغیرہ پڑھ کر سوئے۔ بعض صوفیاء سوتے وقت پاس انفاس کرتے ہیں اور اسی حالت میں سو جاتے ہیں اس طرح کہ لا الہ پر سانس کھینچتے ہیں اور الا اللہ پر نکالتے ہیں یا صلی اللہ علیک سے سانس کھینچتے ہیں اور یارسول اللہ پر سانس باہر نکالتے ہیں' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اگر آخری نیند یعنی موت پر یہ عمل نصیب ہو جائے تو زہے نصیب۔ مرقات نے فرمایا کہ اس وقت تیمم ہی کر کے سو جائے یا طہارت سے مراد دل کا حسد اور کینہ وغیرہ سے پاک ہونا ہے۔ ۲؎ اور ایسا شخص تمام رات کا عابد مانا جاتا ہے۔

وَعَنْ شَرِيْقِ نِ الْهَوْزَنِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ فَسَئَلْتُهَا بِمَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ اِذَاهَبَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ سَاَلْتَنِیْ عَنْ شَیْءٍ مَاسَاَلَنِیْ عَنْهُ اَحَدٌ قَبْلَكَ كَانَ اِذَاهَبَّ مِنَ

(۱۱۴۸) روایت ہے حضرت شریق ہوزنی ۱؎ سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا' میں نے ان سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں جاگتے تھے تو ابتدا کس چیز سے کرتے تھے فرمایا کہ تم نے مجھ سے وہ چیز پوچھی جو تم

اللَّيْل كَبَّرَ عَشْرًا وَّحَمِدَ اللّٰهَ عَشْرًا وَّقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَشْرًا وَّقَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس عَشْرًا وَّاسْتَغْفَرَ اللّٰهُ عَشْرًا وَّهَلَّلَ اللّٰهُ عَشْرًا ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ عَشْرًا ثُمَّ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

سے پہلے مجھ سے کسی نے نہ پوچھی۔ ۲؎ جب حضور رات میں جاگتے تو دس بار تکبیر دس بار حمد کہتے اور دس بار سبحان اللہ وبحمدہ دس بار سبحان الملک القدوس کہتے دس بار استغفار پڑھتے اور دس بار کلمہ پھر دس بار کہتے الٰہی میں دنیا اور قیامت کی تنگی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ۳؎ پھر نماز شروع کرتے۔ (ابوداؤد)

(۱۱۴۸) ۱؎ آپ بڑے پائے کے تابعی ہیں، ہوزن جو قبیلہ ذی کلاع کا بطن ہے اس کی طرف منسوب ہیں۔ ۲؎ اس میں سوال کی تعریف ہے کہ ربّ تعالٰی نے تمہیں اچھی بات پوچھنے کی توفیق دی اس سوال سے صحابہ کرام کا عشقِ رسول ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اندرونی و بیرونی زندگی معلوم کر کے اس کی نقل کرنا چاہتے تھے۔ ۳؎ دنیا کی تنگی میں یہاں کی آفتیں، بیماری اور قرض کی مصیبتیں وغیرہ سب داخل ہیں اور قیامت کی تنگی میں وہاں کی دھوپ اور گرمی حساب میں ناکامی وغیرہ شامل ہے۔ یہ کل ستر کلمات ہوئے، قربان جاؤں اس سونے اور جاگنے کے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَزَادَ اَبُوْدَاوٗدَ بَعْدَ قَوْلِهٖ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَلٰثًا وَفِیْ اٰخِرِ الْحَدِيْثِ ثُمَّ يَقْرَأُ۔

(۱۱۴۹) روایت ہے حضرت ابوسعید سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں اُٹھتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے الٰہی تو پاک ہے، تیری حمد ہے، تیرا نام برکت والا ہے، تیری شان اونچی ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ۱؎ پھر کہتے اللہ بہت ہی بڑا ہے پھر کہتے مردود شیطان سے سننے والے، جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اس کے وسوسوں سے، اس کی پھونک سے، اس کے تکبر سے ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور ابوداؤد نے غیرک کے بعد یہ بھی زیادہ کیا کہ پھر تین بار لا الٰہ الا اللہ کہتے اور آخر حدیث میں ہے پھر قرأت کرتے۔

(۱۱۴۹) ۱؎ یہاں تکبیر سے مراد تکبیر تحریمہ ہے یعنی آپ تہجد کی نماز شروع فرما کر قرأت سے پہلے یہ ذکر کرتے جیسے اور نمازوں میں کیا جاتا ہے مگر اس نماز میں آئندہ کلمات اور زیادہ فرماتے۔ خیال رہے کہ جدّ کے معنی عظمت ہیں یا جائے پناہ اسی لیے مال کو بھی جد کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے لوگوں کو عظمت ملتی ہے اور دادا کو بھی اس سے خاندانی عظمتیں قائم ہوتی ہیں۔

وَعَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ كَعْبِ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ عِنْدَ حُجْرَةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ اَسْمَعُهٗ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّ

(۱۱۵۰) روایت ہے حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمی سے، فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے پاس میں رات گزارتا تھا، میں آپ کو سنتا تھا کہ جب آپ رات میں اُٹھتے تو

الْعٰلَمِیْنَ الْھَوِیَّ ثُمَّ یَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ الْھَوِیَّ رَوَاہُ النَّسَآئِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ نَحْوَہٗ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

بہت دیر تک کہتے جہانوں کا پالنے والا پاک ہے پھر بہت دیر تک کہتے اللہ پاک ہے اس کی حمد ہے۔ ۱؎ (نسائی) ترمذی میں اس کی مثل ہے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱۱۵۰) ۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بہکاتے وقت انسان پر پھونکیں مارتا ہے جس سے وسوسے اور ناجائز تکبر پیدا ہوتے ہیں کیونکہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور پھونک کو پھونک مٹاتی ہے اس لیے مشائخ بھی شیطان وغیرہ کو دفع کرنے کے لیے دَم ہی کرتے ہیں' پھونک کی تاثیریں اور فوائد ہماری کتاب اسرار الاحکام میں دیکھو یعنی ربیعہ اپنے گھر کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے پاس رات گزارتے اور چوکھٹ شریف پر سر رکھ کر آرام کرتے تاکہ رات میں بوقتِ ضرورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کریں اور آپ کے اعمال واقوال شریفہ یاد کریں اسی خدمت کا صلہ انہیں وہ ملا جو باب السجود میں گزر چکا یعنی جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کریم کے دروازہ سے سب کچھ ملتا ہے' غالب یہ ہے کہ یہ ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر حجرے میں کرتے تھے اور آپ باہر سنتے تھے۔

بَابُ التَّحْرِیْضِ عَلٰی قِیَامِ اللَّیْلِ — باب رات میں اُٹھنے کی ترغیب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

نمازِ تہجد کے فضائل بے شمار ہیں' وہ وقت ربّ تعالیٰ کی خاص رحمتیں اُترنے کا ہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ نمازِ تہجد میں جنت کی لذتیں ہوتی ہیں۔ (اشعہ)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْقِدُ الشَّیْطَانُ عَلٰی قَافِیَۃِ رَأْسِ اَحَدِکُمْ اِذَا ھُوَنَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ یَضْرِبُ عَلٰی کُلِّ عُقْدَۃٍ عَلَیْكَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَیْقَظَ فَذَکَرَ اللّٰہَ انْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ فَاِنْ صَلّٰی انْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا طَیِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ کَسْلَانَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۱۱۵۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ ۱؎ ہر گرہ پر یہ ڈالتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے سوجا ۲؎ پھر اگر بندہ بیدار ہو جائے تو اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ ۳؎ پھر اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے۔ ۴؎ اور وہ خوش دل پاک نفس صبح کرتا ہے ورنہ پلید طبیعت اور سست صبح پاتا ہے۔ ۵؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۵۱) ۱؎ یہاں گرہ کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بلاوجہ تاویل کی ضرورت نہیں جادوگر دھاگے یا بالوں میں کچھ دَم کرکے گرہ لگا دیتے ہیں جس کا اثر مسحور پر ہو جاتا ہے ایسے ہی شیطان انسان کے بالوں میں یا دھاگے میں صبح کے وقت غفلت کی تین گرہیں لگا دیتا ہے اسی لیے صبح کے وقت بڑے مزے کی نیند آتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین گرہوں کے کھولنے کے لیے تین عمل ارشاد فرمائے۔ ۲؎ یعنی یہ لفظ کہہ کر دَم کرتا ہے اور گرہ لگا دیتا ہے جس کے اثر سے انسان پر غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ مشائخ اللہ کا ذکر کر

کے دھاگے پر پھونکتے اور گرہ لگاتے ہیں پھر مریض کے گلے میں ڈال دیتے ہیں اس کا ماخذ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔ معلوم ہوا کہ گنڈا حق ہے جس گنڈے کی حدیث شریف میں بُرائی آئی ہے' وہ گنڈا ہے جس پر شرکیہ الفاظ پڑھ کر دَم کیا جائے۔ ۳؎ یہاں اللہ کے ذکر سے وہ ذکر مراد ہے جو اُٹھتے ہی مومن کرتا ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا۔ یہ ذکر اس جادو کا اُتار ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ پر درود شریف بھی اللہ کا ذکر ہے اگر درود پر آنکھ کھلے تب بھی یہ ہی فائدہ ہوگا۔ ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث تہجد کے باب میں لائے اور اگر کوئی نماز فجر کے لیے اُٹھے اور یہ عمل کرے تب بھی انشاء اللہ یہ فوائد ہوں گے۔ بعض روایات میں اسی جگہ عُقَدٌ ہے عُقْدَہ کی جمع معنی یہ ہوئے کہ اگر نماز پڑھ لے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں کیونکہ جب تیسری گرہ کھل گئی تو سب ہی کھل گئیں یا چونکہ نمازی آدمی وضو بھی کرتا ہے' ذکر اللہ بھی لہٰذا نماز میں وہ دونوں چیزیں آ گئیں۔ خیال رہے کہ جن عورتوں کی نماز معاف ہے' وہ بھی معافی کے زمانے میں جلد جاگیں' اللہ کا ذکر کریں' وضو کرلیں تو بہت اچھا ورنہ تڑکے ہی منہ ہاتھ دھولیں۔ ۵؎ یعنی نمازِ تہجد کی برکت سے دل میں خوشی' نفس میں پاکی نصیب ہوتی ہے جو اس سے محروم ہے' وہ ان دونوں کے کمال سے محروم ہے۔ (مرقاۃ) اور جو نمازِ فجر سے غافل رہا اسے سستی بہت ہی ہوتی ہے' صبح کا اُٹھنا تندرسی کی اصل ہے' صبح سوتے رہنا بیماریوں کی جڑ ہے اسی لیے سمجھ دار کفار بھی اندھیرے منہ جاگتے ہیں۔

وَعَنِ الْمُغِیْرَةِ قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِیْلَ لَهٗ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۱۵۲) روایت ہے حضرت مغیرہ سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک قیام فرمایا کہ آپ کے قدم سُوج گئے۔ ۱؎ آپ سے عرض کیا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں' آپ کے تو اگلے پچھلے بخش دیئے گئے۔ ۲؎ تو فرمایا کیا میں بندہ شاکر نہ ہوؤں۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۵۲) ۱؎ دراز قیام کے باعث یعنی تہجد میں اتنا دراز قیام فرمایا کہ کھڑے کھڑے قدم پر ورم آ گیا' یہ حدیث شبینہ پڑھنے والوں اور ان صوفیاء کی دلیل ہے جو تمام رات نماز پڑھتے ہیں جیسے حضور غوث پاک اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین' ان بزرگوں پر اعتراض نہ کرو۔ ۲؎ یعنی یا حبیب اللہ اتنا لمبا قیام ہم لوگ کریں تو مناسب ہے کہ ہم گناہ گار ہیں' اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے پھر اتنی مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھے گناہ بخشنے کی بہت توجیہیں عرض کی جا چکی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے جو ابھی عرض کی گئی۔ ۳؎ یعنی میری یہ نماز مغفرت کے لیے نہیں بلکہ مغفرت کے شکریہ کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ ہم لوگ عبد ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدہٗ ہیں' ہم لوگ شاکر ہو سکتے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم شکور ہیں یعنی ہر طرح ہر وقت ہر قسم کا اعلیٰ شکر کرنے والے مقبول بندے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنت کی لالچ میں عبادت کرنے والے تاجر ہیں' دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے والے عبد ہیں مگر شکر کی عبادت کرنے والے احرار ہیں۔ (ربیع الابرار و مرقاۃ)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِیْلَ لَهٗ

(۱۱۵۳) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کا ذکر کیا گیا' آپ

مَازَالَ نَائِمًا حَتّٰی اَصْبَحَ مَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ قَالَ ذٰلِكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِیْ اُذُنِهٖ اَوْقَالَ فِیْ اُذُنَيْهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سے عرض کیا گیا وہ صبح تک سوتا رہا' نماز کے لیے نہ اُٹھا۔ ۱ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا' یا فرمایا دونوں کانوں میں۔ ۲ (مسلم بخاری)

(۱۱۵۳) ۱ نمازِ تہجد کے لیے یا نمازِ فجر کے لیے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ صحابہ کرام فجر ہرگز قضا نہ کرتے تھے اور ممکن ہے' کسی منافق کا واقعہ ہو جو فجر میں نہ آتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز فجر میں نہ جاگنا بڑی نحوست ہے۔ نیز کوتاہی کرنے والوں کی شکایت اصلاح کی غرض سے کرنا جائز ہے' غیبت نہیں۔ ۲ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں' شیطان کھاتا بھی ہے' پیتا بھی ہے' قے بھی کرتا ہے' گوز بھی مارتا ہے لہٰذا پیشاب بھی کرتا ہے چونکہ کان ہی سے اذان کی آواز سنی جاتی ہے اس لیے وہ خبیث غافل کے کان ہی میں موتا ہے یعنی اسے ذلیل بھی کرتا ہے اور غافل بھی۔ (لمعات) خیال رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی کوتاہی کی وجہ سے صبح کو نہ جاگیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا تعریس کی رات صبح کو نہ جاگنا ربّ کی طرف سے تھا تاکہ اُمت کو نمازِ فجر قضا پڑھنے کے احکام معلوم ہوں۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَزِعًا يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْخَزَآئِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ يُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يُرِيْدُ اَزْوَاجَهٗ لِكَیْ يُصَلِّيْنَ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِی الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِی الْاٰخِرَةِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۱۵۴) روایت ہے حضرت اُم سلمہ سے' فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے کہ فرماتے تھے سبحان اللہ اس رات کتنے خزانے اُتر رہے ہیں اور کتنے فتنے نازل ہو رہے ہیں۔ ۱ ان حجرے والیوں کو کون اُٹھائے۔ ۲ (آپ کی بیویوں کو) کہ نماز پڑھ لیں' بہت سی دنیا میں ڈھکی ہوئی آخرت میں ننگی ہوں گی۔ ۳ (بخاری)

(۱۱۵۴) ۱ یعنی اس رات غافلوں کے لیے فتنے اُتر رہے ہیں اور عابدوں کے لیے اللہ کی رحمتیں' مرقاۃ نے فرمایا کہ فتنوں سے مراد صحابہ کرام کی آپس میں جنگیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں اور ہوسکتا ہے کہ قیامت تک جو فتنے اور رحمتیں دنیا میں آئیں گی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج ہی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمالیں جیسے ہم خواب یا خیال میں آئندہ واقعات دیکھ لیتے ہیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہمارے خواب و خیال سے زیادہ تیز ہے۔ ۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات اتنی آواز سے فرمائے کہ ازواجِ مطہرات نے بھی سُن لیے اور تمام تہجد کے لیے اُٹھ بیٹھیں' آپ کا فرمانا کہ کون اُٹھائے احسن طریقے سے اُٹھانے ہی کے لیے تھا۔ ۳ یعنی جسم کا لباس کپڑا ہے' روح کا لباس اعمال بہت سی مالدار اور عیاش عورتیں جو یہاں لباس فاخرہ پہنتی تھیں' وہ قیامت میں اعمال سے خالی ہوں گی لہٰذا اے بیبیو! وہاں کے لباس کی تیاری کرو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰی ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ

(۱۱۵۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر رات جب آخری تہائی رات رہتی ہے تو ہمارا ربّ تعالیٰ دنیا کے آسمان کی طرف نزول

يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِىْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْاَلُنِىْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِىْ فَاَغْفِرَلَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ وَيَقُوْلُ مَنْ يُّقْرِضُ غَيْرَ عَدُوْمٍ وَّلَا ظُلُوْمٍ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ.

فرماتا ہے۔[۱] ارشاد فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں قبول کروں، کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں، کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ [۲] (مسلم بخاری) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پھر اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ [۳] اور فرماتا ہے کہ کون قرض دیتا ہے اسے جو نہ فقیر ہے نہ ظالم۔ [۴] حتیٰ کہ فجر چمک جاتی ہے۔

(۱۱۵۵) [۱] یعنی اس کی رحمت کا کرم ادھر توجہ فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اُترنے چڑھنے سے پاک ہے۔ (لمعات) اس سے معلوم ہوا کہ رات دن سے افضل ہے کیونکہ قبولیت کی ساعت ہفتے میں ایک دن یعنی جمعہ میں آتی ہے اور وہ بھی ہم سے چھپی ہوتی ہے مگر رات میں روزانہ قبولیت کی ایک ساعت نہیں بلکہ بہت سی ساعتیں ہوتی ہیں، ربّ اس وقت مانگنے کی توفیق دے۔ [۲] اگرچہ ربّ کا یہ فرمان براہِ راست ہم نہیں سنتے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان ہم تک پہنچا دیا تو گویا ہم نے سُن ہی لیا لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ اس فرمانے سے فائدہ کیا۔ خیال رہے کہ رات کا آخری تہائی دنیا کے ہر حصے میں مختلف اوقات میں ہے۔ مثلاً ہندوستان میں رات کے نو بجے ہوں تو مکہ معظمہ میں رات کے تین جس حصے میں جس وقت تہائی رات باقی رہے گی اس حصے میں اسی وقت یہ توجہ کرم ہوگی۔ [۳] یہ جملہ متشابہات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ ہاتھ اور ہاتھ پھیلانے سے پاک ہے لہٰذا اس سے مراد اپنی رحمت و کرم کا وسیع فرمانا ہے۔ [۴] یعنی تمہاری نیکیاں ہم پر گویا قرض ہوں گی جن کا عوض تمہیں ضرور ملے گا جیسے قرض خواہ کو غنی عادل مقروض کی طرف سے قرضہ ضرور واپس مل جاتا ہے۔ خیال رہے کہ فقیر تو اپنی حاجت روائی کے لیے قرض لیتے ہیں اور غنی و سلاطین رعایا کی حاجت روائی کے لئے قرض لیتے ہیں، شاہی بینک پبلک کا روپیہ اس لیے اپنے پاس رکھتے ہیں یا ملازمین کا فنڈ کاٹتے ہیں تاکہ یہ لوگ اپنی کمائی برباد نہ کرلیں پھر اسے قرض کہتے ہیں اور بوقتِ ضرورت مع سود واپس کرتے ہیں۔ ربّ تعالیٰ کا یہ قرض طلب فرمانا دوسری قسم کا ہے اور اسے قرض کہنا اظہارِ کرم اور ہمارے اطمینان کے لیے ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فِى اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَّايُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ يَّسْئَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۱۵۶) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رات میں ایک گھڑی ہے نہیں پاتا اسے کوئی مسلمان کہ اللہ سے اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی مانگے مگر ربّ اسے دیتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات میں ہے۔[۱] (مسلم)

(۱۱۵۶) [۱] بعض علماء نے فرمایا کہ روزانہ شب کی یہ ساعت قبولیت پوشیدہ ہے جیسے جمعہ کی ساعت مگر حق یہ ہے کہ پوشیدہ نہیں گزشتہ حدیثوں میں بتا دی گئی ہے یعنی رات کا آخری تہائی خصوصاً اس تہائی کا آخری حصہ جو ساری رات کا آخری چھٹا حصہ ہے جو صبح صادق سے متصل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت مومن کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی اگر قبولیت چاہتے ہو تو ایمان کامل کرو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۱۱۵۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے، فرماتے ہیں،

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الصَّلٰوۃِ اِلَی اللّٰہِ صَلٰوۃُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصِّیَامِ اِلَی اللّٰہِ صِیَامُ دَاوٗدَ کَانَ یَنَامُ نِصْفَ اللَّیْلِ وَیَقُوْمُ ثُلُثَہٗ وَیَنَامُ سُدُسَہٗ وَیَصُوْمُ یَوْمًا وَّیُفْطِرُ یَوْمًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کو پیاری نماز داؤد علیہ السلام کی ہے اور اللہ کو پیارے روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں۔ ۱ کہ آپ آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات کھڑے رہتے پھر چھٹا حصہ سوتے۔ ۲ اور ایک دن روزہ رکھتے' ایک دن افطار کرتے۔ ۳ (مسلم بخاری)

(۱۱۵۷) ۱ یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اور روزہ سے نفلی روزے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیاء کرام بھی تہجد اور نفلی روزے ادا کرتے تھے مگر ان کے طریقے اور تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا جو یہاں مذکور ہے۔ ۲ یعنی دو تہائی رات سوتے اور ایک تہائی رات جاگتے تھے اور اس جاگنے اور نماز کو دو نیندوں کے درمیان کرتے اب بھی یہی چاہیے۔ ۳ اسی طرح نوافل تہجد اور نفلی روزوں کی محبوبیت کی چیدہ وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں روح کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور نفس کا حق بھی تمام رات سونے ہمیشہ افطار کرنے سے روح کا حق رہ گیا اور رات بھر جاگنے ہمیشہ روزے میں نفس کا حق مارا گیا' دوسرے یہ کہ اس طرح تہجد روزے نفس پر بھاری ہیں لہٰذا ربّ کو پیارے ہیں کیونکہ ہمیشہ روزے رکھنے میں روزہ عادت بن کر آسان معلوم ہونے لگتا ہے مگر اس طرح ہر روزے میں نئی لذت محسوس ہوتی ہے' تیسرے یہ کہ اس میں جسمانی طاقت بحال رہتی ہے' گھٹتی نہیں۔ طاقت ہی سے ساری عبادتیں ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تیرہویں' چودہویں' پندرہویں روزے رکھے' کبھی یہ بھی کیا کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے کچھ میں مسلسل افطار تاکہ اُمت پر آسانی ہو۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوالوقت ہیں جو عمل کریں' وہ افضل ہے' رات کی ہر ساعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل سے شرف حاصل ہوا اور مہینہ کی ہر تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سے عزت ملی۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ تُعْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنَامُ اَوَّلَ اللَّیْلِ وَیُحْیِیْ اٰخِرَہٗ ثُمَّ اِنْ کَانَتْ لَہٗ حَاجَۃٌ اِلٰی اَھْلِہٖ قَضٰی حَاجَتَہٗ ثُمَّ یَنَامُ فَاِنْ کَانَ عِنْدَ النِّدَآءِ الْاَوَّلِ جُنُبًا وَّثَبَ فَاَفَاضَ عَلَیْہِ الْمَآءَ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ جُنُبًا تَوَضَّاَ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۱۱۵۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوّل رات سوتے تھے اور آخر رات جاگتے تھے پھر اگر آپ کو اپنے اہل سے حاجت ہوتی تو حاجت پوری فرماتے پھر سو جاتے ۱ پھر اگر پہلی اذان کے وقت جنابت میں ہوتے' جلدی کھڑے ہو کر اپنے پر پانی بہاتے اور اگر جنبی نہ ہوتے تو نماز کے لیے وضو کرتے پھر دو رکعتیں پڑھتے۔ ۲ (مسلم بخاری)

(۱۱۵۸) ۱ اس سے معلوم ہوا بیوی سے قربت کا بہترین وقت آخری رات ہے یعنی بعد تہجد کہ اس وقت معدہ خالی ہوتا ہے' بھرے پیٹ صحبت نقصان دہ ہے اور اس وقت کی قربت سے جو اولاد ہوگی' وہ انشاء اللہ نیک و صالح ہوگی خصوصاً جب تہجد کے بعد قربت ہو' صحبت صرف شہوت پوری کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس میں اور بھی مصلحتیں ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے سوتے

تھے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے اور یہ عمل بھی دائمی نہ تھا بلکہ کبھی غسل کر کے سوتے تھے۔ یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے اور وہ عمل بیان استحباب کے لیے ۲؎ یہ سنت فجر کی رکعتیں تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں ادا فرماتے تھے اور فجر کے فرض باجماعت مسجد میں یہ ہی سنت ہے اور اگر بعد سنت فجر ستر بار استغفار پڑھ لی جائے تو بہت ہی بہتر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْكُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَابُ الصّٰلِحِیْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّیِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۱۱۵۹) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم رات میں اُٹھنا لازم پکڑلو۔ ۱؎ کیونکہ یہ تم سے پہلے نیکوں کا طریقہ ہے ۲؎ اور رب کی طرف قربت کا ذریعہ، گناہوں کو مٹانے والا اور آئندہ گناہوں سے بچانے والا۔ ۳؎ (ترمذی)

(۱۱۵۹) ۱؎ یہ امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ تاکید کے لیے ہے، تہجد واجب یا فرض نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے، وہ بھی علی الکفایہ ۲؎ یعنی گزشتہ انبیاء و اولیاء کا طریقہ ہے لہٰذا یہ فطرت ہے۔ معلوم ہوا کہ سارے انبیاء و اولیاء نے تہجد پڑھی اور خاص دعائیں اس وقت مانگیں۔ دیکھو یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے کہا کہ ابھی نہیں بلکہ اور وقت تمہاری مغفرت کی دعا کروں گا یعنی تہجد پڑھ کر اس حدیث میں اشارہ فرمایا گیا کہ جو تہجد نہ پڑھے، وہ کامل صالح نہیں۔ خیال رہے کہ ہم کیا اور ہماری تہجد کیا ہاں اس میں اچھوں کی نقل ہے، اللہ تعالیٰ اس اصل کی طفیل نقل کو بھی قبول کر لیتا ہے جو صاحب تہجد پڑھیں، انہیں فقیر کی وصیت ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پڑھا کریں، وہاں سے بہت ملے گا۔ ۳؎ اس پر تجربہ بھی گواہ ہے کہ تہجد کی برکت سے گناہوں کی عادت چھوٹ جاتی ہے، حضور سچے ان کی ہر بات سچی صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ یَّضْحَكُ اللّٰهُ اِلَیْهِمُ الرَّجُلُ اِذَا قَامَ بِاللَّیْلِ یُصَلِّیْ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِی الصَّلٰوةِ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِیْ قِتَالِ الْعَدُوِّ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

(۱۱۶۰) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے آدمی جب رات میں نماز پڑھنے کھڑا ہو اور قوم جب کہ نماز میں صف باندھیں اور قوم جب کہ دشمن کی جنگ میں صف آرا ہوں۔ ۱؎ (شرح سنہ)

(۱۱۶۰) ۱؎ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ تہجد تنہا پڑھنا چاہیے اور فرض نماز و جہاد جماعت سے چونکہ یہ کام اللہ کو پیارے ہیں لہٰذا ان کے لیے اُٹھنا بھی اسے پیارا اور اُٹھنے والے بھی ظاہر یہ ہے کہ یہاں قیام سے مراد تہجد کے لیے اُٹھنا ہے لہٰذا اس وقت جاگنا ضروریات سے فارغ ہونا، وضو وغیرہ کرنا سبھی خدا کو پیارا ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا یَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ

(۱۱۶۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب بندے سے آخری رات

فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ مِمَّنْ یَّذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ تِلْکَ السَّاعَۃِ فَکُنْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ اِسْنَادًا۔

کے وسط میں بہت قریب ہوتا ہے۔ ۱؎ اگر تم یہ کرسکو کہ اس وقت اللہ کے ذاکرین میں سے بنو تو بن جاؤ۔ ۲؎ ترمذی اور فرمایا کہ یہ حدیث اسناد میں حسن صحیح غریب ہے۔ ۳؎

(۱۱۶۱) ۱؎ یعنی ربّ کی رحمت اور اس کی رضا رات کے آخری چھٹے حصہ میں بندے سے بہت قریب ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں قربت اوقات مراد ہے اور سجدے سے قرب احوال (مرقاۃ) لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ربّ بندے سے سجدے میں زیادہ قریب ہوتا ہے اگر اس وقت بندہ سجدے میں گرا ہو تو اسے وقت کا قرب بھی حاصل ہوگا اور حال کا بھی۔ ۲؎ اس میں خطاب حضرت عمرو ابن عبسہ سے ہے اور ان کے ذریعے ہم سب لوگوں سے شیخ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عمرو ابن عبسہ کے ایمان لانے کے وقت تھا' آپ بیت اللہ شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد دیکھ کر فدا ہوگئے تھے اور اسی دم ایمان لے آئے۔ آپ چوتھے مومن ہیں۔ شعر

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

۳؎ یعنی اس حدیث کی چند اسنادیں ہیں۔ بعض اسنادوں میں غریب ہے' بعض میں حسن' بعض میں صحیح مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ غرابت اور صحت منافات نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَاَیْقَظَ امْرَاَتَہٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْھِھَا الْمَآءَ رَحِمَ اللّٰہُ امْرَاَۃً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَاَیْقَظَتْ زَوْجَھَا فَصَلّٰی فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْھِہِ الْمَآءَ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۱۱۶۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو رات میں اُٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے کہ وہ بھی پڑھ لے اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے' اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات میں اُٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو بھی جگائے کہ وہ بھی پڑھ لے اگر وہ نہ مانے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے۔ ۱؎ (ابوداؤد' نسائی)

(۱۱۶۲) ۱؎ بیوی کا یہ پانی چھڑکنا خاوند کی نافرمانی یا اس کی بے ادبی نہیں بلکہ اسے نیکی کی رغبت دینا اور اس پر امداد کرنا ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (۲'۵) اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو (کنزالایمان) اس سے معلوم ہوا کہ کسی سے جبراً نیکی کرانا ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (مرقاۃ) خیال رہے کہ لوگ عوام کی بزرگوں کی مشائخ کی دعا لینے کے لیے بڑے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں۔ دوستو اگر جنابِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینی ہے تو خود بھی تہجد پڑھو اور اپنی بیویوں کو بھی پڑھاؤ۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس جوڑے کو ہرا بھرا رکھے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ وَدُبُرُ

(۱۱۶۳) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے' فرماتے ہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ! کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ فرمایا آخری

الصَّلٰوتِ الْمَکْتُوْبَاتِ۔(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

رات کے درمیان کی اور فرض نمازوں کے پیچھے۔[۱] (ترمذی)

(۱۱۶۳) [۱] آخر صفت لیل کی ہے نہ کہ جوف کی آخری تہائی حصہ اس تہائی کا درمیانی وقت یعنی رات کا چھٹا حصہ' فرض نمازوں سے مراد نماز پنج گانہ ہے خواہ ان میں فرضوں کے بعد دعا کرے یا سنتوں اور نوافل سے فارغ ہو کر۔بعض بزرگ اہم دعائیں فرضوں کے بعد ہی مانگ لیتے ہیں پھر سنتیں ونفل پڑھتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا يُّرٰی ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِمَنْ اَلَانَ الْكَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ رَوَاهُ الْبُيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ عَلِیٍّ نَحْوَهٗ وَفِیْ رِوَايَتِهٖ لِمَنْ اَطَابَ الْكَلَامَ۔

(۱۱۶۴) روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایسے دریچے ہیں کہ جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دیکھا جاتا ہے۔[۱] یہ اللہ نے ان کے لیے بنائے جو بات نرم کریں اور کھانا کھلائیں۔[۲] اور متواتر روزے رکھیں اور جب لوگ سوتے ہوں تو رات میں نماز پڑھیں۔[۳] (بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے حضرت علی سے اس کی مثل روایت کی اور ایک روایت میں ہے جو اچھا کلام کرے۔

(۱۱۶۴) [۱] یعنی ان کی دیواریں اور کواڑ ایسے صاف اور شفاف کہ نگاہ کو نہیں روکتے جس کا نمونہ کچھ دنیا میں شیشے کی دیواروں اور کواڑوں میں نظر آتا ہے اس شفافی میں اس کے حسن و خوبی کی طرف اشارہ ہے۔ [۲] یعنی وہ دریچے ان لوگوں کے لیے ہیں جن میں یہ چار صفات جمع ہوں' ہر مسلمان دوست یا دشمن سے نرمی سے بات کرنا' کفار سے سخت کلامی بھی عبادت ہے۔رب تعالٰی فرماتا ہے:اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ اور فرماتا ہے:وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً (۱۲۳:۹) اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔ہر خاص و عام کو کھانا کھلانا اس میں مشائخ کے لنگروں کا ثبوت ہے۔بعض بزرگوں کے ہاں چرندوں پرندوں کو بھی دانا پانی دیا جاتا ہے' وہ طعام کو بہت عام کرتے ہیں۔ [۳] یعنی ہمیشہ روزے رکھیں سوا ان پانچ دنوں کے جن میں روزہ حرام ہے یعنی شوال کی یکم اور ذی الحجہ کی دسویں تا تیرہویں۔یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو ہمیشہ روزے رکھتے ہیں۔بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں ہر مہینہ میں مسلسل تین روزے رکھے چونکہ نمازِ تہجد ریاء سے دور ہے اور تمام نمازوں کی زینت اس لیے اس کے پڑھنے والے کو مزین دریچے دیئے گئے۔خلاصہ یہ ہے کہ جود و سجود کا اجتماع بہترین وصف ہے۔شعر

شرف مرد بجود است و کرامت بسجود

ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ زوجود

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ

(۱۱۶۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے' فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ فلاں کی طرح نہ ہونا جو رات کو اُٹھتا تھا پھر رات کا اُٹھنا

اللَّيْلِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

چھوڑ دیا۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۶۵) ۱؎ بلاعذر محض سستی کی وجہ سے اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت بُرا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عبداللہ ابن عمرو تمام رات عبادت کرتے تھے' ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے۔ چنانچہ ان کے والد نے بارگاہِ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَانَ لِدَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ يُوْقِظُ فِيْهَا اَهْلَهٗ يَقُوْلُ يَا اٰلَ دَاوٗدَ قُوْمُوْا فَصَلُّوْا فَاِنَّ هٰذِهٖ سَاعَةٌ يَسْتَجِيْبُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهَا الدُّعَآءَ اِلَّا لِسَاحِرٍ اَوْعَشَّارٍ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۱۶۶) روایت ہے حضرت عثمان ابن ابو العاص سے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ داؤد علیہ السلام کی رات میں ایک گھڑی ایسی تھی جس میں اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے۔ ۱؎ فرماتے تھے اے داؤد کے گھر والو! اُٹھو نماز پڑھ لو کیونکہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں اللہ تعالٰی جادوگر یا محصولیوں کے سوا سب کی دعا قبول فرماتا ہے۔ ۲؎ (احمد)

(۱۱۶۶) ۱؎ یعنی ساری بیویوں اور سارے بچوں کو کیونکہ لفظ اہل ان سب کو شامل ہے۔ ۲؎ چونکہ یہ دونوں بڑے ظالم ہوتے ہیں کہ جادوگر لوگوں پر جانی ظلم کرتا ہے اور چنگی والے' ٹیکس وصول کرنے والے مالی ظلم بہت کرتے ہیں اور ان کے ذمہ حقوق العباد بہت ہوتے ہیں اس لیے ان کی تہجد کے وقت مانگی ہوئی دعا بھی قبول نہیں ہوتی کیونکہ لوگوں کی بددعائیں ان کے پیچھے پڑی ہوتی ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں دعا کی قبولیت چاہتے ہو تو بددعائیں نہ لو' عشار عشر سے بنا بمعنی پیداوار کا دسواں حصہ جو حکومت لیتی ہے۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَةِ صَلٰوةٌ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۱۶۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرائض کے بعد بہترین نماز درمیانی رات کی ہے۔ ۱؎ (احمد)

(۱۱۶۷) ۱؎ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ سنن مؤکدہ سے نمازِ تہجد افضل ہے' کسی نے جنید بغدادی کو بعد وفات خواب میں دیکھا' پوچھا کیا گزری؟ فرمایا عبادات ضائع ہوگئیں' اشارات فنا ہوگئے' تہجد کی رکعات کام آئیں۔ (اشعہ)

وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ فَاِذَا اَصْبَحَ سَرَقَ فَقَالَ اِنَّهٗ سَتَنْهَاهُ مَاتَقُوْلُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

(۱۱۶۸) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' عرض کیا فلاں شخص رات میں تو نماز پڑھتا ہے جب صبح ہوتی ہے' چوری کرتا ہے۔ ۱؎ فرمایا کہ اسے نماز اس چیز سے روک دے گی جو تو کہہ رہا ہے۔ ۲؎ (احمد' بیہقی' شعب الایمان)

(۱۱۶۸) ۱؎ یعنی رات کے آخری حصہ میں چوری کرتا ہے یا دن میں کم تولتا ہے یہ بھی ایک قسم کی چوری ہے۔ ۲؎ یعنی نماز کی

برکت سے وہ ان عیوب سے توبہ کرلے گا۔ یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے:اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (۲۹،۴۵) بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے (کنزالایمان) خیال رہے کہ سارے صحابہ عادل ہیں' کوئی فاسق نہیں یعنی گناہ پر قائم کوئی نہ رہا۔بعض تو پہلے ہی سے گناہوں سے محفوظ تھے جیسے ابوبکرصدیق اور بعض سے گناہ سرزد ہوئے اور بعد میں تائب ہوگئے جیسے یہ شخص جس کی شکایت ہوئی۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اس چور کے ہاتھ اس وقت کٹوائے کیونکہ چوری کا ثبوت شرعی نہ ہوا' نہ شکایت کرنے والے کوغیبت پر کوئی تنبیہہ فرمائی کیونکہ وہ غیبت نہ کررہے تھے بلکہ ان کی اصلاح کے خواہاں تھے جیسے شاگرد کی شکایت استاد سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تم فلاں گناہ کرتے ہوتو تمہیں داڑھی رکھنے یا نماز پڑھنے سے کیا فائدہ؟ سخت غلط ہے انشاءاللہ یہ نیکیاں گناہ چھڑادیں گی' گناہ کی وجہ سے نیکیوں کو نہ چھوڑو بلکہ نیکیوں کی وجہ سے گناہ چھوڑ دو۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَیْقَظَ الرَّجُلُ اَھْلَہٗ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّیَا اَوْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ جَمِیْعًا کُتِبَا فِی الذَّاکِرِیْنَ وَالذَّاکِرَاتِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۱۱۶۹) روایت ہے حضرت ابوسعید وابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص رات میں اپنے گھر والوں کو جگائے پھر وہ دونوں یا وہ اکیلا دو رکعتیں پڑھ لےتو وہ ذکر کرنے والوں یا والیوں میں لکھے جائیں گے۔ ۱؎ (ابوداؤد،ابن ماجہ)

(۱۱۶۹) ۱؎ یعنی تہجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی برکت سے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے زمرے میں آجاتا ہے۔حدیث شریف میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّاللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (۳۳،۳۵) اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں' ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کررکھا ہے۔(کنزالایمان)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

(۱۱۷۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اُمت کے بہترین لوگ قرآن اُٹھانے والے اور شب بیداری کرنے والے ہیں۔ ۱؎ (بیہقی شعب الایمان)

(۱۱۷۰) ۱؎ قرآن اُٹھانے والوں سے مراد قرآن کے حافظ ہیں یا اس کے محافظ یعنی حفاظ یا علمائے کرام کہ ان دونوں کے بڑے درجے ہیں۔حدیث شریف میں ہے جس نے قرآن حفظ کیا اس نے نبوت کو اپنے دو پہلوؤں کے درمیان لے لیا۔حافظ الفاظ قرآن کی بقاء کا ذریعہ ہیں' علماء معانی و مسائل قرآن کی بقاء کا ذریعہ اور صوفیاء اسرار رموز قرآنی کے بقاء کا۔ رات والوں سے مراد تہجد گزار ہیں' سبحان اللہ جس شخص میں علم وعمل دونوں جمع ہوجائیں اس پر خدا کی خاص مہربانی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَاہُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ مَاشَآءَ اللّٰہُ حَتّٰی

(۱۱۷۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ ان کے والد عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ رات میں جس قدر رب چاہتا' نماز

اِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اَيْقَظَ اَهْلَهٗ لِلصَّلٰوةِ يَقُوْلُ لَهُمُ الصَّلٰوةَ ثُمَّ يَتْلُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَانَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى. (رَوَاهُ مَالِكٌ)

پڑھتے رہتے تھے حتیٰ کہ جب آخری رات ہوتی تو اپنے گھر والوں کونماز کے لیے جگاتے ۱؎ اوران سے فرماتے نماز پھر یہ آیت تلاوت فرماتے کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اس پر قائم رہو ہم تم سے رزق نہیں مانگتے، ہم تمہیں روزی دیں گے۔ ۲؎ انجام پرہیزگاری کا ہے۔ (مالک)

(۱۱۷۱) ۱؎ یعنی خودتو تہائی رات سے ہی نماز شروع کر دیتے ہیں مگر بال بچے کو چھٹے حصے میں جگاتے اس سے معلوم ہوا کہ گھر کے بڑے کو بہت نیک ہونا چاہیے تا کہ چھوٹے بھی نیک بنیں، پیر عالم اور بادشاہ وافسران اگر نیک ہوں تو ان کے ماتحت شاگرد عوام ومرید بھی نیک ہو جائیں گے۔ ۲؎ یعنی نماز خصوصاً تہجد کی برکت سے روزی میں برکت ہوتی ہے۔ بعض صالحین کو جب کبھی فقروفاقہ پہنچتا تو گھر والوں سے کہتے نوافل شروع کرو اللہ رسول نے یہی حکم دیا ہے پھر یہ آیت پڑھتے۔ (مرقاۃ)

بَابُ الْقَصْدِ فِى الْعَمَلِ — عمل میں میانہ روی کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

قصد کے معنی ارادہ بھی ہیں اور درمیانی رفتار بھی یہاں دوسرے معنی ہیں۔ خیال رہے کہ فرائض وواجبات تو رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں، ان میں زیادتی یا کمی ہوسکتی ہی نہیں۔ نوافل میں بندے کو اختیار دیا گیا ہے چاہیے کہ بندہ اتنے نفل اختیار کرے جو نباہ سکے نہ ایک دم زیادہ نہ بالکل کم اسی کا نام قصد ہے اور یہاں عمل سے مراد نفلی عمل ہیں، درمیانی چال دین ودنیا میں مفید ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ شَيْئًا وَّيَصُوْمَ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَّكَانَ لَاتَشَاۤءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَءَيْتَهٗ وَلَانَائِمًا اِلَّا رَءَيْتَهٗ. (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۱۱۷۲) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینے میں اتنا افطار فرماتے کہ گمان ہوتا آپ اس میں کوئی روزہ نہ رکھیں گے اور روزے رکھتے حتیٰ کہ گمان ہوتا کہ آپ اس میں بالکل افطار نہ کریں گے ۱؎ تم رات میں آپ کو نماز پڑھتا دیکھنا نہ چاہتے مگر دیکھ لیتے اور سوتا دیکھنا نہ چاہتے مگر دیکھ لیتے۔ ۲؎ (بخاری)

(۱۱۷۲) ۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے سوا کسی مہینے میں سارا ماہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے اور کچھ مسلسل افطار۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داؤدی کی تعریف فرمائی یعنی ہمیشہ ایک دن روزہ ایک دن افطار مگر خود اپنا یہ عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ روزہ داؤدی سنت قولی ہے اور اس طرح روزے سنت فعلی اس کا ثواب زیادہ اس عمل کا قرب زیادہ جیسے بعد وتر نفل کھڑے ہوکر پڑھنے کا ثواب زیادہ بیٹھ کر پڑھنے کا قرب زیادہ کہ یہ عملی ہے۔ ۲؎ یعنی نہ تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے، اول رات سوتے اور آخر رات جاگتے اور بعد تہجد پھر سو جاتے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۷۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو پیارا عمل دائمی ہے اگرچہ تھوڑا ہو۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۷۳) ۱؎ دائمی عمل اگرچہ تھوڑا ہو اچھا ہے اور عارضی عمل اگرچہ زیادہ ہو اتنا اچھا نہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ درود و وظائف شروع کر کے چھوڑے نہیں جب زبان بند ہو اور موت آئے تب یہ اعمال بند ہوں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۷۴) ۱؎ روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقدر طاقت اعمال اختیار کرو۔ ۲؎ کیونکہ اللہ ملال نہیں ڈالتا حتیٰ کہ تم خود ملال میں پڑو۔ ۳؎ (مسلم)

(۱۱۷۴) ۱؎ خیال رہے کہ یہ تمام کلام نفلی عبادات کے لیے ہے کہ بقدر طاقت شروع کرو جو نبھا سکو فرائض تو پورے ہی پڑھنے ہوں گے لہٰذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر دو وقت کی نماز ہی پڑھ سکو تو اتنی ہی پڑھ لیا کرو لہٰذا حدیث صاف ہے واجبات وسنن فرائض کے تابع ہیں ان کی پابندی لازم ہے۔ ۲؎ یہ ترجمہ نہایت موزوں ہے یعنی اگر تم خود ملال و مشقت والے کاموں کو اپنے پر لازم کرلو کہ روزانہ سو رکعت پڑھنے یا ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مان لو تو تم پر یہ چیزیں واجب ہو جائیں گی پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے مگر یہ مشقت ربّ نے نہ ڈالی تم نے خود اپنے پر ڈالی۔ یہ معنی نہیں کہ اللہ ملال میں نہیں پڑتا حتیٰ کہ تم ملال میں پڑو۔ ربّ تعالٰی ملال کرنے سے پاک ہے۔ پہلا تملوا باب افعال سے ہے دوسرا نصر سے یہ حدیث دین و دنیا کے مشاغل کو شامل ہے درمیانی محنت کرنے والے ہمیشہ کامیاب ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ وَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۷۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر شخص بقدرِ ذوق نماز پڑھے جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۷۵) ۱؎ یعنی اگر کھڑے کھڑے نوافل پڑھتے تھک گیا ہے تو بیٹھ کر پڑھے اس بیٹھنے میں ان شاء اللہ قیام کا ثواب ملے گا یا اگر نماز نفل سے تھک گیا ہے تو کچھ دیر آرام کے لیے بیٹھ جائے اس آرام میں نفل کا ثواب ملے گا کیونکہ یہ آرام آئندہ نفل کی تیاری کے لیے ہے جو عادت عبادت کی تیاری کے لیے وہ عبادت ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے کہ اس کے ذریعے وہ بہت سے کام کرے گا۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهٗ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ.

(۱۱۷۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتے ہوئے اونگھے تو سو لے۔ ۱؎ حتیٰ کہ نیند جاتی رہے کیونکہ جب کوئی اونگھتے نماز پڑھے گا تو نہیں جانے گا کہ شاید دعائے

مغفرت کرے تو اپنے کو بددعا دے لے۔ ۱؎ (مسلم بخاری) (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۷۶) ۱؎ معلوم ہوا کہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ وممنوع ہے کہ جس کی وجہ آگے آ رہی ہے۔ ۲؎ مثلاً اونگھتے ہوئے بجائے اغفرلی کے اعفرلی کہہ جائے غفر کے معنی ہیں بخشا' عفر کے معنی ہیں مٹی میں ملانا' ذلیل وخوار کرنا اور بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں کہ جو زبان سے نکلے' وہ ہو جاتا ہے اس لیے بہت احتیاط چاہیے۔ خیال رہے کہ بعض دفعہ مقتدی امام کے پیچھے اونگھ جاتے ہیں' انہیں منہ دھو کر کھڑا ہونا چاہیے مگر اس اونگھ کی وجہ سے نماز باجماعت نہ چھوڑنی چاہیے یہاں تہجد وغیرہ نوافل کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَّلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَىْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ.

(۱۱۷۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دین آسان ہے۔ ۱؎ اور کوئی دین کو سخت نہ بنائے گا مگر دین اس پر غالب آ جائے گا ۲؎ لہٰذا ٹھیک رہو' خوشخبریاں دو ۳؎ اور صبح شام اندھیری رات کی نمازوں سے مدد لو۔ ۴؎ (بخاری)

(۱۱۷۷) ۱؎ یعنی اسلام آسان دین ہے اس میں یہودیت کی طرح سختیاں نہیں کہ ان کے ہاں ترک دنیا عبادت تھی' ہمارے ہاں دنیاداری بھی عبادت ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ رب فرماتا ہے: يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ (۲:۱۸۵) اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے۔ ۲؎ یعنی جو شخص غیر ضروری عبادت کو اپنے لیے ضروری بنائے' وہ مغلوب ہو کر تھک کر رہ جائے گا اور پھر گناہ گار ہوگا۔ مثلاً کوئی عمر بھر روزے رکھنے کی نذر مان لے تو نہ کر سکے گا پھر اپنی نذر کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔ ۳؎ یعنی نیک اعمال کیے جاؤ' اللہ سے قرب اختیار کرو اور لوگوں کو دین سے ڈراؤ نہیں بلکہ خوشخبریاں دے کر ادھر مائل کرو یا خود خوش وخرم رہو کہ اللہ تعالیٰ کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا۔ ہمیں اپنے فضل سے بخش دے گا یعنی دوسروں کو خوشخبریاں دو یا خود خوشخبریاں لو۔ ۴؎ اس طرح کہ صبح کو اشراق شام کو اوابین شب میں تہجد پڑھ لیا کرو اس سے سیر الی اللہ میں تمہیں مدد ملے گی۔ سالک کے لیے یہ عمل اچھے معاون ہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْعَنْ شَىْءٍ مِنْهُ فَقَرَاَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهٗ مِنَ اللَّيْلِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۱۷۸) روایت ہے حضرت عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے وظیفے یا اس کے کچھ حصے سے سو جائے پھر فجر وظہر کے درمیان پڑھ لے تو ایسا ہی لکھا جائے گا گویا اس نے رات میں پڑھا۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۱۷۸) ۱؎ اس سے بعض علماء نے فرمایا کہ تہجد رہ گئی ہو تو دوپہر سے پہلے اتنے نفل پڑھ لے تو انشاء اللہ تہجد کا ثواب مل جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کا خلیفہ دن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ (۲۵:۶۲) اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہیے (کنزالایمان) لہٰذا رات کے اعمال دن میں ہو سکتے ہیں۔ نیز دن کے اوّل حصہ پر رات کے بعض احکام جاری ہیں اسی لیے نفل اور رمضان کے روزے کی نیت ضحوہ کبریٰ سے پہلے ہو سکتی ہے گویا اس نے رات سے ہی نیت کی۔ (از مرقاۃ وغیرہ) اسی طرح اگر دن کا وظیفہ رہ جائے تو رات میں ادا کر لے کیونکہ دن کا خلیفہ رات ہے۔ (لمعات وغیرہ)

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۱۷۹) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھو اگر طاقت نہ رکھو تو بیٹھ کر اگر طاقت نہ رکھو تو کروٹ پر۔ ۱ (بخاری)

(۱۱۷۹) ۱ حضرت عمران ابن حصین کو سخت بواسیر کا مرض تھا جس سے وہ بعض اوقات نہ تو کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے تھے نہ بیٹھ کر، انہوں نے اپنے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا، آپ نے یہ جواب فرمایا جیسا کہ مسلم کے سوا تمام صحاح میں ہے۔ خیال رہے کہ یہاں نماز سے فرض واجب وغیرہ تمام نمازیں مراد ہیں، مجبور کے یہ ہی احکام ہیں۔ یہ بھی خیال رہے لیٹ کر نماز پڑھنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ چت لیٹے، روبقبلہ ہو اس طرح کہ پاؤں بھی قبلہ کی طرف ہوں تاکہ اس کا رکوع وسجدہ بھی قبلہ رُخ ہو۔ حضرت عمران ابن حصین کو بواسیر تھی جس سے وہ چت بھی نہیں لیٹ سکتے تھے اس لیے انہیں داہنی کروٹ پر لیٹنے کا حکم دیا گیا۔ (فتح القدیر) لہٰذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں، دارقطنی کی حدیث میں ہے: فان لم یستطع صلی مستلقیا رجلاہ معایلی القبلۃ یعنی اگر بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو چت لیٹ کر پڑھے، قبلہ کی طرف پاؤں کر کے۔ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَئَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا قَالَ اِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۱۸۰) روایت ہے انہی سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو افضل ہے اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اسے کھڑے ہونے والے سے آدھا ثواب ہے۔ ۱ اور جو لیٹ کر نماز پڑھے تو اسے بیٹھنے والے سے آدھا ثواب ہے۔ ۲ (بخاری)

(۱۱۸۰) ۱ یہاں سوال نفل نماز کے بارے میں تھا، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نفلی نماز قیام پر قادر ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھے تو اسے آدھا ثواب ملے گا، فرض نماز بلاعذر بیٹھ کر نہیں ہوگی بلکہ جو فرض میں قیام فرض نہ مانے، وہ کافر ہے کیونکہ اس کی فرضیت ضروریات دین سے ہے۔ ۲ اس حدیث کی بناء پر خواجہ حسن بصری وغیرہ علماء نے فرمایا کہ نفلی نماز باوجود قیام پر قدرت ہونے کے لیٹ کر بھی جائز ہے مگر اسے ثواب بیٹھنے سے آدھا ملے گا یعنی قیام سے چہارم۔ احناف کے نزدیک نفلی نماز بھی بلاعذر لیٹ کر جائز نہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو بیمار فرضی نماز بہ تکلیف کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھ سکے مگر پھر لیٹ کر پڑھ لے تو اگرچہ بیماری کی وجہ سے نماز تو ہو جائے گی لیکن قیام جیسا ثواب نہ ملے گا کیونکہ یہ مریض بہ تکلیف قیام یا قعود پر قادر تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ طَاهِرًا

(۱۱۸۱) روایت ہے حضرت ابی امامہ سے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنے بستر پر پاک ہو

وَّذَكَرُ اللّٰهَ حَتّٰى يُدْرِكَهُ النُّعَاسُ لَمْ يَتَقَلَّبْ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ يَسْئَلُ اللّٰهَ فِيهَا خَيْرًا مِّنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ ذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ فِي كِتَابِ الْاَذْكَارِ بِرِوَايَةِ ابْنِ السُّنِّيِّ۔

کر لیتے ۱؎ اور اللہ کا ذکر کرتا رہے حتیٰ کہ اسے نیند آ جائے ۲؎ تو رات کی کسی گھڑی میں کروٹ نہ لگے گا جس میں اللہ سے دنیا اور آخرت کی خیر مانگے مگر ربّ اسے یہ دے گا۔ ۳؎ اسے نووی نے کتاب الاذکار میں ابن سنی کی روایت سے ذکر کیا۔ ۴؎

(۱۱۸۱) ۱؎ گناہوں سے پاک ہوکر توبہ واستغفار کرکے یا ظاہر نجاستوں سے پاک ہوکر کہ جسم' کپڑے' بستر سب پاک ہوں یا باطنی نجاست سے پاک ہوکر وضو یا تیمّم کر کے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ ۲؎ زبان سے ذکر کرتا ہوا سوئے یا دل سے یا سانس سے پاس انفاس کرتا ہوا۔ تیسرے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ ۳؎ یعنی ایسا آدمی اگر شب میں کروٹ لیتے ہوئے بھی دعا مانگ لے گا تو قبول ہوگی اگر تہجد کے لیے اُٹھ بیٹھے اور پھر دعا کرے تو سبحان اللہ ۴؎ اور ترمذی نے شہرابن حوشب سے اور فرمایا کہ حدیث حسن ہے۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلَيْنِ رَجُلٍ ثَارَعَنْ وِطَائِهِ وَلِحَافِهِ مِنْ بَيْنِ حِبِّهِ وَاَهْلِهِ اِلٰى صَلٰوتِهِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ ثَارَ عَنْ فِرَاشِهِ وَوِطَائِهِ مِنْ بَيْنِ حِبِّهِ وَاَهْلِهِ اِلٰى صَلٰوتِهِ رَغْبَةً فِيْمَا عِنْدِيْ وَشَفَقًا مِّمَّا عِنْدِيْ وَرَجُلٌ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَانْهَزَمَ مَعَ اَصْحَابِهِ فَعَلِمَ مَاعَلَيْهِ فِي الْاِنْهِزَامِ وَمَالَهٗ فِي الرُّجُوْعِ فَرَجَعَ حَتّٰى هُرِيْقَ دَمُهٗ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ رَجَعَ رَغْبَةً فِيْمَا عِنْدِيْ وَشَفَقًا مِّمَّا عِنْدِيْ حَتّٰى هُرِيْقَ دَمُهٗ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

(۱۱۸۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارا ربّ دو شخصوں سے بہت راضی ہوتا ہے' ایک وہ شخص جو اپنے بستر' اپنے لحاف' اپنے پیاروں' اپنے گھر والوں کے درمیان سے کود کر ۱؎ نماز کے لیے کھڑا ہو۔ ربّ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ اپنے بستر اور لحاف سے اپنے پیاروں اور گھر والوں کے درمیان سے نماز کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا' میری رحمت کی رغبت اور میرے عذاب کے خوف سے ۲؎ اور ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ جائے پھر غور کرے کہ اس پر بھاگنے میں کیا عذاب ہے اور لوٹنے میں کیا ثواب ہے تو لوٹ پڑے حتیٰ کہ اس کا خون بہا دیا جائے ۳؎ تو ربّ تعالٰی فرشتوں سے فرماتا ہے میرے بندے کو دیکھو میرے ثواب میں رغبت' میرے عذاب سے خوف کرتے ہوا لوٹ پڑا حتیٰ کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔ ۴؎ (شرح سنہ)

(۱۱۸۲) ۱؎ یعنی نمازِ تہجد کے لیے اپنا گرم و نرم بستر چھوڑے' بال بچوں سے منہ موڑے' مصلے پر آ جائے' کود کھڑے ہونے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اونگھتا ہوا سستی سے نہ اُٹھے بلکہ شکر کرتے ہوئے خوشی اور پھرتی سے اُٹھے اور خدا کی توفیق کو غنیمت سمجھے' سبحان اللہ یہاں جوشِ محبت دیکھا جاتا ہے' افعال نماز کا پاور دلی جوش ہے۔ ۲؎ یعنی نہ مجھ سے ناامید ہے نہ مطمئن بلکہ کرتا ہے اور پھر ڈرتا ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا ایسے شخص کی ملکیت بشریت پر غالب ہے کہ باوجود نفس اور شیطان کے بہکانے کے پھر ایسے وقت نیند چھوڑ دیتا ہے جبکہ نیند بڑی پیاری ہوتی ہے ۳؎ خیال رہے کہ ایسی حالت میں جب سارے مجاہد میدان چھوڑ گئے ہوں' ایسے بھی بھاگ جانا رخصت

تھا مگر ڈٹ کر لڑنا اور جان دے دینا عزیمت جس کا بڑا اجر ہے اور اگر مسلمان بزدلی کی وجہ سے بلا عذر بھاگے ہوں تو سب گناہ گار‘ سب پر جم کر لڑنا ایسی حالت میں فرض ہے یہاں شاید دوسری صورت مراد ہے جیسا کہ ماعلیہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۳؎ یعنی لوٹ پڑنا گزشتہ بھاگنے کے گناہ کا کفارہ بھی ہو گیا اور بلندی درجات کا ذریعہ بھی۔ خیال رہے کہ عذاب کا خوف اور رحمت کی امید مومن کے لیے عبادت کا باعث تو ہے اس کی علت نہیں لہذا یہ حدیث صوفیاء کے اس قول کے خلاف نہیں کہ عبادت محض جنت حاصل کرنے یا جہنم سے بچنے کے لیے نہ کرو بلکہ اللہ کے لیے کرو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلٰوةِ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ مَالَكَ يَاعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰى نِصْفِ الصَّلٰوةِ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ قَاعِدًا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۱۸۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے‘ فرماتے ہیں مجھے خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کی نماز بیٹھ کر آدھی نماز ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا تو میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا۔ فرمایا اے عبداللہ ابن عمرو! کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے فرمایا مرد کی نماز بیٹھ کر آدھی نماز ہے ۱؎ اور آپ خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! لیکن میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۱۸۳) ۱؎ اس ساری حدیث میں نماز سے مراد نفل ہے‘ مرد کا ذکر اتفاقاً ہے ورنہ عورت کا بھی حکم یہی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں حضرت عبداللہ کسی مجبوری سے سامنے حاضر نہ ہو سکے اور کچھ عرض نہ کر سکے اس لیے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے یہ عمل کیا لہذا یہ بے ادبی میں شمار نہیں یا یہ حضرت اس وقت آدابِ بارگاہ سے پورے واقف نہ تھے جیسے کہ بعض ناواقفوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھ دیا ایسے ناواقفوں کی بے ادبی معاف ہوتی ہے۔ شعر

موسیا آداب دانا دیگراند
سوختہ جان در دانا دیگراند

۲؎ یعنی ثواب کی کانٹ چھانٹ تمہارے لیے ہے‘ ہم کو بیٹھ کر نفل پڑھنے میں وہ ثواب ملتا ہے جو تمہیں کھڑے ہو کر پڑھنے میں نہیں ملتا یا یہ معنی ہیں کہ ہمیں جتنا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے میں ملتا ہے‘ اتنا ہی بیٹھ کر یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (۱۸،۱۱۰) تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں (کنزالایمان) وہاں ظاہر کا ذکر ہے یہاں حقیقت کا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری چہرے مہرے میں شکل انسانی میں ہیں اور حقیقت و مراتب میں فرشتے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اس آیت کو آڑ بنا کر اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل اور حضور کو اپنی مثل سمجھتے ہیں‘ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب یہ لوگ ایمان کی

وجہ سے ابوجہل کی مثل نہیں ہو سکتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ہوتے ہوئے ہماری مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔

وَعَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ لَيْتَنِیْ صَلَّيْتُ فَاسْتَرَحْتُ فَكَاَنَّهُمْ عَابُوْا ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوةَ يَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۱۸۴) روایت ہے حضرت سالم ابن ابی الجعد سے' فرماتے ہیں کہ خزاعہ کے ایک آدمی نے کہا کاش میں نماز پڑھ لیتا تو راحت پا جاتا شاید لوگوں نے اس بات کو معیوب سمجھا ۱؎ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے بلال! نماز کی تکبیر کہو ہمیں اس سے راحت پہنچاؤ۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۱۱۸۴) ۱؎ وہ سمجھے کہ نماز انہیں بوجھ ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نماز سے ہلکا ہو کر سو رہتا' یہ معنی واقعی بُرے ہیں۔ ۲؎ یعنی نماز ہماری راحت کا ذریعہ ہے اس میں مشغول ہو کر چین ملتا ہے اسی لیے بِهَا فرمایا مِنْهَا نہ فرمایا اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ فرماتے ہیں کہ نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے' یہی مطلب ان صحابی کا تھا۔

بَابُ الْوِتْرِ — وتر کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

وتر کے لغوی معنی ہیں طاق' عدد جفت یعنی شفع کا مقابل۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: والشفع والوتر شریعت میں وتر خاص نماز کا نام ہے جو عشاء کے بعد متصل یا تہجد کے ساتھ پڑھی جاتی ہے' وتر میں علماء کے پانچ اختلاف ہیں: ایک یہ کہ وتر سنت ہیں یا واجب ہمارے ہاں واجب ہیں' دوسرے یہ کہ وتر ایک رکعت ہے یا تین ہمارے ہاں تین رکعت' تیسرے یہ کہ اگر تین رکعت ہے تو دو سلام سے یا ایک سلام سے ہمارے ہاں ایک سلام سے ہے' چوتھے یہ کہ وتر میں دعائے قنوت ہمیشہ پڑھی جائے گی یا صرف رمضان کے آخری پندرہ دن میں ہمارے ہاں ہمیشہ پڑھی جائے گی۔ خیال رہے کہ اس باب میں وتر کبھی صرف اس ایک رکعت کو کہا جائے گا جو وتر کے آخر میں ہوتی ہے' کبھی پوری تین رکعتوں' کبھی پوری تہجد کو جہاں ارشاد ہوگا کہ وتر سات یا نو یا گیارہ رکعتیں پڑھیں وہاں پوری تہجد مراد ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ وتر کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں مطالعہ فرماؤ یہاں بھی احادیث کی شرح میں کچھ عرض کیا جائے گا' انشاء اللہ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِیَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۸۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں ۱؎ پھر جب تم میں سے کوئی صبح کا خوف کرے ۲؎ تو ایک رکعت اور پڑھ لے جو اس کی پڑھی ہوئی نماز کو طاق بنا دے گی۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۸۵) ۱؎ یعنی بہتر یہ ہے کہ نمازِ تہجد دو دو رکعتیں پڑھے، چار چار یا زیادہ کی نیت نہ باندھے۔ یہ حدیث صاحبین اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ رات کے نوافل دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے۔ ۲؎ یعنی تہجد پڑھنے والے وتر تہجد کے بعد پڑھیں مگر صبح صادق سے پہلے پہلے پڑھ لیں۔ اس حدیث میں اشارۃً ارشاد ہوا کہ تہجد کی نماز دراز پڑھے حتیٰ کہ صبح کے وقت ختم کرے۔ ۳؎ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک رکعت دو رکعتوں کے ساتھ پڑھے، یہ ایک رکعت تمام نماز کو طاق بنا دے گی، یہ مطلب نہیں کہ علیحدہ ایک رکعت پڑھے ورنہ یہ حدیث تین رکعت والی احادیث کے خلاف ہوگی جو آگے آرہی ہیں اور احادیث میں سخت تعارض ہوگا لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۱۸۶) روایت ہے انہی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وتر آخری رات میں ایک رکعت ہے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۱۸۶) ۱؎ یہاں وتر لغوی معنی میں ہے یعنی ساری تہجد کو وتر (طاق) بنانے والی وہ ایک رکعت ہے جو دو کے ساتھ ملا دی جائے، یہ مطلب نہیں کہ وتر کی ایک ہی رکعت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتیرا یعنی ناقص نماز سے منع فرمایا، ایک رکعت ناقص ہی ہے۔ نیز کوئی فرض نماز ایک رکعت نہیں یا دو رکعت ہیں یا چار یا تین، وتر دو یا چار رکعت تو ہو نہیں سکتی لہذا صرف تین ہی ہوگی، آخری رات فرما کر یہ بتایا کہ وتر کا وقت مستحب آخر شب ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُّوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ لَايَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱۸۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے، ان میں سے پانچ رکعت وتر پڑھتے جن میں آخر کے سوا کہیں نہ بیٹھتے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۸۷) ۱؎ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب میں آٹھ رکعت تہجد اور پانچ رکعت وتر پڑھتے تھے اس طرح کہ ان پانچ رکعتوں میں درمیان میں سلام کے لیے نہ بیٹھتے بلکہ سلام آخر میں ایک بار پھیرتے تھے یہاں بیٹھنے سے مراد سلام کے لیے بیٹھنا ہے نہ کہ التحیات کے لیے بیٹھنا کیونکہ ہر وقت نماز میں ہر دو رکعت پر بیٹھنا التحیات پڑھنا تمام ائمہ کے ہاں واجب ہے۔ خیال رہے کہ پانچ رکعت وتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا فعل شریف تھا جو بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا۔ چنانچہ ان ہی عائشہ صدیقہ کی روایات اسی باب میں تین رکعت وتر کی آرہی ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہے جو اس عمل کا ناسخ ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَسْتَ تَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ بَلٰى قَالَتْ فَاِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ يَا اُمَّ

(۱۱۸۸) روایت ہے حضرت ابن ہشام ۱؎ سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا، عرض کیا اے ام المومنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی خبر دیجئے، آپ نے فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا ہاں! بولیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ ۲؎ میں نے عرض کیا اے

الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطُهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَاشَآءَ اَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَّا يَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلْكَ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَابُنَيَّ فَلَمَّا اَسَنَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَ اللَّحْمَ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَّصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيْعِهٖ فِي الْاُوْلٰى فَتِلْكَ تِسْعٌ يَابُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَحَبَّ اَنْ يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ اِذَا غَلَبَهٗ نَوْمٌ اَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَّلَا اَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاءَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ وَّلَا صَلّٰى لَيْلَةً اِلَى الصُّبْحِ وَلَاصَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اُم المومنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کی خبر دیجئے فرمایا ہم آپ کی مسواک اور طہارت کا پانی تیار کر دیتے تھے۔۳ تو رات میں جب اللہ چاہتا' انہیں اُٹھاتا تو آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نو رکعتیں پڑھتے جن میں آٹھویں کے سوا کہیں نہ بیٹھتے۔۴ پھر اللہ کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے اس سے دعا مانگتے پھر بغیر سلام پھیرے کھڑے ہوتے ۵ تو نویں رکعت پڑھ لیتے پھر بیٹھتے پھر اللہ کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا مانگتے پھر اس طرح سلام پھیرتے کہ ہمیں سنا دیتے پھر سلام کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے اے بچے یہ گیارہ رکعتیں ہوئیں ۶ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن رسیدہ اور کمزور ہوگئے تو سات رکعتیں وتر پڑھنے لگے ۷ اور دو رکعتوں میں پہلی رکعتوں کا سا عمل کرتے ۸ اے بچے یہ نو ہوئیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز پڑھتے تو اس پر ہمیشگی کو پسند فرماتے اور جب آپ کو نیند یا تکلیف رات کو اُٹھنے سے مانع ہوتی تو دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیتے ۹ اور مجھے خبر نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو اور نہ یہ کہ ساری رات صبح تک نماز پڑھی ہو اور نہ یہ کہ رمضان کے سوا کسی مہینے کا پورا روزہ رکھا ہو۔ ۱۰ (مسلم)

(۱۱۸۸) ۱ آپ انصاری ہیں' تابعی ہیں' حضرت انس ابن مالک کے چچازاد بھائی ہیں' غزوۂ ہند میں شریک ہوئے اور مکران میں شہید ہوئے' خواجہ حسن بصری نے آپ سے روایات لیں۔ (اشعہ) ۲ یعنی قرآنِ کریم پر عمل آپ کی جبلی عاداتِ کریمہ تھیں' یہ خاموش قرآن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتا ہوا قرآن۔ آپ کا ہر عمل قرآنِ کریم کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن شریف سے ہی قدرتی طور پر قرآن پر عامل تھے' قرآن ہماری ہدایت کے لیے آیا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی لیے فرمایا گیا هُدًى لِّلنَّاسِ اور فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ قرآن لوگوں کا یا متقین کا ہادی ہے نہ کہ آپ کا آپ تو اوّل ہی سے ہدایت یافتہ ہیں' صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۳ یعنی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور وضو کا پانی آپ کے سرہانے اوّل رات ہی میں رکھ دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں سرہانے رکھ کر سونا سنت ہے اور یہ خدمت بیوی کے ذمہ ہے۔ ۴ نہ سلام کے لیے نہ التحیات کے لئے بلکہ مسلسل آٹھ رکعتیں پڑھتے جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۵ یعنی آٹھویں رکعت پر بیٹھتے تو مگر التحیات وغیرہ پڑھنے کے لیے نہ کہ سلام پھیرنے کے لیے خیال رہے کہ اُم المومنین نے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تہجد بیان فرمائی نہ کہ صرف وتر اور یہ

حدیث بالاتفاق منسوخ ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا عمل تھا اب کسی کے نزدیک وتر تہجد سے ملا کر پڑھنا جائز نہیں اور کسی کے ہاں آٹھ رکعتیں مسلسل پڑھنا درست نہیں اگر آٹھ کی نیت باندھے تو ہر دو رکعت میں بیٹھنا اور التحیات پڑھنا واجب ہے لہٰذا یہ حدیث عائشہ صدیقہ کی تین رکعت والی وتر کی حدیث کے خلاف نہیں کہ یہاں پہلے عمل کا ذکر ہے اور وہاں آخری کا۔۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ وتر کے بعد دو نفل پڑھنا مستحب ہے کھڑے ہوکر پڑھنا ثواب کی زیادتی کا باعث ہے اور بیٹھ کر قرب زیادہ کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہے' وہ جو حدیث میں آیا کہ رات میں وتر کو آخری نماز بناؤ وہاں تہجد سے مراد آخر ہے یعنی تہجد پہلے پڑھو' وتر بعد میں' یہ دو نفل تہجد نہیں۔ ۷؎ اس طرح کہ چار رکعت تہجد اور تین رکعت وتر علیحدہ تحریمہ اور سلام سے جیسا کہ آگے انہیں کی روایت میں آرہا ہے۔اس جملہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا والا عمل بالکل منسوخ ہے۔ ۸؎ یعنی آخر عمر شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد و وتر میں تو تبدیلی واقع ہوگئی مگر وتر کے بعد نفلوں میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اسی طرح بیٹھ کر پڑھتے رہے۔اولیٰ سے مراد پہلی حالت ہے۔ ۹؎ زوال سے پہلے پہلے یا اس لیے پڑھتے کہ آپ پر نمازِ تہجد فرض تھی اور فرض کی قضا ضروری ہے تب تو یہ قضا آپ کی خصوصیت ہے یہ اس لیے کہ جس کی تہجد رہ جائے' وہ زوال سے پہلے بارہ رکعتیں پڑھ لے تو تہجد کا ثواب پائے گا۔ ۱۰؎ سبحان اللہ یہ عائشہ صدیقہ کی انتہائی احتیاط ہے کہ اپنے علم کی نفی فرما رہی ہیں یعنی ممکن ہے کہ آپ نے سفر میں یا دوسری بیوی کے ہاں یہ عمل کیے ہوں مگر میرے علم میں یہ بات نہ آئی۔عائشہ صدیقہ کی وہ روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے' اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں سارے ماہ سے اکثر مراد ہے یعنی قریباً سارا مہینہ۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا قرآن پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ نزولِ قرآن کی تکمیل وفات شریف سے چند روز پہلے ہی ہوئی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل اُمت کی آسانی کے لیے نہ کیے تاکہ ساری رات نماز اور سارے مہینوں کے روزے سنت نہ ہو جائیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی خدشہ نہ تھا اس لیے بعض صحابہ نے کبھی تمام رات بھی نمازیں پڑھی ہیں اور ایک رکعت میں ختم قرآن بھی کیا ہے اور ہمیشہ صائم بھی رہے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

(۱۱۸۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۱۸۹) ۱؎ اس کی شرح ابھی عرض کی جاچکی ہے کہ یہ حدیث تہجد والوں کے لیے تہجد کے اعتبار سے ہے اور تہجد نہ پڑھنے والوں کے لیے عشاء کے اعتبار سے یعنی تہجد والے وتر تہجد سے پہلے نہ پڑھیں اور دوسرے لوگ وتر عشاء سے پہلے نہ پڑھیں لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو نفل پڑھتے تھے۔

وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ۔(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۱۱۹۰) روایت ہے انہی سے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا صبح سے پہلے وتر پڑھ لو۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۱۹۰) ۱؎ یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ وتر کا وقت عشاء کے بعد صبح تک ہے۔بعض علماء نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ وتر کی قضا نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قضا ہے حتیٰ کہ اگر صاحب ترتیب کے وتر رہ گئے ہوں اور وہ عمداً وتر بغیر قضا کیے فجر پڑھے تو اس کی فجر نہ ہوگی' یہی امام اعظم کا قول ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ جو وتر سے سو جائے' وہ صبح کے بعد پڑھ لے اسی لیے امام شافعی بھی قضا وتر کے قائل ہیں۔

وَعَنْ جابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّايَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَّقُوْمَ اٰخِرَهٗ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرَ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَّذٰلِكَ اَفْضَلُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۱۹۱) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو آخر رات میں نہ اُٹھنے کا خوف کرے وہ اوّل رات میں وتر پڑھ لے ۱؎ اور جسے آخر شب میں اُٹھنے کی امید ہو وہ آخر شب میں وتر پڑھے کیونکہ آخر شب کی نماز حاضری ملائکہ سے مشرف ہے اور یہ بہتر ہے۔۲؎ (مسلم)

(۱۱۹۱) ۱؎ یہ امر وجوبی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔ ۲؎ حضرت ابوبکر صدیق اوّل شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اور حضرت عمر فاروق آخر شب میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر! تم احتیاط پر عمل کرتے ہو اور اے عمر! تم قوت و اجتہاد پر۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو آخر شب میں اللہ کی رحمتیں لے کر اُترتے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ مشہود کے معنی ہیں عظمت کی گواہی دی ہوئی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَ اَوْسَطِهٖ وَاٰخِرِهٖ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۹۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھی ہے، اوّل شب میں، درمیانی میں، آخری میں اور آپ کے وتر سحر پر منتہی ہوئے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۹۲) ۱؎ سحر سے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشاء کے وقت وتر پڑھ لیے اور کبھی عشاء پڑھ کر سوئے اور درمیان رات جاگ کر تہجد و وتر پڑھے مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے مسلمان جس پر عمل کرے سنت کا ثواب پائے گا اگرچہ آخر رات میں پڑھنا افضل ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَوْصَانِىْ خَلِيْلِىْ بِثَلٰثٍ صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَكْعَتَىِ الضُّحٰى وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۹۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں مجھے میرے محبوب نے تین چیزوں کی وصیت کی ہر ماہ میں تین روزوں کی ۱؎ چاشت کی دو رکعتوں کی اور یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھا کروں۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۹۳) ۱؎ شروع مہینہ میں ایک روزہ، درمیان میں ایک، آخر میں ایک، یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرہویں چودہویں پندرہویں کے روزے، تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ ۲؎ اس لیے کہ آپ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی حدیثیں یاد کرتے تھے، دیر میں سوتے اس لیے تہجد کو اُٹھنا مشکل ہوتا۔ (مرقاۃ و اشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلباء کے لیے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں، ان کے لیے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ بعض صحابہ خصوصاً ابوہریرہ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے تھے

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قُلْتُ لِعَآئِشَةَ اَرَءَيْتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِیْ اَوَّلِ اللَّيْلِ اَمْ فِیْ اٰخِرِهٖ قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِیْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِیْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ كَانَ يُوْتِرُ اَوَّلَ اللَّيْلِ اَمْ فِیْ اٰخِرِهٖ قَالَتْ رُبَّمَا اَوْتَرَ فِیْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اَوْتَرَ فِیْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقِرَآءَةِ اَمْ يَخْفِتُ قَالَتْ رُبَّمَا جَهَرَ بِهٖ وَرُبَّمَا خَفَتَ قُلْتُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَهُ ابْنُ مَاجَةَ الْفَصْلَ الْاَخِيْرَ۔

(۱۱۹۴) ۱؎ روایت ہے حضرت غضیف ابن حارث سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ فرمایئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت اوّل شب میں کرتے تھے یا آخر میں؟ فرمایا اکثر اوّل شب میں غسل کرتے تھے اور اکثر آخر میں ۲؎ میں نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے جس نے کام میں گنجائش رکھی میں نے عرض کیا کہ اوّل رات میں وتر پڑھتے تھے یا آخر میں؟ فرمایا بارہا اوّل رات میں وتر پڑھتے تھے بارہا آخر میں ۳؎ میں نے عرض کیا کہ بلند قرأت کرتے تھے یا آہستہ؟ فرمایا بارہا بلند کرتے تھے بارہا آہستہ ۴؎ میں نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے جس نے اس میں گنجائش دی۔ (ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے آخری بات روایت کی۔

(۱۱۹۴) ۱؎ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ شریف پایا ہے مگر صحبت پاک پانے میں اختلاف ہے اسی لیے بعض محدثین نے آپ کو صحابی کہا ہے اور بعض نے تابعی ۲؎ یہ اکثریت اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے یعنی اوّل شب میں غسل کر لینا بھی بارہا تھا اور آخر میں بھی یعنی یہ بھی جائز ہے کہ جنبی ہوتے ہی غسل کرے اور یہ بھی کہ رات بھر جنابت میں گزارے تہجد یا صبح کے وقت غسل کرلے مگر ایسی صورت میں مستحب یہ ہے کہ وضو کر کے سوئے۔ ۳؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل شب میں وتر پڑھنا بیان جواز کے لیے تھا اور آخر شب میں وتر پڑھنا بھی بیان جواز کے لیے۔اوّل شب میں وتر پڑھنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو اپنے جاگنے پر بھروسہ نہ تھا بلکہ اُمت کی آسانی کے لیے ۴؎ یعنی تہجد میں علماء فرماتے ہیں کہ جہاں لوگوں کو تہجد کے لیے اُٹھانا ہو وہاں قدرے بلند قرأت کرے اور جہاں سونے والوں کو تکلیف سے بچانا مقصود ہو وہاں آہستہ کرے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشی کے موقع پر نعرۂ تکبیر لگانا اور سبحان اللہ وغیرہ کہنا سنت صحابہ ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَيْسٍ قَالَ سَئَلْتُ عَآئِشَةَ بِكُمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ قَالَتْ كَانَ يُوْتِرُ بِاَرْبَعٍ وَّثَلٰثٍ وَسِتٍّ وَّثَلٰثٍ وَّثَمَانٍ وَّثَلٰثٍ وَّعَشْرٍ وَّثَلٰثٍ وَّلَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِاَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَّلَا بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثَ عَشْرَةَ۔

(۱۱۹۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی قیس سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے وتر پڑھتے تھے؟ فرمایا چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین پڑھتے تھے۔ ۱؎ سات سے کم نہ پڑھتے تھے اور تیرہ سے زیادہ نہ پڑھتے ۔۳؎ (ابوداؤد)

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۱۹۵) ۱؎ عجیب لطف ہے کہ آپ کو مرقاۃ نے تابعی لکھا اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کا نام ہے جو جلیل القدر صحابی ہیں، یہ اپنی کنیت میں مشہور ہوگئے۔ ۲؎ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سات وتر اور دو نفل پڑھتے تھے اس حدیث نے بتایا کہ وہاں بھی یہی مراد تھی کہ چار رکعت تہجد اور تین رکعت وتر۔ ۳؎ یعنی تہجد کم سے کم چار رکعت پڑھتے تھے اور زیادہ سے زیادہ دس رکعت۔ یہ آپ کے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ دو رکعت بھی تہجد ثابت ہے اور بارہ رکعت بھی۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِثَلٰثٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْیَفْعَلْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۱۹۶) روایت ہے حضرت ابوایوب سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مسلمان پر وتر لازم ہیں ۱؎ جو پانچ وتر پڑھنا چاہے، وہ پانچ پڑھے ۲؎ جو تین پڑھنا چاہے، وہ ایسا ہی کرے ۳؎ جو ایک پڑھنا چاہے، وہ ایسا ہی کرے۔ ۴؎ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

(۱۱۹۶) ۱؎ یہ جملہ امام اعظم کی دلیل ہے کہ وتر واجب ہے جس کے چھوڑنے کا اختیار نہیں اس کی تائید اور احادیث سے بھی ہوتی ہے جو آئندہ آرہی ہیں۔ ۲؎ اس طرح کہ دو رکعت تہجد اور تین رکعت وتر ۳؎ اس طرح کہ تہجد نہ پڑھے، صرف وتر ہی تین رکعت پڑھے ۴؎ یہ جملہ ہمارے مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ ایک رکعت وتر پڑھنے والے یہ نہیں کہتے کہ ایک پڑھے یا تین یا پانچ وہ ایک ہی کو واجب کہتے ہیں اور حدیث سے اختیار ثابت ہو رہا ہے لہذا یہ جملہ تین والی احادیث کے مخالف ہے اور ناقابلِ عمل۔ خیال رہے کہ یہاں اس جملہ کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ایک رکعت دو سے ملا کر وتر بناؤ کیونکہ یہ صورت تو پہلے بیان ہو چکی۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا یَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

(۱۱۹۷) روایت ہے حضرت علی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ وتر ہے ۱؎ وتر کو پسند فرماتا ہے ۲؎ تو اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو۔ ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) ۴؎

(۱۱۹۷) ۱؎ عربی میں وتر فرد عدد کو کہتے ہیں جو تقسیم نہ ہو سکے، اکیلا ہو۔ رب تعالیٰ عدد سے پاک ہے اس کے وتر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ذات و صفات اور افعال میں اکیلا ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ اس کے صفات افعال قابلِ تقسیم اسی معنی سے اسے واحد اور واحد کہتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ وتر و شفع ہونا عدد کے حالات ہیں، اللہ تعالیٰ عدد سے پاک ہے۔ ۲؎ وتر نماز کو پسند کرتا ہے کہ وتر ہونے میں اسے رب تعالیٰ سے نسبت ہے لہذا اس پر ثواب دے گا یا اس شخص کو پسند کرتا ہے جو دنیا سے اکیلا ہو کر رب کا ہو رہے جب رب تمہارا ہے تو تم بھی رب کے ہو جاؤ۔ (ازمرقات) ۳؎ یعنی اے قرآن ماننے والو! مسلمانو! نماز وتر پڑھا کرو اس پر بہت ثواب ہے یا اے قرآن ماننے والو دنیا سے منقطع ہو کر رب کے ہو رہو۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی بناء پر کہا کہ وتر ایک رکعت ہے کیونکہ یہاں وتر کو اللہ تعالیٰ سے نسبت دی گئی، اللہ تو ایک ہے، وتر بھی ایک ہونی چاہیے مگر یہ بات بہت کمزور ہے کیونکہ یہاں مناسبت

صرف وتر یعنی طاق ہونے میں ہے اور طاق تو تین بھی ہیں' ایک ہونے میں نسبت نہیں ورنہ ربّ تعالیٰ اجزا سے پاک ہے اور وتر نماز گرچہ ایک رکعت ہی ہو اجزا والی ہے۔

وَعَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَدَّكُمْ بِصَلٰوةٍ هِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ الْوَتْرُ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

(۱۱۹۸) روایت ہے حضرت خارجہ ابن حذافہ سے[۱] فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی[۲] جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔[۱] (وتر) اسے اللہ نے تمہارے لیے نمازِ عشا و طلوعِ فجر کے درمیان رکھا ہے۔[۳] (ترمذی' ابوداؤد)

(۱۱۹۸) [۱] آپ صحابی قرشی بڑے بہادر جنگجو مجاہد ہیں' قریش کے سواروں میں آپ کو ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا' ایک بار حضرت عمرو ابن عاص نے حضرت عمر سے تین ہزار سواروں کی کمک مانگی تو آپ نے تین شخص بھیجے حضرت خارجہ' زبیر ابن عوام' مقداد ابن اسود رضی اللہ عنہم۔ آپ ۴۰ھ میں خوارج کے ہاتھوں عمرو ابن عاص کے دھوکہ میں قتل ہوئے کہ خوارج نے امیر معاویہ علی مرتضیٰ عمرو ابن عاص کے قتل کی سازش کی تھی تو علی مرتضیٰ شہید کر دیئے گئے۔ عمرو ابن عاص کے دھوکہ میں آپ شہید کر دیئے گئے اور امیر معاویہ بچ گئے۔ [۲] یعنی نمازِ پنج گانہ کے علاوہ تمہیں نماز وتر اور دی جوان نمازوں کا تتمہ اور تکملہ ہے اور تمہارے لیے دنیا کی تمام چیزوں حتیٰ کہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ اہلِ عرب سرخ اونٹ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہیں' امدکم کے ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ ربّ نے تمہیں ایک نماز یعنی وتر اور بھی زیادہ دی۔[۳] یعنی وتر کا وقت عشاء کا وقت ہے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ عشاء کے فرض کے بعد پڑھی جائے۔ خیال رہے کہ بعض محدثین نے اس حدیث کو ضعیف کہا لیکن حاکم اور ابن سکن نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ترمذی نے اسے غریب فرمایا مگر یہ ضعف یا غرابت امام ابوحنیفہ کو مضر نہیں کیونکہ یہ چیزیں امام صاحب کے بعد پیدا ہوئیں۔ بہرحال حدیث صحیح اور اس سے وتر کا وجوب ثابت ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّامَ عَنْ وِتْرِهٖ فَلْيُصَلِّ اِذَا اَصْبَحَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسِلًا)

(۱۱۹۹) روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وتر کے بغیر سو جائے' وہ صبح ہونے پر پڑھ لے۔[۱] (ترمذی مرسلا)

(۱۱۹۹) [۱] یعنی اگر عشاء پڑھ لی ہو' تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلے تو صبح کے بعد نمازِ فجر سے پہلے وتر قضا کرے پھر فجر پڑھے۔ صاحب ترتیب کے لیے وتر پہلے پڑھنا فرض ہے' دوسرے کے لیے بہتر اس سے معلوم ہوا کہ وتر محض سنت نہیں بلکہ واجب ہیں کہ صرف سنتوں کی قضا نہیں پڑھی جاتی۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے اگرچہ مرسل ہے کیونکہ زید ابن اسلم تابعی ہیں' عمر فاروق کے غلام ہیں مگر چونکہ آپ بڑے ثقہ عالم فقیہ تھے' آپ کی مجلس علم میں چالیس سے زیادہ فقہاء بیٹھتے تھے حتیٰ کہ امام زین العابدین بھی آپ کے شاگرد ہیں اور امام مالک' سفیان ثوری وغیرہ محدثین کے آپ شیخ ہیں اس لیے آپ کی مرسل یقیناً قبول ہے۔ (از اشعۃ اللمعات) آپ

کی وفات ۱۳۶ ہجری میں ہوئی۔

وَعَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَئَلْنَا عَائِشَةَ بِاَىِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّالْمُعَوِّذَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّالدَّارِمِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ.

(۱۲۰۰) روایت ہے حضرت عبدالعزیز ابن جریج سے فرماتے ہیں ہم نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن سورتوں سے وتر پڑھتے تھے؟ فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اورفلق وناس۔ ۱؎ ترمذی،ابوداؤداورنسائی نے عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت کی اور احمد نے ابی ابن کعب سے اور دارمی نے ابن عباس سے اور انہوں نے فلق و ناس کا ذکر نہ کیا۔ ۲؎

(۱۲۰۰) ۱؎ یعنی تیسری رکعت میں یہ تینوں سورتیں پڑھتے تھے۔خیال رہے کہ یہ حدیث امام اعظم نے اپنی مسند میں یوں نقل کی ہے عَنْ حَمَّادٍ عَنْ ابراهيم عَنْ اسود عَنْ عائشة الصديقه اس میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ کا ذکر ہے اور حاکم نے بشرط مسلم بخاری حضرت عائشہ سے یہ حدیث نقل کی جس کے آخر میں ہے کہ آپ تین رکعت بعد ہی سلام پھیرتے تھے۔نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کی جس کے آخر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔امام طحاوی نے حضرت ابوالعالیہ سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر مغرب کے فرضوں کی طرح پڑھتے تھے اور امام حسن نے فرمایا کہ اہلِ اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام سے۔غرض کہ یہ احادیث امام اعظم وغیرہم کے قوی دلائل ہیں کہ وتر تین رکعت ہیں اور ایک سلام سے اس کی پوری تحقیق اسی مقام پر مرقاۃ میں دیکھو یا ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں۔ ۲؎ یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ وتر کی تیسری رکعت میں صرف قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے۔خیال رہے کہ یہ حدیث تین رکعت کے متعلق ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔

وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمٰتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِيْ قُنُوْتِ الْوَتْرِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّمَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۱۲۰۱) روایت ہے حضرت حسن ابن علی سے فرماتے ہیں ۱؎ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات سکھائے جنہیں میں وتر کی قنوت میں پڑھا کروں الٰہی مجھے ان میں ہدایت دے جنہیں تو نے ہدایت دی اور عافیت والوں میں عافیت دے جن کا تو والی بنا ان میں میرا والی ہو۔ ۲؎ اپنے دیئے میں مجھے برکت دے اور قضا قدر کی بُرائی سے مجھے بچا۔ ۳؎ کہ تو فیصلہ کرتا ہے تجھ پر فیصلہ نہیں کیا جاتا جس کا تو والی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا اے ربّ تو برکت وبلندی والا ہے۔ ۴؎

(ترمذی وابوداؤد نسائی ابن ماجہ دارمی)

(۱۲۰۱) ۱؎ ہمیشہ سارا سال نہ کہ صرف نصف آخر رمضان میں لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ دعائے قنوت وتر میں پڑھی جائے۔خیال رہے کہ امام حسن کی پیدائش رمضان ۳ھ میں ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ سات برس تھے اس عمر میں کی ہوئی روایت معتبر ہے۔ ۲؎ یعنی مجھے اس جماعت میں والی بنا جنہیں تو نے ہدایت' عافیت اور ولایت بخشی۔بعض فرماتے ہیں کہ ہدایت سے مراد نیک اعمال کی رہبری اور عافیت سے مراد ہے بُری بیماریوں' بُرے اخلاق اور بُری خواہشات سے ملت۔ولایت سے مراد ہے اپنی امن میں لینا اور ہمیں نفس و شیطان کے حوالے نہ کر دینا۔ ۳؎ یعنی میرے متعلق بُرے فیصلے نہ فرما' ے فیصلے کر۔ ۴؎ سبحان اللہ نہایت جامع دعا ہے اگر وتروں میں یہ پڑھی جائے تب بھی جائز و بہتر ہے۔

عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى لّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ فِي الْوَتْرِ قَالَ سُبْحٰنَ مَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَزَادَ ثَلٰثَ رَّاتٍ يُّطِيْلُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلنَّسَآئِيِّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلٰثًا وَّيَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالثَّالِثَةِ.

(۱۲۰۲) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر کا سلام پھیرتے تو فرماتے سبحان الملک القدوس۔(ابوداؤد) اور نسائی نے زیادہ کیا کہ تین بار دراز کر کے۔۱؎ اور نسائی کی عبدالرحمٰن ابن ابزی کی روایت میں ہے جو انہوں نے اپنے والد سے کی' فرمایا کہ جب سلام پھیرتے تو تین بار فرماتے سبحان الملک القدوس تیسری بار میں آواز کھینچتے۔ ۲؎

(۱۲۰۲) ۱؎ اس طرح کہ قدوس کی دال کو خوب کھینچتے مگر آخری بار میں جیسا کہ آئندہ کلام سے معلوم ہو رہا ہے۔بعض روایات بں ہے کہ اس کے بعد یہ بھی فرماتے ربنا ورب الملائکۃ والروح اور رکو بھی کھینچتے جیسا کہ دارقطنی اور ابن شیبہ کی احادیث میں ہے ور مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ ۲؎ یعنی بلند آواز سے کہتے اور دراز کہتے اس حدیث کے ماتحت لمعات و مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ ذکر لجہر بہت اعلیٰ چیز ہے بشرطیکہ ریاء سے خالی ہو کہ اس میں غافلوں کو ہشیار کرنا ہے' سوتوں کو جگانا ہے' شیطان کو بھگانا ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہاں تک کے جانوروں' درختوں' اینٹ پتھروں کو اپنے ایمان پر گواہ بنانا ہے جن احادیث میں ذکر بالجہر سے ممانعت آئی ہے س سے وہ جہر مراد ہے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو یا ذاکر میں ریاء ہو۔خیال رہے کہ بعض ذکروں میں جہر شرط ہے جیسے اذان تلبیہ اور قرعید کے زمانے میں نمازوں کے بعد تکبیر تشریق وغیرہ۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ اٰخِرِ وِتْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

(۱۲۰۳) روایت ہے حضرت علی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری وتر میں فرماتے ۱؎ الٰہی! میں تیری ناراضی سے تیری رضا کی اور تیری سزا سے تیری عافیت کی پناہ مانگتا ہوں' تیری تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔۲؎ تیری حمد میں نہیں کر سکتا تو ایسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی حمد کی۔ ۳؎ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

(۱۲۰۳) ۱؎ یعنی وتر سے فارغ ہو کر بعد پڑھتے۔بعض نے فرمایا کہ آخری التحیات میں سلام سے پہلے' بعض کے

نزدیک آخری سجدے میں امام احمد ابن حنبل کے نزدیک تیسری رکعت کے قومہ میں یعنی رکوع سے اُٹھ کر چنانچہ ان کے ہاں اس وقت یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ ۲؎ یعنی تیری ذات سے تیری صفات کی پناہ یا تیرے غضب سے تیرے رحم کی پناہ۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ ان تین پناہوں میں سے پہلی پناہ میں توحید صفات اور دوسری میں توحید افعال تیسری میں توحید ذات کی طرف اشارہ ہے۔ ۳؎ کیونکہ بندہ محدود بندے کے الفاظ محدود بندے کی طاقتیں محدود خدا کے محامد غیر محدود۔شعر

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر
ماہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

نوٹ: جسے یاد نہ ہو رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا الخ پڑھ لیا کرے بلکہ تین بار اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہہ دے تو بھی جائز ہے۔(مرقاۃ)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قِیْلَ لَہٗ ھَلْ لَّکَ فِیْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مُعَاوِیَۃَ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَۃٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّہٗ فَقِیْہٌ وَّفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ اَوْتَرَ مُعَاوِیَۃُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَکْعَۃٍ وَّعِنْدَہٗ مَوْلًی لِابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَی ابْنَ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرَہٗ فَقَالَ دَعْہُ فَاِنَّہٗ قَدْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۲۰۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ان سے کہا گیا آپ کو امیر المومنین معاویہ میں میلان ہے؟ کہ وہ تو ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں۔ ۱؎ تو آپ نے فرمایا ٹھیک کرتے ہیں وہ فقیہ عالم ہیں ۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں امیر معاویہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی ان کے پاس حضرت ابن عباس کے غلام تھے وہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے انہیں یہ خبر دی فرمایا انہیں چھوڑ دو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں۔۳؎ (بخاری)

(۱۲۰۴) ۱؎ یعنی امیر معاویہ اتنی بڑی غلطی کرتے ہیں کہ وتر تین رکعت کے بجائے ایک رکعت ہی پڑھتے ہیں پھر بھی آپ کو ان سے محبت ہے آپ انہیں سمجھاتے نہیں۔ ۲؎ یعنی ایک رکعت وتر پڑھنا ہے مگر امیر معاویہ عالم ہیں فقیہ ہیں مجتہد کو غلطی پر ثواب بھی ملتا ہے لہٰذا نہ میں انہیں سمجھا سکتا ہوں اور نہ تم ان پر اعتراض کرو۔ ۳؎ یعنی اگرچہ ان کا یہ عمل غلط ہے لیکن بزرگوں خصوصاً صحابہ کی غلطی پکڑنا اور ان پر زبان طعن دراز کرنا سخت غلطی ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تین رکعت وتر پر صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا صرف امیر معاویہ کسی غلط فہمی سے یا بے خبری سے ایک رکعت وتر پڑھتے تھے اسی لیے حضرت ابن عباس کے خادم کو اس پر تعجب ہوا اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے شکایت کی اور حیرت کی کہ آپ انہیں مسئلہ بتاتے کیوں نہیں۔ حضرت ابن عباس نے یہ نہ کہا کہ مسئلہ یا ان کا فعل صحیح ہے بلکہ صرف یہ فرمایا کہ وہ بوجہ صحابی اور مجتہد ہونے کے ملامت کے لائق نہیں اور نہ اس بناء پر ان سے قطع تعلق کرنا جائز۔

وَعَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ

(۱۲۰۵) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ وتر لازم ہیں تو جو وتر

مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

نہ پڑھے، وہ ہم سے نہیں۔ وتر لازم ہیں جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم سے نہیں۔ وتر لازم ہیں تو جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم سے نہیں۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۲۰۵) ۱؎ یعنی وتر فرض عملی اور واجب اعتقادی ہیں۔ (مرقاۃ) لہٰذا جو اس کے وجوب کا عناداً انکار کرے، وہ ہمارے طریقہ سے خارج یعنی گمراہ ہے اور جو اسے واجب جانتے ہوئے نہ پڑھے، وہ جماعت صالحین سے خارج ہے اور سخت گناہ گار ہے۔ یہ امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں۔ خیال رہے کہ جو مجتہد تاویل سے اس کے وجوب کا انکار کرے، ان کا یہ حکم نہیں جیسا کہ تمام فرائض عملی اور واجبات کا حال ہے، ہم امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو سخت منع کرتے ہیں، امام شافعی واجب فرماتے ہیں مگر کوئی کسی کو گمراہ نہیں کہہ سکتا۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ اَوْنَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَهُ اَوْ اِذَا اسْتَيْقَظَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۲۰۶) روایت ہے حضرت ابی سعید سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وتر سے سو جائے یا اسے بھول جائے تو جب یاد آئے جب بیدار ہو تو پڑھ لے۔ ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۱۲۰۶) ۱؎ یعنی ان کی قضا واجب ہے، یہ امر وجوب کے لیے ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں۔

وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ رَجُلًا سَئَلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الْوِتْرِ اَوَاجِبٌ هُوَفَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يُرَدِّدُ عَلَيْهِ وَعَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا۔

(۱۲۰۷) روایت ہے حضرت مالک سے، انہیں خبر پہنچی کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے وتر کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ واجب ہیں تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمانوں نے وتر پڑھے ۱؎ تو وہ شخص آپ پر بار بار یہ سوال کرنے لگا اور عبداللہ یہی کہتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمانوں نے وتر پڑھے۔ ۲؎ (مؤطا)

(۱۲۰۷) ۱؎ سبحان اللہ کیسی احتیاط ہے کہ آپ نے وتر کے وجوب کا نہ اقرار کیا نہ انکار کیونکہ آپ نے ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے صحابہ کو وتر پڑھتے دیکھا مگر وجوب کی احادیث آپ تک نہ پہنچیں اس لیے فرمایا، میں اس سے بحث نہیں کرتا، پڑھوں گا ہمیشہ۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر بحث نہ کرو، عمل کرو۔ شعر

عاشقاں راچہ کار باتحقیق
ہر کجا نام اوست قربانیم

۲؎ خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ ہر عمل کو صراحۃً نہ فرماتے کہ یہ فرض ہے، یہ واجب ہے، یہ سنت ہے۔ علماء نے علامات سے فرضیت وغیرہ ثابت کی تاکہ اُمت کے لیے گنجائش رہے اور علماء کا اختلاف رحمت ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلٰثٍ يَقْرَأُ فِيْهِنَّ بِتِسْعِ سُوَرٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ يَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِثَلٰثِ سُوَرٍ اٰخِرُ هُنَّ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۲۰۸) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے جن میں مفصل کی نو سورتیں پڑھتے تھے ہر رکعت میں تین تین سورتیں پڑھتے تھے جن کے آخر میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تھی۔ ۱؎ (ترمذی)

(۱۲۰۸) ۱؎ یعنی آپ وتر تین رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا' ان تینوں رکعتوں میں قصار مفصل کی نو سورتیں اس طرح پڑھتے تھے کہ ہر رکعت میں تین سورتیں۔ یہ معنی ظاہر ہیں تیسری رکعت میں جو تین سورتیں پڑھتے' ان میں آخری سورت قُلْ هُوَ اللّٰهُ ہوتی تھی۔ شارحین نے اس حدیث کے اور بھی مطلب بیان کیے مگر یہ مطلب زیادہ ظاہر ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِمَكَّةَ وَالسَّمَاءُ مُغَيِّمَةٌ فَخَشِيَ الصُّبْحَ فَاَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ انْكَشَفَ فَرَاٰى اَنَّ عَلَيْهِ لَيْلًا فَشَفَعَ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا خَشِيَ الصُّبْحَ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۱۲۰۹) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا' آسمان ابر آلود تھا' آپ نے صبح کا خوف کیا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی۔ ۱؎ پھر بادل کھل گیا تو دیکھا کہ ابھی آپ پر رات ہے تو ایک رکعت سے شفع بنا دیا۔ ۲؎ پھر دو رکعتیں پڑھتے رہے جب صبح کا خوف ہوا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی۔ ۳؎ (مالک)

(۱۲۰۹) ۱؎ اس طرح کہ دو رکعت سے ایک رکعت ملا دی جس سے وہ نماز وتر بن گئی اور اگر یہ معنی ہیں کہ ایک رکعت وتر پڑھی تو یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ان سے زیادہ فقیہ ہیں' تین وتر پڑھتے تھے۔ ۲؎ یعنی تیسری رکعت میں انہیں پتا لگا کہ ابھی رات زیادہ ہے تو اس ہی میں ایک رکعت اور ملا کر چار رکعت پڑھ لیں جو تہجد کے نفل ہو گئے۔ یہ بھی حضرت ابن عمر کا اجتہاد ہے ورنہ وتر واجب ہیں' انہیں شروع کر کے دیدہ دانستہ نفل نہیں بنایا جا سکتا۔ آپ نے یہ عمل کیا اس لیے تاکہ وتر آخری نماز رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل ہو جائے۔ ۳؎ یہاں ایک شب میں دو وتر نہ ہوئے جو ممنوع ہے بلکہ پہلی بار کے وتر تو نفل بنا دیئے تھے اب یہ نماز وتر ہوئی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے ایک رکعت دوسے ملا کر تین وتر پڑھے ب استعانت کی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهٖ قَدْرُ مَا يَكُوْنُ ثَلٰثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ وَقَرَءَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۲۱۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے تو بیٹھے ہوئے پڑھتے رہتے جب آپ کی قرأت سے تیس چالیس آیتوں کی بقدر رہ جاتی تو کھڑے ہو کر قرأت کرتے پھر رکوع کرتے پھر سجدہ کرتے پھر دوسری رکعت میں اسی طرح کرتے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۲۱۰) ۱؎ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حیات شریف کا ذکر ہے جب آپ پر ضعف غالب ہو گیا تھا' تہجد میں دراز قرأت کرنا چاہتے تھے مگر دراز قیام پر قوت نہ تھی اس لیے یہ عمل فرماتے۔ خیال رہے کہ نفل بیٹھ کر شروع کرنا اور کھڑے ہو کر رکوع' سجود کرنا تمام کے

نزدیک بلاکراہت جائز ہے اسی حدیث کی وجہ سے مگر اس کے برعکس یعنی کھڑے ہوکر شروع کرنا پھر بلاعذر بیٹھ جانا یہ امام اعظم کے نزدیک بلاکراہت جائز ہے، صاحبین کے ہاں مکروہ۔ (کتب فقہ ومرقاۃ)

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَالْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ ابْنُ مَاجَةَ خَفِيْفَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

(۱۲۱۱) روایت ہے حضرت اُم سلمہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ ۱ (ترمذی) ابن ماجہ نے زیادہ کیا کہ ہلکی پڑھتے تھے، بیٹھ کر۔

(۱۲۱۱) ۱ اس کی تحقیق پہلے ہو چکی، یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِيْهِمَا وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۲۱۲) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت سے وتر پڑھتے تھے ۱ پھر دو رکعتیں پڑھتے جن میں قرأت بیٹھے ہوئے کرتے جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو جاتے پھر رکوع کرتے۔ ۲ (ابن ماجہ)

(۱۲۱۲) ۱ اس کی شرح خود اُم المومنین کی دوسری روایات میں گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے لہذا اس کے معنی بھی وہ ہی ہیں کہ ایک رکعت سے گزشتہ شفع کو وتر بناتے تھے تاکہ احادیث متعارض نہ ہوں۔ ۲ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد کے نفلوں میں کبھی قرأت مختصر کرتے تھے، کبھی دراز۔ مختصر کی حدیث حضرت اُم سلمہ نے روایت کی اور دراز کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ نے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ مختصر قرأت میں رکوع بیٹھ کر ہی کرتے تھے اور دراز قرأت میں کھڑے ہوکر کبھی کبھی بیٹھے بیٹھے۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جُهْدٌ وَّثِقْلٌ فَاِذَا اَوْتَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَاِلَّا كَانَتَا لَهٗ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ۔

(۱۲۱۳) روایت ہے حضرت ثوبان سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا یہ جاگنا مشقت اور بوجھ ہے جب تم میں سے کوئی وتر پڑھے تو دو رکعتیں پڑھ لے اگر رات میں اُٹھ بیٹھا تو خیر ورنہ یہ رکعتیں اسے کافی ہیں۔ ۱ (دارمی)

(۱۲۱۳) ۱ یعنی جسے تہجد میں جاگنے کی امید نہ ہو، وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے اگر تہجد کے لیے جاگ گیا تو تہجد بھی پڑھ لے ورنہ انشاءاللہ ان دو نفلوں کا ثواب تہجد کے برابر ہو جائے گا۔ یہ ربّ تعالٰی کی اس اُمت مرحومہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کرم نوازی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الْوِتْرِ وَهُوَ جَالِسٌ يَّقْرَءُ فِيْهِمَا اِذَا زُلْزِلَتْ وَقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۲۱۴) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو رکعتیں وتر کے بعد بیٹھ کر پڑھتے تھے جن میں اِذَا زُلْزِلَت و قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھتے تھے۔ ۱ (احمد)

(۱۲۱۴) ۱ ظاہر یہ ہے کہ یہ نفل وتروں سے متصل ہوتے تھے، صبح کی نماز سے پہلے جن کی پہلی رکعت میں اِذَا زلزلت اور دوسری

میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھتے ہے۔

بَابُ الْقُنُوْتِ قنوت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

۱؎ عربی میں قنوت کے معنی اطاعت خاموشی دعا نماز کا قیام ہے، یہاں اس سے خاص دعا مراد ہے۔ قنوتیں دو ہیں، وتر کے قنوت جو ہمیشہ وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھے جاتے ہیں اور قنوت نازلہ جو کسی خاص مصیبت میں وبائی امراض اور کفار سے جہاد کے موقع پر فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد آہستہ پڑھے جاتے ہیں اس باب میں دونوں قنوتوں کا ذکر آئے گا۔ احناف کے ہاں وتر کی دعائے قنوت مقرر ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ الخ جیسا کہ طبرانی وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوّلاً نماز میں قبیلہ مضر پر بددعا کرتے تھے تو جبریل امین نے عرض کیا کہ ربّ نے آپ کو دعا کرنے کے لیے پیدا کیا اور پھر یہ دعا سکھائی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ الخ یہ روایت علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں بھی نقل کی ہے۔ نیز فتح القدیر نے ابوداؤد سے بھی روایت کی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْعُوْا عَلٰى اَحَدٍ اَوْ یَدْعُوْا لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ ابْنَ الْوَلِیْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَیَّاشَ ابْنَ اَبِیْ رَبِیْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِیْنَ كَسِنِیْ یُوْسُفَ یَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ صَلٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّ فُلَانًا لِّاَحْیَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَلْاٰیَةَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۲۱۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی پر بددعا یا دعا کرنے کا ارادہ کرتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے۔ ۱؎ بارہا جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے تو کہتے الٰہی! ولید ابن ولید سلمہ ابن ہشام عیاش ابن ربیعہ کو نجات دے۔ ۲؎ الٰہی! سخت پامالی ڈال مضر پر اور اسے یوسف علیہ السلام کی قحط سالیوں کی طرح قحط سالی بنا۔ ۳؎ یہ باآواز بلند کہتے ۴؎ اور اپنی بعض نمازوں میں فرماتے، الٰہی! فلاں فلاں عربی قبیلوں پر لعنت کر ۵؎ حتیٰ کہ ربّ نے یہ آیت نازل فرمائی لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ۔ ۶؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۱۵) ۱؎ قنوت نازلہ جو فجر کے دوسرے رکوع کے بعد کسی خاص مصیبت کے موقع پر پڑھی جاتی ہے، احناف بھی اسے ضرورۃً جائز کہتے ہیں۔ ۲؎ اس جملہ میں دعا کا ذکر ہے، اگلے میں بددعا کا یہ چاروں صحابہ مکہ معظمہ میں کفار کے ہاتھوں قید تھے، ولید ابن ولید مخزومی قرشی تھے، خالد ابن ولید کے بھائی جنگ بدر میں مسلمانوں کی قید میں آگئے تو حضرت خالد اور ہشام نے چار ہزار درہم دے کر چھڑا لیا جب سب چھوٹ کر مکہ معظمہ پہنچے تو اسلام لائے اور فرمایا کہ میں قید میں اسلام اس واسطے نہ لایا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں قید سے ڈر کر اسلام لایا اس بناء پر ان کے بھائیوں نے انہیں قید کردیا اور سخت ایذائیں دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا کرتے

تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے یہ چھوٹ کر مدینہ منورہ آگئے۔سلمہ ابن ہشام ابن مغیرہ ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے جو قدیم الاسلام صحابی تھے اور اسلام کی وجہ سے مکہ معظمہ میں سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔آخر کار بھاگ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور عہد فاروقی میں جہاد میں شہید ہوئے۔عیاش ابن ابی ربیعہ ابوجہل کے سوتیلے بھائی تھے، پرانے مومن تھے، پہلے حبشہ پھر مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ابوجہل ماں کی بیماری کا بہانہ بنا کر دھوکہ سے انہیں مکہ معظمہ لے گیا اور وہاں بھاری قیدوں میں گرفتار کر دیا۔آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے یہ بھاگ کر مدینہ پہنچے اور غزوۂ تبوک میں شہید ہوئے۔(لمعات) ۳؎ یہ پکڑ کی تفسیر ہے یعنی انہیں یوں پکڑ کر ان پر قحط سالی مسلط کر دے تاکہ تنگ آ کر اسلام لے آئیں، مشرکین مکہ اس بددعا کی وجہ سے سخت قحط سالی میں گرفتار ہوئے۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنی نفسانی وجہ سے بددعا نہ دی، اپنے ظالموں کو معاف کیا اور دعائیں دیں، ہاں دینی دشمنوں کو بددعائیں دی ہیں یہاں اسی ہی بددعا کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے خلاف ہے اور نہ ان احادیث کے جن میں ارشاد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بددعا نہ کرتے تھے۔ ۴؎ قنوت نازلہ کا بلند آواز سے پڑھنا منسوخ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے اب اگر پڑھنا پڑھے تو آہستہ پڑھے۔ ۵؎ یعنی آپ بعض قبیلوں رعل و ذکوان وغیرہم کا نام لے کر ان پر لعنت فرماتے تھے۔بعض نمازوں سے مراد نمازِ فجر ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے اور اگر فجر کے سوا اور نمازیں مراد ہیں تو یہ بھی منسوخ ہے۔ ۶؎ یعنی اس آیت کے نزول سے قنوت نازلہ منسوخ ہوگئی۔معلوم ہوا کہ قرآن شریف سے حدیث منسوخ ہوسکتی ہے۔خیال رہے کہ قنوت نازلہ کا یا تو جہر منسوخ ہے یا ہمیشہ پڑھنا منسوخ ورنہ ضرورت پر اب بھی آہستہ پڑھی جاسکتی ہے اس آیت کی تفسیر اور نسخ کی وجہ ہماری تفسیر حاشیۃ القرآن نور العرفان میں ملاحظہ فرماؤ۔

وَعَنْ عَاصِمِ ن الْاَحْوَلِ قَالَ سَئَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلٰوةِ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ قَالَ قَبْلَهٗ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَالرُّكُوْعِ شَهْرًا اِنَّهٗ كَانَ بَعَثَ اُنَاسًا يُّقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا فَاُصِيْبُوْا فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۱۶) روایت ہے حضرت عاصم احول سے، فرماتے ہیں میں نے انس ابن مالک سے نماز میں قنوت کے متعلق پوچھا کہ رکوع سے پہلے تھی یا بعد میں تو فرمایا پہلے تھی۔ ۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد تو صرف ایک ماہ قنوت پڑھی کہ آپ نے ایک لشکر بھیجا تھا جنہیں قراء کہا جاتا تھا، ستر مرد تھے، وہ شہید کر دیئے گئے ۲؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک ماہ قنوت پڑھائی، ان پر بددعا کرتے ہوئے۔ (مسلم بخاری)

(۱۲۱۶) ۱؎ یعنی وتر کی دعا قنوت ہمیشہ رکوع سے پہلے رہی، کبھی رکوع کے بعد نہ پڑھی گئی۔رکوع کے بعد والی قنوت یعنی قنوت نازلہ جو فجر میں تھی، وہ صرف ایک ماہ رہی پھر منسوخ ہوگئی لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ ۲؎ یعنی قنوت نازلہ کی وجہ ان ستر قاریوں کی شہادت تھی جو نہایت بے دردی سے قتل کیے گئے تھے۔یہ حضرات فقراء صحابہ تھے جو دن کو لکڑیاں جمع کر کے فروخت کرتے اور اس سے اصحابِ صفہ کے لیے کھانا تیار کرتے تھے، رات عبادت میں گزارتے، انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کی تبلیغ کے لیے بھیجا جب یہ بیر معونہ پر پہنچے جو مکہ معظمہ وعسفان کے درمیان ہے جہاں بنی ہذیل رہتے تھے تو عامر بن طفیل نے قبیلہ بنی سلیم، عصبہ، رعل،

ذکوان، قعرہ کے ساتھ ان لوگوں کو گھیر لیا اور سب کو شہید کر دیا صرف حضرت کعب ابن زید انصاری بچے جنہیں وہ مردہ سمجھ کر سخت زخمی حالت میں چھوڑ گئے پھر یہ غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ۴ھ میں ہوا، انہی شہداء میں عامر ابن فہیرہ بھی تھے جنہیں فرشتوں نے دفن کیا، کسی کو ان کی نعش نہ ملی اس واقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا جس پر آپ نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی۔ (مرقاۃ) اسی موقع پر ایک واقعہ یہ بھی ہوا کہ قبیلہ عضل اور قعرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، ہم مسلمان ہو چکے ہیں، ہماری تعلیم کے لیے کچھ علماء دیجیے تو آپ نے چھ صحابہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا جن کا امیر حضرت عاصم ابن ثابت کو بنایا، ان کفار نے مقام رجیع میں پہنچ کر حضرت عاصم کو قتل کر دیا اور حضرت خبیب و زید ابن سدانہ کو قید کر کے مکہ معظمہ فروخت کر دیا۔ پہلے واقعہ کا نام بیر معونہ ہے اور اس کا نام واقعہ رجیع یہ دونوں واقعات ایک ہی مہینہ میں ہوئے یعنی ماہِ صفر ہجرت سے ۳۶ ماہ بعد ان دونوں واقعات کی بناء پر قنوت نازلہ پڑھی گئی۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں بیر معونہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور بعض میں رجیع کا مگر ان دونوں میں تعارض نہیں۔ بعض شارحین کو دھوکا لگا اور احادیث میں تعارض مان بیٹھے۔ (مرقاۃ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ يَدْعُوْا عَلٰى اَحْيَآءٍ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ اَنْ وَّعُصَيَّةَ وَيُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَهٗ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۲۱۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نمازِ فجر میں قنوت پڑھی۔ [۱] جب آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو بنی سلیم کے کچھ قبیلوں رعل و ذکوان اور عصیہ پر بددعا کرتے اور پیچھے والے آمین کہتے۔ [۲] (ابوداؤد)

(۱۲۱۷) [۱] یعنی پانچوں نمازوں میں آخری رکعت کے رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھی۔ غالب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں قنوت نازلہ بھی آواز سے پڑھی اور آہستہ نمازوں میں قنوت نازلہ بھی آہستہ مگر یہ سب کچھ منسوخ ہو چکا۔ [۲] معلوم ہوا کہ قنوت نازلہ صرف امام پڑھتے تھا، مقتدی صرف آمین ہی کہتے تھے اب بھی اگر پڑھنا پڑ جائے تو یہی ہوگا۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا ثُمَّ تَرَكَهٗ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۱۲۱۸) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی پھر چھوڑ دی۔ [۱] (ابوداؤد)

(۱۲۱۸) [۱] یعنی ساری نمازوں میں ترک کر دی، شوافع کے ہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ فجر کے سوا باقی چار نمازوں میں چھوڑ دی بہرحال چار نمازوں میں قنوت نازلہ بالاتفاق منسوخ ہے اور فجر میں اختلاف ہے۔ ہمارے ہاں منسوخ ہے، شوافع کے ہاں نہیں اس لیے اگر کوئی ان چار نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھ لے تو بالاتفاق فاسد ہوگی۔

وَعَنْ اَبِيْ مَالِكِ نِ الْاَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ يَا اَبَتِ اِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ

(۱۲۱۹) روایت ہے حضرت ابو مالک اشجعی [۱] سے، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا ابا جان! آپ نے تو رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ هٰهُنَا بِالْكُوْفَةِ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِيْنَ اَكَانُوْا يَقْنُتُوْنَ قَالَ اَىْ بُنَىَّ مُحْدَثٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

صلی اللہ علیہ وسلم' ابوبکر' عمر' عثمان اور علی کے پیچھے اور یہاں کوفے میں حضرت علی کے پیچھے قریباً پانچ سال ۲ نمازیں پڑھی ہیں' کیا یہ لوگ قنوت پڑھتے تھے؟ فرمایا بیٹے! یہ بدعت ہے۔ ۳ (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

(۱۲۱۹) ۱ آپ کا نام سعد ابن طارق ابن اشیم ہے' خود تابعی ہیں' والد صحابی ہیں۔ ۲ یعنی چار سال کچھ مہینے آپ کی خلافت کے بقدر ۳ یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے یعنی ہمیشہ قنوت نازلہ کسی نماز میں پڑھنا بدعت سیئہ ہے نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نہ کسی صحابی کا۔ خیال رہے کہ یہاں ہمیشہ قنوتِ نازلہ پڑھنا مراد ہے ورنہ علی مرتضٰی نے جنگِ صفین کے موقع پر قنوت نازلہ پڑھی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّىْ لَهُمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّلَا يَقْنُتُ بِهِمْ اِلَّا فِى النِّصْفِ الْبَاقِىْ فَاِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ يَتَخَلَّفُ فَصَلّٰى فِىْ بَيْتِهٖ فَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَبَقَ اُبَيٌّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَسُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَبَعْدَهٗ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۲۲۰) روایت ہے حضرت حسن سے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے لوگوں کو ابی ابن کعب پر جمع کیا ۱ کہ آپ انہیں بیس راتیں نماز پڑھاتے جن میں باقی آدھے کے علاوہ دعائے قنوت نہ پڑھتے ۲ جب آخری عشرہ ہوتا تو رہ جاتے اپنے گھر میں پڑھ لیا کرتے ۳ لوگ کہتے ابی بھاگ گئے ۴ ابوداؤد اور حضرت انس ابن مالک سے قنوت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی اور ایک روایت میں کہ رکوع سے پہلے اور اس کے بعد۔ ۵ (ابن ماجہ)

(۱۲۲۰) ۱ کیونکہ ابی ابن کعب ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے سارا قرآن شریف حفظ کیا تھا اور آپ سید القراء ہیں اسی لیے تراویح کی جماعت کے لیے آپ کا ہی انتخاب ہوا۔ آپ زمانہ رسالت میں پورے قرآن کے حافظ تھے۔ (مرقاۃ) ۲ اس حدیث کی بناء پر بعض بزرگ ائمہ فرماتے ہیں کہ وتر میں دعائے قنوت صرف آخری پندرہ رمضان میں پڑھی جائے مگر امام اعظم کے ہاں سارا سال پڑھنی چاہیے۔ یہاں قنوت سے مراد وتر کی دعائے قنوت نہیں بلکہ کفار پر کوئی خاص بددعا مراد ہے چونکہ اس زمانہ میں جہاد بہت ہوتے تھے اس لیے رمضان کے آخر نصف میں جس میں شب قدر بھی ہے' مسلمان وتروں میں کفار کے لیے خاص بددعا کرتے تھے اگر یہاں وتر کے قنوت مراد ہوں تو اس میں حسب ذیل خرابیاں لازم ہوں گی۔ ایک یہ کہ یہ حدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہو گی جن میں پورا سال قنوت پڑھنے کا ذکر ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے' امام محمد نے کتاب الآثار میں بروایت امام ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم النخعی عن ابن مسعود روایت کی کہ آپ ہمیشہ وتر میں ہمیشہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ نیز دار قطنی اور بیہقی نے سوید ابن غفلہ سے روایت کی کہ حضرات خلفائے راشدین آخر وتر میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ نیز ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ نے حضرت علی سے روایت کی۔ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم آخر وتر میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ امام حسن کی روایت پہلے ہی گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وتر پڑھنے کے لیے دعائے قنوت سکھائی۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث سے دعائے قنوت صرف پانچ دن ثابت ہوگی کیونکہ حضرت ابی ابن کعب پندرہویں رمضان سے جماعت میں قنوت شروع کرتے تھے اور بیسویں کے بعد یہ جماعت چھوڑ دیتے تھے تو پانچ ہی دن قنوت رہی۔ ۳؎ یا اس لیے کہ تراویح چندروز جماعت سے پڑھنا پھر اکیلے پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف تھا' آپ اس سنت پر عمل کرتے تھے یا اس لیے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں خلوت میں عبادات کرتے تھے۔ بعض خلوتیں جلوت سے افضل ہوتی ہیں یا کسی اور عذر کی وجہ سے۔ خیال رہے کہ حضرت ابی کا یہ پہلا عمل تھا جب حضرت عمر نے آپ کو تراویح پڑھانے کا باقاعدہ حکم دے دیا تو پورا مہینہ پڑھاتے تھے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۴؎ یہ لفظ حضرت ابی کی شان میں گستاخی کی نیت میں نہ تھا بلکہ افسوس کے لیے تھا یعنی افسوس کہ ہمیں چھوڑ گئے۔ ربّ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۔ (۳۷،۱۴۰) جب کہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا (کنزالایمان) (لمعات) ورنہ امام کا احترام لازم ہے۔ ۵؎ یعنی قنوت نازلہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ پڑھی اور بعد میں چھوڑ دی' قنوت وتر مراد نہیں۔

بَابُ قِیَامِ شَھْرِ رَمَضَانَ — ماہِ رمضان میں قیام کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ یعنی تراویح کا باب اس میں پندرہویں شعبان کی عبادت کا ذکر بھی ہوگا۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی بھی ہیں اور اس کا حکم بھی دیا ہے مگر تعداد رکعات کے متعلق کوئی یقینی روایت نہ مل سکی اس لیے کہا جائے گا کہ اصل تراویح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بیس رکعت پڑھنا ہمیشہ پڑھنا' باجماعت پڑھنا سنت صحابہ ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو اور اس باب میں بھی کچھ عرض کیا جائے گا' ہم نے بیس تراویح پر ایک مستقل رسالہ لمعات المصابیح بھی لکھا ہے۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِی الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِیْرٍ فَصَلّٰی فِیْھَا لَیَالِیَ حَتّٰی اجْتَمَعَ عَلَیْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهٗ لَیْلَةً وَّظَنُّوْا اَنَّهٗ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُھُمْ یَتَنَحْنَحُ لِیَخْرُجَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ مَازَالَ بِكُمُ الَّذِیْ رَاَیْتُ مِنْ صَنِیْعِكُمْ حَتّٰی خَشِیْتُ اَنْ یُّكْتَبَ عَلَیْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَیْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ فَصَلُّوْا اَیُّھَا النَّاسُ فِیْ بُیُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۲۲۱) روایت ہے زید ابن ثابت سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی کا حجرہ بنایا ۱؎ اس میں چند راتیں نماز پڑھی حتیٰ کہ آپ پر لوگ جمع ہوگئے ۲؎ پھر ایک شب لوگوں نے آپ کی آواز نہ پائی' سمجھے کہ آپ سو گئے تو بعض لوگ کھنکارنے لگے تاکہ آپ تشریف لے آئیں۔ ۳؎ حضور نے ارشاد فرمایا' میں نے جو تمہارا کام دیکھا' وہ تم پر دائمی رہا۔ ۴؎ حتیٰ کہ میں نے یہ خوف کیا کہ تم پر یہ نماز فرض کردی جائے گی اور اگر تم پر فرض کردی جاتی تو تم قائم نہ کرسکتے۔ ۵؎ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو کیونکہ مرد کی نماز فرائض کے سوا گھر میں بہتر ہے ۶؎ (مسلم، بخاری)

(۱۲۲۱) ۱؎ ماہِ رمضان میں بحالتِ اعتکاف اس طرح کہ اپنے اردگرد مسجد کے ایک گوشہ میں چٹائی کھڑی کر لی تا کہ خلوت میں خاص عبادتیں کریں۔اس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چادر ٹاٹ وغیرہ کا عارضی حجرہ اپنے لیے بنا سکتا ہے مگر اتنا وسیع نہ بنائے کہ نمازیوں پر جگہ تنگ ہو جائے۔(مرقاۃ وغیرہ) ۲؎ حق یہ ہے کہ یہ نماز تراویح تھی اور اس طرح ادا ہوتی تھی کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرے کے اندر سے امامت فرماتے اور صحابہ اس حجرے کے باہر آپ کی اقتداء کرتے۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نماز تہجد ہی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تراویح پڑھی ہی نہیں، تراویح سنت صحابہ ہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے۔ ۳؎ روش کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ گزشتہ راتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت اور تکبیریں با آوازِ بلند ادا کیں جس پر صحابہ نے اقتداء کی آج چونکہ آواز نہ تھی لہذا اقتداء نہ کر سکے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے جگاتے نہ تھے، بے ادبی سمجھتے تھے اور اکیلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر پڑھتے بھی نہ تھے کہ اسے محرومی جانتے تھے۔ ۴؎ یعنی تمہارا نماز کا شوق اور ہمارے باہر تشریف لانے کی رغبت کا اظہار اور اس کے لیے کھانسنا کھکارنا کافی دیر تک رہا، ہم سو نہ رہے تھے سُن رہے تھے۔ ۵؎ اس فرمان سے چند اہم باتیں معلوم ہوئیں۔ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اگر آج جماعت سے تراویح پڑھا دی گئی تو تراویح بھی پنج وقتی نمازوں کی طرح فرض ہو جائیں گی، دوسرے یہ کہ آپ کو یہ بھی خبر تھی کہ اگر تراویح فرض کر دی گئی تو میری اُمت پر بھاری پڑے گی، وہ اس پر پابندی نہ کر سکیں گے۔یہ دونوں چیزیں علوم غیبیہ میں سے ہیں۔تیسرے یہ کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اوروں پر شرعی احکام مرتب ہو جاتے ہیں کہ ہاں فرمادیں تو شے فرض ہو جائے، نہ فرمادیں تو فرض نہ ہو جیسا کہ کتاب الحج میں آئے گا کہ اگر ہم ہاں کہہ دیتے تو حج ہر سال فرض ہو جاتا ایسے ہی کبھی آپ کے عمل پر بھی شرعی احکام مرتب ہو جاتے ہیں کہ اگر آج تراویح پڑھا دیتے تو فرض ہو جاتیں، نہ پڑھائیں، فرض نہ ہوئیں۔یہ ہے میری سرکار کی سلطنت خداداد اس کی پوری بحث ہماری کتاب "سلطنتِ مصطفیٰ" میں دیکھو۔ چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت پر رحیم و کریم ہیں اس رحمت کی وجہ سے آج تراویح نہ پڑھائیں۔پانچویں یہ کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے کیونکہ صحابہ نے ہمیشہ پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نہ پڑھنے کا عذر بیان فرما دیا اس عذر سے ہمیشہ نہ پڑھنا، تراویح کو غیر مؤکدہ نہ بنا دے گا ہاں تراویح کی جماعت سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ ۶؎ یہاں عام نوافل کا ذکر ہے ورنہ نمازِ اشراق، نمازِ سفر، نمازِ کسوف، نمازِ استسقاء وغیرہ نوافل مسجد میں افضل ہیں اور اب تراویح بھی مسجد میں افضل کیونکہ اس کی جماعت سے اب کوئی مانع نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِیْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِیْ خِلَافَةِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلٰى ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۲۲۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب دیتے، انہیں اس کا تاکیدی حکم نہ فرماتے ۱؎ فرماتے تھے کہ جو رمضان میں ایمان کے ساتھ طلب اجر کے لیے قیام کرے تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ ۲؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور معاملہ یوں ہی رہا پھر خلافت صدیقی اور شروع خلافت فاروقی میں یہ معاملہ اسی طرح رہا۔ ۳؎ (مسلم)

(۱۲۲۲) ۱؎ یعنی تراویح کو فرض یا واجب نہ قرار دیا لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ سنت مؤکدہ بھی نہ ہوں۔ ۲؎ یعنی تراویح کی پابندی کی برکت سے سارے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے کیونکہ گناہِ کبیرہ توبہ سے اور حقوق العباد حق والے کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں اس کا ذکر بارہا گزر چکا۔ ۳؎ کہ لوگ باقاعدہ پابندی سے تراویح کی جماعت نہ کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عذر تو معلوم ہو چکا۔ صدیق اکبر نے مختصر سے زمانہ خلافت میں جہادوں سے فراغت نہ پائی، عہد فاروقی میں اس کا باقاعدہ انتظام ہو گیا جیسا کہ آئندہ آ رہا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضٰى اَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلٰوتِهٖ خَيْرًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۲۲۳) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پڑھ لے تو اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھر کے لیے بھی رکھے کہ اللہ اس کی نماز کی برکت سے اس کے گھر میں خیر و برکت رکھے گا۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۲۲۳) ۱؎ مصنف یہ حدیث تراویح کے باب میں اس لیے لائے کہ اس حکم میں تراویح بھی داخل ہے لہٰذا تراویح گھر میں پڑھنا افضل۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ تراویح اس حکم سے خارج ہے، صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا کہ تراویح مسجد میں اور جماعت سے پڑھنا افضل ہے، زمانہ نبوی میں گھر میں پڑھنا افضل تھا جس کی وجہ پہلے گزر چکی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ اَهْلَهٗ وَنِسَآءَهٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ السَّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ

(۱۲۲۴) روایت ہے حضرت ابوذر سے، فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے، آپ نے مہینے میں ہمارے ساتھ بالکل قیام نہ فرمایا ۱؎ حتی کہ سات دن باقی رہ گئے تب ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی پھر جب چھٹی رات ہوئی تو ہمارے ساتھ قیام نہ کیا پھر جب پانچویں رات ہوئی تو ہم کو نماز پڑھائی حتی کہ رات آدھی گزر گئی۔ ۲؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کاش کہ آپ ان راتوں کا قیام ہمارے لیے زائد فرما دیتے ۳؎ حضور نے فرمایا کہ انسان جب امام کے ساتھ نماز پڑھے حتی کہ فارغ ہو جائے تو اس کے لیے ساری رات قیام شمار کیا جاتا ہے۔ ۴؎ پھر جب چوتھی رات ہوئی تو ہمیں نماز نہ پڑھائی حتی کہ رات تہائی باقی رہ گئی۔ ۵؎ پھر جب تیسری رات ہوئی تو اپنے گھر والوں اپنی بیویوں اور لوگوں کو جمع فرمایا ہمیں نماز

وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّ التِّرْمِذِيُّ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ.

پڑھائی حتیٰ کہ ہم نے خوف کیا کہ ہماری فلاح جاتی رہے گی' میں نے کہا فلاح کیا چیز ہے؟ فرمایا سحری ۲ پھر بقیہ مہینہ نماز نہ پڑھائی۔ (ابوداؤد' ترمذی) نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی مگر ترمذی نے لم یقم الخ کا ذکر نہ کیا۔

(۱۲۲۴) ۱ یعنی خود تو تراویح پڑھتے رہے' ہمیں جماعت سے نہ پڑھائیں جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے۔ ۲ یعنی آپ نے تئیسویں رمضان کو ہمیں تہائی رات تک تراویح پڑھائی اور پچیسویں کو آدھی رات تک ۳ یعنی رمضان میں ہم پر تراویح فرض فرما دیتے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک احکام جانتے تھے ۴ یعنی عشاء جماعت سے پڑھ لینے سے تمام رات نوافل پڑھنے کا ثواب ہے لہٰذا تم تراویح نہ پڑھنے پر غم نہ کرو' اس کی بحث پوری گزر چکی کہ اب تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ ۵ یعنی چھبیسویں رمضان ہم نے دو تہائی رات تک آپ کی تشریف آوری کا انتظار کیا لیکن آپ تشریف نہ لائے اور ہم کو تراویح نہ پڑھائیں اس کے سوا اس جملے کا اور مطلب نہیں بن سکتا۔ ۶ یعنی ستائیسویں رات چونکہ غالبًا شب قدر ہے اس لیے آپ نے خود بھی اس رات تمام رات عبادت کی اور اپنے گھر والوں وصحابہ کرام کو بھی جگایا اور اتنی دراز تراویح پڑھی کہ صبح کے قریب ہی ختم کیں۔ خیال رہے کہ جمع کے معنی یہ ہیں کہ مسجد میں ان سب کو جمع کیا اس طرح کہ عورتیں علیحدہ عورتوں کی صفیں علیحدہ اور مردوں کی علیحدہ اگرچہ اہل میں بیویاں بھی داخل تھیں مگر اظہارِ خصوصیت کے لیے ان کا ذکر علیحدہ ہوا۔ بعض شارحین نے اسے نماز تہجد سمجھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ نمازِ تراویح تھی۔ ان احادیث میں تراویح کی رکعات کا ذکر نہیں اس کا ذکر اشارۃً تیسری فصل میں آ رہا ہے' انشاء اللہ وہاں ہی ذکر کیا جائے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاِذَا هُوَ بِالْبَقِيْعِ فَقَالَ اَكُنْتِ تَخَافِيْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَ رَسُوْلُهٗ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَيْتَ بَعْضَ نِسَآئِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِاَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعَرِ غَنَمِ كَلْبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ رَزِيْنٌ مِمَّنِ اسْتَحَقَّ النَّارَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يُضَعِّفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ.

(۱۲۲۵) ۱ روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا' دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں تھے ۲ تو آپ نے فرمایا کیا تم اس سے خوف کرتی تھیں کہ تم پر اللہ و رسول ظلم کریں گے' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ۳ تو فرمایا کہ اللہ تعالٰی پندرہویں شعبان کی رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے تو قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ کو بخش دیتا ہے۔ ۴ (ترمذی' ابن ماجہ) رزین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ جو آگ کے مستحق ہو چکے ہیں۔ ۵ ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے محمد یعنی امام بخاری کو سنا کہ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے۔ ۶

(۱۲۲۵) ۱ یعنی ایک دفعہ شعبان کی پندرہ تاریخ تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری میرے مکان پر تھی اور آپ میرے ہاں تشریف فرما تھے' میں رات کو اُٹھی تو آپ کا بستر خالی پایا' آپ کو ڈھونڈنے مدینہ کے گلی کوچوں میں نکلی حتی کہ بستی سے باہر گئی تو مدینہ کے

قبرستان میں آپ کو ذکر و دعا میں مشغول پایا۔ ۲؎ اس طرح کہ ہم تمہاری باری میں کسی اور بیوی کے ہاں رات کو قیام فرمائیں جو بظاہر حق تلفی اور تم پر ظلم ہے۔ خیال رہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باری اور مہر شرعاً واجب نہ تھا مگر آپ نے خود اپنے کرم سے ان کی باریاں مقرر فرمادی تھیں اب اس کے خلاف کرنا اپنے وعدہ کے خلاف ہوگا اس لیے اسے ظلم فرمایا۔ نیز چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل ربّ کی طرف سے ہے اس لیے اس ظلم کو ربّ کی طرف منسوب کیا لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۳؎ کیونکہ آپ پر باری فرض نہیں اور آپ اس معاملہ میں مختار ہیں، ہاں مجھے غیرت ضرور تھی کہ میری باری اور بیوی نے کیوں لے لی اس غیرت میں کئی علماء فرماتے ہیں کہ غیرت عورتوں کی فطری چیز ہے جس پر کوئی پکڑ نہیں ۴؎ یعنی اس رات ربّ کی رحمت خاص دنیا کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور قبیلہ بنی کلب جن کے پاس بہت بکریاں ہیں، ان بکریوں کے جسم پر جس قدر بال، میں اتنے گناہ گاروں کی مغفرت ہوتی ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ شب برأت میں عبادات کرنا قبرستان جانا سنت ہے۔ خیال رہے کہ اس رات کو بھی شب قدر کہتے ہیں یعنی تمام سال کے انتظامی امور کے فیصلے کی رات قدر بمعنی اندازہ۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ (۴۴،۴) اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام (کنزالایمان) اور ستائیسویں رمضان کو بھی شب قدر کہتے ہیں یعنی تنگی کی رات، قدر بمعنی تنگی، اس میں فرشتے اتنے نازل ہوتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا (۹۷،۴) اس میں فرشتے اور جبریل اُترتے ہیں (کنزالایمان) شب برأت کے فضائل و اعمال ہماری کتاب مواعظہ نعیمیہ اور اسلامی زندگی میں دیکھو۔ ۵؎ یعنی مومن گناہ گار نہ کہ کفار ان کی بخشش ناممکن اگر کفر پر مرجائیں ۶؎ کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۱۲۲۶) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرد کی نماز اپنے گھر میں میری اس مسجد میں نماز سے افضل ہے سوائے فرائض، کے۔۱؎ (ابوداؤد، ترمذی)

(۱۲۲۶) ۱؎ اس کی بحث ابھی گزر چکی کہ اس حکم سے نماز عیدین تحیۃ المسجد وغیرہ بہت سے نوافل مستثنٰی ہیں۔ شیخ نے لمعات میں فرمایا کہ یہ حکم گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب کے لیے مبالغۃ ہے تاکہ لوگ مسجد نبوی میں نوافل کے لیے ہجوم نہ کیا کریں۔ نیز گھر کی نماز میں ریاء کا احتمال کم ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِالْقَارِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ

(۱۲۲۷) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عبدالقاری سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت عمر ابن خطاب کے ساتھ مسجد کو گیا، لوگ متفرق طور پر الگ الگ تھے، کوئی اکیلے نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے ساتھ کچھ جماعت پڑھ رہی تھی۔ ۲؎ حضرت

عُمَرُ اِنِّیْ لَوْجَمَعْتُ هٰؤُلَآءِ عَلٰی قَارِیٍّ وَاحِدٍ لَکَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَیْلَةً اُخْرٰی وَالنَّاسُ یُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَتِ الْبِدْعَةِ هٰذِهٖ وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ یُرِیْدُ الْاٰخِرِ اللَّیْلِ وَکَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

عمر نے فرمایا اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دیتا تو بہتر تھا پھر آپ نے ارادہ کر ہی لیا تو انہیں ابی ابن کعب پر جمع کر دیا۔ ۳؎ فرماتے ہیں کہ پھر میں دوسری رات آپ کے ساتھ گیا تو لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر نے فرمایا یہ بڑی اچھی بدعت ہے ۴؎ اور وہ نماز جس سے تم سو رہتے ہو اس سے افضل ہے جس کو تم قائم کرتے ہو یعنی آخر رات کی ۵؎ اور لوگ اوّل رات میں پڑھتے تھے۔ ۶؎ (بخاری)

(۱۲۲۷) ۱؎ قاری عبدالرحمٰن کی صفت ہے نہ کہ عبد کا مضاف الیہ اور یہ قبیلہ قارہ کی طرف منسوب ہے، آپ تابعی ہیں، حضرت عمر فاروق کی طرف سے بیت المال پر عامل تھے۔ ۲؎ یعنی رمضان کی راتوں میں سے ایک رات میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو لوگوں کو اس طرح متفرق طور پر تراویح پڑھتے دیکھا کہ کوئی جماعت سے پڑھ رہا ہے، کوئی اکیلے۔ خیال رہے کہ فرائض کی جماعت اولیٰ کے وقت مسجد میں علیحدہ نماز پڑھنا منع ہے، تراویح کا یہ حکم نہیں اب بھی پیچھے آنے والے تراویح کی جماعت کے وقت فرائض اور بقیہ تراویح پڑھتے رہتے ہیں ۳؎ اس طرح کہ حضرت ابی ابن کعب کو حکم دیا کہ صحابہ کو تراویح پڑھایا کریں اور صحابہ کو حکم دیا کہ ان کے پیچھے جمع ہو کر تراویح پڑھا کریں۔ خیال رہے کہ فرائض کے امام خود عمر فاروق تھے اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرائض اور امام پڑھائے اور تراویح دوسرا تو جائز ہے ہاں جس نے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں، وہ وتر نہیں پڑھا سکتا بلکہ جماعت سے پڑھ بھی نہیں سکتا۔ ۴؎ یعنی تراویح کی بیس رکعت اور باجماعت ہمیشہ اہتمام سے قائم کرنا میری ایجاد ہے اور بدعت حسنہ ہے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نفس تراویح سنت رسول اللہ ہے مگر اس پر ہیشگی باجماعت اور اہتمام سے ادا کرنا سنت فاروقی ہے یعنی بدعت حسنہ ہے۔ دوسرے یہ کہ ایجادات صحابہ شرعاً بدعت ہیں اگر چہ انہیں لغۃً سنت کہا جاتا ہے اسی لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین لہٰذا یہ دونوں حدیثیں متعارض نہیں۔ تیسرے یہ کہ ہر بدعت بُری نہیں، بعض اچھی بھی ہوتی ہیں مگر فرضی قرآنِ کریم کے اعراب اور سیپارے حدیثوں کو کتابی شکل میں جمع کرنا بدعت ہے مگر فرض چوتھے یہ کہ قیامت تک تراویح کی دھوم دھام عمر فاروق کی یادگار ہے۔ ۵؎ یعنی تم لوگ تراویح تو پڑھ لیتے ہو مگر تہجد چھوڑ دیتے ہو حالانکہ وہ بہت افضل ہے، وہ بھی پڑھا کرو یا یہ مطلب ہے کہ میں کسی عذر کی وجہ سے تمہارے ساتھ تراویح میں شریک نہیں ہوتا مگر تہجد پڑھتا ہوں جو اس جماعت سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ تراویح کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے ۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا عمل تراویح اوّل رات میں پڑھنے کا تھا۔ خیال رہے کہ تراویح سو کر اُٹھ کر نہ پڑھے بلکہ سونے سے پہلے پڑھے خواہ آخری رات تک پڑھتا رہے جیسا کہ شبینہ میں ہوتا ہے اور صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمل کیا یا پڑھ کر سوئے۔

وَعَنِ السَّآئِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ اُبَیَّ ابْنَ کَعْبٍ وَّتَمِیْمَا نِ الدَّارِیَّ اَنْ یَّقُوْمَا لِلنَّاسِ فِیْ

(۱۲۲۸) ۱؎ روایت ہے حضرت سائب ابن زید سے، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے ابی ابن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ

رَمَضَانَ بِاِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً فَکَانَ الْقَارِیُٔ یَقْرَأُ بِالْمِئِیْنِ حَتّٰی کُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَی الْعَصَا مِنْ طُوْلِ الْقِیَامِ فَمَا کُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِیْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ۔ (رَوَاہُ مَالِکٌ)

لوگوں کو رمضان میں گیارہ رکعتیں پڑھائیں ۲؎ تو امام مئین سورتیں پڑھتا تھا حتیٰ کہ ہم درازی قیام کی وجہ سے لاٹھی پر ٹیک لگا لیتے تھے تو شروع فجر سے پہلے فارغ نہ ہوتے تھے۔ ۳؎ (مالک)

(۱۲۲۸) ۱؎ آٹھ رکعتیں تراویح اور تین وتر کبھی ابی ابن کعب پڑھائیں اور کبھی تمیم داری یا تراویح ابی ابن کعب نے پڑھائیں اور وتر تمیم داری نے اس حدیث سے غیر مقلد آٹھ تراویح پر دلیل پکڑتے ہیں مگر یہ ان کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں اور اس میں تین کا ثبوت ہے اس حدیث میں چند طرح گفتگو ہے۔ایک یہ کہ حدیث صحیح نہیں بلکہ مضطرب ہے اس کے راوی محمد ابن یوسف ہیں' انہوں نے یہاں گیارہ کی روایت کی اور محمد ابن نصر سے تیرہ کی۔عبدالرزاق نے انہیں سے اکیس رکعتیں نقل کیں۔(فتح الباری) ابن عبدالبر نے فرمایا کہ یہ روایت وہم ہے' صحیح یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو بیس رکعت کا حکم دیا۔(مرقاۃ) دوسرے یہ کہ ہوسکتا ہے کہ اولاً آٹھ تراویح پڑھی گئی ہوں پھر بارہ پھر بیس یہ دونوں منسوخ ہوں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ ۲؎ مئین وہ سورتیں کہلاتی ہیں جن کی آیات سو سے زیادہ ہوں جیسے سورۂ بقر' آل عمران یعنی آٹھ رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھی جاتی تھیں تو ہم تھک کر اپنی بغل میں لاٹھی دبا کر ٹیک لگا لیتے تھے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس سے معلوم ہوگا کہ لاٹھی پر ٹیک لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور شبینہ سنت ہے۔

وَعَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ مَا اَدْرَکْنَا النَّاسَ اِلَّا وَھُمْ یَلْعَنُوْنَ الْکَفَرَۃَ فِیْ رَمَضَانَ قَالَ وَکَانَ الْقَارِیُٔ یَقْرَءُ سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ فِیْ ثَمَانِیْ رَکَعَاتٍ وَّاِذَا قَامَ بِھَا فِیْ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً رَاَی النَّاسُ اَنَّہٗ قَدْ خَفَّفَ۔(رَوَاہُ مَالِکٌ)

(۱۲۲۹) روایت ہے حضرت اعرج سے' فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو رمضان میں کافروں پر لعنت ہی کرتے پایا۔ ۱؎ فرماتے ہیں کہ قاری آٹھ رکعتوں میں سورۂ بقر پڑھتا تھا اور جب وہ بارہ رکعتوں میں پڑھنے لگا تو لوگوں نے سمجھا کہ آسانی ہوگئی۔ ۲؎ (مالک)

(۱۲۲۹) ۱؎ یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ صحابہ آخر پندرہ رمضان میں وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ وہ قنوت قنوت نازلہ تھی جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں' وتر کی قنوت تو ہمیشہ پڑھی جائے گی' اعرج کا نام عبدالرحمٰن ہے جو مشہور ثقہ تابعی ہیں اور لوگوں سے مراد صحابہ ہیں۔ ۲؎ خیال رہے کہ صحابہ کرام نے اولاً آٹھ تراویح پڑھی پھر بارہ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا پھر بیس تراویح پر تمام صحابہ کا اتفاق ہوگیا جیسا کہ مرقاۃ' لمعات وغیرہ میں ہے۔نیز طبرانی' بیہقی' ابن شیبہ' امام بغوی' مالک' ابن یضع وغیرہ میں حضرت ابن عباس' سائب' ابن یزید' یزید ابن رومان' ابن ابی کعب' ابوعبدالرحمٰن سلمی وغیرہم سے روایتیں کیں بلکہ طبرانی' بیہقی' عبدابن حمید' ابن ابی شیبہ وغیرہم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سوائے وتر کے بیس رکعت پڑھتے تھے اگرچہ ان کی اسنادوں میں عثمان ابن ابراہیم راوی غیر ثقہ ہے مگر چونکہ عثمان امام اعظم سے بہت عرصہ بعد پیدا ہوا یہ حدیث امام اعظم کو صحیح ہو کر ملی' بعد کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں۔طبرانی' ابن حبان میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں آٹھ رکعت پڑھتے تھے [illegible] ناقابلِ عمل اور اگر صحیح

بھی ہوتو وہاں نمازِ تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح اسی لیے طبرانی نے یہ حدیث باب قیام اللیل یعنی تہجد کے باب میں نقل کی غرض کہ بیس والی روایتوں میں تراویح ہی مراد ہے اور آٹھ والی میں تہجد کا احتمال اسی لیے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہلِ مکہ بیس تراویح پڑھتے تھے اور اہلِ مدینہ چالیس، آٹھ تراویح پر کبھی کسی کا عمل نہیں ہوا اب تو سارے عرب و عجم میں بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں بلکہ بیس تراویح کے حساب سے قرآنِ کریم کے رکوع پانچ سو ستاون صحیح ہوتے ہیں کہ رکوع اس کو کہتے ہیں کہ جسے پڑھ کر صحابہ تراویح میں رکوع کرتے تھے اگر تراویح آٹھ ہوتیں تو قرآن کے رکوع ۲۱۶ ہوتے اس کی پوری تحقیق جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اُبَیًّا یَقُوْلُ كُنَّا نَنْصَرِفُ فِیْ رَمَضَانَ مِنَ الْقِیَامِ فَنَسْتَعْجِلُ الْخَدَمَ بِالطَّعَامِ مَخَافَةَ فَوْتِ السُّحُوْرِ وَفِیْ اُخْرٰی مَخَافَةَ الْفَجْرِ. (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۱۲۳۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی بکر سے [1] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی کو فرماتے سنا کہ ہم رمضان میں نماز سے فارغ ہوتے تھے تو خدام سے جلد کھانا مانگتے تھے سحری جاتے رہنے کے خوف سے دوسری روایت میں ہے، فجر کے خوف سے۔ [2] (مالک)

(۱۲۳۰) [1] آپ عبداللہ ابن ابی بکر ابن محمد ابن عمر ابن حزم انصاری مدنی ہیں، آپ علمائے مدینہ میں سے تھے، ستر سال کی عمر ہوئی، ۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ (مرقاۃ اکمال) انہیں حضرت شیخ نے اشعۃ اللمعات میں صدیق اکبر کا بڑا فرزند عطا فرمایا، خطا ہوگئی کہ وہ تو جنگِ طائف میں شہید ہوگئے [2] یعنی اوّل شب سے تراویح شروع کرتے تو سحری تک پڑھتے ہی رہتے سوکر پھر اُٹھ کر نہیں پڑھتے تھے اب شبینہ میں یہی ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَدْرِیْنَ مَا فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ یَعْنِیْ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَتْ مَا فِیْهَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ فِیْهَا اَنْ یُّكْتَبَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِیْهَا اَنْ یُّكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِیْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَفِیْهَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثَلٰثًا قُلْتُ وَلَا اَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلٰى هَامَتِهٖ فَقَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ یَقُوْلُهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِیْرِ.

(۱۲۳۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا کیا تم جانتی ہو اس رات یعنی پندرہویں شعبان میں کیا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ! اس میں کیا ہے؟ تو فرمایا اس رات میں اس سال پیدا ہونے والے انسان لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں ان کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں اور ان کے رزق اُتارے جاتے ہیں۔ [1] انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا کوئی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائے گا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ کوئی اللہ تعالٰی کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا۔ [2] میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ بھی نہیں تو آپ نے اپنا ہاتھ شریف اپنے سر پر رکھا اور فرمایا میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں چھپا لے تین بار فرمایا۔ [3] (بیہقی دعوات کبیر)

(۱۲۳۱) ۱؎ اس طرح کہ فرشتے لوحِ محفوظ سے سال بھر کے ہونے والے واقعات اس رات صحیفوں میں نقل کردیتے ہیں اور ہر صحیفہ ان فرشتوں کے حوالے کرتے ہیں جن کے ذمہ یہ کام ہے۔ چنانچہ مرنے والوں کی فہرست ملک الموت کو اور پیدا ہونے والوں کی فہرست بچہ بنانے والے فرشتے کو، رزقوں کی فہرست حضرت میکائیل کو دے دی جاتی ہے اسی لیے اسے شب قدر کہتے ہیں یعنی اندازے کی رات' اس سے معلوم ہوا کہ ان فرشتوں کو سال میں پیدا ہونے والے' مرنے والے لوگوں کا اور گرنے والے بارش کے قطرات اور ملنے والی روزیوں کا پورا علم ہوتا ہے' یہ علوم خمسہ ہیں جوان فرشتوں کو دے دیئے گئے ہیں تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پوچھنا۔ ۲؎ یعنی سال بھر کے اعمال جو روزانہ صحیفوں میں لکھے جاتے رہے' وہ تمام مع ٹوٹل ایک جگہ لکھ کر ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں اور اگلے سال میں جس کو جتنی روزی ملنے والی ہے' دانے' پھل' پانی کے قطرے' سانسیں وغیرہ سب کا ٹوٹل لگا دیا جاتا ہے' نزول سے مراد اس کا معین کرنا ہے۔ (مرقاۃ) اس حدیث میں وہ لوگ غور کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے انکاری ہیں' لوحِ محفوظ کے فرشتوں کو ذرہ ذرہ کی خبر ہے۔ ۳؎ خیال رہے کہ نیک اعمال جنت ملنے کا سبب ظاہری ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سبب حقیقی لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں تِلْكُمُ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۴۳:۷) یہ جنت تمہیں میراث ملی ہے تمہارے اعمال کا بلکہ نیک اعمال کی توفیق اور ان کی قبولیت اللہ کی رحمت سے ہے' عمل تخم ہیں اور ربّ تعالیٰ کا فضل بارش اور دھوپ۔ ۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر ہاتھ رکھنا تواضع کے لیے تھا اس میں فرمایا یہ گیا کہ جب میں سیدالانبیاء ہونے کے باوجود اللہ کی رحمت سے بے نیاز نہیں پھر اس سے کون بے نیاز ہوسکتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ ربّ تعالیٰ کے لحاظ سے فرمایا۔ اُمت کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی پناہ ہیں' سب کو اللہ کی رحمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابر رحمت ہیں جس میں پانی ربّ کے حکم سے آتا ہے مگر تمام جہان کو پانی اس بادل سے ملتا ہے اس بادل کے فیض سے سمندر میں موتی ہوتے ہیں اور خشکی میں دانے و پھل وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے صحابہ کے سینوں میں معرفت کے موتی پیدا ہوئے عام مسلمانوں کے سینوں میں ایمان وتقویٰ۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَطَّلِعُ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِہٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَفِیْ رِوَایَتِہٖ اِلَّا اثْنَیْنِ مُشَاحِنٌ وَّقَاتِلُ نَفْسٍ۔

(۱۲۳۲) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے' وہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی شب میں توجہ کرم فرماتا ہے تو کافر یا کینہ والے کے سوا اپنی سب مخلوق کو بخش دیتا ہے۔ (ابن ماجہ) اور احمد نے عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی اور ان کی روایت میں ہے' دو کے سوا' کینہ پرور اور قاتل نفس۔ ۱؎

(۱۲۳۲) ۱؎ کینہ سے مراد دنیوی کینہ اور عداوتیں ہیں اور قتل سے مراد ظلماً قتل ہے ورنہ کفار سے کینہ رکھنا اور جہاد میں کفار کا قتل' ڈاکو زانی اور قاتل نفس کا قتل عبادت ہے۔ بعض جگہ شب براءت کے دن ایک دوسرے کو حلوے وغیرہ کے تحفے بھیجتے ہیں' اپنے قصوروں کی آپس میں معافی چاہ لیتے ہیں' ان سب کی اصل یہ حدیث ہے کہ عداوت و کینہ والا اس رات کی رحمتوں سے محروم ہے اور یہ تحفہ کینہ دفع کرنے کا ذریعہ ہے۔ نیز یہ رات عبادتوں کی اور خیرات ہدایا وغیرہ بھی عبادت ہے' ان خیراتوں کو روکنا اور شرک کہنا بڑی جہالت ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا يَوْمَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَهٗ اَلَا مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقُهٗ اَلَا مُبْتَلًى فَاُعَافِيْهِ اَلَا كَذَا اَلَا كَذَا حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَة)

(۱۲۴۳) روایت ہے حضرت علی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب پندرہویں شعبان کی رات ہو تو رات میں قیام کرو دن میں روزہ رکھو۔ ۱؎ کیونکہ اس رات میں اللہ تعالٰی سورج ڈوبتے ہی آسمان دنیا کی طرف نزولِ رحمت فرماتا ہے، کہتا ہے کہ کوئی معافی مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں کہ کیا کوئی روزی مانگنے والا ہے کہ میں اسے روزی دوں، کیا کوئی بیمار ہے کہ میں اسے آرام دوں، کیا کوئی ایسا ہے، کیا کوئی ایسا ہے، طلوعِ فجر تک۔ ۲؎ (ابن ماجہ)

(۱۲۴۳) ۱؎ بہتر یہ ہے کہ ساری رات ہی جاگ کر عبادت کرے اور نہ ہو سکے تو اوّل رات سوئے آخر رات میں تہجد پڑھے اور زیارتِ قبور کرے اور تین دن روزے رکھے۔ تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کہ ایک نفلی روزہ رکھنا بہتر نہیں، تمام افضل راتوں کے اعمال ہماری کتاب اسلامی زندگی میں دیکھو۔ ۲؎ یعنی اور راتوں کے آخری حصوں میں یہ کرم نوازی ہوتی ہے مگر اس رات شروع سے ہی مبارک ہیں وہ لوگ جو اس رات عبادتیں کرلیں اور بدنصیب ہیں وہ جو یہ رات آتش بازیوں اور سینماؤں میں گزاریں۔

بَابُ صَلٰوةُ الضُّحٰى — چاشت کی نماز کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

ضحٰی ضَحْوٌ سے بنا بمعنی دن کی بلندی یا آفتاب کی شعاع۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے والشمس وضحھا عرف میں نمازِ اشراق اور نمازِ چاشت دونوں کو نمازِ اشراق کہا جاتا ہے، نمازِ اشراق کا وقت سورج کے چمکنے کے بیس منٹ بعد سے سورج کے چہارم آسمان پر پہنچنے تک اور نمازِ چاشت کا وقت چہارم دن سے دوپہر یعنی نصف النہار تک ہے، کبھی نمازِ اشراق کو بھی نمازِ چاشت کہہ دیا جاتا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں سنت مستحبہ ہیں، نمازِ اشراق مسجد میں ادا کرنا بہتر ہے اور چاشت گھر میں اشراق کی دو رکعتیں ہیں اور چاشت کی چار۔

عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ اَرَ صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَقَالَتْ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى وَذٰلِكَ ضُحًى۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۴۴) روایت ہے حضرت اُم ہانی سے، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں تشریف لائے، آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ ۱؎ میں نے اس سے زیادہ ہلکی نماز کوئی نہ دیکھی بجز اس کے کہ آپ رکوع اور سجدہ پورا کرتے تھے۔ ۲؎ اور دوسری روایت میں فرمایا یہ چاشت کا وقت تھا۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۴۴) ۱؎ یہ حدیث نمازِ چاشت کی بڑی قوی دلیل ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ خیال رہے کہ اُم ہانی

کا نام فاختہ یا عاتکہ بنت ابی طالب ہے، علی مرتضٰی کی حقیقی بہن ہیں، آپ مجبوراً مکہ معظمہ سے ہجرت نہ کرسکی تھیں۔ ۲؎ یعنی یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نمازوں سے ہلکی، رکوع سجدے تو ویسے ہی دراز تھے مگر قیام اور قعدہ ہلکا تھا لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے قیام وقعدہ پورا نہ کیا۔ ۳؎ یعنی یہ نماز شکرانہ وغیرہ کی نہ تھی بلکہ چاشت کی تھی۔

وَعَنْ مُّعَاذَةَ قَالَتْ سَئَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَّيَزِيْدُ مَاشَآءَ اللّٰهُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۲۳۵) روایت ہے حضرت معاذہ سے، فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ چاشت کتنی پڑھتے تھے؟ فرمایا چار رکعتیں اور جو اللہ چاہتا، وہ پڑھتے تھے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۲۳۵) ۱؎ یعنی آپ نے نماز چار رکعت سے کبھی کم نہ پڑھی، ہاں کبھی زیادہ کردیتے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ ان رکعتوں میں والشمس، واللیل، والضحٰی، الم نشرح پڑھے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَّنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَّيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۲۳۶) روایت ہے حضرت ابوذر سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ پر صدقہ ہوتا ہے پس ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے۔ ۱؎ اچھی بات کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کافی ہیں جسے انسان پڑھ لے۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۲۳۶) ۱؎ یعنی ان سب میں صدقہ نفلی کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ بھی ہے لہٰذا اگر کوئی انسان روزانہ تین سو ساٹھ نفلی نیکیاں کرے تو محض جوڑوں کا شکریہ ادا کرے، باقی نعمتیں بہت دور ہیں۔ ۲؎ یہاں چاشت سے مراد اشراق ہی ہے اس نماز کے بڑے فضائل ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نمازِ فجر پڑھ کر مصلے پر ہی بیٹھا رہے، تلاوت یا ذکر خیر ہی کرتا رہے، یہ رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے، ان شاء اللہ عمرہ کا ثواب پائے گا۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّهٗ رَاٰى قَوْمًا يُّصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰى فَقَالَ لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۲۳۷) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے کہ انہوں نے ایک قوم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ۱؎ تو فرمایا کہ یہ حضرات جانتے ہیں کہ اس کے علاوہ دوسری گھڑی (ساعت) میں یہ نماز افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقربین کی نماز جب ہے جب کہ اونٹنی کا بچہ گرم ہوجاتا ہے۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۲۳۷) ۱؎ اشراق [illegible] متصل [illegible] جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۲؎ بعض علماء نے فرمایا کہ

چاشت کا وقت بھی طلوعِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر ختم ہوتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ چہارم دن گزرنے پر پڑھے' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ زید ابن ارقم نے افضل فرمایا یہ نہ کہا کہ یہ نماز وقت سے پہلے پڑھ رہے ہیں چونکہ اس زمانے میں گھڑی نہ تھی اس لیے اوقات کا ذکر علامات سے ہوتا تھا۔ آپ نے دوپہر کو اسی علامت سے بیان فرمایا کہ اونٹ کے بچے اون کی وجہ سے جب گرم ہو جائیں یعنی خوب دن چڑھ جائے' وقت گرم ہو جائے چونکہ اس وقت دل آرام کرنا چاہتا ہے اس لیے اس وقت نماز بہتر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ وَاَبِیْ ذَرٍّ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَنَّهٗ قَالَ يَا ابْنَ اٰدَمَ ارْكَعْ لِیْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِكَ اٰخِرَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ هَمَّارِ الْغَطْفَانِیِّ وَاَحْمَدُ عَنْهُمْ۔

(۱۲۳۸) روایت ہے حضرت ابودرداء اور ابوذر سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربّ تعالٰی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ربّ فرماتا ہے کہ اے انسان! تو شروع دن میں میرے لیے چار رکعتیں پڑھ لے ۱؎ میں آخر تک تک تیرے لیے کافی ہوں گا۔ ۲؎ (ترمذی' ابوداؤد) اور دارمی نے نعیم ابن ہمار غطفانی سے روایت کی اور احمد نے ان سب سے

(۱۲۳۸) ۱؎ فجر کی یا چاشت کی دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں اسی لیے مؤلف اس کو نوافل کے باب میں لائے یعنی میری رضا کے لیے یہ نماز پڑھ لے۔ ۲؎ یعنی شام تک تیری حاجتیں پوری کروں گا' تیری مصیبتیں دفع کروں گا۔ خلاصہ یہ کہ تو اوّل دن میں اپنا دل میرے لیے فارغ کر دے میں آخر دن تک تیرا دل غموں سے فارغ رکھوں گا۔ سبحان اللہ اوّل کی فراغت بڑی نعمت ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے' اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث اس کی شرح ہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِی الْاِنْسَانِ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ اَنْ يَّتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِّنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوْا وَمَنْ يُّطِيْقُ ذٰلِكَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ قَالَ النُّخَاعَةُ فِی الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا وَالشَّیْءُ تُنَحِّيْهِ عَنِ الطَّرِيْقِ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰی تُجْزِئُكَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۲۳۹) روایت ہے حضرت بریدہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں ۲؎ اس پر لازم ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ دے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ طاقت کس میں ہے ۳؎ فرمایا مسجد کا تھوک دفن کر دو' تکلیف وہ چیز رستے سے ہٹا دو ۴؎ اگر یہ نہ پاؤ تو چاشت کی دو رکعتیں تمہیں کافی ہیں۔ ۵؎ (ابوداؤد)

(۱۲۳۹) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں' آپ کا نام بریدہ ابن حصیب اسلمی ہے' حق یہ ہے کہ عین ہجرت کی حالت میں راستہ میں ایمان لائے' بصرہ میں قیام رہا' خراساں کے جہادوں میں شریک رہے۔ یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں مقام مرو میں ۶۲ھ میں وفات پائی۔ شیخ فرماتے ہیں کہ مرو میں آپ کی قبر کی زیارت ہوتی ہے' برکتیں حاصل کی جاتی ہیں۔ ۲؎ ان میں سے آدھے جوڑ حرکت کرتے رہتے ہیں' آدھے ساکن رہتے ہیں اگر حرکت والے ساکن ہو جائیں یا ساکن متحرک ہو جائیں تو جسم کا نظام بگڑ جائے' انسان کی زندگی

دشوار ہو جائے۔ (مرقاۃ) ۳؎ یعنی روزانہ تین سو ساٹھ صدقے کرنا عوام تو کیا خاص کی طاقت سے باہر ہے لہٰذا یہ شکریہ قریباً ناممکن ہے اور رب تعالٰی فرماتا ہے کہ ہم طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ ۴؎ یعنی صدقے سے مراد مالی خیرات ہی نہیں ہے بلکہ نفلی نیکیاں مراد ہیں کیونکہ ہر نیکی پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں علیہ وجوب یا لزوم کے لیے نہیں چونکہ مسجد کی صفائی راستہ کی صفائی سے افضل ہے اس لیے پہلے اس کا ذکر فرمایا' ہر مسلمان کو یہ کام کرنے چاہئیں' کام معمولی ہیں مگر ان پر ثواب بڑا ہے۔ ۵؎ یہاں ضحیٰ سے مراد چاشت کے نفل ہیں یعنی دو رکعت پڑھ لینے سے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکریہ ادا ہو جاتا ہے اس روشن کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسجد کی صفائی راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا نوافل سے افضل ہے کیونکہ دو نفل پڑھنا آسان ہیں مگر وہ کام نفس پر گراں ہے اور اگر کوئی یہ نفل بھی پڑھا کرے اور یہ کام بھی کیا کرے تو زہے نصیب۔ امام جعفر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آنکھ میں کھاری پانی رکھا ہے تاکہ آنکھ کی چربی محفوظ رہے' پگھل نہ جائے' کان کے پردے میں کڑوا پن رکھا تاکہ کوئی کیڑا اس راستے سے دماغ میں نہ جائے' ناک کے نتھنوں میں گرمی رکھی تاکہ ہوا صاف ہو کر دماغ میں پہنچے۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الضُّحٰى ثِنْتَىْ عَشَرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهٗ قَصْرًا مِّنْ ذَهَبٍ فِى الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ۔

(۱۲۴۰) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھ لے تو اللہ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔ ۱؎ (ترمذی' ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے جسے ہم صرف اس اسناد سے پہچانتے ہیں۔ ۲؎

(۱۲۴۰) ۱؎ یعنی جو بارہ رکعت چاشت پڑھنے کا عادی ہو تو اللہ تعالٰی اس کے نام جنت میں ایک سونے کا بے نظیر محل کر دے گا کیونکہ وہاں مکانات تو پہلے بنے ہوئے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جنت کے میدانی علاقہ میں اس کے لیے سونے کا محل بنا دے گا کیونکہ جنت میں کچھ علاقہ خالی بھی ہے جس میں باغ و مکانات انسان کے اعمال کے بعد بنائے جاتے ہیں۔ ۲؎ اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ چاشت کی نماز آٹھ رکعت تک ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہے۔ نیز آٹھ کی حدیث بروایت صحیح منقول ہے' بارہ کی روایت غریب۔

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ اَنَسِ نِ الْجُهَنِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ فِىْ مُصَلَّاهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُسَبِّحُ رَكْعَتَىِ الضُّحٰى لَا يَقُوْلُ اِلَّا خَيْرًا غُفِرَلَهٗ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۲۴۱) روایت ہے حضرت معاذ ابن انس جہنی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص جب نماز فجر سے فارغ ہو تو اپنے مصلے میں بیٹھا رہے حتیٰ کہ اشراق کے نفل پڑھ لے صرف خیر ہی بولے۔ ۱؎ تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔ ۲؎ (ابوداؤد)

(۱۲۴۱) ۱؎ یعنی جہاں فجر کے فرض پڑھے' مسجد میں یا گھر تو بعد فرض مصلے پر ہی بیٹھا رہے خواہ خاموش بیٹھے یا تلاوت و ذکر کرے۔ ۲؎ یعنی اس کے گناہِ صغیرہ کتنے بھی ہوں اس نمازِ اشراق پڑھنے اور مصلے پر رہنے کی برکت سے معاف ہو جائیں گے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ اس نماز سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے جو دل کا نور چاہئے' وہ اشراق کی پابندی کرے۔ (اشعہ)

بعض روایات میں ہے کہ اسے حج کامل و مقبول کا ثواب ملتا ہے۔(مرقاۃ) یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث مقبول ہے۔ نیز ضعیف حدیث جب بہت اسنادوں سے روایت ہو جائے تو حسن بن جاتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰى شُفْعَةِ الضُّحٰى غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَهَ)

(۱۲۴۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اشراق کی دو رکعتوں پر پابندی کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر جھاگ جتنے ہوں۔ [۱] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۱۲۴۲) [۱] یہاں بھی ضحیٰ سے مراد اشراق کے نفل ہیں، حفاظت سے مراد انہیں ہمیشہ پڑھنا ہے بحالتِ سفر اگر اتنی دیر مصلے پر نہیں بیٹھ سکے تو سفر جاری کر دے اور سورج چڑھ جانے پر یہ نفل پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس پابندی کی برکت سے گناہ بخش دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفل پر ہمیشگی کرنا منع نہیں، انہیں فرض و واجب سمجھ کر ہمیشگی کرنا ممنوع ہے لہٰذا جو لوگ بارہویں تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں یا ہمیشہ گیارہویں کو فاتحہ کرتے ہیں، وہ اس ہمیشگی کی وجہ سے گناہ گار نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تُصَلِّی الضُّحٰى ثَمَانِیَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ تَقُوْلُ لَوْ نُشِرَلِیْ اَبَوَایَ مَا تَرَكْتُهَا. (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۱۲۴۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ آپ چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھتی تھیں پھر فرماتیں کہ اگر میرے ماں باپ اُٹھا بھی دیئے جائیں تو میں یہ رکعتیں نہ چھوڑوں۔ [۱] (مالک)

(۱۲۴۳) [۱] یعنی اگر اشراق کے وقت مجھے خبر ملے کہ میرے والدین زندہ ہو کر آ گئے ہیں تو میں ان کی ملاقات کے لیے یہ نفل نہ چھوڑوں بلکہ پہلے یہ نفل پڑھوں پھر ان کی قدم بوسی کروں اس کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ زیادہ مناسب ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰى حَتّٰى نَقُوْلَ لَا یَدَعُهَا وَیَدَعُهَا حَتّٰى نَقُوْلَ لَا یُصَلِّیْهَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۱۲۴۴) روایت ہے حضرت ابوسعید سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت پڑھتے رہتے حتیٰ کہ ہم کہتے اب چھوڑیں گے ہی نہیں اور چھوڑتے رہتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ پڑھیں گے ہی نہیں۔ [۱] (ترمذی)

(۱۲۴۴) [۱] ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ چاشت کی احادیث بہت ہیں اس کی راوی صرف اُم ہانی نہیں، حضرت عائشہ صدیقہ سے جو منقول ہے کہ آپ چاشت نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد ہے کہ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے، کبھی کبھی پڑھتے تھے یا مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ خیال رہے کہ ہم کو نوافل پر ہمیشگی چاہیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نوافل پر ہمیشگی نہ فرماتے تھے تاکہ اُمت اسے واجب نہ سمجھ لے یا اُمت کے لیے سنت مؤکدہ نہ بن جائے، آپ کے اور احکام ہیں، ہمارے کچھ اور مرقاۃ نے فرمایا کہ چاشت کی نماز آپ پر واجب تھی مگر ہر دن نہیں، کبھی کبھی واللہ اعلم۔

وَعَنْ مُّوَرِّقِ ن الْعِجْلِیِّ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ تَصَلِّی الضُّحٰی قَالَ لَاقُلْتُ فَعُمَرُ قَالَ لَاقُلْتُ فَاَبُوْبَکْرٍ قَالَ لَاقُلْتُ فَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِخَالُہٗ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۲۴۵) روایت ہے حضرت مورق عجلی سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے عرض کیا کہ کیا آپ چاشت پڑھتے ہیں؟ فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا عمر فاروق فرمایا نہیں میں نے عرض کیا اچھا ابوبکر صدیق فرمایا نہیں ۱؎ میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا مجھے آپ کا خیال نہیں۔ ۲؎ (بخاری)

(۱۲۴۵) ۱؎ یہاں ہمیشگی کی نفی ہے یا مسجد میں ادا کرنے کی ورنہ یہ حضرات چاشت پڑھتے تھے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۲؎ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے نمازِ چاشت کو بدعت فرمایا وہاں مسجد میں لوگوں میں اعلان کر کے ادا کرنا مراد ہے اس نماز کا گھر میں ادا کرنا مستحب ہے اور ممکن ہے کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چاشت پڑھنے کی خبر نہ ہوئی ہو' اپنے گمان پر اسے بدعت فرما دیا ہو۔ حق یہ ہے کہ چاشت سنت ہے اور اس پر ہمیشگی مستحب ہے۔ (مرقاۃ)

بَابُ التَّطَوُّعِ — نوافل کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ تطوع طوع یا طاعۃ سے بنا بمعنی فرماں برداری اب اصطلاح میں نفلی عبادات کو تطوع کہا جاتا ہے یعنی جس عبادت کا شریعت نے مکلف نہ کیا ہو بندہ اپنی خوشی سے کرے یہ لفظ ہر نفلی عبادت پر بولا جاتا ہے مگر یہاں نفل نماز مراد ہے کیونکہ مؤلف اسے کتاب الصلوٰۃ میں لائے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَہٗ فِی الْاِسْلَامِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ مَاعَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَھَّرْ طُھُوْرًا فِیْ سَاعَۃٍ مِنْ لَّیْلٍ وَّلَانَھَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِکَ الطُّھُوْرِ مَاکُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۱۲۴۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے وقت بلال سے فرمایا ۱؎ کہ اے بلال! مجھے اپنے امید افزا کام کی خبر دو جو تم نے اسلام میں کیا کیونکہ میں نے تمہارے نعلین کی آہٹ جنت میں اپنے آگے سنی ۲؎ فرمایا میں نے اپنے نزدیک کوئی امید افزا کام نہیں کیا بجز اس کے کہ دن اور رات کی کسی گھڑی میں وضو نہیں کیا مگر اس وضو سے اس قدر نماز پڑھ لی جو میرے مقدر میں تھی۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۴۶) ۱؎ غالب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شب خواب میں معراج ہوئی تب اس کے سویرے کو حضرت بلال سے یہ سوال فرمایا کیونکہ جسمانی معراج کے سویرے تو فجر جماعت سے پڑھی نہ تھی یا یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا مگر یہ سوال کسی اور دن فجر کی نماز کے بعد فرمایا' یہی معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ ۲؎ حضرت بلال کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جنت میں جانا ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے بلال! تم نے ایسا

کون سا کام کیا جس سے تم کو میری یہ خدمت میسر ہوئی۔ خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں گئے نہ آپ کو معراج ہوئی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہوگا کہ تمام خلق سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوں گے اس طرح کہ حضرت بلال خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام پر خبردار کیا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی اور کون کس درجہ کا جنتی، دوزخی ہے۔ یہ علوم خمسہ میں سے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان و آنکھ لاکھوں برس بعد ہونے والے واقعات کو سن لیتے ہیں، دیکھ لیتے ہیں۔ یہ واقعہ اس تاریخ سے کئی لاکھ سال بعد ہوگا مگر قربان ان کانوں کے آج ہی سن رہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ انسان جس حال میں زندگی گزارے گا اسی حال میں وہاں ہوگا۔ حضرت بلال نے اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاری وہاں بھی خادم ہوکر ہی اُٹھے اللہ تعالیٰ حضرت بلال کے صدقہ مجھے نصیب کرے کہ وہاں بھی اپنے پیارے محبوب کے گن گاؤں، ان کی نعتیں لکھوں اور پڑھوں۔ شعر

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لواء کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے

۱؎ یعنی دن رات میں جب بھی میں نے وضو یا غسل کیا تو دو نفل تحیۃ الوضو پڑھ لیے مگر یہاں اوقات غیر مکروہ میں پڑھنا مراد ہے تا کہ یہ حدیث ممانعت کی احادیث کے خلاف نہ ہو۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال سے یہ پوچھنا اسی لیے تھا تا کہ آپ یہ جواب دیں اور اُمت اس پر عمل کرے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر شخص کے ہر چھپے کھلے عمل سے واقف ہیں۔ نیز یہ درجہ صرف حضرت بلال کو ان نوافل کا ہے ہزارہا آدمی یہ نوافل پڑھیں گے یا پابندی کریں گے مگر انہیں یہ خدمت نصیب نہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْقَالَ فِيْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْقَالَ فِيْ

(۱۲۴۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سارے کاموں میں استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے۔ ۱؎ فرماتے تھے کہ جب ہم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے ۲؎ تو فرض کے سوا دو رکعتیں پڑھے ۳؎ پھر کہے الٰہی! میں تیرے علم کی مدد سے تجھ سے خیریت مانگتا ہوں اور تیری قدرت کے وسیلہ تجھ سے قدرت مانگتا ہوں ۴؎ اور تیرا بڑا فضل مانگتا ہوں تو قادر ہے اور میں قادر نہیں تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا ۵؎ تو غیبوں کا جاننے والا ہے الٰہی! اگر تو جانتا ہو کہ یہ کام میرے لیے دین و دنیا اور انجام کار میں یا فرمایا میرے لیے اس جہاں اور اس جہان میں بہتر ہو ۶؎ تو اسے میرے لیے مقدر فرما دے اور مجھ پر آسان کردے پھر مجھے برکت دے۔ ۷؎ اور اگر تو جانتا ہو کہ یہ کام میرے دین و دنیا میں اور انجام کار میں یا فرمایا کہ میرے لیے اس

عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ قَالَ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

جہاں اور اس جہاں میں شر ہو تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے ۸ اور میرے لیے بھلائی مقدر کر جہاں ہو ۹ پھر مجھے اس پر راضی کردے۔ فرمایا اور اپنی حاجت کا نام لے۔ ۱۰ (بخاری)

(۱۲۴۷) ۱ یعنی نمازِ استخارہ ایسے اہتمام سے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورۃ۔ استخارہ کے معنی ہیں خیر مانگنا یا کسی سے بھلائی کا مشورہ کرنا چونکہ اس دعا و نماز میں بندہ اللہ سے گویا مشورہ کرتا ہے کہ فلاں کام کروں یا نہ کروں اسی لیے اسے استخارہ کہتے ہیں۔ ۲ بشرطیکہ وہ کام نہ حرام ہو نہ فرض واجب اور نہ روزمرہ کا عادی کام لہٰذا نماز پڑھنے، حج کرنے یا کھانا کھانے، پانی پینے پر استخارہ نہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کام کا پورا اردہ نہ کیا ہو۔ صرف خیال ہو جیسے کوئی کاروبار شادی بیاہ مکان کی تعمیر وغیرہ کا معمولی ارادہ ہو اور تردد ہو کہ نہ معلوم اس میں بھلائی ہوگی یا نہیں تو استخارہ کرے۔ (لمعات) ۳ خاص استخارہ کے لیے دن میں یا رات میں مکروہ اوقات کے علاوہ میں پہلی رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھے، دوسری میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ کہ یہ ہی آسان ہے۔ (مرقاۃ) ۴ یعنی اپنی علم وقدرت کے صدقے مجھے اس کام کے انجام سے بھی خبردار کرے اور اگر خیر ہو تو مجھے اس پر قادر بھی کر دے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے صفات سے امداد طلب کرنا جائز ہے۔ ۵ مگر تیرے بتانے سے جانتا ہوں۔ (مرقاۃ) یعنی اگر تو مجھے اس کام کا انجام بتا دے تو میں بھی جان لوں۔ ۶ خیال رہے کہ یہاں اللہ کے علم میں شک نہیں کہ یہ تو کفر ہے بلکہ شک و تردد اس میں ہے کہ اس کام کی بہتری اللہ کے علم میں ہے یا بدتری لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور الفاظ میں شک راوی کی طرف سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہ الفاظ فرمائے یا وہ اب بہتر یہ ہے کہ پڑھنے والا دونوں الفاظ پڑھ لیا کرے ۷ یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی دے، اسے آسان بھی کر دے اور انجام کار برکت بھی نصیب کر، یہ معنی نہیں کہ میری تقدیر میں لکھ دے کہ تقدیر کی تحریر تو پہلے ہو چکی ہے۔ ۸ یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی نہ دے اور میرے دل میں اس سے نفرت بھی پیدا فرما دے کہ چھوٹ جانے پر مجھے رنج و غم بھی نہ ہو، پھیرنے کے یہ معنی بہت مناسب ہیں اس جملے کے اور معانی بھی ہو سکتے ہیں۔ ۹ یعنی اس شر کام سے بچا کر اس کے عوض کوئی اور خیر کام عطا فرما دے اور اس نکاح یا تجارت سے بچا کر دوسری جگہ نکاح یا دوسرا کاروبار عطا فرما۔ ۱۰ یعنی هذا الامر کی جگہ اپنے کام کا نام لے هذا النکاح یا هذا التجارة یا هذا التعمیر کہے۔ حدیث شریف میں ہے جو استخارہ کر لیا کرے، وہ نقصان میں نہ رہے گا اور جو استخارہ کر لیا کرے، وہ نادم نہ ہوگا اس استخارہ کے بعد پھر جدھر دل متوجہ ہو، کرے، انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر سوتے وقت دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا پڑھے پھر باوضو قبلہ رو ہو جائے تو اگر خواب میں سبزی یا سفیدی، جاری پانی یا روشنی دیکھے تو کامیابی کی علامت ہے اور اگر سیاہی یا گدلا پانی یا اندھیرا دیکھے تو ناکامی اور نامرادی کی علامت ہے۔ سات روز یہ عمل کرے، انشاء اللہ اس دوران میں خواب میں اشارہ ہو جائے گا، استخارہ کے اور بہت طریقے اس جگہ مرقاۃ نے بیان کیے۔ فرمایا کہ جسے بہت جلدی ہے تو وہ صرف یہ کہہ لے اَللّٰهُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَاجْعَلْ لِّیَ الْخَیْرَ انشاء اللہ اس کام میں خیر و برکت ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَّ صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

(۱۲۴۸) روایت ہے حضرت علی سے، فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر نے خبر دی اور ابوبکر سچے ہیں ۱ فرماتے ہیں کہ

يَقُوْلُ مَامِنْ رَجُلٍ يُّذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ قَرَأَ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُ وَالِذُنُوْبِهِمْ.(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّ ابْنَ مَاجَةَ لَمْ يَذْكُرِ الْاٰيَةَ.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی شخص نہیں جو گناہ کرے پھر اُٹھے وضو کرلے پھر نماز پڑھے پھر اللہ سے معافی چاہے مگر اللہ اسے بخش دیتا ہے ۲؎ پھر یہ آیت پڑھی اور لوگ کہ جب بُرائی کرلیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر ڈالیں تو اللہ کو یاد کریں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔ ۳؎ (ترمذی، ابن ماجہ) ابن ماجہ نے آیت کا ذکر نہیں کیا۔

(۱۲۴۸) ۱؎ حضرت علی جب کسی صحابی سے کوئی حدیث سنتے تو ان سے قسم لیتے تھے کہ واقعی تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے سوائے ابوبکر صدیق کے ان کے کلام، حافظہ تعبیر وطریقہ ادا پر آپ کو پورا اعتماد تھا۔ نیز حضرت ابوبکر روایت حدیث میں بہت ہی محتاط تھے اسی لیے آپ سے روایات بہت کم منقول ہیں اور اسی لیے فرماتے ہیں کہ ابوبکر سچے ہیں۔ ۲؎ اس نماز کا نام نمازِ توبہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے یا پہلی رکعت وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً (۳:۱۳۵) اور دوسری میں وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ الایہ (۴:۱۱۰) پڑھے۔ بہتر ہے کہ نماز سے پہلے غسل کرلے اور دُھلے کپڑے پہن لے۔ ۳؎ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یا صدیقِ اکبر نے حدیث کی تائید کے لیے، فاحشہ سے مراد گناہِ کبیرہ ہیں جیسے کفر وزنا وغیرہ اور ظلم سے مراد چھوٹے گناہ جیسے عام جھوٹ اور غیبت وغیرہ ذکر اللہ سے مراد اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ کو یاد کرنا ہے یا نماز توبہ۔ دوسرے معنی ظاہر ہیں کیونکہ نمازِ توبہ کے موقع پر یہ آیت ارشاد فرمائی گئی۔ استغفار کی حقیقت یہ ہے کہ مجرم گزشتہ پر نادم ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرے اگر حقوق سے توبہ کرتا ہے تو ادا کردے، گناہ پر قائم رہتے ہوئے منہ سے توبہ توبہ کرنا استغفار کی حقیقت نہیں۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ صَلّٰى. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۲۴۹) روایت ہے حضرت حذیفہ سے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو نماز پڑھتے۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۲۴۹) ۱؎ یعنی جب کوئی سختی تنگی مصیبت پیش آتی تو نماز استعانت ادا فرماتے اس نماز کا نام نمازِ التجا بھی ہے اس آیتِ کریمہ پر عمل ہے اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اس سے معلوم ہوا کہ نماز رفع حاجات حل مشکلات اور دفع بلیات کے لیے اکسیر ہے اسی لیے چاند سورج کے گرہن پر نماز خسوف بارش بند ہوجانے پر نمازِ استسقاء پڑھی جاتی ہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِلَالًا فَقَالَ بِمَا سَبَقْتَنِيْ اِلَى الْجَنَّةِ مَادَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ اِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ اَمَامِيْ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَذَّنْتُ قَطُّ اِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَمَا اَصَابَنِيْ حَدَثٌ قَطُّ اِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهٗ وَرَاَيْتُ اَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا.

(۱۲۵۰) روایت ہے حضرت بریدہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو بلال کو بُلایا فرمایا کہ تم کس وجہ سے جنت میں مجھ پر سبقت لے گئے میں جنت میں کبھی بھی نہ گیا مگر اپنے سامنے تمہاری آہٹ سنی۔ ۱؎ عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کبھی اذان نہ کہی مگر دو رکعتیں پڑھ لیں اور مجھے کبھی حدث نہ ہوا مگر اسی وقت میں نے وضو کرلیا۔ ۲؎ اور میں نے سمجھ لیا کہ مجھ پر اللہ کیلئے دو رکعتیں لازم ہیں تب رسول

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہی کی وجہ سے۔ ۳؎ (ترمذی)

(۱۲۵۰) ۱؎ اس کی نہایت نفیس شرح ابھی پہلی فصل میں گزر چکی اس لفظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارہا تشریف لے گئے' شب معراج میں جسمانی طور پر اس کے علاوہ روحانی طور پر (لمعات) مگر جب بھی تشریف لے گئے' حضرت بلال کو خادمانہ طور پر اپنے آگے پایا۔ ایسا ہی انشاء اللہ بعد قیامت جنت میں داخلے کے وقت ہوگا۔ ۲؎ یعنی میں ہمیشہ باوضو رہتا ہوں اور ہر وضو کے بعد دو نفل تحیۃ الوضو اور ہر اذان کے بعد دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھ لیتا ہوں مگر اس سے مکروہ وقت علیحدہ ہیں جیسے اذان مغرب وغیرہ۔ ۳؎ یعنی ان دو رکعتوں یا ان دو عملوں کی وجہ سے تم نے یہ درجہ پایا اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی نفلی عبادت کو واجب کی طرح ہمیشہ ادا کرے تو اس سے نفل حرام نہیں ہو جاتے جیسے کہ علمائے دیوبند سمجھے' ہم ہمیشہ جمعہ کے دن کپڑے تبدیل کرتے ہیں' رمضان میں مدارس کا امتحان لیتے ہیں وغیرہ۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اِلَى اللّٰهِ اَوْاِلٰى اَحَدٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَيَتَوَضَّا فَلْيُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَاتَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًی اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۱۲۵۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو اللہ سے یا کسی انسان سے حاجت ہو ۱؎ تو وہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھ لے پھر اللہ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے ۲؎ پھر کہے ربّ کے سوا کوئی معبود نہیں' حلم والا ہے' کرم والا ہے' اللہ پاک ہے' بڑے عرش کا مالک ہے۔ ۳؎ سب تعریفیں جہانوں کے مالک اللہ کی ہیں' الٰہی! میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب اور تیری بخشش کے اعمال اور ہر نیکی میں سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں۔ ۴؎ میرا کوئی گناہ بغیر بخشے اور کوئی غم بغیر دُور کیے نہ چھوڑ جو تیری رضا کا باعث ہے مگر اسے پوری کر دے' اے رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والے۔ (ترمذی وابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ ۵؎

(۱۲۵۱) ۱؎ خیال رہے کہ حقیقۃً حاجت روا اللہ تعالٰی ہی ہے لیکن بعض حاجتیں براہِ راست اس سے مانگی جاتی ہیں اور بعض کسی مخلوق کے ذریعے سے اس سے معلوم ہوا کہ بعض بندے حاجت روا ہوتے ہیں اور انہیں مجازی حاجت روا جان کر مشکل کشائی کے لیے ان کے پاس جانا شرک نہیں۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ حاجت سے مراد دینی و دنیاوی ساری حاجتیں ہیں ۲؎ اس نماز کا نام نمازِ حاجت ہے اس کی ترکیب ادا اور بھی وارد ہیں۔ ۳؎ عظیم کو کسرہ یعنی زیر بھی پڑھا گیا ہے اور پیش بھی یعنی اللہ عظمت والے عرش کا مالک ہے یا عرش کا مالک ہے اور عظمت والا ہے۔ ۴؎ یعنی مجھے ایسے اعمال کی توفیق دے جو تیری رحمت کے ملنے کا ذریعہ ہیں اور ایسی توبہ کی ہدایت دے جو تیری مغفرت کا [illegible] مجھے توفیق [illegible] نیک عمل کر سکوں چونکہ نیکی میں [illegible] کا شکر' نفس اور نفس کے

شکر پر غالب آتا ہے پھر بندہ نیکی کرتا ہے اس لیے اسے غنیمت فرمایا گیا۔ ۵؎ کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ فضائل اعمال اور دعاؤں میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے۔

صَلٰوةُ التَّسْبِيْحِ — تسبیح کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

یعنی یہ تسبیح کی نماز کا بیان ہے چونکہ اس نماز میں ہر رکن میں تیسرا کلمہ سبحان اللہ والحمدللہ پڑھا جاتا ہے اس لیے اسے صلٰوۃ التسبیح کہتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ اَلَا اُعْطِيْكَ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اُخْبِرُكَ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ قَدِيْمَهٗ وَحَدِيْثَهٗ خَطَاهُ وَعَمَدَهٗ صَغِيْرَهٗ وَكَبِيْرَهٗ سِرَّهٗ وَ عَلَانِيَتَهٗ اَنْ تُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَاُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَ سُوْرَةً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقُرَاءَةِ فِيْ اَوَّلِ رَكْعَةٍ وَّاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِيْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَّرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَّرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَّرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ

(۱۲۵۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس ابن عبدالمطلب سے فرمایا کہ اے عباس! اے چچا! کیا میں تمہیں کچھ نہ دوں' کچھ عطا نہ کروں' کچھ نہ بتاؤں' کیا تمہارے ساتھ دس بھلائیاں نہ کروں ۱؎ جب تم وہ کرلو تو اللہ تمہارے اگلے پچھلے نئے پرانے دانستہ یا نادانستہ چھوٹے بڑے چھپے کھلے گناہ معاف کردے۔ ۲؎ تم چار رکعتیں پڑھو' ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لو ۳؎ جب تم پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہو تو کھڑے ہوکر پندرہ بار کہو سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ۴؎ پھر رکوع کرو تو رکوع میں دس بار یہ کہہ لو پھر رکوع سے سر اُٹھاؤ تو دس بار کہہ لو پھر سجدہ میں جاؤ تو دس بار سجدہ میں کہہ لو پھر سجدہ سے اپنا سر اُٹھاؤ تو دس بار کہہ لو ۵؎ یہ ایک رکعت میں پچھتر بار ہوئے ایسا چار رکعتوں میں کرلو ۶؎ اگر کرسکو تو ہر دن میں یہ نماز ایک بار پڑھ لو ۷؎ اگر نہ کرسکو تو ہر ہفتہ میں ایک بار ۸؎ اگر یہ بھی نہ کرسکو تو ہر سال میں ایک بار ۹؎ اگر یہ بھی نہ کرسکو تو عمر میں ایک بار (ابوداؤد' ابن ماجہ' بیہقی' دعوات کبیر) اور ترمذی نے ابورافع سے اس کی مثل روایت کی۔ ۱۰؎

فَفِیْ کُلِّ سَنَۃٍ مَّرَّۃً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ عُمُرِکَ مَرَّۃً
رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْھَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ
کَبِیْرِ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ نَحْوَہٗ

(۱۲۵۲) ۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چند الفاظ جو قریباً ہم معنی ہیں' انہیں شوق دلانے کے لیے ارشاد فرمائے تاکہ غور سے سنیں اور اس پر عمل کریں۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ اس سے گناہِ صغیرہ مراد ہیں کیونکہ گناہِ کبیرہ اور حقوق العباد بغیر توبہ اور حق ادا کیے معاف نہیں ہوتے اور کبیرہ سے مراد اضافی کبیرہ ہیں کیونکہ گناہِ صغیرہ میں بھی بعض گناہ بعض سے بڑے ہوتے ہیں اور ممکن ہے اس سے یہ مراد ہو کہ نمازِ تسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے گناہِ کبیرہ سے توبہ کی توفیق عطا فرما دے گا جس سے وہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ ۳؎ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس نماز میں کون سی سورتیں پڑھنا افضل ہیں تو فرمایا التکاثر' العصر' قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ (ردالمحتار) ۴؎ ترمذی شریف میں بروایت عبداللہ ابن مبارک یوں ہے کہ سبحان اللہ پڑھ کر پندرہ بار یہ تسبیح کہے اور قرأت سے فارغ ہو کر دس بار یعنی قیام میں پچیس بار کہے' پندرہ بار قرأت سے پہلے اور دس بار اس کے بعد ہر رکعت میں یوں ہی کرے۔ احناف کے نزدیک اسی پر عمل ہے' دوسرے پر سجدے سے اُٹھتے وقت دس بار نہ کہے تاکہ رُکن میں تاخیر نہ ہو۔ ۵؎ یعنی دوسرے سجدے کے بعد قیام سے پہلے مگر احناف کے ہاں اس موقع پر نہ پڑھے' یہ دس بار قیام میں ادا ہو چکے اس طریقہ کی حدیث ترمذی شریف میں موجود ہے۔ ۶؎ تاکہ کل تین سو بارہ ہو جائیں اگر کسی رُکن میں تسبیح پڑھنا بھول گیا یا کم پڑھیں تو اس سے متصل دوسرے رُکن میں تعداد پوری کر دے اور اگر اس نماز میں سجدہ سہو کرنا پڑ گیا تو اس سجدے میں تسبیح نہ پڑھے۔ (ردالمحتار) ۷؎ جس وقت چاہو غیر مکروہ وقت میں ادا کرو' بہتر ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھو۔ ۸؎ جس دن چاہو مگر بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے دن بعد زوال نماز سے پہلے پڑھے کیونکہ اس دن کی ایک نیکی ستر گنا ہوتی ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس کا یہی قول ہے اور آپ کا اس پر عمل بھی تھا۔ ۹؎ جب چاہو لیکن اگر ماہِ رمضان میں خصوصاً جمعہ کے دن یا ستائیسویں رمضان پڑھے تو بہت بہتر ہے۔ ۱۰؎ بعض لوگوں نے اس حدیث کو موضوع بتایا مگر یہ غلط ہے' اسے ابن خزیمہ اور حاکم نے صحیح کہا۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے' دارقطنی نے فرمایا کہ سورتوں کے فضائل میں یہ حدیث صحیح ترین ہے' عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ نمازِ تسبیح رغبت کی بہترین نماز ہے اس پر عمل چاہیے' شیخ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی اس حدیث کو ضعیف یا موضوع کہتے ہیں' جلد باز ہیں' انہوں نے اسے ضعیف کہا۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَایُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ عَمَلِہٖ صَلٰوتُہٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِہٖ شَیْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اُنْظُرُوْا ھَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمِّلُ بِھَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَۃِ ثُمَّ یَکُوْنُ سَائِرُ عَمَلِہٖ

(۱۲۵۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بندے کا وہ عمل جس کا قیامت کے دن پہلے حساب ہوگا وہ اس کی نماز ہے ۱؎ اگر نماز ٹھیک ہوگئی تو بندہ کامیاب ہوگیا اور نجات پا گیا اور اگر نماز بگڑ گئی تو محروم رہ گیا اور نقصان پا گیا اگر بندے کے فرضوں میں کمی ہوگی تو رب تعالیٰ فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفل ہیں' ان سے فرض کی کمی پوری کر دی جائے

عَلٰى ذٰلِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ الزَّكٰوةُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰى حَسْبِ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ رَّجُلٍ۔

گی۔ ۲؎ پھر بقیہ اعمال اسی طرح ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر زکوۃ اسی طرح ہے پھر دوسرے اعمال اسی طرح کیے جائیں گے۔ ۳؎ (ابوداؤد) اور احمد نے ایک مرد سے

(۱۲۵۳) ۱؎ خیال رہے کہ عبادات میں پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں پہلے قتل وخون کا یا نیکیوں میں پہلے نماز کا حساب ہے اور گناہوں میں پہلے قتل کا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ پہلے قتل اور خون کا حساب ہوگا یعنی اگر نماز کے حساب میں بندہ ٹھیک نکلا تو اگلے حساب انشاء اللہ تعالٰی آسان ہوں گے اور اگر ان میں بندہ پھنس بھی جائے گا تو رب تعالٰی نمازوں کی برکتوں سے اس کے چھٹکارے کی سبیل پیدا فرمادے گا۔ مثلًا اگر اس کے ذمہ حقوق العباد ہیں تو حق والے کو جنت دے کر اسے معاف کرا دے گا اور اگر حقوق اللہ ہیں تو انہیں رحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ سے خود بخش دے گا۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ نماز کے پابند کو گناہوں سے بچنے اور دوسری نیکیاں کرنے کی دنیا ہی میں توفیق مل جاتی ہے لہذا وہاں جس کی نمازیں ٹھیک نکلیں اس کے دوسرے اعمال خود بخود ٹھیک نکلیں گے۔ غرض کہ حدیث بالکل صاف ہے اس پر چکڑالویوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ ۲؎ یہاں کمی سے ادا میں کمی مراد نہیں بلکہ طریقہ ادا میں کمی مراد ہے یعنی اگر کسی نے فرائض ناقص طریقہ سے ادا کیے ہوں گے تو وہ کمی نوافل سے پوری کردی جائے گی' یہ مطلب نہیں کہ وہ بندہ فرض نماز نہ پڑھے' نفل پڑھتا رہے اور وہاں نفل فرض بن جائیں۔ (از لمعات) لہذا حدیث پر چکڑالویوں کا اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ ۳؎ کہ فرائض کی کمی سنتوں اور نوافل سے پوری کی جائے گی' کے معنی ابھی عرض کیے جاچکے کیوں نہ ہو کہ وہ سنتوں والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہماری کمی پوری کرنے ہی تشریف لائے ہیں گرتوں کا اُٹھانا اور بگڑتوں کا بنانا انہیں کا کام ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِعَبْدٍ فِيْ شَيْءٍ اَفْضَلَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ يُصَلِّيْهِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ عَلٰى رَاْسِ الْعَبْدِ مَادَامَ فِيْ صَلٰوتِهٖ وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَى اللّٰهِ بِمِثْلِ مَاخَرَجَ مِنْهُ يَعْنِي الْقُرْاٰنَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۱۲۵۴) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے بندے کو دو رکعتوں سے جنہیں وہ ادا کرے' زیادہ تاکیدی حکم کسی اور چیز کا نہ دیا ۱؎ اور جب تک بندہ نماز میں رہتا ہے' بھلائی اس کے سر پر نثار ہوتی رہتی ہے ۲؎ اور بندہ ربّ کی طرف کسی چیز سے اتنا قرب حاصل نہیں کرتے جتنا اپنے منہ سے ادا کیے ہوئے سے یعنی قرآن۔ ۳؎ (احمد وترمذی)

(۱۲۵۴) ۱؎ یعنی سارے احکامِ الٰہیہ میں نماز سب سے افضل ہے کیوں نہ ہو کہ یہ تلاوتِ قرآن' تسبیحوں' تکبیروں وغیرہ کا مجموعہ ہے۔ ۲؎ خیال رہے کہ نماز کی تیاری' نماز کا انتظار' نماز کے بعد دعا اور وظیفے سب نماز ہی میں داخل ہیں جیسا کہ گزشتہ روایات میں گزر چکا لہذا ان تمام اوقات میں نمازی پر رحمتیں نچھاور ہوتی رہیں گی اس نچھاور میں لطیف اشارہ اس جانب ہورہا ہے کہ نمازی کے پاس بیٹھنے والے اور نمازی کے خدمت گار بھی محروم نہیں ہوتے' دولہا کی بکھیر براتی لوٹتے ہیں۔ شعر

چراغے زندہ مے خواہی درشب داران زن

کہ بیداری بخت از بخت بیداراں شود پیدا

۳؎ یعنی بندے کے منہ سے جس طرح بھی قرآن ادا ہو جائے' وہ قربِ الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بغیر سمجھے ہوئے قرآن پڑھنا بھی ثواب ہے' دوسرے یہ کہ اگر بلا ارادہ تلاوت الفاظ قرآن پاک منہ سے نکل جائیں تب بھی ثواب ملے گا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماخرج فرمایا یعنی جیسے بھی ادا ہو جائے۔

بَابُ صَلٰوةِ السَّفَرِ — دورانِ سفرنماز کے احکام

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

سفر کے لغوی معنی ہیں کھلنا' ظاہر ہونا اس لیے اُجالے کو اسفار کہتے ہیں اور کتابوں کے ڈھیر کو اسفار اس کا مقلوب فسر ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں اس سے تفسیر بنا چونکہ سفر میں دوسرے مقامات کے حالات معلوم ہوتے ہیں اس لیے اسے سفر کہتے ہیں' اصطلاح شریعت میں راستہ طے کرنے کی مخصوص صورت کا نام سفر ہے۔ خیال رہے کہ سفر کے متعلق ائمہ دین میں چند اختلاف ہیں۔ ایک یہ کہ سفر کا فاصلہ کیا ہے' ہمارے امام صاحب کے ہاں تین دن کی راہ یعنی ستاون میل دوسرے یہ کہ قصر واجب ہے یا جائز ہمارے ہاں واجب ہے' تیسرے یہ کہ اقامت کی کم مدت کیا ہے جس سے مسافر مقیم بن جائے' ہمارے ہاں تین دن۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَّصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۵۵) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعتیں پڑھیں۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۵۵) ۱؎ یہ حجۃ الوداع کے سفر کا واقعہ ہے چونکہ آپ مکہ معظمہ کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے اس لیے آبادی مدینہ سے نکلتے ہی مسافر ہو گئے' ذوالحلیفہ جو وہاں سے تین میل کے فاصلے پر ہے' وہاں قصر پڑھی اس زمانے کے بعض عقل مندوں نے اس کا مطلب یوں سمجھا کہ انسان اگر سیر کرنے یا اپنا کھیت دیکھنے شہر سے باہر جائے تو مسافر ہے' یہ محض غلط ہے اس کی تردید آئندہ صفحات میں صراحۃً آ رہی ہے۔ خیال رہے کہ ذوالحلیفہ کا نام آج بیر علی ہے' یہ اہلِ مدینہ کا میقات ہے۔ فقیر نے اس کی زیارت کی ہے' وہاں علی مرتضٰی کی مسجد' آپ کا کنواں ہے اور چھوٹا سا کھجوروں کا باغ ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علی نے جنات سے جنگ کی ہے اس لیے اسے بیر علی کہتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ نِ الْخُزَاعِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَاٰمَنَهٗ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۵۶) روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب خزاعی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں حالانکہ ہم اتنے زیادہ اور اتنے امن میں تھے جتنے کبھی نہ ہوئے تھے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۵۶) ۱؎ یعنی حجۃ الوداع میں ہم مسلمان ایک لاکھ سے زیادہ تھے' ہماری اپنی بادشاہت تھی مگر اس کے باوجود ہم نے قصر کیا لہٰذا قرآن شریف میں جو قصر کے لیے خوفِ کفار کی قید ہے وہ اتفاقی ہے' احترازی نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ مہاجر اپنے چھوڑے ہوئے

وطن میں پہنچ کر مسافر ہوگا اور قصر کرے گا۔ دیکھو مکہ معظمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا وطن تھا مگر آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں مسافر ہیں اور قصر پڑھ رہے ہیں۔ بعض عشاق کہتے ہیں کہ مکہ میں حاجیوں کو مسافر بن کر رہنا اور مدینہ طیبہ میں مقیم ہو کر رہنا سنت ہے۔

وَعَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَقَدْ أَمِنَ النَّاسُ قَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۲۵۷) روایت ہے حضرت یعلیٰ ابن اُمیہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر ابن خطاب سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں کفار کے فتنے کا خوف ہو تو نماز قصر پڑھو اب لوگ امن میں ہوگئے۔ ۲؎ حضرت عمر نے فرمایا کہ جس سے تمہیں تعجب ہے مجھے بھی ہوا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا' حضور نے فرمایا کہ یہ رب کا صدقہ ہے جو تم پر کیا لہٰذا اس کا صدقہ قبول کرو۔ ۳؎ (مسلم)

(۱۲۵۷) ۱؎ آپ صحابی ہیں' فتح مکہ کے دن ایمان لائے' غزوۂ حنین وطائف میں شریک ہوئے' زمانہ فاروقی میں نجران کے گورنر رہے' حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ جنگِ صفین میں شہید ہوئے۔ ۲؎ یعنی قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف سفر قصر کا سبب نہیں بلکہ سفر میں کفار کا خوف قصر کا باعث ہے اب خوف تو ہے نہیں تو چاہیے کہ قصر بھی نہ ہو۔ ۳؎ یعنی قرآن شریف میں خوف کفار کا ذکر اتفاقاً ہے کیونکہ اس زمانے میں عموماً سفروں میں خوف ہوتا تھا' تم بہرحال ضرور قصر کرو' خوف ہو یا نہ ہو' یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے کہ سفر میں قصر واجب ہے کیونکہ فاقبلوا امر ہے' امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ قِيْلَ لَهٗ أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۵۸) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ گئے تو آپ مدینہ منورہ لوٹنے تک دو رکعتیں پڑھتے رہے ۱؎ ان سے کہا گیا کیا تم مکہ میں کچھ دیر ٹھہرے بھی تھے؟ فرمایا دس دن ٹھہرے تھے۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۵۸) ۱؎ یعنی جاتے آتے رستہ میں بھی اور مکہ مکرمہ میں بھی کیونکہ وہاں آپ نے مکہ معظمہ میں پندرہ دن قیام کی نیت نہ فرمائی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر رستہ میں قصر ہی کرے گا' اتمام نہیں کرسکتا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو سفر میں ایک آدھ بار اتمام کر کے دکھاتے۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم اُمت کے لیے کبھی مکروہات پر بھی عمل کیا۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ دس دن کے قیام پر نماز پوری نہ کی جائے گی بلکہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت پر جیسا کہ طحاوی شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر تم کہیں پندرہ دن قیام کی نیت کرو تو پوری پڑھو ورنہ قصر کرو اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ خیال رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی ذی الحجہ کی صبح کو حج سے فارغ ہو کر وہاں سے واپس ہوئے' یہ حدیث امام شافعی کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ان کے ہاں چار دن کے قیام پر نماز پوری پڑھی جاتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَفَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَفَرًا فَاَقَامَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَحْنُ نُصَلِّيْ فِيْ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَاِذَا اَقَمْنَا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّيْنَا اَرْبَعًا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۲۵۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کیا تو انیس دن ٹھہرے دو دو رکعتیں پڑھتے رہے۔ ۱؎ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم اپنے اور مکے کے درمیان انیس دن تک دو دو رکعتیں پڑھتے رہے جب اس سے زیادہ ٹھہرتے ہیں تو چار پڑھتے ہیں۔ ۲؎ (بخاری)

(۱۲۵۹) ۱؎ یہ سفر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف فتح مکہ کے لیے تھا۔ (اشعۃ اللمعات) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے میں پندرہ دن کی نیت سے مقیم نہ ہوئے تھے یہی ارادہ رہا کہ آج جائیں' کل جائیں اور اتفاقاً انیس روز گزر گئے اس لیے قصر ہی کرتے رہے۔ چنانچہ عبدالرزاق نے اپنی مسند میں امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ ہم ایک دفعہ آذر بائیجان میں برف میں گھر گئے تو چھ ماہ وہاں ٹھہرے مگر قصر ہی پڑھتے رہے۔ نیز حضرت انس عبدالملک ابن مروان کے ساتھ شام میں ایک جگہ دومہینہ تک ٹھہرے' قصر پڑھتے رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسافر بلاارادہ کسی جگہ مہینوں ٹھہر جائے تو قصر ہی پڑھے گا۔ ۲؎ یہ حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے جو انہوں نے فتح مکہ کے واقعہ سے کیا۔ ظاہر یہ ہے کہ بعد میں اس پر عمل چھوڑ دیا کیونکہ طحاوی میں انہی سے روایت آتی ہے کہ اگر تم سفر میں پندرہ دن قیام کی نیت کرو تو نماز پوری کرو ورنہ قصر۔ ابن حجر' شافعی فرماتے ہیں یہ انیس دن کا قول صرف ابن عباس کا ہے اس میں کوئی فقیہ ان کے ساتھ نہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ غزوۂ طائف یا غزوۂ حنین میں تھا اور ظاہر ہے کہ غازی ہر وقت فتح کا منتظر رہتا ہے کہ کب فتح ہو اور کب لوٹوں لہٰذا اس واقعہ سے استدلال قوی نہیں۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَصَلّٰى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَآءَ رَحْلَهٗ وَجَلَسَ فَرَاٰى نَاسًا قِيَامًا فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَآءِ قُلْتُ يُسَبِّحُوْنَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا اَتْمَمْتُ صَلٰوتِيْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذٰلِكَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۶۰) روایت ہے حضرت حفص ابن عاصم سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ کے راستے میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا' آپ نے ہمیں ظہر دو رکعتیں پڑھائیں پھر اپنی منزل میں آئے اور بیٹھے تو کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھا' فرمایا یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ میں نے کہا نفل پڑھ رہے ہیں۔ ۲؎ فرمایا اگر میں نفل پڑھتا تو اپنی نماز ہی پوری کرلیتا' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا تو آپ سفر میں دو رکعتوں پر زیادتی نہ کرتے تھے اور ابوبکر' عمر' عثمان کو ایسے ہی دیکھا۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۶۰) ۱؎ آپ حفص ابن عاصم ابن عمر ابن خطاب ہیں' قرشی' عدوی' جلیل القدر تابعی ہیں' سیدنا عبداللہ ابن عمر کے بھتیجے ہیں' بہت احادیث کے راوی ہیں۔ ۲؎ غالبًا یہ سفر سفرحج تھا' کسی منزل میں سب نے جمع ہوکر باجماعت نماز پڑھی پھر اپنے اپنے خیموں پر آگئے وہاں آپ نے لوگوں کو اہتمام کے ساتھ باقاعدہ کھڑے ہوکر اپنے ڈیروں پر نماز پڑھتے دیکھا' سفر میں جلدی تھی۔ یہ نوافل سواری پر بھی پڑھے جاسکتے تھے' ان حضرات کے ان نفلوں کی وجہ سے منزل کھوٹی ہورہی تھی تب آپ نے ناراض ہوکر یہ فرمایا ۳؎ یعنی یہ

حضرات سفر میں اُتر کر اہتمام سے اور سفر روک کر صرف دو فرض ہی پڑھتے تھے' نوافل کے لیے اتنا اہتمام کرنا ہوتا تو فرض ہی پورے کیوں نہ پڑھے جاتے۔ فقیر کی اس توجیہ سے یہ حدیث بالکل واضح اور صاف ہوگئی اور کسی آئندہ حدیث کے خلاف نہ رہی اگر یہ معنی کیے جائیں کہ سفر میں نفل مطلقاً جائز نہیں تو مسلم بخاری' ترمذی وغیرہم نے انہی حضرت ابن عمر سے سفر میں نوافل کی بہت احادیث نقل کی ہیں جن میں سے کچھ اسی مشکوٰۃ شریف میں بھی آ رہی ہیں۔ بعض عقل مندوں نے اس حدیث کی بناء پر سفر میں نفل بلکہ سنن و واجبات کو بھی منع کیا' یہ سخت غلطی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَّيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۲۶۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں چلتے ہوتے تو ظہر اور عصر جمع کرتے اور مغرب اور عشاء جمع فرماتے۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۲۶۱) ۱؎ یعنی سفر کرنے کی حالت میں ظہر اور عصر اسی طرح مغرب اور عشاء یوں جمع فرماتے کہ ظہر آخری وقت میں پڑھتے اور عصر اوّل وقت یوں ہی مغرب آخر وقت ادا کرتے اور عشاء اوّل وقت یعنی ہر نماز اپنے وقت میں ادا ہوتی۔ صورۃً جمع ہوتیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عصر ظہر کے وقت میں پڑھ لیتے اور عشاء مغرب کے وقت میں یعنی جمع حقیقی مراد نہیں ورنہ یہ حدیث قرآن شریف کے بھی خلاف ہوگی۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (۴:۱۰۳) بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے (کنزالایمان) یعنی نماز مسلمانوں پر اپنے اپنے اوقات میں فرض ہے اور دیگر احادیث کے بھی مخالف۔ چنانچہ طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں مغرب اور عشاء اس طرح جمع فرماتے کہ مغرب اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء اوّل وقت میں اور بخاری نے حضرت سالم سے ایک طویل حدیث نقل کی جس میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب پڑھتے پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر عشاء پڑھتے۔ نسائی نے حضرت نافع سے طویل حدیث نقل کی کہ حضرت ابن عمر مغرب کی نماز کے لیے جب اُترے جب کہ شفق قریب غروب تھی۔ مغرب پڑھی تو شفق غائب ہوگئی' شفق غائب ہوتے ہی عشاء پڑھ لی۔ وہ حدیثیں اس حدیث کی شرح ہیں اور احناف کے بالکل خلاف نہیں بلکہ حق میں ہیں اس کی پوری تحقیق جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ فِى السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ يُوْمِىْ اِيْمَآءً صَلٰوةَ اللَّيْلِ اِلَّا الْفَرَآئِضَ وَيُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۶۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فرائض کے سوا رات کی نماز سواری پر پڑھتے جدھر بھی اس کا منہ ہوتا۔ ۱؎ (اشارہ سے پڑھتے تھے) وتر سواری پر پڑھتے تھے۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۶۲) ۱؎ یعنی سفر میں نوافل سواری پر ادا فرماتے' ان کے لیے سفر نہ توڑتے اور اس کی پرواہ نہ کرتے کہ رُخ قبلہ کو ہو یا نہ ہو وہاں اس آیت پر عمل تھا فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (۲:۱۱۵) تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے (کنزالایمان) یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے جس میں حضرات ابن عمر نے سفر میں نفل پڑھنے والوں پر ناراضی کا اظہار کیا۔ معلوم ہوا کہ وہاں مراد سفر توڑ کر نفل پڑھنا تھا۔ ۲؎ یہ حکم اس وقت تھا جب وتر واجب نہ ہوئے تھے' صرف سنت تھے اب چونکہ وتر واجب ہیں

لہٰذا وہ سواری پرنہیں پڑھے جاسکتے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ آپ وتر کے لیے زمین پر اُترتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے تھے یہ واقعہ وتر کے وجوب کے بعد کا ہے۔ (مرقاۃ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصَرَ الصَّلٰوةَ وَاَتَمَّ۔ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۱۲۶۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا قصر اور اتمام سب کچھ کیا۔ ۱؎ (شرح سنہ)۲؎

(۱۲۶۳) ۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں چار رکعت والی نمازوں میں قصر کیا اور دو رکعت والیوں میں اتمام یا بحالتِ سفر قصر کیا اور جہاں پندرہ روز قیام ہوا وہاں اتمام' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ سفر میں چار رکعت والی نمازوں میں کبھی قصر کرتے کبھی اتمام ورنہ یہ حدیث حضرت عائشہ کی اس روایت کے خلاف ہوگی جو بحوالہ مسلم بخاری تیسری فصل میں آ رہی ہے کہ سفر کی نماز پہلے فریضہ پر رکھی گئی۔ ۲؎ نیز اسے شافعی اور بیہقی نے بھی روایت کیا مگر اس کی ساری اسنادوں میں ابراہیم ابن یحییٰ ہے جو سخت ضعیف ہے لہٰذا یہ حدیث قطعاً ضعیف ہے' قابلِ حجت نہیں۔ (لمعات واشعۃ ومرقاۃ)

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدْتُّ مَعَهُ الْفَتْحَ فَاَقَامَ بِمَكَّةَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَايُصَلِّيْ اِلَّا رَكْعَتَيْنِ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْبَلَدِ صَلُّوْا اَرْبَعًا فَاِنَّا سَفْرٌ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۲۶۴) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے' فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مکہ معظمہ میں اٹھارہ شب قیام کیا' دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے' فرما دیتے تھے اے شہر والو! تم چار پڑھ لو' ہم مسافر ہیں۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۲۶۴) ۱؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ روز کی مستقل نیت نہ کی تھی جیسا کہ غازی جہاد میں مذبذب رہتے ہیں کہ کب لوٹیں ایسے ہی آپ بھی تذبذب میں رہے۔ خیال رہے کہ یہاں اٹھارہ دن کا ذکر ہے اور حدیث ابن عباس میں جو ابھی گزر گئی انیس دن کا ذکر تھا یعنی رات اٹھارہ اور دن انیس تھے یا وہاں غزوۂ طائف وغیرہ کا ذکر ہے بہرحال حدیث میں تعارض نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر امام کو چاہیے بعد نماز اپنے مسافر ہونے کا اعلان کردے تاکہ مقیم مقتدی اپنی رکعتیں پوری کرلیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَّبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَهٗ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ

(۱۲۶۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ظہر دو رکعت پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضر و سفر میں نماز پڑھی۔ آپ کے ساتھ حضر میں ظہر چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور آپ کے ساتھ سفر میں ظہر دو رکعتیں پڑھیں

وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا وَّالْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَآءٌ ثَلٰثَ رَكَعَاتٍ وَّلَا يَنْقُصُ فِي حَضَرٍ وَّلَاسَفَرٍ وَّهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اور اس کے بعد دو رکعتیں۔ ۱؎ اور عصر دو رکعتیں پڑھیں اور پھر اس کے بعد کچھ نہ پڑھا اور مغرب حضر و سفر میں برابر تین رکعتیں ہی پڑھیں نہ حضر میں کم کیں اور نہ سفر میں یہ دن کے وتر ہیں اور اس کے بعد دو رکعتیں ۔۲؎ (ترمذی)

(۱۲۶۵) ۱؎ اس سے صاف معلوم ہوا کہ سفر میں صرف فرض میں قصر ہوگا' سنتوں میں نہ قصر ہے نہ ان کے منافی یہ حدیث گزشتہ حدیث ابن عمر کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ حضرت ابن عمر سفر میں نماز نفل پڑھنے والوں پر ناراض ہوئے۔ ۲؎ یعنی مغرب کے فرض دن کے وتر ہیں' ان میں قصر نہیں کہ قصر چار رکعت میں ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رات کے وتر بھی تین ہیں۔

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَاِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِي الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذٰلِكَ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَاِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعِشَآءِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

(۱۲۶۶) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں تھے جب کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر جمع کر لیتے ۱؎ اور اگر سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کر دیتے تو ظہر پیچھے کرتے حتیٰ کہ عصر کے لیے اُترتے ۲؎ یونہی مغرب میں جب کوچ سے پہلے سورج چھپ جاتا تو مغرب اور عشاء جمع کر لیتے اور اگر سورج چھپنے سے پہلے کوچ کرتے تو مغرب میں دیر لگاتے حتیٰ کہ عشاء کے لیے اُترتے پھر ان دونوں کو جمع فرما لیتے۔ ۳؎ (ابوداؤد' ترمذی)

(۱۲۶۶) ۱؎ اس طرح کہ عصر کے وقت میں پڑھ لیتے اس کا نام جمع تقدیم ہے یعنی نماز اپنے وقت سے پہلے ادا کر لینا ۲؎ اور ظہر عصر کے وقت میں پڑھتے اس کا نام جمع تاخیر ہے یعنی نماز کا وقت کے بعد پڑھنا ۳؎ یہاں جمع حقیقی ہی مراد ہے' جمع صوری کا اس میں احتمال نہیں۔ یہ حدیث امام شافعی کی انتہائی دلیل ہے کہ سفر میں جمع تقدیم بھی جائز ہے اور جمع تاخیر بھی اس کے متعلق چند طرح گفتگو ہے۔ اوّلاً یہ کہ حدیث ضعیف ہے۔ ابوداؤد نے فرمایا کہ جمع تقدیم کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہ ملی۔ (میرک از مرقاۃ) دوسرے یہ کہ مسلم بخاری میں حضرت ابن مسعود کی روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی غیر وقت میں نماز پڑھتے نہ دیکھا حالانکہ آپ غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ باجماعت نمازیں اس موقع پر ادا کرتے رہے چونکہ حضرت ابن مسعود معاذ ابن جبل سے زیادہ فقیہ بھی ہیں اور زیادہ حافظ بھی اس لیے ان کی حدیث کو زیادہ ترجیح ہوگی۔ تیسرے یہ کہ یہ حدیث آیت قرآنی جو ہم پیش کر چکے اور ان متواتر احادیث کے خلاف ہے جن میں نماز کے اوقات کا ذکر ہے لہٰذا یہ حدیث ہرگز قابلِ عمل نہیں۔ خیال رہے کہ عرفہ اور مزدلفہ میں نمازیں اپنے وقت سے نہ ہٹیں بلکہ وقت اپنی حدود سے ہٹ گئے اس طرح کہ عرفہ میں وقت عصر ظہر میں آ گیا نہ کہ نمازِ عصر وقت ظہر میں اور مزدلفہ میں وقت مغرب عشاء میں پہنچ گیا نہ کہ مغرب وقت عشاء میں حتیٰ کہ اگر کوئی حاجی اس دن مغرب عشاء کے وقت سے پہلے پڑھے لے تو ہوگی ہی نہیں' نیز وہ احادیث متواتر المعنی ہیں یہ فرق خیال میں رہے' بہت باریک ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ وَاَرَادَ اَنْ يَّتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ بِنَا قَتِهٖ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ وَجَّهَهٗ رِكَابُهٗ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۲۶۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے اور نفل پڑھنا چاہتے تو اپنی اونٹنی پر قبلہ رو ہو جاتے پھر تکبیر کہتے پھر نماز پڑھتے رہتے اب آپ کو سواری جدھر بھی متوجہ کرتی۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۲۶۷) ۱؎ یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت روبقبلہ ہو جاتے پھر بعد میں رُخ بدل جانے کی پروانہ کرتے اب بھی سفر میں نوافل کا یہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ سرکار اونٹنی کو قبلہ کی طرف نہ پھیرتے تھے ورنہ سفر غلط ہو جاتا بلکہ اونٹنی کا رُخ جانب سفر رہتا' اپنا رُخ جانب قبلہ۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَتِهٖ فَجِئْتُ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ نَحْوَا الْمَشْرِقِ وَيَجْعَلُ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۲۶۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی کام میں بھیجا جب میں آیا تو آپ اپنی سواری پر مشرق کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ رکوع سے زیادہ پست کرتے تھے۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۲۶۸) ۱؎ یعنی قبلہ جانب جنوب تھا مگر آپ کی نماز جانب مشرق ادا ہو رہی تھی اور رکوع سجدہ اشارے سے کر رہے تھے اس طرح کہ رکوع کے لیے سر کم جھکاتے اور سجدے کے لیے زیادہ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَاَبُوْبَكْرٍ بَعْدَهٗ وَعُمَرُ بَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُثْمَانُ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَتِهٖ ثُمَّ اِنَّ عُثْمَانَ صَلّٰى بَعْدُ اَرْبَعًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ صَلّٰى اَرْبَعًا وَ اِذَا صَلَّاهَا وَحْدَهٗ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۶۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں' آپ کے بعد ابوبکر نے اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر نے عثمان نے اپنی شروع خلافت میں ۱؎ پھر اس کے بعد حضرت عثمان نے چار پڑھیں ۲؎ ابن عمر جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے تو چار پڑھتے اور جب اکیلے نماز پڑھتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۶۹) ۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین نے منیٰ میں تشریف لاکر ہمیشہ نماز قصر ہی پڑھی کبھی پوری نہ پڑھی اور حضرت عثمان نے شروع خلافت میں ہمیشہ قصر ہی پڑھی' کبھی پوری نہ پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو قصر و اتمام کا اختیار نہیں بلکہ اس پر قصر پڑھنا ہی فرض ہے ورنہ وہ حضرات کبھی اتمام بھی کیا کرتے۔ ۲؎ یعنی آخر خلافت میں حضرت عثمان صرف منیٰ میں ہمیشہ چار پڑھنے لگے' منیٰ کے علاوہ اور سفر میں کبھی اتمام نہ کیا اور منیٰ میں آکر کبھی قصر نہ کیا اگر آپ مسافر کو اختیار مانتے تو اس زمانے میں کبھی قصر کرتے کبھی اتمام' خیال رہے کہ آپ کے منیٰ میں اتمام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عہد عثمانی کے نومسلموں نے آپ کو منیٰ میں قصر کرتے دیکھا تو سمجھے کہ اسلام میں نماز کی دو ہی رکعتیں ہیں اسی وہم کو دُور کرنے کے لیے آپ نے مکہ معظمہ میں اپنا ایک گھر بنایا وہاں اپنی ایک بیوی کو مقیم کر کے رکھا اب اگر ایک دن کے لیے بھی آپ مکہ معظمہ آتے تو نماز پوری کرتے تھے۔ (مسند امام احمد' عبدالرزاق' دارقطنی' مرقاۃ

فتح القدیر وغیرہ) اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ کرو۔ ۳؎ یعنی حضرت ابن عمر مکہ معظّمہ میں جب عثمان غنی یا کسی اور مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھتے تو پوری پڑھتے' اکیلے پڑھتے تو قصر کرتے۔ حکم بھی یہی ہے کہ مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز پوری پڑھے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ اَرْبَعًا وَّتُرِكَتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيْضَةِ الْاُوْلٰى قَالَ الزُّهْرِيُّ قُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ قَالَ تَاَوَّلَتْ كَمَا تَاَوَّلَ عُثْمَانُ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۷۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ نماز دو دو رکعتیں فرض کی گئیں تھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو چار رکعتیں فرض ہوگئیں اور نماز سفر پہلے ہی فریضے پر رکھی گئی۔ ۱؎ زہری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہ سے پوچھا کہ حضرت عائشہ کا کیا حال ہے کہ پوری کرتی ہیں۔ ۲؎ فرمایا کہ حضرت عثمان کی تاویل کی طرح انہوں نے بھی تاویل کر لی۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۷۰) ۱؎ یعنی ہجرت سے پہلے ہر نماز دو رکعت تھی' بعد ہجرت فجر تو دو رکعت رکھی گئی' مغرب تین باقی نمازیں سفر میں وہی دو رکعتیں رہیں اور حضر میں چار رکعتیں کر دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اب سفر میں قصر کرنا اسی طرح فرض ہے جیسے اقامت میں پوری پڑھنا' یہ حدیث وجوب قصر کی نہایت قوی دلیل ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی اور مسلم بخاری کی ہے اسے ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔ ۲؎ یعنی حضرت عائشہ صرف منیٰ و مکہ معظّمہ میں ہمیشہ پوری نماز پڑھتی ہیں' کبھی قصر نہیں کرتیں باقی سفروں میں ہمیشہ قصر کرتی ہیں' اتمام نہیں کرتیں اس سفر منیٰ میں کیا خصوصیت ہے۔ ۳؎ یعنی جیسے عثمان غنی نے اتمام کی کوئی وجہ نکال لی ایسے ہی حضرت اُم المومنین نے بھی کوئی وجہ اس اتمام کی نکالی ہوگی' مجھے اس کی خبر نہیں۔ امام نووی نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان و حضرت عائشہ صدیقہ سفر میں قصر و اتمام دونوں جائز سمجھتے تھے لہٰذا یہ امام شافعی کی دلیل ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ غلط ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ حضرت اُم المومنین خود ہی تو روایت فرماتی ہیں کہ نماز سفر پہلے فریضہ پر رکھی گئی یعنی دو دو رکعتیں تو خود اپنی روایت کے خلاف یہ رائے کیسے قائم کرسکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر آپ قصر و اتمام دونوں جائز سمجھتیں تو ہر سفر میں کبھی قصر کرتیں' کبھی اتمام مگر ایسا نہ کیا صرف منیٰ میں اتمام کیا اور ہمیشہ کیا یہاں کبھی قصر نہ پڑھا اور دوسرے سفروں میں ہمیشہ قصر کیا۔ تیسرے یہ کہ اگر ان کا یہ مذہب ہوتا تو حضرت زہری اسے تاویل نہ فرماتے بلکہ اسے ان کا مذہب قرار دیتے۔ معلوم ہوا کہ آپ کا مذہب تو وجوب قصر کا تھا مگر منیٰ میں کسی تاویل کی بناء پر اتمام فرماتیں' وہ تاویل کیا تھی۔ ربّ جانے ظاہر یہ ہے کہ آپ مکہ معظّمہ میں پندرہ دن قیام کی نیت کر لیتی ہوں گی اور آپ کا خیال یہ ہوگا کہ مہاجرین کو پندرہ دن مکہ معظّمہ میں ٹھہرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں منع تھا' آپ کی وفات کے بعد جائز ہے یا یہ ممانعت مہاجر مردوں کے لیے تھی' عورتوں کے لیے نہیں یا ان کے لیے تھی جو بوقت ہجرت بالغ تھے میں اس وقت نابالغہ تھی واللہ ورسولہ اعلم

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَّفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۲۷۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے نبی کی زبان پر (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز حضر میں چار رکعتیں سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت فرض کی۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۲۷۱) ۱؎ اس طرح کہ غازی مسافر سخت خوف کی حالت میں امام کے پیچھے صرف ایک رکعت پڑھے گا اور ایک رکعت اکیلے جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں قصر کرنا ایسے ہی فرض ہے جیسے حضر میں پوری پڑھنا' قصر و اتمام کا اختیار نہیں۔

وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ وَّالْوِتْرُ فِي السَّفَرِ سُنَّةٌ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۲۷۲) روایت ہے انہی سے اور حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نماز میں دو رکعتیں شروع کیں' وہ دونوں پوری ہیں کوتاہ نہیں۔ ۱؎ اور وتر سفر میں سنت اسلام ہے۔۲؎ (ابن ماجہ)

(۱۲۷۲) ۱؎ یعنی سفر میں دو رکعتیں ہی مشروع ہیں چار رکعتیں غیر مشروع یعنی خلاف شرع اور یہ دو رکعتیں ایسی ہی مکمل ہیں جیسے حضر میں چار اور انہیں چار پڑھنا ایسا ہی بُرا ہے جیسے فجر کے چار فرض یا گھر میں ظہر کے چھ فرض پڑھنا یا یہ مطلب ہے کہ یہ دو رکعتیں تعداد میں قصر ہیں' ثواب میں نہیں۔ ان پر ثواب پوری چار رکعتوں کا ملے گا۔ (لمعات) ۲؎ یہاں سنت سے مراد واجب کا مقابل نہیں' یہ مطلب نہیں کہ سفر میں وتر پڑھنا سنت ہے ورنہ وہاں نوافل اور دیگر سنن پڑھنا بھی سنت ہے' وتر کی کیا خصوصیت ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سفر میں وتر پڑھنا اسلام کا دائمی طریقہ ہے۔ (لمات)

وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ فِيْ مِثْلِ مَايَكُوْنُ بَيْنَ مَكَّةَ وَالطَّآئِفِ وَفِيْ مِثْلِ مَابَيْنَ مَكَّةَ وَعُسْفَانَ وَفِيْ مِثْلِ مَابَيْنَ مَكَّةَ وَجُدَّةَ قَالَ مَالِكٌ وَّذٰلِكَ اَرْبَعَةُ بُرُدٍ رَوَاهُ فِي الْمُؤَطَّا.

(۱۲۷۳) روایت ہے حضرت مالک سے' انہیں خبر پہنچی کہ حضرت ابن عباس اس قدر مسافت میں نماز قصر کرتے تھے جو مکہ اور طائف' مکہ اور عسفان اور مکہ اور جدے کے درمیان ہے۔ ۱؎ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ مسافت چار برید ہے۔ ۲؎ (موطا)

(۱۲۷۳) ۱؎ یعنی اس سے کم مسافت میں قصر نہ کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سفر کے لیے سفر کی حد مقرر ہے' فقط گھر سے نکل جانے پر سفر نہیں ہو جاتا جیسا بعض عقل مندوں نے سمجھا۔ خیال رہے کہ عسفان مکہ معظمہ سے مدینہ کی راہ پر دو منزل ہے اور جدہ بڑا شہر ہے' مکہ معظمہ سے تقریباً ۶۵ میل ہے' یہ فقط تشبیہ ہے' تعین نہیں۔ ۲؎ ایک برید چار کوس کا ہے لہٰذا چار برید سولہ کوس ہوئے اور عرب کا ایک کوس تین میل عربی ہے لہٰذا سولہ کوس ۴۸ میل عربی ہوئے۔ ایک میل چھ ہزار گز کا ایک گز چوبیس انگل کا (لمعات) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ انگریزی میل سے یہ مسافت ۵۷ میل بنتی ہے۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا فَمَا رَأَيْتُهٗ تَرَكَ وَ رَكْعَتَيْنِ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۱۲۷۴) روایت ہے حضرت براء سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سفروں میں رہا' میں نے آپ کو نہ دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد ظہر کے پہلے کی دو رکعتیں چھوڑی ہوں۔ ۱؎ (ابوداؤد' ترمذی) اور ترمذی نے

(۱۲۷۴) ۱؎ یعنی تحیۃ الوضو کے نفل اور ظاہر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نفل نہیں چھوڑتے تو سنت مؤکدہ کیسے چھوڑتے ہوں گے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو سفر میں سنت و نفل پڑھنے کے سخت دشمن ہیں۔

وَعَنْ نَّافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ يَرٰى اِبْنَهٗ عُبَيْدَاللّٰهِ يَتَنَفَّلُ فِي السَّفَرِ فَلَايُنْكِرُ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۱۲۷۵) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر اپنے بیٹے عبیداللہ کو سفر میں نفل پڑھتے دیکھتے تھے تو ان پر اعتراض نہ کرتے تھے۔ ۱؎ (مالک)

(۱۲۷۵) ۱؎ کیونکہ سفر میں نفل پڑھنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آپ کے صاحب زادے سواری پر ہی نفل پڑھتے تھے یا زمین پر جب پڑھتے جب وقت میں گنجائش ہوتی اس لیے آپ اعتراض نہ کرتے تھے، جن پر اعتراض کیا ہے وہ وہ حضرات تھے جو نفل کی وجہ سے منزل کھوٹی کررہے تھے۔ تتمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لیے تین دن مقرر فرمائی۔ نیز عورت پر بغیر محرم تین دن کی مسافت پر جانا حرام کیا۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی مسافت تین دن کی راہ ہے، یہی احناف کا مذہب ہے۔

بَابُ الْجُمُعَةِ — جمعہ کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ جمعہ ج اور م کے پیش سے جمعٌ سے بنا بمعنی مجتمع ہونا، اکٹھا ہونا چونکہ اس دن تمام مخلوقات وجود میں مجتمع ہوئی کہ تکمیل خلق اسی دن ہوئی۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی اس دن ہی جمع ہوئی نیز اس دن میں لوگ نمازِ جمعہ جمع ہو کر ادا کرتے ہیں، ان وجوہ سے اسے جمعہ کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے اہل عرب اسے عروبہ کہتے تھے چنانچہ ان کے ہاں ہفتہ کے دنوں کے نام حسب ذیل تھے۔ اوّل، اہون، جبار، دبار، مونس، عروبہ، شیاء (اشعہ) نمازِ جمعہ فرض ہے، شعار اسلام میں سے ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے مگر اس کی فرضیت کے لیے کچھ شرائط ہیں۔ چنانچہ یہ نماز مسلمان مرد عاقل بالغ آزاد تندرست شہری پر فرض ہے اس کی ادا کے لیے جماعت آزاد جگہ شہر اور خطبہ شرط ہیں، نہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے اور نہ گاؤں میں جمعہ ادا ہو اس کے مکمل دلائل ہمارے فتاویٰ نعیمیہ میں دیکھو۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِنَا وَ اُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِيْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ وَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ نِ الْيَهُوْدُ غَدًا وَّالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ مُّتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَنَحْنُ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ بَيْدَ اَنَّهُمْ وَ ذَكَرَ نَحْوَهٗ اِلٰى اٰخِرِهٖ

(۱۲۷۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم دنیا میں پیچھے ہیں، قیامت کے دن آگے ہوں گے۔ ۱؎ بجز اس کے کہ انہیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان کے بعد ۲؎ پھر یہ یعنی جمعہ کا ان کا دن بھی تھا جو ان پر فرض کیا گیا تھا، وہ اس میں اختلاف کر بیٹھے، ہمیں اللہ نے اس کی ہدایت دے دی۔ ۳؎ اس میں لوگ ہمارے تابع ہیں، یہودی کل ہیں، عیسائی پرسوں ۴؎ (مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں ہے کہ ہم پیچھے ہیں اور قیامت کے دن آگے جنت میں ہم ہی پہلے جائیں گے۔ ۵؎ اور اس کے سوا کہ انہیں الخ اور

وَفِیْ اُخْرٰی لَهٗ عَنْهُ وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ الْحَدِیْثِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا وَالْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الْمَقْضِیُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ۔

اس کی دوسری روایت میں انہیں سے اور حضرت حذیفہ سے ہے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ ہم دنیا والوں سے پیچھے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہوں گے کہ ہمارا فیصلہ مخلوق سے پہلے ہوگا۔ ۶

(۱۲۷۶) ۱؎ یعنی میں اور میری اُمت یہاں وجود میں پیچھے ہیں کہ ہم آخری نبی اور یہ اُمت آخری اُمت اور وہاں شہود میں پہلے ہوں گے کہ سب سے پہلے ہماری اُمت کا فیصلہ ہوگا اور ساری اُمتوں سے پہلے یہی جنت میں جائے گی۔ ۲؎ یعنی یہود و نصاریٰ کو توریت و انجیل ہم سے پہلے مل گئی، ہمیں قرآن بعد میں دیا گیا تا کہ قرآن ناسخ ہو وہ کتابیں منسوخ اور ان کے عیوب ہم کو معلوم ہوں اور اس اُمت کے عیوب پوشیدہ رہیں اس بعدیت میں بھی اللہ کی رحمت ہے۔ ۳؎ یعنی عظمت والا دن اللہ تعالٰی کے نزدیک جمعہ ہی ہے۔ رب تعالٰی چاہتا تھا کہ میرے بندے یہ دن میری عبادت کے لیے خالی رکھیں مگر یہود و نصاریٰ کو بتایا نہ گیا بلکہ انہیں اختیار دیا گیا کہ تم جو دن چاہو اپنی عبادت کے لیے چن لو یہود نے ہفتہ منتخب کرلیا، نصاریٰ نے اتوار، جمعہ کی طرف کسی کا خیال نہ گیا۔ اللہ تعالٰی نے یہ انتخاب ہم پر نہ چھوڑا بلکہ ہمیں خود جمعہ بتا دیا گیا تا کہ ہم انتخاب میں غلطی نہ کریں بلکہ مرقات نے ابن سیرین سے روایت فرمائی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ کے انصار نے سوچا کہ جب یہودیوں اور عیسائیوں کا عبادت کا دن مقرر ہے تو ہم بھی کوئی دن کیوں نہ مقرر کرلیں۔ انہوں نے جمعہ کے دن حضرت سعد ابن زرارہ کو امام بنا کر ان کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں اور اس دن کا نام بجائے عروبہ کے جمعہ رکھا اس کی تائید ابن خزیمہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ انصار کہتے ہیں سعد ابن زرارہ وہ ہیں جنہوں نے ہجرت سے پہلے مدینہ میں جمعہ پڑھایا اس بناء پر یہاں ھدی لنا اللہ کے معنی یہ ہوں گے کہ رب تعالٰی نے میری اُمت کے خیال کو صحیح فرمایا۔ خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سوموار کو پہنچے اور جمعرات تک بنی عمرو ابن عوف میں مقیم رہے پھر وہاں سے جمعہ کے دن بنی سالم ابن عوف میں تشریف لائے اور اس مسجد میں جمعہ پڑھا جو بطن وادی میں ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جمعہ تھا جو اس مسجد میں ادا ہوا۔ فقیر نے اس کی زیارت کی ہے اور وہاں دو نفل پڑھے ہیں۔ مسجد قبا کے راستے میں ہے، شکستہ حال ہے۔ ۴؎ یعنی ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہمیں ملا اور دوسرا دن یعنی شنبہ یہودیوں کو اور تیسرا دن اتوار یہ عیسائیوں کو جیسے ہمارا دن ان کے دنوں سے پہلے ہے ایسے ہی ہم بھی ان پر مقدم اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہفتہ جمعہ سے شروع ہوتا ہے اور پنج شنبہ پر ختم ۵؎ اس طرح کہ نبیوں سے پہلے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے اور اُمتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پہلے جائے گی پھر دوسری اُمتیں ۶؎ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے جس نے بتایا کہ پیچھے ہونے سے یہ مراد اور پہلے ہونے سے یہ مطلب۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت قیامت میں ہر موقع پر آگے رہے گی کیونکر نہ ہو کہ اصل مقصود یہ اُمت ہے باقی اس کے تابع۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِیْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۲۷۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین وہ دن جس میں سورج نکلے، وہ جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم پیدا ہوئے اسی دن جنت میں گئے اسی دن وہاں سے بھیجے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی ہوگی۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۲۷۷) ۱؎ یعنی پہلے بھی بڑے بڑے واقعات اس دن میں ہی ہوئے اور آئندہ نہایت اہم اور سنگین واقعہ وقوع قیامت کا اسی دن ہوگا اس لیے یہ دن بڑی عظمت والا ہے۔ خیال رہے کہ آدم علیہ السلام کا جنت میں جانا بھی اللہ کی رحمت تھی اور وہاں سے تشریف لانا بھی کیونکہ وہاں سیکھنے گئے تھے' یہاں سکھانے اور خلافت کرنے آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس دن میں دینی اہم واقعات ہو چکے ہوں' وہ دن تا قیامت افضل ہو جاتا ہے اور اس دن میں خوشیاں منانا عبادتیں کرنا بہتر ہوتا ہے۔ دیکھو ماہِ رمضان و شب قدر اس لیے افضل ہیں کہ ان میں قرآن شریف نازل ہوا' مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ شب ولادت شب معراج وغیرہ بہت افضل راتیں ہیں' ان میں عبادات کرنا خوشیاں منانا بہتر ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ يَّسْاَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيْفَةٌ وَّفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا قَالَ اِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَّايُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ يَسْئَلُ اللّٰهَ خَيْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ۔

(۱۲۷۸) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ میں ایک گھڑی ہے جسے بندہ مؤمن نہیں پاتا کہ اس میں اللہ سے خیر مانگے مگر اللہ اسے وہ ضرور دیتا ہے۔ ۱؎ (مسلم بخاری) مسلم نے زیادہ کیا' فرمایا وہ چھوٹی سی گھڑی ہے اور مسلم بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جمعہ میں ایک ساعت ہے جسے مسلمان نہیں پاتا کہ کھڑا ہوا نماز پڑھتا ہو' اللہ سے خیر مانگے مگر اللہ اسے ضرور دیتا ہے۔ ۲؎

(۱۲۷۸) ۱؎ یعنی وہ ساعت قبولیت دعا کی ہے' رات میں روزانہ وہ ساعت آتی ہے مگر دنوں میں صرف جمعہ کے دن یقیناً نہیں معلوم کہ وہ ساعت کب ہے۔ غالب یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان یا مغرب سے کچھ پہلے۔ ۲؎ یعنی اس ساعت میں مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی۔ نمازی متقی کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ فساق و فجار کی جو جمعہ تک نہ پڑھیں' صرف دعاؤں پر ہی زور دیں یُصَلِّیْ میں اسی جانب اشارہ ہے ورنہ نماز کی حالت میں دعا کیسے مانگی جائے گی۔

وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ شَاْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ هِيَ مَا بَيْنَ اَنْ يَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰى اَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۲۷۹) روایت ہے حضرت ابو بردہ ابن ابو موسیٰ سے' فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعے کی ساعت کے بارے میں فرماتے سنا کہ وہ امام کے بیٹھنے سے ادائے نماز کے درمیان ہے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۲۷۹) ۱؎ یعنی جس وقت سے امام منبر پر خطبے کے لیے بیٹھے اس وقت سے نمازِ جمعہ ختم ہونے تک قبولیت کا وقت ہے مگر اس وقت میں تیاری نماز ہوتی ہے نہ کہ نماز نیز دعا بزبان حال ہوگی نہ زبان قال کیونکہ اس وقت نماز کلام سب حرام۔ خیال رہے کہ اس ساعت کے متعلق علماء کے چالیس قول ہیں جن میں دو قول زیادہ قوی ہیں۔ ایک اس وقت کا دوسرے آفتاب ڈوبتے وقت کا۔ حضرت فاطمہ زہرا اس وقت خود حجرے میں بیٹھتیں اور اپنی خادمہ فضہ کو باہر کھڑا کرتیں جب آفتاب ڈوبنے لگتا تو خادمہ آپ کو خبر دیتیں اس کی خبر پر سرکار اپنے ہاتھ اُٹھاتیں صلوٰت اللہ وسلامہ علیٰ ابیھا وعلیھا وعلیٰ سائر اھل بیت النبوۃ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ اِلَی الطُّوْرِ فَلَقِیْتُ كَعْبَ الْاَحْبَارِ فَجَلَسْتُ مَعَهٗ فَحَدَّثَنِیْ عَنِ التَّوْرٰةِ وَحَدَّثْتُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِیْمَا حَدَّثْتُهٗ اَنْ قُلْتُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْهِ اُهْبِطَ وَ فِیْهِ تِیْبَ عَلَیْهِ وَفِیْهِ مَاتَ وَفِیْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا وَهِیَ مُصِیْخَةٌ یَّوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِیْنَ تُصْبِحُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِّنَ السَّاعَةِ اِلَّا الْجِنَّ وَالْاِنْسَ وَفِیْهِ سَاعَةٌ لَّایُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَّهُوَ یُصَلِّیْ یَسْاَلُ اللّٰهَ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ قَالَ كَعْبٌ ذٰلِكَ فِیْ كُلِّ سَنَةٍ یَوْمٌ فَقُلْتُ بَلْ فِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَرَاَ كَعْبٌ نِ التَّوْرَاةَ فَقَالَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ لَقِیْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَحَدَّثْتُهٗ بِمَجْلِسِیْ مَعَ كَعْبِ الْاَحْبَارِ وَمَا حَدَّثْتُهٗ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فَقُلْتُ لَهٗ قَالَ كَعْبٌ ذٰلِكَ فِیْ كُلِّ سَنَةٍ یَّوْمٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ كَذَبَ كَعْبٌ فَقُلْتُ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ كَعْبٌ التَّوْرَاةَ فَقَالَ بَلْ هِیَ فِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ صَدَقَ كَعْبٌ ثُمَّ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَدْ عَلِمْتُ اَیَّةَ سَاعَةٍ هِیَ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِیْ بِهَا وَلَا تَضِنَّ عَلَیَّ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ هِیَ اٰخِرُ سَاعَةٍ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ فَقُلْتُ وَكَیْفَ تَكُوْنُ اٰخِرَ سَاعَةٍ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

دوسری فصل

(۱۲۸۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' فرماتے ہیں میں طور کی طرف گیا ۱؎ تو کعب احبار ۲؎ سے ملا' ان کے پاس بیٹھا' انہوں نے مجھے تورات کی باتیں سنائیں اور میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ۳؎ جو حدیثیں میں نے انہیں سنائیں' ان میں یہ بھی تھا کہ میں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین وہ دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے' اسی میں اُتارے گئے' اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی' اسی میں وفات پائی' اسی میں قیامت قائم ہوگی ۴؎ ایسا کوئی جانور نہیں جو جمعہ کے دن صبح سے آفتاب نکلنے تک قیامت کا ڈرتے ہوئے منتظر نہ ہو۔ ۵؎ جن وانس کے سوا اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مسلمان نماز پڑھتے ہوئے نہیں پاتا کہ اللہ سے کچھ مانگ لے مگر ربّ اسے دیتا ہے۔ کعب بولے کہ یہ ہر سال میں ایک بار ہے' میں نے کہا بلکہ ہر جمعہ میں ہے تو کعب نے توریت پڑھی تو بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ۶؎ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن سلام سے ملا تو میں نے انہیں کعب کے پاس بیٹھنے اور جو کچھ میں نے ان سے جمعے کے بارے میں گفتگو کی' سنائی۔ میں نے کہا کہ کعب بولے یہ ہر سال میں ایک دن ہے تو عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ کعب نے غلط کہا ۷؎ تب میں نے ان سے کہا پھر کعب نے توریت پڑھی تو فرمایا بلکہ وہ ہر جمعہ میں ہے تب عبداللہ ابن سلام بولے کہ کعب نے سچ کہا ۸؎ پھر عبداللہ ابن سلام نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ کونسی ساعت ہے۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا وہ مجھے بتا دیجیے اور بخل نہ کیجیے ۹؎ عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے ۱۰؎ ابو ہریرہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَّهُوَ یُصَلِّیْ فِیْهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنِ سَلَامٍ اَلَمْ یَقُلْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ فَهُوَ فِیْ صَلٰوةٍ حَتّٰی یُصَلِّیْ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فَقُلْتُ بَلٰی قَالَ فَهُوَذٰلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَرَوَی اَحْمَدُ اِلٰی قَوْلِهٖ صَدَقَ کَعْبٌ۔

فرماتے ہیں' میں بولا کہ وہ جمعہ کی آخری ساعت کیسے ہوسکتی ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے۔ ۱۱ عبداللہ ابن سلام بولے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کسی جگہ نماز کے انتظار میں بیٹھے تو وہ نماز پڑھنے تک نماز ہی میں ہے۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے کہا ہاں فرمایا وہ یہی ہے۔ ۱۲ (مالک' ابوداؤد' ترمذی' نسائی) اور احمد نے صدق کعب تک روایت کی۔

(۱۲۸۰) ۱ ظاہر یہ ہے کہ طور سے مراد وہ مشہور طور پہاڑی ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام ربّ تعالٰی سے ہم کلام ہوتے تھے۔ ۲ آپ کا نام کعب ابن ماتع کنیت ابواسحاق قبیلہ حمیر سے ہیں' یہود کے بڑے مشہور عالم تھے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کرسکے' عہد فاروقی میں ایمان لائے اور خلافت عثمانی ۳۲ھ مقام حمص میں وفات پائی لہٰذا آپ تابعین میں سے ہیں۔ ۳ صحابہ کرام مومنین علمائے بنی اسرائیل سے توریت شریف کی وہ آیات سنا کرتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں تاکہ ان سے ایمان تازہ اور دل روشن ہو جن احادیث میں توریت پڑھنے سے حضرت عمر کو منع فرمایا گیا' وہ توریت کی وہ آیات مراد ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں یا اس سے ہدایت لینے کے لیے پڑھنا مراد ہے اب ہدایت صرف قرآن و حدیث میں ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ ۴ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عاشورہ کے دن ہوگی مگر اس کا سنہ بتانے کی اجازت نہ تھی ۵ یعنی جمعہ کے دن ہر جانور منتظر ہوتا ہے کہ شاید آج قیامت ہو جب بخیریت سورج نکل آتا ہے تب سمجھتا ہے کہ آج قیامت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو بھی یہ معلوم ہے کہ قیامت جمعہ کو آئے گی اور انہیں ہمارے دنوں کی بہت خبر رہتی ہے کہ آج فلاں دن ہے۔ ۶ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بگڑی ہوئی توریت میں بھی جمعہ کے فضائل اور اس میں قبولیت کی ساعت کا ذکر تھا مگر حضرت کعب کی یاد نے غلطی کی کہ وہ سمجھے توریت میں یہ ہے کہ سال کے ایک جمعہ میں قبولیت کی ساعت ہوتی ہے' یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں کی خبر دی جو توریت کے چوٹی کے عالم پر چھپی رہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے بتادیں۔ ۷ یہاں کذب بمعنی جھوٹ نہیں ہے بلکہ بمعنی بھول جانا یا غلطی کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک عالم کے غلط فتوے کو دوسرا عالم درست کرکے سائل کو بتاسکتا ہے کہ وہ غلط تھا۔ ۸ سبحان اللہ یہ حضرات بالکل بے نفس تھے' انہیں کسی کی ذات سے عناد نہ تھا اصل مسئلے سے بحث تھی۔ امام بخاری نے بخاری شریف میں جو امام ابوحنیفہ پر تخت لہجہ میں اعتراضات کیے ہیں' انہیں بھی امام اعظم سے عناد نہ تھا' وہ سمجھے کہ یہ مسائل غلط ہیں اور حدیث کے خلاف ہیں اس لیے اس طرح اعتراضات کرگئے' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے لہٰذا اب ہم امام بخاری کو برا نہیں کہہ سکتے۔ ۹ تَضَنَّ ضَنٌّ سے بنا بمعنی بخل۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ (۸۱:۲۴) اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں (کنزالایمان) خیال رہے کہ مال کے بخل سے علم کا بخل زیادہ برا کیونکہ علم خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ نااہل سے علم کے اسرار چھپاؤ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہوجائے گا۔ ۱۰ غالب یہ ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یہ فرمایا ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ توریت میں دیکھ کر یا اپنے بزرگوں سے سن

کرفرمایا ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ آپ کو اسلام لانے کے بعد توریت پر اعتماد نہ رہا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ایسا جرم کر سکتے تھے۔ ۱۱؎ یعنی اس وقت نماز مکروہ ہے کہ نہ فرض جائز نہ نفل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ اسے نماز پڑھتا ہوا پاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز کا ہے لہٰذا آپ کا قول اس حدیث کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲؎ یعنی تمہاری حدیث میں نماز سے حقیقی نماز مراد نہیں بلکہ حکمی نماز مراد ہے چونکہ اس وقت مغرب قریب ہوتی ہے' لوگ مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھتے ہیں تو نماز ہی میں ہوتے ہیں اب اگر دعا مانگ لیں تو نماز میں بھی ہیں اور دعا بھی مانگ رہے ہیں۔خیال رہے کہ اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ یہ ساعت مغرب کے قریب ہوتی ہے' بہتر یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان بھی دعا مانگ لے اور خطبہ اور نماز کے درمیان بھی اور اس وقت بھی ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس ساعت کے بارے میں چالیس قول ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِيْ تُرْجٰى فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَالْعَصْرِ اِلٰى غَيْبُوْبَةِ الشَّمْسِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۲۸۱) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ ساعت جس کی جمعہ کے دن امید کی جاتی ہے' وہ عصر کے بعد سے آفتاب ڈوبنے تک ڈھونڈو۔ ۱؎ (ترمذی)

(۱۲۸۱) ۱؎ خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ساعت سے خبردار ہیں' آپ پر کون سی چیز چھپے گی' یہ ساعت بلکہ ساری ساعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے بنیں چونکہ یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہے اس لیے اس کا اظہار نہ فرمایا جیسے شب قدر تاکہ لوگ اس کی تلاش میں عبادتیں زیادہ کریں۔مرقاۃ نے فرمایا کہ شاید جمعہ میں قبولیت کی ساعتیں بہت ہیں مگر شاندار ساعت پوشیدہ ہے یا گھومتی رہتی ہے' کسی جمعہ میں کسی وقت اور کسی جمعہ میں دوسرے وقت۔

وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَ قَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

(۱۲۸۲) روایت ہے حضرت اوس ابن اوس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بے ہوشی ہے لہٰذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو۔ ۱؎ کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں۔ ۲؎ لوگ بولے یارسول اللہ! ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہوں گے آپ تو رمیم ہو چکے ہوں گے۔(یعنی گلی ہڈی) ۳؎ فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کر دیئے۔ ۴؎ (ابوداؤد'نسائی'ابن ماجہ'دارمی'بیہقی دعوات کبیر) ۵؎

(۱۲۸۲) ۱؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس تاریخ اور جس دن میں کوئی اہم واقعہ کبھی ہو جائے' وہ دن اور تاریخ تاقیامت اہم بن جاتی ہے' دوسرے یہ کہ ان دن اور اس تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے' تیسرے یہ کہ وہ یادگاریں عباوات سے قائم کی جائیں نہ کہ لہو اور کھیل کود سے یعنی اس دن زیادہ عبادتیں کی جائیں۔میلاد شریف' گیارہویں شریف' عید معراج' عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان سب کی اصل یہ حدیث اور قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں۔دیکھو جاء الحق حصہ اول ۲؎ یعنی جمعہ کا

دن تمام دنوں سے افضل کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے اور درود دوسری عبادتوں سے افضل لہٰذا افضل دن میں افضل عبادت کرو کیونکہ اس دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔خیال رہے کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے۔خصوصی قبولیت (مرقاۃ) ۳؎ یہ سوال انکار کے لیے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لیے ہے یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی فقط آپ کی روح شریف پر ہوگی یا روح مع الجسم پر جیسے زکریا علیہ السلام نے رب تعالٰی کی طرف سے بیٹے کی خوش خبری پا کر عرض کیا تھا' خدایا! میرا بیٹا کیسے ہوگا؟ میں بوڑھا ہوں' میری بیوی بانجھ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لیے ہے نہ کہ انکار لہٰذا اس پر روافض کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔خیال رہے کہ اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں' مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے۔وہ بھی فقط روح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر۔(مرقاۃ) ۴؎ لہٰذا ان کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں اور وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔قرآنِ کریم فرما رہا ہے کہ حضرت سلیمان بعد وفات چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی لیکن آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا اس حدیث کی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ انہوں نے آپ کا گوشت کھایا' کوئی اور بیماری تھی کیونکہ پیغمبر کا جسم کیڑا نہیں کھا سکتا جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے' زندگی میں امتحاناً یہ ہوسکتا ہے جیسے تلوار جادو اور ڈنگ ان پر اثر کر دیتے ہیں۔شیخ نے فرمایا اس جملہ کے معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں' وہ زندگی بھی دنیاوی جسمانی اور حقیقی ہے نہ کہ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی اس کی پوری تحقیق جذب القلوب اور تاریخ مدینہ میں ملاحظہ کیجیے۔(اشعۃ) اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور میں حیاتِ انبیاء پر بہت ہی نفیس بحث فرمائی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں مگر نمازیں پڑھتے ہیں' قرآن کی تلاوت کرتے ہیں' ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں۔(مرقاۃ) ۵؎ اس روایت کو ابن حبان' ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے' علیٰ شرط بخاری ہے' نووی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْيَوْمُ الْمَوْعُوْدُ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالْيَوْمُ الْمَشْهُوْدُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَالشَّاهِدُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَاغَرَبَتْ عَلٰى يَوْمٍ اَفْضَلَ مِنْهُ فِيْهِ سَاعَةٌ لَّايُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ يَّدْعُوا اللّٰهَ بِخَيْرٍ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهٗ وَلَا يَسْتَعِيْذُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا اَعَاذَهٗ مِنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَايُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسٰى بْنِ عُبَيْدَةَ وَهُوَ يُضَعَّفُ۔

(۱۲۸۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے اور یوم مشہود عرفے کا دن ہے اور شاہد جمعے کا دن ۱؎ جمعہ سے بہتر کسی دن پر آفتاب طلوع نہیں ہوا ۲؎ اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مومن اللہ سے دعائے خیر کرتے ہوئے نہیں پاتا مگر اللہ اسے قبول کرتا ہے اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر اللہ اسے پناہ دیتا ہے۔ ۳؎ (احمد' ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔موسیٰ ابن عبیدہ کے سوا کسی حدیث سے پہچانی نہ گئی اور وہ ضعیف مانے جاتے ہیں۔ ۴؎

(۱۲۸۳) ۱؎ یعنی سورۂ بروج میں جو فرمایا گیا کہ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ (۸۵: ۲،۳) اور اس دن کی جس میں وعدہ

ہے اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں (کنزالایمان) اس میں یہ تین دن مراد ہیں کہ قیامت مومنوں کے وعدوں کا دن ہے اور کافروں کی وعیدوں کا اور بقرعید کی نویں یعنی عرفہ وہ دن ہے جو سب مسلمانوں کو عرفات میں بُلا تا ہے اور جمعہ خود مومنوں کے گھروں میں پہنچ جاتا ہے لہٰذا عرفہ مشہود ہوا اور جمعہ شاہد اس کی اور بہت تفسیریں ہیں جو ہم نے اپنی تفسیر نور العرفان میں بیان کی ہیں' وہاں مطالعہ کیجیے۔ ۲؎ یعنی تمام دنوں سے جمعہ بہتر ہے' حضرت امام مالک جو فرماتے ہیں کہ سوموار افضل ہے' ان کی مراد جزئی فضیلت ہے لہٰذا ان کا وہ فرمان اس حدیث کے خلاف نہیں' ان کا مطلب یہ ہے کہ دوشنبہ کے طفیل ہمیں جمعہ ملا ۳؎ یہاں مومن فرمایا گیا' پچھلی احادیث میں مسلم۔ پتا لگا کہ یہ دونوں لفظ یہاں ہم معنی ہیں ۴؎ مگر چونکہ اس کو گزشتہ احادیث سے قوت پہنچ گئی لہٰذا اب یہ حسن لغیرہ ہے۔ نیز فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف بھی قبول ہوتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ سَیِّدُ الْاَیَّامِ وَاَعْظَمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَهُوَ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ یَوْمِ الْاَضْحٰی وَیَوْمِ الْفِطْرِ فِیْهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰهُ فِیْهِ اٰدَمَ وَاَهْبَطَ اللّٰهُ فِیْهِ اٰدَمَ اِلَی الْاَرْضِ وَفِیْهِ تَوَفَّی اللّٰهُ اٰدَمَ وَفِیْهِ سَاعَةٌ لَایَسْاَلُ الْعَبْدُ فِیْهَا شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ مَالَمْ یَسْئَلْ حَرَامًا وَفِیْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ مَامِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَلَاسَمَاءٍ وَلَااَرْضٍ وَلَارِیَاحٍ وَلَاجِبَالٍ وَلَابَحْرٍ اِلَّا هُوَ مُشْفِقٌ مِّنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوٰی اَحْمَدُ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخْبِرْنَا عَنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ مَاذَا فِیْهِ مِنَ الْخَیْرِ قَالَ فِیْهِ خَمْسُ خِلَالٍ وَسَاقَ اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ۔

(۱۲۸۴) روایت ہے حضرت ابولبابہ ابن عبدالمنذر سے ۱؎ فرماتے ہیں' فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار اور تمام سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک عیدالفطر' عید بقر اور عیدالاضحیٰ کے دنوں سے بھی بڑا ہے۔ ۲؎ اس میں پانچ اوصاف ہیں' اللہ نے حضرت آدم کو اس میں پیدا کیا اور اللہ نے اس میں حضرت آدم کو زمین کی طرف اُتارا اسی میں اللہ نے حضرت آدم کو وفات دی اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں بندہ کوئی شے نہیں مانگتا مگر ربّ اسے دیتا ہے جب تک کہ حرام چیز نہ مانگے۔ ۳؎ اسی میں قیامت قائم ہوگی' کوئی مقرب فرشتہ آسمان' زمین' ہوائیں' پہاڑ' دریا ایسے نہیں جو جمعے کے دن سے خوف نہ کرتے ہوں۔ ۴؎ (ابن ماجہ) سعد ابن معاذ سے یوں روایت کی کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' عرض کیا ہمیں جمعے کے دن کے بارے میں خبر دیجیے کہ اس میں کیا خوبیاں ہیں۔ ۵؎ تو فرمایا اس میں پانچ صفتیں ہیں اور آخر حدیث تک نقل کی۔

(۱۲۸۴) ۱؎ آپ کا نام رفاعہ ہے' انصاری ہیں' اوسی ہیں' بیعت العقبہ میں حاضر ہوئے' بدر میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ میں رہے' غنیمت میں آپ کا حصہ رکھا گیا' خلافت مرتضوی میں وفات پائی۔ (اکمال) ۲؎ چنانچہ اگر حج جمعہ کو ہو تو اس کا ثواب ستر حجوں کا ہے اور حج اکبر کہلاتا ہے اور اگر شب قدر جمعہ کی شب میں ہو تو بہت برتر ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلی فضیلت کا ذکر ہے' جزئی فضیلت عیدین کو اس پر حاصل ہے۔ خیال رہے کہ یہاں دنوں کا مقابلہ ہے ورنہ شب قدر تمام دن راتوں سے بہت بہتر ہے

یعنی دن جمعہ سب دنوں سے افضل لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں۔ ۳؎ حرام یا تو حلال کا مقابل ہے یعنی اس ساعت میں ناجائز دعائیں قبول نہیں ہوتیں یا بمعنی ممنوع اور ناممکن ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا (۲۱:۹۵) اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کردیا (کنزالایمان) یعنی ناممکن دعا قبول نہیں ہوتی بلکہ ناممکن دعا مانگنا بھی جائز نہیں جیسے کوئی کہے خدایا! تو مجھے نبی یا فرشتہ بنادے۔ (مرقاۃ) بہتر ہے کہ اس ساعت میں جامع دعا مانگے جیسے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۴؎ اس کے فوائد پہلے بیان ہو چکے ہیں اس سے معلوم ہورہا ہے کہ غافل انسان حیوانات' جمادات سے بھی بدتر ہے کہ وہ جمعہ جیسا برکت والا دن غفلت میں گزارتا ہے۔ مقرب فرشتوں کو اس دن خوفِ طبعی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں پانچ کا ذکر حصر کے لیے نہیں۔ جمعہ کے فضائل بے شمار ہیں جن میں سے بہت کچھ ہم نے اپنی تفسیر میں بیان کیے اس جگہ مرقاۃ نے بھی بہت کچھ بیان کیا۔ ۵؎ اس سوال و جواب سے معلوم ہورہا ہے کہ فتویٰ لینا اور دینا صرف فقہی احکام کا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ اور امور کا بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم صرف مسائل میں محدود نہیں' اللہ نے آپ کو سارے علوم بخشے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَيِّ شَيْءٍ سُمِّيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ لِاَنَّ فِيْهَا طُبِعَتْ طِيْنَةُ اَبِيْكَ اٰدَمَ وَفِيْهَا الصَّعْقَةُ وَالْبَعْثَةُ وَفِيْهَا الْبَطْشَةُ وَفِيْ اٰخِرِ ثَلٰثِ سَاعَاتٍ مِنْهَا سَاعَةٌ مَّنْ دَعَا اللّٰهَ فِيْهَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۲۸۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' عرض کیا گیا یارسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کس وجہ سے اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا' فرمایا اس لیے کہ اس میں تمہارے والد حضرت آدم کی مٹی جمع کی گئی۔ ۱؎ اسی میں بے ہوشی اور اُٹھنا ہے اسی میں پکڑ ہے۔ ۲؎ اور اس کی آخری تین گھڑیوں میں ایسی گھڑی ہے جو اس میں اللہ سے دعا مانگے' اس کی قبول ہو۔ ۳؎ (احمد)

(۱۲۸۵) ۱؎ اس طرح کہ حضرت ملک الموت نے ہر قسم کی مٹی میں سے ایک ایک مٹھی لی اور اسے ہر قسم کے پانی سے گوندھا جس دن اس گوندھنے اور خمیر کرنے سے آپ فارغ ہوئے' وہ دن جمعہ تھا اسی لیے بعض شارحین نے طبعت کے معنی خمرت کیے ہیں اور بعض نے جمعت دونوں درست ہیں۔ خیال رہے کہ یہ سارے واقعات بعد میں ہونے والے تھے مگر ربّ تعالیٰ نے اوّل ہی سے اس کا نام جمعہ رکھا چنانچہ قرآنِ کریم نے فرمایا: للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ جیسے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں آئندہ ہونے والی تھیں تو ربّ تعالیٰ نے اوّل ہی سے آپ کا نام محمد اور احمد رکھا اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اس کا نام جمعہ ہوا لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ اس دن میں تمام چیزیں خلقت میں جمع ہوئیں۔ ۲؎ یعنی قیامت کا پہلا نفخہ بھی جمعہ کو ہوگا جس پر سب فنا یا بے ہوش ہوں گے اور دوسرا نفخہ بھی جمعہ کو ہوگا جس میں سب اُٹھیں گے اور ربّ تعالیٰ کا غضب والا فیصلہ کفار کے جہنم میں جانے کا بھی جمعہ کو ہی ہوگا۔ پکڑ سے یہ مراد ہے یا جنگِ بدر جمعہ کو ہوئی جو کفار کی پکڑ تھی خیال رہے کہ قیامت میں نہ سورج ہوگا نہ دن رات لیکن اگر یہ ہوتا اور دن رات ہوتے رہتے تو یہ اٹھنا اور پکڑ وغیرہ جمعہ کو ہوتی لہٰذا حدیث پر چکڑالوی اعتراض نہیں کرسکتے۔ ۳؎ یہاں صاف فرمادیا گیا کہ قبولیت کی گھڑی مغرب سے کچھ پہلے ہے' تین گھڑیاں فرمانے کا منشا یہ ہے کہ انسان پہلے سے دعا کی تیاری کرے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

(۱۲۸۶) روایت ہے حضرت ابودرداء سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ

فَاِنَّهٗ مَشْهُوْدٌ يَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَّمْ يُصَلِّ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں [۱] اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتیٰ کہ اس سے فارغ ہو جائے۔ [۲] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا موت کے بعد بھی فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ [۳] لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں۔ [۴] (ابن ماجہ) [۵]

(۱۲۸۶) [۱] یعنی اس دن میں رحمت اور برکت کے فرشتے اُترتے ہیں اور مسلمانوں کے گھروں، ان کی مجلسوں میں پہنچتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ ذکر میں مشغول ہوں اور قیامت میں ان کے ایمان اور تقویٰ کی گواہی دیں۔ [۲] یعنی یہ نہیں ہوتا کہ درود پہنچانے والا فرشتہ سارے درودوں کا تھیلا ایک دم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچائے بلکہ اگر کوئی سو بار درود شریف پڑھے تو یہ فرشتہ سو بار اس کے اور گنبد خضریٰ کے درمیان چکر لگائے گا اور ہر درود علیحدہ علیحدہ پیش کرے گا۔ (مرقاۃ) اس سے اس فرشتے کی قوتِ رفتار معلوم ہوئی۔ [۳] اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی بیان فرما رہے ہیں یعنی انبیاء بعد وفات زندہ ہی رہتے ہیں لہٰذا تمہارے درود مجھ پر جیسے اب پیش ہو رہے ہیں پھر بھی پیش ہوتے رہیں گے یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اسی لیے ان کی موت کو انتقال یا وفات کہتے ہیں اور ان کی موت کے دن کو عرس کہ وہ دولہا کی طرح یہاں سے وہاں منتقل ہو جاتے ہیں۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ نبی کے جسم کو نہ مٹی کھا سکتی ہے نہ کوئی جانور۔ یعقوب علیہ السلام کا فرمانا "میں ڈرتا ہوں کہ یوسف کو بھیڑیا کھا جائے گا"۔ ظاہر یہ ہے کہ وہاں بھیڑیئے سے مراد خود ان کے بھائی ہیں ورنہ پیغمبر کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ [۴] ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے اور نبی سے مراد جنس نبی ہیں۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات بعد وفات مختلف وقتوں میں مختلف جگہ تشریف فرماتے ہیں۔ یہ عقلاً نقلاً ہر طرح ثابت ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا (۴۳، ۴۵) اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے (کنزالایمان) یعنی اے محبوب! اپنے سے پہلے انبیاء سے یہ مسئلہ پوچھو۔ معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زندہ ہیں کہ آپ ان سے بات چیت و سوال جواب بھی کر سکتے ہیں اور فرمایا ہے: وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (۳۳، ۵۳) اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو (کنزالایمان) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے ان کی وفات کے بعد کبھی نکاح نہ کرو اس آیت نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی بیویاں بدستور ان کے نکاح میں رہتی ہیں، بیوہ نہیں ہوتیں ورنہ ازواجہ نہ فرمایا جاتا۔ نیز ان سے نکاح کی حرمت ماں ہونے کی وجہ سے نہیں، وہ بیویاں احترام میں مائیں ہیں نہ کہ احکام میں ورنہ ان کی میراث اُمت کو ملتی۔ ان کی اولاد سے نکاح حرام ہوتا، یہ آیت حیات النبی کی کھلی دلیل ہے، شب معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا جب سرکار بیت المقدس پہنچے تو انہیں اور سارے پیغمبروں کو وہاں نماز کا منتظر پایا اور پھر جب آسمانوں پر تشریف لے گئے تو چوتھے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کو اور مختلف آسمانوں پر دیگر انبیاء کو اپنا منتظر دیکھا۔ ان قرآنی آیات اور احادیث سے پتا چلا کہ انبیائے کرام بعد وفات زندہ ہوتے ہیں بلکہ ان پر

زندوں کے بعض احکام جاری ہوتے ہیں کہ ان کی بیویاں دوسرا نکاح نہیں کرسکتیں' ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر نمازی سلام عرض کرتا' ہم کلمے میں پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو کہا جاتا کہ اللہ کے رسول تھے غرض کہ اس حدیث کی تائید قرآنی آیات سے بھی ہے اور دیگر عقلی و نقلی دلائل سے بھی۔ خیال رہے کہ آیتِ کریمہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ (۳۰:۳۹) اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں موت سے مراد حسی موت ہے جس پر بعض احکام موت کے جاری ہوجاتے ہیں جیسے غسل کفن' دفن وغیرہ اور یہاں زندگی سے حقیقی زندگی مراد ہے۔ نیز وہاں آیت میں موت سے مراد ہے روح کا جسم سے علیحدہ ہوجانا اور یہاں زندگی سے مراد ہے روح کا جسم وغیرہ میں تصرف کرنا جیسے ہماری سیلانی روح نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو زندہ رکھتی ہے یوں ہی ان کی مقامی روح بوقتِ وفات جسم سے نکل کر بھی زندگی باقی رکھتی ہے لہٰذا نہ تو آیات متعارض ہیں اور نہ حدیث و قرآن میں کچھ تعارض اس لیے اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میت الگ بولا گیا اور دوسروں کے لیے میتون علیحدہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی دوسروں کی طرح ہوتی تو یوں فرمایا جاتا: اِنَّكَ وَاِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ اس حیات کی مفصل تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ دوم میں دیکھیں۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم روح ہیں' سارا عالم جسم ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم جڑ ہیں' سارا عالم درخت ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فنا ہوگئے ہوتے تو عالم بھی ختم تھا جیسے درخت کی سبز شاخیں جڑ کی زندگی کا پتا دیتی ہیں اور جسم کی حس و حرکت روح کا پتا دیتی ہے ایسے عالم کا قیام و بقاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا پتا دے رہا ہے۔ دیکھو جسم کا سوکھا ہوا عضو سڑتا گلتا نہیں کہ ابھی روح سے وابستہ ہے اگرچہ بے کار ہوگیا ہے ایسے ہی ہم گناہ گاروں پر عذابِ الٰہی نہیں آتا کہ اگرچہ ہم بے کار ہیں مگر دامنِ مصطفیٰ پاک سے وابستہ ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِيۡهِمۡ (۸:۳۳) اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو (کنزالایمان) اگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں نہ رہے ہوتے تو ہم پر عذاب آجانا چاہیے تھا' ہماری بدکاریوں کے سبب۔حضرت سلیمان کے متعلق رب فرماتا ہے: مَا دَلَّهُمۡ عَلٰى مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ تَاۡكُلُ مِنۡسَاَتَهٗ (۳۴:۱۴) جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دمیک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی (کنزالایمان) یعنی حضرت سلیمان بعد وفات عصا پر ٹیک لگائے کھڑے رہے' بہت عرصہ کے بعد دیمک نے لاٹھی کھائی تب آپ کا جسم زمین پر آیا اسی عرصے میں نہ جسم بگڑا نہ دیمک نے کھایا' وہ شہداء جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام ہیں جب ان پر فدا ہوکر زندہ جاوید ہوگئے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کیسی اہم ہے' رزق سے مراد رزق حسی ہے یعنی جنتی میوے ان کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں جس سے وہ بہرہ مند رہتے ہیں جب ان کے غلام یعنی شہداء کی روحیں جنت میں پہنچتی ہیں' وہاں کے پھل کھاتی ہیں اور جب مریم کو دنیا میں جنت کے پھل دیئے گئے اور انہوں نے کھائے۔ (قرآن مجید) تو انبیائے کرام خصوصاً سید الانبیاء کے رزق کا کیا پوچھنا۔اصحاب کہف اور ان کا کتا صدہا سال سے سو رہے ہیں' انہیں غیبی رزق بھی برابر پہنچ رہا ہے' سورج ان پر دھوپ نہیں ڈالتا۔ دسمبر' جنوری اور جون و جولائی ان پر سردی گرمی نہیں پہنچاتے۔حضرات انبیاء بعد وفات ان سے اعلیٰ حس والی زندگی رکھتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد وفات اپنی ازواج کا نان نفقہ واجب ہے جیسے زندگی شریف میں تھا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ ہم کسی کے وارث' نہ کوئی ہمارا وارث۔ ہمارے بعد ہماری ازواج کے نفقہ اور عُمّال کی تنخواہوں سے جو بچے وہ صدقہ ہے۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق دفن رہے' میں بے حجاب وہاں جاتی

تھی مگر جب سے جناب عمر دفن ہوئے' میں بے حجاب جاتے عمر سے شرماتی ہوں اگر وہ حضرات زندہ نہیں تو یہ شرم کس سے ہے۔ بعض اولیاء کے اجسام صدہا برس کے بعد اب بھی درست دیکھے جاتے ہیں اگر وہ بالکل مردے ہیں تو جسم گلتا کیوں نہیں۔ حیاتِ نبی پر یہ بارہ دلائل ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب درس القرآن میں دیکھو۔ ۵؎ مرقاۃ نے فرمایا کہ اس کی اسناد نہایت صحیح اور قوی ہے اور یہ حدیث بہت اسنادوں سے مختلف الفاظ میں منقول ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ۔

(۱۲۸۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں کہ جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو مگر اسے اللہ عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ ۱؎ (احمد و ترمذی) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد متصل نہیں۔ ۲؎

(۱۲۸۷) ۱؎ یعنی جمعہ کی شب یا جمعہ کے دن مرنے والے مومن سے نہ حسابِ قبر ہو نہ عذابِ قبر کیونکہ اس دن کی موت شہادت کی موت ہے اور شہید حساب و عذاب سے محفوظ ہے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے' ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ آٹھ شخصوں سے حسابِ قبر نہیں ہوتا جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ۲؎ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں اس حدیث کو بہت اسنادوں سے نقل فرمایا اور فرمایا کہ اسے احمد ترمذی ابن ابی الدنیا ابن وہب بیہقی نے قوی اسنادوں سے نقل کیا' ابونعیم نے حلیہ میں حضرت جابر سے کچھ تھوڑے اختلاف کے ساتھ روایت کیا اور حمید نے کتاب الترغیب میں ایاس ابن بکیر سے مرفوعاً روایت کیا کہ جو جمعہ کے دن فوت ہو جائے' اسے شہید کا ثواب ہے اور عذابِ قبر سے نجات ہے۔ ابن جریج نے عطاء سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مسلمان جمعہ کے دن یا رات میں وفات پائے' وہ عذابِ قبر اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ ربّ تعالٰی سے اس طرح ملے گا کہ اس کے ذمہ کوئی حساب نہ ہوگا اور قیامت میں ایسے آئے گا کہ اس کے ساتھ گواہ ہوں گے اور اس کے چہرے پر نورانی مہر ہوگی۔ (از مرقاۃ ولمعات واشعۃ) لہٰذا یہ حدیث نہایت قوی ہے اور دوسری اسنادوں سے اسے قوت حاصل ہے۔ امام ترمذی کو جو اسناد ملی' وہ متصل نہ ہوگی اور اگر حدیث ضعیف بھی ہوتی تو بھی فضائل میں قبول تھی۔ چہ جائے کہ یہ حدیث تو بہت قوی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَرَءَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الْاٰيَةَ وَعِنْدَهٗ يَهُوْدِيٌّ فَقَالَ لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِيْدًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ يَوْمِ عِيْدَيْنِ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ وَّيَوْمِ عَرَفَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

(۱۲۸۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الایۃ آپ کے پاس ایک یہودی تھا' وہ بولا اگر یہ آیت ہم پر اُترتی تو ہم اسے عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن میں اُتری یعنی جمعہ اور عرفہ کے دن۔ ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۲۸۸) ۱؎ یہودی نے یہ اعتراض کیا کہ مسلمان ناقدرے ہیں اور ہم قدر دان ہیں کہ ان کے قرآن میں ایسی عظیم الشان آیت ہے

جس میں اسلام کے مکمل اور غیر منسوخ ہونے کی خبر دی گئی لیکن انہوں نے اس کے نزول پر کوئی خوشی نہ منائی، ہم ایسے قدر دان ہیں کہ اگر یہ آیت ہماری توریت میں ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن تاقیامت عید مناتے۔ آپ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ بے وقوف! جس دن یہ آیت اُتری ہے اس دن قدرتی طور پر اسلام کی دو عیدیں جمع تھیں، عرفہ کا دن وہ عید اور جمعہ بھی عید۔ خیال رہے کہ یہ آیت حج اکبر کے دن عرفات کے میدان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن تاریخوں میں اللہ کی نعمت ملے انہیں عید بنانا شرعاً اچھا ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ سوال کرنے والے حضرت کعب احبار اور ان کی جماعت تھی جنہوں نے قبولِ اسلام سے پہلے یہ سوال کیا تھا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَّ شَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ يَقُوْلُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ لَيْلَةٌ اَغَرُّ وَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمٌ اَزْهَرُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

(۱۲۸۹) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں کہ جب رجب آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے الٰہی! ہمیں رجب اور شعبان میں برکت دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔ [۱] فرماتے ہیں کہ حضور فرماتے تھے جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمک دار دن ہے۔ [۲] (بیہقی دعوات کبیر)

(۱۲۸۹) [۱] صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ رجب تخم بونے کا مہینہ ہے، شعبان پانی دینے اور رمضان کاٹنے کا کہ رجب میں نوافل میں خوب کوشش کرو، شعبان میں اپنے گناہوں پر رو اور رمضان میں ربّ تعالٰی کو راضی کر کے اس کھیت کو خیریت سے کاٹو، ان کے اس قول کا ماخذ یہ حدیث ہے یعنی رجب میں ہماری عبادتوں میں برکت دے اور شعبان میں خشوع وخضوع دے اور رمضان کا پانا اس میں روزے اور قیام نصیب کر۔ [۲] لہٰذا اس رات میں بھی خوب عبادت کرو اور دن میں بھی۔

بَابُ وُجُوْبِهَا — جمعہ واجب ہونے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

واجب سے مراد فرض ہے۔ فتح القدیر نے فرمایا کہ جمعہ دائمی فریضہ اسلام ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ تاکیدی جس کا منکر بالاتفاق کافر ہے۔ بعض بے وقوفوں نے اسے فرض کفایہ کہا، یہ غلط محض ہے، فرض کفایہ وہ ہے کہ سب پر فرض ہو مگر بعض کی ادا سے سب بَری الذمہ ہو جائیں، جمعہ میں یہ بات نہیں، جمعہ دیہاتیوں وغیرہ پر فرض ہی نہیں اور جن پر فرض ہے ان سب کو پڑھنا پڑے گا جیسے نماز پنج گانہ حائضہ اور نفاس والی عورتوں پر فرض ہی نہیں مگر جن پر فرض ہے، وہ سب پڑھیں لہٰذا نہ نماز پنج گانہ کو فرض کفایہ کہہ سکتے ہیں اور نہ جمعہ کو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُمَا قَالَا سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَّدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْلَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ

(۱۲۹۰) روایت ہے حضرت ابن عمر و ابوہریرہ سے، وہ دونوں فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر کی لکڑیوں پر فرماتے سنا کہ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز رہیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کردے گا پھر وہ غافلوں سے ہو جائیں

لَيَكُوْنَنَّ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

گے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۲۹۰) ۱؎ یعنی جو سستی سے جمعہ ادا نہ کرے اس کے دل پر غفلت کی مہر لگ جائے گی جس کی وجہ سے ان کے دل گناہ پر دلیر ہوں گے اور نیکیوں میں سست۔ خیال رہے کہ یہاں روئے سخن یا تو ان منافقوں کی طرف ہے جو جمعہ میں حاضر نہ ہوتے تھے، یا آئندہ آنے والے مسلمانوں کی طرف ہے ورنہ کوئی صحابی تارک جمعہ نہ تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِى الْجَعْدِ الضُّمَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سَلِيْمٍ وَ اَحْمَدُ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ۔

(۱۲۹۱) روایت ہے حضرت ابوالجعد ضمری سے ۱؎ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تین جمعے سستی سے چھوڑ دے اللہ اس کے دل پر مہر کر دے گا۔ ۲؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور مالک نے صفوان ابن سلیم سے احمد نے ابوقتادہ سے روایت کی۔

(۱۲۹۱) ۱؎ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ کا نام وہب ہے، کنیت ابوجعد قبیلہ بنی ضمرہ ابن بکر ابن عبدمناف سے ہیں، ان کے نام میں بڑا اختلاف ہے، آپ صحابی ہیں اور آپ سے ایک ہی حدیث منقول ہے، جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔ ۲؎ سستی کی قید سے معلوم ہوا کہ معذور کا یہ حکم نہیں۔ مہر سے مراد غفلت کی مہر ہے نہ کہ کفر کی کیونکہ جمعہ چھوڑنا فسق ہے، کفر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ بعض گناہ دل کی سختی کا باعث ہیں اور گناہِ صغیرہ بار بار کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِيْنَارٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِيْنَارٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۲۹۲) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بلاوجہ جمعہ چھوڑ دے تو ایک دینار خیرات کرے اور اگر نہ پائے تو آدھا دینار۔ ۱؎ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۱۲۹۲) ۱؎ اس کی اصل یہ ہے کہ صدقہ کی برکت سے غضب الٰہی کی آگ بجھ جاتی ہے ورنہ اس صدقہ سے جمعہ کا ثواب نہیں مل سکتا اس زمانے میں بعض مفتی مجرموں پر کچھ کفارے کا فتویٰ دیتے ہیں، ان کی اصل یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

(۱۲۹۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جمعہ اس پر ہے جو اذان سنے۔ ۱؎ (ابوداؤد) ۲؎

(۱۲۹۳) ۱؎ یعنی مضافاتِ شہر میں جہاں تک اذان کی آواز پہنچے، ان پر جمعہ فرض ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہر کے آس پاس رہنے والوں پر بھی جمعہ فرض ہے جسے فناء شہر کہتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس شہری نے جمعہ کی اذان سن لی، وہ اب بغیر جمعہ پڑھے سفر کو نہ جائے یا یہ مطلب ہے کہ اذان سنتے ہی دنیوی کاروبار چھوڑ دو، جمعہ کی تیاری کرو یہاں اذان سے دوسری اذان مراد ہے کیونکہ پہلی اذان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی ہی نہیں۔بعض نے فرمایا کہ اس سے اذان اوّل مراد ہے جو زمانہ عثمانی میں پیدا ہونے والی تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے احکام آج بیان فرمادیئے۔ ۲؎ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے مگر بیہقی نے اس کی تائید دوسری حدیث سے کی لہذا اب یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ اٰوَاهُ اللَّیْلُ اِلٰی اَهْلِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ اِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ۔

(۱۲۹۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جمعہ اس پر ہے جسے رات اس کے گھر میں جگہ دے دے۔ ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔

(۱۲۹۴) ۱؎ یعنی جو لوگ شہر سے اتنے فاصلے پر ہوں کہ صبح اپنے وطن سے جائیں' شہر پہنچیں پھر وہاں جمعہ پڑھ کر چلیں اور شام سے پہلے اپنے گھر آجائیں چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے اس کے اطلاق پر ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ نے عمل نہ کیا' صرف شہر والوں اور مضافات شہر والوں پر جمعہ فرض مانا۔

وَعَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰی اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَّمْلُوْكٍ اَوِ امْرَاَةٍ اَوْصَبِیٍّ اَوْمَرِیْضٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ وَائِلٍ۔

(۱۲۹۵) روایت ہے حضرت طارق ابن شہاب سے ۱؎ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ ہر مسلمان پر باجماعت حق ہے' فرض ہے سوائے چار شخصوں کے مملوک غلام' عورت' بچہ' بیمار۔ ۲؎ (ابوداؤد) اور شرح سنہ میں بالفاظ مصابیح بنی وائل کے ایک شخص سے۔

(۱۲۹۵) ۱؎ آپ قبیلہ احمس سے ہیں' کوفی ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے مگر فرمان بہت کم سنے' زمانہ صدیقی و فاروقی میں ۳۴ غزوؤں میں شریک ہوئے' ۸۲ھ میں وفات پائی۔ ۲؎ بیمار سے وہ بیمار مراد ہے جسے مسجد میں آنے میں حرج ہو' یہ مطلب نہیں کہ سر میں درد ہو' جمعہ چھوڑ دو۔ خیال رہے کہ حصر اضافی ہے ورنہ مجنون' مسافر' نابینا اور گاؤں والوں پر بھی جمعہ فرض نہیں لیکن اگر یہ لوگ جمعہ پڑھ لیں تو ان کا فرض ادا ہوجائے گا اور ظہر واجب نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے یعنی امام کے علاوہ تین آدمی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ یَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقُ عَلٰی رِجَالٍ یَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُیُوْتَهُمْ۔

(۱۲۹۶) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کے متعلق فرمایا جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کسی شخص کو حکم دوں' وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر ان لوگوں پر جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں' ان کے گھروں

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ) میں آگ لگا دوں۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۲۹۶) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ فرض ہے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو بلا عذر جمعہ نہیں پڑھتے جیسے اس زمانے کے منافقین اور آج کل کے بہت سے غافل مسلمان اس حدیث کی شرح جماعت کے بیان میں گزر چکی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِي كِتَابٍ لَّايُمْحٰى وَلَايُبَدَّلُ وَفِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ ثَلٰثًا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ.

(۱۲۹۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بلا عذر جمعہ چھوڑ دے وہ اس کتاب میں منافق لکھا جائے گا جس میں نہ محو ہے نہ تبدیلی اور بعض روایات میں ہے کہ تین فرمایا۔ ۱؎ (شافعی)

(۱۲۹۷) ۱؎ یعنی جو تین جمعے بلا عذر چھوڑے وہ منافق عملی ہوگا اور یہ نفاق اس پر ایسا لازم ہوگا کہ پھر اس سے نکلنا مشکل ہوگا اس حدیث کا مطلب ہے کیونکہ جمعہ چھوڑنا منافقوں کا سا کام ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا مَرِيْضٌ اَوْ مُسَافِرٌ اَوِ امْرَاَةٌ اَوْصَبِيٌّ اَوْمَمْلُوْكٌ فَمَنِ اسْتَغْنٰى بِلَهْوٍ اَوْ تِجَارَةٍ نِ اسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ. (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)

(۱۲۹۸) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ کے دن نماز فرض ہے سوا بیمار یا مسافر یا عورت یا بچہ یا غلام کے ۱؎ جو کھیل کود یا تجارت کی وجہ سے لاپرواہ ہو جائے تو اللہ اس سے لاپروا ہو جائے گا' اللہ بے پرواہ لائق حمد ہے۔ ۲؎ (دارقطنی)

(۱۲۹۸) ۱؎ یہاں مسافر کا ذکر بھی آ گیا' مسافر خواہ سفر کر رہا ہو یا سفر میں کسی جگہ عارضی طور پر ٹھہرا ہو' دونوں کا یہی حکم ہے ہاں جمعہ کے دن نماز سے پہلے سفر کرنا مکروہ ہے۔ ۲؎ جو کام نماز سے روکے' وہ کھیل کود ہے خواہ بظاہر کتنا ہی اہم ہو اسی لیے اسلام میں جمعہ کے دن دفتر' کاروبار' بازار بند رہتے ہیں تاکہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے لوگ نماز سے غافل نہ ہو جائیں۔

بَابُ التَّنظِيفِ وَالتَّبكِيرِ صفائی کرنے اور جمعہ کیلئے جلدی جانے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

تنظیف نظافت سے بنا بمعنی صفائی و پاکیزگی اس میں بدن و کپڑا دونوں کی صفائی داخل ہے اور بدن کی صفائی سے مراد غسل، مسواک حجامت، زیرناف کے بال لینا، خوشبو استعمال کرنا وغیرہ ہے کہ یہ تمام کام جمعہ کے دن سنت ہیں، تبکیر باکورہ سے بنا معنی ہر چیز کا اگلا حصہ اسی لیے شروع دن کو بکرہ اور کنواری لڑکی کو باکرہ کہتے ہیں یہاں مراد ہے نمازِ جمعہ کے اوّل وقت سے مسجد میں پہنچ جانا۔ بعض صوفیاء جمعہ کے دن فجر سے ہی مسجد سے نہ آتے تھے یہ تبکیر کا افضل درجہ ہے۔ یہ حضرات غسل وحجامت وغیرہ نماز فجر سے پہلے کر لیتے تھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو اوّل خطبہ پالے اس نے تبکیر پر عمل کرلیا۔

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَّيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْيَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَلَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۲۹۹) روایت ہے حضرت سلمان سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص ۱؎ جمعہ کے دن غسل کرے اور بقدر طاقت صفائی کرے اور اپنے تیل میں سے کچھ لگالے یا اپنے گھر کی خوشبو مل لے ۲؎ پھر مسجد جائے تو دو شخصوں کو الگ نہ کرے۔ ۳؎ پھر جو تقدیر میں لکھی ہے، وہ نماز پڑھے ۴؎ پھر جب امام خطبہ پڑھے تو خاموش رہے۔ ۵؎ اور اب سے دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ بخشے نہ جائیں۔ ۶؎ (بخاری)

(۱۲۹۹) ۱؎ یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا کیونکہ نمازِ جمعہ صرف مردوں پر فرض ہے، عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے، وہاں عبارت یہ ہے من اتی الجمعة من الرجال والنساء اس لیے جمعہ میں عورتوں کو آنا بھی مستحب ہے مگر اب زمانہ خراب ہے، عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں۔ (مرقاۃ) اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتیں سینماؤں، بازاروں، کھیل تماشوں، سکولوں، کالجوں میں جائیں، صرف مسجد میں نہ جائیں، گھروں میں رہیں بلاضرورتِ شرعیہ گھر سے باہر نہ نکلیں اسی لیے فقیر کا یہ فتویٰ ہے کہ اب عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے سے نہ روکو اگر ہم انہیں روکیں تو یہ وہابیوں، مرزائیوں، دیوبندیوں کی مساجد میں پہنچتی ہیں جیسا کہ تجربہ ہوا ان لوگوں نے عورتوں کے لیے بڑے بڑے انتظامات اپنی اپنی مسجدوں میں کیے ہوئے ہیں، عورتوں کو گمراہ کر کے ان کے خاوندوں اور بچوں کو بہکاتے ہیں۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصاً جمعہ کو ملنا سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔ ۳؎ اس طرح کہ نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اس سے سبق لیں۔ ۴؎ تحیۃ المسجد کے نفل یا سنت جمعہ، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے غرضیکہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آئندہ خطبہ سننے کا ذکر ہے۔ فرض جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں۔ ۵؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خطبہ کے وقت

خاموش رہنا فرض ہے لہٰذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے، دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو، وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے پر موقوف نہ فرمایا۔ ۶؎ دوسرے جمعہ سے مراد آئندہ جمعہ ہے یا گزشتہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ بلکہ ابوداؤد کی روایات میں ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (۱۱،۱۱۴) بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں (کنزالایمان)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَاقُدِّرَ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهٗ غُفِرَلَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى وَفَضْلُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۰۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں کہ جو غسل کرے پھر جمعہ کو آئے ۱؎ پھر جو مقدر میں ہے، وہ نماز پڑھے پھر خاموش بیٹھے حتی کہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر اس کے ساتھ نماز پڑھے تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان اور تین دن زیادہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۳۰۰) ۱؎ بعض علماء فرماتے ہیں کہ غسل جمعہ نماز کے لیے مسنون ہے نہ کہ دن جمعہ کے لیے لہٰذا جن پر جمعہ کی نماز نہیں، ان کے لیے غسل سنت نہیں، ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ جمعہ کا غسل نمازِ جمعہ سے قریب کرو حتی کہ اس کے وضو سے جمعہ پڑھو مگر حق یہ ہے کہ غسل جمعہ کا وقت طلوعِ فجر سے شروع ہو جاتا ہے۔ ۲؎ یعنی دس دن کے گناہ کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے، پچھلی حدیث میں آٹھ دن کا ذکر تھا یہاں دس کا مگر دونوں درست ہیں۔ جتنا خشوع زیادہ اتنا ثواب زیادہ یا اوّلاً آٹھ دن کی بخشش کا وعدہ تھا پھر دس دن کا وعدہ ہوا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَلَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَّمَنْ مَّسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۰۱) روایت ہے انہی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وضو کرے تو اچھا کرے ۱؎ پھر جمعہ میں آوے تو خاموش رہے اور کان لگا کر سنے ۲؎ تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہ مع تین دن کی زیادتی کے بخش دیئے جائیں گے جس نے کنکر پکڑے اس نے لغو کیا۔ ۳؎ (مسلم)

(۱۳۰۱) ۱؎ اس طرح کہ وضو کے فرائض سنتیں مستحباب سب ادا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں، سنت ہے جو صرف وضو ہی کرے، وہ گناہ گار نہیں۔ امام مالک کے ہاں یہ غسل واجب ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔ ۲؎ اس طرح کہ اگر دُور ہو تو صرف خاموش رہے اور اگر امام سے قریب ہو کر خطبہ کی آواز آ رہی ہو تو کان لگا کر سنے۔ ۳؎ یعنی خطبہ کے وقت صرف زبان سے خاموشی کافی نہیں بلکہ سکون و اطمینان سے بیٹھنا بھی ضروری ہے، کنکر پتھروں سے کھیلنا بھی ممنوع ہے اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ خطبہ کے وقت دامن یا پنکھے سے ہوا کرنا بھی منع ہے اگرچہ گرمی ہو اس وقت ہمہ تن خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى

(۱۳۰۲) روایت ہے انہی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے

بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِىْ يُهْدِىْ بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِىْ يُهْدِىْ بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

دروازہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں ۱؎ آگے پیچھے آنے والوں کو لکھتے ہیں ۲؎ اور دوپہری میں وہاں پہنچنے والے کی مثال اس کی سی ہے جو اونٹ کی ہدی بھیجے ۳؎ پھر اس کی سی جو گائے کی ہدی بھیجے پھر دُنبے کی پھر مرغی کی پھر انڈے کی خیرات کرے ۴؎ پھر جب امام نکلتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ غور سے سنتے ہیں۔ ۵؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۰۲) ۱؎ یہ فرشتے مخصوص ہیں جن کی ڈیوٹی جمعہ کو لگتی ہے' اعمال لکھنے والے نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی طلوع فجر سے کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض کے نزدیک آفتاب چمکنے سے مگر حق یہ ہے کہ سورج ڈھلنے سے شروع ہوتے ہیں کیونکہ اسی وقت سے وقت جمعہ شروع ہوتا ہے۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ وہ فرشتے سب آنے والوں کے نام جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر اوّلاً سو آدمی ایک ساتھ مسجد میں آئیں تو وہ سب اوّل ہیں۔ ۳؎ یعنی جو سورج ڈھلتے ہی وقت جمعہ داخل ہوتے ہی مسجد میں آ جائے' اسے مکہ معظّمہ اونٹ گائے کی ہدی بھیجنے والے کا ثواب ہے۔ ۴؎ اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ حج صرف امیروں پر فرض ہے اسی لیے ان کی ہدی صرف اونٹ کی ہوگی مگر جمعہ غریبوں پر بھی فرض ہے اسی لیے ان کی یہ ہدی مرغی کے انڈے کی بھی قبول ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ہدی تو صرف اونٹ گائے بکری کی ہوتی ہے یہاں مرغی انڈے کا ذکر کیوں ہوا؟ خیال رہے کہ ہدی قربانی کا وہ جانور ہے جو مکہ معظّمہ ذبح کے لیے بھیجا جائے کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے۔ ۵؎ یعنی جب امام خطبہ کے لیے منبر پر آتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفتر لپیٹ کر انسانوں کے ساتھ خطبہ سننے لگتے ہیں اب جو اس وقت آئے گا نہ اس کا نام ان کے دفتر میں لکھا جائے گا نہ اسے جلد آنے کا ثواب ملے گا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۰۳) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر جمعہ کے دن تو اپنے ساتھی سے کہے کہ چپ رہو جبکہ امام خطبہ پڑھتا ہو تب بھی تم نے بے ہودہ کام کیا۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۰۳) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت دینی بات کرنا بھی منع ہے۔ دیکھو اس وقت خاموشی کا حکم دینا امر بالمعروف ہے مگر منع ہے لہٰذا اس وقت تلاوتِ قرآن سنت و نفل نماز سب ہی منع ہے کہ یہ چیزیں امر بالمعروف سے کم ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس حالت میں بولنے والوں کو ہاتھ سے خاموشی کا اشارہ کرے۔ خیال رہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالتِ خطبہ ایک شخص کو سنتیں پڑھنے کا حکم دیا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر خاموش رہے جیسے حضرات حسنین کی آمد پر آپ نے خطبہ بند کر دیا' انہیں گود میں لے لیا لہٰذا وہ احادیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ یہاں خطبہ جاری رہنے کی حالت مراد ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ خطیب خطبہ روک کر کسی سے کلام کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت عثمان سے خطبہ کی حالت میں پوچھا کہ دیر میں کیوں پہنچے اور صرف وضو کر کے کیوں آئے' غسل کیوں نہیں کیا؟ غرض کہ سامعین کا اور حکم ہے' خطیب کا اور حکم اور خطیب بھی تبلیغی کام کر سکتا ہے' دنیوی نہیں۔

مرقات نے فرمایا کہ خطبہ سے پہلے مؤذن کا لوگوں کو یہ حدیث پڑھ کر سنانا بدعت حسنہ ہے لیکن خطیب کا منبر پہ پہنچ کر لوگوں کو سلام کرنا ناجائز یونہی خطبے کے دوران میں دعائیہ کلمات پر مؤذن کا اونچی آواز سے آمین کہنا منع۔ خیال رہے کہ روافض اپنے خطبوں میں خلفائے راشدین کو گالیاں دیا کرتے تھے، ان کے مقابلے میں اہلِ سنت ان کے نام لے کر ان پر درود بھیجتے ہیں۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ اہلِ بیت اطہار کو خطبہ میں گالیاں دیتے تھے تو انہیں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (۱۶،۹۰) بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا (کنزالایمان) یہ سب بدعتیں ہیں مگر چونکہ انہیں مسلمان اچھا جانتے ہیں اس لیے اچھی ہیں۔ (مرقاۃ) اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ہر بدعت کو حرام کہتے ہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايُقِيْمَنَّ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ يُخَالِفُ اِلٰى مَقْعَدِهٖ فَيَقْعُدُ فِيْهِ وَلٰكِنْ يَقُوْلُ افْسَحُوْا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۰۴) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کے دن تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو نہ اُٹھائے کہ پھر اس کی جگہ جا کر بیٹھ جائے ہاں یہ کہہ دے کہ جگہ میں گنجائش کرو۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۳۰۴) ۱؎ کسی کو اُٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا ہمیشہ ہی منع ہے خصوصاً جمعہ میں زیادہ منع کہ اس دن ایک گناہ کا عذاب بھی ستر گنا ہے ہاں اگر کوئی خود ہی اپنے استاد یا شیخ کے لیے جگہ چھوڑ دے تو ثواب کا مستحق ہے کہ دینی پیشوا کا احترام عبادت ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے عین نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مصلی چھوڑ دیا اور مقتدی بن گئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّاَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِيَابِهٖ وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ اِنْ كَانَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ اَعْنَاقَ النَّاسِ ثُمَّ صَلّٰى مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِىْ قَبْلَهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۳۰۵) روایت ہے حضرت ابوسعید و ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمعہ کے دن غسل کرے وہ اپنے بہترین کپڑے پہنے ۱؎ اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو، لگائے ۲؎ پھر جمعہ میں آئے تو لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے پھر جو اس کے مقدر میں لکھا ہے، نماز پڑھ لے پھر جب امام نکلے تو خاموش رہے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جائے ۳؎ تو اس جمعے اور اگلے جمعہ کے درمیان کا کفارہ ہوگا۔ (ابوداؤد)

(۱۳۰۵) ۱؎ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مرد کے لیے سفید کپڑے بہتر ہیں، عورت کے لیے رنگین مرد کے لیے سرخ و پیلے کپڑے منع ہیں خواہ بننے کے بعد رنگے گئے ہوں یا رنگے ہوئے سوت سے بنے گئے ہوں۔ (مرقاۃ) ۲؎ صرف مرد لگائے عورتوں کو خوشبو لگا کر نکلنا منع ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ خوشبو لوگوں سے مانگے نہیں کہ سوال منع ہے۔ ۳؎ صاحبین کے ہاں خطبہ شروع ہونے سے کلام سلام منع ہے، ان کی دلیل پچھلی حدیثیں تھیں۔ امام اعظم کے نزدیک امام کے خطبے کے لیے نکلنے سے کلام و سلام حرام ہو جاتا ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر مذہب امام اعظم قوی ہے کہ اس میں احتیاط بھی ہے اور دونوں حدیثوں پر عمل بھی

وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاغْتَسَلَ وَبَکَّرَ وَابْتَکَرَ وَمَشٰی وَلَمْ یَرْکَبْ وَدَنٰی مِنَ الْاِمَامِ وَاسْتَمَعَ وَلَمْ یَلْغُ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ خَطْوَۃٍ عَمَلُ سَنَۃٍ اَجْرُ صِیَامِھَا وَقِیَامِھَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔

(۱۳۰۶) روایت ہے حضرت اوس ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمعہ کے دن نہلائے اور نہائے ۱؎ اور جلدی آئے اور جلدی کام کرے ۲؎ اور پیدل آئے سوار نہ ہو ۳؎ اور امام سے قریب بیٹھے اور کان لگا کر سنے ۴؎ اور کوئی بے ہودگی نہ کرے تو اسے ہر قدم کے عوض ایک سال کے عمل روزوں اور شب بیداریوں کا ثواب ملے گا۔ ۵؎ (ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ)

(۱۳۰۶) ۱؎ یعنی نماز سے پہلے بیوی سے صحبت کرے تاکہ وہ بھی نہائے اور یہ بھی نہائے اور جمعہ کے وقت دل میں سکون رہے نگاہیں نیچی رہیں۔ بعض نے فرمایا ان دو لفظوں کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے دھوئے اور خود نہائے، بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ خطمی وغیرہ سے سر دھوئے اور نہائے ۲؎ یعنی مسجد میں بھی جلد حاضر ہو اور جو نیکیاں کرنی ہوں، ذکر، تلاوت، صدقہ خیرات وہ سب کچھ جلدی کرے اسی لیے بعض حضرات زیارت قبور بھی نماز سے پہلے ہی کرتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۳؎ تاکہ ہر قدم پر نیکیاں ملیں، عید کے دن عیدگاہ کو پیدل جانا بھی بہتر ہے۔ ۴؎ تاکہ خطبہ سنے بھی اور خاموش بھی رہے کیونکہ دور والا خاموش تو رہے گا سن نہ سکے گا، کوشش کرے کہ صفِ اوّل میں بیٹھے۔ ۵؎ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، یہ مسجد میں آنے کا ثواب ہے، پچھلی حدیثوں کا مضمون اس کے خلاف نہیں، اجر بقدر عمل ملتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَلٰی اَحَدِکُمْ اِنْ وَّجَدَ اَنْ یَّتَّخِذَ ثَوْبَیْنِ لِیَوْمِ الْجُمُعَۃِ سِوٰی ثَوْبَیْ مِھْنَتِہٖ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَاہُ مَالِکٌ عَنْ یَّحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ۔

(۱۳۰۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی پر کیا دشوار ہے کہ اگر ممکن ہو تو جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے کام کاج کے کپڑوں کے سوا بنالے۔ ۱؎ (ابن ماجہ) اور مالک نے یحیی ابن سعید سے روایت کی۔

(۱۳۰۷) ۱؎ یہ بھی مستحب ہے کہ جمعہ کا جوڑا الگ رکھے جو بوقتِ نماز پہن لیا کرے اور بعد میں اُتار دیا کرے۔ امام زین العابدین تو نمازِ پنج گانہ کے لیے الگ جوڑے رکھتے تھے۔

وَعَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الذِّکْرَ وَادْنُوْا مِنَ الْاِمَامِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَایَزَالُ یَتَبَاعَدُ حَتّٰی یُؤَخَّرَ فِی الْجَنَّۃِ وَاِنْ دَخَلَھَا۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۳۰۸) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خطبے میں حاضر رہو، امام کے قریب بیٹھو کیونکہ انسان دور ہوتا رہتا ہے حتی کہ جنت میں پیچھے بھیجا جائے گا اگرچہ داخل ہو جائے۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۳۰۸) ۱؎ خیال رہے کہ بارگاہِ الٰہی میں اخلاص اور اس کا جوش مقبول ہے نہ کہ فقط ظاہری عمل لہٰذا جو جمعہ میں سستی سے آئے

اور دیر میں پہنچے اگرچہ اس کا جمعہ تو ہو جائے گا مگر وہ ثواب نہ ملے گا جو جلدی پہنچنے والے کو ملتا ہے اس افصح الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کس نفیس طریقہ سے سمجھایا کہ ایسا آدمی اگرچہ جنت میں جائے گا مگر جلدی حاضر ہونے والوں سے پیچھے۔

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ اَنَسِ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِتَّخَذَ جَسَرًا اِلٰى جَهَنَّمَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۱۳۰۹) روایت ہے حضرت معاذ ابن انس جہنی سے، وہ اپنے والد سے راوی ۱؎ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے دوزخ کی طرف پل بنالیا۔ ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۳۰۹) ۱؎ مرقاۃ میں ہے کہ مؤلف سے اس نام سے بھول ہوئی کیونکہ معاذ ابن انس کے والد یعنی انس جہنی صحابی نہیں۔ حق یہ ہے کہ عبارت یوں ہے عن سهل بن معاذ عن ابيه یا یہاں عن ابيه درست نہیں۔ واللہ اعلم۔ ۲؎ یعنی یہ پھلانگنا سخت گناہ ہے اور دوزخ میں جانے کا ذریعہ کیونکہ اس میں مسلمانوں کی توہین بھی ہے اور ایذا بھی ہاں اگر اگلی صفوں میں جگہ ہو اور لوگ سستی سے پیچھے بیٹھ گئے ہوں تو اس جگہ کو پُر کرنے کے لیے یہ آگے جا سکتا ہے کیونکہ یہاں قصور ان بیٹھنے والوں کا ہے نہ کہ اس کا۔

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحَبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۳۱۰) روایت ہے حضرت معاذ ابن انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن اکڑوں بیٹھنے سے منع فرمایا جبکہ امام خطبہ پڑھتا ہو۔ ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد)

(۱۳۱۰) ۱؎ کیونکہ اس بیٹھک میں نیند بھی آتی ہے اور ریح نکلنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ بزرگانِ دین تو فرماتے ہیں کہ دوزانو بیٹھ کر خطبہ سنے، پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھے، دوسرے میں زانوؤں پر ہاتھ رکھے تو انشاءاللہ دو رکعت کا ثواب ملے گا کیونکہ خطبہ فرض ظہر کے دو رکعتوں کے قائم مقام ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَّجْلِسِهٖ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

(۱۳۱۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اونگھے تو اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ ۱؎ (ترمذی)

(۱۳۱۱) ۱؎ یہ حکم استحبابی ہے اور اونگھ دفع کرنے کے لیے یا یہ مطلب ہے کہ یہاں سے اُٹھ جائے، دوسری جگہ جا کر بیٹھ جائے یا یہ مطلب ہے کہ وضو کی جگہ جا کر ہاتھ منہ دھو آئے، مقصود تو نیند دفع کرنا ہے جیسے بھی ہو جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقِيْمَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّقْعَدِهٖ وَيَجْلِسَ فِيْهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ فِي

(۱۳۱۲) روایت ہے حضرت نافع سے، فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو فرماتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی کسی کو اس جگہ سے اُٹھائے اور وہاں خود بیٹھ

الْجُمُعَةِ قَالَ فِي الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا.
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جائے۔ ۱؎ نافع سے کہا گیا کہ کیا جمعہ میں فرمایا جمعہ میں اور غیر جمعہ میں ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۱۲) ۱؎ حدیث کی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ دونوں کام الگ منع ہیں جو صرف اُٹھائے مگر اس کی جگہ بیٹھے نہیں تو ایک گناہ کا مرتکب ہے اور جو بیٹھ بھی جائے وہ دوگناہ کا۔ اس حکم سے وہ صورتیں علیحدہ ہیں جہاں شرعاً اُٹھانا جائز ہو۔ امام اپنے مصلے سے مؤذن اپنی تکبیر کی جگہ سے دوسرے کو ہٹا سکتا ہے' ایسے ہی اگر یہ جگہ پہلے سے کسی اور آدمی کی تھی' وہ اپنا رومال یا پگڑی رکھ کر وضو کرنے گیا' دوسرا اس کی جگہ بیٹھ گیا' وہ اسے اُٹھا سکتا ہے۔ ۲؎ دوسری مجلسوں میں بھی خیال رہے کہ کسی کے گھر جا کر اس کی عزت کی جگہ نہ بیٹھو اگر تم بیٹھ گئے تو صاحبِ خانہ تمہیں وہاں سے اُٹھا سکتا ہے کیونکہ یہ جگہ اس کی اپنی ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من متعدہ فرمایا یعنی بیٹھے ہوئے کو اس کی اپنی جگہ سے نہ ہٹاؤ اور یہاں یہ جگہ اس کی تھی ہی نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِلَغْوٍ فَذٰلِكَ حَظُّهُ مِنْهَا وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِدُعَاءٍ فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ اِنْ شَآءَ اَعْطَاهُ وَاِنْ شَآءَ مَنَعَهُ وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِاِنْصَاتٍ وَسُكُوْتٍ وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُؤْذِ اَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ اِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا وَزِيَادَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَّ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا.
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۳۱۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ میں تین طرح کے شخص آتے ہیں جو وہاں بے ہودگی کے لیے گیا تو اس کا یہی حصہ ہے۔ ۱؎ اور جو شخص وہاں دعا کے لیے حاضر ہوا تو یہ ایسا شخص ہے جس نے اللہ سے دعا مانگی اگر چاہے دے دے چاہے منع کر دے ۲؎ اور وہ شخص جو وہاں سننے اور خاموشی کے لیے گیا نہ کسی مسلمان کی گردن پھلانگی اور نہ کسی کو ایذا دی تو یہ جمعہ اگلے جمعے اور تین دن زیادہ کے لیے کفارہ ہے۔ ۳؎ یہ اس لیے ہے کہ ربّ تعالٰی فرماتا ہے کہ جو نیکی لایا اس کے لیے دس گنا ہے۔ (ابوداؤد)

(۱۳۱۳) ۱؎ یعنی بعض لوگ جمعہ میں محض شغل کے لیے جاتے ہیں اور مسجد و نماز کے آداب کا لحاظ نہیں رکھتے' وہ بجائے ثواب گناہ گار ہو کر لوٹتے ہیں اس میں بہت صورتیں داخل ہیں۔ عورتوں کی تاک جھانک کرنے' جوتا چرانے' محض جلسہ و مجمع دیکھنے' مسجد میں دوستوں سے خوش گپیاں کرنے وغیرہ کے لیے وہاں جانا یا نمازی حکام سے عرض معروض کرنے کہ یہاں باآسانی ان سے ملاقات ہو جائے گی یا مال داروں سے بھیک مانگنے غرض کہ کسی فاسد نیت سے جمعہ میں جانا محرومی کا ذریعہ ہے۔ ۲؎ یہ جملہ تصوف کی جڑ ہے کہ عبادات محض دعاؤں یا حاجت روائی یا مشکل کشائی کے لیے نہ کرو' ربّ کو راضی کرنے کے لیے کرو اگر اس کی رضا نصیب ہوگئی سب کچھ مل جائے گا۔ خیال رہے کہ خطبہ میں زبان سے دعا مانگنا حرام ہے۔ ۳؎ یعنی ان لوگوں کی نیت صرف اطاعت اور عبادت ہے نہ کہ محض دعا مانگنا یہ دعا بھی مانگتے ہیں تو اس لیے کہ ربّ کا حکم ہے' یہ لوگ بہت کامیاب لوٹتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں انصات اور سکوت علیحدہ معنی میں ہیں۔ امام سے دُور فقط خاموش رہے' پاس والا بھی خاموش رہے اور سنے بھی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا وَّالَّذِيْ يَقُوْلُ لَهٗ اَنْصِتْ لَيْسَ لَهُ الْجُمُعَةُ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۳۱۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمعہ کے دن امام کے خطبہ پڑھتے ہوئے باتیں کرتے، وہ اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کا دفتر اُٹھائے۔ ۱؎ اور جو اس سے کہتا ہے خاموش رہو اس کا جمعہ نہیں۔ ۲؎ (احمد)

(۱۳۱۴) ۱؎ جیسے یہ گدھا کتابوں کے علم سے فائدہ نہیں اُٹھاتا صرف بوجھ میں دبتا ہے ایسے ہی یہ شخص خطبہ سے فائدہ نہیں اُٹھاتا، محض آنے جانے کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ بحالتِ خطبہ دینی و دنیوی کوئی گفتگو جائز نہیں۔ امام احمد نے دُور والے سامعین کو جہاں خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو ذکر کی اجازت دی، یہ حدیث ان کے خلاف ہے کیونکہ یہاں کلام مطلق ہے۔ ۲؎ یعنی اس کا جمعہ کامل نہیں کیونکہ یہ اپنی نصیحت پر خود عامل نہیں کہ اوروں کو تو خاموش کررہا ہے، خود بولتا ہے۔ خیال رہے کہ بعض دفعہ صحابہ نے بحالتِ خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی دعا کرائی ہے۔ بعض نے قیامت کے بارے میں کچھ پوچھا ہے، ان کی وہ عرض و معروض یا خطبہ شروع ہونے سے پہلے تھی یا ختم ہونے کے بعد یا وہ سب کچھ اس حدیث سے منسوخ ہے یا ان بزرگوں کی خصوصیات ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، ممانعت کلام کی حدیث کی تائید قرآن پاک سے ہو رہی ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وِاِذَا قرِی القراٰن ۔ (ھٰکَذَا قَالُوْا)

وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُمُعَةٍ مِّنَ الْجُمَعِ يَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طِيْبٌ فَلَا يَضُرُّهٗ اَنْ يَّمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْهُ وَهُوَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مُّتَّصِلًا.

(۱۳۱۵) روایت ہے حضرت عبید ابن سباق سے (مرسلًا) ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعوں میں سے ایک جمعہ میں فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ! یہ وہ دن ہے جسے اللہ نے عید بنایا لہذا نہاؤ اور جس کے پاس خوشبو ہو تو اسے لگانے میں ضرر نہیں۔ ۲؎ اور مسواک لازم پکڑو۔ ۳؎ (مالک) اور ابن ماجہ نے ان سے اور انہوں نے ابن عباس سے متصلًا روایت کی۔

(۱۳۱۵) ۱؎ کیونکہ عبید تابعی ہیں، وہ بغیر صحابی کا ذکر کیے حدیث بیان فرمارہے ہیں، اسی کا نام ارسال ہے۔ ۲؎ یعنی جمعہ ہفتہ کی عید ہے اس میں خوشی، جشن اور مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے اگر میلے کچیلے گئے تو کپڑوں اور جسم کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ بعض حضرات عید میلاد، عرس بزرگان میں نہا کر صاف کپڑے پہن کر جاتے ہیں، ان کی اصل یہ حدیث ہے جب مسلمانوں کے مجمع میں جانا ہو وہاں اچھے لباس اور پاکیزہ جسم سے جانا چاہیے اسی لیے عرفات میں غسل کرنا، صاف کپڑے پہننا سنت ہے۔ نقصان نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عطر و خوشبو عورتوں کے لیے خاص نہیں جیسا کہ اس زمانے میں لوگوں کا خیال تھا اور اس سے بھوت پلید چمٹتے ہیں جیسا کہ مشرکین ہند کا عقیدہ ہے اسی لیے پرانے ہندو عطر نہیں ملتے۔ ۳؎ یعنی جمعہ کے وضو میں مسواک کرو، یہ مطلب نہیں کہ نماز پڑھتے وقت مسواک کرو کیونکہ مسواک سنت وضو ہے نہ کہ سنت نماز جیسا کہ وضو کی بحث میں عرض کیا جاچکا۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَّغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلْيَمَسَّ اَحَدُهُمْ مِّنْ طِيْبِ اَهْلِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَا لْمَآءُ لَهٗ طِيْبٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

(۱۳۱۶) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جمعہ کے دن غسل کریں ۱؎ اور اپنے گھر کی خوشبو سے لگائیں اگر نہ پائیں تو پانی ہی اس کے لیے خوشبو ہے۔ ۲؎ (احمد ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(۱۳۱۶) ۱؎ حقاً اگر وجوب کے لیے ہے تو منسوخ ہے کہ شروع میں جب مسلمانوں پر غریبی بہت تھی' موٹا پہنتے تھے' دھوپ میں کام کرتے تھے تب جمعہ کا غسل فرض تھا پھر فرضیت منسوخ ہوگئی' سنت باقی ہے اور اگر سنت مراد ہے تو حدیث محکم بعض علماء کے نزدیک غسل جمعہ ہر مسلمان کے لیے سنت ہے' نماز کو آئے یا نہ آئے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے مگر یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ یہاں خطاب جمعہ پڑھنے والوں کے لیے ہے۔ نیز ان کے ہاں بھی جمعہ نہ پڑھنے والوں کے لیے خوشبو لگانا سنت نہیں۔ ۲؎ یعنی اگر عطر خریدنے کی طاقت نہ ہو مگر اس کی تمنا ہو تو اسے غسل میں ہی اس کا ثواب بھی ملے گا۔ مقصد یہ ہے کہ عطر کسی سے مانگو مت' گھر میں ہو تو لگا لو ورنہ خیر۔

بَابُ الْخُطْبَةِ وَالصَّلٰوةِ — خطبہ جمعہ اور نماز کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

خطبہ کے لغوی معنی ہیں لوگوں سے خطاب کرنا' شریعت میں اس کلام کو خطبہ کہا جاتا ہے جس میں شہادتیں' نصیحتیں وغیرہ ہوں۔ خطبہ جمعہ کی نماز کے لیے شرط ہے' عیدین کے لیے سنت' نکاح وعظ سے پہلے بھی سنت ہے' مسنون یہ ہے کہ خطبہ جمعہ نماز سے کم ہو' عربی کے سوا اور زبان میں اذان تکبیر خطبہ پڑھنا بدعت قبیحہ کیونکہ خلفائے راشدین نے فارس روم اور حبشہ وغیرہ ایسے ملک فتح کیے جہاں کی زبان عربی نہ تھی لیکن کہیں ثابت نہیں کہ ان ملکوں میں یہ چیزیں غیر عربی میں پڑھی گئی ہوں۔ خطبہ سے مراد صرف وعظ و نصیحت مراد نہیں تاکہ سامعین کا سمجھنا ضروری ہو بلکہ اس کا مقصود اللہ کا ذکر ہے جس کے لیے زبان عربی موزوں ہے۔ قرآن کریم نے خطبہ کو ذکر اللہ فرمایا' وعظ نہیں کہ۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (۶۲'۹) تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو (کنزالایمان) سامعین کو وعظ خطبہ سے پہلے سنالو' خطبہ میں فارسی یا اُردو داخل کر کے شعار اسلامی کیوں بگاڑتے ہو۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۱۷) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھل جانے پر جمعہ پڑھتے تھے۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۳۱۷) ۱؎ یعنی زوال سے پہلے یا زوال کے وقت جمعہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ ظہر کے وقت میں ادا کرتے تھے چونکہ جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے اس لیے اسی وقت میں ادا ہوگا۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ جمعہ آفتاب ڈھلنے سے پہلے جائز نہیں۔ امام احمد کے ہاں وقت جمعہ سورج نکلنے سے شروع ہوجاتا ہے' یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى

(۱۳۱۸) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے' فرماتے ہیں ہم

اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

دوپہر کا کھانا اور آرام جمعہ کے بعد ہی کرتے تھے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۱۸) ۱؎ یعنی جمعہ کے دن ہم دوپہر کا آرام بھی نہ کرتے تھے اور کھانا بھی نہ کھاتے تھے، وہ وقت تیاری جمعہ میں گزارتے تھے یہ دونوں کام نمازِ جمعہ کے بعد کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نمازِ جمعہ سویرے ہی پڑھ لیتے تھے جس کے بعد ناشتہ اور قیلولہ کا وقت آتا تھا کہ یہ معنی گزشتہ حدیث کے خلاف ہیں لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کے مخالف نہیں یعنی کھانے کی وجہ سے نماز آگے نہ کرتے تھے بلکہ نماز کی وجہ سے کھانا اور آرام پیچھے کر دیتے تھے چونکہ جمعہ کے بعد کا یہ کھانا اور آرام ناشتہ اور قیلولہ کا قائم مقام تھا اس لیے اسے ناشتہ اور قیلولہ کہہ دیا گیا ورنہ لغۃً نہ یہ آرام قیلولہ ہے اور نہ یہ کھانا ناشتہ۔ خیال رہے کہ یہ حدیث ان بزرگوں کی انتہائی دلیل ہے جو زوال سے پہلے نمازِ جمعہ جائز مانتے ہیں۔ فقیر کی اس تقریر سے حدیث واضح ہوگئی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۱۹) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سخت سردی ہوتی تو نمازی جلدی پڑھ لیتے اور جب سخت گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈی کرتے یعنی جمعہ کی۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۳۱۹) ۱؎ یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے کہ نمازِ جمعہ ظہر کی طرح سردیوں میں جلدی پڑھو اور گرمیوں میں دیر سے، امام شافعی کے ہاں جمعہ ہمیشہ جلدی پڑھنا سنت ہے لیکن یہ حدیث ان کے سخت خلاف ہے، اس کی کوئی تاویل بھی نہیں ہوسکتی۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ النِّدَآءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوَّلُهٗ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانَ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَآءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَآءِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۲۰) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق و عمر فاروق کے زمانے میں جمعہ کی پہلی اذان جب ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا۔ ۱؎ جب حضرت عثمان کا زمانہ ہوا اور لوگ بڑھ گئے تو آپ نے مقام زوراء پر تیسری اذان زیادہ کی۔ ۲؎ (بخاری)

(۱۳۲۰) ۱؎ یعنی پہلی اذان خطبے کی ہوتی ہے اور دوسری اذان خطبہ کے بعد یعنی تکبیر شریعت میں تکبیر کو بھی اذان کہا جاتا ہے اس حدیث کی بناء پر بعض لوگوں نے کہا کہ خطبہ کی اذان سے تجارتیں اور دنیاوی کاروبار حرام ہوتے ہیں کیونکہ آیتِ کریمہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ الخ جب نازل ہوئی تو پہلی اذان تھی ہی نہیں۔ ۲؎ زوراء کے معنی دُور بھی ہیں اور ٹیڑھا بھی۔ اہلِ عرب کہتے ہیں قوس زوراء ٹیڑھی کمان اور کہتے ہیں ارض زوراء دُور کی زمین یہاں مدینہ منورہ کی وہ جگہ مراد ہے جو مسجد سے دُور اور مسجد کے مقابل سے ہٹی ہوئی بازار میں تھی چونکہ یہ اذان ایجاد کے لحاظ سے تیسری ہے اس لیے اسے ثالث فرمایا گیا۔ ہشام ابن عبدالملک کے زمانہ تک یہ اذان مسجد سے دُور ہوتی رہی، ہشام نے اسے داخل مسجد کیا۔ (مرقاۃ) اب تک یہی رواج ہے اسی لیے اس اذان کو حضرت ابن عمر بدعت فرماتے ہیں یعنی بدعت حسنہ اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کی اذان بھی مسجد سے باہر ہو مگر امام کے مقابل کیونکہ جب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پہلی اذان تھی ہی نہیں تو اگر یہ اذان بھی تکبیر کی طرح اندرون مسجد آہستہ آہستہ ہو جاتی ہو تو باہر والوں کو نماز کی اطلاع کیسے ہوسکتی تھی۔ خیال رہے فتویٰ اس پر ہے کہ تجارتیں اور کاروبار بند کرنا اذانِ اوّل پر فرض ہے کیونکہ اذا نودی مطلق ہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ جب جمعہ کی ندا ہو جائے، کاروبار چھوڑ دو خواہ خطبہ کے وقت ہو یا اس سے پہلے

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهٗ قَصْدًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۲۱) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے تھے جن کے درمیان آپ بیٹھتے تھے۔ ۱؎ قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے' آپ کی نماز بھی درمیانی تھی اور خطبہ بھی درمیان۔ (مسلم)

(۱۳۲۱) ۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ جمعہ کے لیے خطبے دو پڑھے جائیں' دوسرے یہ کہ خطبہ میں قرآن کریم کی آیت بھی تلاوت کی جائے۔ تیسرے یہ کہ خطبے میں وعظ و نصیحت کے الفاظ بھی ہوں' چوتھے یہ کہ خطبہ نہ بہت دراز ہو نہ بہت مختصر' پانچویں یہ کہ دو خطبوں کے درمیان منبر پر بیٹھ کر فاصلہ کرے۔ خیال رہے کہ خلفاء اور صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا ذکر نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ سنت صحابہ بلکہ بدعت حسنہ ہے۔ جس کی وجہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں' یہ ضرور کی جائے جو لوگ ہر بدعت کو حرام کہتے ہیں' وہ اس کو کیا کہیں گے۔

وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۲۲) روایت ہے حضرت عمار سے' فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مرد کا نماز کو لمبا کرنا اور خطبے کو مختصر کرنا اس کے عالم ہونے کی علامت ہے لہذا نماز دراز کرو اور خطبہ مختصر۔ ۱؎ اور بعض بیان جادو ہیں۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۳۲۲) ۱؎ یعنی فرض جمعہ خطبہ جمعہ سے بڑے ہوں کیونکہ نماز مقصود ہے' خطبہ اس کے تابع نیز خطبہ میں خلق سے خطاب ہے اور نماز میں خالق سے عرض و معروض لہذا یہ دراز چاہیے مگر خطبہ اتنا مختصر بھی نہ ہو کہ اس کی سنتیں رہ جائیں۔ ۲؎ یعنی بعض خطبے اور وعظ دلوں پر جادو سا اثر رکھتے ہیں لہذا اسے دراز نہ کرو تاکہ ریاء و فخر پیدا نہ ہو یا یہ مطلب ہے کہ بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں کہ پڑھنے میں تھوڑے اور اثر میں زیادہ لہذا خطبہ چھوٹا ہو مگر مؤثر ہو۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهٗ وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ وَيَقُوْلُ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرِنُ بَيْنَ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۲۳) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز شریف بلند ہو جاتی اور آپ کا غضب سخت ہو جاتا (ایسا معلوم ہوتا) کہ آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں' فرماتے ہیں کہ صبح کو تم پر آن پڑے گا یا شام کو ۱؎ اور فرماتے ہیں کہ میں اور قیامت ان دو کی طرح بھیجا گیا ہوں' اپنی کلمے اور بیچ کی انگلی کو ہلاتے۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۳۲۳) ۱؎ یعنی خطبہ کی نصائح کا اثر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے قلب شریف پر ہوتا تھا جس کی علامتیں آپ کی آواز اور

آنکھوں سے نمودار ہوتی تھیں۔ تبلیغ وہی مؤثر ہوتی ہے جس کا اثر مبلغ کے دل میں ہو۔ خیال رہے کہ یہاں غصہ سے مراد جلالِ الٰہی اور عظمتِ ربانی کی تجلیات کا آپ کے چہرے پر ظاہر ہونا ہے نہ کہ کسی پر ناراض ہونا۔ لشکروں سے مراد حضرت ملک الموت کا لشکر ہے یعنی موت قریب ہے، تیاری کرو صبح کے وقت شام کی امید نہ کرو اور شام کے وقت صبح کی۔ یعنی جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان فاصلہ نہیں ایسے ہی قیامت اب بہت ہی قریب ہے، دنیا کی عمر کا بہت سا حصہ گزر چکا تھوڑا باقی ہے یا جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے پر ظاہر ہیں ایسے ہی قیامت مجھ پر ظاہر ہے میں اس کے حالات اور اس کے آنے کی تاریخ سے خبردار ہوں۔

وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۲۴) روایت ہے حضرت یعلیٰ ابن اُمیہ سے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ آیت پڑھتے سنا ونادوا یملك الخ۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۲۴) ۱؎ اس آیت میں اس پکار کا ذکر ہے جو جہنمی عذاب سے تنگ آکر مالک سے فریاد کریں گے اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ میں ڈرانے والی آیتیں پڑھنا زیادہ بہتر ہے کہ ان سے دل نرم ہوتا ہے۔

وَعَنْ اُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانَ قَالَتْ مَا اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ اِلَّا عَنْ لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُهَا كُلَّ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ اِذَا خَطَبَ النَّاسَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۲۵) روایت ہے حضرت اُم ہشام بنت حارثہ ابن النعمان سے، فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ ق والقران المجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے ہی یاد کی جسے آپ ہر جمعہ کو منبر پر پڑھتے تھے جب کہ لوگوں کو خطبہ فرماتے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۳۲۵) ۱؎ اس طرح کہ کسی خطبہ میں سورۂ ق کی کوئی آیت اور کسی میں دوسری آیت کیونکہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورۂ ق کسی خطبہ میں نہیں پڑھی یہ چونکہ جمعہ میں حاضر رہتی تھیں اس لیے سنتے سنتے اس سورۃ کی حافظہ ہوگئیں۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ اَرْخٰى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۲۶) روایت ہے حضرت عمرو ابن حریث سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن اس حال میں خطبہ دیا کہ آپ پر سیاہ عمامہ تھا جس کے دونوں کنارے اپنے دونوں کندھوں کے نیچے لٹکائے تھے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۳۲۶) ۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خطبہ و نماز عمامہ سے بہتر ہے۔ ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے، دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے، تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے، شملہ ضرور چاہیے، چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ، امیر معاویہ اور حضرت ابودرداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے اسی سنت کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا۔ یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا، آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۳۲۷) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں رسول اللہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَخْطُبُ اِذَا جَآءَ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ وَلْیَتَجَوَّزْ فِیْهِمَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اس حال میں آئے کہ امام خطبہ پڑھنا چاہتا ہو تو دو رکعتیں پڑھ لے اور ان میں اختصار کرے۔[۱] (مسلم)

(۱۳۲۷) [۱] ان دو رکعتوں سے مراد تحیۃ المسجد کے نفل ہیں‘ یخطب کے معنی ارادہ خطبہ ہیں نہ کہ خطبہ پڑھنا کیونکہ خطبہ کی حالت میں کلام‘ وظیفہ نماز نفل سب حرام ہیں۔ چنانچہ مؤطا امام مالک میں حضرت زہری سے مروی ہے کہ امام کا نکلنا نماز کو ختم کر دیتا ہے اور امام کا بولنا کلام کو بند کر دیتا ہے اور ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علی و ابن عمر امام کے نکلنے کے بعد نماز و کلام سب مکروہ کہتے تھے۔ نیز انہی ابن ابی شیبہ نے حضرت عروہ سے روایت کی کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو نماز جائز نہیں اور امام زہری سے روایت کی کہ جو جمعہ کے دن خطبہ کی حالت میں آئے‘ وہ بیٹھ جائے‘ نماز نہ پڑھے۔ امام شافعی و امام احمد نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ جمعہ کے دن تحیۃ المسجد واجب ہے اور بحالتِ خطبہ پڑھی جائیں مگر یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ تحیۃ المسجد جب کبھی بھی واجب نہ ہوئیں تو جمعہ کے دن کیوں واجب ہوں گی۔ نیز اس معنی سے یہ حدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہو جائے گی جو ہم نے عرض کیں۔ نیز جمہور صحابہ و تابعین اس وقت نفل ناجائز کہتے ہیں لہٰذا وہی معنی حدیث کے لیے جائیں جو ہم نے کیے تاکہ یہ حدیث نہ آیتِ قرآنی کے خلاف ہو نہ دیگر احادیث کے۔

(ماخذ از لمعات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ رَکْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۳۲۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے‘ فرماتے ہیں‘ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت نماز کی پائی اس نے نماز پالی۔[۱] (مسلم بخاری)

(۱۳۲۸) [۱] ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز سے مراد نمازِ جمعہ ہے اگرچہ الفاظ حدیث میں جمعہ کا ذکر نہیں اور مطلب یہ ہے کہ جماعت کی ایک رکعت ملنے سے ثواب کامل ملتا ہے ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ جو امام کو التحیات یا سجدہ سہو میں پالے اس نے بھی جمعہ پالیا کیونکہ دوسری جگہ حدیث میں یہ ہے کہ جس قدر تمہیں امام کے ساتھ نماز مل جائے‘ وہ پڑھ لو اور باقی قضا کر لو اسی لیے اگر مسافر مقیم امام کے ساتھ آخری التحیات میں شریک ہو تو وہ چار رکعتیں پڑھے گا‘ معلوم ہوا کہ اس نے جماعت پالی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ خُطْبَتَیْنِ کَانَ یَجْلِسُ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى یَفْرُغَ اُرَاهُ الْمُؤَذِّنَ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَخْطُبُ ثُمَّ یَجْلِسُ وَلَا یَتَکَلَّمُ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَخْطُبُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۳۲۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے‘ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھتے تھے جب منبر پر چڑھتے تو اوّلاً بیٹھتے تھے[۱] حتی کہ فارغ ہو جاتے یعنی مؤذن پھر کھڑے ہوتے تو خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے خطبہ پڑھتے۔[۲] (ابوداؤد)

(۱۳۲۹) ۱؎ مکہ معظمہ کے علاوہ اور جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھتے تھے اور مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے دروازہ کعبہ پر خطبہ پڑھا ہے وہاں منبر امیر معاویہ کی ایجاد ہے جسے صحابہ نے بغیر اعتراض منظور کیا اور جب سے اب تک وہاں بھی خطبہ منبر پر ہی ہو رہا ہے وہاں منبر پر خطبہ سنت امیر معاویہ ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی تین سیڑھیاں تھیں اور آپ تیسری پر کھڑے ہوتے تھے یہی سنت ہے اب تو وہاں منبر کی بہت سیڑھیاں ہیں۔ ۲؎ یہی سنت ہے کہ امام پہلے منبر پر بیٹھے پھر اس کے سینہ کے مقابل خارج مسجد مؤذن اذان کہے پھر امام کھڑا ہو کر دو خطبے دن کے درمیان بیٹھے مگر اس حال میں بھی دنیوی کلام نہ کرے' خاموش رہے یا دل میں کوئی قرآنی آیت پڑھے۔مرقات نے فرمایا کہ آج کل جو بادشاہوں کے نام لینے انہیں عادل کہنے ان کی تعریفیں کرنے کا خطبوں میں رواج ہے' یہ حرام ہے کیونکہ اب بادشاہ ظالم ہیں اور ظالم کو عادل کہنا کفر ہے اور ان کی تعریفیں کرنا جھوٹ اور خوشامد حتی کہ بعض امام فرماتے ہیں کہ اب خطیب سے دُور بیٹھے تا کہ یہ جھوٹ اور فاسقوں کی تعریف نہ سنے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَوٰى عَلَى الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلْنَاهُ بِوُجُوْهِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَّانَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُّحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ وَهُوَ ضَعِيْفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ.

(۱۳۳۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر کھڑے ہوتے تو ہم آپ کی طرف اپنے منہ کر لیتے۔ ۱؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کو ہم صرف محمد ابن فضل کی حدیث سے ہی پہچانتے ہیں اور وہ ضعیف ہے' حدیث بھول جاتا ہے۔

(۱۳۳۰) ۱؎ اس طرح کہ آپ کے سامنے والے تو روبقبلہ رہتے اور دائیں بائیں والے قبلہ سے کچھ پھر کر بیٹھتے تاکہ ان کا منہ امام کی طرف ہو جائے لیکن اب سب ہی روبقبلہ بیٹھتے ہیں تاکہ صفیں سیدھی کرتے وقت دشواری نہ ہو۔

نوٹ: ہمارے ہاں امام کا منبر پر پہنچ کر مقتدیوں کو سلام کرنا منع ہے کیونکہ اس وقت مقتدی جواب نہ دے سکیں گے' امام شافعی کے ہاں جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّاَكَ اَنَّهٗ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهٗ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفَيْ صَلٰوةٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۳۱) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے ۱؎ پھر بیٹھ جاتے تھے پھر کھڑے ہوتے تو کھڑے کھڑے خطبہ پڑھتے جو تمہیں خبر دے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے' وہ جھوٹا ہے۔خدا کی قسم! میں نے تو آپ کے ساتھ دو ہزار نمازوں سے زیادہ نمازیں پڑھیں ۲؎ (مسلم)

(۱۳۳۱) ۱؎ ہر خطبہ کے لیے کھڑا ہونا سنت ہے خواہ خطبہ جمعہ وعیدین ہو یا خطبہ وعظ یا خطبہ نکاح جو شہر جہاد سے فتح ہوئے ہیں وہاں تلوار لے کر خطبہ پڑھے اور جو بخوشی مسلمان ہو گئے وہاں خالی ہاتھ پڑھے۔(مرقاۃ) دوسرے خطبہ کی آواز پہلے خطبہ سے کچھ کم ہو۔

۲؎ یعنی نمازِ پنج گانہ اتنی پڑھیں نہ کہ نمازِ جمعہ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً پانچ سو جمعے پڑھے ہیں اس لیے کہ جمعہ بعد ہجرت شروع ہوا جس کے بعد دس سال آپ کی زندگی شریف رہی اس عرصے میں جمعے اتنے ہی ہوتے ہیں۔ (لمعات)

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اُمِّ الْحَكَمِ يَخْطُبُ قَاعِدًا فَقَالَ انْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الْخَبِيْثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْلَهْوَ نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۳۲) روایت ہے حضرت کعب ابن عُجرہ سے کہ آپ مسجد میں آئے اور عبدالرحمٰن ابن اُم حکم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا تھا ۱؎ فرمایا کہ اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا ہے حالانکہ رب تعالٰی نے فرمایا کہ جب وہ تجارت یا کھیل کو دیکھتے ہیں تو ادھر دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ (مسلم)

(۱۳۳۲) ۱؎ یہ بنی اُمیہ میں سے تھا اور ان کی طرف سے مقرر کردہ خطیب (اشعہ) ۲؎ یعنی خطبہ کھڑے ہوکر پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا عمل شریف بھی ہے اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہے اس لیے کہ یہاں آیت میں قائما سے مراد خطبہ کا قیام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ تجارتی قافلہ کی آمد کا اعلان ہوا سوائے بارہ صحابہ کے تمام لوگ خریداری کے لیے چلے گئے جس کے متعلق یہ آیتِ کریمہ اُتری لہٰذا یہ شخص قرآن و حدیث دونوں کی مخالفت کررہا ہے۔ خیال رہے کہ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ امیر معاویہ جب بہت بوڑھے اور کمزور ہوگئے تو پہلا خطبہ بیٹھ کر پڑھتے تھے اور دوسرا کھڑے ہوکر۔ نیز عثمان غنی کبھی دورانِ خطبہ میں تھک کر بیٹھ جاتے تھے' کچھ دیر بیٹھ کر خطبہ دیتے پھر کھڑے ہوجاتے۔ ان دونوں بزرگوں کے عمل مجبوراً تھے۔ اموی بادشاہوں نے ان دونوں کی دیکھا دیکھی بلاضرورت بیٹھ کر خطبہ دینا شروع کردیا اس بناء پر یہ بزرگ ناراض ہوئے' خطبہ میں قیام سنت ہے' فرض نہیں اسی لیے انہوں نے خطبہ لوٹانے کا حکم نہ دیا۔ (اشعہ)

وَعَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ اَنَّهٗ رَاٰى بِشْرَ ابْنَ مَرْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ فَقَالَ قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَايَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِاَصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۳۳) روایت ہے حضرت عمارہ ابن روبیہ سے کہ آپ نے بشر ابن مروان کو منبر پر اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ تعالٰی ان دونوں ہاتھوں کو خراب کرے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس سے زیادہ نہ کرتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کریں اور اپنی کلمے کی انگلی سے اشارہ کیا۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۳۳۳) ۱؎ اس حدیث سے موجودہ واعظین عبرت پکڑیں جو ہاتھ نچا نچا کر بلکہ خود بھی گھوم ناچ کر وعظ کرتے ہیں' صرف داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرنا چاہیے کہ یہ سنت ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا اسْتَوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ اجْلِسُوْا فَسَمِعَ ذٰلِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَجَلَسَ عَلٰى بَابِ

(۱۳۳۴) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا صاحبو! بیٹھ جاؤ ۱؎ یہ حضرت ابن مسعود نے سن

الْمَسْجِدِ فَرَاٰہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ یَاعَبْدَ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

لیا تو آپ مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ اے عبداللہ ابن مسعود! آ جاؤ۔۲ (ابوداؤد)

(۱۳۳۴) ۱ اس وقت بعض حضرات سنتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھے' بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر تعظیما کھڑے ہوئے' انہیں فرمایا بیٹھ جاؤ۔ (مرقات ولمعات) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بوقت خطبہ سنتیں پڑھنا منع ہیں جیسا کہ ہمارا مذہب ہے دوسرے یہ کہ مقتدی مسجد میں امام کی تعظیم کے لیے اس کی آمد کے وقت کھڑے ہو سکتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا' آئندہ قیام سے منع نہیں کیا۔ تیسرے یہ کہ خطیب کا کھڑا ہونا سنت ہے اور سامعین کا بیٹھنا۔ ۲ سبحان اللہ یہ ہے صحابہ کی اطاعت نبی کہ حضرت ابن مسعود مسجد میں داخل ہو رہے تھے' دروازے پر یہ آواز سنی تو وہیں آپ جوتوں پر بیٹھ گئے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم کریمانہ سے فرمایا کہ ہمارا روئے سخن اور لوگوں سے تھا نہ کہ تم سے اس ادب اور اطاعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے حق میں جس چیز سے ابن مسعود راضی اس سے میں راضی اسی لیے ہمارے امام اعظم سراج الامت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے راشدین کے بعد آپ کے قول کو تمام صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تعال من صف النعال الی مقام الرجال حضرت ابن مسعود اس اطاعت کی بناء پر اب تک حبیب تھے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہو گئے اب تک طالب تھے اب مطلوب ہو گئے۔ شعر

ہر کہ او در عشق صادق آمدہ است
برسرش معشوق عاشق آمدہ است

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَکَ مِنَ الْجُمُعَۃِ رَکْعَۃً فَلْیُصَلِّ اِلَیْھَا اُخْرٰی وَمَنْ فَاتَتْہُ الرَّکْعَتَانِ فَلْیُصَلِّ اَرْبَعًا اَوْقَالَ الظُّھْرَ۔ (رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ)

(۱۳۳۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جمعے کی ایک رکعت پالے تو اس کے ساتھ دوسری ملا لے اور جس کی دونوں رکعتیں جاتی رہیں وہ چار پڑھے یا فرمایا ظہر پڑھے۔ ۱ (دارقطنی)

(۱۳۳۵) ۱ یہ حدیث امام محمد کی دلیل ہے کہ جسے جمعہ کی التحیات ملے بلکہ دوسری رکعت کا سجدہ وہ ظہر ادا کرلے اس نے جمعہ نہیں پایا۔ حضرت شیخین کے نزدیک جو سلام سے پہلے مل جائے' وہ جمعہ ہی پڑھے' ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ نے بروایت ابوسلمہ و ابوہریرہ نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت کھڑی ہو تو بھاگتے ہوئے نہ آؤ' اطمینان سے آؤ جو پالو وہ پڑھ لو جو رہ جائے پوری کرلو اس میں نماز جمعہ وغیرہ سب داخل ہیں۔ یہ حدیث اوّلاً ضعیف ہے جیسا کہ امام نووی نے فرمایا اور اگر صحیح بھی ہو تو یہاں دو رکعتوں کے نہ پانے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا کوئی حصہ نہ ملے' سلام کے بعد یا سلام کی حالت میں پہنچے۔

نوٹ: نماز جمعہ صرف شہر یا اطراف شہر میں ہوسکتی ہے' گاؤں یا جنگل میں ناجائز ہے۔ یہ مسئلہ نہایت معرکہ کا ہے مگر چونکہ اس کے متعلق کوئی حدیث مشکوٰۃ شریف میں نہیں آئی اس لیے ہم بھی چھوڑتے ہیں اگر کسی کو شوق ہو تو ہماری کتاب فتاویٰ نعیمیہ میں دیکھے جہاں ہم نے قرآن ... نفیس ... مخالفین کے تمام اعتراضات کے ... قوی جواب دیئے ہیں۔

بَابُ صَلٰوۃِ الْخَوْفِ — خوف کی نماز کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

لے یعنی جب بحالتِ جہاد یہ خوف ہو کہ اگر سب لشکر باجماعت نماز میں مشغول ہوا تو کفار مار دیں گے تب نماز باجماعت کس طرح پڑھی جائے اور اس پر قریباً ساری اُمت کا اجماع ہے کہ صلوٰۃ خوف تا قیامت باقی ہے ہاں طریقہ ادا میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی افضلیت میں ہے ورنہ جتنے طریقے احادیث میں آئے ہیں جس طرح ادا کرے گا، ہو جائے گی۔ (مرقاۃ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار موقعوں پر نمازِ خوف پڑھی، ذات الرقاع، بطن نخل، عسفان ذی قروع۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَّعَهٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ وَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَهٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ فَجَآءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَرَوَى نَافِعٌ نَحْوَهٗ وَزَادَ فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَانًا مُّسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا قَالَ نَافِعٌ لَا اُرٰى اِبْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذٰلِكَ اِلَّا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۳۶) روایت ہے حضرت سالم ابن عبداللہ ابن عمر سے، وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف غزوہ کیا۔ لے ہم دشمن کے مقابل کھڑے ہوئے اور ان کے سامنے صفیں بنائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھانے کھڑے ہوئے، ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہوگئی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابل رہی۔ ۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے پھر یہ لوگ اس جماعت کی جگہ سے چلے گئے جس نے نماز نہ پڑھی تھی، وہ ادھر آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک رکعت پڑھا دی اور دو سجدے کر لیے پھر آپ نے سلام پھیر دیا پھر ان میں سے ہر ایک کھڑا ہوا اور اپنی ایک رکعت پڑھ لی ۳ اور دو سجدے کر لیے ۴ حضرت نافع نے یونہی روایت کی یہ زیادہ کیا کہ اگر خوف اس سے بھی زیادہ ہو تو غازی پیدل اپنے قدموں پر کھڑے کھڑے یا سوار نماز پڑھ لیں، قبلے کو منہ ہو یا نہ ہو۔ ۵ نافع کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ حضرت ابن عمر نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی روایت کی۔ ۶ (بخاری)

(۱۳۳۶) لے نجد کے لغوی معنی ہیں اونچی جگہ لیکن اصطلاح میں عرب کے ایک صوبہ کا نام ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہاں نجد عراق اور حجاز مراد ہے نہ کہ نجد یمن ۲ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر صحابہ کے دو حصے کر دیئے، ایک کو اپنے پیچھے کھڑا کیا، ایک کو دشمن کے

مقابل نہ کسی کو علیحدہ نماز پڑھنے کی اجازت دی نہ دوسری جماعت کرنے کی نہ دوسرے امام کی اقتداء میں تاکہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کا فیض پالیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جماعت ایسی اہم چیز ہے جو ایسے نازک موقع پر بھی نہ چھوڑی گئی' افسوس ان لوگوں پر جو بلاعذر نماز باجماعت چھوڑ دیں' دوسرے یہ کہ نفل والے کے پیچھے فرض نماز جائز نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دوبار نماز پڑھا دیتے۔ اوّل جماعت کو فرض کی نیت سے اور دوسری کو نفل کی نیت سے' تیسرے یہ کہ جماعت واجب ہے محض سنت نہیں ۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی جماعت نے پہلی رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور دشمن کے مقابل ہوگئے اور دوسرے گروہ نے دوسری رکعت حضور کے ساتھ پڑھی اور دشمن کے مقابل کھڑے ہوگئے اب پہلی جماعت نے اپنی دوسری رکعت بطریق لاحق پوری کر لی پھر دوسری جماعت نے بطریق مسبوق رکعت اوّل پوری کی یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۴؎ اسی ترتیب سے جو ابھی فقیر نے عرض کی کہ پہلے جماعت اوّل نے رکعت اپنی قضا کی پھر جماعت دوم نے جیسا کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں' یہ طریقہ قرآنِ کریم کی اس آیت کے بہت موافق ہے جو صلوٰۃ خوف کے بارے میں آئی۔ ۵؎ یعنی سخت خوف کے موقع پر جب اس طرح نماز پڑھنا بھی ممکن نہ ہو تو غازی نماز قضا نہ کریں' بھاگتے دوڑتے پیدل یا سوار جیسے ہو سکے' پڑھ لیں مگر پڑھیں وقت میں۔ خیال رہے کہ غزوۂ خندق میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچ نمازیں قضا فرما دینا اس خوف کی بناء پر نہ تھا کیونکہ وہاں اس وقت دشمن موجود ہی نہ تھا' وقت تنگ تھا' کھدائی زیادہ تھی۔ نمازوں کا وقت کھدائی میں صرف ہوا لہٰذا واقعہ خندق نہ منسوخ ہے نہ اس کے مخالف کیونکہ جنگ میں غازیوں کو صرف اپنی جانوں کا خطرہ ہوتا ہے اور جنگِ خندق میں سارا مدینہ خطرے میں تھا۔ ۶؎ کیونکہ صحابی کا وہ قول جو عقل سے وراء ہو' حدیث سے مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے اس کی تائید قرآنِ کریم کی آیت سے بھی ہو رہی ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا۔

وَعَنْ يَزِيْدِ ابْنِ رُوْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلٰوةَ الْخَوْفِ اِنَّ طَآئِفَةً صَفَّتْ مَعَهٗ وَطَآئِفَةً وِّجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّتِيْ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَآئِمًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَآءَتِ الطَّآئِفَةُ الْاُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ مِنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ بِطَرِيْقٍ اٰخَرَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۱۳۲۷) روایت ہے حضرت یزید ابن رومان سے' وہ صالح ابن خوات سے راوی ۱؎ وہ ان سے راوی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع کے دن نمازِ خوف پڑھی۔ ۲؎ کہ ایک ٹولہ آپ کے ساتھ صف آرا ہوا اور دوسرا ٹولہ دشمن کے مقابل رہا' آپ نے اپنے ساتھ والے ٹولے کو ایک رکعت پڑھائی پھر یوں ہی کھڑے رہے' انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی پھر چلے گئے۔ ۳؎ اور دشمن کے مقابل صف بستہ ہوگئے پھر دوسرا ٹولہ آیا' آپ نے انہیں رکعت پڑھائی جو آپ کی نماز سے باقی تھی پھر آپ یوں ہی بیٹھے رہے' ان صاحبوں نے اپنی نماز پوری کر لی پھر حضور نے ان سب کے ساتھ سلام پھیرا۔ ۴؎ (مسلم بخاری) بخاری نے دوسری اسناد سے قاسم سے انہوں نے صالح ابن خوات سے انہوں نے سہل ابن ابی حثمہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

(۱۳۳۷) ۱؎ یہ دونوں بزرگ تابعی ہیں، ثقہ ہیں، خوات سے صحابہ ہیں، جنگِ احد وغیرہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ ۲؎ غزوۂ ذات الرقاع ۵ھ میں واقع ہوا چونکہ اس غزوہ میں صحابہ پیدل اور ننگے پاؤں تھے، سفر کرتے کرتے ان کے ناخن جھڑ گئے اور پاؤں پھٹ گئے، انہوں نے پھٹے ہوئے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے پھر یہ راہ طے کیا اس لیے اس کا نام ذات ارقاع یعنی چیتھڑوں اور پیوندوں والا غزوہ ہوا۔ نیز اس کے رستہ میں ایک ایسا پہاڑ اور جنگل پڑا تھا جس میں رنگ برنگے پتھر اور رنگ برنگی زمینیں تھیں اس لیے بھی ذات الرقاع کہا گیا۔ ۳؎ یعنی پہلی جماعت اپنی دو رکعتیں پوری کر کے ایک رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور ایک رکعت تنہا پھر دشمن کے مقابل ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک خاموش منتظر کھڑے رہے، یہ حدیث پہلی روایت کے مقابل مرجوع ہے کہ آیتِ قرآنیہ سے بعید ہے۔ نیز امام کا مقتدیوں کے انتظار میں کھڑا رہنا خلافِ اصول ہے اس لیے امام اعظم نے پہلی روایت کو لیا۔ ۴؎ اس طرح کہ سلام میں صرف یہ دوسرا گروہ شریک ہوا تاکہ پہلے گروہ کو تحریمہ کی فضیلت مل جائے اور اس کو سلام کی نمازِ خوف کا یہ طریقہ امام شافعی و مالک نے اختیار کیا اور امام اعظم نے پہلا طریقہ اس کی وجہ ترجیح ہم پہلے عرض کر چکے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَآءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَةٍ فَاَخَذَ سَيْفَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرَطَهٗ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَخَافُنِيْ قَالَ لَاقَالَ فَمَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ قَالَ فَتَهَدَّدَهٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَمَدَ السَّيْفَ وَعَلَّقَهٗ قَالَ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى بِطَآئِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَاَخَّرُوْا وَصَلّٰى بِالطَّآئِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ رَكْعَاتٍ وَّلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۳۸) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے حتیٰ کہ جب ذات الرقاع میں پہنچے فرماتے ہیں کہ جب ہم کبھی کسی سایہ دار درخت پر پہنچتے تھے تو وہ درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ ۱؎ فرماتے ہیں کہ کفار کا ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سونت لی ۲؎ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں؟ فرمایا نہیں! وہ بولا مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ فرمایا مجھے تجھ سے اللہ بچائے گا۔ ۳؎ فرماتے ہیں کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دھمکایا تو اس نے تلوار میان میں کر کے لٹکا دی۔ ۴؎ فرماتے ہیں کہ پھر نماز کی اذان ہوئی تو آپ نے ایک ٹولے کو دو رکعتیں پڑھا دیں، پھر وہ پیچھے ہٹ گئے اور دوسرے ٹولے کو دو رکعتیں پڑھا دیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں اور قوم کی دو دو رکعتیں۔ ۵؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۳۸) ۱؎ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سایہ میں آرام کریں، باقی لوگ اور درختوں کے نیچے دوپہر گزارتے تھے کیونکہ ان کے ساتھ خیمے اور چھولداریاں نہ تھیں جب بہنے کے لیے جوتے نہ تھے تو خیمے وغیرہ کہاں سے آتے یہاں بھی حسب دستور ایک درخت

کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام کیا۔صحابہ نے اور درخت کے نیچے۔ ۲؎ کیونکہ اس وقت سرکار یا سورہے تھے یا اس طرف سے بے توجہ تھے ۳؎ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل رب تعالٰی پر کیوں نہ ہوتا رب تعالٰی نے آپ سے وعدہ کرلیا تھا: وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (۵،۶۷) اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے (کنزالایمان) اس واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت' آپ کا تکلیفوں پر صبر' جاہلوں پر حلم سب کچھ معلوم ہوا۔ ۴؎ علامہ واقدی نے اس جگہ لکھا کہ اسے قدرتی طور پر ایسی بیماری ہوگئی جس سے تلوار اس کے ہاتھ سے گرگئی اور وہ خود بھی گر گیا۔بعض روایات میں ہے کہ وہ مسلمان ہوگیا اور اس سے بہت خلقت نے ہدایت پائی مگر ابوعمارہ فرماتے ہیں وہ اسلام تو نہ لایا لیکن آئندہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل نہ ہوا۔آپ کے اخلاقِ کریمانہ دیکھ کر کیونکہ وہ تو قتل کا مستحق ہو چکا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کردیا۔ہوسکتا ہے کہ اسے صحابہ نے دھمکایا بھی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت بھی اس پر طاری ہوگئی ہو جس سے پہلے وہ گرگیا۔بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلی دینے پر اُٹھ کر تلوار اس نے خود ہی ٹانگی ہو۔(از مرقاۃ) ۵؎ یہ حدیث مشکلات میں سے ہے کیونکہ اس سے پہلے ذات الرقاع میں دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہو چکا ہے اور یہاں چار کا اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ پچھلی حدیث میں نمازِ فجر کا ذکر تھا اور یہاں نمازِ ظہر کا ذکر ہے کیونکہ ابھی یہاں دھوپ میں آرام کرنے کا ذکر ہو چکا ہے۔نیز یہ حدیث امام شافعی کے بھی مخالف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اگر امام چار رکعتیں پڑھے گا تو مقتدیوں کو چار رکعتیں لامحالہ پڑھنی پڑیں گی اور یہاں ذکر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں پڑھیں اور قوم نے دو دو اس کی توجیہ صرف یہی ہوسکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پندرہ دن ٹھہر کر کفار کے محاصرے کی نیت فرمائی اور اس بناء پر تمام صحابہ نے اور آپ نے چار رکعتیں ہی پڑھیں مگر صحابہ کی ہر جماعت نے دو رکعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھیں اور دو علیحدہ یہاں دو رکعتیں پڑھنے سے یہی مراد ہے اس کے علاوہ اور کوئی توجیہ اشکال سے خالی نہ ہوگی۔بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی جماعت کے ساتھ فرض ادا کیے اور دوسری جماعت کے ساتھ نفل مگر یہ غلط ہے ورنہ پھر درمیان میں سلام پھیرنا چاہیے تھا۔نیز پھر صحابی یہ نہ فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں کیونکہ اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو نمازیں ہوئیں نہ کہ ایک نماز کی چار رکعتیں۔بعض نے فرمایا کہ اس وقت قصر کے احکام آئے نہ تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چار پڑھائیں' دو اپنی اقتداء میں اور دو علیحدہ مگر یہ بھی درست نہیں کیونکہ ذات الرقاع کا غزوہ ۵ یا ۷ھ میں ہے' بعض نے کہا ۸ھ میں ہے کیونکہ اس غزوہ میں ابوموسیٰ اشعری بھی شریک تھے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح خیبر کے بعد آئے ہیں اور فتح خیبر ۷ھ میں ہے۔بعض مؤرخین نے فرمایا کہ غزوۂ ذات الرقاع دوبار ہوا ہے' ایک بار ۵ھ میں اور ایک بار ۷ یا ۸ھ میں' کچھ بھی سہی نمازِ قصر ۵ھ سے پہلے آچکی تھی لہذا جو فقیر نے پہلے عرض کیا' وہ ہی زیادہ قوی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ صَفَّيْنِ وَالْعَدُوُّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَكَعَ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِيْعًا

(۱۳۳۹) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ خوف پڑھائی' ہم نے حضور کے پیچھے دو صفیں بنائیں' دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا ۱؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی ہم سب نے تکبیر کہی پھر حضور نے رکوع کیا اور ہم سب نے رکوع کیا پھر حضور نے

ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَالصَّفُّ الَّذِیْ یَلِیْهِ وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِیْ نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ وَ قَامَ الصَّفُّ الَّذِیْ یَلِیْهِ انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُوْدِ ثُمَّ قَامُوْا ثُمَّ تَقَدَّمَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ وَتَاَخَّرَ الْمُقَدَّمُ ثُمَّ رَکَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَکَعْنَا جَمِیْعًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِیْعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَ الصَّفُّ الَّذِیْ یَلِیْهِ الَّذِیْ کَانَ مُؤَخَّرًا فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِیْ نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ وَالصَّفُّ الَّذِیْ یَلِیْهِ انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدُوْا ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمْنَا جَمِیْعًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

رکوع سے اپنا سر اُٹھایا اور ہم سب نے اُٹھایا پھر آپ اور وہ صف جو آپ سے متصل تھی، سجدہ میں گئے اور پچھلی صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی۲ تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ پورا کرلیا اور آپ سے متصل صف بھی کھڑی ہوگئی تو پچھلی صف سجدہ میں گر گئی پھر یہ لوگ کھڑے ہوئے پھر پچھلی صف آگے ہوگئی اور اگلی صف پیچھے چلی گئی پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم سب نے رکوع کیا پھر حضور نے اور ہم سب نے رکوع سے سر اُٹھایا پھر حضور اور وہ صف جو آپ سے متصل تھی اور جو رکعت اولیٰ میں پچھلی صف تھی، سجدہ میں گئے اور پچھلی دشمن کے مقابل کھڑی رہی۳ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ سے متصل صف نے سجدہ پورا کرلیا تو پچھلی صف سجدہ میں چلی گئی اور انہوں نے سجدہ کرلیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم سب نے اکٹھا سلام پھیرا۔ ۴ (مسلم)

(۱۳۳۹) ۱؎ سارے صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوگئے جن کی لمبی لمبی دو صفیں ہوگئیں، تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع اور قومہ سب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا مگر سجدے میں فرق ہوگیا۔ ۲؎ یعنی اس صف نے سجدہ نہ کیا تاکہ دشمن ٹوٹ نہ پڑے بلکہ یونہی دشمن کے مقابل کھڑی رہی۔ خیال رہے کہ اس صورت میں سارے صحابہ ہتھیار بند نماز پڑھ رہے تھے چونکہ دشمن جانب قبلہ میں تھا اس لیے ایک جماعت کو کہیں جانے کی ضرورت نہ پڑی، کھڑا رہنے والا ٹولہ صرف دشمن کی نگرانی کر رہا تھا اگر اس وقت حملہ ہوتا تو یہ سجدے والوں کو خبر کر دیتا اور سب ایک دم مقابلہ کرتے، یہ نہ ہوتا کہ سجدے والوں کے اوپر سے گزر کر ان کا مقابلہ کرتے۔ ۳؎ بعض شارحین نے کہا کہ ان صفوں کا آگے پیچھے ہٹنا دو قدموں سے تھا نہ کہ تین سے ورنہ نماز جاتی رہتی مگر یہ غلط ہے کیونکہ نمازِ خوف میں چلنے پھرنے کی اجازت دی گئی ہے، یہ تو بڑی خطرناک حالت ہوتی ہے اگر نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو نمازی وضو کے لیے چل بھی سکتا ہے، کعبہ سے پھر بھی سکتا ہے۔ ۴؎ اس صورت میں تمام مقتدیوں کو دونوں رکعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گئیں اور سب تکبیر تحریمہ اور سلام میں امام کے ساتھ شریک رہے۔ یہ واقعہ مقام عسفان کا ہے اور نمازِ خوف کا یہ بھی ایک طریقہ ہے جبکہ دشمن جانب قبلہ ہو مگر ترجیح پہلے طریقہ کو ہوگی کیونکہ وہی آیتِ قرآنی کے زیادہ موافق ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ صَلٰوةَ الظُّهْرِ فِی الْخَوْفِ بِبَطْنِ

(۱۳۴۰) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بطن نخلہ میں نمازِ خوف پڑھاتے تھے ۱؎ تو آپ

نَخْلٍ فَصَلّٰی بِطَآئِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ جَآءَ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

نے ایک ٹولہ کو دو رکعتیں پڑھائیں مگر پھر سلام پھیر دیا پھر دوسرا ٹولہ آیا تو انہیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیرا۔ ۲ (شرح سنہ)

(۱۳۴۰) ۱ یہ کان یصلی ماضی بعید کے معنی میں ہے کیونکہ ایک ہی ظہر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی پڑھائی۔ بطن نخل مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے۔ فقیر نے وہاں کی زیارت کی ہے۔ بعض نے کہا کہ بطن نخل نجد کے عطفان کا ایک حصہ ہے' بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ بطن نخل مدینہ منورہ کا ایک باغ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ان تینوں مقام کا نام بطن نخل ہے لیکن یہ واقعہ طائف کے راستہ کا ہے۔ ۲ امام شافعی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار فرض کی نیت کی' دوسری بار نفل کی چونکہ ان کے ہاں نفل والے کے پیچھے فرض نماز ہوسکتی ہے اس لیے ان صحابہ کے فرض ادا ہوگئے۔ احناف کہتے ہیں کہ شروع اسلام میں ایک فرض نماز دوبار پڑھ لی جاتی تھی' یہ واقعہ اس وقت کا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں دفعہ فرض ہی پڑھائے۔ امام طحاوی نے اسی جواب کو اختیار کیا یا یہ واقعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے' ہر صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پوری نماز پڑھنا چاہتے تھے تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل فرمایا۔ (از مرقاۃ)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بَيْنَ ضَجْنَانَ وَعُسْفَانَ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِهٰؤُلَآءِ صَلٰوةٌ هِىَ اَحَبُّ اِلَيْهِمْ مِّنْ اٰبَآءِ هِمْ وَاَبْنَآءِ هِمْ وَهِىَ الْعَصْرُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ فَتَمِيْلُوْا عَلَيْهِمْ مَيْلَةً وَّاحِدَةً وَّاِنَّ جِبْرَائِيْلَ اَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّقْسِمَ اَصْحَابَهٗ شَطْرَيْنِ فَيُصَلِّىْ بِهِمْ وَتَقُوْمُ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى وَرَآءَهُمْ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ فَتَكُوْنُ لَهُمْ رَكْعَةٌ وَّلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَآئِىُّ.

(۱۳۴۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضجنان وعسفان کے درمیان اُترے ۱ تو مشرکین بولے کہ ان کی ایک نماز ہے جو انہیں اپنے باپ بیٹوں سے زیادہ پیاری ہے یعنی عصر تو اپنی طاقت جمع کرلو اور ان پر ایک دم ٹوٹ پڑو۔ ۲ ادھر حضرت جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنے صحابہ کو دو گروہوں میں بانٹ دیں' انہیں اس طرح نماز پڑھائیں کہ دوسرا ٹولہ ان کے پیچھے رہے جو اپنا بچاؤ اور ہتھیار لیے رہیں۔ ۳ ان سب کی ایک ایک رکعت ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعتیں۔ ۴ (ترمذی' نسائی)

(۱۳۴۱) ۱ ضجنان مکہ معظمہ کے پاس ایک پہاڑ ہے جس میدان میں یہ پہاڑ واقعہ ہے اس کو بھی ضجنان کہتے ہیں اور عسفان مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور مقام ہے جو مکہ معظمہ سے دو منزل فاصلہ پر ہے۔ پہلے حجاج اسی رستہ سے مدینہ منورہ جاتے تھے۔ ۲ یہ ان کا آپس کا مشورہ تھا یعنی یہ مسلمان مرنا قبول کرتے ہیں مگر اس نماز کو نہیں چھوڑتے' یہ راز یا تو منافقین نے انہیں بتایا ہوگا جو مسلمانوں کی خبریں خفیہ طور پر مشرکوں کو بھیجتے رہتے تھے یا کسی اور ذریعہ سے انہیں پتا لگ گیا ہوگا اسی کو قرآن کریم اس طرح بیان فرما رہا ہے وَدَّ

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِکُمْ وَاَمْتِعَتِکُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْکُمْ مَّیْلَۃً وَّاحِدَۃً (۴؍۱۰۲) کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں (کنزالایمان) ۳؎ یعنی یہ دونوں جماعتیں الگ الگ تکبیر تحریمہ کہیں پہلی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہے اور دوسری جماعت دوسری رکعت میں۔ بعض شارحین نے سمجھا کہ سب ایک ساتھ تحریمہ کہہ لیں مگر یہ قرآنِ کریم کی آیت کے خلاف ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلْتَاْتِ طَآئِفَۃٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَکَ (۴؍۱۰۲) اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک جماعت میں شریک نہ تھی (کنزالایمان) خیال رہے کہ ان کے پیچھے رہنے سے مراد دشمن کے مقابلے میں کھڑا ہونا ہے لہٰذا حدیث واضح ہے۔ ۴؎ یہ حدیث وہی ہے جو شروع باب میں آچکی، یہی ظاہر قرآن کے بہت موافق ہے اسی طریقہ کو امام اعظم ابوحنیفہ نے اختیار فرمایا الحمدللہ کہ باب کے شروع اور آخر کی حدیث مذہب احناف کی دلیل ہے۔

بَابُ صَلٰوۃِ الْعِیْدَیْنِ — عیدین کی نماز کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

عید عود سے بنا بمعنی لوٹنا چونکہ یہ خوشی کا دن ہے اس لیے نیک فالی کے لیے اسے عید کہا گیا یعنی بار بار لوٹنے والی اب ہر خوشی کے اجتماع کو عید کہہ دیتے ہیں جیسے عید میلاد، عید معراج، ایک شاعر کہتا ہے۔ شعر

عید و عید و عید صرن مجتمعا

وجہ الحبیب یوم العید والجمع

قرآن شریف میں ہے: تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا (۵؍۱۱۴) وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی (کنزالایمان) نماز عید واجب ہے، عید الفطر عبادات رمضان کی توفیق ملنے کے شکریے کی ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ (۲۲؍۳۷) تم اللہ کی بڑائی بولو کہ اس پر تم کو ہدایت فرمائی (کنزالایمان) اور بقرعید حضرت ابراہیم و اسماعیل الصلوۃ والسلام کی کامیابی کے شکریہ میں ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ھ میں جبکہ شعبان میں روزہ رمضان فرض ہوئے پہلے نماز عید پڑھی پھر بقرعید، نمازِ عید کے شرائط جمعہ کے سے ہیں ہاں خطبہ جمعہ شرط ہے اور خطبہ عید سنت، خطبہ جمعہ نماز سے پہلے ہے اور خطبہ عید نماز کے بعد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کبھی نہ چھوڑی، بقرعید حج میں چھوڑی کیونکہ حاجی پر نماز بقرعید نہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَبْدَاُ بِہِ الصَّلٰوۃُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِھِمْ فَیَعِظُھُمْ وَیُوْصِیْھِمْ وَیَاْمُرُھُمْ وَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَہٗ اَوْ یَاْمُرُ بِشَیْءٍ

(۱۳۴۲) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید بقرعید کے دن عیدگاہ تشریف لے جاتے ۱؎ تو پہلی چیز جس سے شروع فرماتے، نماز ہوتی پھر لوگ فارغ ہوتے تو لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے۔ ۲؎ انہیں نصیحت اور وصیت فرماتے، احکام دیتے اور لشکر چھانٹنے کا ارادہ ہوتا تو وہاں ہی

اَمَرَبِہٖ ثُمَّ یَنْصَرِفُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

چھانٹ لیتے یا کچھ حکم کرنا چاہتے تو اس کا حکم کرتے پھر واپس ہوتے۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۴۲) ۱؎ جو شہر سے باہر جگہ تھی' اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ عیدین جنگل میں افضل ہے۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں نمازِ عید نہ پڑھی حالانکہ وہ جگہ تمام مسجدوں سے بہتر ہے' الا مسجد حرام' اب مدینہ پاک میں عیدگاہ مشہور ہے۔ ۲؎ یعنی نمازِ عید پہلے پڑھتے' خطبہ بعد میں مگر خطبہ عید منبر پر نہ تھا کیونکہ اس زمانے میں نہ تو عیدگاہ میں منبر بنا' نہ مسجد نبوی سے وہاں پہنچایا گیا اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ عیدگاہ کا منبر بدعت حسنہ ہے' فتح القدیر میں ہے کہ وہاں منبر بنانا جائز مگر شہر سے لے جانا ممنوع و مکروہ وہاں کے منبر کا موجد مروان ابن حکم ہے۔ ۳؎ سبحان اللہ ہماری مسجدیں اور عیدگاہ سیاست و عبادت کا مرکز تھیں' وہیں سے نمازی بنتے تھے' وہیں سے غازی۔ مطلب یہ ہے کہ عیدگاہ میں ہی سپاہیوں کی بھرتی ہو جاتی اور وہاں سے ہی لشکر اسلام کی روانگی کی تاریخیں مقرر ہو جاتیں مگر یہ تمام کام خطبہ کے بعد ہوتے نہ کہ دورانِ خطبہ میں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۴۳) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دو عیدوں سے زیادہ پڑھیں بغیر اذان کے اور بغیر تکبیر کے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۳۴۳) چونکہ امیر معاویہ کے زمانے میں زیاد نے عیدین میں اذان شروع کر دی تھی اس کی تردید کے لیے صحابہ کرام بار بار یہ فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔ الحمد للہ کہ زیاد کی یہ بدعت چلی نہیں۔ خیال رہے کہ اگر نمازِ عید کی اطلاع گولوں یا طبل یا اعلان سے کر دی جائے' کوئی مضائقہ نہیں مگر اذان و تکبیر سوائے نمازِ پنج گانہ اور جمعہ کسی نماز کے لیے نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۱۳۴۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر و عمر عیدین کی نماز خطبے سے پہلے پڑھتے تھے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۴۴) ۱؎ اگرچہ حضرت عثمان غنی و علی مرتضیٰ نے بھی یوں ہی عمل کیا مگر چونکہ یہ دو حضرات صحابہ کی نگاہ میں بہت ہی عظمت والے مشائخ میں سے تھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا۔ بعض شارحین نے سمجھا کہ حضرت عثمان نے خطبہ نماز سے پہلے پڑھا' بعض نے کہا کہ خلافت عثمانی میں مروان نے یہ حرکت کی مگر اس کا ثبوت نہیں یونہی مشہور ہے ہاں مروان جب امیر معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا تب اس نے ایسا کیا تھا اور وہ بھی اس لیے کہ بعد نماز لوگ خطبہ سنتے نہ تھے' جانے میں جلدی کرتے تھے پھر بھی صحابہ نے اس پر سخت اعتراضات کیے آخرکار وہ طریقہ مٹ ہی گیا' اللہ اپنے حبیب کی سنتوں کا حافظ ہے۔ (از مرقاۃ وغیرہ)

وَسُئِلَ بْنُ عَبَّاسٍ اَشَهِدْتَّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَ قَالَ نَعَمْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ

(۱۳۴۵) حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید میں حاضر ہوئے' فرمایا ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو نماز پڑھی پھر

يَذْكُرْ اَذَانًا وَّلَا اِقَامَةً ثُمَّ اَتَى النِّسَآءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَاَيْتُهُنَّ يُهْوِيْنَ اِلٰى اٰذَانِهِنَّ وَحُلُوْقِهِنَّ يَدْفَعْنَ اِلٰى بِلَالٍ ثُمَّ ارْتَفَعَ هُوَ وَبِلَالٌ اِلٰى بَيْتِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

خطبہ دیا اذان اور تکبیر کا آپ نے ذکر نہ فرمایا پھر عورتوں میں تشریف لے گئے تو انہیں وعظ ونصیحت کی اور صدقے کا حکم دیا میں نے عورتوں کو دیکھا کہ اپنے کانوں اور گلے کی طرف ہاتھ بڑھاتیں اور بلال کی طرف زیور پھینک دیتیں پھر آپ اور بلال اپنے گھر واپس ہوتے۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۴۵) ۱؎ چونکہ عورتوں کی صفیں مردوں سے پیچھے ہوتی تھیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کی آواز وہاں تک نہ پہنچتی تھی لہٰذا یہاں سے فارغ ہوکر ان میں جاکر علیحدہ وعظ فرماتے تھے' انہیں خصوصیت سے صدقہ وخیرات کا حکم دیتے تھے جس کی وجہ اگلی احادیث میں آرہی ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں صدقہ سے مراد فطرہ نہیں ہے کیونکہ وہ تو نمازِ عید سے پہلے ادا کیا جاتا ہے۔ نیز ان بیبیوں نے یہ حکم سن کر اپنے زیور پیش کیے ہیں اگر فطرہ یا زکوٰۃ ہوتی تو حساب سے دی جاتی۔ غالب یہ ہے کہ یہ صدقہ اسلامی فوجوں کے لیے تھا۔ ۲؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کا حکم دیتے اور حضرت بلال وصول کرتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت بغیر خاوند کی اجازت خیرات کرسکتی ہے' اپنے مال سے تو بہرحال اور خاوند کے مال سے جب جبکہ اسے عرفی اجازت ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد وعیدگاہ میں چندہ کرنا جائز ہے اور اپنے لیے سوال کرنا حرام۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کرنا عورتوں پر فرض نہ تھا کیونکہ آپ ان کے لیے مثل والد کے تھے۔ حضرت بلال غالبًا اپنا منہ ڈھکے ہوتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وعظ خطبہ نہ تھا' وہ تو ہو چکا تھا بلکہ نصیحت کے طور پر تھا' ان بزرگوں کی ڈبل عید ہوتی ہوگی' ایک عید دوسرے جنابِ مصطفیٰ کی دید صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۴۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں' نہ ان سے پہلے کوئی نماز پڑھی نہ ان کے بعد۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۴۶) ۱؎ اس حدیث کی بناء پر علماء فرماتے ہیں کہ نمازِ عید سے پہلے نفل مکروہ ہیں حتیٰ کہ اس دن اشراق والے اشراق بھی نہ پڑھیں ہاں اگر کسی کی فجر قضا ہوگئی ہو تو وہ گھر میں قضا پڑھے نہ کہ عیدگاہ میں۔ فقہا تو فرماتے ہیں کہ قضا نماز مسجد میں پڑھنا منع ہے تاکہ لوگوں پر اپنا عیب ظاہر نہ ہو۔

وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اُمِرْنَا اَنْ نُّخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُّصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَاَةٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَتْ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۴۷) روایت ہے حضرت اُم عطیہ سے ۱؎ فرماتی ہیں کہ ہم کو حکم دیا گیا تھا کہ ہم عیدوں میں حائضہ اور پردے والی عورتوں کو (عیدگاہ) لے جائیں۔ ۲؎ تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعاؤں میں حاضر ہوں۔ ۳؎ حیض والیاں عیدگاہ سے الگ رہیں۔ ۴؎ ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم میں سے بعض کے پاس چادر نہیں ہے' فرمایا اس کی سہیلی اسے

اپنی چادر میں سے اوڑھا لے۔ ۵ (مسلم بخاری)

(۱۳۴۷) ۱ آپ کا نام نسیبہ بنت کعب یا بنت حارث ہے، کنیت اُم عطیہ انصاریہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت غزوات میں رہیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ ۲ یعنی تمام عورتوں کو عیدگاہ لاؤ جو نماز کے قابل ہیں، وہ نمازِ عید پڑھ لیں اور جو نماز کے قابل نہ ہوں، وہ دعا میں شریک ہوں۔ علماء فرماتے ہیں کہ عہد فاروقی سے عورتوں کو مسجدوں وعیدگاہوں وغیرہ سے روک دیا گیا، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے موجودہ حالات ملاحظہ فرماتے تو آپ بھی منع فرما دیتے جب اس وقت یہ حال تھا تو اس زمانہ کا کیا پوچھنا مگر خیال رہے کہ اب رفتار زمانہ کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو باپردہ ان مجالس میں آنے کی اجازت دو کیونکہ جب عورتیں کالجوں، بازاروں اور سینماؤں سے نہیں رُک سکتیں تو یہاں سے روک دینا ان کے لیے تباہی کے اسباب جمع کر دینا ہیں اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ عیدگاہ اور اچھی مجلسوں میں سمجھ دار بچوں کو بھی لے جانا چاہیے۔ (ازمرقاۃ) ۳ یعنی اگر نماز نہ پڑھیں گی تو مسلمانوں کی دعاؤں سے تو فائدہ اُٹھائیں گی، اپنے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ سے شرعی احکام معلوم کریں گی، عید کی رونق بڑھائیں گی کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر کی مجلسوں، صالحین کی صحبتوں میں حاضری دینا اور ان سے برکت حاصل کرنا سنت سے ثابت ہے۔ ۴ یعنی نمازی عورتوں کی صفوں سے کچھ ہٹ کر بیٹھیں کیونکہ اس زمانے میں باقاعدہ عیدگاہ بنی تھی اور اب بھی عیدگاہوں پر مسجدوں کے سارے احکام جاری نہیں، وہ جنگل کے حکم میں ہیں جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ ۵ یعنی اگر اس کے پاس دو چادریں ہوں تو ایک چادر تھوڑی دیر کے لیے عاریۃً اس غریب سہیلی کو دے دے اور اگر ایک بڑی چادر ہو تو کچھ حصہ سے اسے ڈھانپ لے۔ بہر حال اسے عیدگاہ پہنچانے کی کوشش کرے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ اَبَابَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنىٰ تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَااَبَابَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ يَااَبَابَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۴۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے، فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر ان کے پاس منیٰ کے زمانے میں آئے جبکہ ان کے پاس دو بچیاں ۱ دف بجا رہی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ گیت گا رہی تھیں جو انصار نے جنگِ بعاث کے بنائے تھے۔ ۲ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے لیٹے تھے، حضرت صدیق نے ان بچیوں کو جھڑکا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرۂ انور کھولا، فرمایا اے ابوبکر! انہیں چھوڑ دو کیونکہ یہ دن عید کے دن ہیں۔ ۳ اور ایک روایت میں ہے کہ اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے، یہ ہماری عید ہے۔ ۴ (مسلم بخاری)

(۱۳۴۸) ۱ دونوں بچیاں انصار کی تھیں، ایک حضرت حسان ابن ثابت کی بیٹی تھی اور دوسری کسی اور کی مگر دونوں نہ تو بالغہ تھیں اور نہ قریب بلوغ۔ (مراحقہ) بلکہ بہت چھوٹی بچیاں تھیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ تضربان کے معنی ناچ رہی تھیں، ضراب سے مشتق ہے جیسے اب بھی بچیاں خوشی سے گایا ناچا کرتی ہیں۔ بعض نے کہا تالیاں بجا رہی تھیں ۲ یعنی گندے یا عشقیہ گیت نہ تھے بلکہ شجاعت اور بہادری کے گیت تھے، بعاث مدینہ منورہ کے قریب بنی قریظہ کے علاقہ میں ایک جگہ تھی جہاں انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں بڑی

خون ریز جنگ ہوئی تھی جس کی عداوت ایک سوبیس سال تک رہی تھی پھر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قبیلوں کو ملا کر شیر وشکر کر دیا اسی کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں ہے اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ (۳،۱۰۳) یاد کرو جب تم میں بیر تھا تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا (کنزالایمان) اب وہ گیت غازیوں کو دلیر کرنے کے لیے گائے جاتے تھے۔ خیال رہے کہ گانے والی بچیاں تھیں، گیت بھی فحش نہ تھے، آج کل کے فحش گانے قطعاً حرام ہیں خصوصاً جوان لڑکیوں کے لیے ۳؎ حضرت ابوبکر صدیق یہ سمجھے کہ یہ گیت بھی ناجائز ہیں، عائشہ صدیقہ کو مسئلہ نہیں معلوم اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں اس لیے انہیں جھڑکا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ یہ گیت ہماری اجازت سے گائے جا رہے ہیں، ناجائز نہیں، اس میں خوشی کا اظہار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید، شادی، عقیقہ، ختنہ وغیرہ خوشی کے موقعوں پر بچیوں کے ایسے گیت گانا جائز ہیں مگر آج کل کے غنا (گیت) مقدمہ زنا ہیں۔ ۴؎ یعنی ہر قوم اپنی عیدوں میں اظہارِ خوشی کرتی ہے تو ہم کیوں نہ کریں۔ علماء فرماتے ہیں کہ کفار کی عیدوں کا احترام کرنا اس دن کپڑے بدلنا، خوشی کرنا کفر ہے، اپنی عیدوں پر جائز خوشیاں منانا سنت، پنجاب میں نمازِ عید کے بعد عورتیں عیدگاہ پہنچ کر کھیل کود کرتی ہیں، یہ ناجائز ہے۔ نیز دف اور تاشہ اعلان نکاح یا عید کی خوشی کے لیے بجانا جائز ہے مگر جھانج مطلقاً ناجائز اس کی پوری بحث ان شاء اللہ کتاب الادب میں آئے گی۔

وَعَنۡ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لَایَغۡدُوۡا یَوۡمَ الۡفِطۡرِ حَتّٰی یَاۡکُلَ تَمَرَاتٍ وَّیَاۡکُلُ ھُنَّ وِتۡرًا۔۱؎ (رَوَاہُ الۡبُخَارِیُّ)

(۱۳۴۹) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن عیدگاہ نہ جاتے حتی کہ کچھ چھوہارے کھا لیتے، طاق کھاتے تھے۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۳۴۹) ۱؎ یہ کھانا اس لیے تھا کہ رمضان کے طریقہ کی تبدیلی ہو جائے، سنت یہ ہے کہ عید کی نماز کو کچھ کھا کر جائے اب مسلمان سویاں، شیر خرمہ وغیرہ کھاتے ہیں جن میں چھوہارے بھی ہوتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، ادائے سنت کے لیے چھوہارے ضرور ہونے چاہئیں، فضلاء دیوبند اسے بھی حرام کہتے ہیں نہ معلوم ان کا ماخذ کون سی حدیث ہے مگر لطف یہ ہے کہ کھا وہ بھی لیتے ہیں، ان کے ہاں کھلانا حرام ہے اور کھانا جائز۔

وَعَنۡ جَابِرٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوۡمُ عِیۡدٍ خَالَفَ الطَّرِیۡقَ۔ (رَوَاہُ الۡبُخَارِیُّ)

(۱۳۵۰) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں کہ جب عید کا دن ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کے رستے میں اختلاف کرتے۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۳۵۰) ۱؎ یعنی عیدگاہ جاتے اور راستے سے، واپس ہوتے دوسرے راستے سے تاکہ دونوں راستوں کو برکت حاصل ہو اور دونوں طرف کے باشندے آپ سے فیض پائیں اور ہر طرف کے منافقین مسلمانوں کے اژدہام کو دیکھ کر جلیں اور راستوں میں بھیڑ کم ہو، دونوں راستوں کے فقراء پر خیرات ہو، اہلِ قرابت کی قبور کی زیارتیں ہوں جو ان راستوں میں واقع ہیں اور دونوں راستے ہماری نماز و ایمان کے گواہ بن جائیں لیکن جاتے وقت دراز رستہ اختیار فرماتے اور لوٹتے وقت مختصر تاکہ جاتے ہوئے قدم زیادہ پڑیں اور ثواب زیادہ ملے۔ معلوم ہوا کہ عیدگاہ پیدل جانا اور جاتے آتے رستہ بدلنا سنت ہے۔

وَعَنِ الۡبَرَآءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَوۡمَ النَّحۡرِ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَانَبۡدَاُ بِہٖ فِیۡ

(۱۳۵۱) روایت ہے حضرت براء سے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن ہمیں خطبہ سنایا تو فرمایا کہ آج

يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيْ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ نُّصَلِّيَ فَاِنَّمَا هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اس دن میں جس چیز سے ہم شروع کریں گے' وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں پھر لوٹیں تو قربانی کریں ۱؎ جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے ہماری نماز سے پہلے ذبح کر لیا' وہ گوشت کی بکری ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لیے ذبح کرلیا' وہ قربانی نہیں۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۵۱) ۱؎ یعنی بقرعید کے دن مقصودی عبادتیں دو ہیں' نماز اور قربانی جن میں نماز پہلے ہے اور قربانی بعد میں لہٰذا حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس دن غسل بھی نہ کرے۔ ۲؎ علماء فرماتے ہیں کہ شہر جہاں نمازِ بقرعید ہوتی ہو وہاں نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں' گاؤں جہاں نماز بقرعید نہیں ہوسکتی وہاں پو پھٹتے ہی قربانی جائز ہے اور قربانی کرنے والے کا نماز عید پڑھنا ضروری نہیں بلکہ شہر میں کسی جگہ نماز ہو جانا کافی ہے اسی لیے سرکار نے نُصَلِّیْ فرمایا یُصَلِّیْ غائب کے صیغہ سے نہ فرمایا لہٰذا اگر کہیں اوّل وقت نمازِ عید ہوگئی اس کے بعد ہم نے قربانی کی پھر عید پڑھنے عیدگاہ گئے تو جائز ہے' یہ تمام مسائل اس حدیث سے لیے گئے' یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ نماز سے پہلے قربانی ہوتی ہی نہیں۔ امام شافعی کے ہاں ہو جاتی ہے مگر بہتر نہیں۔

وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ حَتّٰى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۵۲) روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ بجلی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز سے پہلے ذبح کرلے وہ اس کی جگہ دوسری ذبح کرے اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے تک ذبح نہ کیا ہو' وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۵۲) ۱؎ یعنی نماز کے بعد اس کی قربانی درست ہے اس سے پہلے درست نہیں' ہمارے ہاں پہلے والی قربانی کا اعادہ واجب ہے' امام شافعی کے ہاں مستحب۔ یہ حدیثیں ان کے مخالف ہیں۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ وَاَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۵۳) روایت ہے حضرت براء سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز سے پہلے ذبح کرے' وہ اپنے لیے ذبح کرتا ہے جو نماز کے بعد ذبح کرے اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پالیا۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۵۳) ۱؎ یعنی نماز سے پہلے کا ذبیحہ عادت ہے اور بعد نماز ذبیحہ عبادت۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز کے بعد خطبہ سے پہلے قربانی ہو جائے تو درست ہوگی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۵۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح اور نحر فرماتے تھے۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۳۵۴) ۱؎ تاکہ لوگ آپ کو قربانی کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کا طریقہ سیکھ لیں اور چونکہ فقراء وہاں جمع ہیں، ان میں تقسیم کرنے میں آسانی ہو۔ خیال رہے کہ حلقوم اور گلے کی رگوں کو چوڑائی میں کاٹنا ذبح ہے اور لمبائی میں چیرنا نحر۔ نحر صرف اونٹ کا ہوگا، اسے کھڑا کر کے ایک پاؤں ران سے باندھ دیتے ہیں پھر تین پھل والا نیزہ گردن کے کنارے پر لگاتے ہیں اور اسے کھینچتے ہوئے سینہ تک لے جاتے ہیں، اونٹ میں نحر سنت ہے اور گائے بکری وغیرہ میں ذبح۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ وَلَهُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْهِمَا فَقَالَ مَاهٰذَانِ الْیَوْمَانِ قَالُوْا کُنَّا نَلْعَبُ فِیْهِمَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَکُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَیْرًا مِّنْهُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۳۵۵) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے اور اہلِ مدینہ کے دو دن تھے جن میں وہ کھیلتے تھے، فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں؟ وہ بولے کہ ہم ان دنوں میں زمانہ جاہلیت میں کھیلتے تھے۔ ۱؎ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں ان کے عوض ان سے دو اچھے دن دیئے ہیں، بقرعید اور عید الفطر۔ ۲؎ (بخاری)

(۱۳۵۵) ۱؎ ان میں سے ایک کا نام نیروز تھا یعنی سال کا پہلا دن، یہ فارسی لفظ ہے، نوروز سے بنا اور دوسرے کا نام مہرجان تھا، غالبًا نیروز جنوری کی پہلی تاریخ ہوتا ہوگا اور مہرجان جولائی میں۔ واللہ اعلم، ان لوگوں نے یہ دن مجوسیوں سے لیے ہوں گے جو اصل میں فارسی النسل تھے۔ ۲؎ یعنی تم ان دنوں میں کھیلنے کودنے کے عوض ان دنوں میں اللہ تعالٰی کی عبادتیں کر کے خوشی مناؤ۔ خیال رہے کہ اب بھی کفار اپنے بڑے دنوں میں جوئے کھیلتے ہیں، شرابیں پیتے ہیں، ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے ہیں، انسانیت سوز اور بے حیائی کے کام کر کے خوشیاں مناتے ہیں، اسلام میں ہر کام انسانیت بلکہ روحانیت کا ہے۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ عاشورہ کے دن خوشی کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے اور رنج و غم کرنا، سینہ کوٹنا رافضیوں کی حرکتیں، تم ان دونوں سے بچو۔ الحمدللہ حرمین شریفین میں اس دن میں یہ کچھ نہیں ہوتا، روافض نیروز کے دن خوشی مناتے ہیں، بہانہ یہ کرتے ہیں کہ اس دن عثمان غنی شہید ہوئے تھے مگر درحقیقت یہ مجوسیوں کی نقل ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر نیروز کے دن کسی مجوسی کو ایک انڈا بھی ہدیہ دیا اس دن کی تعظیم کے لیے تو دینے والا کافر ہوا اور اس کے سارے اعمال ضبط ہوگئے۔

وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَطْعَمَ وَلَا یَطْعَمُ یَوْمَ الْاَضْحٰی حَتّٰی یُصَلِّیَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ۔

(۱۳۵۶) روایت ہے حضرت بریدہ سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نہ جاتے تھے حتی کہ کچھ کھا لیتے اور بقرعید کے دن نہ کھاتے حتی کہ نماز پڑھ لیتے۔ ۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

(۱۳۵۶) ۱؎ معلوم ہوا کہ عید کے دن کھا کر جانا اور بقرعید کے دن آکر کھانا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے قربانی ہی کا گوشت کھائے۔ مرقات اور فتح القدیر میں ہے، بہتر یہ ہے کہ عید کے دن کوئی میٹھی چیز کھا کر جائے لہٰذا سویاں، شیرخرما وغیرہ کھا لینے سے بھی یہ سنت ادا ہو جائے گی۔ بعض علماء فرماتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ بقرعید کے دن عورتیں بچے بھی نماز سے پہلے کچھ نہ کھائیں۔

وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيْدَيْنِ فِي الْاُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ.

(۱۳۵۷) روایت ہے حضرت کثیر ابن عبداللہ سے' وہ اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے راوی ۱؎ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں قرأت سے پہلے پانچ۔ ۲؎ (ترمذی' ابن ماجہ' دارمی) ۳؎

(۱۳۵۷) ۱؎ جن کا نام عمرابن عوف مدنی ہے۔ خیال رہے کہ کثیر ابن عبداللہ نہایت ضعیف راوی ہیں' بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ کچھ نہیں' بعض نے فرمایا کہ یہ منکرالحدیث ہے' اکثر ائمہ حدیث نے ان پر طعن کیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات) ۲؎ علاوہ تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کی تکبیریں پہلی رکعت میں سات ہیں' دوسری میں پانچ اور دونوں رکعتوں میں قرأت سے پہلے ہیں۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے' ہمارے ہاں دونوں رکعتوں میں تکبیر عید تین تین ہیں' پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری میں قرأت کے بعد' ہماری دلیل آگے آ رہی ہے۔ ۳؎ تعجب ہے کہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کیسے کہہ دیا' کثیر ابن عبداللہ کو تمام محدثین ضعیف کہتے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد نے کہا یہ کذاب ہے' امام شافعی نے فرمایا یہ جھوٹ کا ستون ہے' ابن حبان نے کہا یہ جھوٹا ہے' ابوحاتم نے کہا کہ یہ متین نہیں' ابن عدی نے فرمایا کہ اس کی روایتوں پر کوئی دھیان نہیں دیتا۔ ظاہر یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے' قابلِ استدلال نہیں۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ مُّرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ كَبَّرُوْا فِي الْعِيْدَيْنِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ سَبْعًا وَّخَمْسًا وَّصَلَّوْا قَبْلَ الْخُطْبَةِ جَهَرُوْا بِالْقِرَاَةِ. (رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

(۱۳۵۸) روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے (ارسالاً) ۱؎ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر و عمر نے عیدوں اور استسقاء میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور خطبے سے پہلے نماز پڑھی اور قرأت اونچی کی۔ ۲؎ (شافعی)

(۱۳۵۸) ۱؎ آپ کا نام جعفر' لقب صادق ہے' آپ کے والد محمد لقب باقران کے والد علی ابن حسین یعنی امام زین العابدین لہٰذا آپ امام حسین کے پڑپوتے ہیں' رضی اللہ عنہم۔ ۲؎ یہ حدیث بھی امام شافعی کی دلیل ہے مگر دو طرح مجروح ہے۔ ایک یہ کہ امام جعفر صادق تابعی نہیں بلکہ تبع تابعین کے بھی بعد ہیں لہٰذا ان کی یہ حدیث مرسل نہیں ہوسکتی۔ نیز آپ نے حضرت صدیق و فاروق کو بھی نہیں دیکھا۔ دوسرے یہ کہ بعض سندوں میں امام جعفر صادق کی یہ حدیث حضرت علی پر موقوف ہے' مرفوع ہے ہی نہیں۔ بہرحال حدیث موقوف ہو یا مرفوع اس میں کئی راوی چھوٹے ہوئے ہیں کیونکہ امام جعفر صادق نے علی مرتضٰی سے ملاقات بھی نہیں کی۔ (ازمرقاۃ)

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا مُوْسٰى وَحُذَيْفَةَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَهٗ عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ

(۱۳۵۹) روایت ہے حضرت سعید ابن العاص سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اور حذیفہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عید و بقرعید میں تکبیریں کیسے کہتے تھے تو ابوموسیٰ نے فرمایا کہ آپ نمازِ جنازہ کی طرح چار تکبیریں کہتے تھے۔ ۲؎

حُذَیْفَةُ صَدَقَ۔(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت حذیفہ نے کہا' یہ سچے ہیں۔ (ابوداؤد)

(۱۳۵۹) ۱؎ آپ اموی ہیں' قرشی ہیں' اللہ نے آپ کو اعلیٰ درجے کی سخاوت وفصاحت بخشی' عثمان غنی کے لیے مصحف قرآنی جمع کرنے والے آپ بھی تھے' آپ کا لہجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھا' جنگ بدر سے پہلے پیدا ہوئے' تابعی ہیں۔ ۲؎ اس طرح کہ رکعت اوّل میں ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیر عید اور دوسری رکعت میں تین تکبیر عید اور ایک تکبیر رکوع' یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔ ابن ہمام نے فرمایا کہ اس موقع پر ابوموسیٰ اشعری بولے کہ میں بصرے میں یوں ہی تکبیریں کہا کرتا ہوں۔ خیال رہے کہ یہ حدیث درحقیقت دو حدیثوں کا مجموعہ ہے کیونکہ حضرت حذیفہ کا تصدیق کرنا مستقل حدیث ہے۔ نیز حضرت ابن مسعود ہمیشہ چار تکبیریں کہتے تھے' آپ کا یہی مذہب ہے۔ خیال رہے کہ تکبیراتِ عید میں مختلف روایتیں ہیں اسی لیے اس میں اماموں کے مذہب مختلف ہیں۔ چنانچہ امام مالک احمد کے ہاں اوّل رکعت میں چھ دوسری میں چار' امام شافعی کے ہاں اوّل میں سات دوسری میں پانچ' ہمارے ہاں دونوں میں تین تین' ہمارے امام سیدنا ابن مسعود ہیں اور امام شافعی کے مقتداء عبداللہ ابن عباس' امام اعظم فرماتے ہیں کہ تکبیر اور رفع یدین خلافِ متعہود ہے اس لیے ہم نے کم کی روایت پر عمل کیا۔ (اشعۃ اللمعات وغیرہ)

وَعَنِ الْبَرَآءِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُوْوِلَ یَوْمَ الْعِیْدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَیْہِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۳۶۰) روایت ہے حضرت براء سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عید کے دن کمان حاضر کی گئی' آپ نے اس پر خطبہ پڑھا۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۳۶۰) ۱؎ یعنی کمان ہاتھ میں لے کر خطبہ پڑھا اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے کہ جو شہر جنگ سے فتح ہوئے ہوں' وہاں کمان یا تلوار پر خطبہ پڑھنا بہتر ہے اور جو شہر صلح سے حاصل ہوں وہاں عصاء پر خطبہ پڑھا جائے لہٰذا یہ واقعہ مدینہ پاک کا نہیں ہے۔

وَعَنْ عَطَآءٍ مُّرْسَلًا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَطَبَ یَعْتَمِدُ عَلٰی عَنَزَتِہٖ اعْتِمَادًا۔ (رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ)

(۱۳۶۱) روایت ہے حضرت عطاء سے (ارسالاً) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو اپنی لاٹھی پر ٹیک لگاتے تھے۔ ۱؎ (شافعی)

(۱۳۶۱) ۱؎ یعنی مدینہ منورہ میں جمعہ یا عید کا خطبہ لاٹھی ہاتھ میں لے کر پڑھتے تھے کیونکہ یہ شہر جنگ سے فتح نہیں ہوا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلٰوۃَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ بِغَیْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَۃٍ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوۃَ قَامَ مُتَّکِئًا عَلٰی بِلَالٍ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَکَّرَهُمْ وَحَثَّهُمْ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَمَضٰی اِلَی النِّسَآءِ وَمَعَہٗ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَوَعَظَهُنَّ وَذَکَّرَهُنَّ۔ (رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

(۱۳۶۲) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ میں عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں حاضر ہوا تو آپ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان وتکبیر نماز شروع کی جب نماز پوری کر لی تو حضرت بلال پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے ۱؎ اور اللہ کی حمد و ثناء کی' لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور انہیں رب کی اطاعت پر رغبت دی اور عورتوں کی طرف تشریف لے گئے آپ کے ساتھ بلال تھے۔ ۲؎ انہیں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ (نسائی)

(۱۳۶۲) ۱؎ یعنی ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خطبہ پڑھا' نہ لاٹھی لی' نہ تلوار کمان وغیرہ' یہ بھی جائز ہے ۲؎ اگر یہ واقعہ پردہ آنے سے پہلے کا ہے تو حضرت بلال بے حجاب عورتوں کے سامنے رہے اور اگر پردے کے احکام آنے کے بعد کا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ حضرت بلال اس طرح کھڑے ہوئے کہ نہ عورتوں کو آپ دیکھ سکے' نہ عورتیں آپ کو سرکار کے عورتوں میں تشریف لے جانے کی وجہ پہلے عرض کی جاچکی ہے کہ مردوں کے وعظ میں بشارتیں زیادہ تھیں اور عورتوں کے وعظ میں ڈرانا زیادہ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ فِیْ طَرِیْقٍ رَجَعَ فِیْ غَیْرِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۱۳۶۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن جب ایک راستے سے تشریف لے جاتے تو دوسرے راستے سے لوٹتے۔ ۱؎ (ترمذی' دارمی)

(۱۳۶۳) ۱؎ اس حدیث کی شرح اور راستہ تبدیل کرنے کی حکمتیں پہلے بیان ہوچکیں۔ خیال رہے کہ اس دن امام اور تمام نمازی عیدگاہ کے راستہ میں آہستہ تکبیر تشریق کہتے جائیں اور بقرعید میں بلند آواز سے لیکن اگر عوام عید میں بلند آواز سے تکبیر کہیں تو منع نہ کرو کیونکہ وہ پہلے ہی سے ذکر اللہ میں کم رغبت رکھتے ہیں۔ (مرقاۃ) کسی نے امام اعظم سے پوچھا کہ لوگ بقرعید کے زمانے میں بازاروں میں تکبیریں کہتے پھرتے ہیں' فرمایا مت روکو' ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَصَلّٰی بِهِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِیْدِ فِی الْمَسْجِدِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۳۶۴) روایت ہے انہی سے' ایک بار عید کے دن بارش ہوگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز عید مسجد میں پڑھائی۔ ۱؎ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۱۳۶۴) ۱؎ یعنی آپ ہمیشہ نماز عید جنگل میں پڑھاتے تھے لیکن ایک بار بارش ہوگئی تو لوگوں پر جنگل جانا بھی گراں تھا اور وہاں کوئی جگہ سایہ دار بھی نہ تھی اس لیے مسجد نبوی ہی میں عید پڑھائی گئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہر جگہ نماز عید جنگل میں پڑھنا بہتر ہے سوائے بارش کے ہاں مکہ معظمہ میں یہ نماز بھی حرم شریف میں افضل' مسلمانوں کا اسی پر ہمیشہ سے عمل رہا' صحابہ اور دیگر علماء نے اس پر کبھی اعتراض نہ کیا حتیٰ کہ نماز جنازہ' استسقاء وغیرہ بھی حرم شریف میں بلاکراہت جائز ہیں۔ دوسری مساجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ امام سیوطی نے دارالمنثور میں فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ دروازہ کعبہ کے پاس پڑھی گئی۔ (از مرقاۃ)

وَعَنْ اَبِی الْحُوَیْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَهُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ الْاَضْحٰی وَاَخِّرِ الْفِطْرَ وَذَکِّرِ النَّاسَ۔ (رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ)

(۱۳۶۵) روایت ہے حضرت ابوحویرث سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو ابن حزم کو لکھا ۱؎ جب کہ وہ نجران میں تھے کہ بقرعید جلدی پڑھو اور عیدالفطر دیر سے اور لوگوں کو وعظ کرو۔ ۲؎ (شافعی) ۳؎

(۱۳۶۵) ۱؎ ابوالحویرث کو بعض نے صحابی مانا ہے اور بعض نے تابعی' صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں' عمرو ابن حزم صحابی ہیں' انصاری ہیں' غزوۂ خندق وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کے مشہور شہر نجران کا حاکم بنا کر بھیجا جبکہ آپ کی عمر صرف سترہ سال تھی۔ ۲؎ وجہ ظاہر ہے کہ عید کے دن فطرہ نماز سے پہلے دیا جاتا ہے اور بقرعید کے دن قربانی نماز کے بعد ہوتی ہے۔ نیز عید فطر میں کھانا نماز سے پہلے کھایا جاتا ہے اور بقرعید میں نماز کے بعد اس لیے نماز عید فطر کچھ دیر سے پڑھنا بہتر

ہے اور بقرعید جلدی۔ خیال رہے کہ نمازِ عیدین کا وقت آفتاب چمکنے سے بیس منٹ بعد شروع ہوتا ہے اور نصف النہار تک رہتا ہے۔ ۳؎ خیال رہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ابراہیم ابن محمد ہیں جو محدثین کے نزدیک قوی نہیں' ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل و مستحبات میں ضعیف حدیث قبول اور قابل عمل ہوتی ہے کیونکہ یہاں وقت مستحبہ کا ذکر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ عُمَیْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عُمُوْمَةٍ لَهٗ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَكْبًا جَاۗءُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّهُمْ رَاَوُالْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ یُّفْطِرُوْا وَاِذَا اَصْبَحُوْا اَنْ یَّغْدُوْا اِلٰی مُصَلَّاهُمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۱۳۶۶) روایت ہے حضرت عمیر ابن انس سے ۱؎ وہ اپنے چچاؤں سے راوی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں کہ ایک قافلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا' انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھ لیا ہے' حضور نے حکم دیا کہ روزہ افطار کرلیں اور کل صبح عیدگاہ چلیں۔ ۲؎ (ابوداؤد' نسائی)

(۱۳۶۶) ۱؎ آپ کا نام عبداللہ ہے' انس ابن مالک کے بیٹے ہیں' انصاری ہیں' بہت کم عمر تابعی ہیں' اپنے والد حضرت انس کے بعد بہت عرصہ زندہ رہے۔ ۲؎ طحاوی' دارقطنی اور ابن ماجہ نے فرمایا کہ یہ گواہی بعد زوال ہوئی تھی اور انتیسویں رمضان کو گرد و غبار تھا۔ یہ حدیث امام اعظم کی بہت بڑی دلیل ہے کہ نمازِ عید کا وقت زوال سے پہلے تک ہے نہ کہ شام تک کیونکہ اگر مغرب تک وقت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی نماز پڑھا دیتے۔ خیال رہے کہ عیدالفطر کی نماز ایسے عذر میں دوسرے روز ہوسکتی ہے مگر تیسرے دن نہیں ہوسکتی لیکن نمازِ بقرعید تین روز تک پڑھی جاسکتی ہے' دسویں' گیارہویں' بارہویں۔ (کتب فقہ)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَطَاۗءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا لَمْ یَكُنْ یُّؤَذَّنُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا یَوْمَ الْاَضْحٰی ثُمَّ سَاَلْتُهٗ یَعْنِیْ عَطَاۗءَ بَعْدَ حِیْنٍ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَنِیْ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنْ لَّا اَذَانَ لِلصَّلٰوةِ یَوْمَ الْفِطْرِ حِیْنَ یَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَابَعْدَ مَا یَخْرُجُ وَلَا اِقَامَةَ وَلَانِدَاۗءَ وَلَا شَیْءٌ وَّلَانِدَاۗءَ یَوْمَئِذٍ وَّلَا اِقَامَةَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۶۷) روایت ہے ابن جریج سے ۱؎ فرماتے ہیں' مجھے عطاء نے حضرت ابن عباس اور جابر ابن عبداللہ سے خبر دی ان دونوں نے فرمایا کہ عید بقر کے دن اذان نہ کہی جاتی تھی پھر کچھ عرصہ بعد میں نے عطاء سے اس بارے میں پوچھا۔ ۲؎ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے جابر ابن عبداللہ نے خبر دی کہ عید کے دن امام کے نکلتے وقت اور نکلنے کے بعد نہ تو نماز کی اذان ہے نہ تکبیر نہ عام اعلان نہ کچھ اور چیز یعنی اس دن نداء ہے نہ تکبیر۔ ۳؎ (مسلم)

(۱۳۶۷) ۱؎ آپ کا نام عبدالملک ابن عبدالعزیز ابن جریج ہے' فقیہ ہیں' مکی ہیں' قرشی ہیں' اسلام میں پہلے مصنف ہیں' ۱۵۰ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی' آپ خود بھی تابعی ہیں اور آپ کے والد بھی۔ ۲؎ یعنی اس مسئلے کی تفصیل پوچھی کیونکہ اجمالاً علم تو پہلے ہو چکا تھا ۳؎ حق یہ ہے کہ ان دونوں جگہ نداء سے مراد اذان ہی ہے اور یہ جملہ گزشتہ کی تفسیر ہے کیونکہ نمازِ عید کے لیے اعلان گولہ داغنا'

توپ چلانا' نوبت پیٹنا بالاتفاق جائز ہے' صرف اذان وتکبیر منع ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ فَيَبْدَأُ بِالصَّلٰوةِ فَاِذَا صَلّٰى صَلٰوتَهٗ قَامَ فَاَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ جُلُوْسٌ فِيْ مُصَلَّاهُمْ فَاِنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ بِبَعْثٍ ذَكَرَهٗ لِلنَّاسِ اَوْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَمَرَهُمْ بِهَا وَكَانَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا تَصَدَّقُوْا تَصَدَّقُوْا وَكَانَ اَكْثَرُ مَنْ يَّتَصَدَّقُ النِّسَآءَ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى كَانَ مَرْوَانُ ابْنُ الْحَكَمِ فَخَرَجْتُ مُخَاصِرًا مَرْوَانَ حَتّٰى اَتَيْنَا الْمُصَلّٰى فَاِذَا كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ قَدْبَنٰى مِنْبَرًا مِنْ طِيْنٍ وَّلَبِنٍ فَاِذَا مَرْوَانُ يُنَازِعُنِيْ يَدَهٗ كَاَنَّهٗ يَجُرُّنِيْ نَحْوَ الْمِنْبَرِ وَاَنَا اَجُرُّهٗ نَحْوَ الصَّلٰوةِ فَلَمَّا رَاَيْتُ ذٰلِكَ مِنْهُ قُلْتُ اَيْنَ الْاِبْتِدَآءُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ لَا يَا اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ تُرِكَ مَا تَعْلَمُ قُلْتُ كَلَّا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَاْتُوْنَ بِخَيْرٍ مِّمَّا اَعْلَمُ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ انْصَرَفَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۶۸) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لے جاتے تو نماز سے ابتدا کرتے جب نماز پڑھ چکتے تو لوگوں پر متوجہ ہوتے' لوگ اپنے مقام پر بیٹھے ہوتے اگر سرکار کو لشکر بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو لوگوں سے ذکر فرما دیتے یا آپ کو اس کے سوا کوئی اور ضرورت ہوتی تو اس کا حکم فرما دیتے ۱؎ اور فرماتے تھے خیرات کرو' خیرات کرو' خیرات کرو زیادہ خیرات کرنے والی عورتیں ہوتی تھیں۔ ۲؎ پھر آپ واپس ہوتے' معاملہ یونہی رہا حتی کہ مروان ابن حکم کا زمانہ آیا ۳؎ تو میں مروان کی کمر میں ہاتھ ڈالے نکلا حتی کہ ہم عیدگاہ پہنچے تو دیکھا کہ کثیر ابن صلت نے پکی اینٹ وگارے کا منبر بنایا ہے ۴؎ اور مروان مجھ سے اپنا ہاتھ کھینچنے لگا شاید مجھے منبر کی طرف کھینچتا تھا اور اسے میں نماز کی طرف کھینچتا تھا۔ جب میں نے اس کی یہ حرکت دیکھی تو میں بولا کہ نماز سے ابتدا کرنا کہاں گیا' وہ بولا نہیں اے ابوسعید! جو تمہارے علم میں ہے وہ اب چھوڑ دی گئی۔ ۵؎ میں نے کہا ہرگز نہیں اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو چیز میرے علم میں ہے تم اس سے بہتر کوئی چیز نہیں لا سکتے۔ ۶؎ (مسلم)

(۱۳۶۸) ۱؎ یہ حدیث مع شرح پہلے گزر چکی' پہلے عرض کیا جا چکا کہ نماز عیدین کے لیے نہ اذان ہے نہ تکبیر اور اس کا خطبہ بعد نماز ہوگا اور عیدگاہ میں دینی کام کے انتظامات کیے جا سکتے ہیں۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ تاکید کے لیے تین بار خیرات کا حکم دیتے تھے اور یہ فرمان دوران خطبہ ہوتا تھا' ایک بار سامنے والے سے فرماتے' دوسری بار داہنے والوں سے اور تیسری بار بائیں والوں سے یا یہ مطلب ہے کہ اپنی دنیا کے لیے خیرات کرو' اپنے مردوں کے لیے اور اپنی آخرت کے لیے خیرات کرو یا یہ کہ زکوٰۃ دو فطرہ' دو صدقہ نفلی دو عورتیں زیادہ خیرات اس لیے کرتی تھیں کہ وہ سن چکی تھیں کہ دوزخ میں ہم زیادہ دیکھی گئی ہیں۔ ۳؎ یعنی خلفائے راشدین نے بھی خطبہ نماز عید کے بعد ہی رکھا۔ خیال رہے کہ مروان ابن حکم ۲ھ میں یا خندق کے سال پیدا ہوا' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکا لہذا وہ صحابی نہیں' یہ امیر معاویہ کے زمانہ میں مدینہ کا حاکم تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی نے اپنے آخر خلافت میں اور امیر معاویہ نے خطبہ عید نماز سے پہلے پڑھا مگر یہ غلط ہے جیسا کہ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے۔ نیز حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق وفاروق وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز عید پڑھی یہ سب حضرات خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے لہذا

اس بدعت کا موجد مروان ہی تھا۔ ۴؎ یعنی اس سے قبل عیدگاہ میں منبر نہ تھا' مروان نے پہلے تو منبر رسول اللہ عیدگاہ میں لانا شروع کیا اس پر اعتراضات ہوئے تو اس نے وہاں ہی منبر بنوایا لہٰذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ مروان مسجد نبوی سے منبر منگواتا تھا۔ خیال رہے کہ کثیر ابن صلت ابن معدی کرب کندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے' ان کا نام قلیل تھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر کثیر رکھا ۵؎ یعنی میں جانتا ہوں کہ سنت یہی ہے کہ خطبہ نماز سے پیچھے ہو لیکن اب مصلحت اور حکمت یہ ہے کہ نماز سے پہلے ہو کیونکہ اب لوگ نماز کے بعد خطبہ کے لیے بیٹھتے نہیں اسی لیے اس نے ترك كما تركت نہ کہا یعنی مجرم اس کا میں نہیں ہوں' یہ جلد باز لوگ ہیں۔ ۶؎ یعنی ان معمولی عذروں کی وجہ سے یہ سنت نہیں چھوڑی جاسکتی' عام لوگ بیٹھیں یا نہ بیٹھیں تم خطبہ بعد میں ہی رکھو اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ حضرت عثمان یا امیر معاویہ نے خطبہ ہرگز پہلے نہ پڑھا ورنہ ابوسعید خدری یہ گفتگو نہ کرتے' دوسرے یہ کہ زمانے کی مصلحتوں کی وجہ سے سنتیں نہیں چھوڑی جاسکتیں اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج کہہ رہے ہیں کہ خطبہ' اذان' تکبیر بلکہ نماز بھی اردو زبان میں پڑھو کیونکہ لوگ عربی نہیں سمجھتے۔

بَابُ فِي الْاُضْحِيَّةِ — قربانی کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ ضحیہ ضحوٌ سے بنا بمعنی دن چڑھنا اسی لیے نمازِ چاشت کو ضحیٰ کہا جاتا ہے چونکہ قربانی بقرعید کے دن شہروں میں قریباً دوپہر ہی کو ہوتی ہے اس لیے اسے اضحیہ کہتے ہیں اس کی جمع اضاحی بھی ہے اور ضحایا بھی قربانی صرف بقرعید کے دنوں میں بہ نیت عبادت جانور ذبح کرنے کا نام ہے حج کے ذبیحے خواہ ہدی ہو یا قران وتمتع کا خون یا حج کے جرموں کا کفارہ ان میں سے کوئی قربانی نہیں کیونکہ حاجی مسافر ہوتے ہیں اور مسافر پر قربانی نہیں' اسی لیے ان ذبیحوں کے نام ہی علیحدہ ہیں دم قران' دم تمتع' دم جنایت' ہدی وغیرہ شریعت میں انہیں اضحیہ کہیں نہیں کہا گیا' نیز وہ تمام جانور صرف حرم شریف میں ہی ذبح ہوسکتے ہیں اور قربانی ہر جگہ حنفیوں کے نزدیک ہر مسلمان آزاد' مالدار مقیم پر قربانی واجب ہے بعض اماموں کے ہاں سنت مؤکدہ ہے' امام صاحب کے ہاں غنی پر واجب ہے' فقیر پر سنت' مگر مذہب حنفی نہایت قوی ہے کیونکہ ربّ تعالٰی نے فرمایا: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (۱۰۸،۲) تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو (کنزالایمان) یعنی آپ نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔ انحر صیغہ امر ہے جو وجوب کے لیے آتا ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہمیشہ قربانی کی' نیز قربانی نہ کرنے والوں پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا لہٰذا حق یہ ہے کہ قربانی واجب ہے اس زمانے کے بعض بے دین ہندو نواز مسلمان ہزار حیلہ بہانوں سے پاکستان میں قربانی روکنا چاہتے ہیں کبھی کہتے ہیں قربانی صرف مکہ میں ہے حالانکہ ربّ نے فرمایا: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (۱۰۸،۲) تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو (کنزالایمان) نماز مکہ سے خاص نہیں تو قربانی مکہ معظمہ سے خاص کیوں ہوگی' کبھی کہتے ہیں کہ اس میں قوم کا پیسہ بہت برباد ہوتا ہے' یہ رقم کالجوں' سکولوں پر خرچ کی جائے' یعنی سینما' شادی بیاہ کی حرام رسوم' پان سگریٹ کے شوق قوم کو برباد نہیں کرتے قربانی کرتی ہے' بہت ممکن ہے کہ یہ بے دین آئندہ اسی بہانہ سے حج بھی بند کرنے لگیں گے اصل حقیقت یہ ہے کہ بھارت کی حکومت گائے کی قربانی بند کرچکی ہے اب اس کا منشا یہ ہے کہ اصل قربانی جو شعار اسلامی ہے ختم کردیا جائے پھر نماز وازان بند کرنے کی باری آئے گی مگر اپنی بدنامی کے خوف سے اس نے یہ مسئلہ اپنے زرخرید پٹھوؤں کے ذریعے

پاکستان میں اُٹھوایا تاکہ اگر یہاں بند ہو جائے تو وہاں آسانی سے بند ہو سکے مگر انشاء اللہ تعالٰی دین مصطفوی کا چراغ ہمیشہ روشن رہے گا دیکھو مروان کی کوشش سے خطبہ عید نماز سے پہلے نہ ہو سکا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ قَالَ رَاَيْتُهٗ وَاضِعًا قَدَمَهٗ عَلٰى صِفَاحِهِمَا وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۶۹) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے سینگ والے بکروں کی قربانی کی ۱؎ کہ انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا بسم اللہ وتکبیر کہی فرمایا کہ میں نے آپ کو ان بکروں کی گردنوں پر اپنا قدم رکھے دیکھا۔ ۲؎ آپ فرماتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر۔ (مسلم بخاری)

(۱۳۶۹) ۱؎ ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنے غریب اُمتیوں کی طرف سے جو قربانی پر قادر نہ ہوں جیسا کہ آگے آرہا ہے ایک قربانی سارے غریبوں کی طرف سے کافی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سجدہ انشاء اللہ تعالٰی ہم جیسے لاکھوں گناہ گاروں کا بیڑا پار لگائے گا' قربانی اگرچہ ایک ہے مگر کس کی ہے جو ساری مخلوق میں یکتا ہے۔ ۲؎ اس طرح کہ جانور کو قبلہ رولٹا کر اپنا داہنا پاؤں اس کے داہنے کندھے پر رکھا' بائیں ہاتھ سے اس کا سر پکڑا اور داہنے ہاتھ سے چھری چلائی۔ خیال رہے کہ ذبح پر بسم اللہ کہنا فرض ہے اور واللہ اکبر کہنا مستحب اور اس وقت درود شریف پڑھنا ہمارے ہاں مکروہ ہے' امام شافعی کے ہاں سنت (مرقاۃ) بہتر یہ ہے کہ جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح اور سے کرائے مگر سامنے موجود ہونا بہتر ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِكَبْشٍ اَقْرَنَ يَطَاُ فِيْ سَوَادٍ وَّيَبْرُكُ فِيْ سَوَادٍ وَّيَنْظُرُ فِيْ سَوَادٍ فَاُتِيَ بِهٖ لِيُضَحِّيَ بِهٖ قَالَ يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ اشْحَذِيْهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ اَخَذَهَا وَاَخَذَ الْكَبْشَ فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ ذَبَحَهٗ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰى بِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۷۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ والے بکرے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلے سیاہی میں بیٹھے سیاہی میں دیکھے ۱؎ آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا تاکہ اس کی قربانی کریں فرمایا عائشہ چھری لاؤ پھر فرمایا اسے پتھر پر تیز کرلو میں نے کرلیا پھر آپ نے چھری پکڑی اور بکرا پکڑ کر لٹایا پھر اسے ذبح کیا پھر فرمایا بسم اللہ۔ ۲؎ (الٰہی! اسے محمد و آل محمد و اُمت محمد کی طرف سے قبول فرما) ۳؎ پھر اس کی قربانی کی۔ ۴؎ (مسلم)

(۱۳۷۰) ۱؎ یعنی اس کے پاؤں سرین اور آنکھیں سیاہ ہوں باقی جسم پر کالے چتے دھبے ۲؎ یہ ثُمَّ رتبہ تاخیر کے لیے ہے نہ کہ واقعہ کی' اس کا یہ مطلب نہیں کہ ذبح پہلے کرلیا اور بسم اللہ بعد میں پڑھی۔ (مرقاۃ) یا ذبح کے معنی ہیں ذبح کا ارادہ فرمایا۔ (اشعہ) خیال رہے کہ جانور کو لٹا کر یا اسے دکھا کر چھری تیز نہ کی جائے۔ ۳؎ یعنی قربانی کے ثواب میں انہیں بھی شریک فرمادے' اس سے معلوم ہوا کہ اپنے فرائض و واجبات کا ثواب دوسروں کو بخش سکتے ہیں اس میں کمی نہیں آسکتی۔ یہ حدیث کھانا سامنے رکھ کر ایصالِ ثواب کرنے کی قوی دلیل ہے کہ بکری سامنے ہے اور حضور اس کا ثواب اپنی آل اور اُمت کو بخش رہے ہیں۔ ۵؎ یعنی اس کا گوشت پکا کر لوگوں کی دعوت کی لغت میں ضحٰی کے معنی ہیں دوپہر کا کھانا کھلانا یہاں لغوی معنی میں ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يَّعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّاْنِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۷۱) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سال سے کم جانور ذبح نہ کرو مگر جبکہ دشوار ہو تو بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ ذبح کرو۔[1] (مسلم)

(۱۳۷۱) [1] یہ معنی بہت موزوں ہیں کیونکہ بکری ایک سال سے کم' گائے دو سال سے کم اور اونٹ پانچ سال سے کم کا جائز نہیں' ان عمروں میں ان سب جانوروں کا نام مسنہ ہوتا ہے' بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ اگر موٹا تازہ ہو جو ایک سال کی بکریوں سے مل جائے تو قربانی جائز ہے۔ خیال رہے کہ معز بکری بھیڑ دُنبہ سب کو شامل ہے' غنم صرف بکری کا نام ہے اور ضان بھیڑ اور دُنبہ کا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک سال کی بکری کی قربانی چھ مہینہ کی بھیڑ کی قربانی سے افضل ہے۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ افضل قربانی اونٹ کی ہے پھر گائے کی پھر بکری کی پھر بھیڑ کی۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ غَنَمًا يُقَسِّمُهَا عَلٰى صَحَابَتِهٖ ضَحَايَافَبَقِيَ عَتُوْدٌ فَذَكَرَهٗ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهٖ اَنْتَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَابَنِيْ جَذَعٌ قَالَ ضَحِّ بِهٖ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۷۲) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ بکریاں صحابہ میں قربانی کے لیے تقسیم فرمانے کو دیں [1] تو ایک شش ماہیہ بکری کی بچی اس کا ذکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' آپ نے فرمایا اس کی قربانی تم کرلو ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے چھ ماہ کا ملا' فرمایا قربانی کرلو۔[2] (مسلم بخاری)

(۱۳۷۲) [1] معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں قربانی کے جانور تقسیم فرماتے تھے لہٰذا اب بھی اگر کوئی امیر لوگوں میں جانور تقسیم کرے اور لوگ اس کی قربانی کریں تو جائز ہے۔

لطیفہ: اس زمانے کی قربانی بند کرنے والوں نے حکومت پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ وہ بزورِ حکومت ملک میں قربانی بند کرا دے ہم مودبانہ اہلِ حکومت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ہر سال اپنے بجٹ سے قربانی کے جانور مسلمانوں میں تقسیم کیا کرے اس کے لیے ایک فنڈ رکھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی بند نہیں کی تقسیم کی ہے۔ [2] عتود چھ ماہہ بکری کو بھی کہتے ہیں اور چھ ماہہ بھیڑ کو بھی' یہاں بکری مراد ہے اسی لیے حضرت عقبہ نے تعجب سے پوچھا کہ میں یہ قربانی کیسے کروں؟ نیز ابو بردہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قربانی صرف تمہیں جائز ہوگی اوروں کو نہیں' یہاں شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ سپرد کر دیئے گئے جس پر جو چاہیں حکم جاری فرما دیں یعنی آپ بعطائے الٰہی مالک احکام ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفٰی میں دیکھو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۷۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح و نحر فرماتے تھے۔[1] (بخاری)

(۱۳۷۳) [1] تاکہ لوگوں کو قربانی کا طریقہ آ جائے اور قربانی شائع ہو جائے۔ خیال رہے کہ یہ عیدگاہ مدینہ پاک کی تھی نہ کہ مکہ معظّمہ کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ میں نہ کبھی عید پڑھی نہ عید کی قربانی کی اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ معظّمہ میں ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَقَرَۃُ عَنْ سَبْعَۃٍ وَّالْجُزُوْرُ عَنْ سَبْعَۃٍ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَّاَبُوْدَاوٗدَ وَاللَّفْظُ لَہٗ)

(۱۳۷۴) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گائے سات کی طرف سے ہے اور اونٹ سات کی طرف سے۔ ۱؎ (مسلم وابوداؤد) لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

(۱۳۷۴) ۱؎ یعنی گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان میں سے کوئی گوشت یا تجارت گوشت کے لیے شریک نہ ہو یا سارے قربانی کرنے والے ہوں یا بعض عقیقہ والے۔ خیال رہے کہ حنفی اور شافعی سب اس پر متفق ہیں کہ گائے اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں صرف اسحٰق ابن راہو یہ کہتے ہیں کہ اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں' یہ حدیث احناف اور شوافع کی دلیل ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَاَرَادَ بَعْضُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَمَسَّ مِنْ شَعْرِہٖ وَبَشَرِہٖ شَیْئًا وَّفِیْ رِوَایَۃٍ فَلَا یَاْخُذَنَّ شَعْرًا وَّلَا یُقْلِمَنَّ ظُفْرًا وَّفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ رَاٰی ہِلَالَ ذِی الْحِجَّۃِ وَاَرَادَ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَاْخُذْ مِنْ شَعْرِہٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِہٖ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۷۵) روایت ہے حضرت اُم سلمہ سے' فرماتی ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عشرہ آ جائے' تو تم میں سے کوئی قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال و کھال کو بالکل ہاتھ نہ لگائے ۱؎ اور ایک روایت میں ہے نہ بال لے نہ ناخن کاٹے ایک روایت میں ہے کہ جو بقرعید کا چاند دیکھے اور قربانی کرنا چاہے تو نہ اپنے بال لے نہ ناخن۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۳۷۵) ۱؎ یعنی جو امیر وجوباً یا فقیر نفلاً قربانی کا ارادہ کرے وہ بقرعید کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک ناخن بال اور مردار کھال وغیرہ نہ کاٹے نہ کٹوائے تاکہ حاجیوں سے قدرے مشابہت ہو جائے کہ وہ لوگ احرام میں حجامت نہیں کرا سکتے اور تاکہ قربانی ہر بال ناخن کا فدیہ بن جائے۔ یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں لہٰذا قربانی والے پر حجامت نہ کرانا بہتر ہے' لازم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے مشابہت بھی اچھی ہے۔ ۲؎ بلکہ جو قربانی نہ کر سکے' وہ بھی اس عشرہ میں حجامت نہ کرائے' بقرعید کے دن بعد نماز حجامت کرائے تو انشاء اللہ ثواب پائے گا۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے' خیال رہے کہ مَنْ اَرَادَ سے بعض شوافع فرماتے ہیں کہ قربانی واجب نہیں' صرف سنت ہے ورنہ یہ کیوں فرمایا جاتا کہ جو قربانی کرنا چاہے' وہ حجامت نہ کرائے اور کہتے ہیں کہ حضرت صدیق و فاروق قربانی نہیں کرتے تھے تاکہ لوگ اسے واجب نہ سمجھ جائیں مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حدیث شریف میں نمازِ جمعہ کے اور حج کے لیے بھی من اراد ارشاد ہوا ہے کہ فرمایا جو جمعہ پڑھنا چاہے' وہ غسل کرے جو حج کرنا چاہے' وہ جلدی کرے حالانکہ جمعہ بھی فرض ہے اور حج بھی چونکہ جمعہ و حج ہر شخص پر فرض نہیں اور قربانی ہر شخص پر واجب نہیں اسی لیے اس طرح ارشاد ہوا اور حضرت صدیق و فاروق کا قربانی نہ کرنا کہیں ثابت نہیں۔ (مرقاۃ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَیَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْہِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ ہٰذِہِ الْاَیَّامِ الْعَشْرِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ وَلَا

(۱۳۷۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ زمانہ کوئی نہیں جن میں نیکیاں رب کو اس دن سے زیادہ پیاری ہوں۔ ۱؎ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! نہ اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا نہ اللہ کی راہ میں جہاد

الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

سوائے اس کے جو اپنا جان و مال لے کر نکلا اور کچھ واپس نہ لایا۔ ۲؎ (بخاری)

(۱۳۷۶) ۱؎ یعنی بقرعید کے پہلے عشرہ میں ربّ تعالٰی کو بندوں کے نیک عمل بہت پیارے ہیں جن پر بہت ثواب دے گا کیونکہ یہ زمانہ حج کا ہے اور اسی عشرہ میں عرفہ کا دن ہے جو تمام دنوں سے بہتر ہے، ماہِ رمضان کی آخری دس راتوں میں نیکیاں بہت قبول ہیں کہ یہ زمانہ اعتکاف ہے اور اس میں شب قدر ہے۔ ربّ تعالٰی نے فرمایا وَلَيَالٍ عَشْرٍ دس راتوں کی قسم۔ خیال رہے کہ دن تو بقرعید کے اوّل عشرہ کے افضل ہیں اور راتیں رمضان کے آخری عشرہ کی افضل اسی لیے یہاں ایام فرمایا گیا اور قرآن شریف میں لیال لہٰذا قرآن وحدیث متعارض نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے اسی لیے شب معراج، شب برأت، شب میلاد میں عبادات افضل ہیں کہ یہ افضل راتیں ہیں۔ ۲؎ یعنی بقرعید کے پہلے عشرہ کے اعمال، دوسرے زمانے کے جہاد سے افضل ہیں، ہاں یہ جہاد جس میں غازی جان و مال سب کچھ قربان کردے یہ اس عشرہ کی نیکیوں سے افضل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس عشرہ کا جہاد تو بہت ہی افضل ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ وَاَبِيْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيِّ ذَبَحَ بِيَدِهٖ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ۔

(۱۳۷۷) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خصی چتکبرے سینگ والے بکرے بقرعید کے دن ذبح کیے۔ ۱؎ جب انہیں قبلہ رو لٹایا تو فرمایا کہ میں نے اپنے کو اس کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمان و زمین پیدا کیے، دین ابراہیمی پر ہوں کہ ہر بے دینی سے الگ مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ ۲؎ یقیناً میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت ربّ العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم ملا اور میں مطیعین سے ہوں۔ ۳؎ الٰہی یہ تجھ سے ہے اور تیرے لیے ہے محمد مصطفٰی اور ان کی اُمت کی طرف سے ۴؎ بسم اللہ، اللہ اکبر پھر ذبح فرمایا (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور احمد ابوداؤد و ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا اور کہا بسم اللہ، اللہ اکبر الٰہی یہ میری طرف سے اور میری اس اُمت کی طرف سے جو قربانی نہ کرسکے۔ ۵؎

(۱۳۷۷) ۱؎ مدینہ منورہ میں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر تو سو اونٹ ذبح کیے تھے نہ دو بکرے اور مکہ معظمہ کی دوسری قربانیاں حضرت جابر نے دیکھی نہیں کیونکہ آپ انصاری ہیں، مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دیکھتے تھے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ مکرمہ میں چاہیے اور کہیں نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خصی جانور کی قربانی ہے

ہے کہ خصی ہونا عیب نہیں بلکہ کمال ہے کہ خصی کا گوشت اعلیٰ ہوتا ہے یوں ہی خصی بیل، خصی بھینسے کی بھی قربانی درست ہے۔ ۲؎ علماء فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ یعنی نبوت کے ظہور سے پہلے اور بعد شرک و کفر اور گناہ سے محفوظ رکھا اور آپ اوّل عمر ہی سے عابد وزاہد تھے، کسی عبادت میں کسی دوسرے نبی کی اتباع نہ کی بلکہ ظہور نبوت سے پہلے دین ابراہیمی کی عبادتیں کرتے تھے جو اسلامی عبادات کے مطابق تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں اعتکاف و عبادات کررہے تھے۔ (شامی وغیرہ) ۳؎ یہ قرآنِ کریم کی آیت ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نماز شروع کرتے وقت اور قربانی کرتے وقت پڑھا یہاں نسک سے مراد قربانیاں ہیں ورنہ اس موقع پر یہ آیت پڑھنا درست نہ ہوتا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قربانی کا ثبوت قرآن سے نہیں۔ خیال رہے کہ نسک جمع ہے نسیکہ کی اس کے معنی اعمال حج بھی ہیں اور قربانیاں بھی مگر یہاں قربانی مراد ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (۱۰۸،۲) تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو (کنزالایمان) ۴؎ یعنی خدایا یہ قربانی تیری توفیق سے تیرے راضی کرنے کے لیے کررہا ہوں، اسے میرے اور میری اُمت کی طرف سے قبول فرما، اس کی شرح ہو چکی ہے۔ ۵؎ یعنی تاقیامت فقرائے اُمت کی طرف سے میری یہ دوسری قربانی ہے اب امرائے اُمت کو چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کیا کریں، اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے اور مالی عبادات میں نیابت جائز ہے۔

وَعَنْ حَنَشٍ قَالَ رَءَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ مَا هٰذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِيْ اَنْ اُضَحِّيَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّيْ عَنْهُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ)

(۱۳۷۸) روایت ہے حضرت حنش سے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ آپ دو بکرے قربانی دیتے تھے، میں نے عرض کیا یہ کیا فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں لہٰذا میں حضور کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ ۱؎ (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس کی مثل

(۱۳۷۸) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ حضرت علی تین بکرے قربانی کرتے تھے، دو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مطابق آپ کی حیات شریف کے اور ایک اپنی طرف سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات مرحوم کی طرف سے قربانی دینا جائز ہے، ہاں اگر میت کی قربانی ہو تو اس کا سارا گوشت خیرات کر دیا جائے اگر وارث اپنی جانب سے محض ثواب کے لیے میت کی طرف سے قربانی کرے تو خود بھی کھائے اور فقیر و امیر سب کو کھلائے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قربانی تو تبرک ہے، مسلمان برکت کے لیے کھائیں، آج بھی بعض خوش نصیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتے ہیں، ان کی اصل یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْاُذُنَ وَاَنْ لَّا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَّلَا شَرْقَآءَ وَلَا خَرْقَآءَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ وَالْاُذُنَ۔

(۱۳۷۹) روایت ہے حضرت علی سے، فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم آنکھ، کان دیکھ لیں ۱؎ نہ اگلے کان کٹے کی قربانی کریں نہ پچھلے کی نہ کان چرے کی نہ کان پھٹے کی۔ ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ) ابن ماجہ کی روایت لفظ اذن پر ختم ہوگئی۔

(۱۳۷۹) ۱؎ آنکھ کان سے مراد سارے اعضاء ظاہری ہیں' قربانی کے لیے وہ جانور خریدا جائے جس کے کسی عضو میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو اس کے حسن میں کمی پیدا کرے یا جسم میں نقصان لہٰذا اندھا' کانا' لنگڑا' دُم کٹا' بہت دُبلا وغیرہ جانور قربان نہ کیا جائے' ان عیوب کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔ ۲؎ لمبائی میں چرے کان کو شرقاء کہتے ہیں اور چوڑائی میں چرے کان کو خرقاء اس میں اکثر کان کا اعتبار ہے یعنی اگر آدھے سے زیادہ کان سلامت ہیں اور آدھے سے کم چرا پھٹا یا کٹا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اور اس کے برعکس کی ناجائز یونہی سینگ ٹوٹے کا بھی حال ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُضَحِّيَ بِاَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْاُذُنِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۳۸۰) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم ٹوٹے سینگ اور کٹے کان والے کی قربانی کریں۔ ۱؎ (ابن ماجہ)

(۱۳۸۰) ۱؎ کیونکہ اس سے جانور کے حسن میں کمی ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ بنڈے اور بوچے جانور کی قربانی جائز ہے یعنی جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا کان چھوٹے ہوں کیونکہ اعضب وہ کہلاتا ہے جس کے کان یا سینگ کٹے ہوں جس کے سینگوں کا چھلکا اُتر گیا ہو' مغز باقی ہو اس کی قربانی جائز ہے کیونکہ وہ بھی اعضب نہیں۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَاذَا يُتَّقٰى مِنَ الضَّحَايَا فَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ اَرْبَعًا اَلْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا وَالْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا وَالْمَرِيْضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِيْ لَاتُنْقِيْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

(۱۳۸۱) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کن قربانیوں سے بچنا چاہیے تو آپ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا چار سے ۱؎ لنگڑے سے جس کا لنگ ظاہر ہو' کانے سے جس کا کانا پن ظاہر ہو ۲؎ بیمار سے جس کی بیماری ظاہر ہو اور دُبلے سے جو ہڈی میں سینگ نہ رکھتا ہو۔ ۳؎ (مالک' احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' دارمی)

(۱۳۸۱) ۱؎ یہ چار اصولی عیب ہیں جس میں بہت سے فروعی عیب شامل ہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ عیوب کا ذکر ہے۔ ۲؎ یعنی وہ لنگڑا جانور جو قربانی گاہ تک نہ جاسکے اور کانا جس کی ایک آنکھ کی روشنی بالکل جاتی رہی ہو اس سے کم لنگ اور ایک آنکھ میں معمولی پھلی وغیرہ کا ہونا مضر نہیں۔ ۳؎ مرض ظاہر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ چارہ نہ کھائے اور سینگ نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ دُبلے پن کی وجہ سے کھڑی نہ ہو سکے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے اندرونی عیب جو محسوس نہ ہوں' مضر نہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ دیوانہ جانور جس کی دیوانگی ظاہر ہو اس کی قربانی نہ کی جائے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِكَبْشٍ اَقْرَنَ فَحِيْلٍ يَنْظُرُ فِيْ سَوَادٍ وَّيَاْكُلُ فِيْ سَوَادٍ وَّيَمْشِيْ فِيْ سَوَادٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۳۸۲) روایت ہے حضرت ابوسعید سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سینگ والے بکرے کی قربانی کرتے تھے جو سیاہی میں دیکھے' سیاہی میں کھائے اور سیاہی میں چلے۔ ۱؎ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۱۳۸۲) ۱؎ کیونکہ ایسا جانور بہت حسین ہوتا ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ موٹے اور سرگیں آنکھ والے بکرے کی قربانی افضل ہے اور قربانی میں زیادہ گوشت دیکھو زیادہ چربی نہ دیکھو ایک موٹے بکرے کی قربانی دو دُنبوں کی قربانی سے افضل ہے۔

وَعَنْ مُّجَاشِعٍ مِنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ الْجَذَعَ یُوَفِّیْ مِمَّا یُوَفِّیْ مِنْہُ الثَّنِیُّ.(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۱۳۸۳) روایت ہے حضرت مجاشع سے جو بنی سلیم سے ہیں ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بھیڑ کا شش ماہیہ بچہ اس میں کفایت کرتا ہے جس میں بکری کا ایک سالہ بچہ کافی ہو۔ ۲؎ (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۱۳۸۳) ۱؎ آپ کا نام مجاشع ابن مسعود ابن ثعلبہ ابن وہب سلمی ہے' صحابی ہیں' مہاجر ہیں' حضرت مجاہد کے بھائی ہیں۔ ۲؎ یعنی بھیڑ اور دُنبہ کے شش ماہیہ موٹے بچہ کی قربانی جائز ہے اگر ایک سالہ بکریوں سے مل جائے اس کی شرح پہلے گزر چکی' جذع اور ثنی کے معنی کی تحقیق پہلے کی جاچکی۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نِعْمَتِ الْاُضْحِیَّۃُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّاْنِ.(رَوَاہُ التِّرمِذِیُّ)

(۱۳۸۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا بھیڑ کے شش ماہے بچہ کی قربانی اچھی ہے۔ ۱؎ (ترمذی)

(۱۳۸۴) ۱؎ یہ اس لیے فرمایا کہ لوگ اس کی قربانی میں تامل اور دغدغہ (خوف' تشویش' خدشہ) نہ کریں کیونکہ بظاہر اس کی قربانی جائز نہ معلوم ہوتی تھی۔اس حدیث کی بناء پر تمام علماء بلکہ صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ شش ماہہ دُنبہ یا بھیڑ کی قربانی جائز ہے۔(لمعات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَحَضَرَ الْاَضْحٰی وَاشْتَرَکْنَا فِی الْبَقَرَۃِ سَبْعَۃً وَّفِی الْبَعِیْرِ عَشْرَۃً رَوَاہُ التِّرمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ.

(۱۳۸۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ۱؎ کہ بقرعید آگئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہوگئے۔ ۲؎ (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۱۳۸۵) ۱؎ اس طرح کہ کسی جگہ پندرہ روز کی نیت سے ٹھہر گئے تھے ورنہ مسافر پر قربانی واجب نہیں یا یہ قربانی استحباباً کی گئی جیسے بعض حجاج اپنے اور اپنے مرحوم عزیزوں کی طرف سے مکہ معظمہ میں قربانی دے دیتے ہیں۔ ۲؎ اسحاق ابن راہویہ کا یہی مذہب ہے' ان کے علاوہ باقی تمام امام اس پر متفق ہیں کہ اونٹ کی قربانی میں بھی سات ہی آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔ یہ حدیث اس گزشتہ حدیث سے منسوخ ہے جو پہلے گزر گئی کہ گائے اور اونٹ سات سات کی طرف سے جائز ہے۔(لمعات) مرقاۃ نے فرمایا کہ عبداللہ ابن عباس کی بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ ہم اونٹ میں سات یا دس شریک ہوئے لہذا شک کی بناء پر یہ حدیث قابلِ عمل نہیں۔ نیز یہ حدیث حسن غریب ہے اور سات کی روایت نہایت صحیح لہذا اس کے مقابل یہ حدیث متروک ہے۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

(۱۳۸۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں' فرمایا رسول

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاعَمِلُ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَيَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا۔(رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان بقرعید کے دن کوئی ایسی نیکی نہیں کرتا جوخون بہانے سے خدا کو زیادہ پیاری ہو۔ ۱ یہ قربانی قیامت میں اپنے سینگوں' بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی۔ ۲ اور خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے لہٰذا خوش دلی سے قربانی کرو۔ ۳ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۱۳۸۶) ۱ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی میں مقصود خون بہانا ہے' گوشت کھایا جائے یا نہ کھایا جائے لہٰذا اگر کوئی شخص قربانی کی قیمت ادا کردے یا اس سے دُگنا تگنا گوشت خیرات کردے' قربانی ہرگز ادا نہ ہوگی اور کیوں نہ ہو کہ قربانی حضرت خلیل اللہ کی نقل ہے' انہوں نے خون بہایا تھا' گوشت یا پیسے خیرات نہ کیے تھے اور نقل وہی درست ہوتی ہے جو مطابق اصل ہو۔ خیال رہے کہ اسلام سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا حرام تھا' اسے غیبی آگ جلا جاتی تھی مگر قربانی کا حکم تھا اب کتنے بے وقوف ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں اتنی قربانیاں نہ کرو جن کا گوشت نہ کھایا جاسکے۔ ۲ اور قربانی کرنے والے کے نیکیوں کے پلے میں رکھی جائے گی جس سے نیکیاں بھاری ہوں گی۔ (لمعات) پھر اس کے لیے سواری بنے گی جس کے ذریعے یہ شخص باآسانی پل صراط سے گزرے گا اور اس کا ہر عضو مالک کے ہر عضو کا فدیہ بنے گا۔ (مرقاۃ) ۳ یعنی اور اعمال تو کرنے کے بعد قبول ہوتے ہیں اور قربانی کرنے سے پہلے ہی لہٰذا قربانی کو بے کار جان کر یا تنگ دلی سے نہ کرو' ہر جگہ عقلی گھوڑے نہ دوڑاؤ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَيَّامٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ اَنْ يُّتَعَبَّدَ لَهٗ فِيْهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ اَسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ۔

(۱۳۸۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں خدا تعالٰی کو اپنی بقرعید کے عشرہ کی عبادت سے زیادہ پیاری ہو اس زمانہ کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے اور اس کی ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر۔ ۱ (ترمذی' ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد ضعیف ہے۔ ۲

(۱۳۸۷) ۱ یہ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے' کسی تاویل کی ضرورت نہیں' اتنے ثواب بخش دینا ربّ تعالٰی کے کرم سے بعید نہیں کیوں نہ ہو کہ ان دنوں میں حضرت خلیل نے اپنے فرزند کی قربانی دی تھی اور حاجی حج اسی زمانے میں کرتے ہیں' اچھوں کی نسبت سے زمان اور زمین بھی اچھے بن جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ اس حدیث سے دسویں بقرعید خارج ہے کہ اس دن روزہ حرام ہے ۲ کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے۔ نیز بیہقی وغیرہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے اسی کی مثل روایت کی اس کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ جُنْدُبِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُّ الْاَضْحٰى يَوْمَ النَّحْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعْدُ اَنْ صَلّٰى وَفَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَرٰى لَحْمَ اَضَاحِيَّ قَدْ ذُبِحَتْ قَبْلَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ فَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ اَوْ نُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۸۸) روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ سے، فرماتے ہیں کہ بقرعید یعنی قربانی کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا تو ابھی آپ نماز سے آگے نہ بڑھتے تھے نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے سلام ہی پھیرا تھا کہ قربانیوں کے گوشت دیکھے جو آپ کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کردی گئی تھیں۔ ۱؎ تو فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے، یا ہماری نماز سے پہلے ذبح کرلیا ہو تو وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا پھر قربانی کی اور فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کرلی وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے قربانی نہ کی ہو تو وہ اللہ کے نام پر قربانی کرے۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۸۸) ۱؎ غالبًا یہ جانوران لوگوں نے ذبح کیے ہوں گے جن پر عید نہ تھی یا نماز عید شروع ہونے سے پہلے ذبح کردی گئی ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز انہیں دیکھا ہوگا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان ذبح کرنے والوں نے نمازِ عید کیوں نہ پڑھی، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ لوگ پہلے اور جگہ نمازِ عید پڑھ چکے ہوں گے کیونکہ اس زمانے میں یہ نماز صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوتی تھی۔ نیز اگر ایسا ہوتا تو سرکار قربانی لوٹانے کا حکم نہ دیتے۔ ۲؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ شہر میں جہاں نماز عید شرعًا ہوتی ہو وہاں قربانی کا وقت نمازِ عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور گاؤں میں نمازِ عید جائز نہیں، وہاں دسویں تاریخ کی پو پھٹنے سے شروع ہوجاتا ہے اور بارہویں کے آفتاب ڈوبنے تک رہتا ہے یعنی شہر اور گاؤں ابتدا میں علیحدہ ہیں، انتہا میں یکساں۔

وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ الْاَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى رَوَاهُ مَالِكٌ وَّقَالَ بَلَغَنِيْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ مِثْلُهٗ۔

(۱۳۸۹) روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا قربانی بقرعید کے بعد دو دن تک ہے۔ (مالک) اور فرمایا کہ مجھے حضرت علی ابن ابی طالب سے اس کی مثل روایت پہنچی۔ ۱؎

(۱۳۸۹) ۱؎ یہ حدیث امام ابوحنیفہ مالک و احمد کی قوی دلیل ہے کہ قربانی بارہویں کے آفتاب ڈوبنے تک ہے۔ امام شافعی کے ہاں تیرہویں کی عصر تک، یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ بات عقل سے نہیں کہی جاسکتی۔ تیرہویں تاریخ کی کوئی روایت صحیح نہیں ملتی اگر ہو بھی تو قابلِ عمل نہ ہوگی کیونکہ بارہویں تک قربانی کا یقین ہے اور تیرہویں کا شبہ۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّيْ۔

(۱۳۹۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف دس سال قیام کیا، قربانی

(رَوَاهُ التِّرمِذِیُّ)

کرتے رہے۔(ترمذی)۱

(۱۳۹۰) ۱؎ ہر سال،اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے،ایک یہ کہ قربانی واجب ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہ کبھی بیان جواز کے لیے قربانی چھوڑتے،دوسرے یہ کہ قربانی صرف مکہ معظمہ میں ہی نہیں ہر جگہ ہوگی اس سے آج کل کے ہندو نواز مسلمانوں کو عبرت چاہیے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ قَالُوْا فَمَالَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ.(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۳۹۱) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے،فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ۱؎ عرض کیا کہ ان میں ہمیں کیا ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے عوض نیکی،عرض کیا کہ اون یا رسول اللہ؟ تو فرمایا کہ اون کے ہر بال کے عوض نیکی۔ ۲؎ (احمد،ابن ماجہ)

(۱۳۹۱) ۱؎ جس کی ابتدا فرزند کے ذبح سے ہوئی اور آپ آخر تک کرتے رہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمالِ طیبہ کو سنت کہتے ہیں اور گزشتہ انبیاء کے طریقہ کو فطرت لہٰذا قربانی سنت و فطرت ہے۔ ۲؎ پوچھنے والوں کو خیال یہ ہوا کہ اون کے بال تو بہت زیادہ ہوتے ہیں،اتنی نیکیاں ایک قربانی میں کیسے مل جائیں گی جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ دینے والا بڑا کریم ہے،وہ اپنے کرم سے اس سے بھی زیادہ دے تو کون اسے روک سکتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے بجائے قیمت یا بازار سے گوشت خرید کر خیرات نہیں کر سکتے کیونکہ پھر ثواب کے لئے بال کہاں سے آئیں گے۔

بَابُ الْعَتِيْرَةِ — عتیرہ کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

عتیرہ اس مذبوح جانور کا نام ہے جو اہلِ عرب ماہِ رجب میں بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے،شروع اسلام میں مسلمان بھی ماہِ رجب میں اللہ کے لیے ذبح کرتے تھے جسے رجبیہ کہتے تھے،قربانی سے عتیرہ کی سنت منسوخ ہوگئی اباحت اب بھی باقی ہے جس ماہ جس دن چاہو اللہ کے نام پر اللہ کے لیے جانور ذبح کرو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَافَرَعَ وَلَاعَتِيْرَةَ قَالَ وَالْفَرَعُ اَوَّلُ نِتَاجٍ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ كَانُوْا يَذْبَحُوْنَهٗ لِطَوَاغِيْتِهِمْ وَالْعَتِيْرَةُ فِیْ رَجَبٍ.(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۹۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے،وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا فرع ہے نہ عتیرہ ۱؎ فرماتے ہیں کہ فرع وہ پہلا بچہ تھا جانور کا جو ان کے ہاں پیدا ہوتا جسے اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ رجب میں تھا۔ ۲؎ (مسلم،بخاری)

(۱۳۹۲) ۱؎ یعنی اسلام میں فرع تو بالکل حرام ہے اور عتیرہ کا ثواب نہیں کیونکہ فرع تو بتوں کے لیے ہی ذبح ہوتا تھا مگر عتیرہ کفار بتوں کے لیے کرتے تھے، مسلمان اللہ کے لیے فروع کی تفسیر خود حدیث میں آگے آرہی ہے۔ ۲؎ جسے کفار بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور اس کا خون بتوں پر ملتے تھے اور مسلمان اللہ کے لیے لہٰذا فرع اسلام میں کبھی نہیں ہوا۔ عتیرہ پہلے تھا اور بعد میں منسوخ ہوگیا۔ حضرت نبیشہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عتیرہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ جس مہینہ میں چاہو اللہ کے لیے ذبح کرو اللہ کے لیے کھلاؤ۔ ابن سیرین رجب میں جانور ذبح کرتے تھے۔ (مرقاۃ) کہ اس کا وجوب یا سنیت منسوخ ہے، اباحت باقی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ مُخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ كُنَّا وُقُوْفاً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ اُضْحِيَّةً وَّعَتِيْرَةً هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْعَتِيْرَةُ هِيَ الَّتِيْ تُسَمُّوْنَهَا الرَّجَبِيَّةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ضَعِيْفُ الْاَسْنَادِ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْعَتِيْرَةُ مَنْسُوْخَةٌ۔

(۱۳۹۳) روایت ہے حضرت مخنف بن سلیم سے، فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ میں ٹھہرے تھے کہ میں نے آپ کو فرماتے سنا اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال ایک قربانی ہے اور ایک عتیرہ فرمایا کیا جانتے ہو عتیرہ کیا ہے؟ یہ وہی ہے جسے تم رجبیہ کہتے ہو۔ ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے، اسناد ضعیف ہے۲؎ اور ابوداؤد نے فرمایا کہ عتیرہ منسوخ ہے۔

(۱۳۹۳) ۱؎ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ عتیرہ قربانی کی طرح واجب ہے، قربانی سے منسوخ ہوا کیونکہ حجۃ الوداع کے بعد کوئی اسلامی حکم منسوخ نہیں ہوا لیکن یہ حدیث بالکل ضعیف ہے۔ نیز احادیث صحیحہ کے مخالف ہے، ابھی مسلم بخاری کی حدیث گزر چکی کہ نہ فرع ہے نہ عتیرہ بلکہ ہر گھر والے پر تو قربانی بھی واجب نہیں، وہ بھی امیروں پر ہی واجب ہے اور اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہر ایک پر واجب ہے۔ ۲؎ کیونکہ مخنف ابن سلیم سے روایت کرنے والے صرف ابورملہ ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک بالکل مجہول ہیں، عتیرہ کے متعلق ابوداؤد وغیرہ میں روایات ہیں جن سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِيَوْمِ الْاَضْحٰى عِيْدًا جَعَلَهُ اللّٰهُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ قَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَءَيْتَ اِنْ لَّمْ اَجِدْ اِلَّا مَنِيْحَةً اُنْثٰى اَفَاُضَحِّيْ بِهَا قَالَ لَا وَلٰكِنْ خُذْ مِنْ شَعْرِكَ

(۱۳۹۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے بقرعید کے دن عید منانے کا حکم ملا جسے اللہ نے اس اُمت کے لیے مقرر کیا۔ ۱؎ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ! فرمایئے تو اگر میں عاریۃ کا مادہ جانور ہی پاؤں تو کیا اس کی قربانی کردوں؟ فرمایا نہیں! ۲؎

وَاَظْفَارَكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ فَذٰلِكَ تَمَامُ اُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللّٰهِ.(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

لیکن اپنے بال اور ناخن کتراؤ' مونچھیں کٹاؤ' زیرناف کے بال صاف کرو' تمہاری یہی مکمل قربانی ہے۔ ۳؎ (ابوداؤد' نسائی)

(۱۳۹۴) ۱؎ کہ اس دن لوگ کپڑے بدلیں' خوشبوئیں ملیں' نماز بقرعید پڑھیں اور خوشیاں منائیں اور قربانیاں کریں۔ خیال رہے کہ یہ سارے احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت کے لیے ہیں سوائے نماز بقرعید کے کہ وہ گاؤں والوں کے لیے نہیں مگر اس کا خوشی کا دن ہونا سب کے لیے ہے لہٰذا یہ جملہ بالکل صحیح ہے اس میں کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں۔ ۲؎ منیحہ منح سے بنا بمعنی دینا اب اصطلاح میں منیحہ وہ جانور کہلاتا ہے جو کچھ دنوں کے لیے کسی کو عاریۃً دے دیا جائے تاکہ وہ اسے چارہ بھی کھلائے اور اس کے دودھ اون سے فائدہ بھی اُٹھائے پھر مالک کو واپس کردے چونکہ یہ شخص غریب بھی ہے اور یہ جانور بھی اس کا اپنا نہیں دوسرے کا ہے اس لیے اس کی قربانی سے منع کردیا گیا ۳؎ یعنی غریب آدمی اس عشرہ میں حجامت نہ کرائے' بقرعید کے دن بعد نماز عید حجامت کرائے تو ان شاء اللہ قربانی کا ثواب پائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف امیروں پر ہے' غریبوں پر نہیں۔ یہ حدیث گزشتہ قربانی کی احادیث کی شرح ہے۔ خیال رہے کہ صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو عتیرہ کے باب میں لائے تاکہ پتا لگے کہ عتیرہ کوئی شے نہیں کیونکہ سرکار نے سائل سے یہ فرمایا کہ تو قربانی تو نہ کر اور اگر رجب تک تیرے پاس مال آجائے تو عتیرہ کردینا۔

بَابُ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ
گرہن کی نماز کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

خسوف یا خسف کے معنی ہیں دھنس جانا' اہلِ عرب کہتے ہیں خسف العین فی الراس آنکھ سر میں دھنس گئی اور کہا جاتا ہے خسف قارون فی الارض قارون زمین میں دھنس گیا۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (۲۸'۸۱) تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا (کنزالایمان) اب اصطلاح میں چاند گرہن کو خسوف اور سورج گرہن کو کسوف کہتے ہیں کیونکہ اس وقت چاند سورج دھنسا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں خسوف سے مطلقاً گرہن مراد ہے' چاند کا ہو یا سورج کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز بھی پڑھی ہے اور چاند گرہن کی بھی کیونکہ ۵ھ میں چاند گرہن لگا تھا' جمادی الاخر میں جیسا کہ ابن حبان وغیرہ میں' نماز کسوف' باجماعت ہوگی اور چاند گرہن کی نماز علیحدہ علیحدہ' یہ دونوں نمازیں سنت ہیں' دو دو رکعتیں ہیں عام نمازوں کی طرح پڑھی جائیں گی ہاں ان میں قیام رکوع وغیرہ بہت دراز ہوگا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ الشَّمْسَ خُسِفَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ مُنَادِيًا اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَكَعْتُ رُكُوْعًا قَطُّ وَلَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهُ.(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۹۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا ۱؎ تو آپ نے اعلانچی بھیجا کہ نماز تیار ہے پھر آپ امام ہوئے تو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیے۔ ۲؎ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے دراز رکوع و سجدے کبھی نہ کیے۔ ۳؎ (مسلم' بخاری)

(۱۳۹۵) ۱؎ جس دن حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی وفات ہوئی' بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ چاند کی دس تاریخ تھی لہٰذا فلاسفہ کا یہ قول باطل ہے کہ سورج گرہن چاند کی بالکل آخری تاریخوں میں ہی لگ سکتا ہے۔ خیال رہے کہ کفار عرب اور مشرکین ہند کے اس گرہن کے متعلق عجیب خیالات ہیں' کفارِ عرب کہتے تھے کہ کسی بُرے آدمی کی پیدائش یا اچھے آدمی کی وفات پر گرہن لگتا ہے' مشرکین ہند کا عقیدہ ہے کہ چاند اور سورج پہلے انسان تھے' انہوں نے بھنگیوں چماروں سے کچھ قرض لیا اور ادا نہ کیا اس سزا میں انہیں گرہن لگتا ہے۔ چنانچہ ہندو گرہن کے وقت بھنگیوں کو خیرات دیتے ہیں اور مانگنے والے بھنگی بھی کہتے ہیں کہ سورج مہاراج کا قرض چکاؤ' اسلام ان لغویات سے علیحدہ ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جب چاہے چاند سورج کو نورانی کردے اور جب چاہے ان کا نور چھین لے چونکہ یہ قہر خداوندی کے ظہور کا وقت ہے اس لیے اس وقت نماز پڑھو' دعائیں مانگو' صدقہ دو' غلام آزاد کرو تا کہ رحم کیے جاؤ۔ ۲؎ یعنی ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے اس حدیث کی بناء پر امام شافعی نماز کسوف میں ہر رکعت میں دو رکوع مانتے ہیں' ہمارے امام صاحب کے ہاں ہر رکعت میں ایک رکوع ہوگا اور دو سجدے اس لیے کہ حاکم نے باسناد صحیح جو مسلم بخاری کی شرط پر ہے' حضرت ابوبکر سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند سورج کے گرہن کے وقت دو رکعتیں پڑھیں جو عام نمازوں کی طرح تھیں۔ نیز حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ گرہن پڑھی پھر کچھ خطبہ فرمایا جس کے آخری الفاظ یہ ہیں فاذا رأیتموھا فصلوا صلاۃ کما صلیتموھا من المکتوبۃ یعنی جب تم گرہن دیکھو تو جیسے اور فرض نمازیں پڑھتے ہو اسی طرح اس وقت بھی نفل پڑھ لیا کرو۔ حدیث قولی اور فعلی سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز اور نمازوں کی طرح ہے' زیادہ رکوع والی احادیث سخت مضطرب ہیں' چنانچہ فی رکعت دو رکوع تین رکوع چار رکوع پانچ رکوع احادیث میں آئے ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی حدیث قابلِ عمل نہیں۔ نیز زیادہ رکوع کی اکثر احادیث یا حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہیں یا حضرت عبداللہ ابن عباس سے حضرت عائشہ صدیقہ بی بی ہیں اور حضرت ابن عباس بچے تھے' یہ دونوں نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دُور رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع سجدے جیسے اگلی صف والوں پر ظاہر ہوں گے' ویسے ان پر نہیں ہو سکتے اور مردوں کی روایت ایک رکوع کی ہے لہٰذا تعارض کے وقت ان کی روایت قوی ہوگی۔ نیز چند رکوع والی حدیثیں قیام شرعی کے بھی خلاف ہیں اور ایک رکوع والی حدیث قیاس کے مطابق اس لیے تعارض کے وقت ایک رکوع والی حدیث کو ترجیح ہوگی اس بناء پر امام صاحب نے ان روایتوں پر عمل نہ کیا۔ ۳؎ آپ کا فرمان اپنے متعلق ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز باجماعت بہت دراز فرمائی ورنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد اس سے بھی دراز پڑھتے تھے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاْءَتِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۹۶) روایت ہے انہی سے' فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں اونچی قرأت کی۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۹۶) ۱؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں چاند گرہن کی نماز مراد ہے کیونکہ مطلقاً خسوف چاند گرہن پر ہی بولا جاتا ہے' سورج گرہن کے بارے میں عنقریب احادیث آ رہی ہیں کہ آپ نے آہستہ قرأت کی چونکہ چاند گرہن کی نماز رات میں ہوتی ہے لہٰذا وہاں جہر مناسب ہے اور سورج گرہن کی نماز دن میں ہوتی ہے وہاں آہستہ پڑھنا بہتر۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں جماعت کا ذکر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند گرہن کی یہ نماز جماعت سے پڑھی

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهٗ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَدُوْنَ الرُّكُوْعِ لْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَدُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكُوْعً طَوِيْلًا وَهُوَدُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَءَ يْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَءَ يْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّيْ رَءَ يْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَّلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَ كَلْتُمْ مِنْهُ مَابَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَاَيْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَكَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ اَفْظَعَ وَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَآءَ قَالُوْا بِمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِ هِنَّ قِيْلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْاَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدٰهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَارَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۹۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے، فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گہن گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے دراز قیام کیا، سورۂ بقر کی قرأت کے بقدر ۱؎ پھر دراز رکوع کیا پھر اُٹھے تو بہت دراز قومہ کیا جو پہلے قیام سے کچھ کم تھا پھر دراز رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر اُٹھے پھر سجدہ کیا پھر قیام کیا تو بہت دراز قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر دراز رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اُٹھایا تو دراز قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر دراز رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اُٹھایا پھر سجدہ کیا۔ ۲؎ پھر فارغ ہوئے جبکہ سورج صاف ہو چکا تھا۔ ۳؎ پھر فرمایا کہ سورج چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے گھٹتے ہیں نہ کسی کی زندگی کی وجہ سے ۴؎ جب تم یہ دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔ ۵؎ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی اس جگہ میں کچھ لیا پھر دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے، فرمایا میں نے جنت ملاحظہ کی تو اس سے خوشہ لینا چاہا اگر لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔ ۶؎ اور میں نے آگ دیکھی تو آج کی طرح گھبراہٹ والا منظر کبھی نہ دیکھا، میں نے زیادہ دوزخی عورتیں دیکھیں۔ ۷؎ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کیوں فرمایا؟ ان کے کفر کی وجہ سے، عرض کیا گیا کہ کیا اللہ کی کافرہ ہیں، فرمایا خاوند کی ناشکری ہیں، احسان کی منکر ہیں اگر تم ان سے زمانہ بھر تک بھلائی کرو پھر تمہاری طرف سے کچھ ذرا سی بات دیکھ لیں تو کہیں کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہ دیکھی۔ ۸؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۹۷) ۱؎ یعنی اندازاً اتنا قیام، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت آہستہ تھی ورنہ آپ قیام کا اندازہ نہ لگاتے کسی صحابی سے پوچھ لیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی سورۃ پڑھی۔ ۲؎ یہاں دونوں جگہ سجدے مراد ہیں جو عام طور پر نماز کی ہر رکعت میں کیے جاتے ہیں لہٰذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے ایک سجدہ کیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں دو رکوع اور دو

سجدے کیے' دو رکوع کی بحث ابھی گزر چکی۔ ۳؎ یعنی گرہن کا پورا وقت لمبی نماز میں گزار دیا اگر وقت کچھ بچ رہتا تو دعا میں گزارتے۔ ۴؎ اس کلام شریف میں اس جہالت کے عقیدہ کا رد ہے جو اہلِ عرب میں پھیلا ہوا تھا اور اتفاقًا اس دن حضرت ابراہیم کا انتقال بھی ہوا تھا اس سے ان کے خیالات میں اور پختگی ہونے کا اندیشہ تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ ۵؎ کہ اگر نصف النہار کا وقت نہ ہو تو نماز گرہن پڑھو ورنہ تسبیح' تکبیر' استغفار اور باقی ذکر کرو۔ سبحان اللہ کیا جامع کلام ہے۔ ۶؎ یعنی جنت میرے سامنے آ گئی یا جنت کے پاس ہم پہنچ گئے اور اس کے انگور کے خوشہ کو ہاتھ بھی لگا دیا قریبًا توڑ ہی لیا تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ اس کا خوشہ تمہیں اور قیامت تک کے مسلمانوں کو دکھا دیں اور کھلا دیں مگر خیال یہ آ گیا کہ پھر جنت غائب نہ رہے گی اور ایمان بالغیب نہ رہے گا۔ خیال رہے کہ جنت کے پھلوں کو فنا' نہیں۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: اُكُلُهَا دَآئِمٌ (۳۵:۱۳) لہٰذا اگر وہ خوشہ دنیا میں آ جاتا تو تمام دنیا کھاتی رہتی' وہ ویسا ہی رہتا' دیکھو چاند سورج کا نور سمندر کا پانی ہوا لاکھوں سال سے استعمال میں آ رہے ہیں' کچھ کمی نہیں آئی۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت اور وہاں کے پھلوں وغیرہ کے مالک ہیں کہ خوشہ توڑنے سے ربّ نے منع نہ کیا خود نہ توڑا' کیوں نہ ہو کہ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کوثر کا پانی بارہا پلایا دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ربّ تعالٰی نے وہ طاقت دی ہے کہ مدینہ میں کھڑے ہو کر جنت میں ہاتھ ڈال سکتے ہیں اور وہاں تصرف کر سکتے ہیں جن کا ہاتھ مدینہ سے جنت میں پہنچ سکتا ہے' کیا ان کا ہاتھ ہم جیسے گناہ گاروں کی دستگیری کے واسطے نہیں پہنچ سکتا اور اگر یہ کہو کہ جنت قریب آ گئی تھی تو جنت اور وہاں کی نعمتیں ہر جگہ حاضر ہوئیں۔ بہرحال اس حدیث سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ماننا پڑے گا یا جنت کو۔ ۷؎ یعنی ہم نے یہیں سے دوزخ کو بھی ملاحظہ فرمایا اور وہاں کے عذابوں اور عذاب پانے والے بندوں کو بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ آئندہ واقعات کو دیکھ لیتی ہے کیونکہ دوزخیوں کا دوزخ میں جانا قیامت کے بعد ہو گا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی دیکھ رہے ہیں جیسے ہم خواب و خیال میں آئندہ واقعات کو دیکھ لیتے ہیں۔ خیال رہے کہ پہلے دوزخ میں عورتیں زیادہ ہوں گی اور جنت میں مرد زیادہ مگر بعد میں عورتیں زیادہ ہو جائیں گی اس طرح کہ دوزخی عورتیں معافی سے یا سزا بھگت کر جنت میں پہنچ جائیں گی اگرچہ مرد معافی پا کر آئیں گے مگر ان کی تعداد عورتوں سے تھوڑی ہو گی لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ جنت میں ادنٰی جنتی کے نکاح میں دنیا کی عورتیں ہوں گی۔ (طبرانی) کیونکہ یہاں ابتدا کا ذکر ہے اور اس حدیث میں انتہا کا۔ (از مرقاۃ) ۸؎ یعنی عورت کی فطرت میں یہ بات ہے کہ کسی کا احسان یاد نہیں رکھتی' بُرائی یاد رکھتی ہے' یہ اسلام کے خلاف ہے' شکریہ کا حکم قرآن شریف میں دیا گیا ہے جو بندوں کا شکر نہیں کر سکتا' وہ خدا کا شکر بھی نہیں کر سکتا۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ نَحْوَ حَدِيْثِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّقَالَتْ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَّاللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ

(۱۳۹۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے حضرت ابن عباس کی مثل ام المومنین نے فرمایا کہ پھر سجدہ کیا تو دراز کیا پھر فارغ ہوئے جب کہ آفتاب کھل چکا تھا پھر لوگوں پر خطبہ پڑھا' اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' کسی کی موت و زندگی کی وجہ سے نہیں گہنتے جب تم یہ دیکھو تو اللہ سے دعا کرو تکبیریں کرو نماز پڑھو' خیرات کرو۔ ۱؎ پھر فرمایا محمد مصطفٰی کی امت ربّ کی قسم کہ اگر تم جانتے جو میں جانتا

اللّٰهِ اَنْ یَزْنِیَ عَبْدُهٗ اَوْتَزْنِیَ اُمَتُهٗ یَااُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَّاللّٰهِ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَااَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ہوں ۲؎ تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ تھے۔ (مسلم بخاری)

(۱۳۹۸) ۱؎ مضمون دونوں حدیثوں کا تقریباً یکساں ہے' الفاظ میں کچھ فرق ہے یہاں خطاب مال داروں سے ہے کیونکہ گرہن کے وقت صدقہ دینے کا انہی کو حکم ہے۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ اکثر دنیا میں عذاب مال داروں کی وجہ سے آتا ہے اور رحمتیں فقراء کی وجہ سے کیونکہ زیادہ گناہ مال دار ہی کرتے ہیں کہ وہ مال کی وجہ سے بہت گناہوں پر قادر ہوتے ہیں لہٰذا ہر مصیبت میں انہیں زیادہ ڈرنا چاہیے ۲؎ یعنی جیسے ایک شریف آدمی کو یہ گوارا نہیں کہ اس کا غلام یا لونڈی زنا کرے' وہ اس پر ان کو سخت سزا دیتا ہے' ایسے ہی ربّ تعالٰی کا غضب بندوں کے زنا پر جوش میں آتا ہے۔ خیال رہے کہ کفر کے بعد بدترین گناہ زنا ہے جس پر سخت عذاب آتے ہیں اسی لیے شریعت میں اس کی سزا قتل کی سزا سے بدتر ہے یعنی سنگسار کرنا یعنی اللہ کے عذاب اور غضب جو میرے علم و مشاہدہ میں ہیں اگر تمہارے علم و مشاہدہ میں آجاتے تو ہنسنا بھول جاتے' یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تحمل ہے کہ دونوں جہان کو نبھائے ہوئے ہیں' سب کچھ دیکھتے بھالتے دنیا میں بھی شاغل ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ خُسِفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَزَعًا یَخْشٰی اَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَّرُكُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ مَارَاَیْتُهٗ قَطُّ یَفْعَلُهٗ وَقَالَ هٰذِهِ الْاٰیَاتُ الَّتِیْ یُرْسِلُ اللّٰهُ لَاتَكُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیٰوتِهٖ وَلٰكِنْ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِكْرِهٖ وَ دُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۳۹۹) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے' فرماتے ہیں کہ سورج گہن گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے اس خوف سے کہ قیامت آگئی۔ ۱؎ مسجد میں تشریف لائے' بہت دراز قیام و رکوع اور سجدے سے نماز پڑھی کہ ایسا کرتے میں نے آپ کو کبھی نہ دیکھا۔ ۲؎ اور فرمایا یہ وہ نشانیاں ہیں جن کو اللہ بھیجتا ہے کسی کی موت وزندگی کی وجہ سے نہیں ہوتیں لیکن اللہ اس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ ۳؎ تو جب تم ان میں سے کچھ دیکھو' اللہ کے ذکر' دعا و استغفار کی طرف گھبرا کر جاؤ۔ ۴؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۹۹) ۱؎ یہ بطور تمثیل حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا سا خوف ہوا ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ابھی قیامت کا وقت نہیں خود ہی تو علاماتِ قیامت بے شمار بیان فرمائی ہیں۔ ربّ تعالٰی نے سارے جہان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے پھیلانے کا وعدہ کیا ہے جن کی اطلاع اس سے پہلے سرکار بار ہا دے چکے ہیں کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری فتح خیبر کے سال ایمان لائے اور سورۂ فتح اس سے کہیں پہلے نازل ہو چکی تھی جس میں یہ تمام وعدے ہیں۔ نیز ڈر خوف دل کے حالات ہیں' دوسرا شخص علامات ہی سے معلوم کرسکتا ہے۔ حقیقت حال سے خبردار نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابوموسیٰ نے اندازاً یہ بیان کیا۔ (لمعات) لہٰذا اس حدیث سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت سے بالکل بے خبر تھے۔ ۲؎ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کی ہر رکعت میں ایک رکوع دو سجدے کیے مگر بہت دراز کیے چونکہ ابوموسیٰ اشعری اس وقت بچے نہ تھے اس لیے

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز سے بہت ہی خبردار تھے لہٰذا آپ کی یہ روایت حضرت ابن عباس و عائشہ صدیقہ کی احادیث پر راجع ہے اور یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ ۳؎ اس میں کفارِ عرب کے مذکورہ بالا عقیدہ کی تردید ہے اور آج کل کے فلاسفہ کا رد ہے کیونکہ خسوف و کسوف محض چاند سورج کی حرکات سے نہیں ہوتے۔ بلکہ قیامت یاد دلانے اور ربّ کی قدرت ظاہر کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ۴؎ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ گرہن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھبرانا ہماری تعلیم کے لیے تھا اور خدا کی ہیبت سے نہ کہ اپنی بے علمی یا خدا کے وعدوں پر بے اعتمادی کی وجہ سے' گرہن میں جیسے نماز پڑھنا سنت اختیاری ہے ایسے ہی دل کی گھبراہٹ بے اختیاری سنت ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۰۰) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جس دن حضور علیہ السلام کے فرزند ابراہیم نے وفات پائی ۱؎ سورج گہن گیا تو آپ نے لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدوں سے نماز پڑھائی۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۴۰۰) ۱؎ حضرت ابراہیم ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ پاک میں پیدا ہوئے' سولہ یا اٹھارہ مہینے زندہ رہے اور منگل کے دن دس ربیع الاوّل یا جمادی الاوّل ۱۰ھ میں وفات پائی' اس دن سورج کو گرہن لگا (لمعات و مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ ریاضی والوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ سورج گرہن چاند کی ۲۷' ۲۸ یا ۲۹ ہی کو ہوسکتا ہے۔ ۲؎ یعنی دو رکعتیں پڑھائیں جس کی ہر رکعت میں تین رکوع اور دو سجدے کیے اس سے پہلے گزر چکا کہ ہر رکعت میں دو رکوع تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِيْ أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَعَنْ عَلِيٍّ مِثْلُ ذٰلِكَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۰۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ جب سورج گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سجدوں میں آٹھ رکوع سے نماز پڑھائی۔ ۱؎ اسی طرح حضرت علی سے مروی ہے۔ (مسلم)

(۱۴۰۱) ۱؎ یعنی دو رکعتیں پڑھائیں ہر رکعت میں چار رکوع اور دو سجدے انہی حضرت ابن عباس کی دو رکوعوں والی روایت اس سے پہلے گزر گئی' ان کی احادیث میں تعارض ہے لہٰذا کوئی روایت قابلِ عمل نہیں جیسا کہ تعارض میں ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں صرف ایک بار سورج گرہن ہوا ہے اور ایک ہی بار چاند گرہن اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مختلف واقعوں کا ذکر ہے' ان میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ أَرْتَمِيْ بِأَسْهُمٍ لِّيْ بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهَا فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأَنْظُرَنَّ إِلٰى مَا حَدَثَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ قَالَ

(۱۴۰۲) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے ۱؎ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف میں مدینہ میں تیر اندازی کر رہا تھا کہ سورج گرہن ہو گیا' میں نے تیر تو پھینک دیئے اور سوچا کہ ربّ کی قسم میں دیکھوں گا کہ سورج گرہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا واقعہ پیش آیا ۲؎

فَاَتَیْتُهٗ وَهُوَ قَآئِمٌ فِی الصَّلٰوةِ رَافِعٌ یَدَیْهِ فَجَعَلَ یُسَبِّحُ وَیُهَلِّلُ وَیُكَبِّرُ وَیَحْمَدُ وَیَدْعُوْا حَتّٰی حُسِرَ عَنْهَا فَلَمَّا حُسِرَ عَنْهَا قَرَأَ سُوْرَتَیْنِ وَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِهٖ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ وَكَذَا فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ وَفِیْ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ۔

فرماتے ہیں میں وہاں آیا تو حضور نماز میں ہاتھ اُٹھائے کھڑے تھے ۳؎ تو آپ تسبیح، تہلیل وتکبیر اور حمد کہہ رہے تھے دعا مانگ رہے تھے حتی کہ سورج سے گرہن کھل گیا جب گرہن کھل گیا تو آپ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز ادا کی۔ ۴؎ مسلم نے اپنی صحیحین میں عبدالرحمن بن سمرہ سے روایت کی اسی طرح شرح سنہ میں انہیں سے اور مصابیح کے نسخوں میں حضرت جابر ابن سمرہ سے۔ ۵؎

(۱۴۰۲) ۱؎ آپ کی کنیت ابوسعید اشجعی ہے، آپ عبدالشمس ابن عبدمناف کی اولاد سے ہیں، آپ کا اصلی نام عبدالکعبہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن رکھا، خلافتِ عثمانیہ میں سجستان اور کابل آپ ہی نے فتح کیا۔ (اشعۃ اللمعات) فتح مکہ کے دن ایمان لائے، بصرہ میں قیام رہا، ۵۱ھ میں وفات پائی۔ (اکمال) ۲؎ یعنی آپ اس وقت کیا کررہے ہیں تاکہ میں خود بھی وہ عمل کیا کروں اور لوگوں کو تبلیغ بھی کروں۔ ۳؎ یعنی زیرناف ہاتھ باندھے کیونکہ اس وقت ہاتھ چھوٹے اور لٹکے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ اُٹھے اور بندھے ہوئے ہوتے ہیں یا صلوٰۃ بمعنی دعا ہے یعنی آپ نماز سے فارغ ہوچکے تھے یا تیاری نماز میں تھے، ہاتھ اُٹھائے، دعا مانگ رہے تھے ورنہ نماز گرہن کے قیام میں ہاتھ اُٹھانے کا کوئی موقع نہیں اور نہ کسی کا یہ مذہب ہے۔ ۴؎ یعنی پوری کی، خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے نماز گرہن میں دیر تک تسبیح وتہلیل وغیرہ کی پھر سورۃ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر رکوع سجدہ وغیرہ کرکے سلام پھیر دیا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کیے، نماز کو زیادہ رکوعوں سے دراز نہیں کیا بلکہ زیادہ ذکروں سے یہ حدیث بھی امام اعظم کی دلیل ہے۔ ۵؎ یعنی مصابیح میں بجائے عبدالرحمن کے جابر ہے۔ میں نے درست کرکے مشکوٰۃ میں عبدالرحمن کر دیا اس جگہ مرقات نے ترمذی، بخاری وابوداؤد، نسائی اور حاکم کی احادیث بروایت ابن عمر، عبداللہ ابن عمر، سمرہ ابن جندب، نعمان ابن بشیر، قبیصہ ہلالی، ابی بکرہ وغیرہم سے بہت احادیث نقل کیں جن میں نماز گرہن کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دوسجدوں کا ذکر ہے اور فرمایا کہ چند رکوع والی احادیث مضطرب متعارض ہیں، ہم وہ تفصیل یہاں چھوڑتے ہیں اگر کسی کو شوق ہو تو اس جگہ مرقاۃ کا مطالعہ کرے۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِتَاقَةِ فِیْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۴۰۳) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۴۰۳) ۱؎ کہ اس وقت غلام آزاد کیے جائیں کیونکہ اعتاق اور تمام قسم کی خیرات سے عذاب دفع ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ كُسُوْفٍ لَّانَسْمَعُ لَهٗ

(۱۴۰۴) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے، فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز

صَوْتًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

پڑھائی تو ہم آپ کی آواز نہیں سنتے تھے۔ ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

(۱۴۰۴) ۱؎ یعنی اس نماز میں آہستہ قرأت کی یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔ بعض روایات میں جہری قرأت کا بھی ذکر ہے جب جہر و اخفاء میں تعارض ہوا تو اخفاء کی روایات کو ترجیح ہوئی کیونکہ دن کی نمازوں میں اخفاء اصل ہے۔

وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَاتَتْ فُلَانَةُ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَّ سَاجِدًا فَقِيْلَ لَهٗ تَسْجُدُ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمْ اٰيَةً فَاسْجُدُوْا وَاَيُّ اٰيَةٍ اَعْظَمُ مِنْ ذَهَابِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ)

(۱۴۰۵) روایت ہے حضرت عکرمہ سے، فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں بیوی وفات پا گئیں تو آپ سجدہ میں گر گئے۔ ۱؎ آپ سے کہا گیا کہ کیا اس گھڑی سجدہ کرتے ہیں تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے تشریف لے جانے سے بڑی کون سی نشانی ہے۔ ۲؎ (ابوداؤد، ترمذی)

(۱۴۰۵) ۱؎ یہ سجدہ ہیبت کا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور بیویاں زمین والوں کے لیے امن ہیں، ان کی وفات امن کا اُٹھنا ہے اور ان کا جانا مصیبتوں کا آنا ہے۔ خیال رہے کہ یہ بی بی صاحبہ حضرت صفیہ ہیں۔ بعض نے کہا کہ حضرت حفصہ مگر پہلا قول قوی ہے اور عکرمہ حضرت ابن عباس کے غلام ہیں، عکرمہ ابن ابوجہل اور ہیں۔ ۲؎ مرقاۃ ولمعات نے اس جگہ فرمایا کہ یہ حضرات بابرکت ہیں جن کے وسیلہ سے عذاب دُور رہتا ہے، ربّ کی رحمتیں آتی ہیں، ان کی وفات پر ذکر اللہ نوافل اور سجدے زیادہ کرو کیونکہ ان کی حیات کی برکت تو جاتی رہی اب اللہ کے ذکر کی برکت سے عذاب دُور رہے۔ خیال رہے کہ ازواجِ مطہرات کی وفات کی طرح سورج گرہن بھی اللہ کی نشانی ہے لہٰذا اس وقت بھی ذکر و نفل اور سجود چاہیے اس لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ فَقَرَاَ بِسُوْرَةٍ مِنَ الطِّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ الثَّانِيَةَ فَقَرَاَ بِسُوْرَةٍ مِنَ الطِّوَالِ ثُمَّ رَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُوْ حَتّٰى انْجَلٰى كُسُوْفُهَا. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۴۰۶) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گہن گیا تو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، طوال کی کوئی سورۃ پڑھی۔ ۱؎ اور پانچ رکوع کیے اور دو سجدے پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے تو طوال کی کوئی سورۃ پڑھی پھر پانچ رکوع کیے اور دو سجدے پھر جیسے تھے ویسے ہی قبلے کو منہ کیے بیٹھے بیٹھے دعا مانگتے رہے حتیٰ کہ اس کا گرہن کھل گیا۔ (ابوداؤد)

(۱۴۰۶) ۱؎ سورۂ حجرات سے بروج تک کی سورتیں طوال یا طول کہلاتی ہیں۔ حضرت ابی بن کعب کا یہ فرمانا اندازے سے ہے نہ

کہ سن کر اسی لئے آپ نے سورۃ کا نام نہیں لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت تو آہستہ تھی جیسا کہ پہلے گذر چکا یعنی اتنی لمبی رکعت ادا کی کہ شاید طوال کی سورۃ پڑھی۔ ۲؎ اس حدیث میں فی رکعت پانچ رکوع ثابت ہوئے' چار' تین' دو' ایک کی روایتیں گزر چکیں ان احادیث میں مطابقت ناممکن ہے اسی لیے ایک رکوع کی روایت قابلِ عمل ہے۔ خیال رہے کہ نماز گرہن کے بعد دعا مانگنا بھی سنت ہے' بیٹھ کر مانگے یا کھڑے ہو کر قبلہ رو ہو یا قوم کی طرف رُخ کرے' امام دعا مانگے لوگ آمین کہیں گے' کھڑے ہو کر دعا مانگے' لاٹھی یا کمان پر ٹیک لگانا بہتر ہے۔ (فتح القدیر وغیرہ)

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَيَسْئَلُ عَنْهَا حَتّٰى انْجَلَتِ الشَّمْسُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ النَّسَآئِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حِيْنَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ مِثْلُ صَلٰوتِنَا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ وَلَهٗ فِيْ اُخْرٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا مُسْتَعْجِلًا اِلَى الْمَسْجِدِ وَقَدِ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى حَتّٰى انْجَلَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَايَنْخَسِفَانِ اِلَّالِمَوْتِ عَظِيْمٍ مِنْ عُظَمَآءَ اَهْلَ الْاَرْضِ وَاِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَايَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا خَلِيْقَتَانِ مِنْ خَلْقِهٖ يُحْدِثُ اللّٰهُ فِيْ خَلْقِهٖ مَاشَآءَ فَاَيُّهُمَا انْخَسَفَ فَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْجَلِيَ اَوْيُحْدِثُ اللّٰهُ اَمْرًا۔

(۱۴۰۷) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گہن گیا تو دو دو رکعتیں پڑھتے رہے اور سورج کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے حتیٰ کہ سورج کھل گیا۔ ۱؎ (ابوداؤد) اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ جب سورج گہن گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری تمام نمازوں کی طرح نماز پڑھی کہ رکوع اور سجدہ کرتے تھے ۲؎ اور اس کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جلدی جلدی مسجد کی طرف آئے' سورج گہن گیا تھا تو نماز پڑھی حتیٰ کہ کھل گیا پھر فرمایا کہ جاہلیت والے کہتے تھے کہ سورج اور چاند زمین کے کسی بڑے آدمی کے مرنے پر گہتے ہیں۔ ۳؎ حالانکہ سورج چاند نہ کسی کی موت پر گہنیں نہ کسی کی زندگی پر' یہ تو خلقِ الٰہی میں سے دو مخلوق ہیں' اللہ اپنی مخلوق پر جو چاہے حادثہ کرے۔ ۴؎ لہٰذا تم نماز پڑھا کرو حتیٰ کہ سورج کھل جائے یا اللہ کوئی واقعہ پیدا کردے۔ ۵؎

(۱۴۰۷) ۱؎ شارحین نے اس کی شرح میں بہت دشواری محسوس کی ہے کیونکہ گزشتہ احادیث میں صرف دو رکعتوں کا ذکر تھا اور یہاں زیادہ کا۔ بعض نے فرمایا کہ جب گرہن جلدی کھل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور جب دیر میں کھلا تو زیادہ پڑھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف ایک ہی دفعہ سورج گرہن ہوا ہے اس لیے توجیہ نہیں بنتی بس اب یہی کہا جا سکتا ہے' یہ ایک روایت بے شمار مذکورہ روایتوں کے خلاف ہے' یہ ناقابلِ قبول ہے۔ ۲؎ یعنی جیسے اور نفل پڑھے جاتے ہیں کہ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ایسے ہی یہ نماز گرہن بھی پڑھی گئی۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ نماز گرہن میں ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں اس کی پوری بحث ہم اس باب میں پہلے کر چکے ہیں اس حدیث کی تائید دوسری بہت سی احادیث سے ہو رہی ہے اور قیاس شرعی بھی اس کے موافق ہے لہٰذا یہی قابلِ عمل ہے۔ ۳؎ اور اتفاقاً آج حضرت ابراہیم کا انتقال بھی ہوا تو اس واقعہ سے ان کے خیال

اور پختہ ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لیے کان کھول کر سُن لو۔ ۴؎ بارشوں اور آندھیوں کا آنا زمین پر زلزلے کسی کے مرنے جینے سے نہیں بلکہ ربّ کی قدرت کے اظہار کے لیے ہیں ایسے ہی چاند سورج کا گہنا کسی کی موت زندگی کی وجہ سے نہیں۔ ۵؎ اس طرح نصف النہار کا وقت آ جائے یا سورج گہنے کی حالت میں غروب ہو جائے یا چاند کے گہنے کی حالت میں سویرا ہو جائے تو نماز چھوڑ دو کیونکہ ان وقتوں میں نماز منع ہے' یہ مطلب نہیں کہ قیامت آ جائے کیونکہ اس وقت دنیا میں کوئی مسلمان نہیں ہوگا پھر نماز کیسی اور ذکر اللہ کیسا لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

بَابُ فِيْ سُجُوْدِ الشُّكْرِ سجدۂ شکر کا باب

وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ یہ باب پہلی اور تیسری فصل سے خالی ہے

یعنی دینی یا دنیوی خوشی کی خبر سُن کر سجدے میں گر جانا اسے سجدہ شکر کہا جاتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ بدعت اور ممنوع ہے' بعض کے ہاں سنت ہے۔ امام محمد کا یہی قول ہے۔ بعض علماء نے مکروہ فرمایا' وہ یہ فرماتے ہیں کہ سجدہ شکر کی احادیث میں سجدہ سے نماز مراد ہے یعنی جز سے کل (لمعات) مگر قول سنیت صحیح ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے قتل' صدیق اکبر نے مسیلمہ کذاب کے قتل اور سیدنا علی مرتضیٰ نے ذوالثدیہ خارجی کے قتل کی خبریں سُن کر سجدہ شکر ادا کیے اور کعب ابن مالک قبول توبہ کی بشارت پر سجدے میں گر گئے۔ (از لمعات واشعہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ دوسری فصل

یعنی صاحب مصابیح نے اس باب کی فصل اوّل نہیں قائم کی کیونکہ انہیں صحیحین میں اس کی کوئی روایت نہ ملی' حیرت ہے۔ کعب ابن مالک کا قبول توبہ پر سجدہ شکر کرنا صحیحین میں موجود ہے مگر مصنف کا ادھر خیال نہ گیا' میں نے تیسری فصل قائم نہ کی' مجھے اس کی زیادہ روایتیں نہ ملیں۔

عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاجَآءَهٗ اَمْرٌ سُرُوْرًا اَوْيُسَرُّبِهٖ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلّٰهِ تَعَالٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

(۱۴۰۸) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے' فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی کی خبر پہنچتی یا آپ خوش ہوتے ۱؎ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ۲؎ (ابوداؤد' ترمذی) ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۱۴۰۸) ۱؎ اس عبارت میں راوی کا شک ہے کہ صحابی نے امر سرور افرمایا یا یسربہ خیال رہے کہ سرورا یا امر کی تمیز ہے یا اغنی فعل پوشیدہ کا مفعول یا لام جارہ ہٹا دیا گیا ہے یعنی منصوب بنزع الخافض ہے' طلباء وعلماء اس کے زبر سے دھوکا نہ کھائیں۔ ۲؎ چنانچہ ابوجہل کا سر آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ سجدہ شکر میں گر گئے۔

وَعَنْ اَبِيْ جَعْفَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱۴۰۹) روایت ہے حضرت ابوجعفر سے ۱؎ کہ نبی کریم صلی

رَاٰی رَجُلًا مِّنَ النَّغَاشِیِّنَ فَخَرَّ سَاجِدًا رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ مُرْسَلًا وَّفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ۔

اللہ علیہ وسلم نے ناقص الخلقت لوگوں میں سے کسی کو دیکھا تو آپ سجدے میں گر گئے۔۲ (دارقطنی) ارسالا ۳ شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ ہیں۔

(۱۴۰۹) ۱ آپ کا نام محمد ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہے، کنیت ابوجعفر، لقب باقر ہے یعنی آپ امام زین العابدین کے بیٹے ہیں، امام جعفر آپ کے بیٹے ہیں، آپ تابعی ہیں، حضرت جابر ابن عبداللہ سے ملاقات ہے، ۵۶ھ میں پیدائش اور ۱۱۷ھ میں وفات ہے، جنۃ البقیع میں دفن ہیں، فقیر آپ کے مزار پر حاضر ہوا۔ ۲ خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اعضاء صحیح بخشے اور اس مصیبت سے بچایا، یہ شکر یہ اپنی حفاظت کا ہے نہ کہ اس کی آفت میں مبتلا ہونے کا ۳ کیونکہ ابوجعفر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا مگر دوسری روایت سے اس حدیث کو قوت ملتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اپاہج کو دیکھ کر سجدہ کیا، دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بگڑی شکل والے کو دیکھ کر سجدہ کیا۔ (مرقاۃ) نغاش نغش سے بنا بمعنی بہت پست قد، ضعیف الحرکت ناقص الخلقت انسان۔ علماء فرماتے ہیں کہ دینی آفت زدہ کو دیکھ کر بھی خدا کا شکر کرنا چاہیے۔ حضرت شبلی نے ایک دنیا میں پھنسے آدمی کو دیکھا تو سجدے میں گر گئے اور آپ نے یہ دعا پڑھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ اللّٰهُ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا یہ دعا ہر دینی و دنیاوی مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جائے تو ان شاء اللہ پڑھنے والا اس مصیبت سے دور رہے گا، دنیاوی مصیبت والے کو دیکھ کر آہستہ پڑھے، فاسق و بدکار کو دیکھ کر آواز سے پڑھے تاکہ اسے عبرت ہو۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِیْدُ الْمَدِیْنَةَ فَلَمَّا كُنَّا قَرِیْبًا مِّنْ عَزْوَزَآءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِیْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِیْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا قَالَ اِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ وَ شَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَئَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَئَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ الثُّلُثَ الْاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُكْرًا ۱ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۴۱۰) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے، فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے چلے، مدینہ پاک کا ارادہ کرتے تھے جب ہم عزوزاء کے قریب پہنچے ۱ تو حضور اُترے پھر اپنے ہاتھ اُٹھائے ایک گھڑی اللہ سے دعا مانگی پھر سجدے میں گرے اس میں بہت ٹھہرے پھر اُٹھے تو ایک گھڑی اپنے ہاتھ اُٹھائے رہے۔۲ پھر سجدے میں گرے وہاں بہت ٹھہرے پھر اُٹھے ایک گھڑی اپنے ہاتھ اٹھائے۔ پھر سجدے میں گرے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی اُمت کے لیے سوال کیا اور شفاعت کی تو رب نے مجھے تہائی اُمت دے دی میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا پھر میں نے اپنا سر اُٹھایا اپنے رب سے اپنی اُمت کے لیے سوال کیا مجھے تہائی اُمت دے دی میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا پھر میں نے اپنا سر اُٹھایا اپنے رب سے اپنی اُمت کے لیے سوال کیا اس نے مجھے آخری تہائی بھی دے دی تو میں رب

کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا۔۲ (احمد،ابوداؤد)

(۱۴۱۰) ۱؎ عزوزاء مقامِ جحفہ میں ایک خشک پہاڑی کا نام ہے چونکہ یہاں پتھریلی اور سخت زمین ہے، پانی بہت کم ہے اس لیے اسے عزوزاء کہتے ہیں اور عزوزاء اونٹنی ہے جس کا دودھ سختی سے دوہا جاتا ہے، سخت دھار ہو ۲؎ عزوزاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُترنا ٹھہرنے کے ارادے سے نہ تھا بلکہ بذریعہ وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ جنگل برکت والا ہے یہاں دعا کریں لہٰذا دعا کے لیے اُترے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں پہلا سجدہ دعا کے لیے تھا کیونکہ سجدے میں دعا جلد قبول ہو جاتی ہے، باقی سجدے دعا کے لیے بھی تھے اور شکریہ کے بھی، آخری سجدہ صرف شکریہ کا تھا اس لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی یا یہ سب سجدے شکر کے تھے دعائیں تو بیٹھ کر ہاتھ اُٹھا کر مانگی گئیں، دوسرا احتمال قوی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں ہاتھ اُٹھانا اور آہستہ مانگنا سنت ہے ۳؎ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے گناہوں کی مغفرت ان کی عیب پوشی اور بلندی مراتب وغیرہ تمام چیزوں کی دعائیں کیں، ربّ نے ترتیب وار تمام اُمت کی بخشش وغیرہ کا وعدہ فرمالیا۔ پہلی بار میں سابقین بالخیرات دوسری بار میں مقتصدین تیسری میں ہم جیسے ظالمین عاصین گناہ گار بخشے گئے اب مومن کے لیے جہنم میں ہیشگی نہ ہوگی اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بغیر ربّ کی رحمت نہیں پا سکتا جو ملے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا صدقہ ملے گا، نیک ابرار کو پہلی دعا کا صدقہ، مخلوط اعمال والوں کو دوسری دعا کا توسل، بدکار و فجار کو تیسری دعا سے حصہ ملے گا۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایسے محبوب ہیں کہ ضد کر کے ناز کر کے اپنی اُمت بخشا لیتے ہیں، ہم گناہ گاروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبوبیت پر ناز ہے۔ شعر

چہ غم دیوار اُمت را کہ دارد چوں تو پشتی باں
چہ باک از موج بحر آں راکہ دارد نوح کشتی باں

ہم بُرے ہیں مگر بفضلہٖ تعالیٰ اسی اچھے کے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ پہلی بار والے بغیر حساب و کتاب جنتی ہیں دوسری بار والے کچھ جھڑک و عتاب کے بعد۔ تیسری بار والے یا کچھ عذاب پا کر یا معافی پا کر۔

بَابُ الْاِسْتِسْقَآءِ — بارش مانگنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

استسقاء کے معنی ہیں بارش یا سیرابی مانگنا، شریعت میں دعائے بارش کو استسقاء کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت کی جائے استسقاء کی تین صورتیں ہیں، صرف دعائے بارش کرنا، نوافل پڑھ کر دعا کرنا، باقاعدہ جنگل میں جا کر نماز باجماعت پڑھنا بعد نماز خطبہ اور بعد خطبہ دعا مانگنا، چادر اُلٹی کرنا یہ تینوں طریقے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ یہ نماز تین دن تک پڑھی جائے۔ خیال رہے کہ حضرت امام اعظم نے نمازِ استسقاء کا انکار نہیں کیا بلکہ حصر کا انکار کیا ہے کہ استسقاء صرف نماز سے ہی نہیں ہوتا اور دوسرے طریقے سے بھی ہوتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ اِلَى الْمُصَلّٰى

(۱۴۱۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعائے بارش کے لیے

يَسْتَسْقِيْ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

عیدگاہ لے گئے تو انہیں دو رکعتیں پڑھائیں جن میں آواز سے قرأت کی اور دعا مانگتے ہوئے قبلہ رو ہوئے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور جب قبلہ کو منہ کیا تو اپنی چادر اُلٹی۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۱۱) ۱؎ یہ عبداللہ ابن زیاد ابن عاصم ابن مازنی انصاری ہیں، خود بھی صحابی ہیں اور والدین بھی صحابی، آپ بدر میں شریک نہ تھے احد میں تھے، آپ نے وحشی کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا، یہ عبداللہ ابن زیاد ابن عبدربہ نہیں ہیں جنہوں نے اذان خواب میں دیکھی تھی، وہ بھی انصاری ہیں مگر وہ بیعت عقبہ اور جنگ بدر وغیرہ میں شریک ہوئے۔ (مرقاۃ) ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ استسقاء نمازِ عید کی طرح جنگل میں پڑھی جائے باجماعت، اس میں قرأت بلند آواز سے ہو۔ بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ ق اور دوسری میں غاشیہ پڑھی جائے، بعد میں خطبہ ہو پھر قبلہ رُخ ہوکر دعا مانگی جائے اور دعا میں اپنی چادر اُلٹی کی جائے کہ خدایا جیسے چادر کا رُخ بدل گیا ایسے ہی موسم کا رُخ بدل دے۔ یہ تمام چیزیں سنت ہیں ہاں سنت مؤکدہ نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نماز ادا کی ہے، کبھی صرف دعا مانگی۔ امام اعظم کے سنّیت سے انکاری کا یہی مطلب ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر شریف چار گز لمبی اور دو گز ایک بالشت چوڑی تھی جن روایات میں آیا ہے کہ آپ نے رکعت اوّل میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ وہ سب ضعیف ہیں کیونکہ ان سب میں محمد ابن عبدالعزیز ابن عمر ابن عبدالرحمٰن ابن عوف ہے جسے بخاری نے منکر حدیث فرمایا اور نسائی نے متروک الحدیث کہا، ابوحاتم نے ضعیف الحدیث قرار دیا اسی لیے ان احادیث پر کسی نے عمل نہیں کیا، نمازِ استسقاء کی ہر رکعت میں ایک ایک ہی تکبیر ہوگی، دیگر نوافل کی طرح۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَآئِهٖ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَآءِ فَاِنَّهٗ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبِطَيْهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۴۱۲) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے سوا کسی دعا میں بہت اونچے ہاتھ نہ اُٹھاتے۔ ۱؎ استسقاء میں اس قدر ہاتھ اُٹھاتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۱۲) ۱؎ یہاں ہاتھ اُٹھانے کی نفی نہیں بلکہ سر سے اونچے ہاتھ اُٹھانے کی نفی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے یعنی اور دعاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سینے تک ہاتھ اُٹھاتے تھے اور اس دعا میں سر سے اونچے ۲؎ یعنی اگر چادر یا قمیص نہ پہنے ہوتے تو بغل شریف کی سفیدی دیکھی جاتی لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ بغیر قمیص نماز پڑھاتے تھے۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى فَاَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ اِلَى السَّمَآءِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۱۳) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی دعا کی تو اپنے ہاتھوں کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۴۱۳) ۱؎ یعنی سر سے اونچے ہاتھ اُٹھائے جن کی ہتھیلی زمین کی طرف رکھی کہ خدایا بادل کا پیٹ زمین کی طرف کردے تاکہ وہ اپنا پانی اس پر بہائے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ساری دعا یونہی مانگی۔ بعض کا خیال ہے کہ پہلے ہتھیلیاں آسمان کی

طرف کرے پھر زمین کی طرف۔ مرقاۃ ولمعات وغیرہ میں ہے کہ رحمت مانگنے کے لیے ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے اور بلاوآفت ٹالنے کے لیے زمین کی طرف چونکہ اس دعا میں بلاوقحط ٹالنے کی درخواست ہوتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا۔(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۴۱۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش دیکھتے تو عرض کرتے الٰہی! بہت اور نافع بارش ہو۔ [۱] (بخاری)

(۱۴۱۴) [۱] صیب صوب سے بنا بمعنی بہنا' اصل صیوب تھا مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی خدایا بہنے والا بہت پانی برسا اور اسے نفع بخش بنا کیونکہ محض بونداباندی سے زمین سیر نہیں ہوتی اور مضر پانی سے سیلاب آجاتے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطَرٌ قَالَ فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَصَابَهٗ مِنَ الْمَطَرِ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا قَالَ لِاَنَّهٗ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۱۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بارش برسی' فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا شریف ہٹا دیا تاآنکہ آپ پر کچھ بارش پڑ گئی' ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ یہ ابھی اپنے رب کے پاس سے آتی ہے۔ [۱] (مسلم)

(۱۴۱۵) [۱] یعنی اپنا سر اور سینہ مبارک کھول کر کچھ قطرے ان اعضاء پر لیے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ پانی ابھی عالم قدس سے آیا ہے جس میں اس عالم کے اجزاء ابھی تک نہیں ملے لہٰذا برکت والا ہے اس سے برکت حاصل کرو۔ بعض حضرات حج سے آنے والوں کے ہاتھ پاؤں چومتے ہیں اور ان کے بدن سے اپنے کپڑے لگاتے ہیں۔ بعض صوفیاء بیماروں کے لیے نقش لکھ کر بارش کے پانی سے دُھلوا کر پلواتے ہیں' ان سب کی اصل یہ حدیث ہے' بارش کے وقت اور کعبہ کو دیکھ کر دعا مانگنا سنت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَاسْتَسْقٰى وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَجَعَلَ عِطَافَهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْاَيْسَرَ وَجَعَلَ عِطَافَهُ الْاَيْسَرَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْاَيْمَنَ ثُمَّ دَعَا اللّٰهَ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۴۱۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لے گئے اور وہاں دعائے بارش کی اور جب قبلہ رو ہوئے تو اپنی چادر پلٹی کہ اس کا دایاں کنارہ اپنے بائیں کندھے پر ڈال دیا اور بایاں کنارہ دائیں کندھے شریف پر پھر اللہ سے دعا کی۔ [۱] (ابوداؤد)

(۱۴۱۶) [۱] اس حدیث میں صرف دو کاموں کا ذکر ہے' نیک فال کے لیے اپنی اوڑھی ہوئی چادر اُلٹی کرنا تاکہ موسم کا حال اُلٹا ہو جائے' خشکی جائے' تری آئے' گرانی جائے' ارزانی آئے' دوسرے دعا مانگنا۔ معلوم ہوا کہ آپ نے نمازِ استسقاء نہ پڑھی لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ استسقاء میں نماز شرط نہیں صرف دعا سے بھی ہوسکتا ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اِسْتَسْقٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۴۱۷) روایت ہے انہی سے' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ لَّهُ سَوْدَآءُ فَاَرَادَ اَنْ يَّاْخُذَ اَسْفَلَهَا فَيَجْعَلَهُ اَعْلَاهَا فَلَمَّا ثَقُلَتْ قَلَّبَهَا عَلٰى عَاتِقَيْهِ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

اللہ علیہ وسلم نے دعائے بارش کی آپ پر کالا کمبل تھا' آپ نے چاہا کہ اس کا نچلا حصہ لے کر اوپر کرلیں جب یہ بھاری پڑا تو اسے اپنے کندھوں پر ہی لیا۔ ۱؎ (احمد' ابوداؤد)

(۱۴۱۷) ۱؎ اس حدیث کی بناء پر علماء فرماتے ہیں کہ اگر چادر فراخ ہو تو اس طرح پلٹے کہ نچلا حصہ اوپر کرے اور اگر تنگ ہو تو صرف دایاں کنارہ ہی بائیں طرف ڈال لے۔ خیال رہے کہ چادر پلٹنا صرف امام کا کام ہے' مقتدی یہ نہ کریں گے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس کا حکم نہ دیا اور نہ انہوں نے یہ کام کیا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ دوسرے خطبہ میں چادر اُلٹے اور اگر نماز وخطبہ ادا نہیں کیا ہے تو دعا میں۔

وَعَنْ عُمَيْرٍ مَّوْلٰى اٰبِى اللَّحْمِ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِىْ عِنْدَ اَحْجَارِ الزَّيْتِ قَرِيْبًا مِّنَ الزَّوْرَآءِ قَائِمًا يَدْعُوْا يَسْتَسْقِىْ رَافِعًا يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهٖ لَايُجَاوِزُ بِهِمَا رَاْسَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ.

(۱۴۱۸) روایت ہے حضرت عمیر سے جو کہ ابی اللحم کے مولیٰ ہیں۔ ۱؎ کہ انہوں نے زوراء کے قریب احجار الزیت کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے بارش کرتے دیکھا۔ ۲؎ آپ کھڑے ہوئے دعائیں کر رہے تھے' اپنے چہرہ پاک کے سامنے ہاتھ اُٹھائے بارش مانگ رہے تھے' ان ہاتھوں کو سر سے اونچا نہ کرتے۔ ۳؎ (ابوداؤد) اور ترمذی ونسائی نے اس کی مثل روایت کی۔

(۱۴۱۸) ۱؎ آبی اللحم کا نام عبداللہ ابن عبدالملک ہے چونکہ یہ زمانہ جاہلیت میں بھی بتوں کے نام ذبیحہ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اس لیے آپ کا لقب آبی اللحم ہوا یعنی اس گوشت کے انکاری آپ بڑے پرانے صحابی ہیں' غزوۂ حنین میں شہید ہوئے' عمیر آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں' یہ دونوں حضرات صحابی ہیں۔ ۲؎ احجار الزیت مدینہ منورہ کے حرہ کا ایک حصہ ہیں چونکہ وہاں کے پتھر کالے چکنے اور چمک دار ہیں گویا ان پر تیل مل دیا گیا ہے اس لیے اسے احجار الزیت کہتے ہیں' تیل ملے ہوئے پتھر' زوراء کی تحقیق باب الجمعہ میں ہو چکی۔ ۳؎ یعنی اس وقت نماز نہ پڑھی' صرف دعا مانگی اور ہاتھ سر کے مقابل رکھے۔ خیال رہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہاتھ مبارک سر کے برابر رکھے ہیں' کبھی سر سے بھی اونچے اُٹھائے ہیں لہٰذا یہ حدیث سر سے اونچے اُٹھانے کی حدیث کے خلاف نہیں کہ کبھی وہ عمل تھا کبھی یہ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِىْ فِى الْاِسْتِسْقَآءِ مُتَبَذِّلًا مُّتَوَاضِعًا مُّتَخَشِّعًا مُّتَضَرِّعًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

(۱۴۱۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے بارش کے لیے سادہ کپڑے زیب تن کیے عاجزی کرتے تواضع اور زاری کرتے تشریف لے گئے۔ ۱؎ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۱۴۱۹) ۱؎ یعنی استسقاء کے لیے دولت خانہ شریف سے نکلتے وقت یہ حال تھا کہ لباس عاجزانہ تھا' زبان پر الفاظ انکسار کے تھے یعنی متواضع دل میں خشوع خضوع تھا۔ (متخشعا) ذکر الٰہی میں مشغول تھے' آنکھیں تر تھیں (متضرع) اب بھی صفت یہی ہے کہ استسقاء کے لیے جاتے وقت امیر بھی فقیرانہ لباس پہن کر جائیں کہ بھکاریوں کی وردی یہی ہے' راستہ میں یہ سارے کام کرتے ہوئے جائیں'

انشاء اللہ دعا ضرور قبول ہوگی۔

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَسْقٰى قَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاَبُوْدَاوُدَ)

(۱۴۲۰) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش کی دعا کرتے تو کہتے الٰہی! اپنے بندوں اپنے جانوروں کو سیراب کر اپنی رحمت پھیلا دے اپنے مردہ شہر کو زندہ کردے۔ [۱] (مالک ابوداؤد)

(۱۴۲۰) [۱] اگرچہ بندوں میں جانور بھی داخل تھے مگر چونکہ یہ بے گناہ ہیں ہم گناہ گار ان کی بے گناہی سے ہم پر رحمتیں آتی ہیں ہمارے گناہوں سے انہیں تکلیف ہوتی ہے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا رحمت پھیلانے سے مراد جنگل کو ہرا بھرا کر دینا ہے اور مردہ شہر کو زندہ کرنے سے مراد خشک زمین کو تر کرنا ہے کہ کنویں پانی سے بھر جائیں تالاب لبریز ہو جائیں سبحان اللہ کیا جامع دعا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَءَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاكِئُ فَقَالَ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مُرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَآرٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ قَالَ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۴۲۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اُٹھائے دیکھا [۱] فرماتے تھے الٰہی! ہمیں ایسے بادل سے سیراب کر جو سیر کرنے والا نقصان نہ دینے والا فراخی پیدا کرنے والا نفع بخش غیر مضر ہو فوراً آئے دیر نہ ہو فرمایا کہ فوراً ہی ان پر آسمان گھر گیا۔ [۲] (ابوداؤد)

(۱۴۲۱) [۱] مواکات توکع اتکاء یہ سب ایک ہی مادہ سے بنے ہیں جس کے معنی ہیں اعتماد کرنا ٹیک لگانا اُٹھانا پھیلانا یہاں آخری دو معنی میں ہے یعنی آپ ہاتھ اُٹھائے اور پھیلائے ہوئے تھے یہ ہے دعائے محبوبانہ اور وہ ہے قبولیت حبیبانہ محبوب نے کہا بارش میں دیر نہ لگے چاہنے والے رب نے فرمایا کہ فوراً لو جن احادیث میں ہے کہ انسان دعا میں جلدی نہ کرے وہاں عبدیت کی تعلیم ہے یا یہ مطلب ہے کہ ظہور قبولیت میں اگر دیر لگے تو دعا سے بددل نہ ہو اور لوگوں سے رب کی شکایت نہ کرے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ شَكَا النَّاسُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُحُوْطَ الْمَطَرِ فَاَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوُضِعَ لَهٗ فِي الْمُصَلّٰى وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُوْنَ فِيْهِ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتِئْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ اِبَّانِ زَمَانِهٖ

(۱۴۲۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش رُک جانے کی شکایت کی [۱] تو منبر کا حکم دیا جو عیدگاہ میں بچھا دیا گیا اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ کیا جب لوگ نکلیں [۲] حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج کا کنارہ چمکا تو تشریف لے گئے منبر پر بیٹھے اللہ کی تکبیر و حمد کی پھر فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے شہر کے قحط کی بارش کے وقت سے ہٹ جانے

عَنْکُمْ وَقَدْ اَمَرَکُمُ اللّٰهُ اَنْ تَدْعُوْهُ وَوَعَدَکُمْ اَنْ یَّسْتَجِیْبَ لَکُمْ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ فَلَمْ یَتْرُكِ الرَّفْعَ حَتّٰی بَدَا بَیَاضُ اِبِطَیْهِ ثُمَّ حَوَّلَ اِلَی النَّاسِ ظَهْرَهٗ وَقَلَّبَ اَوْحَوَّلَ رِدَآءَهٗ وَهُوَ رَافِعٌ یَّدَیْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَاَنْشَا اللّٰهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَمْ یَاْتِ مَسْجِدَهٗ حَتّٰی سَالَتِ السُّیُوْلُ فَلَمَّا رَاٰی سُرْعَتَهُمْ اِلَی الْکِنِّ ضَحِكَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

کی شکایت کی‘ اللہ نے تمہیں دعا مانگنے کا حکم دیا اور تم سے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ۳؎ یعنی فرمایا تمام تعریفیں اللہ ربّ العلمین کی ہیں جو مہربان رحم والا ہے‘ قیامت کے دن کا مالک ہے‘ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ الٰہی! تو اللہ ہے‘ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے پرواہ ہے‘ ہم فقیر ہیں‘ ہم پر بارش برسا اور جو تو اُتارے اسے ہمارے لیے قوت اور مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ بنا ۴؎ پھر اپنے ہاتھ اُٹھائے تو اُٹھاتے رہے حتیٰ کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی پھر لوگوں کی طرف اپنی پشت کی اور اپنی چادر پلٹی حالانکہ ہاتھ اُٹھائے ہوئے تھے پھر لوگوں پر متوجہ ہوئے‘ منبر سے اُترے دو رکعتیں پڑھیں۔ ۵؎ اللہ نے ایک بادل پیدا کیا جو اللہ کے حکم سے گرجا چمکا پھر برسا آپ مسجد تک نہ آنے پائے تھے کہ سیلاب بہہ گئے جب حضور نے لوگوں کو پناہ کی طرف دوڑتے دیکھا تو ہنسے حتیٰ کہ آپ کے دندانِ مبارک ظاہر ہوگئے۔ ۶؎ پھر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ ۷؎ (ابوداؤد)

(۱۴۲۲) ۱؎ یعنی بارش کا زمانہ ہے اور نہیں آتی اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ قحط کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر سکتے ہیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں اور ہماری بگڑی بن جائے۔ ربّ تعالیٰ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بندوں کی شکایت کرتا ہے۔ فرماتا ہے: اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ (۱۷:۴۸) دیکھو انہوں نے تمہیں کیسی تشبیہیں دیں (کنزالایمان) دوسرے یہ کہ صحابہ کبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہِ الٰہی میں اپنا بڑا وسیلہ جانتے تھے‘ وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے اعمال کی مقبولیت یقینی نہیں‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً مقبول ہیں‘ اسی لیے وہ ایسے موقعوں پر خود نمازیں اور دعائیں ادا نہ کر لیتے تھے بلکہ دوڑے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آتے تھے حالانکہ انہوں نے قرآن میں یہ آیت پڑھی تھی اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (۴۰:۶۰) اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کے وسیلے کی کوئی ضرورت نہیں‘ اپنے اعمال کا وسیلہ پکڑو گویا ان کے نزدیک ان کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقبول ہیں۔ ۲؎ کہ فلاں دن تم سب وہاں جمع ہو کر جاؤ‘ ہم بھی پہنچ جائیں گے شاید قبولیت کی گھڑی اسی دن میں ہوگی جیسے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے لڑکوں سے فرمایا تھا: سَاَسْتَغْفِرُ لَکُمْ یعنی تمہارے لیے دعائے مغفرت ابھی نہیں پھر کروں گا۔ ۳؎ لہٰذا تم میرے وسیلے سے دعا کر رہے ہو‘ میں تمہارے لیے دعا اور شفاعت کرتا ہوں اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یوں نہیں فرما دیا کہ جاؤ خود دعائیں مانگ لو میرے پاس کیوں آئے۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ دعا سے پہلے اللہ کی حمد اپنی فقیری اور نیازمندی کا

اظہار سنت ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں اپنے لیے جو کلمے چاہیں استعمال کریں لیکن اگر کوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر کہے تو کافر ہوگا۔ (عالمگیری) حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ غنی داتا ہیں جن کی گلیوں میں تاجدار بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ شعر

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

وہ تو باذن اللہ غنی ہیں، غنی گر ہیں۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (۹:۷۴) اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا (کنزالایمان) ربّ سے مانگنا بندے کی شان ہے اس کے سب فقیر ہیں۔ ۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج خطبہ اور دعا پہلے پڑھی اور نماز بعد میں غالباً اس لیے کہ جب آپ جنگل پہنچے ہیں تو سورج نکل رہا تھا، وقت مکروہ تھا ورنہ خطبہ استسقاء اور دعا نماز کے بعد ہوتی ہے جیسا کہ گزشتہ روایات سے معلوم ہوا۔ ۷ ہنسنے سے مراد تبسم اور مسکرانا ہے نہ کہ ٹھٹھا مارنا اور قہقہہ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قہقہہ مار کر کبھی نہ ہنسے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تبسم خوشی اور تعجب کا تھا کہ ابھی تو یہ لوگ بارش مانگ رہے تھے جب آئی تو بھاگ رہے ہیں نواجذہ جمع نواجذہ کی ہے۔ ناجذہ دانتوں کی کیلوں کو بھی کہتے ہیں اور آخری داڑھ کو بھی یعنی عقل داڑھ ۸ معلوم ہوا کہ بارش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھی اور آپ کی نبوت کی دلیل یعنی آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت صحابہ کو آنکھوں سے دکھا دی اس کی عینی گواہی دی اور دلوائی۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قُحِطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا فَيُسْقَوْا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۴۲۳) روایت ہے حضرت انس سے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر ابن خطاب جناب عباس ابن عبدالمطلب کے توسل سے دعائے بارش کرتے ۱ اور عرض کرتے الٰہی! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے تو بارش بھیجتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں ۲ ہم پر بارش بھیج تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔ ۳ (بخاری)

(۱۴۲۳) ۱ تاکہ معلوم ہو کہ صرف نبی کا ہی وسیلہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی اُمت کے اولیاء کا وسیلہ بھی ہوسکتا ہے، ان کی برکت سے رحمتیں آتی ہیں، حضرت عمر جناب عباس کا وسیلہ اس طرح لیتے کہ ان کے توسل سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے اور حضرت عباس عرض کرتے کہ خدایا یہ لوگ تیرے محبوب کی نسبت کی وجہ سے میرا وسیلہ لے رہے ہیں، خدایا اس بڑھاپے میں مجھے رسوا شرمندہ نہ کر، یہ کہتے ہی بارش آتی تھی۔ (اشعۃ اللمعات) ۲ یعنی تیرے نبی کی ظاہری حیات میں ہم اس طرح ان کا وسیلہ لیتے تھے کہ ان سے بارش کی دعا کراتے تھے، ان کے ساتھ جا کر نمازِ استسقاء پڑھتے، ان کے چہرۂ انور کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ مولیٰ اس نورانی چہرے کی برکت سے بارش بھیج۔ شعر

وابیض استسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل

اب ان کی ظاہری حیات شریف کی برکت سے یہ اشارہ والا' یہ نمازوں' ان کی دعاؤں والا وسیلہ ناممکن ہوگیا تو اب ان کے چچا کے وسیلہ سے بارش بھیج۔ خیال رہے کہ حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا وسیلہ لیا اس لیے عرض کیا کہ اپنے نبی کے چچا کے توسل سے دعا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے اس کا وسیلہ درست ہے۔ شعر

بزرگوں کی نسبت بڑی چیز ہے
خدا کی یہ نعمت بڑی چیز ہے

۳؎ اس حدیث کی بناء پر بعض بے عقل عالموں نے کہا ہے کہ زندہ بزرگوں کو وسیلہ پکڑنا جائز ہے' مردوں کا ناجائز۔ دیکھو جناب عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا وسیلہ چھوڑ دیا مگر یہ غلط ہے' چند وجہ سے ایک یہ کہ اس حدیث میں چھوڑنے کا ایک لفظ بھی نہیں آتا یعنی حضرت فاروق نے یہ نہیں کہا کہ اب ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ چھوڑ دیا' دوسرے یہ کہ اگر حدیث کا یہ مطلب ہو تو یہ حدیث قرآنی آیات کے بھی خلاف ہوگی اور دوسری احادیث کے بھی۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (۱۸،۸۲) اور ان کا باپ نیک آدمی تھا (کنزالایمان) آٹھویں بزرگ دادا کی برکت سے ان پوتوں پر اللہ کی یہ رحمت ہوئی کہ ان کی ٹوٹی دیوار بنانے کے واسطے دو نبی بھیجے گئے' حضرت موسیٰ و ہارون کے نعلین وعمامہ کے وسیلہ سے بنی اسرائیل جنگوں میں فتح پا گئے تھے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ (۲،۲۴۸) اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی (کنزالایمان) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے اہلِ کتاب آپ کے وسیلے سے جنگوں میں فتح پاتے تھے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۲،۸۹) اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے (کنزالایمان) اسی مشکوٰۃ باب الکرامات میں آئے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے روضہ کی چھت ہٹوا دی اور قبر انور کے وسیلہ سے دعائے بارش کی تو بارش آئی یہاں جناب عمر کے فرمانے کا منشا یہ ہے کہ وہ اشاروں والا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازِ استسقاء پڑھنے والا وسیلہ جاتا رہا یا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانو! وسیلہ اولیاء بھی درست ہے اس جگہ مرقاۃ میں ہے کہ امیر معاویہ قحط میں حضرت یزید ابن اسود کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور ان سے بھی کہتے تھے کہ وہ بھی ہاتھ اُٹھائیں' فوراً بارش آتی تھی۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَرَجَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِىْ فَاِذَا هُوَ بِنَمْلَةٍ رَافِعَةٍ بَعْضَ قَوَآئِمِهَا اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ ارْجِعُوْا فَقَدِ اسْتُجِيْبَ لَكُمْ مِّنْ اَجْلِ هٰذِهِ النَّمْلَةِ (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِىُّ)

(۱۴۲۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جماعت انبیاء میں ایک نبی دعائے بارش کے لیے لوگوں کو باہر لے گئے' ایک چیونٹی پر گزرے جو اپنے پاؤں آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے تھی' آپ نے فرمایا لوٹ چلو اس چیونٹی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول ہوگی۔ ۱؎ (دارقطنی)

(۱۴۲۴) ۱؎ یہ نبی حضرت سلیمان علیہ السلام تھے' آپ نے چیونٹی کو ہاتھ اُٹھائے دیکھا اور یہ دعا مانگتے سنا کہ خدایا تو نے ہمیں پیدا کیا ہے' ہمیں روزی دے ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گی' ہم بھی تیری مخلوق ہیں' انسانوں کے گناہوں سے ہمیں برباد نہ کر۔ (مرقاۃ) علماء فرماتے ہیں کہ نمازِ استسقاء کے موقع پر جانوروں کو بھی ساتھ لے جاؤ' ان کی اصل یہ حدیث ہے۔

بَابٌ فِی الرِّیَاحِ — ہواؤں کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ ریاح ریح کی جمع ہے جو روح سے بنا بمعنی رحمت۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: لَا تَایۡئَسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللہِ (۱۲،۸۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو (کنزالایمان) چونکہ ہوا خود بھی رحمت ہے اور ہزار ہا رحمتوں کا ذریعہ اس لیے اسے ریح کہتے ہیں۔قرآن شریف میں اکثر قہر کی ہوا کو ریح اور رحمت کی ہوا کو ریاح کہا گیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۴۲۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پروا کے ذریعے میری مدد کی گئی اور پچھوا کے ذریعے قوم عاد ہلاک کی گئی۔۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۲۵) ۱؎ صبا وہ ہوا ہے جو مشرق سے مغرب کو چلے، یہ تیز ہوتی ہے، اکثر بارش لاتی ہے اور دبور ہوا وہ ہے جو مغرب سے مشرق کو جائے، یہ گرم و خشک ہوتی ہے، زمین کو خشک کرتی ہے اور اکثر بادل کو پھاڑ دیتی ہے، بارش کو دُور کرتی ہے، غزوۂ خندق میں جب سارے کفار عرب نے مدینہ پاک کو گھیر لیا تھا تو ایک رات پروا ہوا تیز چلی جس سے کفار کے خیمے اُڑ گئے، دیگچیاں ٹوٹ گئیں، جانور بھاگ گئے، ان کے منہ مٹی ریت سے بھر گئے، آخر کار سب کو بھاگنا پڑا، اہلِ مدینہ کو امن ملا اور ہود علیہ السلام کی قوم عاد پچھوا سے ہلاک ہوئی اس حدیث میں اسی جانب اشارہ ہے غرضیکہ ہوا و پانی کفار کے لیے عذاب، مومنوں کے لیے رحمت ہو جاتے ہیں، دریا نیل کا پانی قبطیوں پر عذاب سبطیوں پر رحمت تھا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا حَتّٰى اَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ فَكَانَ اِذَا رَاٰى غَيْمًا اَوْرِيْحًا عُرِفَ فِىْ وَجْهِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۴۲۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے، فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ہنستا نہ دیکھا کہ آپ کے جبڑے شریف دیکھ لیتی۔۱؎ آپ صرف مسکرایا کرتے تھے، آپ جب بادل یا ہوا دیکھتے تو آپ کے چہرہ میں اثر خوف معلوم ہوتا۔۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۲۶) ۱؎ لھوات، لھات کی جمع ہے، لہات زبان کی جڑ کو بھی کہتے ہیں، حلق میں اُبھرے ہوئے گوشت کو بھی جبڑے کے آخری کنارے کو بھی یعنی آپ ایسا کبھی نہ ہنسے جس سے آپ کا منہ مبارک کھل جاتا۔۲؎ یعنی بادل یا تیز ہوا ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر خوف کے آثار ظاہر ہوتے کہ ایسا نہ ہو کہ آندھی یا بارش سے لوگوں کو نقصان پہنچے جس قدر ربّ تعالٰی سے قرب زیادہ اسی قدر خوف زیادہ۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ الرِّيْحُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا

(۱۴۲۷) روایت ہے انہی سے، فرماتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرتے الٰہی! میں تجھ سے ہوا کی

وَخَيْرَمَا فِيهَا وَخَيْرَمَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّمَا فِيهَا وَشَرِّمَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاِذَا تَخَيَّلَتِ السَّمَآءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهٗ وَ خَرَجَ وَدَخَلَ وَاَقْبَلَ وَاَدْبَرَ فَاِذَا مُطِرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ ذٰلِكَ عَآئِشَةُ فَسَالَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهٗ يَا عَآئِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّيَقُوْلُ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ رَحْمَةً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

خیر اور جو اس ہوا میں ہے اس کی خیر اور جو چیز ہوا لے کر بھیجی گئی اس کی خیر مانگتا ہوں۔ ۱؎ اور ہوا کے شر اور جو اس میں ہے اس کے شر سے اور جو لے کر ہوا بھیجی گئی اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور جب آسمان ابر آلود ہوتا' آپ کا رنگ بدل جاتا باہر جاتے اندر آتے سامنے آتے پیچھے جاتے جب مینہ برستا تو یہ کیفیت دُور ہوتی حضرت عائشہ نے پہچان لیا تو اس کے بارے میں حضور سے پوچھا فرمایا اے عائشہ! شاید یہ ایسا ہی ہو جیسا قوم عاد نے کہا تھا کہ جب جنگلوں کی طرف بادل آتے دیکھا تو بولے یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے ۲؎ اور ایک روایت میں ہے جب بارش دیکھتے تو فرماتے خدایا رحمت ہو۔ (مسلم بخاری)

(۱۴۲۷) ۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آندھی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے اب بھی پڑھنی چاہیے یعنی اے مولیٰ! میں اس ہوا کی عمومی بھلائی مانگتا ہوں اور خصوصی بھلائی بھی اور اس کے عمومی اور خصوصی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۲؎ یعنی اے عائشہ! ربّ پر امن نہ چاہیے' ہمیشہ اس سے ڈرتے رہنا چاہیے' بادل کبھی عذاب بھی لاتا ہے' قوم عاد پر عذاب بادل ہی کی شکل میں آیا تھا۔ خیال رہے کہ اللہ کی ہیبت قوتِ ایمانی کی دلیل ہے اور اللہ کے وعدوں پر بے اطمینانی کفار کا طریقہ ہے اور سخت کفر ہے یوں ہی خدا سے امید ایمان کا رُکن ہے' خدا پر امن کفر ہے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی قسم کا خوف ہوتا تھا یعنی ہیبت خدائے تعالیٰ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگرچہ ربّ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمالیا تھا کہ تمہارے ہوتے کافروں پر بھی عذاب نہ آئے گا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدے پر اطمینان نہ تھا اس لیے ڈرتے تھے کہ کہیں ربّ نے وعدہ خلافی کی ہو اور عذاب بھیج دیا ہو جیسا کہ بعض احمقوں نے یہ سمجھا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ثُمَّ قَرَءَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ اَلْاٰيَةَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۴۲۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں ۱؎ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ اللہ کے پاس ہی قیامت کا علم وہی بارش برساتا ہے۔ آلایہ (بخاری)

(۱۴۲۸) ۱؎ یہاں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (۶'۵۹) اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے (کنزالایمان) اس آیت کی تحقیق مرات کے شروع میں کی جا چکی ہے۔ نیز ہماری تفسیر نورالعرفان میں ملاحظہ کرو یعنی یہ پانچ چیزیں کہ قیامت کب ہوگی' بارش کب آئے گی' عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی' کہاں مرے گا' کل کیا کرے گا' یہ غیب کی کنجیاں ہیں جن سے ہزارہا غیب کا پتا چلتا ہے' یہ چیزیں اندازے حساب وغیرہ کسی عقلی علم سے معلوم نہیں ہوسکتیں۔ صرف ربّ تعالیٰ جانتا ہے یا جسے وہ بتائے وہ جانتا ہے اسی لیے انہیں مفاتیح فرمایا گیا یعنی چابیاں اور ظاہر ہے کہ قفل و چابی میں وہ چیزیں رکھی جاتی جسے کھول کر کسی کو دینا ہو ورنہ دفن کی جاتی ہیں۔ ربّ تعالیٰ نے یہ علوم بعض فرشتوں' انبیاء اولیاء کو بخشے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتِ السَّنَةُ بِاَنْ لَّاتُمْطَرُوْا وَلٰكِنَّ السَّنَةُ اَنْ تُمْطَرُوْا وَتُمْطَرُوْا وَلَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ شَيْئًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۲۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قحط سالی یہ نہیں کہ تم پر بارش نہ ہو لیکن قحط یہ ہے کہ تم پر بارش ہو اور خوب بارش ہو مگر زمین کچھ نہ اُگائے۔ (مسلم)

(۱۴۲۹) ۱؎ یعنی سخت قحط یہ ہے کہ باوجود بارش کے پیداوار نہ ہو کہ آس کے بعد یاس سخت ہوتی ہے اور اس سے سخت قحط وہ ہے کہ پیداوار بھی خوب پھر انتہائی مہنگائی ہو جیسا کہ بعض احادیث میں ہے۔ آج کل یہ تیسری قسم کا قحط ہے' اللہ کرم کرے' پیداوار نہ ہونے کی بہت صورتیں ہیں' زمین کچھ اُگائے ہی نہیں' اُگائے مگر برباد ہو جائے' درخت ہوں مگر پھل نہ لگے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرِّيْحُ مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ تَاْتِیْ بِالرَّحْمَةِ وَبِالْعَذَابِ فَلَا تَسُبُّوْهَا وَسَلُوا اللّٰهَ مِنْ خَيْرِهَا وَعُوْذُوا بِهٖ مِنْ شَرِّهَا رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ۔

(۱۴۳۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہوا اللہ کی رحمت ہے' رحمت بھی لاتی ہے' عذاب بھی لہٰذا اسے بُرا نہ کہو ۱؎ اللہ سے اس کی خیر مانگو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ ۲؎ (شافعی' ابوداؤد' ابن ماجہ' بیہقی' دعوات کبیر)

(۱۴۳۰) ۱؎ یعنی اگر کبھی ہوا سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے تو ہوا کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ تو حکم الٰہی سے سب کچھ لاتی ہے۔ خیال رہے کہ ہوا رحمت ہے مگر کافروں پر عذاب لاتی ہے' مومنوں کے لیے رحمت ہے ایسے ہی غافلوں کی گوشمالی کرتی ہے' یہ بھی رحمت ہے۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہوا رحمت ہے تو عذاب کیوں لاتی ہے۔ ۲؎ ہوائیں آٹھ ہیں چار رحمت کی ناشرات' ذاریات' مرسلات' مبشرات اور چار عذاب کی عاصف' قاصف' صرصر' عقیم پہلی دو سمندروں میں عذاب کی ہیں' آخری دو خشکی میں۔ (مرقاۃ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيْحَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَاتَلْعَنُوا الرِّيْحَ فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَّاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۱۴۳۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا پر لعنت کی تو فرمایا ہوا پر لعنت نہ کرو یہ تو زیر فرمان ہے اور جو کسی ایسی چیز کو لعنت کرے جو ان کے لائق نہ ہو تو لعنت خود کرنے والے پر لوٹتی ہے۔ ۱؎ (ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۴۳۱) ۱؎ یعنی ہوا لعنت کی مستحق نہیں اب جو اس پر لعنت کرے گا تو وہ لعنت خود اس کی اپنی ذات پر پڑے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں پر لعنت یا زمانہ کو بُرا کہنا جیسا کہ مولوی محمود الحسن صاحب نے کہا سب ناجائز ہے۔

وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوا الرِّيْحَ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مَّا

(۱۴۳۲) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا کو گالی نہ دو جب تم کوئی

تَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ فَخَيْرِ مَافِيْهَا وَخَيْرِمَا اُمِرَتْ بِهٖ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّمَا فِيْهَا وَشَرِّمَا اُمِرَتْ بِهٖ.(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ناپسند چیز دیکھو تو کہو الٰہی! ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی اور جو اس ہوا میں ہے اس کی بھلائی اور جس کا اسے حکم ہے اس کی بھلائی مانگتے ہیں اور اس ہوا کی شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اور جس کا اسے حکم ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ ۱؎ (ترمذی)

(۱۴۳۲) ۱؎ یعنی ہوا کو گالی دینے سے فائدہ تو کوئی نہ ہوگا' تم مجرم اور گناہ گار ہو جاؤ گے اس دعا کے پڑھ لینے سے ثواب بھی پاؤ گے امن بھی اور کوئی نقصان نہ ہوگا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ لعنت کے اسباب کل تین ہیں۔ کفر' بدعت' فسق' ہوا میں یہ کوئی نہیں تو اس پر لعنت کیسی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاهَبَّتْ رِيْحٌ قَطُّ اِلَّاجَثَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا وَّاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِعَ وَلَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ.

(۱۴۳۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ ہوا چلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھٹنوں شریف پر بیٹھ کر یہ نہ کہیں ۱؎ کہ الٰہی! اسے رحمت بنا' اسے عذاب نہ بنا' الٰہی! اسے ریاح بنا' ریح نہ بنا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں ہے کہ ہم نے ان پر ہوا (آندھی) بھیجی اور ہم نے ان پر بانجھ ہوا بھیجی اور ہم نے حاملہ ہوائیں بھیجیں اور یہ کہ خوشخبریاں دینے والی ہوائیں بھیجیں۔ ۲؎ (شافعی' بیہقی' دعوات کبیر)

(۱۴۳۳) ۱؎ دونوں پنڈلیاں بچھا کر رانوں پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے تھے اس طرح بیٹھنا انتہائی عجز کا اظہار ہے' خصوصی دعاؤں کے وقت ایسی نشست قبولیت کا ذریعہ ہے۔ ۲؎ حضرت ابن عباس نے اس حدیث کی شرح قرآنی آیات سے فرمائی کہ قرآن کریم میں ریح تو عذاب کی ہوا کو کہا گیا ہے اور ریاح رحمت کی ہوا کو اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے ریح نہ بنا' ریاح بنا۔ خیال رہے کہ قرآن کریم میں ریح کو رحمت کی ہوا بھی کہا گیا ہے مگر کسی صفت کے ساتھ جیسے رب کا فرمان: وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ (۱۰:۲۲) اور وہ اچھی ہوا سے انہیں لے کر چلیں (کنزالایمان)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَبْصَرْنَا شَيْئًا مِّنَ السَّمَآءِ تَعْنِي السَّحَابَ تَرَكَ عَمَلَهٗ وَاسْتَقْبَلَهٗ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَافِيْهِ فَاِنْ كَشَفَهٗ حَمِدَاللّٰهَ وَاِنْ مَطَرَتْ قَالَ اَللّٰهُمَّ سَقْيًا نَافِعًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ.

(۱۴۳۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان پر کوئی شے یعنی بادل نمودار دیکھتے تھے تو اپنے کام کاج چھوڑ دیتے اور ادھر متوجہ ہو جاتے۔ ۱؎ کہتے الٰہی! جو کچھ اس میں ہے اس کی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر اگر کھل جاتا تو اللہ کا شکر کرتے اور اگر بارش ہوتی تو کہتے الٰہی! اسے نفع بخش' بارش بنا۔ ۲؎ (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ شافعی) الفاظ شافعی کے ہیں۔

(۱۴۳۴) ۱؎ یعنی غیر ضروری کام چھوڑ دیتے جیسے کھانا پینا کسی سے بات چیت' یہ مطلب نہیں کہ نماز وغیرہ عبادات چھوڑ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کے وقت تمام اُلجھنوں سے دل کا فارغ ہونا بہت مفید ہے اگرچہ مشغولیت میں بھی دعائیں اچھی ہیں۔ ۲؎ یعنی اگر بغیر بارش ہوئے بادل پھٹ کر غائب ہو جاتا تو بارش نہ ہونے پر نہیں بلکہ مصیبت نہ آنے پر شکر کرتے اور اگر برسنے لگتا تو یہ دعا فرماتے اب بھی یہ دعائیں یاد کرنی چاہئیں اور ان موقعوں پر پڑھنی چاہئیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ وَالصَّوَاعِقِ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَاتَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

(۱۴۳۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گرج وکڑک کی آواز سنتے ۱؎ تو کہتے کہ الٰہی! ہمیں اپنے غضب سے غارت نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اس سے پہلے ہمیں عافیت دے۔ (احمد' ترمذی) ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۴۳۵) ۱؎ رعد اس فرشتہ کا نام ہے جو بادلوں پر مقرر ہے اور صاعقہ اس کا کوڑا ہے جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا چلاتا ہے' کبھی اس کوڑے کی آواز سنی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رعد فرشتہ اس وقت تسبیح کرتا ہے' یہ آواز اس کی تسبیح کی ہوتی ہے' اس آواز پر سارے فرشتے تسبیح میں مشغول ہو جاتے ہیں' ہم کو بھی اس وقت سارے کام وکلام بند کر کے ذکر کرنا چاہیے۔ مرقاۃ نے فرمایا رعد سننے میں آتی ہے اور صاعقہ دیکھنے میں لہٰذا یہاں سننے سے مراد احساس فرمانا ہے' حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ صاعقہ کے معنی ہیں بے ہوش کرنے والی چیز چونکہ اس گرج چمک سے بھی کبھی لوگ بے ہوش ہو جاتے ہیں اس لیے صاعقہ کہا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سَمِعَ الرَّعْدَ تَرَكَ الْحَدِیْثَ وَقَالَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ. (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۱۴۳۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے کہ جب آپ گرج سنتے تو بات چیت چھوڑ دیتے اور کہتے پاک ہے وہ کہ گرج جس کی تسبیح وحمد کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے۔ ۱؎ (مالک)

(۱۴۳۶) ۱؎ یعنی اللہ کے خوف سے یا رعد فرشتے کے خوف سے تسبیح کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جو شخص گرج کے وقت یہ آیت پڑھ لے وہ بفضلہٖ تعالیٰ اس سے ہلاک نہیں ہوسکتا اگر ہلاک ہو جائے تو اس کا خوں بہا میرے ذمہ ہے گویا آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر اس قدر اعتماد تھا۔ (مرقاۃ)

كِتَابُ الْجَنَآئِزِ جنازوں کی کتاب

بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَ ثَوَابِ الْمَرَضِ بیمار پرسی اور بیماری کے ثواب کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

لغت میں جنازہ وہ تخت ہے جس پر میت کو نہلایا جائے یا وہ چارپائی جس پر میت کو قبرستان پہنچایا جائے اب خود میت کو جنازہ کہنے لگے۔بعض فرماتے ہیں کہ جنازہ جیم کے فتح سے تخت یا چارپائی ہے اور جیم کے کسرہ سے میت یا اس کے برعکس یہاں میت کے معنی میں ہے۔خیال رہے کہ بیمار کی بیمار پُرسی بڑے ثواب کا باعث ہے۔

عَنْ اَبِىْ مُوْسىٰ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُ والْمَرِيْضَ وَفُكُّوا الْعَانِىَ۔(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۱۴۳۷) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوکوں کو کھلاؤ۔۱؎ بیماروں کی مزاج پُرسی کرو' قیدی چھڑاؤ۔ ۲؎ (بخاری)

(۱۴۳۷) ۱؎ بھوکوں کو کھانا کھلانا سنت ہے اور بھوک سے مر رہا ہو تو فرض کفایہ بلکہ کبھی فرض عین ہے اس بھوک میں انسان جانور سبھی داخل ہیں۔بعض گناہ گار پیاسے کتے کو پانی پلانے میں بخشے گئے۔(حدیث) ۲؎ یہاں قیدی سے مراد غلام یا مقروض ہے اور چھڑانے سے مراد آزاد کرانا یا قرضہ ادا کرنا ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو مسلمان کفار کے ہاتھوں ظلماً قید ہوگئے ہیں' انہیں کوشش سے آزاد کراؤ' یہ مطلب نہیں کہ چوروں بدمعاشوں کو جیل سے نکال دو تاکہ خوب چوریاں' بدمعاشیاں کریں۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّالسَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاِتِّبَاعُ الْجَنَآئِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۴۳۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں ۱؎ سلام کا جواب دینا' بیمار کی عیادت کرنا' جنازوں کے ساتھ جانا' دعوت قبول کرنا' چھینک کا جواب دینا۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۳۸) ۱؎ یہ پانچ کی تعداد حصر کے لیے نہیں بلکہ اہتمام کے لیے ہے یعنی پانچ حق بہت شاندار اور ضروری ہیں کیونکہ یہ قریباً سارے فرض کفایہ اور کبھی فرض عین ہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ حقوق بیان ہوئے۔خیال رہے کہ یہ اسلامی حقوق ہیں مسلمان فاسق ہو یا متقی سب کے ساتھ یہ برتاؤ کیے جائیں' کافروں کا ان میں سے کوئی حق نہیں۔۲؎ بیمار کی عیادت اور خدمت یوں ہی جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام نہ کرے تو فرض ہے کبھی فرض کفایہ کبھی فرض عین۔ یوں ہی دعوت میں شرکت کھانے کے لیے یا وہاں انتظام و کام کاج کے لیے سنت ہے کبھی فرض لیکن اگر خاص دسترخوان پر ناجائز کام ہوں جیسے شراب کا دور یا ناچ گانا تو شرکت ناجائز ہے' چھینکنے والا اگر الحمدللہ کہے تو سننے والے سب یا ایک جواب میں کہیں یرحمک اللہ پھر چھینکنے والا کہے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ اور اگر وہ حمد نہ کرے یا اسے زکام ہے کہ بار بار چھینکتا ہے تو پھر جواب ضروری نہیں' سلام

کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض مگر ثواب سلام کا زیادہ ہے۔ یہ ان سنتوں میں سے ہے جس کا ثواب فرض سے زیادہ ہے۔ (شامی و مرقاۃ وغیرہ) اس کے مسائل انشاءاللہ کتاب الادب میں آئیں گے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيْلَ مَا هُنَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِذَا لَقِيْتَهٗ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهٗ وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۳۹) روایت ہے انہی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں، پوچھا گیا یارسول اللہ! وہ کیا؟ فرمایا جب تم اس سے ملو تو اسے سلام کرو ۱ جب تمہیں بلائے تو قبول کرو ۲ اور جب تم سے خیرخواہی چاہے تو کرو ۳ جب چھینکنے والا اللہ کی حمد کرے تو اس کا جواب دو جب بیمار ہو تو عیادت کرو جب مرجائے تو ساتھ جاؤ۔ ۴ (مسلم)

(۱۴۳۹) ۱ تین وقت سلام کرنا سنت ہے، گھر میں آنے کی اجازت چاہتے وقت، ملاقات کے وقت، رخصت کے وقت یہاں دوسرے سلام کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور جب راستہ میں چلتے ہوئے کسی سے ملاقات ہو تو پیچھے سے ملنے والا آگے والے کو سلام کرے اور اگر دونوں سامنے سے آرہے ہیں تو چھوٹا بڑے کو تھوڑے زیادہ کو سلام کریں اور اگر ان میں یہ کوئی فرق نہ ہو تو جو چاہے سلام کرے، جماعت میں سے ایک کا سلام یا جواب سب کی طرف سے ہوگا۔ ۲ مدد کے لیے یا کھانے یا عام دعوت میں انتظام کے لیے تو ضرور جاؤ، ہاں اگر مجبوری یا معذوری ہو تو نہ جاؤ۔ ۳ یعنی تم سے کوئی مشورہ کرے تو اچھا مشورہ دو اگر شرعی مسئلہ پوچھے تو ضرور بتاؤ، یہ لفظ نَصْحٌ سے بنا بمعنی خلوص۔ کہا جاتا ہے عَسَلٌ نَاصِحٌ شہد خالص ہے یعنی خالص اچھی رائے دو جس میں برائی کا شائبہ نہ ہو۔ ۴ اگر چھینک بیماری سے نہ ہو تو صفائی دماغ کا ذریعہ ہے، آدم علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے چھینک آئی اس شکریہ میں اس پر حمد کرنی چاہیے۔ بعض جگہ مشہور ہے کہ ہفتہ کے دن بیمار پرسی نہ کی جائے، نمازِ جنازہ کے لیے جانا بھی سنت ہے اور دفن کے لیے بھی۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَنَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَآءِ وَالْقَسِّیِّ وَاٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَفِیْ رِوَايَةٍ وَّعَنِ الشُّرْبِ فِی الْفِضَّةِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَرِبَ فِيْهَا فِی الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيْهَا فِی الْاٰخِرَةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۴۴۰) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے، فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات سے منع کیا، ہمیں مریض کی عیادت، جنازوں کے ساتھ جانے، چھینک والے کا جواب دینے، سلام کا جواب دینے، دعوت قبول کرنے، قسم والے کو بَری کرنے ۱ مظلوم کی مدد کرنے کا حکم دیا ۲ اور سونے کی انگوٹھی باریک و موٹے ریشم و دیباج پہننے ۳ سرخ نمدے ۴ اور قسی پہننے ۵ چاندی کے برتن کے استعمال سے منع فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ چاندی میں پینے سے منع فرمایا کہ جو دنیا میں اس میں پی لے گا، وہ آخرت میں اس سے نہ پی سکے گا۔ ۶ (مسلم بخاری)

(۱۴۴۰) ؎ یعنی اگر کوئی شخص آئندہ کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کر سکتے ہو تو ضرور کر دو تا کہ اس کی قسم پوری ہو جائے اور کفارہ واجب نہ ہو۔ مثلاً کوئی کہے کہ خدا کی قسم! جب تک تم فلاں کام نہ کرلو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں یا خدا کی قسم! کل تم میرے پاس ضرور آ ؤ گے یا اگر تم فلاں کام نہ کرو تو میری بیوی کو طلاق' ان سب صورتوں میں تم وہ کام ضرور کرلو بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو۔ ؎ لمعات و مرقاۃ میں ہے کہ مظلوم مسلمان ہو یا کافر ذمی یا مستامن حتی المقدور اس کی ضرور مدد کی جائے۔ ؎ حریر سے مراد باریک ریشم ہے اور استبرق سے موٹا ریشم' دیباج وہ ہے جس کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ کا یا وہ جس میں ریشم زیادہ ہو اور دوسری چیز کم۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفصیل تاکیداً فرمائی یعنی کسی طرح کا ریشم مرد نہ پہنیں۔ ؎ گھوڑے کی کاٹھی پر گدیلا یا نرم و موٹا کپڑا میثرہ کہلاتا ہے یہ اگر ریشم کا ہو تو حرام ہے اور اگر کسی اور کپڑے کا ہو مگر ہو سرخ تو مکروہ کیونکہ یہ متکبرین کی علامت ہے' خود کاٹھی کا بھی یہی حکم ہے۔ ؎ مصر کے علاقہ میں ایک بستی قسی تھی وہاں کے بنے ہوئے کپڑے کو قسی کہتے تھے جیسے ہمارے ہاں بھاگل پوری۔ قسی' کتان اور حریر سے بنتا تھا مگر حریر غالب ہوتا تھا اس لیے اس سے منع فرمایا گیا۔ منشاء یہ ہے کہ نام کچھ بھی ہو ریشم پہننا حرام ہے شراب کو برانڈی کہہ دینے سے حرمت ختم نہیں ہو جاتی۔ ؎ یعنی وہ جنت میں نہ جائے گا کیونکہ تمام جنتی چاندی کے برتنوں میں پئیں گے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: قَوَارِيْرَا قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا (۷۶:۱۶) کیسے شیشے چاندی کے ساقیوں نے انہیں پورے اندازے پر رکھا ہوگا (کنزالایمان) مطلب یہ کہ اپنے عذاب اور دوزخ میں رہنے کی مدت تک جنت میں جانے اور وہاں کے برتنوں کے استعمال سے محروم رہے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اسے جنت میں بھی دوسرے برتن دیئے جائیں گے۔ خیال رہے کہ سونا چاندی پہننے کی حرمت صرف مردوں کے لیے ہے' عورتوں کے لیے یہ سب جائز ہے لیکن چاندی سونے کے برتنوں میں کھانا پینا عورت مرد سب کو حرام۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۴۱) روایت ہے حضرت ثوبان سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جنت کے باغ میں رہتا ہے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔ ؎ (مسلم)

(۱۴۴۱) ؎ خُرفہ باغ کو بھی کہتے ہیں اور باغ سے چنے ہوئے پھلوں کو بھی اور خود چننے کو بھی یعنی چونکہ بیمار پرسی کا ثواب جنت ہے اس لیے جو بیمار پرسی کرنے گیا گویا جنت ہی میں چلا گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ جو ریل میں بیٹھ گیا گویا منزل پر پہنچ گیا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَارَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ مَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْعُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ

(۱۴۴۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن فرمائے گا' اے انسان! میں بیمار ہوا تو نے میری مزاج پرسی نہ کی' بندہ کہے گا الٰہی! میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو جہانوں کا رب ہے' فرمائے گا کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی۔ ؎ کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کی

فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ قَالَ یَا رَبِّ كَیْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْاَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَیْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ قَالَ یَا رَبِّ كَیْفَ اَسْقِیْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ اَمَا اَنَّكَ لَوْ سَقَیْتَهٗ وَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے آدمی! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہ کھلایا۔ عرض کرے گا' الٰہی! تجھے میں کیسے کھلاتا تو تو جہانوں کا ربّ ہے' فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تو نے اسے نہ کھلایا کیا تجھے پتا نہیں کہ اگر تو اسے کھلاتا تو میرے پاس پاتا۔ ۲؎ اے انسان! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے نہ پلایا عرض کرے گا مولا! میں تجھے کیسے پلاتا تو تو جہانوں کا ربّ ہے' فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تو نے اسے نہ پلایا اگر تو اسے پلاتا تو آج میرے پاس وہ پاتا۔ ۳؎ (مسلم)

(۱۴۴۲) ۱؎ اس میں اشارۃً یہ فرمایا گیا کہ بندہ مومن بیماری کی حالت میں ربّ تعالٰی سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ اس کے پاس آنا گویا ربّ کے پاس ہی آنا ہے اور اس کی خدمت گویا ربّ کی اطاعت ہے بشرطیکہ صابر و شاکر ہو کیونکہ بیمار مومن کا دل ٹوٹا ہوتا ہے اور ٹوٹے دل بیمار' کاشانۂ یار ہیں۔ حدیث قدسی ہے: انا عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی میں ٹوٹے دل والوں کے پاس ہوں اس ترتیب سے معلوم ہو رہا ہے کہ بیمار پُرسی اگلے اعمال سے افضل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر پہلے کیا۔ ۲؎ یعنی اس کھانے کا ثواب یہاں پاتا۔ خیال رہے کہ بیمار پُرسی کے بارے میں فرمایا کہ تو بیمار کے پاس مجھے پاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا کہ تو اس کا ثواب یہاں پاتا۔ معلوم ہوا کہ بیمار پُرسی بہت اعلٰی عبادت ہے۔ ۳؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء مساکین اللہ کی رحمت ہیں' ان کے پاس جانے' ان کی خدمتیں کرنے سے ربّ مل جاتا ہے تو اولیاء اللہ کا کیا پوچھنا' ان کی صحبت ربّ سے ملنے کا ذریعہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں' شعر ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا او نشیند در حضور اولیاء

قرآنِ کریم فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (۴:۶۴) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (کنزالایمان) صوفیاء فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو گناہ گار تمہارے پاس آ جائے' وہ خدا کو پالے گا۔ مولانا کے شعر کا ماخذ یہ آیت اور یہ حدیث ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی اَعْرَابِیٍّ یَعُوْدُهٗ وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلٰی مَرِیْضٍ یَعُوْدُهٗ قَالَ لَابَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَقَالَ لَهٗ لَابَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ كَلَّا بَلْ حُمّٰی تَفُوْرُ عَلٰی شَیْخٍ كَبِیْرٍ تُزِیْرُهُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ

(۱۴۴۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بدوی کے پاس بیمار پُرسی کے لیے تشریف لے گئے اور جب بھی آپ کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو کہتے تھے کوئی ڈر نہیں خدا نے چاہا تو صفائی ہے۔ ۱؎ چنانچہ اس سے بھی فرمایا کہ کوئی ڈر نہیں ان شاء اللہ صفائی ہے وہ بولا ہرگز نہیں یہ تو

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذًا۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

بہت بوڑھے پر بخار جوش مار رہا ہے' اسے قبر جھنکا دے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایسے ہی سہی۔ (بخاری)

(۱۴۴۳) ۱؎ یعنی گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کیونکہ بعض چھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کر دیتی ہیں' ایک زکام پچپن بیماریوں کو دُور رکھتا ہے' خارش والے کو کبھی کوڑھ نہیں ہوتی اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ معلوم ہوئے کہ ہر غریب و امیر کے گھر بیمارپُرسی کے واسطے تشریف لے جاتے۔ سبحان اللہ کیسا پاکیزہ کلمہ ہے کہ ایک طہور میں جسمانی جنانی روحانی صفائیوں کا ذکر فرما دیا۔ ۲؎ یعنی اگر تو خدا کی رحمت سے مایوس ہے تو پھر تو جان یہ ارشاد اظہار ناراضی کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ بیماری میں ربّ سے مایوس نہیں ہونا چاہیے' صابر وشاکر رہنا ضروری ہے۔ یہ صاحب بدوی تھے جو ان آداب سے بے خبر تھے۔

وَعَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَکٰی مِنَّا اِنْسَانٌ مَّسَحَہٗ بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ قَالَ اَذْہِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَآءَ اِلَّاشِفَآءُکَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۱۴۴۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم سے کوئی آدمی بیمار ہوتا تو اس پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے اور فرماتے اے لوگوں کے رب! بیماری دُور کردے' اسے شفا دے تو شافی ہے۔ ۱؎ شفا تو صرف تیری ہی ہے' وہ شفا دے جو بیماری نہ چھوڑے۔۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۴۴) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالٰی کا ایسا نام لینا جو قرآن میں نہ ہو' جائز ہے بشرطیکہ اس کے معنی خراب نہ ہوں اس کی اصل قرآن مجید میں موجود ہے۔ شافی قرآن کے اسمائے الٰہیہ میں سے نہیں مگر اس کی اصل موجود ہے۔ فَھُوَ یَشْفِیْنِ ۲؎ یہ انت الشافی کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ کامل نعمت کی دعا مانگو یعنی وہ شفا دے جو بیماری اور کمزوری سب کچھ دُور کر دے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار پر ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے تاکہ کلام کی برکت کے ساتھ ہاتھ کی برکت بھی مریض کو پہنچے۔ یہ حدیث صوفیاء کے اس عمل کی اصل ہے۔

وَعَنْھَا قَالَتْ کَانَ اِذَا اشْتَکَی الْاِنْسَانُ الشَّیْءَ مِنْہُ اَوْکَانَتْ بِہٖ قَرْحَۃٌ اَوْجُرْحٌ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا لِیُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۱۴۴۵) روایت ہے انہی سے' فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کا کچھ دُکھتا یا اسے پھوڑا پھنسی اور زخم ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی کے ساتھ یوں فرماتے بسم اللہ ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کا تھوک ۱؎ ہمارے بیمار کو ہمارے ربّ کے حکم سے شفا دیتا ہے۔ (مسلم بخاری)

(۱۴۴۵) ۱؎ یعنی اوّلاً آپ مرض کی جگہ انگلی رکھتے پھر انگلی پر کچھ لعاب شریف لگا کر مٹی لگاتے پھر اس کا لیپ مرض کی جگہ کر دیتے اور یہ فرماتے جاتے کہ بفضلہٖ تعالٰی ہمارا لعاب اور مدینہ کی مٹی شفا ہے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ بیماری پر ٹوٹکے اور منتر جائز ہے بشرطیکہ اس کے الفاظ کفریہ نہ ہوں اور کوئی کام حرام نہ ہو اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے اور وہ بھی کہ نظر بند میں نظر والے کے ہاتھ پاؤں کو دُھلا کر بیمار کو چھینٹا مارو' شامی نے نظر اور جادو دفع کرنے کے بہت ٹوٹکے بیان فرمائے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف شفا ہے۔ بعض صوفیاء دَم کرتے وقت کچھ لعاب بھی ڈال دیتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ تیسرے یہ کہ مدینہ پاک کی مٹی شفا ہے' وہاں کی خاک کو جو خاک شفا کہا جاتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ مرقاۃ میں فرمایا کہ وطن کی خاک بھی شفا

ہوتی ہے اگر کوئی مسافر اپنے وطن کی مٹی پردیس لے جائے جس میں تھوڑی پینے کے گھڑے میں ڈال دیا کرے تو انشاء اللہ وہاں کا پانی نقصان نہ دے گا۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ كُنْتُ اَنْفُثُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِيْ كَانَ يَنْفُثُ وَاَمْسَحُ بِيَدِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ اِذَا مَرِضَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ۔

(۱۴۴۶) روایت ہے انہی سے' فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو اپنے پر اعوذ کی آیات دَم کرتے اور اپنا ہاتھ وہاں پھیرتے ۱؎ تو جب حضور کو وہ بیماری ہوئی جس میں حضور کی وفات ہوئی تو میں آپ پر وہی دعائیں دَم کرتی جو آپ دَم کرتے تھے اور آپ کا ہاتھ پھیرتی۔ ۲؎ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے' فرماتی ہیں کہ جب حضور کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس پر اعوذ والی آیات دَم کرتے۔ ۳؎

(۱۴۴۶) ۱؎ عنہ کی ضمیر نفث کی طرف ہے یعنی وہ آیات پڑھ کر اپنے ہاتھ پر دَم کرتے پھر ہاتھ شریف بیمار جگہ پر پھیر لیتے تاکہ آیت قرآنی کا دَم شریف اور ہاتھ کی برکتیں جمع ہوجائیں۔ اس حدیث سے صوفیاء کا دَم درود بیمار جگہ پر ہاتھ پھیرنا سب ثابت ہوا۔ ۲؎ یعنی مرض وفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دَم و دعائیں ساری چھوڑ دی تھیں کیونکہ آپ جانتے تھے' یہ بیماری آخری ہے' اس سے شفا نہیں۔ (مرقاۃ) مگر اُم المومنین مایوس نہ تھیں' شفا کے لیے آیتیں پڑھتیں اور برکت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دَم کرتیں۔ ۳؎ جیسے فلق اور ناس وغیرہ یہاں ہاتھ پھیرنے کا ذکر نہیں کیونکہ آپ کبھی فقط دَم کرتے تھے کبھی ہاتھ بھی پھیرتے تھے۔

وَعَنْ عُثْمٰنَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ اَنَّهٗ شَكٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا يَجِدُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِيْ يَاْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلٰثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِيْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۴۷) روایت ہے حضرت عثمان ابن ابی العاص سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درد کی شکایت کی جو ان کے جسم میں تھا۔ ۱؎ تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے جسم کے بیمار حصے پر اپنا ہاتھ رکھو' تین بار بسم اللہ اور سات بار یہ دعا پڑھو' میں اللہ کی عزت اور اللہ کی قدرت کی پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے جواب میں پاتا ہوں اور جس سے آئندہ خوف کرتا ہوں' میں نے یہ عمل کیا تو اللہ نے میری بیماری دُور کردی۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۴۴۷) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ بیماری' ناداری اور تمام مصائب کی شکایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسکتے ہیں' ہم گناہ گاروں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنا اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔ اس میں ربّ سے ناراضی نہیں بلکہ اپنے شہنشاہ سے فریاد ہے اور دفعیہ کے لیے عرض معروض ہے جیسے مظلوم حاکم سے اور بیمار حکیم سے اپنی شکایات پیش کرتے ہیں۔ ۲؎ خیال رہے کہ ان صحابی نے خود ہی دعا نہ مانگی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر دعا کی۔ مشائخ کرام سے جو وظیفوں اور دعاؤں کی اجازت لی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے' اجازت سے عمل کی تاثیر بڑھ جاتی ہے' دعائیں کارتوس ہیں اور بزرگوں کی زبان اور اجازت رائفل بغیر

رائفل شیر مارنے والا کارتوس مرغی کو نہیں مار سکتا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَامُحَمَّدُ اشْتَکَیْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۴۸) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ جبرائیل امین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، عرض کیا اے محمد مصطفیٰ! کیا آپ بیمار ہیں؟ ۱؎ فرمایا ہاں! فرمایا میں آپ پر اللہ کے نام سے افسوں کرتا ہوں، موذی چیز سے ہر نفس کی شرارت سے، حسد والی آنکھ سے اللہ تمہیں شفا دے، اللہ کے نام سے افسوں کرتا ہوں۔ ۲؎ (مسلم)

(۱۴۴۸) ۱؎ حضرت جبرائیل علیہ السلام خود نہ آئے تھے بلکہ ربّ نے بھیجا تھا، یہ مزاج پُرسی ربّ کی طرف سے تھی۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے: وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ (۱۹،۶۴) (اور جبریل نے محبوب سے عرض کی) ہم فرشتے نہیں اترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے (کنزالایمان) اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا پتا لگا کہ ربّ ان کی مزاج پُرسی کرے اور ربّ ہی جبرائیل کو بھیج کر ان پر دَم کرائے۔ شعر ؎

سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے
حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے

۲؎ یہاں افسوں جادو کے معنی میں نہیں کہ فرشتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اس سے پاک ہے بلکہ دَم جائز منتر یا اسلامی ٹوٹکا مراد ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد ونظر بد بھی بڑی آفتیں ہیں، اللہ محفوظ رکھے۔

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّ ھَآمَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَآمَّۃٍ وَّیَقُوْلُ اِنَّ اَبَاکُمَا کَانَ یُعَوِّذُ بِھَا اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَفِیْ اَکْثَرِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ بِھِمَا عَلٰی لَفْظِ التَّثْنِیَۃِ۔

(۱۴۴۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین پر یوں تعویذ کرتے کہ میں تمہیں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں۔ ۱؎ ہر شیطان وزہریلے جانور سے اور ہر بیمار کرنے والی نظر سے ۲؎ اور فرماتے کہ تمہارے والد اسی دعا سے حضرت اسمٰعیل و اسحاق کو تعویذ کرتے تھے۔ ۳؎ (بخاری) اور مصابیح کے اکثر نسخوں میں تثنیہ کے لفظ سے ہے۔

(۱۴۴۹) ۱؎ کلمات اللہ سے مراد سارے اسماء الٰہیہ ہیں چونکہ وہ ہر نقص اور خرابی سے پاک ہیں اس لیے انہیں تامات کہا گیا جیسے اللہ کی پناہ لینا ضروری ہے ایسے ہی اس کے ناموں کی پناہ بھی ضروری ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کلمات اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ ربّ ہی کی پناہ ہے، صحابہ کرام تو بیماریوں میں آپ کے بال اور لباس سے شفا حاصل کرتے تھے۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ جن اور نظر بد سے بھی انسان بیمار ہو جاتا ہے جن کا اثر قرآنِ حکیم سے ثابت ہے۔ ۳؎ اس میں اشارہ ہے کہ جیسے حضرت اسمٰعیل و اسحاق ذریت ابراہیمی کی معدن اور کان ہیں یوں ہی حضرت حسن

وحسین نسل مصطفیٰ کی اصل ہیں۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدَ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّصِبْ مِنْهُ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۴۵۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اس کو مصیبت دیتا ہے۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۴۵۰) ۱؎ تاکہ وہ مصیبت زدہ بندہ اس پر صبر کرے اور اس کے درجے بڑھیں انسان صبر سے وہاں پہنچتا ہے جہاں دیگر عبادات سے نہیں پہنچ سکتا۔ خیال رہے کہ یصب ص کی کسرہ سے بھی ہوسکتا ہے اور فتح سے بھی یعنی اس کی جان و مال اور اولاد میں سے کچھ لے لیتا ہے یا لے لیا جاتا ہے۔

وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًى وَّلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ یُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۴۵۱) روایت ہے انہی سے اور حضرت ابوسعید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مسلمان کو تکلیف بیماری غم و رنج ایذائے غم حتیٰ کہ کانٹا جو اسے لگے نہیں پہنچتا مگر اللہ اس کی برکت سے خطائیں مٹا دیتا ہے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۵۱) ۱؎ اذی اور غم ہم معنی ہیں کبھی ان دونوں میں یہ فرق کیا جاتا ہے کہ اذی وہ ہے جو کسی کی طرف سے انسان کو پہنچے اور غم میں یہ قید نہیں۔ نیز حزن معمولی غم کو بھی کہتے ہیں اور غم سخت کو یعنی وہ غم جو انسان کو قریباً بے ہوش کردے۔ بعض نے فرمایا کہ آنے والے خطرے پر تکلیف کا نام ہم ہے اور گزشتہ غم وحزن۔ خلاصہ حدیث یہ ہے کہ صابر مسلمان کی تھوڑی تکلیف بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو عبادتوں میں لذت نہ آئے اس پر اسے غم ہو یہ بھی گناہوں کی معافی کا باعث ہے عبادات کی لذت پانے والا لذت کے لیے بھی عبادت کرتا ہے مگر اس سے محروم خالص اللہ کے لیے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُوْعَكُ فَمَسَسْتُهٗ بِیَدِیْ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِیْدًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجَلْ اِنِّیْ اُوْعَكُ كَمَا یُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذٰلِكَ لِاَنَّ لَكَ اَجْرَیْنِ فَقَالَ اَجَلْ ثُمَّ قَالَ مَامِنْ مُّسْلِمٍ یُّصِیْبُهٗ اَذًى مِّنْ مَّرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّاحَطَّ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ سَیِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۴۵۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو بخار تھا میں نے اپنے ہاتھ سے جسم اطہر چھوا تو عرض کیا یارسول اللہ! حضور کو بخار بہت ہی سخت آتا ہے۔ ۱؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! مجھ کو تمہارے دو شخصوں کے برابر بخار ہوا کرتا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یہ اس لیے ہوگا کہ حضور کو ثواب بھی دوگنا ہے۔ ۲؎ فرمایا ہاں! پھر فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں جسے کوئی تکلیف بیماری وغیرہ پہنچے مگر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ یوں جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو۔ ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۵۲) ۱؎ تُوْعَكُ وَعْكًا ... [illegible] ... پرسی بھی کرے اور

اس کے جسم کو ہاتھ بھی لگائیے۔ خیال رہے کہ بخار مرض انبیاء ہے' ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بخار ہی سے ہوئی۔ ۲؎ یہ ہے صحابہ کا ادب واحترام یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ تو وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کی بیماری خطاؤں کی معافی کے لیے ہو' آپ کو گناہ وخطا سے نسبت ہی کیا' آپ کی بیماری صرف بلندی درجات کے لیے ہوسکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے ہم گناہ گاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں' ان سے نیک کاروں کے درجے بڑھتے ہیں۔ ۳؎ مسلمان سے مراد گناہ گار مسلمان ہے' بے گناہ مسلمان جیسے ابوبکر صدیق وغیرہم اور ناسمجھ بچے اس حکم سے علیحدہ ہیں' ان کے درجے بلند ہوں گے۔ اس جملے سے معلوم ہوا کہ لفظ مسلم اور مومن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوا کرتے' یہ الفاظ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو عین ایمان ہیں' ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پہلے پارے میں ثابت کیا ہے کہ قرآنِ کریم میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۲،۱۰۴) اے ایمان والو! (کنزالایمان) میں اُمت سے خطاب ہوتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوتے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَارَاَیْتُ اَحَدًا الْوَجْعُ عَلَیْهِ اَشَدُّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۴۵۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں میں نے ایسا کوئی نہ دیکھا جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت بیماری ہوتی ہو۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۵۳) ۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بیماری' درد' بخار وغیرہ دوسروں کی بیماریوں سے زیادہ سخت ہوتی تھیں۔ چنانچہ بخاری نے ادب میں اور ابن ماجہ وحاکم وبیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابی سعید سے روایت کی کہ میں نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار میں دیکھا کہ کمبل شریف کے اوپر سے بخار کی تپش محسوس ہوتی تھی' میں نے گھبرا کر کہا یارسول اللہ! اتنا تیز بخار تو فرمایا انبیاء کو ایسا ہی تیز بخار ہوتا ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ حَاقِنَتِیْ وَذَاقِنَتِیْ فَلَآ اَکْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۴۵۴) روایت ہے انہی سے' فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے اور گلے کے درمیان وفات پائی ۱؎ تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے سختی موت کو کبھی ناپسند نہیں کرتی۔ ۲؎ (بخاری)

(۱۴۵۴) ۱؎ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف آپ کے جسم پر تھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ آپ کے سینہ پر اور سر مبارک گلے کے پاس۔ سبحان اللہ غارِ ثور میں صدیق اکبر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک آپ کے زانو پر تھا اور بوقتِ وفات اس طیبہ' طاہرہ' عفیفہ صدیقہ کو یہ عزت ملی۔ قرآن کی رحل بھی عزت والی ہے' ان حضرات کے جسم قرآن والے کی رحل ہیں' ان کی عزتیں قیامت میں دیکھنا۔ ۲؎ یعنی پہلے میرا یہ خیال تھا کہ نزع کی تکلیف گناہوں کی زیادتی سے ہوتی ہے اور موت کی آسانی رب کی نعمت ہے مگر جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدتِ نزع دیکھی تب سے یہ دونوں خیال جاتے رہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیماریوں اور وفات کی تکلیفوں کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے زیادہ کیا کہ قیامت تک آپ کے مصیبت زدہ اُمتی آپ کے ان حالات کو سُن کر تسلی پائیں۔ مبارک ہیں وہ رسول جن کی بیماری بھی تبلیغ اور اُمت کے لیے ذریعہ رحمت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِيْئُهَا الرِّيَاحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَّتَعْدِلُهَا أُخْرٰى حَتّٰى يَاْتِيَ اَجَلُهٗ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْاَرْزَةِ الْمُجْذِيَةِ الَّتِيْ لَايُصِيْبُهَا شَيْءٌ حَتّٰى يَكُوْنَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَّاحِدَةً. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۴۵۵) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی مثال کچی کھیتی کی سی ہے جسے ہوائیں جھلاتی ہیں کبھی گرا دیتی ہیں کبھی سیدھا کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کی موت آجاتی ہے اور منافق کی مثال مضبوط صنوبر کی سی ہے جسے کوئی آفت نہیں پہنچتی حتی کہ یک بارگی اس کا اُکھڑنا ہوتا ہے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۵۵) ۱؎ یعنی مسلمان کی زندگی بیماریوں مصائب وتکالیف میں گھری ہوتی ہے جن پر وہ صبر کر کے گناہوں سے پاک وصاف ہوتا رہتا ہے منافق وکافر کی زندگی آرام وآسائش سے گزرتی ہے جس سے اس کی غفلتیں بڑھ جاتی ہیں پھر یکبارگی ہی موت آتی ہے۔ یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں۔ بعض کافر اکثر بیمار رہتے ہیں اور بعض مومن کم بیمار ہوتے ہیں۔ نیز بعض غافل بیمار ہوکر اور زیادہ غافل بلکہ بے ادب ہوجاتے ہیں رب کو گالیاں دیتے ہیں اور بعض مومن تندرستی میں ایک سانس ذکر الٰہی کے بغیر نہیں لیتے مگر ایسا بہت کم ہے لہٰذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل برحق ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَاتَزَالُ الرِّيْحُ تُمِيْلُهٗ وَلَايَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيْبُهُ الْبَلَآءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْاَرْزَةِ لَاتَهْتَزُّ حَتّٰى تُسْتَحْصَدَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۴۵۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی مثال کھیت کی سی ہے جسے ہوائیں جھلاتی رہتی ہیں اور مومن کو مصیبتیں پہنچتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال درخت صنوبر کی سی ہے جو کٹنے تک جنبش نہیں کرتا۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۵۶) ۱؎ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مومن خوشی سے مرتا ہے اور منافق جبراً موت دیا جاتا ہے موت ایک ریل ہے جو دولہا کو سسرال تک پہنچاتی ہے اور پھانسی کے مجرم کو پھانسی تک مومن کی دنیوی تکلیفیں آخرت کی راحت کا سبب ہیں منافق کی دنیوی راحتیں آخرت کی مصیبتوں کا ذریعہ۔ یہ بھی قاعدہ اکثریہ ہے ورنہ مومن دنیا میں کتنا ہی آرام سے رہے انشاء اللہ آخرت کے دائمی عذاب سے بچے گا کافر دنیا میں کتنی ہی مصیبت سے رہے مگر آخرت میں نجات نہیں پاسکتا۔ روح البیان میں ایک جگہ فرمایا کہ ایک مصیبت زدہ کافر نے کسی عیش والے مومن سے کہا کہ تمہارے نبی نے فرمایا ہے دنیا مومن کی جیل ہے اور کافر کی جنت مگر یہاں تم جنت میں ہو اور میں جیل میں انہوں نے فوراً جواب دیا کہ تو آخرت کی مصیبتوں کو دیکھ کر دنیا کی ان تکالیف کو جنت سمجھے گا اور ہم راحتوں کو دیکھ کر یہاں کے عیش کو جیل سمجھتے ہیں اور سمجھیں گے۔ نیز ہم ان عیشوں میں دل نہیں لگاتے جیل اگرچہ اے کلاس ہو مگر جیل ہے اور تم یہاں سے جانا نہیں چاہتے ہمارے نبی کی حدیث بالکل صحیح ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ السَّائِبِ فَقَالَ مَالُكِ

(۱۴۵۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام السائب کے پاس تشریف لائے

تُزَفْزِفِيْنَ قَالَتِ الْحُمّٰى لَابَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا فَقَالَ لَاتَسُبِّى الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِىْ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تو فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ کانپ رہی ہو' بولیں بخار ہے اس کا ستیاناس ہو فرمایا بخار کو برا نہ کہو وہ تو انسان کی خطائیں ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۴۵۷) ۱؎ اور بیماریاں ایک یا دو عضو کو ہوتی ہیں مگر بخار سر سے پاؤں تک ہر رگ میں اثر کرتا ہے لہٰذا یہ سارے جسم کی خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرائے گا۔ امام سیوطی نے ایک کتاب لکھی کشف الغمہ فی اخبار الحمی' اس میں بروایت حسن مرفوعاً نقل کیا کہ ایک رات کا بخار تمام خطائیں معاف کرا دیتا ہے۔ حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ مومن کا ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ ہے۔ حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ بخار جہنم کی بھٹی ہے' اللہ تعالٰی اس کی وجہ سے مومن کو جہنم سے بچاتا ہے۔ حضرت ابی ابن کعب نے دعا مانگی تھی کہ خدایا! مجھے ایسا بخار نصیب کر جو تیری راہ میں چلنے' تیرے گھر آنے اور تیرے نبی کی مسجد تک پہنچنے سے نہ روکے۔ چنانچہ آپ کو ہمیشہ ہلکا بخار رہتا تھا اور اسی حال میں مسجد وغیرہ جایا کرتے تھے۔ (مرقاۃ) امام اہلِ سنت اعلٰی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ الحمدللہ مجھے بھی ہمیشہ ہلکا بخار رہتا ہے مگر اس حالت میں اعلٰی حضرت نے دین کی وہ خدمتیں کیں کہ سبحان اللہ۔

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهٗ بِمِثْلِ مَاكَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا. (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۱۴۵۸) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ بیمار یا مسافر ہوتا ہے تو اس کے وہی عمل لکھے جاتے ہیں جو وہ تندرستی اور گھر میں کرتا تھا۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۴۵۸) ۱؎ یعنی اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ تہجد وغیرہ نوافل نہ پڑھ سکے یا جماعت میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کو ان کا ثواب مل جائے گا بشرطیکہ تندرستی میں ان چیزوں کا پابند ہو۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیماری یا سفر میں فرائض معاف ہو جاتے ہیں' وہ تو ادا کرنے ہی پڑیں گے اور اگر رہ گئے ہوں تو ان کی قضا واجب ہوگی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنَ شَهَادَةُ كُلِّ مُسْلِمٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۴۵۹) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۵۹) ۱؎ طاعون طعن سے بنا بمعنی نیزہ مارنا چونکہ اس بیماری میں مریض کو پھوڑے یا زخم سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اسے کوئی نیزے مار رہا ہے' سوئیاں چبھو رہا ہے اس لیے اسے طاعون کہا جاتا ہے' یہ مشہور وبائی بیماری ہے۔ (از لمعات) چونکہ درحقیقت اس مرض میں بیمار کو جنات نیزے مارتے ہیں اس لیے اس میں شہادت کا ثواب ہے۔ احمد نے حضرت ابوموسیٰ سے مرفوعاً روایت کیا کہ میری امت کی فنا طعن اور طاعون سے ہوگی۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنَ

(۱۴۶۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید پانچ ہیں ۱؎ طاعون والا'

وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پیٹ کی بیماری والا' ڈوبا ہوا' دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ کا شہید۔ (مسلم بخاری)

(۱۴۶۰) ۱؎ شہید کے معنی ہیں گواہ یا حاضر چونکہ قیامت میں شہید سرکاری گواہ ہوگا۔ نیز وہ اپنے خون سے توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے اور یہ مرتے ہی بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے اور اس کی جان کنی پر رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں' ان وجوہ سے اسے شہید کہتے ہیں۔ شہید حقیقی وہ ہے جو ظلماً قتل ہو اور شہید حکمی وہ جنہیں شہادت کا ثواب دے دیا جائے' شہید حکمی قریباً ۸۰ ہیں جن میں سے یہاں پانچ کا ذکر ہے جو طاعون کی بیماری میں صابر ہوکر مرے' وہ شہید ہے جو پیٹ کی بیماری دست وغیرہ میں مرے' اتفاقیہ ڈوب جائے' اونچے سے گر جائے یا عمارت میں دب جائے' یہ سب حکمی شہید ہیں' دیدہ دانستہ دریا میں ڈوبنے والے یا اوپر سے کودنے والے حرام موت مریں گے' شہید نہ ہوں گے اس جگہ مرقاۃ نے شہادت کی بہت سی قسمیں بیان فرمائیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ عَذَابٌ يَّبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ اَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُهٗ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ شَهِيْدٍ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۴۶۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا تو حضور نے مجھے بتایا کہ وہ ایک عذاب ہے' اللہ جس پر چاہے بھیجے۔ ۱؎ البتہ ربّ نے اسے مسلمانوں کے لیے رحمت بنا دیا' ایسا کوئی نہیں کہ جس کے شہر میں طاعون پھیلے وہ وہاں صبر کر کے اجر کے لیے ٹھہرے' یہ جانتے ہوئے کہ اسے وہی پہنچے گا جو اللہ نے اس کے لیے لکھا مگر اسے شہید کا سا ثواب ہوگا۔ ۲؎ (بخاری)

(۱۴۶۱) ۱؎ یعنی طاعون کفار پر عذاب ہے جو کافر اس میں مرے گا' وہ عذاب کی موت مرے گا۔ ۲؎ یعنی یہ صابر خواہ طاعون میں فوت ہو جائے یا نہیں جب بھی مرے گا' اسے درجہ شہادت ملے گا۔ گویا طاعون میں صبر شہادت کے اجر کا باعث ہے جیسے کہ روایات میں ہے کہ جو تاجر باہر سے غلہ لاکر فروخت کیا کرے تاکہ شہر کا قحط دُور ہو جب مرے گا جیسے مرے گا' شہید ہوگا یونہی طالب علم اور مؤذن۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنَ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۴۶۲) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون ایک عذاب تھا جو بنی اسرائیل کے ایک ٹولہ پر یا تم سے پہلے والوں پر بھیجا گیا۔ ۱؎ تو جب تم اسے کسی زمین میں سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں پھیل جائے جہاں تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۶۲) ۱؎ یہ وہی بنی اسرائیل تھے جن سے کہا گیا تھا کہ تم توبہ کے لیے بیت المقدس میں سجدہ کرتے ہوئے جاؤ تو وہ گھسٹتے ہوئے گئے تھے' انہیں پر طاعون بھیجا گیا جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار ہلاک ہوگئے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ (۷،۱۶۲) تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا (کنزالایمان) اس سے معلوم ہوا کہ محبوبوں کے شہروں کی بے ادبی کرنے پر عذابِ الٰہی آ جاتا ہے۔ ۲؎ کیونکہ یہ ایک بلا ہے اور بلا میں خود جانا نہیں چاہیے اور جب آ جائے تو گھبرانا نہیں چاہیے۔ خیال رہے کہ بلا سے فرار نہیں بچاتا بلکہ استغفار بچاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طاعون کی جگہ سے کسی ضرورت کے لیے باہر جائے، مضائقہ نہیں، بھاگنے کی نیت سے نکلنا گناہ ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِىْ بِحَبِيْبَتَيْهِ ثُمَّ صَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۱۴۶۳) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں یعنی آنکھوں میں مبتلا کر دوں ۱؎ پھر وہ صبر کر جائے تو میں ان کے عوض اسے جنت دوں گا۔ (بخاری)

(۱۴۶۳) ۱؎ اس طرح کہ اسے اندھا کر دوں یا اس کی بینائی ایک دَم کمزور کر دوں۔ بعض روایتوں میں ایک آنکھ کا بھی ذکر ہے ایسے شخص کو چاہیے کہ اس مصیبت پر ان انبیاء و اولیاء کے حالات میں غور کرے جو نابینا ہو کر صابر و شاکر تھے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس آخری عمر میں نابینا ہو گئے تو یہ پڑھا کرتے تھے۔ شعر

ان يذهب الله من عينى نور هما
ففى لسانى وقلبى للهدى نور

یعنی اگر میری آنکھ کی روشنی جاتی رہی تو کیا ہوا، میری زبان اور دل میں تو ہدایت کا نور ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ — دوسری فصل

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِىَ وَاِنْ عَادَهٗ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهٗ خَرِيْفٌ فِى الْجَنَّةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۴۶۴) روایت ہے حضرت علی سے، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کسی مسلمان کی صبح کے وقت بیمار پُرسی کرے مگر ستر ہزار فرشتے اسے شام تک دعائیں دیتے ہیں اور اگر شام کو بیمار پُرسی کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعائیں دیتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں باغ ہوگا۔ ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد)

(۱۴۶۴) ۱؎ صبح سے لے کر دوپہر تک کو غدوہ کہا جاتا ہے اور زوال سے شروع رات تک عشاء خریف چنے ہوئے پھلوں کو بھی کہتے ہیں اور باغ کو بھی یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی بیمار پُرسی معمولی سی نیکی معلوم ہوتی ہے مگر یہ لاتعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بشرطیکہ صرف رضائے الٰہی کے لیے ہو۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ عَادَنِى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۴۶۵) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے، فرماتے ہیں کہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَّجَعٍ كَانَ بِعَيْنِي. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ کے درد میں بیمار پُرسی کی۔ ا (احمد ابوداؤد)

(۱۴۶۵) ا اس سے معلوم ہوا کہ معمولی بیماری میں بھی بیمار پُرسی کرنا سنت ہے جیسے آنکھ یا کان یا ڈاڑھ کا درد کہ یہ اگرچہ خطرناک نہیں مگر بیماری تو ہیں جن فقہاء نے فرمایا کہ ان بیماریوں میں عیادت سنت نہیں' ان کا مطلب ہے سنت مؤکدہ نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ جس بیماری کی وجہ سے بیمار باہر چل پھر نہ سکے اس میں عیادت کرے۔ ۲ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' بیہقی وطبرانی میں جو ہے کہ پھنسی آنکھ و داڑھ کے درد میں عیادت نہیں' وہ حدیث مرفوع صحیح نہیں بلکہ ابن کثیر کا قول ہے جیسا کہ بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا۔ (اشعہ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيْرَةَ سِتِّيْنَ خَرِيْفًا. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۴۶۶) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اچھی طرح وضو کرے اور طلب ثواب کے لیے اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پُرسی کرے ا تو ستر سال کے فاصلہ پر دوزخ سے دُور رکھا جائے گا۔ ۲ (ابوداؤد)

(۱۴۶۶) ا یعنی باوضو بیمار پُرسی کی جائے کیونکہ عیادت لفظاً و معنیً عبادت ہے اور عبادت باوضو بہتر ہے۔ نیز عبادت میں دعا اور مریض پر کچھ پڑھ کر دَم کرنا ہوتا ہے اور باوضو دعا و دَم بہتر ہے۔ بعض لوگ باوضو قربانی فاتحہ و ایصالِ ثواب کرتے ہیں بلکہ گیارہویں شریف کا کھانا باوضو پکاتے اور کھاتے ہیں' یہ حدیث ان کی اصل ہے۔ ۲ یعنی عیادت کی برکت سے وہ دوزخ سے اتنا دُور رہے گا کہ اگر وہاں سے چلے تو ستر سال میں دوزخ کے کنارہ پہنچے۔ خیال رہے کہ خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں جیسے ربیع موسم بہار کو کہا جاتا ہے مگر یہاں اس سے سال مراد ہے جزء بول کر کل مراد لیا' سنہ ہجری خلافت فاروقی سے شروع ہوا' پہلے کسی واقعہ سے سالوں کا حساب لگاتے تھے جیسے فیل کا سال' فتح کا سال وغیرہ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُّسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا فَيَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ اِلَّا شُفِيَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ قَدْ حَضَرَ اَجَلُهُ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۱۴۶۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی بیماری پُرسی کرے تو سات بار کہہ دے ا کہ میں عظمت والے اور عرشِ عظیم کے ربّ یعنی اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے شفا دے مگر اسے شفا ہوگی لیکن یہ کہ اس کی موت ہی آ گئی ہو۔ ۲ (ابوداؤد' ترمذی)

(۱۴۶۷) ا اکثر دعاؤں میں آخری تعداد تین بار ہوتی ہے یہاں سات بار ہے تاکہ بیمار کے ساتوں اعضاء سے بیماری دُور ہو۔ نیز بیماری کا دفعیہ اہم ہے اس لیے تعداد بجائے تین کے سات کر دی گئی۔ (لمعات) ۳ یہ حکم تعلیمی ہے یعنی اکثر شفا ہوگی یا مطلب یہ ہے کہ اگر اس عمل کے تمام شرائط جمع ہوں تو بفضلہ تعالیٰ ضرور شفا ہوگی اگر کبھی شفا نہ ہو تو سمجھو کہ ہماری طرف سے کوئی کوتاہی ہے' اللہ رسول سچے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ موت کا علاج نہیں۔ مرقاۃ میں ہے کہ اگر قریب المرگ پر یہ دعا پڑھی جائے تو انشاء اللہ اس کی جان کنی آسان ہوگی اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا۔ غرض کہ دعا رائیگاں نہ جائے گی' شفاء ظاہر نہ ہو تو شفاء باطن ہوگی۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْحُمّٰى وَمِنَ الْاَوْجَاعِ كُلِّهَا اَنْ يَّقُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَّعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا يُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ اِسْمٰعِيْلَ وَهُوَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ.

(۱۴۶۸) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بخار اور تمام دردوں کی یہ دعا سکھاتے تھے کہ کہیں کبریائی والے اللہ کے نام سے میں ہر خون سے بھری رگ اور آگ کی تپش کی شرارت سے عظمت والے ربّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔صرف ابراہیم ابن اسمٰعیل کی حدیث سے پہچانی گئی ہے اور وہ حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں۔ ۲؎

(۱۴۶۸) ۱؎ چونکہ بخار میں آگ کی سی تپش ہوتی ہے اور اکثر درد رگ کے جوش اور خون کے دباؤ سے ہوتے اس لیے خصوصیت سے ان دونوں کے شر سے پناہ مانگی' یہاں شر سے مراد تکلیف ہے' راحت کا مقابل' یہ شر خیر کے مقابل نہیں' مومن کی بیماری بفضلہ تعالٰی خیر ہوتی ہے یعنی باعث ثواب لہذا حدیث پر اعتراض نہیں۔ ۲؎ چنانچہ امام قرطبی نے فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہیں مگر حاکم و بیہقی نے یہ حدیث بروایت صحیح نقل کی بہر حال ترمذی کو ضعیف ہو کر ملی مگر ان محدثین کو صحیح ملی اگر ضعیف بھی ہوتی تو فضائل اعمال میں قبول تھی۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اشْتَكٰى مِنْكُمْ شَيْئًا اَوِ اشْتَكَاهُ اَخٌ لَّهٗ فَلْيَقُلْ رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ اَمْرُكَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْاَرْضِ اغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَآءً مِّنْ شِفَآئِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْعِ فَيَبْرَأُ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۴۶۹) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم میں جو کچھ بیمار ہو یا اس کا بھائی بیماری کی شکایت کرے تو کہے ہمارا ربّ وہ اللہ ہے جو آسمان میں ہے۔ ۱؎ تیرا نام پاک ہے' تیرا حکم آسمان و زمین میں ہے جیسے تیری رحمت آسمان میں ہے یوں ہی اپنی رحمت زمین میں کر۔ ۲؎ ہمارے گناہ و خطائیں بخش دے تو پاکوں کا ربّ ہے۔ ۳؎ ہم پر اپنی رحمتوں سے کوئی رحمت اُتار اور اپنی شفا میں سے شفا اس درد پر اُتار تو وہ اچھا ہو جائے گا۔ (ابوداؤد)

(۱۴۶۹) ۱؎ یعنی اللہ کی بادشاہت و حکومت آسمان میں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی آسمان یا زمین میں ہونے سے پاک ہے' آسمان وہ جگہ ہے جہاں کسی کی ظاہری حکومت بھی نہیں۔ نیز وہاں سارے معصوم ہی رہتے ہیں اسی لیے اکثر ربّ تعالٰی کو آسمان کی طرف نسبت کرتے ہیں ۲؎ یعنی صدقہ ان فرشتوں کا جنہیں تو نے بیماری آزادی سے محفوظ رکھا ہے' اس بیمار کو شفا دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک مخلوق کے حوالے سے دعا کرنا سنت سے ثابت ہے۔ ۳؎ اللہ کی ربوبیت عامہ ساری مخلوق کے لیے ہے مگر ربوبیت خاصہ صرف پاک لوگوں کے لیے یعنی جسمانی روزی سب کو دیتا ہے' کھانا' پینا وغیرہ۔ روحانی روزی مغفرت عرفان و ایمان صرف پاکوں کو یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا حال ہے کہ آپ رحمۃ للعٰلمین بھی ہیں اور بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ بھی لہذا حدیث واضح ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ الرَّجُلُ يَعُوْدُ

(۱۴۷۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص کسی بیمار کی

مَرِيْضًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا اَوْ يَمْشِيْ لَكَ اِلٰى جَنَازَةٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

عیادت کو جائے تو یوں کہے الٰہی! اپنے بندے کو شفا دے وہ تیری راہ میں تیرے دشمن کو زخمی کرے گا یا کسی جنازے میں جائے گا۔ ۱ (ابوداؤد)

(۱۴۷۰) ۱ یعنی اے مولیٰ! اگر تو نے اسے شفا دے دی تو ممکن ہے کہ کبھی تلوار یا قلم یا زبان سے کفار کا جسم یا دل زخمی کرے یا کبھی مسلمان بھائی کو ادنیٰ نفع پہنچا دے کہ بعد موت اس کے جنازے میں شرکت کرے۔ معلوم ہوا کہ آئندہ یا گزشتہ نیک اعمال کی برکت سے دعا کرنا سنت ہے اور جب اللہ کسی بیمار کو شفا دے تو اس کے شکریہ میں نیکیاں کرے اور کفار کو جنگ میں ایذاء دینے کا ایسا ہی ثواب ہے جیسا مسلمان کو راحت پہنچانا۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اُمَيَّةَ اَنَّهَا سَئَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنْ تُبْدُوْا مَافِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْتُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ وَعَنْ قَوْلِهٖ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً يُّجْزَ بِهٖ فَقَالَتْ مَاسَاَلَنِيْ عَنْهَا اَحَدٌ مُّنْذُ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ مُعَاتَبَةُ اللّٰهِ الْعَبْدَ بِمَا يُصِيْبُهٗ مِنَ الْحُمّٰى وَالنَّكْبَةِ حَتّٰى الْبِضَاعَةِ يَضَعُهَا فِيْ يَدِ قَمِيْصِهٖ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْزَعُ لَهَا حَتّٰى اِنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ بِهٖ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْاَحْمَرُ مِنَ الْكِيْرِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۴۷۱) روایت ہے حضرت علی بن زید سے وہ اُمیہ سے راوی ۱ کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے ربّ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا کہ خواہ تم اپنے دل کی باتیں ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا اور اس کے فرمان کے بارے میں جو کوئی گناہ کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ ۲ آپ بولیں کہ جب سے میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مجھ سے یہ کسی نے نہ پوچھا ۳ حضور نے فرمایا کہ یہ اللہ کا بندوں پر عتاب ہے کہ جو اسے بخار یا مصیبت پہنچ جاتی ہے حتیٰ کہ جو مال اپنی قمیص کی آستین میں رکھے پھر اسے گم پائے تو اس سے گھبرا جائے یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے پیلا سونا بھٹی سے نکل کر۔ ۴ (ترمذی)

(۱۴۷۱) ۱ آپ کا نام علی ابن زید عبدالرحمٰن ابن جدعان ہے، قریشی ہیں، تیمی ہیں، تابعین بصرہ سے ہیں، اُمیہ تابعین میں سے ایک بی بی ہیں جو حضرت عائشہ سے روایت کرتی ہیں، علی ابن زید کی دادی ہیں جنہوں نے علی کی ماں کہا مجازاً کہا ۲ سوال کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیات بظاہر معافی کی آیات کے بھی خلاف ہیں اور اس کے بھی کہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا جب ہر خطا کی سزا ہے اور دل کے خیال تک کا حساب ہے تو معافی کیسی ۳ یعنی تمہارا سوال بہت ہی اچھا ہے اور تم سے پہلے کسی کو یہ سوال نہ سوجھا، اچھا ہوا تم نے پوچھ لیا ورنہ آیت کی تفسیر میرے ساتھ ہی جاتی۔ ۴ خلاصہ جواب یہ ہے کہ تم سمجھی ہو ہر ظاہر و باطن خطا کا عذاب قیامت میں ہوگا اور کسی خطا کی معافی نہ ہوگی، یہ صحیح نہیں بلکہ دنیا میں مومن کو معمولی سی تکلیف پہنچ جاتی ہے، وہ اس کی خطا کا عوض بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا حساب و عتاب یہاں ہی پورا کر دیتا ہے لہٰذا آیات معافی میں آخرت کی معافی مراد ہے اور عذاب کی نفی ہے اور یہاں دنیا کی تکالیف مراد عتاب کا ثبوت ہے لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ خیال رہے کہ عذاب دشمن کو دیا جاتا ہے اور عتاب دوست پر ہوتا ہے جو غلطی سے جرم کر بیٹھے نیز یہاں گناہ [illegible] حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ [illegible] شرعی حقوق [illegible] ہی بندوں کے حقوق

بیماری وغیرہ سے معاف نہیں ہوتے۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ مقروض یا بےنماز جب کبھی بیماری سے اُٹھے تو گزشتہ قرضے بھی معاف ہوگئے اور نہ پڑھی ہوئی نمازیں بھی لہٰذا منکرین حدیث چکڑالوی اس پر اعتراض نہیں کرسکتے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايُصِيبُ عَبْدًا نَكْبَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اَوْ دُوْنَهَا اِلَّابِذَنْبٍ وَّمَا يَعْفُوْاللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَكْثَرُ وَقَرَاَ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۱۴۷۲) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کو مصیبت یا اس سے کم و بیش تکلیف گناہ کے بغیر نہیں پہنچتی۔ ۱؎ اور جو کچھ ربّ معاف کردیا ہے، وہ بہت ہے اور آیت یہ تلاوت کی جو مصیبت تمہیں پہنچتی وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی سے تھی، ربّ تو بہت معافی دیتا ہے۔ ۲؎ (ترمذی)

(۱۴۷۲) ۱؎ یہاں بندوں سے مراد ہم جیسے گناہ گار بندے ہیں کہ ہمیں جو تکلیف پہنچتی ہے، وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہے اس قاعدے سے بےگناہ بچے انبیاء اور بعض محفوظ اولیاء علیحدہ ہیں جنہوں نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور تکلیف و بیماری انہیں بھی آتی ہے۔ ان بزرگوں کے متعلق گزشتہ احادیث تھیں کہ ان لوگوں کے درجے بڑھانے کے لیے بیماریاں آتی ہیں لہٰذا نہ تو یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف ہے اور نہ اس سے آریوں کا آواگون کا مسئلہ ثابت ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے پچھلی جون گناہ کیے تھے جس کی سزا اب مل رہی ہے اور نہ یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف ہے کہ اگر نبی بےگناہ ہوتے تو انہیں بیماری و مصیبت کیوں آتی غرض کہ اس حدیث کو نہ سمجھ کر بےدینوں نے بہت سے غلط مسائل اس سے نکال لیے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آیت وَمَآ اَصَابَكُمْ مُّصِيْبَةٍ (۳۰:۴۲) میں ایک خاص مصیبت مراد ہے یعنی غزوۂ احد میں جو تمہیں مصیبت اور شکست پہنچی وہ تمہاری اپنی غلطی سے تھی کہ تم نے درہ خالی چھوڑ دیا جس سے کفار لوٹ کر تم پر ٹوٹ پڑے اس صورت میں آیت بالکل واضح ہے۔ ۲؎ یعنی ربّ تعالٰی تمہاری بہت خطاؤں سے درگزر فرمادیتا ہے۔ بعض پر معمولی پکڑ کرتا ہے، وہ بھی تمہیں آگاہ کرنے اور آئندہ احتیاط رکھنے کے لیے اس پکڑ میں بھی اس کا کرم ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا كَانَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ حَسَنَةٍ مِّنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِيْلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِهٖ اُكْتُبْ لَهٗ مِثْلَ عَمَلِهٖ اِذَاكَانَ طَلِيْقًا حَتّٰى اُطْلِقَهٗ اَوْ اَكْفِتَهٗ اِلَیَّ۔

(۱۴۷۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ عبادت کے اچھے رستہ پر ہوتا ہے ۱؎ پھر بیمار ہوجاتا ہے تو اس پر مقرر شدہ فرشتہ سے کہا جاتا ہے تو اس کے تندرستی کے زمانے کے برابر اعمال لکھ یہاں تک کہ میں اسے شفا دے دوں یا اپنے پاس بُلا لوں۔ ۲؎

(۱۴۷۳) ۱؎ یعنی تندرستی میں عبادت کرتا ہے، ربّ سے غافل نہیں ہوتا پھر بیمار پڑ جاتا ہے ۲؎ اس کی شرح پہلے ہوچکی کہ اس عبادت سے مراد نفلی عبادت مسجد میں حاضری وغیرہ ہے کہ اگر بندہ بیماری میں یہ نہ کرسکے تو اسے برابر ان کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اس سے اشارۃً معلوم ہورہا ہے کہ اگر بندہ سخت بیماری یا غشی کی وجہ سے فرض نماز نہ پڑھ سکا پھر بغیر صحت ہوئے اسی حالت میں اسے موت آگئی تو انشاء اللہ پکڑ نہ ہوگی اس کی تحقیق کتب فقہ میں ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِیْ جَسَدِهٖ قِيْلَ

(۱۴۷۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتا

لِلْمَلَكِ اكْتُبْ لَهٗ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِیْ كَانَ يَعْمَلُ فَاِنْ شَفَاهُ غَسَّلَهٗ وَطَهَّرَهٗ وَاِنْ قَبَضَهٗ غَفَرَلَهٗ وَرَحِمَهٗ رَوَاهُمَا فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ تو اس کی وہی نیکیاں لکھ جو یہ پہلے کرتا تھا۱؎ پھر اگر رب اسے شفا دیتا ہے تو اسے دھو دیتا ہے اور پاک کر دیتا ہے اور اگر اسے وفات دیتا ہے تو اسے بخش دیتا ہے اور رحم کرتا ہے ۲؎ یہ دونوں حدیثیں شرح سنہ میں ہیں۔

(۱۴۷۴) ۱؎ سبحان اللہ کیسا مبارک فرمان ہے کہ بیمار کو تندرستی کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے مگر تندرستی کے گناہوں کا عذاب نہیں ہوتا یعنی اگر چور بدمعاش بیماری کی وجہ سے چوری، بدمعاشی نہ کر سکے تو اس کے نامہ اعمال میں چوری وغیرہ لکھی نہ جائے گی بلکہ ممکن ہے کہ توبہ کی توفیق مل جائے جس سے ان گناہوں کی معافی ہو جائے اس لیے یہاں صالح عمل ارشاد ہوا۔ یہ سب اس لیے ہے کہ ہم اس کے حبیب کی اُمت ہیں۔ ۲؎ یہ جملہ فقیر کی گزشتہ شرح کی تائید کر رہا ہے کہ مومن کی بیماری میں گناہوں کی تو بخشش ہو جاتی ہے مگر بدستور نیکیاں لکھی جاتی رہتی ہیں۔ گویا بیماری روحانی غسل ہے یا میلے دل کا صابن۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَّالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ وَّ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ وَّالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَّصَاحِبُ الْحَرِيْقِ شَهِيْدٌ وَّالَّذِیْ يَمُوْتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيْدٌ وَّالْمَرْاَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَهِيْدٌ۔
(رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۱۴۷۵) روایت ہے حضرت جابر ابن عتیک سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں مارے جانے کے سوا سات شہادتیں اور بھی ہیں ۱؎ طاعون والا شہید ہے ڈوبا ہوا شہید ہے، ذات الجنب کی بیماری والا شہید ہے پیٹ کی بیماری والا شہید ہے۲؎ آگ والا شہید ہے، دب کر مرنے والا شہید ہے، عورت ولادت میں مر جائے تو شہید ہے۔ ۳؎
(مالک، ابوداؤد، نسائی)

(۱۴۷۵) ۱؎ جن میں شہادت فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے جنہیں شہادت حکمی کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا حشر شہداء کے ساتھ ہوگا مگر ان شہادتوں پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ ۲؎ یعنی جو طاعون میں صابر ہو کر مرے اور پیٹ کے درد یا دست یا استسقاء وغیرہ بیماری سے مرے یا ذات الجنب کی بیماری سے مرے جس میں پسلیوں پر پھنسیاں نمودار ہوتی ہیں، پسلیوں میں درد اور بخار ہوتا ہے، اکثر کھانسی بھی اُٹھتی ہے یہ سب لوگ حکماً شہید ہیں، یہ رب کی حکمت ہے کہ ان لوگوں کو درجہ شہادت عطا فرماتا ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ حاملہ فوت ہو جائے یا ولادت کی حالت میں میلا نہ نکلنے کی وجہ سے مرے یا ولادت کے بعد چالیس دن کے اندر فوت ہو بہرحال وہ حکماً شہید ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد کنواری عورت ہے جو بغیر شادی فوت ہو جائے۔

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ فَاِنْ كَانَ فِیْ دِيْنِهٖ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاءُهٗ وَاِنْ كَانَ فِیْ دِيْنِهٖ

(۱۴۷۶) روایت ہے حضرت سعد سے، فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سخت مصیبت والے کون ہیں؟ فرمایا انبیاء پھر ترتیب وار افضل لوگ ۱؎ انسان اپنی دینداری کے مطابق مبتلا ہوتا ہے اگر اس کے دین میں سختی

رِقَّةٌ هُوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَمْشِيَ عَلٰى اَرْضٍ مَالَهٗ ذَنْبٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ہے تو اس کی بلائیں بھی سخت ہوں گی ۲؎ اور اگر اس کے دین میں نرمی ہے تو اس پر آسانی کی جائے گی ایسا ہی ہوتا رہے گا حتیٰ کہ وہ زمین پر بے گناہ ہو کر چلے گا۔(ترمذی ابن ماجہ دارمی) ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱۴۷۶) ۱؎ بزرگوں کی سخت آزمائش کی چند وجوہ ہیں' ایک یہ کہ انہیں آزمائشوں میں ایسی لذت آتی ہے جیسی دوسروں کو نعمتوں میں' دوسرے یہ کہ ان کی یہ تکالیف ان کی بندگی کی دلیل ہیں اگر وہ بیمار نہ ہوں تو معتقدین انہیں خدا سمجھ لیں۔قبطیوں نے فرعون کو خدا سمجھا کیونکہ وہ کبھی بیمار نہ پڑا' تیسرے یہ کہ ان کی مصیبتوں کی وجہ سے دوسرے پر مصیبت آسان ہو جاتی ہے' کربلا کے واقعہ سے لاگوں کو بہت صبر وسکون نصیب ہوتا ہے۔ ۲؎ کیونکہ بڑے طالب علموں کا امتحان بڑا ہوتا ہے اور بعد امتحان انہیں عہدہ بھی بڑا ملتا ہے اور چھوٹے طالب علموں کا امتحان چھوٹا۔شعر ؎

بڑوں کو دُکھ بہت ہے اور چھوٹوں سے دُکھ دُور
تارے سب نیارے رہیں گہن چاند اور سور

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا اَغْبِطُ اَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَالَّذِيْ رَءَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۱۴۷۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت موت دیکھنے کے بعد کسی کی آسانی موت پر رشک نہیں کرتی۔ ۱؎ (ترمذی' نسائی)

(۱۴۷۷) ۱؎ دوسرے کی بھلائی اپنے لیے بھی چاہنا غبطہ یا رشک کہلاتا ہے اور کسی کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا حسد یا جلن کہا جاتا ہے۔رشک کبھی اچھا ہوتا ہے کبھی بُرا مگر حسد ہمیشہ بُرا ہی ہوتا ہے۔حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلے میں کسی کی جانکنی آسان دیکھتی تو رشک کرتی اور چاہتی تھی کہ میری موت بھی ایسی ہی آسان ہو' سمجھتی تھی کہ آسانی نزع مرنے والے کی نیکی ومقبولیت کی علامت ہے مگر جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدتِ نزع دیکھی تو یہ خیال ورشک دونوں جاتے رہے' سمجھ گئی کہ سختی جانکنی اچھی چیز ہے بُری نہیں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهٗ قَدَحٌ فِيْهِ مَآءٌ وَّهُوَ يُدْخِلُ يَدَهٗ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْسَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۴۷۸) روایت ہے انہی سے' فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کی حالت میں دیکھا آپ کے پاس پانی کا پیالہ تھا' آپ پیالے میں ہاتھ ڈالتے پھر چہرۂ انور پر پھیر لیتے ۱؎ اور عرض کرتے الٰہی! موت کی سختیوں یا دشواریوں پر میری مدد فرما۔ ۲؎ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۱۴۷۸) ۱؎ غشی یا تپش دُور کرنے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے کیونکہ بوقتِ موت بہت گرمی محسوس ہوتی ہے اسی لیے اکثر اس وقت میت کو پسینہ آ جاتا ہے اور پیاس کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے اس وقت منہ میں پانی ٹپکانے کا حکم ہے اگر چہ سردی کا موسم ہو۔ ۲؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ منکرات سے مراد وسوسے اور بُرے خیالات ہیں جن سے میت کا دھیان ربّ سے ہٹ جائے اور سکرات سکرۃ کی جمع ہے بمعنی غشی۔ربّ تعالٰی فرماتا ہے:وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى (۲۲:۲)اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں (کنزالایمان) یہاں وہ

تکلیف مراد ہے جو عقل زائل کر دے یعنی سخت تکلیف اور یہ دعا اُمت کی تعلیم کے لیے ہے کہ اس وقت یہ دعا کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ان تکالیف کو برداشت کرنے کی طاقت دے یا انہیں کم فرما دے۔ یہاں شیخ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلطنتِ الٰہیہ کے متولی اور منتظم ہیں، کون ومکان کے سارے احکام آپ کے سپرد ہیں تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ حکومت میں ہے ایسی ذمہ دار ہستی جب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جائے تو اسے ہیبت زیادہ ہوتی ہے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیبت الٰہیہ کا غلبہ تھا اس کی کیفیت تھی۔ (اشعۃ اللمعات) اسی شدت کی اور بہت وجہ بیان کی گئی ہیں مگر حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے عقل وقیاس سے وراء ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۴۷۹) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے فوری طور پر دنیا میں سزا دے دیتا ہے، اور جب کسی بندے کی بُرائی چاہتا ہے تو اس کی سزا مع گناہوں کے محفوظ رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے قیامت کے دن پوری پوری دے گا۔ ۱ (ترمذی)

(۱۴۷۹) ۱ یعنی گناہوں پر دنیا میں پکڑ ہو جانا اللہ کی رحمت کی علامت ہے اور باوجود سرکشی وزیادتی گناہ کے ہر طرح کا عیش ملنا غضب الٰہی کی نشانی ہے کہ اس کا منشا یہ ہے کہ تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دی جائے۔ (اللہ کی پناہ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُظْمَ الْجَزَآءِ مَعَ عُظْمِ الْبَلَآءِ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۴۸۰) روایت ہے انہی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑا ثواب بڑی بلا کے ساتھ ملتا ہے ۱ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں مبتلا کر دیتا ہے جو راضی ہوتا ہے اس کے لیے رضا ہے اور جو ناراض ہوتا ہے اس کے لیے ناراضی ہے۔ ۲ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۱۴۸۰) ۱ مقصد یہ ہے کہ کسی مومن صالح کو بلاؤں میں گرفتار دیکھ کر یہ نہ سمجھ لو کہ یہ برا آدمی ہے، نیکوں پر بڑی مصیبتیں بڑے درجات ملنے کا ذریعہ ہیں۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کافر و بدکار پر بڑی بلا آ جائے تو اس کا درجہ بڑا ہو گیا، یہ سب کچھ مومن کے لیے ہے۔ مردے کو بہترین دوائیں دینا بے کار ہے، جڑ کٹے درخت کی شاخوں کو پانی دینا بے سود اگر کافر عمر بھر مصیبت میں رہے جب بھی دوزخی ہے اور اگر مومن صالح عمر بھر آرام میں رہے جب بھی جنتی ہاں تکلیف والے مومن کے درجے زیادہ ہوں گے بشرطیکہ صابر اور شاکر رہے۔ ۲ خیال رہے کہ رضا یا ناراضی دل کا کام ہے لہٰذا تکلیف میں ہائے وائے کرنا اس کے دفع کی کوشش کرنا یا مریض و مظلوم کا حکیم و حاکم کے پاس جانا ناراضی کی علامت نہیں۔ ناراضی یہ ہے کہ دل سے سمجھے کہ ربّ نے مجھ پر ظلم کیا اس بلا کا مستحق نہ تھا۔ یہاں صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندے کی رضا ربّ کے بعد ہے، پہلے اللہ بندے سے راضی ہوتا ہے تو بندہ ربّ سے راضی ہو کر اچھے اعمال کی توفیق پاتا ہے، پہلے وہ ہمیں یاد کرتا ہے تو بعد میں ہم اسے یاد کرتے ہیں پھر ہماری یاد کے بعد ربّ ہمیں یاد کرتا ہے: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ یہ نکتہ بہت ...

گفت اللہ گفتنت لبیک ما است

ایں گداز و سوز و درداز پیک ما است

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَایَزَالُ الْبَلَآءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِالْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَمَا لَهٗ وَوَلَدِهٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهَ تَعَالٰی وَمَا عَلَیْهِ مِنْ خَطِیْئَتِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَی مَالِكٌ نَحْوَهٗ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

(۱۴۸۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن اور مومنہ کو اس کی جان و مال و اولاد کی مصیبتیں پہنچتی رہتی ہیں حتیٰ کہ وہ رب سے اس طرح ملتا ہے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ ۱؎ (ترمذی) مالک نے اس کی مثل' ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱۴۸۱) ۱؎ یعنی جیسے نمازی پاک وصاف ہو کر مسجد میں جاتا ہے ایسے ہی مومن بلاؤں کے پانی کے ذریعے گناہوں کی نجاستوں سے صاف ہو کر مسجد قدس میں حاضری دے کر نماز قرب ادا کرتا ہے اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے کہ یہ قانون ہم جیسے گناہ گاروں کے لیے ہے' انبیاء اولیاء چھوٹے بچے اس سے علیحدہ ہیں' ان کی مصیبتوں کی اور وجہ ہے۔ نیز قانون اور ہے' قدرت کچھ اور بہرحال یہ حدیث قابل اعتراض نہیں۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدِ السُّلَمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ یَبْلُغْهَا بِعَمَلِهٖ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ فِیْ جَسَدِهٖ اَوْفِیْ مَالِهٖ اَوْفِیْ وَلَدِهٖ ثُمَّ صَبَّرَهٗ عَلٰی ذٰلِكَ حَتّٰی یُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِیْ سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۴۸۲) روایت ہے حضرت محمد ابن خالد سلمی سے' وہ اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے ۱؎ راوی فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی بندہ کے لیے کوئی درجہ رب کی طرف سے مقدر ہو چکا ہو جہاں تک یہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ اسے اس کے جسم یا مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کر دیتا ہے پھر اسے اس پر صبر بھی دیتا ہے حتیٰ کہ اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو رب کی طرف سے اس کے لیے مقدر ہو چکا۔ ۲؎ (احمد' ابوداؤد)

(۱۴۸۲) ۱؎ یعنی محمد ابن خالد کے دادا سے جو صحابی ہیں' عرصہ تک صحبت پاک میں رہے' ان کا نام شریف لجلاج ابن حکیم ہے۔ ۲؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ مصیبت پر صبر اللہ کی توفیق سے ملتا ہے نہ کہ اپنی ہمت و جرأت سے اور صبر اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے' دوسرے یہ کہ درجات اعمال سے ملتے ہیں' بخشش رب کے کرم سے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جنت کا داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا مگر وہاں کے درجات مومن کے اعمال سے مگر کبھی دوسرے کے عمل بھی کام آ جاتے ہیں۔ صابر مومن کی چھوٹی اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہے گی اگرچہ کچھ عمل نہ کر سکی' کیوں؟ ماں باپ کے عمل سے۔ رب فرماتا ہے: وَاَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ (۵۲:۲۱) ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی (کنزالایمان) انشاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں امام حسین کے صبر میں ہم گناہ گاروں کا حصہ ہے' سخی کے مال میں فقیروں کا حصہ' ان سرکاروں کے اعمال میں ہم بدکاروں کا حصہ۔ رب فرماتا ہے: وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (۵۱:۱۹) اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتے اور بے نصیب کا (کنزالایمان) تیسرے یہ کہ انسانوں کے درجات وغیرہ پہلے سے ہی مقرر ہو چکے ہیں جہاں لامحالہ پہنچنا ہے' قیامت کے دن اس کا ظہور ہوگا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شِخِّيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلَ ابْنُ اٰدَمَ وَاِلٰى جَنْبِهٖ وَتِسْعُوْنَ مَنِيَّةً اِنْ اَخْطَاَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ حَتّٰى يَمُوْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۱۴۸۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شخیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس کے آس پاس ۹۹ بلائیں ہیں۔ ۱ اگر ان سب بلاؤں سے بچ گیا تو بڑھاپے میں پڑے گا حتی کہ مر جائے۔ ۲ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۴۸۳) ۱ مَنِيَّةٌ لغت میں مقرر چیز کو کہتے ہیں، اصطلاح میں موت کو منیہ کہا جاتا ہے کہ اس کا وقت مقرر ہے پھر بلاؤں اور آفتوں کو منیہ کہا جانے لگا کہ یہ اسباب موت ہیں۔ مَثَل یا تو ماضی ہے بمعنی قدر وخلق یعنی انسان آفتوں میں گھرا ہوا پیدا ہوا ہے کیونکہ اس کا نفس امارہ بہت سرکش ہے، یہ آفتوں سے ٹھکانا پر رہتا ہے، آرام پا کر دعویٰ خدائی تک کر بیٹھتا ہے یا مثل حصہ رہے، یعنی انسان کی مثال اس کی سی ہے جو ۹۹ آفتوں میں ہر طرف سے گھرا ہو، ۹۹ سے عدد خاص مراد نہیں بلکہ کثرت بیان فرمانا مقصود ہے۔ ۲ یعنی انسان کے لیے اسباب موت بے شمار ہیں، ہر گھڑی موت سر پر کھڑی ہے لیکن اگر بحکم پروردگار ان سب سے بچ گیا تو آخر بڑھاپا تو آئے گا ہی جس کے بعد موت یقینی ہے لہذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ تقدیر میں تو آفتیں تھیں مگر انسان اپنے کمال سے بچتا رہتا ہے کیونکہ تدبیر سے تقدیر نہیں بدلتی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطٰى اَهْلُ الْبَلَاۤءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۱۴۸۴) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن جب بلا والوں کو ثواب دیا جائے گا تو آرام والے تمنا کریں گے کہ کاش ان کی کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں۔ ۱ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۴۸۴) ۱ یعنی تمنا و آرزو کریں گے کہ ہم پر دنیا میں ایسی بیماریاں آئی ہوتیں جن میں آپریشن کے ذریعے ہماری کھالیں کاٹی جاتیں تاکہ ہم کو بھی وہ ثواب آج ملتا جو دوسرے بیماروں اور آفت زدوں کو مل رہا ہے۔

وَعَنْ عَامِرِ ن الرَّامِ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَسْقَامَ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِّمَا مَضٰى مِنْ ذُنُوْبِهٖ وَمَوْعِظَةً لَّهٗ فِيْمَا يَسْتَقْبِلُ وَاِنَّ الْمُنَافِقَ اِذَا مَرِضَ ثُمَّ اُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيْرِ عَقَلَهٗ اَهْلُهٗ ثُمَّ اَرْسَلُوْهُ فَلَمْ يَدْرِلِمَ عَقَلُوْهُ وَلِمَا اَرْسَلُوْهُ فَقَالَ رَجُلٌ ... رَسُوْلَ اللّٰهِ ...

(۱۴۸۵) روایت ہے حضرت عامر رام ۱ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر فرمایا تو فرمایا کہ مومن کو جب بیماری پہنچتی ہے پھر اللہ اسے آرام دے دیتا ہے تو یہ گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور آئندہ کے لیے نصیحت ۲ اور منافق جب بیمار ہوتا ہے پھر آرام دیا جاتا ہے تو اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جسے اس کے مالکوں نے باندھ دیا پھر کھول دیا وہ نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کیوں کھولا۔

الْاَسْقَامُ وَاللّٰهِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ فَقَالَ قُمْ عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

۳؎ تو ایک شخص بولا یارسول اللہ! بیماریاں کیا ہیں؟ قسم ربّ کی میں تو کبھی بیمار ہوا ہی نہیں تو فرمایا ہمارے پاس سے ہٹ جاؤ' تم ہم میں سے نہیں۔ ۴؎ (ابوداؤد)

(۱۴۸۵) ۱؎ آپ صحابی ہیں' نام عامر ہے' تیراندازی کرتے تھے اس لیے رام لقب ہوا' آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے' بسند مجہول۔ ۲؎ کیونکہ مومن بیماری میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے' وہ سمجھتا ہے کہ یہ بیماری میرے کسی گناہ کی وجہ سے آئی اور شاید یہ آخری بیماری ہو جس کے بعد موت ہی آئے اس لیے اسے شفا کے ساتھ مغفرت بھی نصیب ہوتی ہے۔ ۳؎ بلکہ منافق غافل یہی سمجھتا ہے کہ فلاں وجہ سے میں بیمار ہوا تھا اور فلاں دوا سے مجھے آرام ملا' اسباب میں ایسا پھنسا رہتا ہے کہ مسبب اسباب پر نظر ہی نہیں جاتی نہ توبہ کرتا ہے نہ اپنے گناہوں پر غور۔ ۴؎ یہ شخص منافق تھا جس کا کفر پر مرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھا اس لیے اس سختی سے اسے یہ جواب دیا۔بعض روایات میں ہے کہ اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ جو دوزخی کو دیکھنا چاہے' وہ اسے دیکھ لے۔ (مرقاۃ) ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا اخلاق ہیں' محض بیمار نہ ہونے پر ایسی سختی نہ فرماتے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ربّ نے لوگوں کے اچھے بُرے انجام کی خبر دی ہے حالانکہ یہ علوم خمسہ سے ہیں' دوسرے یہ کہ کفار پر سختی کرنا ہی اخلاق ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ سانپ کا سر کچلنا ہی اخلاقِ حسنہ ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کفار پر نرمی برتی ہے جن کے ایمان کی امید تھی' آج کل لوگوں نے اخلاق کے معنی غلط سمجھے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيْضِ فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِیْ اَجَلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَّيَطِيْبُ بِنَفْسِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۱۴۸۶) روایت ہے حضرت ابوسعید سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو کچھ درازی حیات کی باتیں کر کے اس کا غم دُور کرو۔ ۱؎ کیونکہ یہ گفتگو تقدیر کو رد نہ کرے گی اور اس کا دل خوش ہو جائے گا۔ ۲؎ (ترمذی' ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۴۸۶) ۱؎ نَفِّسُوْا تنفیس سے بنا بمعنی تفریح یعنی غم دُور کرنا' بیمار کو ڈراؤ نہیں کہ تو بچے گا نہیں' مرض بہت سخت ہے بلکہ کہو انشاء اللہ شفا ہو گی' گھبراؤ نہیں۔ بعض طبیب مریض کے آخر دَم تک ہمت بندھانے والی باتیں کرتے ہیں' اسے مایوس نہیں ہونے دیتے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اس کا نام دھوکا دہی نہیں بلکہ اسے تسکین کہتے ہیں' مایوس بیمار کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے جس سے وہ اور زیادہ نڈھال ہو کر بہت تکلیف اُٹھاتا ہے۔ ۲؎ یعنی تمہارے ڈھارس بندھانے سے اس کی ہمت بڑھ جائے گی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ موت کے وقت میت کو وضو مسواک کرا دینا خوشبو لگا دینا مستحب ہے اس سے جانکنی آسان ہوتی ہے بلکہ اگر ممکن ہو تو اس وقت اسے غسل کرا دو' عمدہ کپڑے پہنا دو اگر ہو سکے وہ دو رکعت نفل نماز وداع کی نیت سے پڑھے۔ یہ باتیں حضرت سلمان فارسی' حضرت خبیب اور حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا سے منقول ہیں کہ انہوں نے بوقتِ وفات یہ عمل کیے' یہ سب يَطِيْبُ بِنَفْسِهٖ میں داخل ہیں کہ اس سے میت کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔

وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَهٗ بَطْنُهٗ لَمْ يُعَذَّبْ

(۱۴۸۷) روایت ہے حضرت سلیمان ابن صرد سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے اس کے پیٹ نے

فِیْ قَبْرِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

مارا تو اسے عذابِ قبر نہ ہوگا۔ ۱؎ (احمد' ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۴۸۷) ۱؎ یعنی پیٹ کی بیماری سے مرنے والا عذابِ قبر سے محفوظ ہے کیونکہ اسے دنیا میں اس مرض کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچ چکی' یہ تکلیف قبر کا دفعیہ بن گئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ غُلَامٌ یَهُوْدِیٌّ یَخْدِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۴۸۸) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا ۱؎ وہ بیمار ہو گیا تو اس کی بیمار پرسی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اس کے سر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اسلام لے آ۔ ۲؎ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس تھا ۳؎ باپ بولا بیٹا! حضور ابوالقاسم کی بات مان لو بچہ اسلام لے آیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے واپس ہوئے کہ خدا کا شکر ہے جس نے اسے آگ سے بچالیا۔ ۴؎ (بخاری)

(۱۴۸۸) ۱؎ اس یہودی بچے کا نام عبدالقدوس تھا جو اپنی خوشی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوا کہ کفار کے بچے اگر بخوشی ہماری صحبت یا خدمت اختیار کریں تو انہیں روکنا نہیں چاہیے بسا اوقات اس سے انہیں ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ کافر و فاسق کی بیمار پرسی جائز ہے اور بیمار پرسی کے وقت بیمار کے سرہانے بیٹھنا سنت ہے اور کافر بچے کو بھی ایمان کی تلقین کرنا درست ہے اور کافر بچے کا ایمان قبول ہے جبکہ وہ سمجھ دار ہو اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدام کو بھولتے نہیں' مرتے وقت بھی ان کی امداد کرتے ہیں۔ اس حدیث سے ہم گناہ گاروں کو امید بندھتی ہے کہ ان شاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مرتے وقت نہ بھولیں گے اس وقت ہماری دستگیری فرمائیں گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص خدام کو ان کے مرتے وقت کلمہ پڑھانے تشریف لاتے ہیں' ایسے لوگ دیکھے گئے جنہوں نے مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر حاضرین کو دی' خود بستر مرگ پر اُٹھ کھڑے ہوئے' حاضرین سے کہا تعظیم کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔ ۳؎ یعنی بچے نے باپ کے خوف سے خود کلمہ نہ پڑھ لیا بلکہ اجازت چاہنے کے لیے اس کی طرف دیکھا' رب کی شان اس نے اجازت دے دی۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی۔ دیکھو اس بچے نے اس خدمت پاک کی برکت سے مرتے وقت ایمان پالیا۔ رب تعالٰی فقیر کی یہ دینی خدمات قبول فرمائے اور اس بچے کی طفیل سے مجھے بھی مرتے وقت کلمہ نصیب کرے۔ (آمین) مرتے وقت کا ایمان بھی قبول ہے۔ غرغرہ سے پہلے اور بچے کا ایمان بھی معتبرہ خیال رہے کہ مشرکین و کفار کے وہ ناسمجھ بچے جنہیں برے بھلے کی تمیز نہ ہو اگر اسی حال میں مر جائیں تو جہنمی نہیں کیونکہ رب بغیر قصور کسی کو عذاب نہیں دیتا لیکن باشعور بچے جہنمی ہیں چونکہ یہ بچہ سمجھ دار تھا اگر بغیر ایمان مر جاتا تو دوزخ

میں جاتا لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل درست ہے کہ ایمان کی وجہ سے اللہ نے اسے بالکل دوزخ سے بچالیا' کفار کے بچوں کی پوری بحث ہماری تفسیر نورالعرفان میں دیکھو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا نَادٰی مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّءْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَة)

(۱۴۸۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیمار کی بیماری پُرسی کرنے جائے تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے تو اچھا' تیرا چلنا اچھا تو نے جنت میں گھر لے لیا۔ ۱؎ (ابن ماجہ)

(۱۴۸۹) ۱؎ پکارنے والا فرشتہ ہوتا ہے اور یہ کلام یا دعا ہے یا خبر یعنی خدا کرے تو تیرا چلنا اچھا ہو اور تو جنت میں مکان پالے یا تو اچھا ہے تو نے گویا جنت میں مکان بنالیا مگر یہ بشارتیں اس کے لیے ہیں جو محض رضائے الٰہی کے لیے بیمار پُرسی کرے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا خَرَجَ مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْعِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ فَقَالَ النَّاسُ یَا اَبَا الْحَسَنِ کَیْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۴۹۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضٰی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے' آپ کی اس بیماری میں جس میں وفات ہوئی' لوگوں نے کہا اے ابوالحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کیسی کی؟ فرمایا الحمدللہ صحت میں صبح کی۔ ۱؎ (بخاری)

(۱۴۹۰) ۱؎ یعنی آپ کے مرض میں کوئی ہلکا پن نہ تھا مگر جناب علی نے یہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کے فضل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب پاک تندرست ہے یا انشاء اللہ آپ قریب صحت ہیں' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ بیمار پُرسی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بیمار کا حال آنے والے سے پوچھ لیا جائے' دوسرے یہ کہ اگر بیمار کا حال خراب بھی ہو تب بھی لفظ اچھے بولے جائیں کہ اس میں فال بھی نیک ہے اور رحمتِ الٰہی کی امید بھی۔

وَعَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُرِیْكَ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ هٰذِهِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَآءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُصْرَعُ وَاِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ فَقَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ یُّعَافِیَكِ فَقَالَتْ اَصْبِرُ فَقَالَتْ اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَّا اَتَکَشَّفَ فَدَعَا لَهَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۱۴۹۱) روایت ہے حضرت عطاء ابن ابی رباح سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا میں تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں! ضرور' فرمایا یہ کالی عورت ۲؎ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی اور عرض کیا تھا یارسول اللہ! میں مرگی میں گر جاتی ہوں ۳؎ اور کھل جاتی ہوں' میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے حضور نے فرمایا اگر تو چاہے تو صبر کر جنت تیرے لیے ہے۔ ۴؎ اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دعا کردوں کہ تجھے آرام دے۔ ۵؎ وہ بولی میں صبر کروں گی پھر بولی کہ میں کھل جاتی ہوں' اللہ سے دعا کردیں کہ میں کھلا نہ

کروں، حضور نے اس کے لیے دعا کی۔ ۶؎ (مسلم بخاری)

(۱۴۹۱) ۱؎ آپ تابعین میں سے جلیل الشان فقیہ و عالم ہیں، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان جیسا فاضل نہ دیکھا، سیاہ رنگ تھے، پہلے ایک آنکھ بے کار تھی بعد میں نابینا ہوگئے تھے، پاؤں سے بھی معذور تھے، آپ کے فوت ہونے کے دن امام اوزاعی نے فرمایا کہ آج زمین بہترین مومن سے خالی ہوگئی۔ (اشعہ) ۲؎ اس مبارک عورت کا نام سعیرہ یا سقیرہ ہے، بی بی خدیجہ کی کنگھی چوٹی کی خدمت انجام دیتی تھیں۔ (لمعات و مرقاۃ) ۳؎ یعنی گر کر مجھے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا، دوپٹہ وغیرہ اُتر جاتا ہے، خوف کرتی ہوں کہ کبھی بے ہوشی میں ستر نہ کھل جائے۔ ۴؎ اس میں اشارۃً معلوم ہوا کہ کبھی بیماری کی دوا اور مصائب میں دعا نہ کرنا ثواب اور صبر میں شامل ہے اس کا نام خودکشی نہیں۔ خصوصاً جب پتا لگ جائے کہ یہ مصیبت رب کی طرف سے امتحان ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت اور حضرت حسین نے میدانِ کربلا میں دفعیہ کی دعا نہ کی ورنہ عام حالات میں دوا بھی سنت ہے اور دعا بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر دعا کی ہے اور صدیقِ اکبر نے مرضِ وفات میں دوا بھی۔ خیال رہے کہ مرن برت رکھ کر جان دے دینا خودکشی ہے اور مشرکوں کی پیروی کیونکہ کھانا اور پانی دوا نہیں بلکہ زندگی کا مدار ہے۔ ۵؎ اگرچہ آرام ہونے پر بھی تو جنتی تو ہوگی کیونکہ تو مومنہ اور صحابیہ ہے مگر صبر پر جنت کے اعلیٰ مقام کی مستحق ہوگی اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں جنت کی نفی نہ کی۔ ۶؎ چنانچہ اس دعا کے بعد وہ بی بی کبھی مرگی میں کھلی نہیں، رب نے ان پر فرشتہ مقرر کر دیا ہوگا جو ان کے پردے کی حفاظت کرے۔

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا جَآءَهُ الْمَوْتُ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ هَنِيْئًا لَهُ مَاتَ وَلَمْ يُبْتَلُ بِمَرَضٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ مَا يُدْرِكُ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاهُ بِمَرَضٍ فَكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ سَيِّئَاتِهٖ. (رَوَاهُ مَالِكٌ مُّرْسَلًا)

(۱۴۹۲) روایت ہے حضرت یحییٰ ابن سعید سے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص کو موت آئی تو دوسرا آدمی بولا اسے مبارک ہو کہ بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر فوت ہوگیا۔ ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے تمہیں کیا خبر کہ اگر اللہ اسے کسی بیماری میں مبتلا کرتا تو اس کے گناہ مٹا دیتا۔ ۲؎ (مالک مرسلاً)

(۱۴۹۲) ۱؎ یہ قائل سمجھتے تھے کہ بیماریاں رب کی پکڑ ہیں اور تندرست رہنا اس کی رحمت، یہ صاحب اچانک فوت ہوگئے تھے اس لیے بطورِ مبارک باد یہ عرض کیا۔ اسی خیال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضی کا اظہار کیا۔ ۲؎ یعنی مومن کی بیماری خصوصاً بیماری موت بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس کی برکت سے اللہ گناہ معاف کرتا ہے۔ نیز بندہ توبہ وغیرہ کر کے پاک و صاف ہو جاتا ہے لہذا بیمار ہو کر مرنا بہتر اگرچہ مومن کے لیے ہارٹ فیل ہونا بھی رحمت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ وَّالصُّنَابِحِيِّ اَنَّهُمَا دَخَلَا رَجُلٍ مَرِيْضٍ يَّعُوْدَ انِهٖ فَقَالَا لَهُ كَيْفَ اَصْبَحْتَ قَالَ اَصْبَحْتُ بِنِعْمَةٍ قَالَ شَدَّادٌ اَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ السَّيِّئَاتِ وَحَطِّ الْخَطَايَا [illegible]

(۱۴۹۳) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس اور صنابحی سے ۱؎ کہ وہ دونوں ایک مریض کی بیمار پرسی کے لیے گئے انہوں نے اس سے کہا کہ تم نے صبح کیسی کی؟ وہ بولے اللہ کی نعمت میں صبح [illegible] اور خطاؤں کے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ اِذَا اَنَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهٗ فَاِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا وَيَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَنَا قَيَّدْتُّ عَبْدِيْ وَابْتَلَيْتُهٗ فَاَجْرُوْا لَهٗ مَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ صَحِيْحٌ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

جھڑنے کی خوشخبری لو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جب میں اپنے بندوں میں سے کسی مومن بندے کو مبتلا کردوں اور وہ اس مبتلا کرنے پر میری حمد کرے تو وہ اپنے اس بستر سے گناہوں سے یوں پاک اُٹھے گا جیسے آج اسے ماں نے جنا [۳] ربّ تعالٰی فرمائے گا کہ میں نے اپنے بندے کو قید کیا' مبتلا کیا تو اس کے لیے وہ ثواب جاری کرو جو تم اس کی تندرستی میں جاری کرتے تھے۔ [۴] (احمد)

(۱۴۹۳) [۱] شداد ابن اوس خود بھی صحابی ہیں اور والد بھی صحابی' حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں' انہیں اللہ نے علم وحکمت دونوں عطا فرمائیں اور صنابحی کا نام عبداللہ ہے' قبیلہ مراد کے صنابح ابن زاہر کے خاندان سے ہیں یا تابعی۔ بعض نے فرمایا کہ عبداللہ صنابحی صحابی ہیں اور ابوعبداللہ صنابحی تابعی ہیں یہاں غالبًا تابعی مراد ہیں۔ [۲] سبحان اللہ کیا پیارا کلمہ ہے یعنی بیمار ہوں مگر ربّ سے غافل نہیں' مصیبت میں گرفتار ہوں' معصیت سے آزاد' اللہ کے پیارے معصیت پر مصیبت کو ترجیح دیتے ہیں' یوسف علیہ السلام نے جیل جانا منظور کیا' زلیخا کی بات نہ مانی۔ ربّ فرماتا ہے: قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ (۳۳،۱۲) یوسف نے عرض کی اے میرے ربّ! مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے (کنز الایمان) اس میں قیامت تک بیماروں کو تعلیم ہے کہ بیماری میں بجائے ہائے وائے کرنے کے اس قسم کے کلمات کہا کریں' ربّ کی بھیجی بیماری بھی نعمت ہے۔ [۳] کیونکہ اس کے لیے کئی کفارے جمع ہوگئے' بیماری اس میں صبر پھر ربّ کا شکر پھر گزشتہ گناہوں سے توبہ پھر موت کی تیاری دنیا سے نفرت' قبر اور وہاں کی وحشت کا خوف' یہ ساری چیزیں گناہوں کے مستقل کفارے ہیں جو بفضلہٖ تعالٰی مومن بیمار کو حاصل ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں گناہوں کے مٹنے سے مراد صغیرہ گناہوں کی معافی ہے' حقوق شریعت کے ہوں یا بندوں کے وہ بغیر ادا کیے معاف نہیں ہوتے' بیمار کو چاہیے کہ قرض مظالم وغیرہ جلدی ادا کرے کیونکہ بیماری موت کا پیغام ہوتی ہے اگلے گھر میں پہنچنے سے پہلے اس کو صاف کرلو۔ [۴] یعنی جتنی نیکیاں یہ بندہ تندرستی میں کرتا تھا اور اب بیماری میں نہ کرسکا اس کے نامہ اعمال میں وہ ساری نیکیاں لکھے جاؤ گویا ربّ کی طرف سے کمزور بندے کی یہ پنشن ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَثُرَتْ ذُنُوْبُ الْعَبْدِ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ مَا يُكَفِّرُهَا مِنَ الْعَمَلِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِالْحُزْنِ لِيُكَفِّرَهَا عَنْهُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۴۹۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کے پاس گناہ مٹانے والا عمل نہیں ہوتا تو اللہ اسے غم میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کے گناہ مٹادے۔ (احمد)

(۱۴۹۴) [۱] غم کی وجہ سے' طبرانی اور حاکم کی روایت میں ہے کہ اللہ غمگین دل کو پسند کرتا ہے اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ رنج و غم میں درود شریف زیادہ پڑھو کیونکہ اکثر رنج وغم گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں اور درود شریف کی برکت سے گناہ مٹتے ہیں جب گناہ گئے تو ان کا سامان یعنی رنج وغم بھی گیا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَزَلْ يَخُوْضُ الرَّحْمَةَ حَتّٰى يَجْلِسَ فَإِذَا جَلَسَ اغْتَمَسَ فِيْهَا. (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاَحْمَدُ)

(۱۴۹۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی مریض کی بیمار پرسی کرے تو وہ رحمت میں غوطے لگاتا ہے۔ ۱؎ حتی کہ بیٹھ جائے جب بیٹھ جاتا ہے تو رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔ ۲؎ (مالک احمد)

(۱۴۹۵) ۱؎ یعنی گھر کے نکلنے سے بیمار کے پاس پہنچنے تک دریائے رحمت میں غوطے لگاتا جاتا ہے۔ (اشعہ) ۲؎ کہ اسے رحمت ہر طرف سے گھیر لیتی ہے اور ہر گناہ سے پاک کر دیتی ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمُ الْحُمّٰى فَإِنَّ الْحُمّٰى قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَيُطْفِئُهَا عَنْهُ بِالْمَاءِ فَيَسْتَنْتِعُ فِيْ نَهْرٍ جَارٍ وَّلْيَسْتَقْبِلْ جَرْيَتَهٗ فَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلْيَغْمِسْ فِيْهِ ثَلَاثَ غَمَسَاتٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَإِنْ لَّمْ يَبْرَأْ فِيْ ثَلٰثٍ فَخَمْسٌ فَإِنْ لَّمْ يَبْرَأْ فِيْ خَمْسٍ فَسَبْعٌ فَإِنْ لَّمْ يَبْرَأْ فِيْ سَبْعٍ فَتِسْعٌ فَإِنَّهَا لَا تَكَادُ تُجَاوِزُ تِسْعًا بِإِذْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۱۴۹۶) روایت ہے حضرت ثوبان سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو بخار آئے ۱؎ تو بخار آگ کا ٹکڑا ہے اسے پانی سے بجھائے کہ جاری نہر میں غوطہ لگائے اس کے بہاؤ کی طرف منہ کرے پھر کہے بسم اللہ الٰہی اپنے بندے کو شفا دے اور اپنے رسول کو سچا کر دے یہ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کرے تین دن تک تین غوطے لگایا کرے اگر اس میں تندرست نہ ہو تو پانچ دن اگر اس میں بھی اچھا نہ ہو تو سات دن اگر اس میں بھی اچھا نہ ہو تو نو دن بحکم الٰہی یہ بخار نو دن سے آگے نہیں بڑھے گا۔ ۲؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۴۹۶) ۱؎ یہ خطاب اہل عرب کو ہے جنہیں اکثر صفراوی بخار آتے تھے جس میں غسل مفید ہوتا ہے، ہم لوگ اس پر بغیر حاذق حکیم کے مشورے کے عمل نہ کریں کیونکہ ہمیں اکثر وہ بخار ہوتے ہیں جن میں غسل نقصان دہ ہے اس سے نمونیہ کا خطرہ ہوتا ہے ہاں کبھی ہم کو بھی بخار میں غسل مفید ہوتا ہے حتی کہ ڈاکٹر مریض کے سر پر برف بندھواتے ہیں۔ ۲؎ صفراوی بخار کے لیے یہ عمل اکسیر ہے جس پر کبھی حکیم عمل کرتے ہیں مگر یہ عمل تیز گرمی میں صفراوی بخار میں طبیب کی رائے سے کیا جائے، مرقاۃ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ترجمہ حدیث دیکھ کر اپنے پر اسے آزمایا، نمونیہ ہو گیا، بمشکل بچا تو وہ حدیث کا ہی منکر ہو گیا حالانکہ اس کی اپنی جہالت تھی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ ذُكِرَتِ الْحُمّٰى عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبَّهَا فَإِنَّهَا تَنْفِي الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ)

(۱۴۹۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بخار کا ذکر ہوا تو اسے ایک شخص نے گالی دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بُرا نہ کہو یہ تو گناہوں کو ایسے دُور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو ۱؎ (ابن ماجہ)

(۱۴۹۷) ۱؎ اس کی شرح گزر چکی کہ دوسری بیماریاں مخصوص اعضاء کے گناہ دُور کرتی ہیں مگر بخار سارے جسم کے گناہ کیونکہ یہ

رگ میں چڑھتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ربّ کی بھیجی بیماریوں کو بُرا کہنا سخت جرم ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ مَرِيْضًا فَقَالَ اَبْشِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ هِيَ نَارِيْ اُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِي الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا لِتَكُوْنَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

(۱۴۹۸) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی تو فرمایا تجھے بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بخار میری آگ ہے اس لیے میں اپنے مومن بندے پر دنیا میں اس لیے مسلط کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اس کی آگ کا حصہ (بدلہ) ہو جائے۔ (احمد' ابن ماجہ' بیہقی' شعب الایمان)

(۱۴۹۸) ۱ رحمت ومہربانی کی آگ' اسی لیے اس آگ کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور اس کے لیے مومن کو خاص کیا جو آگ گناہ جلا دے' وہ رحمت ہی ہے' عشق ومحبت کی خوفِ خدا کی آگ بھی آگ ہے جو ماسوی اللہ کو پھونک دیتی ہے۔ ۲ چنانچہ ابن ابی دنیا ابن جریر' ابن منذر' ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت مجاہد سے آیتِ کریمہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (۱۹:۷۱) کی تفسیر یوں ہی نقل کی کہ بخار مومن کے لیے جہنم کی آگ کا حصہ ہے۔امام حسن سے مرفوعاً نقل ہے کہ ہر آدمی کے نصیب میں آگ کا حصہ ہے مگر مومن کی آگ بخار ہے جو کھال جلا دیتا ہے اور دل محفوظ رکھتا ہے' مومن سے مراد مومن کامل ہے ورنہ بعض بخار والے مسلمان بھی کچھ روز کے لیے جہنم میں جائیں گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّبَّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا اُخْرِجُ اَحَدًا مِّنَ الدُّنْيَا اُرِيْدُ اَغْفِرُلَهٗ حَتّٰى اَسْتَوْفِيَ كُلَّ خَطِيْئَةٍ فِيْ عُنُقِهٖ بِسُقْمٍ فِيْ بَدَنِهٖ وَاِقْتَارٍ فِيْ رِزْقِهٖ. (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۱۴۹۹) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ربّ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! جسے بخشنا چاہوں گا تو اسے دنیا سے نہ نکالوں گا حتیٰ کہ اس کی گردن سے سارے گناہ جسمانی بیماری اور رزق میں تنگی کے ذریعے نکال دوں گا۔۱ (رزین)

(۱۴۹۹) ۱ یعنی اس کے جو گناہ ذمہ میں باقی رہ گئے ہیں جن سے اس نے توبہ نہیں کی' نہ کوئی اور کفارہ ادا کیا اس ذریعے معاف کروں گا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی فقیری امیری سے بہتر ہوتی ہے' حدیث پاک میں ہے کہ فقیر امیروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے مگر یہ جب ہی کہ مومن بیماری اور فقر پر صبر کرے اور اپنے کو گناہوں سے بچائے رکھے۔

وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ مَرِضَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَعُدْنَاهُ فَجَعَلَ يَبْكِيْ فَعُوْتِبَ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ لِاَجَلِ الْمَرَضِ لِاَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَرَضُ كَفَّارَةٌ وَّاِنَّمَا اَبْكِيْ اَنَّهٗ اَصَابَنِيْ عَلٰى حَالِ فَتْرَةٍ وَّلَمْ يُصِبْنِيْ فِيْ حَالِهٖ

(۱۵۰۰) روایت ہے حضرت شقیق سے ۱ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود بیمار ہوئے' ہم نے بیمار پُرسی کی تو وہ رونے لگے' کسی نے انہیں ملامت کی۔ ۲ تو بولے کہ میں بیماری سے تو نہیں روتا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بیماری کفارہ ہے۔ ۳ میں تو اس پر روتا

اجْتِهَادٍ لِاَنَّهٗ يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنَ الْاَجْرِ اِذَا مَرِضَ مَاكَانَ يُكْتَبُ لَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّمْرَضَ فَمَنَعَهٗ مِنْهُ الْمَرَضُ۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

ہوں کہ مجھے بڑھاپے کے ضعف میں بیماری آئی' قوت کے زمانے میں نہ آئی کیونکہ بندہ جب بیمار پڑتا ہے تو اس کے اعمال وہ لکھے جاتے ہیں جو وہ بیماری سے پہلے کرتا تھا جس سے بیماری نے اسے روک دیا۔ ۴ (رزین)

(۱۵۰۰) ۱ آپ مشہور تابعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر دیدار نہ کرسکے' حضرت ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں ۲ ملامت کرنے والا سمجھا کہ آپ بیماری سے تنگ آکر رو رہے ہیں' یہ بڑوں کی شان کے خلاف ہے۔ ۳ صغیرہ گناہوں کا' میں تو اسے مبارک جان کر اس کی آمد پر خوش ہوتا ہوں ۴ چونکہ میں بڑھاپے کی وجہ سے تندرستی میں زیادہ نفلی عبادتیں نہیں کرسکتا اس لیے اب بیماری میں بھی کم نوافل کا ہی ثواب ملے گا۔ خیال رہے کہ حضرت ابن مسعود کی عمر ستر سال سے زیادہ ہوئی' ۳۲ھ میں وفات ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَعُوْدُ مَرِيْضًا اِلَّا بَعْدَ ثَلٰثٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

(۱۵۰۱) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت نہ کرتے مگر تین دن کے بعد۔ ۱ (ابن ماجہ) بیہقی نے فی شعب الایمان

(۱۵۰۱) ۱ کیونکہ تین دن سے پہلے طبیعت خود مرض کو دفع کرتی ہے اسی لئے عام بیماریوں میں پہلے دن ہی علاج نہیں کرتے تین دن بعد شروع کرتے ہیں' لمعات میں ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے' مرقات میں ہے کہ حدیث بہت ضعیف ہے کیونکہ یہ صرف مسلمہ ابن علی سے مروی ہے اور وہ محدثین کے نزدیک متروک ہیں' ابوحاتم نے فرمایا کہ یہ روایت باطل ہے' حق یہ ہے کہ بیمار پرسی پہلے دن ہی کرنی چاہیے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے۔ عودوا المریض اس میں مطلقاً عیادت کا ذکر ہے' امام سیوطی نے جامع صغیر میں فرمایا کہ حضرت انس کی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر دیگر روایات سے اسے قوت پہنچ گئی ہے' لہذا اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ آپ کبھی تیسرے دن بیمار پرسی کرتے تھے' اس سے پہلے لوگوں سے اس بیمار کے حالات پوچھتے رہتے تھے یا یہ مطلب ہے کہ صحابہ تین دن تک اپنا مرض ظاہر ہی نہ کرتے تھے' یا یہ مطلب کہ بیمار پرسی میں تین دن تک کی تاخیر جائز ہے اس سے پہلے عیادت کرنا مستحب یہ عمل بیان جواز کے لئے ہے اور وہ فرمان استحباب کے لئے یہ مطلب ہے کہ معمولی بیماریوں میں تین دن کے بعد بیمار پرسی کرتے تھے اور سخت میں پہلے دن۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى مَرِيْضٍ فَمُرْهُ يَدْعُوْالَكَ فَاِنَّ دُعَآءَهٗ كَدُعَآءِ الْمَلٰٓئِكَةِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۵۰۲) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اسے اپنے لئے دعا کے لئے کہو کہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے ۱ (ابن ماجہ)

(۱۵۰۲) ۱ کیونکہ بیمار بیماری کی وجہ سے گناہوں سے صاف ہوچکا ہے۔ نیز وہ اس حالت میں ہر وقت اللہ ہی اللہ کرتا رہتا ہے لہذا وہ فرشتوں کی طرح ہے۔ نیز وہ بیماری میں بے قرار' بے چین ہے' اللہ تعالٰی بے چینوں کی جلد سنتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اَمَّنْ يُّجِيْبُ

الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (۶۲:۲۷) یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی۔ (کنزالایمان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ یا خود بے چین ہو کر دعا مانگو یا بے چینوں سے دعا کراؤ خواہ بیماری سے بے چین ہوں یا خوفِ الٰہی سے یہ حدیث ان کی اصل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيفُ الْجُلُوْسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَثُرَ لَغَطُهُمْ وَاخْتِلَافُهُمْ قُوْمُوْا عَنِّيْ. (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۱۵۰۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ بیمار کے پاس کم بیٹھنا اور کم شور کرنا سنت ہے۔ ۱؎ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کی آوازیں اور اختلاف بڑھ گیا تو فرمایا ہمارے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ (رزین)

(۱۵۰۳) ۱؎ کیونکہ تمہاری وجہ سے اس کی تیمار دار عورتیں پردے میں رہیں گی اور دوسروں سے وہ بے تکلف بات چیت نہ کر سکے گا۔ نیز تمہارے شور سے اسے تکلیف ہوگی اس لیے اس کے پاس کم بیٹھو یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو محض بیمار پُرسی کے لیے جائیں، تیمار داری نہ کریں۔ ۲؎ واقعہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن صحابہ کرام دولت خانہ میں حاضر تھے، فرمایا قلم دوات اور کاغذ لاؤ، میں تمہیں کچھ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد بہک نہ سکو۔ بعض صحابہ سمجھے کہ یہ امر ہے اس کی اطاعت واجب ہے اور بعض نے خیال کیا کہ یہ مشورہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغی احکام سارے پہنچا چکے، اُمت پر شفقت کے لیے فرما رہے ہیں، مرض کی شدت زیادہ ہے اب آپ کو لکھنے کی تکلیف نہ دی جائے اس اختلاف رائے کی بناء پر مجموعی آوازیں اونچی ہوگئیں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ اس کی پوری تحقیق انشاء اللہ آگے ہوگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سرکار حضرت علی مرتضٰی کے خلافت لکھنا چاہتے تھے مگر جناب عمر نے تحریر نہ ہونے دی۔ نیز صحابہ کرام کی بارگاہِ نبوی میں آوازیں اونچی ہوگئیں اس سے نعوذ باللہ وہ مرتد بھی ہوگئے اور ان کے اعمال بھی ضبط ہوگئے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ (۴۹:۲) مگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ پہلی اس لیے کہ خود جناب علی مرتضٰی نے ابوبکر صدیق کی بیعت کرتے وقت سب کے سامنے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق سے راضی تھے کہ میرے ہوتے انہیں امامت کے لیے مصلے پر کھڑا کیا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے دباؤ سے حق نہ چھپایا تو یہاں بعض کے کہنے پر آپ کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ نیز اس واقعہ کے چار دن بعد وفات شریف ہوئی اس دوران میں تحریر کیوں نہ فرما دی۔ نیز حضرت حسین نے ناجائز خلیفہ یزید کی بیعت نہ کی، سر دے دیا تو حضرت علی مرتضٰی ناجائز خلیفہ کی بیعت کیسے کر سکتے تھے حالانکہ ابوسفیان نے علی مرتضٰی سے اس وقت عرض کیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ابوبکر کے مقابلے میں آپ کے لیے میں لشکر سے جنگل بھر دوں تو جناب علی نے انہیں ڈانٹ دیا۔ (ازمرقاۃ وغیرہ) دوسرا اعتراض اس لیے غلط ہے کہ اس کی زد میں حضرت علی وغیرہم بھی آجائیں گے کیونکہ یہ شور تو سب کی گفتگو سے مچا۔ نیز نہ ربّ تعالٰی نے ان حضرات پر عتاب فرمایا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز ہونا منع نہیں۔ صحابہ کرام تلبیہ میں تکبیر تشریف میں اذان و اقامت میں اونچی آوازیں کرتے ہی تھے، دورانِ وعظ میں نعرۂ تکبیر لگاتے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آوازیں اونچی کرنا جس سے سرکار کی آواز دب جائے، یہ ممنوع ہے یہاں سب کی آوازیں ہلکی تھیں مگر بہت سی ہلکی آوازیں مل کر شور کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيَادَةُ فَوَاقُ نَاقَةٍ وَفِيْ رِوَايَةِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا اَفْضَلُ الْعِيَادَةِ سُرْعَةُ الْقِيَامِ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۱۵۰۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیمار پُرسی اونٹنی دوہنے کے وقفے کے بقدر ہے ۱؎ اور سعید ابن مسیب کی مرسل روایت میں ہے کہ بہترین عیادت جلد اُٹھ جانا ہے۔ ۲؎ (شعب الایمان بیہقی)

(۱۵۰۴) ۱؎ عرب کے چرواہے اونٹنی دوہنے کے دوران تھوڑا وقفہ کر کے اس کے بچے کو تھنوں پر چھوڑتے تھے تا کہ اونٹنی باقی دودھ بھی اُتار دے اس وقفہ کو فواق کہتے ہیں' یہ نہایت ہی معمولی ہوتا تھا یعنی بیمار کی عیادت میں بہت کم بیٹھو اس کی وجہ پہلے عرض کی جا چکی۔ ۲؎ یہ تمام اس صورت میں ہے جب بیمار کو اس کے بیٹھنے سے تکلیف ہو' یہاں مرقاۃ نے بہت عجیب حکایتیں بیان کیں' ان میں سے ایک یہ کہ کوئی شخص کسی بیمار کے پاس بہت دیر بیٹھا پھر بولا کہ تمہیں تکلیف کیا ہے' بیمار نے کہا تمہارے بیٹھنے کی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَهُ مَا تَشْتَهِيْ قَالَ اَشْتَهِيْ خُبْزَ بُرٍّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ خُبْزُ بُرٍّ فَلْيَبْعَثْ اِلٰى اَخِيْهِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَهٰى مَرِيْضُ اَحَدِكُمْ شَيْئًا فَلْيُطْعِمْهُ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۵۰۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی تو فرمایا تیرا دل کیا چاہتا ہے' وہ بولا گیہوں کی روٹی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس گیہوں کی روٹی ہو' وہ اپنے اس بھائی کو بھیج دے ۱؎ پھر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا بیمار کچھ چاہے تو اسے کھلا دو۔ ۲؎ (ابن ماجہ)

(۱۵۰۵) ۱؎ اللہ اکبر صحابہ کرام کے فقر و قناعت میں غور کرو کہ نہ بیمار کے گھر گیہوں کی روٹی ہے نہ خود سرکار کے ہاں اس لیے اعلان کرنا پڑا کہ اگر کسی کے ہاں گیہوں کی روٹی کا ٹکڑا ہو تو ان کے لیے بھیجو اور آج ان کے طفیل ان کے نام لیوا نعمتیں کھا رہے ہیں۔ شعر

بوریا ممنون خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

۲؎ سبحان اللہ کیا حکیمانہ حکم ہے' بیمار کا دل جس چیز کی سچی خواہش کرے اسی میں اس کی شفا ہوتی ہے بشرطیکہ خواہش سچی ہو' جھوٹی خواہش نقصان دہ ہے۔ سچی اور جھوٹی خواہش کا فرق طبیب کر سکتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں مایوس بیمار مراد ہے یعنی جب بیمار کی زندگی کی امید نہ رہے تو اسے پرہیز نہ کراؤ جو مانگے دے دو تا کہ دنیا سے ترستا ہوا نہ جائے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تُوُفِّيَ رَجُلٌ بِالْمَدِيْنَةِ مِمَّنْ وُلِدَ بِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَالَيْتَهُ مَاتَ بِغَيْرِ مَوْلِدِهٖ قَالُوْا وَلِمَ ذَاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا مَاتَ بِغَيْرِ مَوْلِدِهٖ قِيْسَ لَهُ مِنْ مَوْلِدِهٖ اِلٰى

(۱۵۰۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے' فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک وہ شخص فوت ہو گیا جو وہاں ہی پیدا ہوا تھا۔ ۱؎ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور فرمایا کاش یہ پیدائش کی زمین کے سوا کہیں اور فوت ہوتا لوگوں نے کہا یارسول اللہ! یہ کیوں فرمایا کہ بندہ جب غیر ولادت گاہ میں

مُنْقَطَعَ اَثَرِہٖ فِی الْجَنَّۃِ۔

(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

مرتا ہے تو اس کی ولادت گاہ سے آخری نقش قدم تک ناپ کر جنت سے دیا جاتا ہے۔ ۲ (نسائی ابن ماجہ)

(۱۵۰۶) ۱ پیدائش کی قید مدنی اور غیر مدنی میں فرق کرنے کے لیے ہے یعنی مسافرت کی موت وطن کی موت سے افضل ہے ورنہ تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ مدینہ منورہ کی موت مکہ معظمہ میں موت سے بھی افضل ہے۔ ۲ یعنی اس کی قبر اتنی کشادہ کی جاتی ہے جیسے ولادت گاہ سے موت کی جگہ تک کا فاصلہ اور اس سارے میدان میں جنت کا باغ ہوتا ہے یعنی یہاں قبر کا ذکر ہے ورنہ جنت میں معمولی جنتی کی ملکیت ساری روئے زمین سے زیادہ ہوگی۔ (مرقاۃ ولمعات) یا مطلب یہ ہے کہ اسے جنت میں اس عمل کے عوض ایک مکان اتنا وسیع دیا جائے گا اگرچہ اور بھی زمین اس کی ملک ہوگی۔

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ غُرْبَةٍ شَهَادَةٌ۔

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

(۱۵۰۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سفر کی موت شہادت ہے۔ (ابن ماجہ)

(۱۵۰۷) ۱ صوفیاء فرماتے ہیں کہ سفر دو قسم کا ہے جسمانی اور جنانی جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ تم دنیا میں مسافروں کی طرح رہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو پردیس میں مرا وہ شہید اور جو دیس میں بھی پردیسی کی طرح رہا وہ بھی شہید معلوم ہوا۔ (لمعات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ مَرِيْضًا مَاتَ شَهِيْدًا وَّوُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَغُدِيَ وَرِيْحَ عَلَيْهِ بِرِزْقِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

((۱۵۰۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بیمار ہو کر مرا وہ شہید ہو کر مرا اور عذاب قبر سے بچایا گیا اور صبح و شام اس پر جنت کا رزق پیش ہوتا رہے گا۔ ۱ (ابن ماجہ بیہقی شعب الایمان)

(۱۵۰۸) ۱ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں مریض سے پیٹ کا بیمار مراد ہے جیسا کہ دوسری روایتوں میں گزر چکا۔ بعض نے فرمایا کہ اصل میں یہاں مرابطاً تھا راوی نے غلطی سے مریضاً کہہ دیا یعنی جو تیاری جہاد کرتا فوت ہو وہ شہید ہے۔ بعض نے فرمایا یہاں غریباً تھا مگر حق یہ ہے کہ یہاں مریضاً ہی ہے اور حدیث اپنے عموم پر ہے رب دے تو ہم کیوں قیدیں لگائیں جو مسلمان کسی بیماری میں مرے انشاء اللہ وہ ان رحمتوں کا مستحق ہوگا صبح شام کے رزق سے مراد دائمی رزق ہے یعنی اسے ہمیشہ جنت سے روزی ملے گی۔

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْتَصِمُ الشُّهَدَآءُ وَالْمُتَوَفَّوْنَ عَلٰى فُرُشِهِمْ اِلٰى رَبِّنَا عَزَّوَجَلَّ فِی الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ فَيَقُوْلُ الشُّهَدَآءُ اِخْوَانُنَا قُتِلُوْا كَمَا قُتِلْنَا وَيَقُوْلُ الْمُتَوَفَّوْنَ اِخْوَانُنَا مَاتُوْا عَلٰى فُرُشِهِمْ كَمَا مُتْنَا فَيَقُوْلُ رَبُّنَا

(۱۵۰۹) روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید اور اپنے بستروں پر مرنے والے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ان کے متعلق جھگڑتے ہیں جو طاعون میں فوت ہوئے ۱ شہید تو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں ہماری طرح یہ بھی قتل ہوئے اور ویسے مرنے والے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو اپنے بستروں پر ہماری

اُنْظُرُوْا اِلٰی جِرَاحَتِهِمْ فَاِنْ اَشْبَهَتْ جِرَاحُهُمْ جِرَاحَ الْمَقْتُوْلِیْنَ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ وَمَعَهُمْ فَاِذَا جِرَاحُهُمْ قَدْ اَشْبَهَتْ جِرَاحُهُمْ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ)

طرح فوت ہوئے۔ ربّ فرماتا ہے کہ ان کے زخم دیکھو اگر ان کے زخم مقتولوں کی طرح ہوں تو یہ ان ہی سے ہیں' ان ہی کے ساتھ ہیں۔ دیکھا تو ان کے زخم شہداء کے زخموں کے مشابہ ہیں۔ ۲؎ (احمد' نسائی)

(۱۵۰۹) ۱؎ مومن کے مرنے پر اس سے ملاقات کرنے گزشتہ مومنین کی روحیں آتی ہیں اور جس قسم کا یہ شخص ہوتا ہے اسی جماعت کے لوگ اسے ساتھ لے جاتے ہیں' ولی کی روح کو اولیاء' شہید کی روح کو شہداء غرض کہ تاقیامت بلکہ بعد قیامت جنت میں بھی ہر روح اپنے ہم جنسوں کے ساتھ رہے گی۔ ۲؎ طاعون میں بغل یا جنگا سے پر گلٹیاں نکلتی ہیں جو پھوٹ کر زخم بن جاتی ہیں' ان میں ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے کوئی برچھیاں مار رہا ہے بلکہ جنات برچھیاں مارتے بھی ہیں اسی لیے اس کو طاعون کہتے ہیں بعد موت ان کے یہ زخم شہداء کے زخموں کی طرح قرار دیئے جائیں گے اور ان لوگوں کو شہیدوں کے ساتھ رکھا جائے گا' اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوا کہ موت کے بعد بھی قیاس ہوگا' قیاس کے منکر اس سے کہاں تک بچیں گے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفَارُّ مِنَ الطَّاعُوْنِ کَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ وَالصَّابِرُ فِیْهِ لَهٗ اَجْرُ شَهِیْدٍ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۵۱۰) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگنے کی طرح ہے اور طاعون میں صابر کو شہید کا ثواب ہے۔ ۱؎ (احمد)

(۱۵۱۰) ۱؎ یعنی اگر کوئی طاعون سے بھاگتا ہوا طاعون سے مرے تو اسے کوئی ثواب نہیں جیسے بزدل مجاہد بھاگتا ہوا مارا جائے تو اس کو شہید کا ثواب نہیں اور اگر طاعون میں صبر کرنے والا کسی اور بیماری سے بھی مرے تو شہید کا ثواب پائے گا۔

بَابُ تَمَنِّی الْمَوْتِ وَذِکْرِهٖ — موت کی آرزو اور اس کا ذکر کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

موت کی آرزو اچھی بھی ہے اور بُری بھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے یا دنیاوی فتنوں سے بچنے کے لیے موت کی تمنا کرتا ہے تو اچھا ہے اور اگر دنیوی تکالیف سے گھبرا کر تمنائے موت کرے تو بُرا' موت کی یاد بہترین عبادت ہے خصوصاً جب اس کے ساتھ تیاری موت ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّزْدَادَ خَیْرًا وَاِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّسْتَعْتِبَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۵۱۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے' نیک کار تو اس لیے کہ شاید وہ نیکیاں بڑھا لے اور بدکار اس لیے کہ شاید وہ توبہ کرے۔ ۲؎ (بخاری)

(۱۵۱۱) ا یعنی مومن کی زندگی بہرحال اچھی ہے کیونکہ اعمال اسی میں ہو سکتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهٗ اَنَّهٗ اِذَامَاتَ انْقَطَعَ اَمَلُهٗ وَاِنَّهٗ لَايَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهٗ اِلَّاخَيْرًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۱۲) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی نہ موت کی آرزو کرے نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرےا کیونکہ جب وہ مر جائے گا تو اس کی امیدیں ختم ہو جائیں گی اور مومن کی عمر بھلائی ہی بڑھاتی ہے۔۲ (مسلم)

(۱۵۱۲) ا احادیث کی شرح آگے آ رہی ہے کہ دنیوی تکالیف سے گھبرا کر موت نہ مانگے کہ اس میں بے صبری ہے اور خدا کی بھیجی مصیبت پر ناراضی ہاں دینی خطرات کے موقع پر تمنائے موت بھی جائز ہے اور دعائے موت بھی۔۲ یعنی زندگی کا زمانہ تخم بونے کا زمانہ ہے جو کچھ بوئے گا آگے چل کر کاٹے گا بدکار اگر توبہ کرے گا تو اسی زندگی میں نیک کار نیکیاں بڑھائے گا تو اسی زندگی میں۔ خیال رہے کہ بعض مومن قبر میں بھی نماز پڑھتے ہیں تلاوتِ قرآن بھی کرتے ہیں مگر ان اعمال پر ثواب نہیں صرف روحانی لذت ہے جیسے فرشتوں کے اعمال پر ثواب نہیں بلکہ ان سے ان کی بقاء اور لذت ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں قبر کی عبادتوں کا ذکر ہے اسی لیے مردوں کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں کہ زندگی کے عمل پر ثواب ملتا ہے جو انہیں بخشا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهٗ فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا وَّتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۵۱۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جب آئی ہوئی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے پھر اگر کرنا ہی پڑ جائے تو یوں کہے الٰہی! تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت دے۔ا (مسلم بخاری)

(۱۵۱۳) ا یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے کہ بیماری و آزاری سے گھبرا کر موت نہ مانگے اور جس طریقہ سے دعا کی اجازت دی گئی ہے نہایت ہی پیارا طریقہ ہے کیونکہ اس خیروشر میں دین و دنیا کی خیروشر شامل ہے۔ گویا موت کی تمنا کہہ بھی لی مگر قاعدے سے۔ خیال رہے کہ یہ کہنا جائز ہے خدایا مجھے شہادت کی موت دے خدایا مجھے مدینہ پاک میں موت نصیب کر چنانچہ عمر فاروق نے دعا کی تھی کہ مولا مجھے اپنے حبیب کے شہر میں شہادت نصیب کر حضرت حفصہ نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہو سکے گا تو آپ نے فرمایا انشاء اللہ ایسے ہی ہوگا چنانچہ مسجد نبوی محراب النبی نماز کی حالت میں مصلائے مصطفیٰ پر آپ کو کافر مجوسی ابولولؤ نے شہید کیا۔ دعا کیا تھی کمان سے نکلا ہوا تیر تھا کہ جو کہا تھا وہی ہوا کیوں نہ ہو رب کی یہ مانتے ہیں رب ان کی مانتا ہے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ اَوْبَعْضُ اَزْوَاجِهٖ اِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ

(۱۵۱۴) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنا نہیں چاہتا اللہ اس سے ملنا نہیں چاہتا اللہ اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہےا تب حضرت عائشہ یا

قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَاَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ وَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوْبَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَهَ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَكَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
وَفِيْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَآءِ اللّٰهِ.

حضور کی بعض بیویوں نے کہا کہ ہم تو موت سے گھبراتی ہیں۲ تو فرمایا کہ یہ مطلب نہیں لیکن جب مومن کو موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضا اور اس کے احترام کی بشارت دی جاتی ہے تب اسے کوئی چیز اگلے جہان سے پیاری نہیں ہوتی اس پر وہ اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ اس سے ملنا چاہتا ہے۔۳ اور کافر کو جب موت حاضر ہوتی ہے تو اسے اللہ کے عذاب و سزا کی خبر دی جاتی ہے تب اسے اگلے جہان سے زیادہ کوئی شے ناپسند نہیں ہوتی لہذا وہ اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملنا۔۴ (مسلم بخاری) اور حضرت عائشہ کی روایت میں ہے کہ موت اللہ کے ملنے سے پہلے ہے۔۵

(۱۵۱۴) ۱؎ یہاں اللہ کو ملنے سے مراد موت ہے کیونکہ موت ہی خدا سے ملنے کا ذریعہ ہے یعنی منہ سے موت مانگنا منع مگر اسے پسند کرنا اچھا' پسند کرنے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں دل نہ لگائے اور آخرت کی تیاری کرے' ایسے بندے کو رب پسند کرتا ہے اس کی زندگی بھی خدا کو پیاری ہے اور موت بھی۔ ہر ایک کی زندگی موت خدا کے ارادے سے ہی ہے مگر اس کی زندگی اور موت رب کے ارادے سے بھی ہے اور اس کی رضا سے بھی' ارادے اور رضا میں بڑا فرق ہے۔۲؎ جان کنی کی شدت اور اس کی سختیوں کی وجہ سے نہ اس لیے کہ دنیا ہمیں پیاری ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ نے دنیا کی لذتیں دیکھی ہی' کہاں' فقر و فاقہ میں نہایت سادہ زندگی گزاری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پائی میراث نہ ملی' اٹھارہ سال کی عمر شریف میں بیوگی کی چادر اوڑھ لی اور ۵۳ سال کی عمر شریف یونہی گزاری رضی اللہ عنہا وعنہن ۳؎ یہ تو عام مومنوں کا حال ہے خواص کو جان کنی کے وقت جمال مصطفیٰ دکھا دیا جاتا ہے ان کی اس وقت کی خوشی بیان سے باہر ہے پھر انہیں جانکنی قطعاً محسوس نہیں ہوتی' روح خود بخود شوق میں جسم سے نکل آتی ہے جیسا کہ بارہا دیکھا گیا۔۴؎ چنانچہ کافر کو موت کے وقت میں تین مصیبتیں جمع ہو جاتی ہیں دنیا چھوٹنے کا غم' آئندہ مصیبتوں کا خوف' جان نکلنے کی شدت غرض کہ مومن کی موت عید ہے اور کافر کی موت مصیبت اسی لیے اولیاء اللہ کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی شادی ۵؎ یعنی موت پہلے ہے رب سے ملنا بعد میں لہذا اس وقت کی پسند و ناپسند ملاقات رب سے پہلے ہی کی پسندیدگی و ناپسندیدگی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِيْحٌ اَوْمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُسْتَرِيْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ فَقَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَاَذَاهَا اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۵۱۵) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے' وہ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جنازہ گزرا تو آپ نے فرمایا کہ یا اس سے راحت حاصل کی گئی یا راحت پا گیا' لوگ بولے یارسول اللہ! راحت پانے والے اور اس سے چھوٹنے والے سے کیا مطلب؟ فرمایا کہ بندہ مومن دنیا کی تکلیف اور اذیتوں سے چھوٹ کر اللہ کی رحمت میں جاتا ہے۔۲ اور بدکار بندے سے انسان شہر درخت اور جانور سب ہی راحت پاتے ہیں۔۳ (مسلم بخاری)

(۱۵۱۵)۱؎ یعنی عاقل بالغ میت ان دو قسموں سے خالی نہیں یا وہ مرکر دنیا سے راحت پاتا ہے کہ یہاں کے تشریعی و تکوینی احکام سے چھوٹ جاتا ہے یا دنیا اس سے راحت پاتی ہے۔۲؎ حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ میں موت پسند کرتا ہوں اپنے رب سے ملاقات کے لیے، بیماری پسند کرتا ہوں خطائیں مٹانے کے لیے اور فقیری پسند کرتا ہوں تواضع اور انکسار پیدا کرنے کے لیے۔۳؎ یعنی بدکار بندہ خواہ کافر ہو یا فاسق مسلمان اس کی بدکاری کی وجہ سے بارشیں نہیں آتیں یا سیلاب آتے ہیں، زمین میں لڑائیاں فساد ہوتے ہیں جس سے سارے جانوروں درختوں وغیرہ کو تکلیف ہوتی ہے اسی لیے مومن صالح کی موت پر آسمان اور زمین روتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ (۲۹'۴۴) تو ان پر آسمان و زمین نہ روئے (کنزالایمان) اور فاجر کے مرنے پر یہ سب خوش ہوتے کیونکہ اس کی بدعملیوں سے سب مصیبت میں تھے۔ رب فرماتا ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ (۴۱'۳۰) چمکی خرابی خشکی اور تری میں ان برائیوں سے جو لوگوں نے ہاتھوں سے کمائیں (کنزالایمان) یہ حدیث ان آیتوں کی تفسیر ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِىْ فَقَالَ كُنْ فِى الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِيْلٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيٰوتِكَ لِمَوْتِكَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۱۵۱۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا دنیا میں یوں رہو گویا تم مسافر ہو یا راستہ طے کرنے والے ہو۔۱؎ حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ جب تم شام پالو تو صبح کے منتظر نہ رہو اور جب صبح پالو تو شام کی امید نہ رکھو اور اپنی تندرستی سے بیماری کے لیے اور زندگی سے موت کے لیے کچھ توشہ لے لو۔۲؎ (بخاری)

(۱۵۱۶)۱؎ یعنی جیسے مسافر منزل اور وہاں کی زیب و زینت سے دل نہیں لگاتا کیونکہ اسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے انسان اور سامان سے دل نہ لگاؤ ورنہ مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہوگی۔ صوفیاء جو فرماتے ہیں کہ حب الوطن من الایمان یعنی وطن کی محبت ایمان کا رکن ہے، وہاں وطن سے مراد جنت ہے یعنی اصلی وطن یا مدینہ منورہ کہ وہ مومن کا روحانی وطن ہے۔۲؎ حضرت ابن عمر یہ اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے کہ زندگی کی لمبی امیدیں نہ باندھو، ہر نماز آخری نماز سمجھ کر پڑھو، تندرستی اور زندگی کو غنیمت جانو جس قدر ہو سکے اس میں نیکیاں کما لو ورنہ بیماری میں اور موت کے بعد کچھ بن نہ پڑے گا۔ شعر

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں　　جب بڑھاپا آ گیا پھر بات بن پڑتی نہیں
ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی　　یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آ گئی

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ يَقُوْلُ لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۱۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے سنا کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس طرح کہ اللہ سے اچھی امید رکھتا ہو۔۱؎ (مسلم)

(۱۵۱۷)۱؎ صوفیاء فرماتے ہیں نیک بختی کی نشانی یہ ہے کہ بندے پر زندگی میں خوفِ خدا غالب ہو اور مرتے وقت امید، نیک کار نیکیاں قبول ہونے کی امیدیں رکھیں اور بدکار معافی کی۔ امید کی حقیقت یہ ہے کہ انسان نیکیاں کرے اور اس کے فضل کا امیدوار رہے، بدکاری کے

ساتھ امید رکھنا دھوکہ ہے' امید نہیں۔اس حدیث کی بناء پر بعض بزرگوں نے کہا کہ خوف کی عبادت سے امید کی عبادت بہتر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتُمْ اَنْبَاْتُكُمْ مَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُ اللّٰهِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُوْنَ لَهٗ قُلْنَا نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ هَلْ اَحْبَبْتُمْ لِقَآئِيْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ يَارَبَّنَا فَيَقُوْلُ لِمَ فَيَقُوْلُوْنَ رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَمَغْفِرَتَكَ فَيَقُوْلُ قَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ مَغْفِرَتِيْ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَاَبُوْنَعِيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ.

(۱۵۱۸) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ قیامت میں اللہ مسلمانوں سے پہلے کیا فرمائے گا اور مسلمان پہلے کیا عرض کریں گے۔۱؎ ہم نے کہا حضور ضرور فرمایا جائے' فرمایا اللہ تعالٰی مسلمانوں سے فرمائے گا کیا تم مجھ سے ملنا چاہتے تھے؟ عرض کریں گے ہاں یارب! فرمائے گا کیوں؟ عرض کریں گے کہ ہم تیری معافی اور مغفرت کی آس لگاتے تھے۔۲؎ تب فرمائے گا کہ تمہارے لیے میری بخشش واجب ہوگئی۔۳؎ (شرح سنہ وابونعیم حلیہ)

(۱۵۱۸)۱؎ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی ثابت ہوا اور اُمت پر رحمت بھی' امتحان کے پرچے چھپائے جاتے ہیں اگر امتحان سے پہلے پرچہ ظاہر ہو جائے تو رد کر دیا جاتا ہے مگر اس پیارے نبی نے امتحان قبر کے پرچے بھی ظاہر کر دیئے اور حشر کے دن رب سے ہم کلامی کا پرچہ بھی ظاہر فرما دیا۔ مطلب یہ ہے کہ قبر میں منکر نکیر تم سے فلاں فلاں سوال کریں گے' تم یہ جواب دے دینا اور حشر میں رب تم سے یہ فرمائے گا' تم یہ جواب دینا۔ یہ گفتگو صورۃً خبر ہے معنی امر یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کہ قبر وحشر کے پرچوں سے خبردار ہیں اور یہ ہے سرکار کی رحمت اپنی اُمت کے ایسے غم خوار ہیں۔۲؎ ملنے سے مراد آخرت کی حاضری ہے یا دیدارِ الٰہی' امیدوار مجرم حاکم سے ملنا چاہتا ہے اور ناامید بھاگنا چاہتا ہے۔۳؎ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے کہ میں اپنے بندے کے گمانوں کے پاس ہوتا ہوں۔ خیال رہے کہ بندے کا رب کی لقا چاہنا اس کی علامت ہے کہ رب بھی اس سے ملنا چاہتا ہے' بندہ لینے پر حریص ہے' رب دینے کا عادی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۵۱۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیاوی لذتیں ختم کرنے والی موت کا ذکر بہت کیا کرو۔۱؎ (ترمذی اور ابن ماجہ)

(۱۵۱۹)۱؎ ہر شخص کی موت اس کی دنیاوی لذتیں کھانے پینے سونے وغیرہ کے مزے فنا کر دیتی ہے' ہاں مومن مردے کو زندوں کے ذکر اور تلاوتِ قرآن سے لذت آتی ہے۔ نیز زیارتِ قبر کرنے والے سے انس ہوتا ہے' برزخی لذتیں پاتا ہے جو یہاں کی لذتوں سے کہیں اعلٰی ہیں لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مردے کو تلاوت و ایصالِ ثواب وغیرہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہاں لذتوں سے جسمانی لذتیں مراد ہیں نہ کہ روحانی اور یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں۔ علماء فرماتے ہیں جو روزانہ موت کو یاد کرلیا کرے اس کے لیے درجہ شہادت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ لِّاَصْحَابِهٖ اسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَآءِ قَالُوْا اِنَّا نَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ يَانَبِيَّ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَحْيٰ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَآءِ فَلْيَحْفَظِ الرَّاْسَ وَمَا وَعٰى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيٰ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۱۵۲۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہ سے فرمایا' اللہ سے پوری حیا کرو' انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ! خدا کا شکر ہے کہ ہم اللہ سے غیرت کرتے ہیں۔۱؎ فرمایا یہ نہیں ہے لیکن جو اللہ سے پوری غیرت کرے تو وہ سر اور اس میں محفوظ چیزوں اور پیٹ اور اس کے اندر کی چیزوں کی حفاظت کرے اور موت اور گل جانے کو یاد رکھے۔۲؎ جو آخرت چاہتا ہے' وہ دنیا کی زینت چھوڑ دیتا ہے۔۳؎ جس نے یہ کیا اس نے اللہ سے پوری غیرت کی۔ (احمد' ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۵۲۰)۱؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام میں خطاب صحابہ کرام سے ہے مگر مقصود ساری اُمت کو سنانا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کرام کو رب سے غیرت نہ تھی' رب تعالٰی اپنے حبیب سے فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ (۳۳:۱) اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ کا یوں ہی خوف رکھنا (کنزالایمان) نیز صحابہ کرام کا یہ جواب نہ ریا کے لیے ہے نہ شیخی کے لیے بلکہ توفیق الٰہی کے شکریہ کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال کہنا ریا نہیں۔۲؎ یعنی صرف ظاہری نیکیاں کر لینا اور زبان سے حیا کا اقرار کرنا پوری حیا نہیں بلکہ ظاہری اور باطنی اعضاء کو گناہوں سے بچانا حیا ہے۔ چنانچہ سر کو غیر خدا کے سجدے سے بچائے' اندرون دماغ کو ریا اور تکبر سے بچائے' زبان' آنکھ اور کان کو ناجائز بولنے' دیکھنے' سننے سے بچائے' یہ سر کی حفاظت ہوئی' پیٹ کو حرام کھانوں سے' شرم گاہ کو زنا سے' دل کو بُری خواہشوں سے محفوظ رکھے۔ یہ پیٹ کی حفاظت ہے حق یہ ہے کہ یہ نعمتیں رب کی عطا اور جناب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخا سے نصیب ہوسکتی ہیں۔۳؎ یعنی دنیا کی حرام زینتوں سے بچتا ہے اور حلال زینتوں میں پھنستا نہیں۔ خیال رہے کہ دنیا کی زینت وہ ہے جو دنیا کے لیے کی جائے لہٰذا عید کے دن اچھا لباس' جمعہ کا غسل وخوشبو' سرمہ وغیرہ روضہ اقدس کی حاضری پر لباس فاخرہ پہننا سب دینی زینتیں ہیں' دنیا کی زینت اور ہے' دنیا میں زینت کچھ اور پہلی بُری اور دوسری اچھی' دوسری کو رب نے زینت اللہ فرمایا کہ فرماتا ہے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (۷:۳۲) تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (۷:۳۱) اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ (کنزالایمان)۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۱۵۲۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کا تحفہ موت ہے۔۱؎ (بیہقی' شعب الایمان)

(۱۵۲۱)۱؎ یعنی موت مسلمان کو رب کا تحفہ ہے کیونکہ یہ رب سے ملنے اور جنت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے مگر یہی موت کافر کے لیے مصیبت ہے کیونکہ مسلمان کا محبوب رب ہے اور کافر کی محبوب دنیا' موت مومن کو محبوب سے ملاتی اور کافر کو اس کے محبوب سے چھڑاتی ہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۵۲۲) روایت ہے حضرت بریدہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ يَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِيْنِ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن پیشانی کے پسینہ سے مرتا ہے۔[1] (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

(۱۵۲۲)[1] اس حدیث کی بہت شرحیں ہیں' ظاہری شرح یہ ہے کہ مرتے وقت اس کی پیشانی پر پسینہ آ جاتا ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو۔ گویا یہ پسینہ اچھے خاتمے کی علامت ہے یعنی اسے جانکنی کی شدت زیادہ ہوتی ہے تاکہ سارے گناہ معاف ہو جائیں اور درجے بلند ہو جائیں۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ مومن مرتے وقت تک نیکیوں میں محنت کرتا ہے وغیرہ۔ (لمعات)

وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ الْفُجَآءَةِ اَخْذَةُ الْاَسِفِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ اَخْذَةُ الْاَسِفِ لِلْكَافِرِ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِ۔

(۱۵۲۳) روایت ہے حضرت عبیداللہ ابن خالد سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگہانی موت غضب کی پکڑ ہے۔[1] (ابوداؤد) اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور رزین نے اپنی کتاب میں یہ بڑھایا کہ کافر کے لیے غضب کی پکڑ ہے اور مومن کے لیے رحمت

(۱۵۲۳)[1] یعنی ہارٹ فیل کی موت غضب رب کی علامت ہے کیونکہ اس میں بندے کو توبہ نیک عمل اچھی وصیت کا موقع نہیں ملتا مگر یہ کافر کے لیے ہے' مومن کے لیے یہ بھی نعمت ہے جیسا کہ آئندہ آ رہا ہے کیونکہ مومن کسی وقت رب سے غافل رہتا ہی نہیں۔ دیکھو حضرت سلیمان و یعقوب علیہما السلام کی وفات اچانک ہی ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اچانک موت مومن کے لیے راحت ہے اور کافر کے لیے پکڑ (لمعات و مرقاۃ) کہ مومن اس موت میں بیماریوں کی مصیبت سے بچ جاتا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَابٍّ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ اَرْجُو اللّٰهَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنِّيْ اَخَافُ ذُنُوْبِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُوْا وَاٰمَنَهٗ مِمَّا يَخَافُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۱۵۲۴) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس اس کی موت کی حالت میں تشریف لے گئے تو فرمایا کہ تو اپنے کو کیسا پاتا ہے[1] اس نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اللہ سے امید کر رہا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو چیزیں بندے کے دل میں اس جیسی حالت میں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ اسے اس کی امید دیتا ہے اور ڈراؤنی چیز سے امن دیتا ہے۔[2] (ترمذی' ابن ماجہ) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۵۲۴)[1] یعنی تیرے دل کا کیا حال ہے خوش ہے یا غمگین' مطمئن ہے یا پریشان' آس میں ہے کہ یاس میں' اسے ڈر ہے یا امید۔ خیال رہے کہ اُمتی کی وفات کے وقت اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں' اسے کلمہ سکھاتے ہیں جیسا کہ بار بار دیکھا گیا ہے۔[2] یعنی بوقتِ موت مومن کا حال ڈوبتے ہوئے کی طرح چاہیے جسے ایک موج نیچے کرتی ہے' دوسری اوپر گناہوں میں غور کر کے غیرت میں ڈوب جائے' رب کی رحمت میں سوچ کر تر جائے ایسے کو رب پکڑتا نہیں' معافی دے دیتا ہے۔ خیال رہے کہ موطن یا ظرف مکاں ہے یا زمان جیسے مقتل حسین یعنی امام حسین کی شہادت کی جگہ یا وقت' لفظ مثل زائد ہے یا مبالغہ کے لیے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَمَنَّوُا الْمَوْتَ فَاِنَّ هَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِيْدٌ وَاِنَّ مِنَ السَّعَادَةِ اَنْ يَّطُوْلَ عُمْرُ الْعَبْدِ وَيَرْزُقَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْاِنَابَةَ۔(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۵۲۵) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موت کی آرزو نہ کرو کیونکہ اس پہاڑ کی وحشت سخت ہے۱ اور یہ نیک بختی ہے کہ بندے کی عمر دراز ہو اور اللہ اسے رجوع الی اللہ نصیب کرے۔۲ (احمد)

(۱۵۲۵)۱مُطَّلَع اطلاع کا ظرف مکاں ہے یعنی خبر پانے کی جگہ اونچا ٹیلہ یا پہاڑ کی چوٹی جہاں دشواری سے پہنچیں مگر وہاں پر سارے میدان کو دیکھ لیں چونکہ موت کے وقت انسان دنیا وآخرت دونوں کو دیکھتا ہے اور ہے گھبراہٹ کا وقت اس لیے اسے مطلع فرمایا گیا یعنی دنیوی تکالیف سے گھبرا کر موت نہ مانگو کیونکہ موت کی شدت ان تکالیف سے بہت زیادہ ہے' کیا بارش سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑا ہونا چاہتے ہو۔۲ لمبی عمر اگر گناہوں میں گزرے تو عذاب الٰہی ہے جیسے شیطان کی عمر اور اگر عبادتوں میں گزرے تو رحمتِ الٰہی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی عمر' اللہ یہ دوسری عمر نصیب کرے۔

وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ جَلَسْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَّرَنَا وَرَقَّقَنَا فَبَكٰى سَعْدُ بْنُ اَبِىْ وَقَّاصٍ فَاَكْثَرَ الْبُكَآءَ فَقَالَ يَالَيْتَنِىْ مِتُّ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يٰسَعْدُ اَعِنْدِىْ تَتَمَنَّى الْمَوْتَ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ يَاسَعْدُ اِنْ كُنْتَ خُلِقْتَ لِلْجَنَّةِ فَمَا طَالَ عُمُرُكَ وَحَسُنَ مِنْ عَمَلِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۵۲۶) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے' فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے' حضور نے ہمیں نصیحت فرمائی اور ہمارے دل نرم کردیئے۔حضرت سعد ابن ابی وقاص روئے اور بہت روئے۱ بولے ہائے کاش میں مرجاتا تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد! کیا میرے روبرو موت کی آرزو کرتے ہو؟ یہ تین بار فرمایا۲ پھر فرمایا اے سعد! اگر تم جنت کے لیے پیدا کیے گئے ہو تو جس قدر تمہاری عمر دراز ہو اور تمہارے عمل اچھے ہوں' تمہارے واسطے بہتر ہے۔۳ (احمد)

(۱۵۲۶)۱صوفیاء فرماتے ہیں کہ حلق کی بات کان میں پہنچتی ہے اور دماغ کی بات دماغ میں مگر جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل ہی پر پڑتی ہے نہ معلوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کیسے پیارے تھے جنہوں نے صحابہ کے ایمان تازے' دماغ روشن اور دل نرم کردیئے۔ اس کلام پاک میں یہ تاثیر قیامت تک رہے گی جیسا تجربہ اب بھی ہورہا ہے۔۲ یعنی کیا میری زندگی میں اور میرے پاس رہ کر موت مانگتے ہو؟ تمہیں اس وقت میری صحبتیں اور زیارتیں نصیب ہیں جو موت سے جاتی رہیں گی اگرچہ تمہیں بعد موت بڑے درجے ملیں گے مگر وہ سارے درجے اس ایک نظر پر قربان جو تمہیں اب میسر ہیں۔کسی فقیر سے پوچھا گیا کہ مومن کی زندگی بہتر ہے یا موت؟ اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مومن کی حیات بہتر تھی اور سرکار کی وفات کے بعد اب موت بہتر ہے کہ اس زمانے میں زندگی میں دیدار تھا اور اب بعد موت ہی ہوگا۔(لمعات) شعر

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے   کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

۳؎ یعنی اگر دوزخ کے لیے پیدا کیے گئے ہوتو موت مانگنے میں کوئی فائدہ نہیں اور اگر جنت کے لیے تمہاری پیدائش ہوئی تو موت مانگنا تمہارے لیے مضر کیونکہ لمبی عمر میں زیادہ نیکیاں کروگے جس سے جنت میں تمہارے درجے بڑھیں گے۔خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر فرمانا بے علمی کی بناء پرنہیں، حضرت سعد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کے قطعی جنتی ہونے کی خبر خود سرکار دے چکے ہیں، ان کا جنتی ہونا ایسا ہی قطعی ویقینی ہے جیسا اللہ کا ایک ہونا' یہ ان علت بیان کرنے کے لیے ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ (۳:۱۳۹) تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔(کنزالایمان) نہ صحابہ کا ایمان مشکوک نہ خدا ان کے ایمان سے بےخبر۔معنی یہ ہیں کہ چونکہ تم جنت کے لیے پیدا کیے جاچکے ہو لہذا تمہاری درازی عمر بہتر۔(ازمرقاۃ)

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى خَبَّابٍ وَّقَدِ اكْتَوٰى سَبْعًا فَقَالَ لَوْلَا اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَايَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُهٗ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِىْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَمْلِكُ دِرْهَمًا وَاِنَّ فِىْ جَانِبِ بَيْتِىَ الْاٰنَ لَاَرْبَعِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ قَالَ ثُمَّ اُتِىَ بِكَفَنِهٖ فَلَمَّا رَاٰهُ بَكٰى وَقَالَ لٰكِنْ حَمْزَةُ لَمْ يُوْجَدْ لَهٗ كَفَنٌ اِلَّا بُرْدَةٌ مَّلْحَاءُ اِذَا جُعِلَتْ عَلٰى رَاْسِهٖ قَلَصَتْ عَنْ قَدَمَيْهِ وَاِذَا جُعِلَتْ عَلٰى قَدَمَيْهِ قَلَصَتْ عَنْ رَاْسِهٖ حَتّٰى مُدَّتْ عَلٰى رَاْسِهٖ وَجُعِلَ عَلٰى قَدَمَيْهِ الْاِذْخَرُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يُذْكَرْ ثُمَّ اُتِىَ بِكَفَنِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ۔

(۱۵۲۷) روایت ہے حضرت حارثہ ابن مضرب سے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت خباب کے پاس گیا۱؎ جنہیں سات داغ دیئے گئے تھے فرمایا اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا نہ ہوتا کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے تو میں اس کی آرزو کرتا۔۲؎ میں نے اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ایک درہم کا مالک نہ تھا اور آج میرے گھر کے کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہیں۔۳؎ فرماتے ہیں پھر ان کا کفن لایا گیا، اسے دیکھا تو روئے۴؎ اور بولے کہ جناب حمزہ کو کفن بھی نہ ملا سوا اس دھاری دار چادر کے جو اگر ان کے سر پر ڈالی جاتی تو قدموں سے کھل جاتی اور قدموں پر ڈالی جاتی تو سر سے کھل جاتی حتی کہ ان کے سر پر چادر ڈالی گئی اور قدموں پر گھاس۵؎ (احمد،ترمذی) لیکن ترمذی نے کفن لانے سے آخر تک واقعہ بیان نہ کیا۔

(۱۵۲۷)۱؎ حارثہ عبدی ہیں، کوفی ہیں، مشہور تابعی ہیں، حضرت علی، ابن مسعود وغیرہم سے ملاقات ہے اور حضرت خباب ابن ارت تمیمی ہیں، مشہور صحابی ہیں، ۶ ہجری میں ہی ایمان لائے، کافروں کے ہاتھوں بہت ایذا پائی، بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے، ۳۷ھ میں وفات ہوئی، حضرت علی مرتضٰی نے نمازِ جنازہ پڑھائی، کوفہ میں مزار ہے۔ایک بار حضرت آپ کی قبر پر گئے تو فرمایا اے خباب! اللہ تم پر رحم فرمائے، تم رغبت سے ایمان لائے، خوشی سے مہاجر بنے، غازی بن کر جیئے، بیماری میں بہت مبتلا رہے، اللہ تمہارا اجر ضائع نہ کرے گا۔۲؎ یعنی میں اتنا سخت بیمار ہوں کہ جسم زخموں سے چھلنی ہے، سات جگہ گرم لوہے سے داغا جاچکا ہوں، تمنائے موت کو دل چاہتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مانع ہے۔خیال رہے کہ داغ زخم کا آخری علاج ہے جب کوئی دوا کارگر نہ ہو تو گرم لوہے سے داغ دیتے ہیں۔۳؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اکثر صحابہ فقر و فاقہ میں تھے، خلافتِ فاروقی وعثمانی میں صحابہ پر دنیا خدا کے فضل سے پھٹ پڑی تب ان کی مال داری حساب سے وراء ہوگئی کیونکہ سارے ممالک انہی خلافتوں میں فتح ہوئے، آپ اسی جانب اشارہ فرماتے ہیں یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ یہ مال داری ہمارے اعمال کا بدلہ نہ ہوگئی ہو۔۴؎ کیونکہ کفن بہت قیمتی اور نفیس تھا، اسے دیکھ کر آپ کو حضرت حمزہ

کی بے کسی کی شہادت یاد آ گئی۔ ۵؎ یعنی مرد کے لیے کفن سنت تین کپڑے ہیں اور کفن ضرورت صرف ایک مگر حضرت حمزہ جو سید الشہداء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار ہیں، مجھ سے افضل تھے انہیں کفن ضرورت بھی نہ ملا، بہتر ہوتا کہ میں بھی انہی کی طرح دفن ہوتا۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے کیونکہ آپ اس غنا پر افسوس کر رہے ہیں اور اس فقر کی تمنا۔

بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ جس کو موت آرہی ہواس کے پاس کیا کہا جائے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

یعنی علامات موت جب نمودار ہوں اس وقت، جو مر چکا ہواس کے پاس کیا دعائیں، تلقین اور کیا الفاظ ادا کیے جائیں لہذا حضر کے معنی ہیں موت آرہی ہو یا موت آ گئی ہو۔ خیال رہے کہ بیمار کی کنپٹی دھنس جانا، ناک ٹیڑھی پڑ جانا، پاؤں بے جان ہو جانا کہ اگر کھڑے کیے جائیں تو کھڑے نہ رہ سکیں بلکہ گر جائیں، فوطوں کی کھال دراز ہو جانا، فوطے سکڑ جانا علامات موت ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۲۸) روایت ہے حضرت ابوسعید و ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مُردوں کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۵۲۸) ۱؎ یہ حکم استحبابی ہے یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ بعض مالکیوں کے ہاں وجوبی ہے، موتی کے حقیقی معنی ہیں جو مر چکا ہو مجازاً قریب الموت کو موتی کہہ دیتے ہیں یعنی جو مر رہا ہو اسے کلمہ سکھاؤ اس طرح کہ اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ پڑھو اس کا حکم نہ دو کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنتی ہے۔ خیال رہے کہ اگر مومن بوقت موت کلمہ نہ پڑھ سکے جیسے بے ہوش یا شہید وغیرہ تو وہ ایمان پر ہی مرا کہ زندگی میں مومن تھا لہذا اب بھی مومن بلکہ اگر نزع کے غشی میں اس کے منہ سے کلمہ کفر سنا جائے تب بھی وہ مومن ہی ہوگا اس کا کفن دفن نماز سب کچھ ہوگی کیونکہ غشی کی حالت کا ارتداد معتبر نہیں۔ (از شامی) اس سے معلوم ہوا کہ مرتے وقت کلمہ پڑھانا اس حدیث مذکورہ پر عمل کے لیے ہے نہ کہ اسے مسلمان بنانے کے لیے، مسلمان تو وہ پہلے ہی ہے یا مطلب یہ ہے کہ میت کو بعد دفن کلمہ کی تلقین کرو کہ قبر پر کلمہ پڑھو یا قبر کے سرہانے اذان کہہ دو کیونکہ یہ وقت امتحان قبر کا ہے۔ اذان میں نکیرین کے سارے سوالات کے جوابات کی تلقین بھی ہے اور اس سے میت کے دل کو تسکین بھی ہوگی اور شیاطین کا دفعیہ بھی ہوگا اور اگر قبر میں آگ ہے تو اس کی برکت سے بجھے گی۔ اسی لیے پیدائش کے وقت بچے کے کان میں، دل کی گھبراہٹ، آگ لگنے، جنات کے غلبے وغیرہ پر اذان سنت ہے۔ یہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ شامی نے یہ ہی معنی اختیار کیے کیونکہ حقیقۃً موتی وہی ہے جو مر چکا ہو مگر زیادہ قوی یہ ہے کہ عموم مجاز کے طریقہ پر دونوں معنی ہی مراد لیے جائیں یعنی جو مر رہا ہو اور جو مر چکا ہو، دونوں کو تلقین کرو، ہمارے ہاں بعد دفن قبر پر اذان دی جاتی ہے اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے اس مسئلے کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ اَوِ الْمَيِّتَ

(۱۵۲۹) روایت ہے حضرت اُم سلمہ سے، فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم بیمار یا میت کے پاس جاؤ

فَقُوْلُوْا خَيْرًا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤْمِنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تو اچھی بات بولو۔۱؎ کیونکہ فرشتے تمہارے کہے پر آمین کہتے ہیں۔۲؎ (مسلم)

(۱۵۲۹)۱؎ غالبًا یہ شک راوی کو ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض فرمایا' یا میت مریض سے مراد قریب الموت مریض ہے' خیر سے مراد دعائے شفا اور دعائے مغفرت ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں حاضرین دنیوی کلام نہ کریں' آخر وقت تک دعائے شفا کر سکتے ہیں' اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی کہ میری جانکنی کے وقت اس حجرے میں ناپاک انسان' کتا' جاندار کا فوٹو یعنی نوٹ روپیہ پیسہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔۲؎ یعنی ملک الموت اور ان کے ساتھی ہر اس بات پر آمین کہہ دیتے ہیں جو تمہارے منہ سے نکلتی ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهٗ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَيْرًا مِّنْهَا فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْسَلَمَةَ قُلْتُ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنِّيْ قُلْتُهَا فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۳۰) روایت ہے انہی سے' فرماتی ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جسے کوئی مصیبت پہنچے تو وہ وہی کہے جس کا اللہ نے حکم دیا کہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ الٰہی! مجھے میری مصیبت میں اجر دے اور اس کا بہتر بدل عطا کر مگر اللہ اسے بہتر عوض دیتا ہے۱؎ جب ابوسلمہ فوت ہوئے تو میں بولی کہ ابوسلمہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا' وہ تو پہلے گھر والے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی پھر میں نے یہ دعا کہہ ہی لی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے عوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے۔۲؎ (مسلم)

(۱۵۳۰)۱؎ یہ عمل بڑا مجرب ہے' فوت شدہ میت اور گمشدہ چیز سب پر پڑھا جائے لیکن جس گی چیز کے ملنے کی امید ہو اس پر راجعون تک پڑھے اور جس سے مایوسی ہو چکی ہو اس پر پورا پڑھے مگر ضروری یہ ہے کہ زبان پر الفاظ ہوں اور دل میں صبر۔ (از مرقات)
۲؎ ابوسلمہ حضرت اُم سلمہ کے پہلے خاوند تھے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے اور پھوپھی کے بیٹے بھی' آپ نے مع گھر بار پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ پاک کی جانب' مع گھر بار ہجرت کرنے میں آپ اوّل ہیں اسی لیے آپ نے اَوَّلَ بَيْتٍ فرمایا' اُم سلمہ کی نگاہ میں ان خصوصیات کے لحاظ سے ابوسلمہ جزوی طور پر سب سے بہتر تھے اس لیے آپ نے یہ خیال کیا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ خلفائے راشدین تو ابوسلمہ سے افضل تھے یعنی ایمان کہتا تھا کہ اس دعا کی برکت سے مجھے ان سے بہتر خاوند ملے گا مگر عقل و سمجھ کہتی تھی ناممکن ہے' میں نے عقل کی نہ مانی' ایمان کی مانی اور دعا پڑھ لی اس کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی جن پر لاکھوں ابوسلمہ قربان۔

وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَاتَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ

(۱۵۳۱) روایت ہے انہی سے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ پر تشریف لائے' ان کی آنکھیں کھلی رہ گئیں تھیں' انہیں بند کر دیا پھر فرمایا کہ روح جب قبض کر لی جاتی ہے تو نظر اس کے پیچھے جاتی ہے۔۱؎ ان کے گھر کے لوگوں نے آہ و بکا کی

فَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ یُؤْمِنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِاَبِیْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَهْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِیْهِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تو حضور نے فرمایا اپنے متعلق خیر ہی کی دعا کرنا کیونکہ فرشتے تمہارے کہے پر آمین کہتے ہیں۔۲؎ پھر فرمایا الٰہی! ابوسلمہ کو بخش دے اور ہدایت والوں میں ان کا درجہ بلند کر' ان کے پسماندگان میں ان کا تو خلیفہ ہو اور اے رب العلمین! ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور ان کی قبر میں روشنی اور وسعت دے۔۳؎ (مسلم)

(۱۵۳۱)۱؎ یعنی روح کے ساتھ نورِ نگاہ بھی نکل جاتا ہے اس لیے کبھی مرنے والے کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں' آنکھیں کھلی رہنے سے فائدہ کچھ ہوتا نہیں البتہ شکل ڈراؤنی ہو جاتی ہے اس لیے آنکھیں فوراً بند کر دو بلکہ اگر منہ کھلا رہ گیا ہو تو اسے بھی بند کر دیا جائے اور جبڑے باندھ دیئے جائیں۔۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ میت پر بلند آواز سے رونا اور اچھی باتیں منہ سے نکالنا بُرا نہیں' ہاں پیٹنا اور بکواس کرنا بُرا ہے بلکہ کبھی کفر جیسے ہائے پہاڑ گر گیا' ہائے کمر ٹوٹ گئی' ہائے موت نے یا اللہ نے ظلم کر دیا العیاذ باللہ یا اللہ ہمیں بھی موت دے دے وغیرہ۳؎ سبحان اللہ پاکیزہ اور جامع دعا ہے' میت کے پسماندگان اپنے اور سارے مسلمانوں کے لیے ہر طرح کی دعا مانگ لی گئی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ سُجِّیَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۵۳۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کو حبری چادر اوڑھائی گئی۔۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۵۳۲)۱؎ یعنی اس چادر میں کفن دیا گیا' حبرہ یمن کا ایک شہر ہے جہاں کی چادریں مخطط اور بہترین ہوتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ میت کو حتی الامکان بہتر کفن دیا جائے بلکہ زندگی میں جو کپڑا اسے پسند تھا اسی میں کفن دینا بہتر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بردیمانی نہایت پسند تھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۵۳۳) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا' وہ جنت میں جائے گا۔۱؎ (ابوداؤد)

(۱۵۳۳)۱؎ یعنی اگرچہ عمر بھر کلمہ پڑھتا رہا لیکن مرتے وقت کلمہ ضرور پڑھنا چاہیے کہ اس کی برکت سے بخشش ہوگی' مرنے والے کو کلمہ پڑھانا اسی حدیث پر عمل ہے۔ روایت میں تو یہ بھی آیا ہے کہ کلمہ پڑھ کر سوؤ۔ یہ حدیث کتاب الایمان کی اس حدیث کی شرح ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا' جنتی ہوگیا اسی معنی پر حدیث میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ جس کا اوّل کلام لا الٰہ الا اللہ ہو' اس کے گناہوں کی معافی ہوگی لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ بچے کی زبان کلمہ پر کھلے اس سے مراد پورا کلمہ ہے۔

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأُوْا سُوْرَةَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ.

(۱۵۳۴) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے مرنے والوں پر

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ) سورۂ یٰسین پڑھا کرو۔[۱] (احمد ابوداؤد ابن ماجہ)

(۱۵۳۴)[۱] اس میں سارے وہ احتمالات ہیں جو پہلی حدیث میں عرض کیے گئے یعنی جس کی جان نکل رہی ہو وہاں بیٹھ کر یٰسین پڑھو تاکہ جانکنی آسان ہو بعد دفن قبر پر پڑھو۔ نیز کچھ روز تک میت کے گھر میں پڑھتے رہو۔ (اشعۃ اللمعات) قرآن کی ہر سورۃ میں کوئی خاص فائدہ ہوتا ہے سورۂ یٰسین میں حل مشکلات کی تاثیر ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَّهُوَ مَيِّتٌ وَّهُوَ يَبْكِيْ حَتّٰى دُمُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَجْهِ عُثْمَانَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۵۳۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کی میت کو چوما حالانکہ حضور رو رہے تھے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو عثمان کے چہرے پر بہنے لگے۔[۱] (ترمذی ابوداؤد)

(۱۵۳۵)[۱] حضرت عثمان ابن مظعون وہ پہلے مہاجر ہیں جو مدینہ پاک میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے ان کی قبر کے سرہانے پتھر گاڑا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں صاحب ہجرتین ہیں اسلام سے پہلے بھی کبھی شراب نہ پی بڑے عابد اور تہجد گزار تھے ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان کے مہینہ میں وفات پائی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انہیں چومنا غسل دینے سے پہلے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت غسل سے پہلے بھی پاک ہوتی ہے اس کا غسل جنابت کا سا غسل ہے۔ (لمعات) لمعات میں اسی جگہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا عظیم الشان مقبرہ بنایا گیا۔

وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ اَبَابَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۵۳۶) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا حالانکہ حضور وفات یافتہ تھے۔[۱] (ترمذی ابن ماجہ)

(۱۵۳۶)[۱] اس سے معلوم ہوا کہ میت کو تعظیماً اور شفقۃً چومنا جائز ہے ہاں مرد اپنی بیوی کو اس کے فوت ہونے کے بعد اور بیوی مرد کو نہیں چوم سکتی۔ ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابن عمر اپنا منہ آپ کی پیشانی پر رکھ کر رونے لگے چومتے تھے اور کہتے تھے تم پر میرے ماں باپ فدا آپ زندگی میں بھی اچھے اور بعد وفات بھی۔

وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ اِنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَآءِ مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ اِنِّيْ لَااَرٰى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْحَدَثَ بِهِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِيْ بِهٖ وَعَجِّلُوْا فَاِنَّهٗ لَايَنْبَغِيْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ تُحْبَسُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ اَهْلِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۵۳۷) روایت ہے حضرت حصین ابن وحوح سے طلحہ بن براء بیمار ہوئے[۱] تو ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے پھر فرمایا میرا گمان ہے کہ طلحہ کی وفات آ ہی گئی ہے مجھے اس کی خبر دینا اور جلد کرنا کیونکہ مسلمان میت کا اپنے گھر والوں میں رُکا رہنا مناسب نہیں۔[۲] (ابوداؤد)

(۱۵۳۷)[۱] حصین ابن وحوح صحابی ہیں انصاری ہیں آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔[۲] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ میت کے لیے اعلانِ عام کرنا بھی جائز ہے اور خاص بزرگ و اہلِ قرابت کو خبر کرنا بھی تاکہ وہ نماز اور دفن میں شرکت کر لیں۔

دوسرے یہ کہ حتی الامکان دفن میں جلدی کی جائے' بلاضرورت دیر لگانا جیسا کہ ہمارے پنجاب میں رواج ہے' سخت ناجائز ہے کہ اس میں میت کے پھولنے پھٹنے اور اس کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے مگر اس حکم سے انبیاء کرام مستثنیٰ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن شریف وفات سے تین دن بعد ہوا۔ مسئلہ خلافت پہلے طے کیا گیا تا کہ زمین خلیفۃ اللہ سے خالی نہ رہے بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے چھ ماہ یا ایک سال بعد ہوا۔ (قرآن شریف) خیال رہے کہ یہاں جیفہ بمعنی مردہ ہے نہ کہ مردار جیسے قرآنِ کریم میں ہے: كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ (۳۱،۵) کیوں کہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے (کنزالایمان) لہٰذا اس لفظ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مردہ نجس ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِلْاَحْيَاءِ قَالَ اَجْوَدُ وَاَجْوَدُ

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۵۳۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے[۱] فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے مردوں کو یہ تلقین کرو' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' حلم والا ہے' کرم والا ہے' پاک ہے' عرشِ عظیم کا رب ہے' ساری حمد اللہ رب العلمین کی ہے[۲] لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ دعا زندوں کے لیے کیسی؟ فرمایا بہت اچھی اچھی۔ [۳] (ابن ماجہ)

(۱۵۳۸)[۱] آپ عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب قرشی ہاشمی علی مرتضیٰ کے بھتیجے ہیں' حبشہ میں پیدا ہوئے' اسلام میں سب سے پہلے آپ کی پیدائش ہوئی' بہت سخی' خوش خلق اور حلیم تھے' آپ کا لقب بحرالجود تھا' والدہ کا نام اسماء بنت عمیس ہے' نوے سال عمر ہوئی' ۸۰ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ [۲] اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ جو مر رہا ہو اس کے پاس بھی یہ پڑھو اور مر چکنے کے بعد قبر پر بھی۔ [۳] یعنی زندے بھی بطورِ وظیفہ پڑھا کریں' بہت ثواب پائیں گے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قَالُوْا اخْرُجِيْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اخْرُجِيْ حَمِيْدَةً وَّاَبْشِرِيْ بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا اِلَى السَّمَاءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانٌ فَيُقَالُ مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ ادْخُلِيْ حَمِيْدَةً وَّاَبْشِرِيْ بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا

(۱۵۳۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے پاس فرشتے آتے ہیں[۱] اگر آدمی نیک ہوتا ہے تو اس سے کہتے ہیں اے پاک روح! نکل جو پاک جسم میں تھی۔[۱] نکل قابلِ تعریف خیریت' راحت اور پاک رزق اور راضی رب کی بشارت حاصل کر اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتیٰ کہ نکل آتی ہے۔[۲] پھر اس کو آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے اس کے لیے آسمان کھولا جاتا ہے' کہا جاتا ہے یہ کون ہے؟ فرشتے کہتے ہیں یہ فلاں ہے تو کہا جاتا ہے کہ خوب آئی پاک روح جو پاک جسم میں تھی' داخل ہو قابلِ تعریف ہے اور خیریت' راحت پاک رزق اور راضی رب کی

ذٰلِكَ حَتّٰى تَنْتَهِيَ اِلَى السَّمَآءِ الَّتِيْ فِيْهَا اللّٰهُ فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ قَالَ اُخْرُجِيْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ اخْرُجِيْ ذَمِيْمَةً وَّاَبْشِرِيْ بِحَمِيْمٍ وَّغَسَّاقٍ وَّاٰخَرَ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ فَمَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا اِلَى السَّمَآءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيُقَالُ فُلَانٌ فَيُقَالُ لَامَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيْثَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ ارْجِعِيْ ذَمِيْمَةً فَاِنَّهَا لَاتُفْتَحُ لَكِ اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَتُرْسَلُ مِنَ السَّمَآءِ ثُمَّ تَصِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ)

بشارت لے اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتی کہ اس آسمان تک پہنچتی ہے جس میں اللہ کی تجلی ہے۔ ۴ اور جب آدمی برا ہوتا ہے ۵ تو کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! نکل جو خبیث جسم میں تھی ۶ نکل قابل ملامت ہو کر اور کھولتے پانی پیپ اور اس کے ہمشکل دوسرے عذابوں کی بشارت لے۔ ۷ اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتی کہ نکل آتی ہے پھر اسے آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے تو اس کے لیے آسمان کھلوایا جاتا ہے' پوچھا جاتا ہے' یہ کون ہے؟ کہا جاتا ہے فلاں تو کہا جاتا ہے اس کے لیے مرحبا نہیں' خبیث جان ہے جو خبیث جسم میں تھی' ملامت کی ہوئی لوٹ جا کیونکہ تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھل سکتے ۸ پھر اسے آسمان سے پھینکا جاتا ہے حتی کہ قبر میں آ جاتی ہے۔ ۹ (ابن ماجہ)

(۱۵۳۹) ۱ یعنی ملک الموت اور ان کے ساتھی مومن کے پاس رحمت کے فرشتے استقبال کے لیے اور کافر کے پاس عذاب کے فرشتے گرفتاری کے لیے ان کے علاوہ ہوتے ہیں۔ ۲ نفس اور روح میں فرق اعتباری ہے' مظہر شر کو نفس کہتے ہیں: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (۱۲'۵۳) بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے (کنزالایمان) اور مظہر خیر کو روح قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (۱۷'۸۵) تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے (کنزالایمان) یہاں طیبہ کی صفت سے نفس میں خوبی کے معنی پیدا ہوگئے۔ (مرقاۃ) ظاہر یہ ہے کہ نفس طیب سے اچھے عقائد کی طرف اور جسم طیب سے اچھے اعمال کی طرف اشارہ ہے یعنی تیرے عقائد بھی اچھے اور اعمال بھی صالح۔ ۳ معلوم ہوا کہ مومن صالح کی روح کھینچ کر نکالنے کی ضرورت نہیں پڑتی' وہ بشارتیں سن کر خود بخود ہی خوش ہوتی نکل آتی ہے۔

ع یار خنداں رود بجانب یار

۴ یعنی ہر آسمان پر اس کا استقبال ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسمانی فرشتے ہر انسان کا نام اور اس کے اعمال جانتے ہیں ورنہ انہیں محض نام بتانا بالکل بے کار ہوتا' آسمان میں اللہ کے ہونے سے مراد اس کی تجلی اس کے نور وغیرہ کا ہونا ہے ورنہ رب تعالیٰ آسمان یا زمین میں ہونے سے پاک ہے۔ مکان' جسم یا جسمانیات کے لیے ہوتا ہے غالبًا اس آسمان سے عرش اعظم مراد ہے کہ وہ بھی ایک آسمان ہی ہے۔ ۵ برے سے مراد کافر ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ ہے کہ مومن متقی اور کافر کے حالات بیان فرماتے ہیں' مومن فاسق کا پردہ رکھتے ہیں کرم نوازی سے ۶ یعنی تیرے عقائد بھی برے تھے' اعمال بھی گندے۔ خیال رہے کہ اگر کافر اچھے اعمال صدقہ و خیرات بھی کرے جب بھی اس کا جسم گندا ہی ہے' کتا سمندر میں نہانے سے بھی گندا ہی ہوتا ہے۔ نیز نیک اعمال درستی عقیدہ کے بغیر قبول نہیں۔ ۷ اس خبر کو بشارت فرمانا طنز وطعن کے طور پر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۳'۲۱) انہیں بشارت دو دردناک عذاب کی (کنزالایمان) خیال رہے کہ کافر کو یہ عذاب بعد قیامت دوزخ میں پہنچ کر ہوں گے یہاں دوزخ کی گرمی' تپش' دھواں برزخ میں بھی پہنچتا رہے گا۔ ۸ یعنی روح لے جانے والے فرشتے آسمانوں کے

دروازے کافر کی روح کے لیے کھلواتے ہیں مگر وہاں کے دربان کھولتے نہیں' یہ کھلوانا بھی اسے ذلیل کرنے کو ہے ورنہ یہ فرشتے جانتے ہیں کہ اس کے لیے دروازہ کھلے گا نہیں۔۹؎ یہاں قبر سے مراد مقام سجین ہے جو ساتوں زمینوں کے نیچے ہے جہاں یہ روح قید کردی جاتی ہے اس قید کے باوجود اس کا تعلق اپنے جسم کے اجزائے اصلیہ سے رہتا ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض کفار جلا دیئے جاتے ہیں' ان کی قبر کہاں

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَ اِنَّهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِيْبِ رِيْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ قَالَ وَ يَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ طَيِّبَةٌ جَآءَ تْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتَ تَعْمُرِيْنَهٗ فَيُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰى رَبِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُهٗ قَالَ حَمَّادٌ وَّ ذَكَرَمِنْ نَتْنِهَا وَذَكَرَ لَعْنًا وَّيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ جَآءَ تْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ فَيُقَالُ انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ عَلٰى اَنْفِهٖ هٰكَذَا۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۴۰) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان کی روح نکلتی ہے تو اسے دو فرشتے ملتے ہیں جو اسے چڑھا لے جاتے ہیں۔۱؎ حماد نے کہا حضور نے اس کی عمدہ خوشبو کا اور مشک کا ذکر فرمایا ہے۔۲؎ فرمایا کہ آسمان والے کہتے ہیں پاک روح زمین کی طرف سے آئی' اللہ تجھ پر اور اس جسم پر رحمتیں کرے جسے تو آباد کرتی تھی۔۳؎ پھر اسے رب کے پاس لے جاتے ہیں' رب فرماتا ہے کہ اسے آخر وقت تک کے لیے وہیں پہنچا دو۔۴؎ فرمایا کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے' حماد فرماتے ہیں کہ حضور نے اس کی بدبو اور لعنت کا ذکر فرمایا' آسمان والے کہتے ہیں خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی تو کہا جاتا ہے اسے میعاد تک کے لیے لے جاؤ۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر تھی' اسے حضور نے اس طرح اپنی ناک سے لگا لیا۔۵؎ (مسلم)

(۱۵۴۰)۱؎ غالبًا یہ دو فرشتے اس کے اعمال لکھنے والے ہیں' روح ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے' باقی کچھ اور فرشتے ان کے ساتھ ہوتے ہیں لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جہاں بہت سے فرشتوں کے لے جانے کا ذکر ہے۔۲؎ یعنی اس روح کی خوشبو کو مشک اعلیٰ سے تشبیہ دی جو ان فرشتوں کو اور باقی دوسرے فرشتوں کو محسوس ہوتی ہے' کبھی حاضرین انسانوں نے بھی اس کا احساس کیا کہ جان نکلنے پر اعلیٰ درجہ کی مہک آئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کی روح مہکتی ہے' کبھی اچانک غیبی خوشبو محسوس ہوتی ہے' بزرگ فرماتے ہیں کہ اس وقت کسی پاک روح کا وہاں سے گزر ہوتا ہے ایسے موقع پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے پاس باب جبریل سے متصل بہت دفعہ خوشبو محسوس کی گئی۔۳؎ غیر نبی پر درود مستقلاً پڑھنا ہمارے لیے منع ہے یعنی ہم کسی کو صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے' فرشتوں کا یہ درود اس روح پر پڑھنا ان کی خصوصیت ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ لانے والے کو فرماتے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فُلَانٍ ہمارے احکام اور ہیں' ان کے احکام کچھ اور۔۴؎ یعنی قیامت تک اسے برزخ میں رکھو' برزخ موت اور قیامت کے درمیانی وقت کا نام ہے اس وقت میں روحیں مختلف جگہ رہتی ہیں' کوئی روح جنت میں اعلیٰ علیین میں' کوئی چاہ زمزم میں' کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب حضوری میں یہاں کی یہ عبارت ان سب کو شامل ہے مگر روح جہاں بھی ہو' جسم اور قبر سے تعلق ضرور رکھتی ہے اسی

لیے قبر پر جا کر سلام و فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ۵؎ یعنی حضرت ابوہریرہ نے اپنی چادر ناک پر لگا کر فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماتے ہوئے یوں چادر کی تھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اس وقت سرکار کی ناک نے کسی کافر روح کی بدبو محسوس فرمائی تھی، آپ کا یہ عمل اس بناء پر تھا، کبھی بزرگوں کے حواس دور کی چیز محسوس کر لیتے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے کنعان بیٹھے ہوئے مصر سے روانہ ہونے والی قمیص یوسفی کی خوشبو محسوس کر کے فرمایا: اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (۹۴:۱۲) بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عمل شریف بطور تمثیل کیا یعنی اگر تم وہ بدبو پاؤ تو ایسے ناک ڈھک لو مگر پہلی توجیہ قوی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ اَتَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُوْلُوْنَ اخْرُجِيْ رَاضِيَةً مَّرْضِيًّا عَنْكِ اِلٰى رَوْحِ اللّٰهِ وَ رَيْحَانٍ وَّ رَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَاَطْيَبِ رِيْحِ الْمِسْكِ حَتّٰى اِنَّهٗ لَيُنَاوِلُهٗ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى يَاْتُوْا بِهٖ اَبْوَابَ السَّمَآءِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَطْيَبَ هٰذِهِ الرِّيْحَ الَّتِيْ جَآءَتْكُمْ مِنَ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرَحًا بِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ يَقْدَمُ عَلَيْهِ فَيَسْاَلُوْنَهٗ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ فَيَقُوْلُوْنَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ فِيْ غَمِّ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ قَدْمَاتَ اَمَا اَتَاكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ قَدْ ذُهِبَ بِهٖ اِلٰى اُمِّهِ الْهَاوِيَةِ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا احْتُضِرَ اَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ اخْرُجِيْ سَاخِطَةً مَّسْخُوْطًا عَلَيْكِ اِلٰى عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَتَخْرُجُ كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ حَتّٰى يَاْتُوْنَ بِهٖ اِلٰى بَابِ الْاَرْضِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّيْحَ حَتّٰى يَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْكُفَّارِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ)

(۱۵۴۱) روایت ہے ان ہی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مومن کو موت آتی ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم لے کر آتے ہیں۱؎ کہتے ہیں نکل تو راضی تجھ سے رب راضی اللہ کی طرف سے راحت روحانی رزق اور راضی رب کی طرف چل تو وہ بہترین مشک کی خوشبو کی طرح نکلتی ہے۔۲؎ حتیٰ کہ بعض فرشتے بعض کو وہ روح دیتے ہیں اسے آسمان کے دروازوں تک لاتے ہیں۔۳؎ آسمان والے کہتے ہیں یہ کیا اچھی خوشبو ہے جو زمین سے تمہیں آئی پھر اسے مسلمانوں کی روحوں کے پاس لاتے ہیں، مومنین اس کی وجہ سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی گمشدہ آدمی کے آ جانے سے خوش ہو۔۴؎ اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کیا کرتا ہے، فلاں کیا کرتا ہے پھر کہتے ہیں اسے چھوڑو یہ دنیا کے غم میں تھا۔۵؎ یہ کہتا ہے کہ وہ مر گیا، کیا تمہارے پاس نہ آیا، وہ کہتے ہیں کہ اسے اُم ہاویہ میں پہنچا دیا گیا ہے۔۶؎ اور کافر کی موت جب آتی ہے تو اس کے پاس عذاب کے فرشتے ٹاٹ لے کر آتے ہیں۷؎ کہتے ہیں نکل تو رب سے ناراض تجھ پر رب ناراض اللہ کے عذاب کی طرف چل تو وہ مردار کی سخت بدبو کی طرح نکلتی ہے حتیٰ کہ اسے زمین کے دروازے تک لاتے ہیں۔ ۸؎ تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسی سخت بدبو ہے یہاں تک کہ اسے کفار کی روحوں میں پہنچا دیتے ہیں۔۹؎ (احمد، نسائی)

(۱۵۴۱) ۱؎ روح کو لپیٹنے کے لیے جنت کا لباس لاتے ہیں یعنی مومن کے جسم کا کفن یہاں کا کپڑا ہوتا ہے اور روح کا کفن جنت کا۔
۲؎ یعنی اس کے جسم سے نکلتے وقت بہترین مشک کی خوشبو مہکتی ہے جسے فرشتے محسوس کر کے خوش ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ مومن کی روح ہر وقت خوشبودار ہے مگر اس خوشبو کے ظہور کا وقت ... صحیح نجاشی کی قبر سے ... روز تک مشک کی تیز خوشبو نکلتی رہی جیسا کہ

مشکوٰۃ شریف میں آئے گا۔ حضرت سلیمان جزولی صاحب دلائل الخیرات کی قبر سے بھی بہت روز تک خوشبو مہکی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم، لباس، پسینہ کی خوشبوؤں سے کلیاں مہک جاتی تھیں، یہ اسی روحانی خوشبو کا ظہور تھا۔ ۳؎ یعنی جیسے جسم میت کو قبرستان لے جاتے ہوئے لوگ کندھے بدلتے ہیں ایسے ہی اس روح کو آسمان پر لے جاتے ہوئے فرشتے ہاتھ بدلتے ہیں مگر تھک کر نہیں بلکہ اظہارِ عزت کے لیے ۴؎ یعنی اس روح کو مسلمان روحوں کے ٹھکانوں پر پہنچاتے ہیں، اعلیٰ علیین جنت، دروازہ جنت اور عرشِ اعظم کے نیچے جہاں کے یہ لائق ہو ورنہ مومنین کی روحیں اس کے نزع کے وقت وہاں موجود تھیں۔ بعض بزرگوں نے بحالتِ نزع اپنے فوت شدہ اہلِ قرابت کے آنے کی خبر دی ہے، یہ پہنچانا ان کے ساتھ رکھنے کے لیے ہوتا ہے اسی لیے انہیں خوشی ہوتی ہے۔ ۵؎ یعنی یہ مومن روحیں اسی جانے والی روح کو گھیر کر اپنے زندہ دوستوں کے حالات پوچھتی ہیں پھر انہیں میں سے بعض روحیں پوچھنے والوں سے کہتی ہیں کہ سوال و جواب ختم کرو، اسے آرام کرنے دو، یہ ابھی دنیوی تکالیف اور شدتِ نزع سے چھوٹ کر آیا ہے۔ خیال رہے کہ روحوں کا یہ سوال اشتیاق کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ مومن روحیں اپنے زندوں کے حالات سے خبردار رہتی ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ (۳:۱۷۰) اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے (کنز الایمان) زیارتِ قبور کے آخر میں ان شاء اللہ آئے گا کہ مومن روحیں ہر جمعرات کو اپنے گھر آ کر زندوں سے ایصالِ ثواب کی درخواست کرتی ہیں۔ نیز زیارتِ قبور کرنے والوں کو پہچانتی ہیں اور قبرستان گزرنے والے سے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔ ۶؎ یعنی انہی روحوں میں سے کوئی کسی کے بارے میں سوال کرتی ہے تو یہ جانے والی روح کہتی ہے کہ وہ تو مر چکا، تمہارے پاس پہنچا نہیں تو اسی پوچھنے والی جماعت کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ وہ کافر ہو کر مرا، ہاویہ میں گیا، ہمارے پاس کیسے آتا۔ اس جواب سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ روحیں دنیا والوں کے حالات اور ان کے اچھے بُرے خاتمے سے خبردار ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں اُم بمعنی اصل اور ٹھکانہ ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ (۱۰۱:۹) یعنی وہ اپنے ٹھکانے ہاویہ میں گیا۔ ۷؎ دوزخ کا ٹاٹ لاتے ہیں تاکہ اس میں اس روح کو لپیٹیں، یہ اس کا کفن ہے۔ ۸؎ اس عبارت میں سماء پوشیدہ ہے یعنی زمین آسمان کے دروازے پر پہلے آسمان جسے سماء ارض کہا جاتا ہے یا زمین سے مراد اس کا ساتواں طبقہ ہے جس کے نیچے سجین ہے، کفار کا ٹھکانہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جس کی تائید اگلے مضمون سے بھی ہو رہی ہے۔ ۹؎ سجین میں جہاں پہلے ہی ارواح کفار قید ہیں مگر یہاں کوئی کسی سے پوچھ گچھ نہیں کرتا، ہر ایک اپنے حال میں گرفتار ہے۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَهَیْنَا اِلَی الْقَبْرِ وَلَمَّا یُلْحَدُ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَهٗ حَوْلَهٗ كَاَنَّ عَلٰی رُءُوْسِنَا الطَّیْرَ وَفِیْ یَدِهٖ عُوْدٌ یَنْكُتُ بِهٖ فِی الْاَرْضِ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَیْنِ اَوْثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِی انْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْیَا وَاِقْبَالٍ

(۱۵۴۲) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے، قبر پر پہنچے، قبر ابھی تیار نہ تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، ہم آپ کے آس پاس ایسے بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ ۱؎ حضور کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس سے آپ زمین کریدنے لگے ۲؎ پھر اپنا سر اُٹھایا، دو یا تین بار فرمایا کہ عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگو پھر فرمایا کہ بندہ مومن جب دنیا سے روانہ ہو کر آخرت کی طرف جانے لگتا ہے تو اس

مِّنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِّنَ السَّمَآءِ بِيْضُ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِّنْ اَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحَنُوْطٌ مِّنْ حَنُوْطِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسُوْا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اخْرُجِيْ اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ قَالَ فَتَخْرُجُ تَسِيْلُ كَمَا تَسِيْلُ الْقَطْرَةُ مِنَ السِّقَاءِ فَيَاْخُذُهَا فَاِذَا اَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَاْخُذُوْهَا فَيَجْعَلُوْهَا فِيْ ذٰلِكَ الْكَفَنِ وَفِيْ ذٰلِكَ الْحُنُوْطِ وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَاَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ قَالَ فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ يَعْنِيْ بِهَا عَلٰى مَلَاءٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا الرُّوْحُ الطَّيِّبُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِاَحْسَنِ اَسْمَآئِهِ الَّتِيْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَهٗ بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَنْتَهُوْا بِهَا اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُوْنَ لَهٗ فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهٗ مِنْ كُلِّ سَمَآءٍ مُقَرَّبُوْهَا اِلَى السَّمَآءِ الَّتِيْ تَلِيْهَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ عِلِّيِّيْنَ وَاَعِيْدُوْهُ اِلَى الْاَرْضِ فَاِنِّيْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيْهَا اُعِيْدُهُمْ وَ مِنْهَا اُخْرِجُهُمْ تَارَةً اُخْرٰى قَالَ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَادِيْنُكَ فَيَقُوْلُ دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ وَمَا عِلْمُكَ فَيَقُوْلُ قَرَاْتُ كِتَابَ اللّٰهِ

پر آسمان سے سفید چہرے والے فرشتے اُترتے ہیں۔ گویا ان کے چہرے سورج ہیں۔۳؎ جن کے ساتھ جنت کے کفنوں سے کفن اور وہاں کی خوشبو ہوتی ہے حتیٰ کہ میت کی تاحد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں' اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں۴؎ اے پاک روح! اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف چل وہ نکلتی ہے ایسی بہتی ہوئی جیسے مشک سے قطرہ۔۵؎ ملک الموت اسے لے لیتے ہیں جب لیتے ہیں تو فرشتے ان کے ہاتھ میں پل بھر نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ اسے لے لیتے ہیں اس کو کفن اور خوشبو میں ڈال دیتے ہیں اس میت سے ایسی نفیس خوشبو نکلتی ہے جیسے روئے زمین پر بہترین مشک سے۔۶؎ فرمایا اسے لے کر چڑھتے ہیں تو فرشتوں کی کسی جماعت پر نہیں گزرتے مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ کیا ہی نفیس خوشبو ہے' یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے اس کا وہ اعلیٰ نام لے کر جو زمین میں لیا جاتا تھا حتیٰ کہ اسے لے کر دنیاوی آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس کے لیے کھلواتے ہیں تو کھول دیا جاتا ہے' اسے ہر آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان پر پہنچانے جاتے ہیں حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک پہنچا دیتے ہیں۔۷؎ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کی کتاب علیین میں لکھو۔۸؎ اور اسے زمین کی طرف کر دو کیونکہ میں نے انہیں زمین سے ہی پیدا کیا وہاں ہی لوٹاؤں گا' وہاں ہی سے دوبارہ نکالوں گا۔ فرمایا اس کی روح جسم میں واپس کی جاتی ہے۔۹؎ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ رب تیرا کون ہے؟ وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے' وہ کہتے ہیں دین تیرا کیا ہے؟ وہ کہتا ہے دین میرا اسلام ہے' یہ صاحب کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' وہ کہتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ یہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی' اس پر ایمان لایا اس کی تصدیق کی۔۱۰؎ تو آسمان سے پکارنے والا

فَاٰمَنَتْ بِہٖ وَصَدَّقَتْ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِیْ فَاَفْرِشُوْہُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْہُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّةِ قَالَ فَیَاْتِیْہِ مِنْ رَوْحِھَا وَطِیْبِھَا فَیُفْسَحُ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ مَدَّ بَصَرِہٖ قَالَ وَیَاْتِیْہِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْہِ حَسَنُ الثِّیَابِ طَیِّبُ الرِّیْحِ فَیَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّكَ ھٰذَا یَوْمُكَ الَّذِیْ كُنْتَ تُوْعَدُ فَیَقُوْلُ لَہٗ مَنْ اَنْتَ فَوَجْھُكَ الْوَجْہُ یُجِیْءُ بِالْخَیْرِ فَیَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ فَیَقُوْلُ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰی اَرْجِعَ اِلٰی اَھْلِیْ وَمَا لِیْ قَالَ وَاِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ اِذَا كَانَ فِی انْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْیَا وَاِقْبَالٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَیْہِ مِنَ السَّمَآءِ مَلَآئِكَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْہِ مَعَھُمُ الْمُسُوْحُ فَیَجْلِسُوْنَ مِنْہُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَجِیْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰی یَجْلِسَ عِنْدَ رَاْسِہٖ فَیَقُوْلُ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَةُ اخْرُجِیْ اِلٰی سَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ قَالَ فَتَفَرَّقَ فِیْ جَسَدِہٖ فَیَنْتَزِعُھَا كَمَا یُنْزَعُ السُّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ فَیَاْخُذُھَا فَاِذَا اَخَذَھَا لَمْ یَدَعُوْھَا فِیْ یَدِہٖ طَرْفَةَ عَیْنٍ حَتّٰی یَجْعَلُوْھَا فِیْ تِلْكَ الْمُسُوْحِ وَتَخْرُجُ مِنْھَا كَاَنْتَنِ رِیْحِ جِیْفَةٍ وُّجِدَتْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَیَصْعَدُوْنَ بِھَا فَلَا یَمُرُّوْنَ بِھَا عَلٰی مَلَاءٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مَا ھٰذَا الرُّوْحُ الْخَبِیْثُ فَیَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِاَقْبَحِ اَسْمَآئِہِ الَّتِیْ كَانَ یُسَمّٰی بِھَا فِی الدُّنْیَا حَتّٰی یُنْتَھٰی بِہٖ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَیُسْتَفْتَحُ لَہٗ فَلَا یُفْتَحُ لَہٗ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ فَیَقُوْلُ

پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے۔ ۱۱؎ اس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ، جنتی لباس پہناؤ اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ فرمایا تب اس تک جنت کی راحت وخوشبو آتی ہے تا حدنگاہ اس کی قبر میں فراخی کی جاتی ہے۔ ۱۲؎ فرمایا کہ اس کے پاس ایک خوب صورت اچھے کپڑوں والی اچھی خوشبو والا شخص آتا ہے، کہتا ہے اس سے خوش ہو جو تجھے مسرور کرے گی، یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ۱۳؎ یہ کہتا ہے تو کون ہے، تیرا چہرہ بھلائی لاتا ہے۔ ۱۴؎ وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ ۱۵؎ بندہ کہتا ہے یارب! قیامت قائم کر، یارب قیامت قائم کر تا کہ میں اپنے گھر بار اور مال میں پہنچوں۔ ۱۶؎ فرمایا کہ بندہ کافر جب دنیا کے خاتمے اور آخرت کی آمد میں ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے سیاہ چہرے والے فرشتے اترتے ہیں جن کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں۔ ۱۷؎ اس کی حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتے ہیں اس کے سر کے پاس بیٹھتے ہیں، کہتے ہیں اے خبیث جان! رب کی ناراضی کی طرف نکل فرمایا کہ جان اس کے جسم میں چھپتی پھرتی ہے، وہ اسے ایسے کھینچتے ہیں جیسے گرم سیخ بھیگی اون سے کھینچی جاتی ہے۔ ۱۸؎ پھر اسے لے لیتے ہیں جب لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے وہ جان ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکے تک نہیں چھوڑتے حتی کہ اسے ان ٹاٹوں میں ڈال لیتے ہیں اور اس سے روئے زمین کے بدترین مردار کی سی بدبو نکلتی ہے، اسے لے کر چڑھ جاتے ہیں۔ ۱۹؎ فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرتے ہیں، وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کون خبیث جان ہے وہ اس کے دنیاوی بدترین ناموں سے جس سے اسے موسوم کیا جاتا تھا نام لے کر کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کا بیٹا یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان دنیا تک آتے ہیں۔ ۲۰؎ کھلوایا جاتا ہے تو اس کے لیے کھولا نہیں جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی نہ ان کے لیے آسمان کے

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اكْتُبُوْا كِتَابَهٗ فِيْ سِجِّيْنٍ فِي الْاَرْضِ السُّفْلٰى فَتُطْرَحُ رُوْحُهٗ طَرْحًا ثُمَّ قَرَأَ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْتَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَاتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَادِيْنُكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَااَدْرِيْ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ كَذَبَ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى النَّارِ فَيَاْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهٗ وَيَاتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ قَبِيْحُ الثِّيَابِ مُنْتِنُ الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُوْءُكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ فَيَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْءُ بِالشَّرِّ فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ لَاتُقِمِ السَّاعَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِيْهِ اِذَا خَرَجَ رُوْحُهٗ صَلّٰى عَلَيْهِ كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَآءِ وَفُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّا وَهُمْ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ يُّعْرَجَ بِرُوْحِهٖ مِنْ قِبَلِهِمْ وَتُنْزَعُ نَفْسُهٗ يَعْنِي الْكَافِرَ مَعَ الْعُرُوْقِ فَيَلْعَنُهٗ كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَآءِ وَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّا وَهُمْ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ لَّا يُعْرَجُ رُوْحُهٗ مِنْ قِبَلِهِمْ.

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

دروازے کھلیں اور نہ وہ جنت میں جائیں حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔ ۲۱ پھر رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی کتاب نچلی زمین کے سجین میں لکھو پھر اس کی جان پٹخ دی جاتی ہے پھر حضور نے یہ تلاوت کی کہ جس نے اللہ سے شرک کیا گویا وہ آسمان سے گر گیا جسے پرندے اُچکتے ہیں یا اسے دُور جگہ میں ہوا پھینکتی ہے۔ ۲۲ پھر روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا پھر کہتے ہیں یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتے ہیں ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ ۲۳ تب آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے یہ جھوٹا ہے۔ ۲۴ اس کے لیے آگ کا بستر بچھاؤ اور آگ کی طرف دروازہ کھولو تب اس تک دوزخ کی گرمی اور وہاں کی لُو آتی ہے اس پر قبر اتنی تنگ کی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں اِدھر اُدھر ہو جاتی ہیں۔ ۲۵ اس کے پاس ایک بدشکل بُرے لباس والا بدبودار آدمی آتا ہے کہتا ہے اس کی خبر لے جو تجھے غمگین کرے گی۔ یہی وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ مردہ کہتا ہے کہ تو ہے کون کہ تیرا چہرہ شر (ڈر) لاتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرے بُرے عمل ہوں تب یہ کہتا ہے الٰہی! قیامت نہ قائم کر۔ ۲۶ اور ایک روایت میں اس کی مثل ہے اس میں اتنی زیادتی ہے کہ جب مومن کی جان نکلتی ہے تو آسمان و زمین کے درمیان کے سارے فرشتے اس پر دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں ہر دروازے والے یہی دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح ان کی طرف سے چڑھے۔ ۲۷ اور کافر کی جان اس کی رگوں کے ساتھ نکالی جاتی ہے اس پر آسمان زمین کے درمیان والے فرشتے اور آسمان کے سارے فرشتے لعنت کرتے ہیں آسمان کے دروازے بند کر دیئے

جاتے ہیں۔ ۲۸؎ ہر دروازے والے یہی دعا کرتے ہیں کہ الٰہی!
اس کی روح ان کی طرف سے نہ چڑھے۔ (احمد)

(۱۵۴۲) ۱؎ خاموش بے حس و حرکت نیچی نگاہیں کیے ہوئے جیسے پرندوں کا شکاری جال لگا کر شکار کے انتظار میں بے حس و حرکت بیٹھتا ہے۔ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہمیشہ ایسے بیٹھا کرتے تھے خصوصاً آپ کے کلام فرمانے کے وقت۔ (لمعات) ۲؎ یعنی کسی فکر میں تھے جس کے باعث' غیر اختیاری جنبش ہو رہی تھی جیسا کہ سوچتے وقت انسان کیا کرتا ہے۔ ۳؎ یا تو رحمت کے فرشتوں کا رنگ ہی یہ ہے یا اس مرنے والے کا نور ہدایت ان کے چہروں پر چمکتا ہے دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ ۴؎ خود ملک الموت بھی اور ان کے ساتھ دوسرے فرشتے بھی لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ یہ کہنے والے اور فرشتے ہیں' سبحان اللہ کیسا نظارہ ہے کہ انسان اس وقت سورۂ یٰسین اور کلمہ شریف پڑھ رہے ہیں اور فرشتوں کی طرف سے یہ آوازیں اُٹھ رہی ہیں گویا میت دولہا ہے جسے انسانوں کی جماعت وداع کر رہی ہے اور فرشتوں کی جماعت استقبال۔ ۵؎ اہلِ سنت کے نزدیک روح ایک لطیف جسم ہے جو بدن میں ایسے سرایت کیے ہوئے ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی۔ صوفیاء کے نزدیک ریاضت' مجاہدہ سے بدن ضعیف ہوتا ہے مگر روح قوی جس سے روح باآسانی نکل جاتی ہے جیسے کمزور پنجرے سے قوی جانور' ان دونوں قولوں کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ خیال رہے کہ سکرات موت روح نکلنے سے پہلے ہوتی ہے' مومن کو سکرات تو ہوتی ہے مگر روح کا نکلنا آسانی سے ہوتا ہے۔ نیز روح کا آسانی سے نکلنا جسم کی تڑپ کے خلاف نہیں' جسم روح کا عاشق ہے اس کے نکلنے پر تڑپتا ہے لہٰذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے' کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ ۶؎ یعنی روح مومن کی خوشبو جنت کی ان خوشبوؤں پر غالب آجاتی ہے کیوں نہ ہو کہ یہ خوشبو ایمان کی ہے' عرفان کی ہے۔ جنابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی ہے' کونین کی خوشبو اس کے مقابل نہیں ہوسکتی اسی لیے فرشتے اس خوشبو سے مست ہو کر وہ گفتگو کر رہے ہیں جو آگے مذکور ہے ورنہ وہ حضرات تو ہمیشہ جنت کی خوشبو میں رہتے ہیں۔ ۷؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک اولاد اللہ کی رحمت ہے دیکھو اس نیک کی برکت سے اس کے باپ کا نام بھی فرشتے احترام سے لیتے ہیں' دوسرے یہ کہ اس روح کے ساتھ دو قسم کے فرشتے ہوتے ہیں' ایک ڈیوٹی والے جن کے ذمہ اسے وہاں پہنچانا ہے دوسرے استقبال اور ہمرکابی کرنے والے فرشتے جو احترام کے لیے اس کے ساتھ بہت دُور تک جاتے ہیں۔ ۸؎ ساتویں آسمان سے مراد جنت ہے یا سدرہ یا عرشِ الٰہی کیونکہ یہ تینوں وہاں سے قریب ہی ہیں' علیین ایک دفتر ہے جس میں نیکوں کا نام اور نامہ اعمال لکھے جاتے ہیں یعنی اس بندے کی عمر بھر کے اعمال اس رجسٹر میں نقل کر دو اس کا نام بھی اس فہرست میں لکھ دو۔ ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا کہ یہ آسمانوں پر جانا آنا اور ساری گفتگو پلک جھپکتے ہو جاتی ہے کیونکہ روح کی رفتار بجلی سے لاکھوں گنا تیز ہے۔ سوتے میں سونے والے کی روح ساتوں آسمان پھاڑ کر عرشِ اعظم کے نیچے سجدہ کر کے جسم میں لوٹ آتی ہے اور اس میں ایک سیکنڈ نہیں لگتا۔ (مرقاۃ) اپنے نورِ نظر اور قوتِ خیال کی رفتار دیکھ لو۔ ۹؎ ظاہر یہ ہے کہ جسم کے سارے اجزا میں روح داخل ہوتی ہے اور مردہ زندہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ صرف سینہ تک جاتی ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں لیکن یہ زندگی ہمیں محسوس نہیں ہوتی ہے اگر مردہ ہمارے سامنے پڑا رہے تو اس پر یہ ساری واردات گزر جاتی ہے' ہمیں خبر نہیں ہوتی۔ ۱۰؎ اس کی مکمل شرح باب عذابِ قبر میں گزر چکی۔ بعض روایتوں میں من نبیك بھی ہے یہاں ماھذا الرجل آیا مگر کوئی حرج نہیں' کسی سے وہ سوال ہوتا ہے کسی سے یہ ما سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات ہیں یعنی ان صاحب کے صفات بتا۔ ۱۱؎ ظاہر یہ ہے کہ پکارنے والا کوئی

فرشتہ ہوتا ہے جو رب کا کلام نقل کرتا ہے۔ ۱۲؎ یعنی یہ مومن کامیابی کے بعد جنت میں نہیں پہنچتا بلکہ جنت کو دیکھتا ہے' وہاں کی خوشبوئیں ٹھنڈی ہوائیں محسوس کرتا ہے مگر شہداء کی روحیں جنت میں پہنچ جاتی ہیں' بعد قیامت وہاں جسموں کا داخلہ ہوگا' مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ قبر کی فراخی بصارت کی حد تک ہوگی اور وہ بصارت بقدر بصیرت ہوگی یعنی وہاں بصارتیں مختلف ہوں گی لہٰذا قبروں کی فراخیاں بھی مختلف ہوں گی۔ ۱۳؎ یوم سے مراد وقت ہے یعنی تیرے تمام غم و تکلیف کا خاتمہ ہو چکا اب وہ وقت آ گیا کہ تجھے ہر طرف سے خوشی ہی خوشی رہے اسی وقت کا تجھ سے علماء' مشائخ' قرآنِ کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا جس وعدہ کی بناء پر تو نے ایمان و تقویٰ اختیار کیا تھا۔ خیال رہے کہ اس وقت کی کبھی انتہا نہیں' ابد الآباد تک رہے گی۔ ۱۴؎ یعنی تو کون حبیب ہے کہ غریب کو عجیب بشارت دیتا ہے اور میرا وہاں مونس ہے جہاں دنیا والے مجھے چھوڑ گئے' تیری تو صورت ہی ایسی پیاری ہے جس کو دیکھ کر غم غلط ہوتے ہیں' خوشی نصیب ہوتی ہے' خیر سے مراد خوشی یا بشارت ہے۔ ۱۵؎ عمل دنیا میں ایک حالت و کیفیت ہے مگر برزخ و محشر میں جسمانی شکل میں نمودار ہوں گے اب بھی خواب میں اعمال جسمانی شکل میں نظر آتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے خشک بالیوں' دُبلی گایوں کی تعبیر قحط سالی سے دی' تر بالیوں کی تعبیر فراخ سالی سے اسی طرح خواب میں علم و عمل سفید و جاری پانی کی شکل میں دیکھے جاتے ہیں۔ ۱۶؎ مالی میں تین احتمال ہیں' ایک یہ کہ اس سے مراد ہو میرا والی' دوسرے یہ کہ اس سے مراد ہو میرا انجام' مال نتیجہ کو کہتے ہیں' تیسرے یہ کہ ما موصولہ ہو اور لی صلہ یعنی وہ ثواب جو میرے لیے' اہل سے مراد جنتی بیبیاں ہیں یعنی قیامت جلد قائم کرتا کہ اپنے ثواب اور جنت کے گھر بار میں واپس جاؤں چونکہ انسان جنت ہی سے آیا ہے اس لیے وہاں جانے کو لوٹنا فرمایا گیا اس لوٹنے سے بعض لوگ سمجھے کہ دنیا میں اعمال کے لیے آنا مراد ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ قیامت قائم ہونے پر نہ عمل کا وقت ہوگا نہ ان گھروں میں آنا۔ ۱۷؎ ظاہر یہ ہے کہ ان فرشتوں کے اپنے چہرے کالے نہیں ہوتے بلکہ یہ کافر کے کفر اور بدعملی کا رنگ ہے جو ان چہروں میں نظر آتا ہے جیسے کالے آدمی کی سیاہی آئینہ میں اور ہوسکتا ہے کہ ان کا اپنا رنگ ہو کیونکہ وہ غضب الٰہی کے مظہر ہیں مگر یہ سیاہی ان فرشتوں کی نورانیت کے خلاف نہیں۔ دیکھو آنکھوں کی پتلی کالی ہے مگر نور ہے' ٹاٹ سے دوزخ کا سخت اور کھر کھرا لباس مراد ہے جیسا پہلے کہا جا چکا۔ ۱۸؎ ظاہر یہ ہے کہ فعل سے مراد روح ہے' روح اگرچہ نورانی ہے مگر بدعقیدگیوں اور بدعملیوں کی وجہ سے اسے خبیث کہا گیا جیسے پانی کی طبیعت ٹھنڈی ہے مگر آگ پر رکھے جانے سے آگ کا سا کام کرتا ہے' روح اگرچہ سارے جسم میں پھیلی ہوتی ہے مگر اس فرمان کو سُن کر اعضاء کی طرف سمٹتی ہے جسے چھپتے پھرنے سے تعبیر فرمایا گیا اس تشبیہ میں بتایا گیا کہ کافر کی جان بڑی مصیبت سے نکلتی ہے اگرچہ وہ ہارٹ فیل ہی سے مرے حتیٰ کہ اس کے ساتھ رگیں تک کھنچتی آتی ہیں جیسے گرم سیخ کے ساتھ بھیگی اون لپٹ جاتی ہے۔ ۱۹؎ اگرچہ فرشتے جانتے ہیں کہ اس کے لیے آسمان نہ کھلے گا لیکن اسے رسوا کرنے' سارے فرشتوں میں اس کا حالِ بد دکھانے اور خود اس پر اس کی مردودیت ظاہر کرنے اور آسمان سے زمین پر پٹخنے کے لیے لے جاتے ہیں۔ ۲۰؎ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان بے شمار فرشتے ہیں جن کی مختلف جماعتیں ہیں اور مختلف کام جن پر یہ روح گزرتی ہے اور علامتیں سنتی ہے یا تو لے جانے والے فرشتے انہیں نام بتاتے ہیں یا وہ خود ہی سوال کر کے خود ہی جواب دیتے ہیں کیونکہ وہ ہر ایک کے ناموں اور کاموں سے خبردار ہیں۔ ۲۱؎ اس تعلیق سے معلوم ہو رہا ہے کہ کفار کا جنت میں جانا ناممکن بالذات ہے کیونکہ اگر اونٹ بڑا ہے اور سوئی کا ناک چھوٹا تو اونٹ کا ناکے میں سمانا بالذات محال ہے کہ یہ اجتماع ضدین کی فرد ہے۔ بعض لوگوں نے یہ نکتہ سمجھا نہیں تو کہہ دیا کہ رب اونٹ کو چھوٹا کر دینے یا ناکے کو بڑا کر دینے پر قادر ہے لہٰذا کفار کا جنت میں جانا ناممکن ہے۔ خیال رہے

کہ فاسق مومنوں کے لیے جو وعیدیں آئی ہیں' ان سب کے خلاف ہوسکتا ہے مگر کفار کی اس وعید کے خلاف کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ رب نے ان ساری وعیدوں کو اپنے ارادے پر موقوف رکھا ہے کہ فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (۴:۴۸) بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے (کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث مسئلہ خلف وعید کے خلاف نہیں اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اوّل میں دیکھو۔ ۲۲؎ سجین وہ دفتر ہے جس میں کفار کے نام درج ہیں اور ان کے مرنے کے بعد عمر بھر کے نامہ اعمال بھی اس میں درج کر دیئے جاتے ہیں' یہ ساتویں زمین کے نیچے ہے جیسے علیین ساتوں آسمانوں سے اوپر' یہ سجن سے مشتق ہے بمعنی قید خانہ کیونکہ اس میں قیدیوں کے نام و کام درج ہوتے ہیں اس آیت میں کفار کی زندگی کے حالات مذکور ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان کے بعد موت کے اس حال پر بھی منطبق فرمایا یعنی کفار اوپر سے گرے اور شیاطین نے ان کی تکا بوٹی کرلی۔ ۲۳؎ اس کی شرح باب عذابِ قبر میں گزر گئی' وہاں عرض کیا گیا تھا کہ کافر مر کر اپنا دین بھی بھول جاتا ہے' وہ یہ نہیں کہتا کہ میں عیسائی یا یہودی یا کافر تھا۔ نیز ابوجہل وغیرہ نے عمر بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مگر مرتے ہی نہ پہچان سکے لیکن قیامت تک کے مسلمان جنہوں نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی' وہ فوراً پہچان لیں گے کیونکہ وہاں کی پہچان تعلق ایمان سے ہے نہ کہ جسمانی سے۔ ۲۴؎ اس جواب میں جھوٹا ہے کہ میں نہیں جانتا تھا' یہ دنیا میں رب کو جانتا تھا' نبی کو پہچانتا تھا تب ہی تو رب کا شریک ٹھہراتا تھا اور نبی کا انکار کرتا تھا یا یہ مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے میں یہ باتیں جاننے کے قابل نہ تھا' جھوٹا ہے' یہ عاقل بالغ تھا۔ ۲۵؎ یہ تنگی قبر جو خدا کا عذاب ہے' صرف کافر کے لیے ہے۔ بعض گناہ گار مسلمانوں بلکہ نیک کاروں کو بھی تنگی قبر ہوتی ہے مگر وہ خدا کی رحمت ہے جیسے ماں پیار سے بچے کو گود میں دباتی ہے جس سے بچہ گھبراتا ہے' یہ پوری بحث عذابِ قبر میں گزر چکی۔ ۲۶؎ تاکہ میری رسوائی نہ ہو اور مجھے جہنم میں نہ جانا پڑے جس کا عذاب یہاں سے سخت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ کافر قیامت اور وہاں کے حالات کو جانتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو نبوت کی خبر ہی نہ پہنچی ان کے لیے حسابِ قبر نہیں۔ ۲۷؎ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے مرنے اور اس کے اچھے خاتمے کو سارے فرشتے دیکھتے اور جانتے ہیں خواہ آسمانی فرشتے ہوں یا درمیانی لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری مخلوق میں بڑے عالم ہیں' بھی ہر شخص کی موت اور اس کے خاتمے سے خبردار ہیں اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں مومنوں کے ایمان بلکہ ان کے مراتب ایمان کی بھی گواہی دیں گے اور مومنوں کی شفاعت کریں گے اگر آپ کو لوگوں کے ایمان و کفر کی ہی خبر نہ ہو تو یہ کام کیسے کر سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہر روح کے لیے آسمان سے جانے کا دروازہ مقرر ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر ہے' غازیوں کے لیے اور دروازہ ہے' حاجیوں کے لیے اور نمازیوں کے لیے اور صحابیوں کے لیے اور مگر پھر بھی ہر دروازہ کے فرشتوں کا یہ دعا کرنا اظہارِ اشتیاق کے لیے ہے نہ کہ بے خبری کی وجہ سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی کو اس کے مرے بعد اپنی قمیص پہنائی' نمازِ جنازہ پڑھائی اگرچہ جانتے تھے کہ یہ جہنمی ہے۔ ۲۸؎ یعنی کھلوانے پر کھولے نہیں جاتے جیسا کہ اوپر گزر چکا ورنہ آسمان کے دروازے ہر وقت بند ہی رہتے ہیں' ضرورۃً کھلتے ہیں۔ خیال رہے کہ آسمانوں میں بے شمار دروازے ہیں' بعض سے رزق اُترتے ہیں' بعض سے عذاب' بعض سے فرشتے' بعض سے مرنے والوں کی روحیں اندر جاتی ہیں۔ ایک دروازہ وہ بھی ہے جو خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج میں جانے کے لیے تھا' وہ پہلے نہ کسی کے لیے کھلا تھا نہ پھر بعد میں کسی کے لیے کھلے' اسی لیے حدیث معراج میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل امین گئے' دروازہ کھلوایا تو دربان نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تمہارے ساتھ کون ہے

اگر یہ بھی کوئی عام دروازہ ہوتا تو اس سوال کے کیا معنی تھے۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ كَعْبًا الْوَفَاةُ اَتَتْهُ اُمُّ بِشْرٍ بِنْتُ الْبَرَآءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنْ لَقِيْتَ فُلَانًا فَاقْرَأْ عَلَيْهِ مِنِّي السَّلَامَ فَقَالَ غَفَرَاللّٰهُ لَكِ يَا اُمَّ بِشْرٍ نَحْنُ اَشْغَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ بِشَجَرِ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى قَالَتْ فَهُوَ ذَاكَ رَوَاهُ بْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ۔

(۱۵۴۳) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن کعب سے وہ اپنے والد سے راوی[۱] فرماتے ہیں کہ جب حضرت کعب کو موت آئی تو ان کے پاس اُم بِشر بنت ابن معرور آئیں[۲] بولیں اے ابوعبدالرحمٰن! اگر تم فلاں سے ملو تو انہیں میرا سلام پہنچانا۔[۳] وہ بولے اُم بشر اللہ تمہیں بخشے، ہم تو ان چیزوں سے زیادہ مشغول ہوں گے وہ بولے اے ابوعبدالرحمٰن! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں سنا کہ مسلمانوں کی روحیں سبز پرندوں میں جنت کے درخت سے لٹکائی جاتی ہیں، فرمایا ہاں بولیں یہ وہی ہے۔[۴] (ابن ماجہ، بیہقی، کتاب البعث والنشور)

(۱۵۴۳)[۱] عبدالرحمٰن انصاری ہیں، تابعی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پیدا ہوئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے، آپ کے والد کعب ابن مالک انصاری بدری وہی مشہور صحابی ہیں جن کی توبہ کا واقعہ سورۂ توبہ میں مذکور ہے۔[۲] اُم بشر کی صحابیت میں اختلاف ہے البتہ ان کے والد براء ابن معرور مشہور صحابی ہیں جنہوں نے عقبہ ثانیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔[۳] حق یہ ہے کہ فلاں سے مراد ان کے بیٹے بِشر ہیں جو ان کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے جس کا انہیں بہت صدمہ ہوا تھا، مدینہ منورہ میں جو بھی فوت ہوتا اس کی معرفت اپنے بیٹے کو سلام کہلا کر بھیجتی تھیں اس سلسلے میں آپ کے پاس بھی آئیں اگر ملو کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری روح اسی جماعت میں سے ہو جس سے بشر ہے تو تم ضرور ان کے پاس جاؤ گے اور ان کے ساتھ رہو گے۔[۴] یعنی بعد موت اپنی حالت میں گرفتار ہونا اور کسی کو کسی کی خبر نہ ہونا کفار کے لیے ہے، تمہاری موت تو مشغولتیں ختم ہونے اور اطمینان شروع ہونے کا وقت ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کی روحیں جنت میں پہنچ جاتی ہیں اسی لیے اس طبقہ کا نام جنت الماوی ہے یعنی روحوں کی پناہ لینے کی جگہ، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، ان کے نزدیک شہداء کے لیے جنت کا خاص طبقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روح کے لیے فنا نہیں جنتیں اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں۔

وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٍ تَعْلُقُ فِيْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَهُ اللّٰهُ فِيْ جَسَدِهٖ يَوْمَ يُبْعَثُهُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالنَّسَآئِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ۔

(۱۵۴۴) روایت ہے انہی سے، وہ اپنے والد سے راوی، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی روح پرندہ ہے جو جنت کے درخت سے لٹکایا جاتا ہے حتیٰ کہ اللہ جس دن اُسے اُٹھائے گا تو اس کے جسم میں لوٹائے گا۔[۱] (مالک، نسائی، بیہقی فی کتاب البعث والنشور)

(۱۵۴۴)[۱] یعنی بعد موت مومن کی روح پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں میں رہتی ہے اور وہاں کے پھل کھاتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ روحیں ہر وقت کھاتی ہیں اور ان کی روحیں صبح و شام۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے عام مومن مراد ہیں، روح کہیں بھی رہے مگر اس کا جسم

سے تعلق رہتا ہے۔ مرقاۃ نے اس جگہ فرمایا کہ مرنے کے بعد مومن کا جسم بھی روح کی طرح لطیف ہو جاتا ہے چنانچہ مومن بعد وفات جہاں چاہے عالم کی سیر کرتا ہے۔ دیکھو معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم روح کی طرح نور ہو چکا تھا اور اولیاء اللہ کے لیے تمام زمین سمیٹ دی گئی ہے، وہ بیک وقت مختلف جگہ میں موجود ہو سکتے ہیں، ان کی یہ کرامت تو دنیا کی اس زندگی میں دیکھی گئی ہے پھر عالم ارواح کا کیا پوچھنا۔ بعض شارحین نے اس حدیث کا اس لیے انکار کیا کہ یہ عقل سے وراء ہے اگر انسانی روح پرندوں میں پہنچ جائے تو آریوں کا آواگون ثابت ہوگا مگر یہ ان کی جہالت ہے، وہ روح خود اس شکل میں ہو جاتی ہے، آواگون سے اسے کیا تعلق اس میں تو روح انسانی کتے یا گدھے کی روح بن جاتی ہے، مومن کی روح کا پرندہ بن جانا ایسا ہی ہے جیسے فرشتوں کا شکلِ انسانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَهُوَ يَمُوْتُ فَقُلْتُ اقْرَأْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۵۴۵) روایت ہے حضرت محمد ابن منکدر سے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر ابن عبداللہ کے پاس گیا جبکہ وہ وفات پا رہے تھے، میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہنا۔[1] (ابن ماجہ)

(۱۵۴۵)[1] کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری قبر میں تشریف لائیں گے، تم سے ان کے بارے میں سوال ہوگا اسی موقع پر میرا سلام بھی عرض کر دینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن حساب و کتاب کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض و معروض بھی کر لیتا ہے، عشاق تو اُٹھ کر فدا ہو جاتے ہیں۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تم برزخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہو گے، مجھے بھی وہاں یاد کر لینا۔ شعر

ہمیں بھی یاد رکھنا ساکنانِ کوچہ جاناں سلام شوق پہنچے بے کسانِ دشت غربت کا

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَتَكْفِيْنِهٖ — میت کے غسل اور کفن کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ مومن میت کا غسل فرض کفایہ ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ غسل نجاست نہیں بلکہ غسل جنابت کی طرح حدث سے غسل ہے یعنی مومن کی نیند وضو توڑتی ہے اور اس کی موت غسل کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت یوں ہے کہ مومن کی زندگی اور موت میں نجس نہیں ہوتا۔ (اشعہ) ہاں کافر اور جانور کی موت اسے نجس کر دیتی ہے مگر شہید کی موت اس میں حدث بھی پیدا نہیں کرتی، نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی اور شہید کی موت غسل نہیں توڑتی، کفن تین قسم کے ہیں، کفن سنت مرد کے لیے تین کپڑے عورت کے لیے پانچ، کفن کفایت مرد کے لیے دو کپڑے عورت کے تین، کفن ضرورت، مرد عورت دونوں کے لیے ایک ایک کپڑا۔

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ

(۱۵۴۶) روایت ہے حضرت اُم عطیہ سے[1] فرماتی ہیں ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے[2] تو فرمایا کہ انہیں تین بار یا

رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا اَوْخَمْسًا اَوْسَبْعًا وَّابْدَأْنَ بِمَيَا مِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا وَقَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ فَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پانچ بار اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بار پانی اور بیری سے غسل دو۔۳؎ آخر میں کافور (یا فرمایا کچھ کافور) ڈال دو۔۴؎ جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو جب ہم فارغ ہوگئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی آپ نے ہماری طرف اپنا تہبند شریف پھینکا اور فرمایا اسے ان کے کفن کے نیچے رکھ دو۔۵؎ اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں طاق تین یا پانچ یا سات بار غسل دو اور داہنی طرف اور اعضائے وضو سے ابتدا کرو۔۶؎ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان کے بالوں کے تین حصے کیے جنہیں ان کے پیچھے ڈالا۔ ۷؎ (مسلم بخاری)

(۱۵۴۶)۱؎ آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے' انصاریہ ہیں' اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوؤں میں شریک رہیں' زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۲؎ یہ صاحب زادی حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ ابوالعاص ابن ربیع ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد میں بڑی تھیں' ۸ھ میں وفات پائی۔ بعض نے فرمایا کہ اُم کلثوم زوجہ حضرت عثمان تھیں جن کی وفات ۹ھ میں ہوئی مگر قول اوّل قوی ہے۔۳؎ اس طرح کہ بیری کے پتے پانی میں جوش دے لو کیونکہ بیری سے میل خوب کٹتا ہے جوئیں وغیرہ صاف ہوتی ہیں اور اس سے میت کا بدن جلد بگڑتا نہیں' تین بار غسل دینا سنت ہے' سات بار تک جائز اور بلاوجہ اس سے زیادہ مکروہ۔ بیری کا استعمال پہلی بار میں سنت ہے' باقی میں جائز۔ خیال رہے کہ غسل میت میں کلی اور ناک میں پانی نہیں۔۴؎ یعنی آخری بار جو پانی ان پر بہاؤ اس میں کچھ کافور ملا ہو کیونکہ یہ بہترین خوشبو ہے' اس سے کیڑے مکوڑے جسم کے قریب نہیں آتے۔ جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ کافور آخری پانی میں ملایا جائے۔ بعض نے فرمایا کہ اسے خوشبوؤں میں شامل کیا جائے' بہتر یہ ہے کہ دونوں جگہ استعمال کیا جائے۔۵؎ شعار وہ کپڑا کہلاتا ہے جو جسم سے ملا رہے شعر یعنی بالوں سے ملا ہوا دثار اوپر والے کپڑے کو یعنی میرا تہبند شریف ان کے جسم سے ملا ہوا رکھو اور کفن اوپر یہ تہبند کفن میں شمار نہ تھا بلکہ برکت اور قبر کی مشکلات دُور کرنے کے لیے رکھا گیا اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ بزرگوں کے بال' ناخن' ان کے استعمال کے کپڑے تبرک ہیں جن سے دنیا' قبر و آخرت کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔ قرآن شریف میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص کی برکت سے یعقوب علیہ السلام کی نابینا آنکھیں روشن ہوگئیں۔ احادیث میں ثابت ہے حضرت امیر معاویہ' عمرو ابن عاص و دیگر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن' بال و تہبند شریف اپنے ساتھ قبر میں لے جانے کے لیے محفوظ رکھے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات اور قرآنی آیت یا دعا کسی کپڑے یا کاغذ پر لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں دفن کرنا جائز بلکہ سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ ان چیزوں کے متعلق یہ خیال نہ کیا جائے کہ جب میت پھولے پھٹے گی تو ان کی بے حرمتی ہوگی۔ دیکھو سورۂ فاتحہ لکھ کر دھو کر بیمار کو پلاتے ہیں یونہی آب زمزم برکت کے لیے پیتے ہیں حالانکہ پانی پیٹ میں پہنچ کر کیا بنتا ہے' سب کو معلوم ہے' کفنی الفی لکھنے اور تبرکات کفن میں رکھنے کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو۔۶؎ یعنی پہلے میت کو وضو کراؤ پھر اس طرح غسل دو کہ اوّلاً داہنا حصہ دھوؤ پھر بایاں۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر غسال انگلی پر کپڑا لپیٹ کر تر کر کے اس کے دانتوں اور نتھنوں پر پھیر دے تو مستحب ہے۔ ۷؎ حضرت اُم عطیہ کا یہ عمل اپنی رائے سے ہوگا کہ عموماً عورتیں بالوں کے تین حصے کر کے چوٹی بنتی ہیں جس سے وہ سارے بال پیٹھ کے

پیچھے رہتے ہیں' سنت یہ ہے کہ میت عورت کے بال دو حصے کیے جائیں' ایک حصہ داہنی طرف سے دوسرا بائیں سے سینہ پر ڈال دیا جائے' سارے بالوں کا پیچھے رہنا مسنون نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۵۴۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سوتی یمنی سحولی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھے۔ا (مسلم بخاری)

(۱۵۴۷) ا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتی یعنی سفید کپڑے کا کفن دیا گیا یہی سنت ہے اونی یا ریشمی کفن سنت کے خلاف ہے، بلکہ مرد کے لیے ریشمی کفن حرام ہے یہاں قمیص سے سلی ہوئی قمیص مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے' کفن کی قمیص مراد نہیں کہ وہ تو سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت قمیص اُتار لی گئی تھی لہٰذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا' قمیص' ازار اور لفافہ کہ وہاں کی قمیص مراد ہے۔ عمامہ کے متعلق بعض علماء نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ان تین میں عمامہ نہ تھا بلکہ عمامہ ان کے علاوہ تھا اس بناء پر مشائخ علماء صوفیاء کے کفن میں عمامہ دینا مستحب ہے۔ واللہ اعلم

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۴۸) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا دے۔ا (مسلم)

(۱۵۴۸) ا یہاں اچھے سے مراد بہت بھاری اور بیش قیمت کفن نہیں بلکہ جیسے کپڑے مرنے والا جمعہ کو پہنتا تھا' ایسے کپڑے میں کفن دیا جائے' نہ عید والوں میں نہ شادی والوں میں یعنی درمیانہ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ کفن میں غلو نہ کرو۔ بعض روایات میں ہے کہ مردوں کو اچھا کفن دو کیونکہ وہ آپس میں ملتے ہیں تو اچھے کفن سے خوش ہوتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ وَّلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ خَبَّابٍ قُتِلَ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ فِيْ بَابِ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

(۱۵۴۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے' فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جسے بحالتِ احرام اس کی اونٹنی نے کچل دیا' وہ فوت ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری سے غسل دو اور اس کے دو کپڑوں ہی میں کفن دو اور نہ اسے خوشبو لگاؤ نہ سر ڈھکو کہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا اُٹھے گا۔ا (مسلم بخاری) اور ہم خباب کی حدیث کہ مصعب ابن عمیر قتل کیے گئے' انشاء اللہ تعالٰی باب جامع المناقب میں ذکر کریں گے۔۲

(۱۵۴۹) ا احناف کے ہاں یہ حدیث اس میت کی خصوصیات میں سے ہے' ہر محرم کا جو اپنے احرام میں فوت ہو جائے' یہ حکم نہیں' اسے دیگر مردوں کی طرح ہی کفن دے کر دفن کیا جائے گا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہی کا ذکر فرمایا یہ نہ فرمایا کہ ہر محرم کے

ساتھ تم یہی کیا کرنا کیونکہ کفن دفن کے احکام کی احادیث عام ہیں' ان میں محرم اور غیر محرم کا فرق نہیں۔ ۲؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی لیکن ہم نے اسے اس باب کے مناسب نہ سمجھا لہٰذا بجائے یہاں کے وہاں لائیں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ وَمِنْ خَيْرِ اَكْحَالِكُمُ الْاِثْمِدُ فَاِنَّهٗ يُنْبِتُ الشَّعْرَ وَيَجْلُوا الْبَصَرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى مَوْتَاكُمْ.

(۱۵۵۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ تمہارے تمام کپڑوں سے بہتر ہیں اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ ۱؎ اور بہتر سرمہ اثمد ہے کہ وہ بال اُگاتا ہے' نگاہ تیز کرتا ہے۔ ۲؎ (ابوداؤد' ترمذی) ابن ماجہ نے موتاکم تک روایت کی۔

(۱۵۵۰) ۱؎ یہ حکم استحبابی ہے کہ زندوں اور مردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی' سوتی' سرخ پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔ ۲؎ یہاں سرمہ سے زندوں کا سرمہ مراد ہے کیونکہ مردے کو سرمہ لگانا سنت نہیں۔ اثمد سرمہ سے مراد سادہ اصفہانی سرمہ ہے یعنی پتھر والا۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ شب کو سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگاتے تھے اس سے پلک کے بال بڑھتے ہیں اور آنکھوں میں روشنی ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُغَالُوْا فِي الْكَفَنِ فَاِنَّهٗ يُسْلَبُ سَلْبًا سَرِيْعًا. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۵۵۱) روایت ہے حضرت علی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت بڑھیا کفن نہ دو کیونکہ یہ بہت جلد گل جائے گا۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۵۵۱) ۱؎ یعنی نہایت قیمتی اور بھاری کفن نہ دو کہ یہ اسراف بھی ہے اور بے کار بھی۔ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کو درمیانی کفن دیا جائے اس لباس میں جس میں وہ اپنے دوستوں سے ملنے جاتا تھا' ہاں اچھا دیا جائے جیسا کہ ابھی حدیث میں گزر گیا۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَيِّتُ يُبْعَثُ فِيْ ثِيَابِهِ الَّتِيْ يَمُوْتُ فِيْهَا. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۵۵۲) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ آپ کو جب موت آئی تو آپ نے نئے کپڑے منگائے' انہیں پہنا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میت انہیں کپڑوں میں اُٹھے گی جن میں مرے گی۔ ۱؎ (ابوداؤد)

(۱۵۵۲) ۱؎ آپ نے اس حدیث کو ظاہری معنی پر محمول کیا جیسے کہ حضرت عدی ابن حاتم نے **الخیط الابیض من الخیط الاسود** میں سوتی دھاگہ سمجھا تھا حالانکہ وہاں صبح کے نورانی ڈورے مراد ہیں' ایسے ہی حدیث میں کپڑوں سے مراد حال اور اعمال ہیں یعنی ایمان وکفر' تقویٰ اور فسق جس حال میں مرے گا' اسی میں قیامت کے دن اُٹھے گا ورنہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ سب مردے اپنی قبروں سے ننگے وبے ختنہ اُٹھیں گے۔ رب فرماتا ہے: كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ (۲۱:۱۰۴) جیسے پہلے اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کر دیں گے (کنزالایمان) بعض علماء نے اس کی توجیہ یوں کی کہ میت قبروں سے کپڑوں میں اُٹھے گی' محشر میں ننگی پہنچے گی لیکن یہ معنی بہت ہی بعید ہیں۔ (لمعات)

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرَ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ وَخَيْرُ الْاُضْحِيَّةِ الْكَبْشُ الْاَقْرَنُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ۔

(۱۵۵۳) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا بہترین کفن یمنی جوڑا ہے اور بہترین قربانی سینگ والا دنبہ ہے۔ (ابوداؤد) اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوامامہ سے روایت کی۔

(۱۵۵۳) حلہ یمنی چادر اور تہبند کو کہتے ہیں دو کپڑوں پر بھی بولا جاتا ہے چونکہ دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلہ یمنی اور قمیص میں کفن دیا گیا اس لیے مرد کے لیے تین کپڑے مسنون ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن میں یمنی جوڑا بہتر ہے ہمارے دادا پیر حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ عرف اشرفی میاں نے اپنی موت و کفن کے لیے یمنی حلہ طائف شریف کا شہد آب زمزم اور خاک شفا محفوظ رکھی تھی اور فرمایا تھا کہ نزع کے وقت یہ شہد پانی اور خاک شفا ملا کر میرے منہ میں ٹپکایا جائے اور حلہ یمنی میں مجھے کفن دیا جائے۔ یہ اسی حدیث پر عمل تھا الحمدللہ کہ فقیر اس وقت حاضر تھا بلکہ حضرت کو غسل میں نے دیا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰى اُحُدٍ اَنْ يُّنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيْدُ وَالْجُلُوْدُ وَاَنْ يُّدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۵۵۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے متعلق حکم دیا کہ ان سے لوہا و پوستینیں اُتار لی جائیں اور اپنے خونوں اور کپڑوں میں دفن کر دیئے جائیں ۔[۱] (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۱۵۵۴) [۱] شہید کا یہی حکم ہے کہ اس سے ہتھیار، خود، زرہ، پوستین وغیرہ اُتار لی جاتی ہیں اور اسے یونہی پہنے ہوئے کپڑوں میں بغیر غسل مع خاک و خون دفن کیا جاتا ہے ہاں کفن کی کمی پوری کر دی جاتی ہے۔ مثلاً شہید اگر صرف کرتہ پائجامہ پہنے ہوئے ہے تو اسے چادر اور دی جائے گی، شہید کو غسل نہ دینے کی بہت سی احادیث ہیں جو بخاری اور دیگر صحاح وغیرہ کتب میں حضرت جابر وغیرہ سے منقول ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِیَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّهُوَ خَيْرٌ مِّنِّیْ كُفِّنَ فِیْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّیَ رَأْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّیَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَّهُوَ خَيْرٌ مِّنِّیْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْقَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَلَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِیْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۵۵۵) روایت ہے حضرت سعد ابن ابراہیم سے وہ اپنے والد سے راوی کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس کھانا لایا گیا [۱] وہ تھے روزے دار تو فرمایا کہ مصعب ابن عمیر جو مجھ سے بہتر تھے جب شہید ہوئے تو ایسی چادر میں کفن دیئے گئے کہ اگر ان کا سر ڈھکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ مجھے خیال ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت حمزہ جو مجھ سے بہتر تھے [۲] وہ بھی شہید ہوئے پھر ہم پر دنیا اتنی پھیلائی گئی جو پھیلائی گئی یا فرمایا ہمیں دنیا اتنی ملی جو ملی ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا ثواب جلد دے دیا گیا ہو [۳] پھر رونے لگے حتیٰ کہ کھانا چھوڑ دیا۔[۴] (بخاری)

(۱۵۵۵)۱؎ افطار کے لیے غالبًا روزہ نفلی تھا' کھانا بہترین اور پُرتکلف تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ بہترین کھانا دیکھ کر حضرت مصعب وحمزہ کی موت بے کسی یاد کر کے رونے لگے۔۲؎ آپ کا یہ فرمان عجز وانکساری کے لیے ہے ورنہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت مصعب وحمزہ میں سے نہیں' تمام کا اس پر اتفاق ہے کہ عشرہ مبشرہ دیگر صحابہ سے افضل ہیں۔ (لمعات) ۳؎ یہ خوف صحابہ کی حد ہے کیونکہ ان بزرگوں کا سارا مال حلال وطیب تھا جو غنیمتوں اور تجارتوں سے حاصل ہوا پھر ان مالوں سے ان بزرگوں نے بڑی دینی خدمات کیں اس کے باوجود اتنا خوفِ خدا ہے۔ خیال رہے کہ حضرت مصعب ابن عمیر اسلام سے پہلے بڑے مال دار تھے' بہت خوش پوش اور خوش غذا تھے اسلام وہجرت کے بعد یہ حال ہوا کہ سخت گرمیوں میں چمڑے کا لباس پہنتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ان کو دیکھ کر رو پڑے کہ پہلے کیا حال تھا اور اب کیا حال ہے۔۴؎ حالانکہ دن بھر کے روزے دار تھے' آپ کی نظر اس آیتِ کریمہ پر پہنچی مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ (۱۸|۱۷) جو یہ جلدی والی چاہے ہم اسے اس میں جلد دے دیں جو چاہیں جسے چاہیں۔ (کنزالایمان)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ بَعْدَمَا اُدْخِلَ حُفْرَتَهٗ فَاَمَرَبِهٖ فَاُخْرِجَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِيْقِهٖ وَاَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ قَالَ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيْصًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۵۵۶) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ ابن ابی کے پاس اس کے غار میں رکھ دیئے جانے کے بعد پہنچے' آپ نے حکم دیا' وہ نکالا گیا اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اس میں اپنا لعاب شریف ڈالا' اسے اپنی قمیص پہنائی۱؎ راوی فرماتے ہیں کہ عبداللہ نے حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی۔۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۵۵۶)۱؎ معلوم ہوا کہ میت کو برکت کے لیے بزرگوں کو لعاب ڈالنا' اسے بزرگوں کا کپڑا دینا سنت ہے اگرچہ کافر ومنافق اس سے فائدہ حاصل نہ کرسکیں مگر بادل تو ہر اچھی بُری' پاک وگندی زمین پر برستا ہے' آگے زمین کی تقدیر کہ بارش سے فائدہ اُٹھائے یا نہ اُٹھائے لہٰذا اس حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے نفاق سے بے خبر تھے اور نہ یہ کہ آپ کو خبر نہ تھی کہ کافر کو یہ تبرکات مفید نہیں۔ صحیح روایات میں ہے کہ عبداللہ ابن ابی منافق کا بیٹا عبداللہ سچا مومن صحابی تھا اس کی دلجوئی کے لیے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رحم خسروانہ کو دیکھ کر بہت سے منافق مخلص مومن بن گئے۔ دیکھو ہماری کتاب جاء الحق ۲؎ اس جگہ مرقاۃ نے دو واقعے بیان کیے' ایک یہ کہ حضرت عباس جب بدر میں قید ہو کر آئے تو ننگے تھے' عبداللہ ابن ابی منافق نے اپنی قمیص آپ کو پہنا دی کیونکہ وہ آپ کے ٹھیک تھی کہ وہ بھی لمبا تھا اور آپ بھی دراز قامت' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اس منافق کا احسان میرے چچا پر رہ جائے اس لیے اسے مرنے کے بعد اپنی قمیص دے دی۔ دوسرے یہ کہ جب یہ منافق بیمار ہوا تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلایا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ کو محبت یہود وجاہ نے ہلاک کر دیا' وہ بولا کہ یارسول اللہ! میں نے آپ کو طعنے دینے کے لیے نہیں بُلایا ہے بلکہ دعا کے لیے بُلایا ہے اور آپ سے عرض کیا کہ آپ میری نمازِ جنازہ پڑھائیں اور مجھے اپنی قمیص برکت کے لیے عطا کریں اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کی خبر دی تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل پر چچا کا بدلہ بھی تھا اور اس کے صحابی بیٹے کی دلداری بھی اور تبلیغ بھی چنانچہ اس واقعہ کو دیکھ کر ابن ابی کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہوئے (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو قبر

میں رکھنے کے بعد بھی ضرورۃً نکالا جاسکتا ہے۔خیال رہے کہ اس واقعے کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ (۹،۸۴) اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا (کنزالایمان) تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی نمازِ جنازہ اور دعا سب چھوڑ دی۔

بَابُ الْمَشْيِ بِالْجَنَازَةِ وَالصَّلٰوةُ عَلَيْهَا جنازے کے ساتھ چلنے اور اس پر نماز پڑھنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

جنازے کے ساتھ سواری پر جانا بھی جائز ہے اور پیدل بھی' سوار جنازے سے پیچھے ہی رہے' پیدل آگے پیچھے ہر طرف چل سکتا ہے مگر پیدل جانا اور پیچھے رہنا بہتر ہے' ضرورت کے وقت میت کو سواری پر لے جانا بھی جائز ہے جبکہ قبرستان بہت دور ہو جیسے کراچی یا بمبئی ورنہ سنت یہ ہے کہ چار آدمی اپنے کندھوں پر اُٹھا کر اس طرح لے جائیں کہ میت کا سر آگے ہو' پاؤں پیچھے' نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس نماز کی تین شرطیں ہیں' میت کا مسلمان ہونا' پاک ہونا' نمازی کے آگے رکھا ہوا ہونا لہذا غسل سے پہلے یا غائب جنازہ پر یا سواری پر رکھے ہوئے یا نمازی کے پیچھے رکھے پر نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۵۵۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنازے کو تیز لے جاؤ[۱] اگر وہ نیک ہو تو بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے لے جارہے ہو اور اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو وہ ایک بُری چیز ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اُتار رہے ہو۔[۲] (مسلم بخاری)

(۱۵۵۷)[۱] یعنی میت کو قبرستان تیز رفتار سے پہنچاؤ' تیزی سے مراد عام رفتار سے زیادہ اور دوڑنے سے کم ہے ہاں اگر میت کے پھول یا پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو دوڑتے ہوئے لے جائیں۔[۲] یعنی ہر نیک اور بدمیت کو تیز ہی لے جانا چاہیے' نیک کو اس لیے کہ اس کا اگلا گھر اس کے لیے خیر ہے وہاں جلدی پہنچاؤ' بد کو اس لیے کہ وہ رحمت سے دُور ہے' تم سے بھی جلدی دُور ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ بُرے آدمی کی صحبت مرے بعد بھی اچھی نہیں چہ جائے کہ اس کی زندگی میں رب تعالٰی فرماتا ہے: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (۶،۶۸) تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ (کنزالایمان)۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَیْءٍ

(۱۵۵۸) روایت ہے حضرت ابوسعید سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے پھر اسے لوگ اپنی گردنوں پر اُٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے لے چلو[۱] اور اگر بد ہو تو اپنے گھر والوں سے کہتا ہے ہائے اسے کہاں لے جاتے ہو اس کی آواز انسان کے سوا

اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ) ہر چیز سنتی ہے اگر انسان سنے تو بے ہوش ہو جائے۔۲ (بخاری)

(۱۵۵۸)۱؎ جنازے سے مراد میت ہے اور اس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ مردہ بزبان قال یہ گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع میں ہی اپنے آئندہ حال کا پتا چل جاتا ہے اب اسے یہاں ٹھہرنا وبال معلوم ہوتا ہے اس لیے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ اس سے معلوم ہوا کہ اس حالت ہی میں جسم میں جان پڑ چکی ہوتی ہے اور بعد موت مردہ بولتا بھی ہے' سنتا بھی ہے جیسا کہ باب عذابِ قبر میں گزر چکا کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ احمد' طبرانی' ابن ابی دنیا' معروزی اور ابن مندہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ میت اپنے غسل دینے والے' اٹھانے والے' کفن دینے والے اور قبر میں اُتارنے والے سب کو پہچانتی ہے۔ (مرقاۃ) ۲؎ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مردے کی یہ گفتگو زبان قال سے آواز کے ساتھ ہی ہوتی ہے جسے جانور' فرشتہ' کنکر' پتھر سب سنتے ہیں' انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اوّلاً تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سُن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۵۵۹) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔۱؎ جو اس کے ساتھ جائے' وہ نہ بیٹھے حتی کہ رکھ دیا جائے۔۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۵۵۹)۱؎ اوّلاً میت کے لیے کھڑے ہو جانے کا حکم تھا یا تو میت کی تعظیم کے لیے یا ساتھ والے فرشتوں کی یا موت کی گھبراہٹ کے اظہار کے لیے لیکن یہ حکم بعد میں منسوخ ہوگیا اس کی ناسخ حدیثیں آگے آ رہی ہیں۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ جو میت کے ساتھ جانا نہ چاہے' اسے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (مرقاۃ) ۲؎ لوگوں کی گردنوں سے زمین پر تاکہ اگر اس کی امداد کی ضرورت پڑے تو یہ بآسانی امداد کر سکے' یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ میت کو کندھوں سے اُتارنے سے پہلے بیٹھ جانا مکروہ ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ قبر میں رکھ دیا جائے تو یہ حدیث منسوخ ہے جس کا ناسخ آگے آ رہا ہے' شروع اسلام میں دفن سے پہلے بیٹھنا مکروہ تھا اب جائز ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَرَّتْ جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا مَعَهٗ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا يَهُوْدِيَّةٌ فَقَالَ اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۵۶۰) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں ایک جنازہ گزرا تو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ہم بھی کھڑے ہو گئے' ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو یہودیہ تھی' فرمایا موت وحشت ناک ہے تو جب تم جنازہ دیکھا کرو تو کھڑے ہو جایا کرو۔۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۵۶۰)۱؎ گھبراہٹ اور خوف ظاہر کرنے کے لیے نہ کہ کافر میت کی تعظیم کے لیے اس وقت کھڑا ہونا خوف کی علامت ہے اور بیٹھا رہنا سختی دل اور غفلت کی نشانی مگر یہ حکم منسوخ ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَقُمْنَا وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا يَعْنِيْ فِي الْجَنَازَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةِ مَالِكٍ وَاَبِيْ دَاوٗدَ قَامَ فِي

(۱۵۶۱) روایت ہے حضرت علی سے' فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے دیکھا تو ہم بھی کھڑے ہوتے پھر آپ بیٹھنے لگے تو ہم بھی بیٹھنے لگے یعنی جنازے میں۔

الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ.

۱؎ (مسلم) اور مالک اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اولاً جنازے میں کھڑے ہوتے تھے پھر بعد میں بیٹھنے لگے۔

(۱۵۶۱)۱؎ یہ حدیث گزشتہ احادیث کی ناسخ ہے یعنی پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے، ہم بھی اسی پر عامل تھے پھر بعد میں آپ نے یہ عمل چھوڑ دیا، ہم نے بھی چھوڑ دیا لہٰذا وہ کھڑا ہونا منسوخ ہے۔ خیال رہے کہ وہ قیام منسوخ ہوا ہے جو صرف گھبراہٹ کے اظہار یا ملائکہ کی تعظیم کے لیے ہو اور ساتھ جانے کا ارادہ نہ ہو، ساتھ جانے کے لیے اُٹھنا تو اب بھی ضروری ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهٗ حَتّٰی یُصَلِّیْ عَلَیْهَا وَیَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ كُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۵۶۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان سے بہ نیت ثواب جائے ۱؎ اور اس کے ساتھ ہی رہے حتیٰ کہ اس پر نماز پڑھ لے اور اس کے دفن سے فارغ ہو جائے تو وہ ثواب کے دو قیراط (حصے) لے کر لوٹے گا، ہر حصہ احد کے برابر اور جو اس پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے، وہ ایک حصہ لے کر لوٹے گا۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۵۶۲)۱؎ ان دو قیدوں سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ کافر کا میت کے ساتھ جانا ثواب کا باعث نہیں کیونکہ اعمال کا ثواب ایمان سے ملتا ہے، دوسرے یہ کہ ریاکاری، قومی نظریئے، کسی مال دار کو خوش کرنے کے لیے ساتھ جانے پر بھی کوئی ثواب نہیں جیسا کہ آج عموماً دیکھا جا رہا ہے کہ غریب کے جنازے پر اُٹھانے والے بھی مشکل سے جمع ہوتے ہیں اور امیر کے جنازے پر اکثر خوشامدیوں کا ہجوم ہوتا ہے جو بغیر نماز جانے ہوئے بھی بے وضو ہی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ۲؎ عموماً دینار کے بیسویں حصے کو قیراط کہا جاتا ہے مگر شام والے چالیسویں حصے کو بعض اور علاقوں میں دینار کے چھٹے حصے کو قیراط کہتے ہیں یہاں تجریداً صرف حصہ مراد ہے نہ کہ دینار کا حصہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یعنی صرف نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والا آدھا ثواب پاتا ہے اور دفن میں بھی شرکت کرنے والا دُگنا۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعٰی لِلنَّاسِ النَّجَاشِیَّ الْیَوْمَ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِیْرَاتٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۵۶۳) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی جس دن انہوں نے وفات پائی ۱؎ اور حضور صحابہ کے ساتھ عیدگاہ تشریف لے گئے، ان کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں کہیں۔ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۵۶۳)۱؎ نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب تھا، ان کا نام اصحمہ تھا، یہ پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے اور حبشہ میں مہاجر صحابہ کو امن بھی دی، ان کی خدمتیں بھی کیں، ان کا انتقال رجب ۹ھ میں ہوا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ دُور نزدیک غائب حاضر سب کو دیکھ لیتی ہے کہ حبشہ اور مدینہ منورہ میں ایک مہینہ کا فاصلہ ہے۔ (مرقاۃ) ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ پنج گانہ جماعت کی مسجد میں نمازِ جنازہ منع ہے، میت مسجد میں ہو یا نہ ہو اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز مسجد نبوی شریف میں نہ پڑھی بلکہ ان کو باہر

لے گئے۔ اس حدیث کی بناء پر بعض لوگ نمازِ غائبانہ کے قائل ہیں مگر ان کی یہ دلیل کمزور ہے اس لیے کہ نمازِ غائبانہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے پڑھی، کسی صحابی نے کبھی نہ پڑھی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جو صحابہ غزووں یا مکہ مکرمہ وغیرہ میں تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نمازِ غائبانہ نہ پڑھی۔ نیز حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نمازِ غائبانہ پڑھی بارہا صحابہ کی شہادتوں یا وفات کی خبریں آتی تھیں، آپ نماز نہ پڑھتے تھے جن روایات میں ہے کہ آپ نے معاویہ ابن معاویہ مزنی، زید ابن حارثہ، جعفر ابن ابی طالب پر (یہ غزوہ موتی میں شہید ہوئے تھے)، نمازِ غائبانہ پڑھی ہے۔ ان کی اسنادوں میں محدثین کا کلام ہے کیونکہ ان اسنادوں میں علاء ابن زید یا بقیہ ابن ولید وغیرہم راوی ہیں جو بالاتفاق ضعیف ہیں اور اگر یہ احادیث صحیح بھی ہوں تو ان نمازوں کی وجہ یہ ہے کہ جبریل امین نے ان میتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر حاضر کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس کے الفاظ یہ ہیں کشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النجاشی حتی راہ وصلی علیہ لہٰذا یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت میں سے ہے کیونکہ میت کا امام کے آگے ہونا کافی ہے، مقتدی دیکھیں یا نہ دیکھیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر صحابی کا جنازہ پڑھاتے تھے حتی کہ جو رات میں دفن کر دیئے جاتے، ان کی قبر پر جا کر جنازہ پڑھاتے اور فرماتے کہ مجھے ہر ایک کی موت کی خبر دیا کرو، میری نماز ان کے لیے رحمت ہے مگر سوائے اس ایک کے اور کسی غائب صحابی پر نمازِ غائبانہ نہ پڑھی لہٰذا اس حدیث سے نمازِ غائبانہ کا جواز ثابت کرنا بہت کمزور ہے، مذہب حنفی نہایت قوی ہے کہ جنازے کی نماز حاضر میت پر ہو سکتی ہے نہ کہ غائب پر۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ کَانَ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ یُکَبِّرُ عَلٰی جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَاِنَّهٗ کَبَّرَ عَلٰی جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵٦۴) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے، فرماتے ہیں کہ زید ابن ارقم ہمارے جنازوں میں چار تکبیریں کہتے تھے انہوں نے ایک جنازہ پر پانچ کہیں تو ہم نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ کہتے تھے۔[1] (مسلم)

(۱۵٦۴)[1] چاروں اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں ہیں جن پر بے شمار احادیث صحیحہ وارد ہیں اس حدیث سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کا عمل چار تکبیروں پر ہی تھا کیونکہ خود زید ابن ارقم چار ہی کہتے تھے اور جس نماز میں انہوں نے پانچ کہیں تو صحابہ نے ان سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ شارحین فرماتے ہیں کہ حضرت زید ابن ارقم بھول کر پانچ کہہ گئے تھے جب صحابہ نے ان پر اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ نماز درست ہوگئی کیونکہ پانچ تکبیروں پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل رہا ہے۔ اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے، ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی بھولے سے پانچ تکبیریں کہہ جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ چھ تکبیریں بھی ثابت ہیں مگر وہ سب منسوخ ہیں۔ چنانچہ موطا امام محمد میں ایک حدیث ہے جس میں ہے کہ عہد فاروقی تک صحابہ نمازِ جنازہ میں کبھی تکبیریں چار کہتے، کبھی پانچ، کبھی چھ۔ حضرت عمر فاروق نے سب کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم میں ہی اختلاف رہے گا تو قیامت تک سارے مسلمانوں میں اختلاف رہے گا۔ تحقیق کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری جنازوں میں تکبیریں کتنی کہیں، تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ نے چار تکبیریں کہیں اسی پر صحابہ کا اجماع ہوا۔ چنانچہ حضرت عمر نے صدیق اکبر پر، حضرت ابن عمر نے عمر فاروق پر، حضرت حسن ابن علی نے جناب علی مرتضیٰ پر، امام حسین نے حضرت حسن پر چار تکبیریں ہی کہیں بلکہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کا جنازہ پڑھا تو آپ پر چار تکبیریں ہی کہیں اس کی پوری تحقیق کے لیے فتح القدیر، لمعات و مرقاۃ دیکھو۔

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَاءَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فَقَالَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۵۶۵) روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبداللہ ابن عوف سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عباس کے پیچھے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی پھر فرمایا تم جان لو کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے۔[۲] (بخاری)

(۱۵۶۵)[۱] آپ مشہور تابعی ہیں، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے بھتیجے[۲] اس حدیث کی بناء پر لوگ کہتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے، نماز پنج گانہ کی طرح اس میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے مگر اس حدیث سے یہ مسئلہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا چند وجوہ سے ایک یہ کہ اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے نمازِ جنازہ کے اندر سورۂ فاتحہ پڑھی بلکہ نمازِ جنازہ کے بعد میت کو ایصالِ ثواب کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھی کیونکہ یہاں صلیت کے بعد فقرء ہے ف تعقیبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ قرأت نماز کے بعد تھی جیسے فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا (۵۳،۳۳) اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ (کنزالایمان) دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جائے کہ آپ نے نماز کے اندر ہی پڑھی تو یہ پتا نہیں چلتا کہ کس تکبیر کے بعد پڑھی۔ تیسرے یہ کہ اگر کوئی تکبیر بھی اپنی طرف سے مقرر کرلو تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بہ نیت ثناء پڑھی یا بہ نیت دعا یا بہ نیت تلاوت۔ چوتھے یہ کہ آپ کے سورۂ فاتحہ پڑھنے پر سارے حاضرین صحابہ کو سخت تعجب ہوا تب آپ نے معذرت کے طور پر کہا کہ میں نے اس لیے عمل کیا تاکہ تم جانو کہ یہ بھی ایک سنت ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ اس کو سنت نہیں جانتے تھے اور نہ پڑھتے تھے تبھی تو آپ کو معذرت کرنی پڑی۔ پانچویں یہ کہ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بلکہ سنت لغوی فرمایا یعنی یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ بجائے اور ثنا اور دعا کے یہ پڑھ لی جائے۔ احناف بھی کہتے ہیں کہ بہ نیت ثنا یا دعا الحمد پڑھنا جائز ہے، بہ نیت تلاوت منع۔ چھٹے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی ہو، ساتویں یہ کہ صحابہ کرام بھی جنازہ میں فاتحہ کی تلاوت نہ کرتے تھے چنانچہ موطا میں عن مالک عن نافع ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر نمازِ جنازہ میں تلاوت قطعاً نہیں کرتے تھے اسی لیے موطا امام مالک میں ہے کہ کسی نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ نمازِ جنازہ کیسے پڑھی جائے تو آپ نے فرمایا کہ جب جنازہ رکھا جائے تو پہلے تکبیر کہو اور خدا کی حمد کرو پھر درود شریف پڑھو پھر یہ دعا پڑھو اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ الخ بہرحال اس حدیث سے نمازِ جنازہ میں تلاوتِ فاتحہ پر دلیل پکڑنا بالکل باطل ہے، مذہب احناف نہایت قوی ہے یعنی شرح بخاری میں اس جگہ ہے کہ حضرت عمر و علی و ابن عمر، ابوہریرہ صحابہ اور عطاء طاؤس، سعد ابن صیب، ابن سیرین، سعد ابن جبیر، شعبی اور مجاہد وغیرہ تابعین جنازہ میں فاتحہ کو منع کرتے تھے۔

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَ اَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا

(۱۵۶۶) روایت ہے حضرت عوف بن مالک سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو میں نے آپ کی دعا حفظ کر لی۔ آپ فرماتے تھے الٰہی! اسے بخش دے اور اس پر رحم کر، اسے عافیت دے، اسے معاف کر، اس کی مہمانی اچھی فرما، اس کی قبر فراخ کر اور اسے پانی برف اور اولے سے دھو دے[۱] اور اسے خطاؤں سے ایسا صاف کر

مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَّقِہٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ قَالَ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ذٰلِکَ الْمَیِّتَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

دے جیسے تو سفید کپڑا میل سے صاف کرتا ہے۔[۲] اور اس کو اس کے گھر سے اچھا گھر، گھر والوں سے اچھے گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما۔[۳] اور اسے جنت میں داخل کر اور قبر اور آگ کے عذاب سے بچالے اور ایک روایت میں ہے اسے قبر کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے بچالے فرماتے ہیں حتیٰ کہ میں نے آرزو کی یہ میت میں ہوتا۔[۴] (مسلم)

(۱۵۶۶)[۱] یہاں رب کی رحمت کو پانی، برف اور اولہ کہا گیا کیونکہ ٹھنڈے پانی سے نہانے میں دل کو خوشی، دماغ کو فرحت، جسم کی صفائی اور راحت سب کچھ ہی حاصل ہوتی ہے یعنی مولیٰ! اسے دوزخ کی آگ میں تپا کر صاف نہ کرنا بلکہ معافی اور رحمت کے ٹھنڈے پانی سے[۲] سفید کپڑے کی صفائی دُور سے محسوس ہوتی ہے اسی لیے سفید کپڑے کی قید لگائی گئی۔[۳] قیامت کے بعد اسے جنت میں گھر دے، غلمان خدام دے اور حوریں اور دنیا کی بیوی جو وہاں حوروں سے بھی خوب صورت ہوگی اور جس میں دنیا کی سی ظاہر و باطن کوئی خرابی نہ ہوگی، وہ اسے نصیب کر لہٰذا اس دعا پر اعتراض نہیں کہ جنت میں دنیا کی عورتیں حوروں سے بھی اچھی ہوں گی پھر یہ الفاظ کیوں ارشاد فرمائے گئے۔[۴] تاکہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی دعائیں نصیب ہوتیں۔ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اتنی آواز سے پڑھی جو قریب کے مقتدیوں نے سُن لی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ لَمَّا تُوُفِّیَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَتِ ادْخُلُوْا بِہٖ الْمَسْجِدَ حَتّٰی اُصَلِّیَ عَلَیْہِ فَاُنْکِرَ ذٰلِکَ عَلَیْھَا فَقَالَتْ وَاللّٰہِ لَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی ابْنَیْ بَیْضَآءَ فِی الْمَسْجِدِ سُھَیْلٍ وَّاَخِیْہِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۶۷) روایت ہے حضرت ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن سے کہ جب سعد ابن ابی وقاص کی وفات ہوئی[۱] تو حضرت عائشہ نے فرمایا انہیں مسجد میں لے آؤ تاکہ میں بھی ان پر نماز پڑھ سکوں۔[۲] اس کا آپ پر اعتراض کیا گیا[۳] تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! بیضاء کے دو بیٹوں سہیل اور ان کے بھائی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی تھی۔[۴] (مسلم)

(۱۵۶۷)[۱] آپ کی وفات اپنے محل میں ہوئی جو مدینہ منورہ سے دس میل دُور مقامِ عقیق میں تھا، لوگ آپ کی میت اپنی گردنوں پر اُٹھا کر مدینہ منورہ میں لائے تاکہ بقیع میں دفن کیا جائے، یہ واقعہ امیر معاویہ کے زمانے میں ہوا۔[۲] یعنی ان کے جنازہ کی جماعت مسجد نبوی میں کراؤ تاکہ اپنے حجرے سے میں بھی اقتداء کرلوں اور نماز میں شریک ہو جاؤں۔[۳] تمام صحابہ نے کہا کہ نمازِ جنازہ مسجد میں جائز نہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے زمانے میں کسی مسجد حتیٰ کہ مسجد نبوی میں بھی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جاتی تھی بلکہ وہ حضرت اس کو ناجائز جانتے تھے ورنہ انکار کیوں کرتے۔[۴] ان لڑکوں کا نام سہیل اور سہل ہے، ان کی ماں کا نام وعد بنت جهدم لقب بیضاء ہے، ان کے والد کا نام عمرو ابن وہب یا وہب ابن ربیعہ ہے جو مشہور بدری صحابی ہیں، ان بچوں کا اور ان کے والد کا انتقال ۹ھ میں ہوا، یہ بچے اپنی ماں کی نسبت سے مشہور ہیں۔ خیال رہے کہ مسجد پنج گانہ میں نمازِ جنازہ احناف کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے، میت مسجد میں ہو یا نہ ہو اس لیے کہ ابوداؤد ابن ماجہ میں بروایت حضرت ابوہریرہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میت پر مسجد میں نماز پڑھے اس کا کوئی

ثواب نہیں اور ایک روایت میں ہے فلاشیء لہ یعنی وہ کچھ نہیں۔امام شافعی کے ہاں بلاکراہت جائز ہے اس حدیث کی وجہ سے ان کی دلیل صرف یہی حدیث ہے مگر ان کا یہ استدلال بہت کمزور ہے۔چند وجہ سے ایک یہ کہ تمام صحابہ کا حضرت عائشہ صدیقہ کے اس فرمان پر انکار کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ وہ حضرات مسجد میں نمازِ جنازہ ناجائز جانتے تھے اور ان کے زمانے میں اس کا رواج بالکل نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف یہی جنازہ مسجد میں پڑھا اس کے سوا کوئی مسجد میں نہ پڑھا اگر مسجد میں جنازہ جائز ہوتا تو آپ سارے جنازے وہیں پڑھا کرتے۔تیسرے یہ کہ جنازہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش یا اپنے اعتکاف کی مجبوری کی وجہ سے پڑھا' بحالتِ مجبوری احناف بھی اسے جائز کہتے ہیں۔چوتھے یہ کہ یہاں مسجد سے خارج مسجد مراد ہے' اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کرنا یقیناً ضعیف ہے۔(لمعات)

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى امْرَاَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا فَقَامَ وَسْطَهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۵۶۸) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت پر نماز پڑھی جو اپنے نفاس میں فوت ہوئی تھی تو آپ اس کے درمیان کھڑے ہوئے۔[1] (مسلم بخاری)

(۱۵۶۸)[1] درمیان سے مراد کمر یا سینہ ہے' دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔خیال رہے کہ احناف کے نزدیک امام میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو' میت مرد ہو یا عورت کیونکہ سینہ میں دل ہے اور دل میں ایمان اس لیے کہ امام احمد نے دونوں کی روایت کی۔ابو غالب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کے پیچھے ایک جنازہ پڑھا تو آپ میت کے سینہ کے مقابل کھڑے ہوئے۔امام شافعی کے ہاں مرد کے سر کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے سینہ کے مقابل' ان کی دلیل یہ ہے مگر یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ یہاں وسط فرمایا یعنی درمیان' عجیزہ نے فرمایا یعنی کمر' اعضاء کے لحاظ سے سینہ ہی وسط ہے کیونکہ سینہ کے اوپر ہاتھ اور سر ہے اور اس کے نیچے پیٹ اور پاؤں۔نیز ہوسکتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سینہ کے مقابل کھڑے ہوں' کمر کی طرف مائل۔راوی نے اسے مقابل کمر سمجھ لیا' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میت پر ہنڈولہ نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آڑ بننے کے لیے کمر کے مقابل کھڑے ہوگئے ہوں تاکہ میت کا پردہ رہے' اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے ان کے استدلال یقیناً کمزور ہیں۔(از مرقاۃ ولمعات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا قَالُوا الْبَارِحَةَ قَالَ اَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِىْ قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِىْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا اَنْ نُّوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۵۶۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر گزرے جو رات میں دفن کیا گیا تھا' فرمایا یہ کب دفن کیا گیا؟ انہوں نے عرض کیا آج رات' فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ انہوں نے عرض کیا' ہم نے اسے رات کے اندھیرے میں دفن کیا' یہ ناپسند کیا کہ آپ کو جگائیں تو آپ کھڑے ہوئے' ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' آپ نے اس پر نماز پڑھی۔[1] (مسلم بخاری)

(۱۵۶۹)[1] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ رات میں دفن جائز ہے' دوسرے یہ کہ دفن میں جلدی کی جائے کہ اگر

رات میں دفن ممکن ہو تو بلاوجہ دن ہونے کا انتظار نہ کیا جائے۔ دیکھو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے انتظار میں سویرے تک نہ رکھا بلکہ خود اس پر نماز پڑھ کر دفن کر دیا' تیسرے یہ کہ قبر پر نماز جائز ہے جب غالب یہ ہو کہ ابھی میت محفوظ ہوگی' پھٹی نہ ہوگی' چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے مسلمانوں کے ولی ہیں۔ رب فرماتا ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (۲۳۳) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔ (کنزالایمان) اگر ولی کے علاوہ اور لوگ نماز پڑھ لیں تو ولی کو دوبارہ جنازہ پڑھنے کا حق ہے۔ دیکھو صحابہ نے اس میت پر نماز پڑھ لی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پڑھی' صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر جب اُم سعد کا انتقال ہوا تھا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کے بعد ان کی قبر پر نماز پڑھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اس قبر والے کا مبارک نام طلحہ ابن براء ابن عمیر علوی ہے جو انصار کے حلیف ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازہ میں یہ دعا پڑھی کہ یہ طلحہ ہیں تو ان سے راضی اور یہ تجھ سے راضی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَآءَ کَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابٌّ فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ اَفَلَا کُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِیْ قَالَ فَکَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهٗ فَقَالَ دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِهٖ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوَّةٌ ظُلْمَةً عَلٰی اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ یُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلٰوتِیْ عَلَیْهِمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَلَفْظُهٗ لِمُسْلِمٍ)

(۱۵۷۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک حبشی عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیتے تھے' اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گم پایا تو اس عورت یا مرد کے متعلق پوچھا' لوگوں نے عرض کیا کہ وہ فوت ہوگیا' فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی!راوی کہتے ہیں کہ شاید انہوں نے اس کا معاملہ حقیر جانا' فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ' لوگوں نے بتائی' آپ نے اس قبر پر نماز پڑھی پھر فرمایا کہ یہ قبریں اپنی میتوں پر تاریکی سے بھری ہیں' اللہ میری نماز کی برکت سے انہیں نورانی کر دیتا ہے۔[۲] (مسلم بخاری) لفظ مسلم کے ہیں۔

(۱۵۷۰)[۱] سبحان اللہ اس شہنشاہ کی نظر کرم اپنے ہر گدا پر ہے۔ شعر

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو تم ایسے رحمۃ للعالمیں ہو

مرقاۃ نے فرمایا کہ جواب عرض کرنے والے ابوبکر صدیق تھے اور اس شخص کا نام اسود تھا' رضی اللہ عنہم اجمعین۔[۲] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ مسجد کی خدمت بے کار نہیں جاتی۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ جو خانہ دل کی صفائی چاہتا ہے' وہ خانہ خدا کی صفائی کیا کرے۔ دوسرے یہ کہ اسلام میں کوئی حقیر نہیں' لوگوں نے غریب جان کر اس کی موت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دی مگر غم خوار اُمت نے اس کی قبر پر پہنچ کر اس کی خبر لی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں' شعر

کشتے کہ عشق دارد نگذاردت بزیں سال بجنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

تیسرے یہ کہ بذاتِ خود ساری قبریں اندھیری ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں' آپ کی نماز اور آپ کی دعا بھی نور ہے۔ جس کی قبر روشن ہوگی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہوگی جو احتمال روشنی قبر کا سبب ہیں جیسے مسجد میں روشنی کرنا وغیرہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہیں۔ چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں اپنی اُمت کے لیے تاقیامت باقی ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ساری قبریں اندھیری رہتیں۔ اشعۃ اللمعات نے یہاں فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہے اسی لیے یہاں نہ

تکبیروں کا ذکر ہے نہ صفیں بنانے کا۔بعض لوگ ان احادیث کی بناء پر کہتے ہیں کہ نمازِ جنازہ کئی بار ہو سکتی ہے مگر یہ غلط ہے ورنہ تا قیامت ہمیشہ زائرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پہنچ کر آپ کی نمازِ جنازہ پڑھا کرتے۔ولی کے نماز پڑھ لینے کے بعد اور کسی کو جنازہ پڑھنے کا حق نہیں۔دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دو روز تک مسلسل نمازیں ہوتی رہیں مگر جب صدیق اکبر نے جو خلیفۃ المسلمین اور ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے،آپ پر نماز پڑھ لی پھر کسی نے نہ پڑھی۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ مَاتَ لَهٗ ابْنٌ بِقُدَيْدٍ اَوْ بِعُسْفَانٍ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ اُنْظُرْ مَا جْتَمَعَ لَهٗ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَاِذَا نَاسٌ قَدِاجْتَمَعُوْا لَهٗ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ تَقُوْلُ هُمْ اَرْبَعُوْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَخْرِجُوْهُ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَايُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۷۱) روایت ہے حضرت کریب،ابن عباس کے مولی سے وہ عبداللہ ابن عباس سے راوی کہ ان کا فرزند قدید یا عسفان میں وفات پا گیا۱؎ تو آپ نے فرمایا کہ اے کریب! دیکھو کتنے لوگ جمع ہو گئے،فرماتے ہیں میں نکلا تو کچھ لوگ جمع ہو چکے تھے،میں نے آپ کو خبر دی،فرمایا کیا تم کہہ سکتے ہو کہ چالیس ہوں گے؟ میں نے کہا ہاں! فرمایا میت کو لاؤ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو مر جائے اس کے جنازے پر چالیس آدمی کھڑے ہوں جو اللہ کا کوئی شریک نہ بناتے ہوں۔اللہ ان کی سفارش اس میت کے بارے میں ضرور قبول فرماتا ہے۔۲؎ (مسلم)

(۱۵۷۱)۱؎ کریب تابعی ہیں،سیدنا ابن عباس کے آزاد کردہ غلام،قدید اور عسفان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقامات ہیں۔۲؎ مرقاۃ میں ہے کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں،ان میں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے اس کی برکت سے دوسروں کی بھی۔خیال رہے کہ یہ ذکر ولی تشریعی کا ہے،ولی تکوینی کی تعداد مقرر ہے کہ ہر زمانے میں اتنے ابدال،اتنے غوث اور ایک قطب عالم ہوں گے اور مسلمانوں سے مراد متقی مسلمان ہیں ورنہ سینماؤں اور تماشا گاہوں میں سینکڑوں فساق ہوتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۷۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ایسی کوئی میت نہیں جس پر مسلمانوں کی جماعت نماز پڑھے جو سو کو پہنچے وہ سب اس کی شفاعت کرتے ہیں مگر اس کے بارے میں ان کی شفاعت قبول ہوتی ہے۔۱؎ (مسلم)

(۱۵۷۲)۱؎ یہ حدیث گزشتہ چالیس کی روایت کے خلاف نہیں،ہو سکتا ہے کہ اولًا سو کی قید ہو پھر رب نے اپنی رحمت وسیع فرما دی ہو اور چالیس کی نماز پر بھی بخشش کا وعدہ فرما لیا ہو۔بعض روایات تو اور بھی امید افزا ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ

(۱۵۷۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ لوگ جنازہ لے کر گزرے جس کی لوگوں نے اچھی تعریف کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی پھر دوسرا جنازہ لے کر

فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ.

گزرے جس کی لوگوں نے برائی کی۔[۱] حضور نے فرمایا واجب ہوگئی' حضرت عمر نے عرض کیا حضور! کیا واجب ہوگئی؟ فرمایا یہ جس کی تم نے تعریف کی کہ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور یہ جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی' تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔[۲] (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ مومن زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔[۳]

(۱۵۷۳)[۱] یہ کہا کہ یہ بڑا منافق تھا' بدخلق اور موذی تھا وغیرہ وغیرہ لہٰذا اس جملہ پر نہ تو یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ سارے صحابہ عادل اور جنتی ہیں۔ رب فرماتا ہے: كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (۴'۹۵) اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا (کنزالایمان) پھر یہ میت جہنمی کیسے ہوگئی اور نہ یہ اعتراض ہے کہ مردوں کو برا کہنا منع ہے پھر صحابہ نے اس دوسرے کو برا کیوں کہا کیونکہ یہ جنازہ منافق اور فاسق کا تھا[۲] لہٰذا تمہارے منہ سے جس کے لیے جو نکلتا ہے' اللہ کے ہاں وہی ہوتا ہے' زبانِ خلق نقارہ خدا' اس کی تائید اس آیت سے ہے: لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (۲'۱۴۳) کہ تم لوگوں پر گواہ ہو (کنزالایمان) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جسے عام مسلمان قدرتی طور پر ولی اللہ کہیں' وہ واقعی ولی اللہ ہے۔ رب تعالٰی اولیاء اللہ کی علامت بیان فرماتا ہے: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (۱۰'۶۴) انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (کنزالایمان) یعنی ان کے لیے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں کہ عام مسلمان انہیں جنتی کہتے ہیں اور آخرت میں بھی کہ فرشتے انہیں جنتی کہیں گے لہٰذا حضور غوث پاک' خواجہ اجمیری داتا گنج بخش لاہوری' مجدد الف ثانی یقیناً اولیاء ہیں کہ انہیں مسلمان ولی سمجھتے ہیں' ولایت کے ثبوت کے لیے قرآنی آیت ہی ضروری نہیں۔ دوسرے یہ کہ جو کام مسلمان اچھا اور ثواب سمجھیں وہ واقعی اچھا ہے لہٰذا گیارہویں میلاد شریف عرس بزرگان ختم خواجگان وغیرہ کارِثواب ہیں کہ انہیں عام مسلمین اولیاء صالحین کارِثواب جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ مسلمانوں کی گواہی سے مومنین صالحین کی گواہی مراد ہے جو قدرتی طور پر منہ سے نکلتی ہے جس میں نفسانی بغض اور کینہ کو دخل نہیں ہوتا ورنہ روافض صحابہ کو خوارج اہلِ بیت کو بعض بے دین علماء و صالحین کو برا کہتے ہیں' وہ گواہی اس میں داخل نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں انتم میں صرف صحابہ سے خطاب نہیں بلکہ تاقیامت سارے نیک مومنوں سے جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ میں۔[۳] یہ جملہ پہلے جملہ کی شرح ہے کہ وہاں انتم سے مراد صرف صحابہ نہ تھے بلکہ سارے مومنین۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قُلْنَا وَثَلٰثَةٌ قَالَ وَثَلٰثَةٌ قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْاَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۵۷۴) روایت ہے حضرت عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس مسلمان کی نیکی کی چار آدمی گواہی دیں گے' اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا' ہم نے کہا اور تین: فرمایا اور تین بھی' ہم نے کہا اور دو؟ فرمایا اور دو بھی پھر ہم نے حضور سے ایک کے بارے میں نہ پوچھا۔[۱] (بخاری)

(۱۵۷۴)[۱] یہ حدیث بہت امید افزا ہے کہ دو مسلمانوں کا بھی کسی کو اچھا کہنا اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے' رحمت والے نبی کی رحمت دیکھو کہ اس عدد میں شر کا ذکر نہیں صرف خیر کا ذکر ہے یعنی دو ایک آدمیوں کے برا کہنے سے جہنمی نہ کہا جائے گا' ہاں ان کے

اچھا کہنے سے جنتی کہا جائے گا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ شریعت میں گواہی کے نصاب دو ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (۶۵، ۲) اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو (کنزالایمان) تو جیسے دو گواہیوں سے مقدمہ ثابت ہو جاتا ہے یونہی دو کی گواہی سے جنتی ہونا ثابت ہوگا۔ یہاں شیخ نے فرمایا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلتا ہے وہی رب کے ہاں ہوتا ہے۔ صحابہ کی عرض پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گواہوں کی تعداد میں کمی کرتے گئے تو وہاں بھی کمی ہوگئی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوْا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۵۷۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو برا نہ کہو وہ اپنے گزشتہ کیے تک پہنچ گئے۔ ا (بخاری)

(۱۵۷۵) ا یعنی یہ نہ کہو کہ اب وہ جہنمی یا برے ہیں اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ کفار کو بھی ان کے مرنے کے بعد اب کافر نہیں کہہ سکتے، ممکن ہے کہ وہ موت کے وقت مومن ہو گئے ہوں سوائے ابوجہل ابولہب وغیرہ ان کافروں کے جن کا کفر نص میں آگیا ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کافر بے دین تھے بلکہ ضرورت کے وقت یہ کہنا واجب ہے محدثین راویانِ حدیث کے عیوب ان کے مرے بعد بیان کرتے ہیں، حدیث کی تحقیق کے لیے۔ خیال رہے کہ کسی کو برا کہنا اور ہے اور کسی کے متعلق بے اختیار منہ سے برائی نکل جانا اور لہٰذا یہ حدیث اَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ کی حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِی اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَآءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۵۷۶) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے ایک کپڑے میں دو کو جمع فرماتے تھے ا پھر فرماتے ان میں زیادہ قرآن کسے یاد ہے جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسی کو قبر میں آگے رکھتے اور فرماتے کہ میں ان لوگوں پر قیامت میں گواہ ہوں ۲ اور ان کو مع ان کے خونوں دفن کا حکم دیا اور نہ ان پر نماز پڑھی نہ ان کو غسل دیا گیا۔ ۳ (بخاری)

(۱۵۷۶) ا اس طرح کہ دو شہیدوں کو ایک چادر میں لپیٹتے، ان کے اپنے کپڑے ان ہی پر تھے لہٰذا اس سے لازم یہ نہیں آیا کہ ان کی کھالیں مل گئی ہوں اور یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ اس وقت کپڑے کی بہت تنگی تھی۔ ۲ یعنی ان کی عدالت شہادت تقویٰ جہاد کمال ایمانی کا خصوصی گواہ ہوں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری امت کے خصوصی گواہ ہیں لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲، ۱۴۳) اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ (کنزالایمان) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم قرآن دنیا اور آخرت کی عزت کا ذریعہ ہے۔ ۳ اس پر تمام علماء متفق ہیں کہ شہید کا نہ خون دھویا جائے نہ اسے غسل دیا جائے مگر اس میں اختلاف ہے کہ اس پر نماز ہوگی یا نہیں، ہمارے ہاں شہید پر نماز ہے جس کی بے شمار احادیث ہیں بلکہ خاص شہدائے احد کے متعلق طحاوی وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس دس شہیدوں کو جمع کر کے ان پر نماز پڑھتے تھے مگر حضرت حمزہ کی میت اسی طرح ہر نماز میں شامل تھی یعنی ہر دفعہ نو شہید نئے لائے جاتے تھے، دسویں حمزہ ہوتے تھے۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن زبیر، ابو مالک غفاری وغیرہم صحابہ

سے مروی ہے۔(طحاوی) بعض روایات میں ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ پر ستر بار نمازِ جنازہ پڑھی۔مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آئے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر ان کی شہادت کے آٹھ سال بعد اپنی وفات سے قریب بھی نمازِ جنازہ پڑھی۔نیز نمازِ جنازہ گناہ معاف کرانے کے لیے نہیں ہوتی ورنہ بچے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی جاتی بلکہ شرافت انسانی کے اظہار کے لیے ہے جس کا شہید بھی بدرجہ اولیٰ مستحق ہے۔امام شافعی کے ہاں شہید پر نماز نہیں،ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر ان کا یہ استدلال بہت کمزور ہے۔چند وجہ سے ایک یہ کہ یہ حدیث نفی کی ہے اور ہماری پیش کردہ احادیث میں ثبوت نماز ہے لہذا ترجیح ثبوت کو ہوگی،دوسرے یہ کہ حضرت جابر ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کا جنازہ پڑھا لہذا تعارض کی وجہ سے یہ حدیث قابلِ عمل نہیں۔تیسرے یہ کہ یہاں اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص احد کے دن ان شہداء کی نماز نہ پڑھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن خود زخمی تھے،دانت مبارک شہید ہو چکا تھا،سر مبارک میں خود ٹوٹ کر گڑھ گیا تھا جو بمشکل نکالا گیا۔چوتھے یہ کہ حضرت جابر اس دن سخت پریشان تھے کیونکہ ان کے والد اور ماموں شہید ہو چکے تھے جن کی میتوں کو منتقل کرکے مدینہ پاک لے گئے تھے اس پریشانی اور مشغولیت کی وجہ سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پر مطلع نہ ہو سکے۔پانچویں یہ کہ حاکم نے بروایت صحیح حضرت جابر سے شہدائے احد کی نمازِ جنازہ اور ہر بار میں حضرت حمزہ کا رکھا رہنا نقل کیا،ان وجوہات کے باعث اس حدیث سے استدلال کمزور ہے اس کی پوری تحقیق اس مقام پر لمعات واشعہ ومرقاۃ میں دیکھو۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَرَسٍ مَعْرُوْرٍ فَرَكِبَهٗ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِيْ حَوْلَهٗ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۷۷) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ننگا گھوڑا لایا گیا جس وقت آپ ابن دحداح کے جنازے سے واپس لوٹے اور ہم آپ کے اردگرد پیدل تھے۔[۱] (مسلم)

(۱۵۷۷)[۱] اس حدیث میں بعض لوگوں نے ابوالدحداح نقل کیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ ابوالدحداح کا انتقال امیر معاویہ کے زمانے میں ہوا،ہاں ثابت ابن داحدح نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وفات پائی۔بعض شارحین نے کہا کہ ان کی کنیت بھی ابوالدحداح تھی۔خیال رہے کہ میت کے ساتھ جاتے وقت گھوڑے پر سوار ہونے میں اختلاف ہے مگر واپسی میں بالاتفاق سوار ہونا جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ يَسِيْرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ يَمْشِيْ خَلْفَهَا وَاَمَامَهَا وَعَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيْبًا مِّنْهَا وَالسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَيُدْعٰى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ قَالَ الرَّاكِبُ

(۱۵۷۸) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے[۱] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار جنازے کے پیچھے ہی چلے[۲] اور پیدل اس کے آگے پیچھے،دائیں بائیں اس کے قریب چلے[۳] اور گرے بچے پر نماز پڑھی جائے گی[۴] جس میں اس کے ماں باپ کے لیے بخشش اور رحمت کی دعا کی جائے۔[۵] (ابوداؤد) اور احمد،ترمذی،نسائی،ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ سوار جنازے

خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ حَيْثُ شَآءَ مِنْهَا وَالطِّفْلُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَفِي الْمَصَابِيْحِ عَنِ الْمُغِيْرَةَ بْنِ زِيَادٍ

کے پیچھے چلے اور پیدل جدھر چاہے اور بچے پر نماز پڑھی جائے اور مصابیح میں مغیرہ بن زیاد سے ہے۔

(۱۵۷۸)۱؎ آپ قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں، خندق کے سال ایمان لائے، امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر رہے، ستر سال عمر ہوئی، ۵۰ھ میں کوفہ ہی میں وفات پائی، آپ سے بہت احادیث مروی ہیں۔۲؎ جنازے میں شرکت کرنے والا عذراً سوار ہوسکتا ہے بلاعذر پیدل جانا افضل ہے مگر سوار میت کے آگے نہ چلے۳؎ پیدل جانے والے کو بھی پیچھے چلنا افضل ہے لیکن آگے چلنا بھی جائز۔ آج کل میت کے آگے نعت خوانی ہوتی جاتی ہے اور نعت خواں میت کے آگے چلتے ہیں، یہ جائز ہے، میت سے قریب رہنا اس لیے افضل ہے کہ بوقت ضرورت مدد کرنے میں بھی آسانی رہے گی اور عبرت زیادہ ہوگی۔۴؎ بشرطیکہ زندہ پیدا ہوا ہو جیسا کہ حضرت جابر کی روایت آگے آرہی ہے اس کی زندگی رونے یا حرکت سے معلوم ہوا اگر مردہ بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں۔ امام احمد کے نزدیک اگر چار ماہ یا زیادہ کا بچہ ساقط ہوا ہے تو اگرچہ مردہ ہوا اس پر نمازِ جنازہ ہے، وہ اسی حدیث کے اطلاق سے دلیل پکڑتے ہیں، ہماری دلیل آئندہ آرہی ہے۔ وہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے ورنہ یہ حدیث بظاہر ان کے بھی خلاف ہے کہ اس میں چار ماہ کی قید نہیں۔۵؎ اس طرح کہ چار تکبیریں کہی جائیں، چوتھی تکبیر میں اس کے ماں باپ کے لیے صبر واجر اور تمام کے لیے بچہ کے شفیع ہونے کی دعا کی جائے۔ پہلے دعا گزرچکی ہے، بہت جامع ہے جس میں والدین اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا ہے۔

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ يَمْشُوْنَ اَمَامَ الْجَنَازَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ اَهْلُ الْحَدِيْثِ كَاَنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ مُرْسَلًا.

(۱۵۷۹) روایت ہے حضرت زہری سے، وہ سالم سے، وہ اپنے والد سے راوی۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو جنازے سے آگے چلتے دیکھا۔۲؎ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ترمذی نے کہا کہ محدثین اسے مرسل سمجھتے ہیں۔۳؎

(۱۵۷۹)۱؎ آپ کے والد سیدنا عبداللہ ابن عمر ہیں یعنی سالم سیدنا فاروق اعظم کے پوتے ہیں۔۲؎ بیان جواز کے لیے ورنہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے تاکہ جنازے پر نظر رہے، عبرت نیز بوقت ضرورت مدد کرنے میں آسانی ہو جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہورہا ہے اس جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے، آہستہ ذکر کریں۔ فقیر کہتا ہے کہ اس زمانے میں ذکر بالجہر نعت خوانی وغیرہ بہتر ہے ورنہ لوگ دنیاوی باتیں ہنسی مذاق، غیبتیں، چغلیاں وغیرہ کرتے جاتے ہیں اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو۔۳؎ یعنی سالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں، ان کی روایت میں عبداللہ ابن عمر نہیں، ابن مالک نے فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَازَةُ مَتْبُوْعَةٌ وَّلَاتُتَبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْمَاجِدِ الرَّاوِيُّ رَجُلٌ مَّجْهُوْلٌ.

(۱۵۸۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنازے کے پیچھے رہا جاتا ہے، اسے پیچھے نہیں رکھا جاتا اور جو اس کے آگے رہے، وہ اس کے ساتھ ہی نہیں۔۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا ابو ماجد راوی مجہول آدمی ہیں۔۲؎

(۱۵۸۰)۱؎ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ جنازے سے پیچھے رہنا بہتر ہے گزشتہ حدیث بیان جواز کے لیے تھی۔ نیز وہ خصوصی عمل تھا اور یہ عمومی حکم ہے لہذا اس حدیث کو ترجیح ہے۔۲؎ مگر ابو ماجد کا مجہول ہونا امام ابوحنیفہ کو کوئی مضر نہیں کیونکہ یہ امام اعظم کے بعد اس اسناد میں شامل ہوئے۔ امام اعظم کو یہ حدیث صحیح ہو کر ملی تھی، امام ترمذی کو مجہول ہو کر۔ نیز جنازہ سے پیچھے چلنے کی بہت احادیث ہیں چنانچہ ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمٰن ابن ابزی سے روایت کی کہ میں ایک جنازے میں تھا۔ دیکھا کہ حضرت ابوبکر و عمر تو جنازے کے آگے چل رہے تھے اور حضرت علی پیچھے، میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ پیچھے کیوں چل رہے ہیں؟ فرمایا کہ وہ دونوں بزرگ بھی جانتے ہیں کہ پیچھے چلنا افضل ہے جیسے جماعت کی نماز تنہا نماز سے افضل لیکن بیان جواز اور لوگوں کو تنگی سے بچانے کے لیے، وہ حضرات آگے چل رہے ہیں۔ غرض کہ پیچھے چلنے کی بہت سی احادیث ہیں اور یہی عمل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَّحَمَلَهَا ثَلٰثَ مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰی مَا عَلَیْهِ مِنْ حَقِّهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّقَدْ رُوِیَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَمَلَ جَنَازَةَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَیْنَ الْعَمُوْدَیْنِ۔

(۱۵۸۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جنازے کے ساتھ گیا اور اسے تین بار کندھا دیا اس نے میت کا حق ادا کر دیا جو اس پر تھا۔۱؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور شرح سنہ میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد ابن معاذ کا جنازہ دو لکڑیوں کے درمیان اُٹھایا۔۲؎

(۱۵۸۱)۱؎ یعنی میت کے ساتھ جانا حق اسلامی ہے، یہ پورا پورا جب ادا ہوگا جب اسے کندھا بھی دے اس طرح کہ ایک بار چاروں کندھے پھر کچھ آرام لے پھر ترتیب وار چاروں کندھے پھر کچھ آرام لے پھر چاروں کندھے دے اس سے زائد دے تو اس کی خوشی، تین سے کم نہ کرے۔۲؎ یعنی جب زمین سے کندھے پر میت کو لیا تو اس طرح کہ جنازے کی آگے والی پٹی پر ایک آدمی تھا اور پچھلی والی پر دو۔ امام شافعی کے ہاں اُٹھاتے وقت یہی بہتر ہے، ہمارے ہاں اُٹھاتے وقت بھی چار افضل اور لے جاتے وقت سب کے ہاں چار ہی افضل اس کی بہت سی روایات موجود ہیں وہاں جگہ میں تنگی ہوگی اس لیے ایسے کیا گیا اب بھی دروازہ تنگ ہونے پر دو آدمی ہی جنازہ نکالتے ہیں۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَةٍ فَرَاٰی نَاسًا رُکْبَانًا فَقَالَ اَلَا تَسْتَحْیُوْنَ اَنَّ مَلَائِکَةَ اللّٰهِ عَلٰی اَقْدَامِهِمْ وَ اَنْتُمْ عَلٰی ظُهُوْرِ الدَّوَابِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوٰی اَبُوْدَاؤدَ نَحْوَهٗ قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْقُوْفًا۔

(۱۵۸۲) روایت ہے حضرت ثوبان سے، فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو آپ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا تو فرمایا کیا حیا نہیں کرتے کہ اللہ کے فرشتے پیدل ہیں اور تم گھوڑوں کی پشتوں پر۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد نے اس کی مثل ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حضرت ثوبان سے موقوفاً بھی منقول ہے۔۲؎

(۱۵۸۲)۱؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا چاہیے، سواری گزشتہ حدیث میں معذور کے لیے تھی لہذا احادیث میں تعارض نہیں، لنگڑا، بیمار سوار ہو کر ہی جا سکتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد دو رحمت یا عذاب کے فرشتے ہیں جو

مومن یا کافر میت کے ساتھ ہوتے ہیں ورنہ کاتبین اور حافظین فرشتے ہر انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہر وقت عالم غیب پر رہتی ہے۔ نیز یہ کہ بزرگوں کا ادب چاہیے' نظر آئیں یا نہ آئیں۔ دیکھو صحابہ فرشتوں کو نہیں دیکھ رہے تھے مگر ان کو ادب کا حکم دیا گیا لہٰذا ذکر خیر اور میلاد کی مجلسوں میں کھڑا ہونا بہتر ہے کہ بعض بزرگوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان موقعوں پر تشریف لاتے دیکھا ہے۔ ۲؎ حضرت ثوبان نے یہ لوگوں سے خود کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۵۸۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر سورۂ فاتحہ پڑھی۔ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ) ۱؎

(۱۵۸۳) ۱؎ اس مسئلہ کی پوری تحقیق پہلے ہو چکی کہ یہ حدیث مجمل ہے اس میں یہ ذکر نہیں کہ نماز کے اندر پڑھی یا بعد نماز ایصال ثواب کے لیے اور اگر اندر پڑھی تو کس تکبیر کے بعد پڑھی اور تلاوت کی نیت سے پڑھی یا دعا کے لیے' اتنے احتمالات کے ہوتے حدیث پر عمل ناممکن ہے۔ نیز یہ حدیث مرفوع سخت ضعیف ہے۔ چنانچہ ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں ابراہیم ابن عثمان واسطی ہے جو ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ حق یہ ہے کہ اس کے بارے میں حدیث مرفوع صحیح آئی ہی نہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا کہیں ثابت نہیں۔ ابوداؤد نے بھی حدیث مرفوع نقل نہیں کی بلکہ عبداللہ ابن عباس کا اپنا فعل نقل کیا لہٰذا صاحب مشکوۃ رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مرفوع کو ابوداؤد کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَآءَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَهَ)

(۱۵۸۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میت پر نماز پڑھ لو تو اس کے لیے خلوص دل سے دعا کرو۔ ۱؎ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۱۵۸۴) ۱؎ اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ نماز جنازہ میں خالص دعا ہی کرو' تلاوت قرآن نہ کرو' حمد وثنا' درود دعا کے مقدمات میں سے ہے اس صورت میں یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں تلاوت قرآن ناجائز ہے۔ دوسرے یہ کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کے لیے خلوص دل سے دعا مانگو اس صورت میں دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ہوگا۔ خیال رہے کہ دعا بعد نماز جنازہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور سنت صحابہ بھی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اور بعد میں دعا مانگی۔ حضرت عبداللہ ابن سلام ایک جنازہ پر پہنچے' نماز ہو چکی تھی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ نماز تو پڑھ چکے میرے ساتھ مل کر دعا تو مانگ لو اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اوّل میں دیکھو جن فقہاء نے اس دعا سے منع کیا اس کی صورت یہ ہے کہ سلام کے بعد یونہی کھڑے کھڑے دعا مانگی جائے جس سے آنے والے کو نماز کا دھوکا ہو یا بہت لمبی دعائیں مانگی جائیں جس سے بلاوجہ دفن میں بہت دیر ہو جائے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِيْرِنَا

(۱۵۸۵) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازے پر نماز پڑھتے تو کہتے الٰہی! ہمارے زندوں' مردوں' حاضرین' غائب' چھوٹوں اور بڑوں' مردوں اور

وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَشْهَلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهُ عِنْدَ قَوْلِهِ وَأُنْثَانَا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِيْمَانِ وَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِسْلَامِ وَفِي اٰخِرِهٖ وَلَاتُضِلَّنَا بَعْدَهُ.

عورتوں کو بخش دے! الٰہی! تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جسے موت دے تو اسے ایمان پر موت دے۔الٰہی! ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے پیچھے فتنہ میں نہ ڈال۔۲؎ (احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ) اور نسائی نے ابراہیم اشہلی سے' انہوں نے اپنے والد سے روایت کی واثنانا پر ختم ہوگئی اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ اسے ایمان پر زندہ رکھ اور اسلام پر موت دے۔۳؎ اور اس کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر دے۔

(۱۵۸۵) ۱؎ ان چار کلمات کا مقصد دعا کو عام کرنا ہے یعنی صرف میت کے لیے ہی دعا نہ کرے بلکہ سارے زندوں' مردوں کے لیے دعا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گزشتہ حدیث میں جو فرمایا گیا تھا کہ اخلصوا له الدعاء اس کے معنی یہ نہیں تھے کہ صرف حاضر میت ہی کو دعا کرے اور کو شامل نہ کرے جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بلکہ اس کے معنی وہ ہیں جو ہم نے وہاں عرض کر دیئے۔۲؎ یعنی ایمان کے ثواب سے محروم نہ کر اور ایمان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال یا میت پر صبر کے اجر سے محروم نہ کر اور توفیق دے کہ ہم بے صبری کر کے فتنہ میں نہ پڑ جائیں چونکہ اسلام میں عقیدہ کلمہ شہادت اعمال سب شامل ہیں اس لیے زندگی اسلام پر مانگی گئی اور ایمان صرف عقائد کا نام ہے اس لیے موت ایمان پر مانگی گئی کہ اس وقت اعمال نہیں ہوتے۔۳؎ یہاں اسلام اور ایمان ہم معنی ہیں یعنی دینِ حق۔ صرف عبارت کا فرق۔

وَعَنْ وَاثِلَةِ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۵۸۶) روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان آدمی پر نماز پڑھائی' میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ الٰہی! فلاں کا بیٹا' فلاں تیرے ذمے اور تیرے قریب کے عہد میں ہے تو اسے قبر کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے بچا لے تو وفاء اور حق والا ہے' الٰہی! اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔۱؎ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۱۵۸۶) ۱؎ اس میں خاص دین حاضر میت کے لیے دعا ہے' یہ بھی جائز ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ عام دعا بھی پڑھی اور اس کے بعد یہ بھی' قربِ عہد سے مراد یا قرآن شریف ہے یا ایمان یعنی یہ بندہ مومن ہے' قرآن کا ماننے والا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا فتنہ قبر وہاں کے امتحان کی ناکامی ہے اور آگ کا عذاب دوزخ کا عذاب ہے خواہ قبر میں ہو یا دوزخ میں پہنچ کر یہ دعا بہت ہی جامع ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۱۵۸۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو۔ا(ابوداؤد' ترمذی)

(۱۵۸۷)ا یعنی مسلمان کی بعد موت اچھائیاں کبھی کبھی بیان نہ کرو کہ نیکیوں کے ذکر سے رحمت اترتی ہے' ان کی برائیاں بیان کرنے سے باز رہو کیونکہ مردے کی غیبت زندہ کی غیبت سے سخت تر ہے کہ زندہ سے معافی مانگی جاسکتی ہے' مردے سے نہیں اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ اگر غسال مردے پر کوئی نیک علامت دیکھے' خوشبو یا چہرے کا نور تو لوگوں میں چرچا کرے اور اگر بری علامت دیکھے بدبو' چہرے کا بگڑ جانا تو اس کا کسی سے ذکر نہ کرے کیونکہ ہمیں بھی مرنا ہے' نہ معلوم ہمارا کیا حال ہو' بے دین کی برائی ضرور کرے تاکہ لوگ بے دینی سے بچیں اس کی شرح پہلے گزر چکی یزید وحجاج وغیرہ کو آج بھی برا کہا جاتا ہے کیونکہ یہ فساق ہیں' ان کا فسق ظاہر کرو تاکہ لوگ ان جیسے کاموں سے بچیں۔

وَعَنْ نَافِعٍ اَبِيْ غَالِبٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَلٰى جَنَازَةِ رَجُلٍ فَقَامَ حِيَالَ رَاْسِهٖ ثُمَّ جَآءُوْا بِجَنَازَةِ امْرَاَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالُوْا يَا اَبَا حَمْزَةَ صَلِّ عَلَيْهَا فَقَامَ حِيَالَ وَسْطِ السَّرِيْرِ فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ هٰكَذَا رَاَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْجَنَازَةِ مَقَامَكَ مِنْهَا وَمِنَ الرَّجُلِ مَقَامَكَ مِنْهُ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ نَحْوَهٗ مَعَ زِيَادَةٍ وَّفِيْهِ فَقَامَ عِنْدَ عَجِيْزَةِ الْمَرْاَةِ۔

(۱۵۸۸) روایت ہے حضرت نافع ابی غالب سے۱ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ابن مالک کے ساتھ ایک مرد کے جنازے پر نماز پڑھی۲ تو آپ اس کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے پھر لوگ ایک قریشی عورت کا جنازہ لائے' بولے اے ابوحمزہ! اس پر نماز پڑھیے تو آپ درمیان تخت کے مقابل کھڑے ہوئے' ان سے علاء ابن زیاد نے عرض کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازے پر ایسے ہی کھڑے ہوئے دیکھا جیسے آپ مرد اور عورت کے جنازے پر کھڑے ہوئے؟ فرمایا ہاں۳ (ترمذی' ابن ماجہ) اور ابوداؤد کی روایت میں اس کی مثل ہے کچھ زیادتی کے ساتھ اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ عورت کے سرین کے مقابل کھڑے ہوئے۔۴

(۱۵۸۸)۱ آپ تابعین میں سے ہیں' نام نافع ہے' کنیت ابوغالب' یہ وہ مشہور نافع نہیں یعنی عبداللہ ابن عمر کے غلام۲ یہ مرد سیدنا عبداللہ ابن عمر تھے جن کی نماز سیدنا انس نے پڑھائی تھی۔ (مرقاۃ) ۳ اس حدیث پر امام شافعی کا عمل ہے' ان کے ہاں امام مرد کے سر کے مقابل اور عورت کی کمر کے مقابل کھڑا ہو اور امام مالک کے ہاں مرد کی کمر کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے کندھے کے مقابل ہمارے ہاں مرد ہو یا عورت سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو کیونکہ یہ ایمان کی جگہ ہے اس کی نہایت ہی نفیس تحقیق اور مذہب حنفی کی ترجیح ابھی اسی باب میں گزر چکی کہ یہ حدیث امام احمد کی روایت کے مخالف ہے۔ ۴ ابوغالب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کے پیچھے نماز پڑھی' آپ میت کے سینے کے مقابل کھڑے ہوئے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میت اور پیچھے والے مقتدیوں کے درمیان آڑ بن جائیں اور میت کا پردہ رہے کیونکہ میت ڈولی میں نہ تھی لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جگہ کھڑا ہونا خصوصی واقعہ ہے' وہ بھی ایک عذر کی وجہ سے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ کَانَ سَھْلُ بْنُ حُنَیْفٍ وَّ قَیْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَیْنِ بِالْقَادِسِیَّۃِ فَمُرَّ عَلَیْھِمَا بِجَنَازَۃٍ فَقَامَا فَقِیْلَ لَھُمَا اِنَّھَا مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ اَیْ مِنْ اَھْلِ الذِّمَّۃِ فَقَالَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِہٖ جَنَازَۃٌ فَقَامَ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّھَا جَنَازَۃُ یَھُوْدِیٍّ فَقَالَ اَلَیْسَتْ نَفْسًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۱۵۸۹) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے[۱] فرماتے ہیں کہ حضرت سہل ابن حنیف اور قیس ابن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے[۲] کہ ان پر جنازہ گزرا وہ دونوں صاحب کھڑے ہوگئے' ان سے کہا گیا کہ یہ جنازہ زمیندار یعنی ذمی کافر کا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جنازہ گزرا' آپ کھڑے ہوگئے' عرض کیا گیا یہ تو یہودی کا جنازہ ہے' فرمایا کیا یہ جان نہیں ہے۔[۳] (مسلم بخاری)

(۱۵۸۹)[۱] آپ مشہور تابعی' بڑے عالم و زاہد ہیں' خلافتِ فاروقی میں شہادت پائی' فاروقِ اعظم سے چھ سال پہلے پیدا ہوئے' کوفہ میں قیام رہا' ایک سوبیس انصار صحابہ سے ملاقات ہے۔[۲] قادسیہ کوفہ سے پندرہ میل فاصلہ پر مشہور مقام ہے جو زمانہ فاروقی میں فتح ہوا' بہت معرکۃ الآرا غزوہ ہوا ہے[۳] یعنی کافر کی روح کا کوئی احترام نہیں اس کے لیے تو آسمان کے دروازے نہیں کھلتے تو آپ کافر کے جسم کی تعظیم کیوں کرتے ہیں اور اس کے لیے کیوں کھڑے ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ اس زمانے میں لفظ اہل ارض ذلت کا لفظ تھا یعنی زمین بونے' جوتنے والا یا ہماری زمین میں کام کرنے والا اس وقت بہترین پیشہ جہاد تھا پھر تجارت رب تعالٰی فرماتا ہے وَلٰکِنَّہٗٓ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ (۷:۱۷۶) مگر وہ تو زمین پکڑ گیا (کنزالایمان) [۴] یعنی یہ انسانی جان ہے جس کی موت سے عبرت پکڑنا چاہیے' ہمارا قیام اس کی تعظیم کے لیے نہیں بلکہ اظہارِ ہیبت کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ میت کے لیے کھڑا ہونا منسوخ ہے' ان بزرگوں کو یا تو نسخ کی خبر نہ ہوئی یا بیانِ جواز کے لیے کھڑے ہوئے۔

وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَبِعَ جَنَازَۃً لَّمْ یَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ فِی اللَّحْدِ فَعَرَضَ لَہٗ حِبْرٌ مِّنَ الْیَھُوْدِ فَقَالَ لَہٗ اِنَّا ھٰکَذَا نَصْنَعُ یَا مُحَمَّدُ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَالِفُوْھُمْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّ بِشْرُ بْنُ رَافِعِ نِ الرَّاوِیُّ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ۔

(۱۵۹۰) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو نہ بیٹھتے حتی کہ میت قبر میں رکھ دی جاتی' آپ کے سامنے ایک یہودی پادری آیا' عرض کیا کہ اے محمد! ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں' فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے لگے اور فرمایا کہ ان کی مخالفت کرو۔[۱] (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور بشر ابن رافع راوی قوی نہیں ہے۔

(۱۵۹۰)[۱] اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی مشابہت سے بچنا چاہیے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن سے پہلے کھڑا رہنا صرف اس لیے چھوڑا کہ یہود کا شعار تھا۔ خیال رہے کہ مشابہت اور چیز ہے موافقت کچھ اور چیز۔ وہ جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم اہلِ کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے' وہ مشرکینِ مکہ کے مقابلے میں تھا اور موافقت کے طور پر تھا نہ کہ مشابہت کے جیسے مشرکین بالوں میں کنگھی نہ کرتے تھے' اہلِ کتاب کرتے تھے تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنا پسند فرمایا لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں' حکم اسلامی کے مقابلے میں یہود ونصاریٰ کی مشابہت کرنا بڑا جرم ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اپنی وضع قطع' صورت سیرت عیسائیوں کی سی رکھتے ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۵۹۱) روایت ہے حضرت علی سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا اس کے بعد پھر آپ بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھا رہنے کا حکم دیا۔۱؎ (احمد)

(۱۵۹۱)۱؎ یعنی جنازے کے احترام یا ہیبت کے لیے محض کھڑا ہو جانا اوّلاً اسلام میں واجب تھا اب یہ وجوب منسوخ ہو گیا' جواز اب بھی باقی ہے۔ پہلا امر وجوبی ہے' دوسرا اباحت کا۔ بعض فقہاء اس قیام کو مکروہ فرماتے ہیں یعنی تنزیہی۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ فَقَامَ الْحَسَنُ وَلَمْ يَقُمِ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ الْحَسَنُ اَلَيْسَ قَدْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ جَلَسَ. (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۱۵۹۲) روایت ہے حضرت محمد ابن سیرین سے' فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ حضرت حسن ابن علی اور ابن عباس پر گزرا تو حسن کھڑے ہو گئے' ابن عباس نہ کھڑے ہوئے' امام حسن نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے جنازے کے لیے نہ کھڑے ہوئے؟ فرمایا ہاں! پھر بیٹھنے لگے۔۱؎ (نسائی)

(۱۵۹۲)۱؎ یعنی کھڑا ہونا یا نہ ہونا دونوں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل ہیں مگر نہ ہونا بعد کا ہے لہٰذا ناسخ ہے۔ حضرت ابن عباس نے امام حسن پر اعتراض نہ کیا' معلوم ہوا قیام بھی جائز ہے۔

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ كَانَ جَالِسًا فَمُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَامَ النَّاسُ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْجَنَازَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّمَا مُرَّ بِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيْقِهَا جَالِسًا وَّكَرِهَ اَنْ تَعْلُوَا رَاْسَهٗ جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَامَ. (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۱۵۹۳) روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے۱؎ وہ اپنے والد سے راوی کہ حضرت حسن ابن علی بیٹھے تھے کہ ان پر جنازہ گزرا تو لوگ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جنازہ آگے بڑھ گیا۔۲؎ تب حضرت حسن نے فرمایا کہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا تھا جس کے راستے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے' آپ نے یہ ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ کے سر سے اونچا ہو اس لیے کھڑے ہو گئے۔۳؎ (نسائی)

(۱۵۹۳)۱؎ آپ کا نام جعفر لقب امام صادق ہے' والد کا نام محمد لقب امام باقر ان کے والد کا نام علی اوسط لقب امام زین العابدین ہے' حادثہ کربلا سے صرف امام زین العابدین ہی بچ کر آئے تھے' حسینی سادات آپ ہی کی نسل پاک سے ہیں' امام حسین کے درمیانے صاحبزادے ہیں۔۲؎ مگر آپ نہ کھڑے ہوئے کیونکہ آپ اس قیام کے نسخ سے واقف ہو چکے تھے لہٰذا یہ روایت گزشتہ کے خلاف نہیں ۳؎ یعنی وہاں سے اُٹھ گئے تو آپ کا قیام تعظیماً نہ تھا بلکہ توہین یہود کے لیے تھا۔ خیال رہے کہ قیام جنازہ کی بہت سی وجہیں آئی ہیں'

فرشتوں کی تعظیم، میت مومن کا احترام، موت کی ہیبت وغیرہ ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے، ہوسکتا ہے کہ مختلف موقعوں پر مختلف وجہیں ہوں اس نیت سے کھڑا ہو جانا اب بھی بہتر ہے بشرطیکہ جنازہ کافر کا ہو اور مسلمان اس کے عین رستہ پر بیٹھا ہو، یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ امام محمد باقر نے امام حسن سے ملاقات نہیں کی لہٰذا درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گیا۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّتْ بِكَ جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ اَوْنَصْرَانِيٍّ اَوْمُسْلِمٍ فَقُوْمُوْا لَهَا فَلَسْتُمْ لَهَا تَقُوْمُوْنَ اِنَّمَا تَقُوْمُوْنَ لِمَنْ مَّعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۵۹۴) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یہودی یا عیسائی یا مسلمان کا جنازہ تم پر گزرے تو تم کھڑے ہو جاؤ، تم اس کے لیے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اس کے ساتھ والے فرشتوں کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔[۱] (احمد)

(۱۵۹۴)[۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوموسیٰ کو قُوْمُوْا فرمانا احترام کے لیے ہے یا بظاہر خطاب ان سے ہے اور درحقیقت ساری اُمت سے جیسے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ (۱،۶۵) اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو (کنزالایمان) پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ اور اس قسم کی ساری احادیث منسوخ ہیں مگر وجوب منسوخ ہے، جواز باقی اور کافر کے جنازے کے لیے کھڑا نہ ہونا بہتر کہ تمہاری نیت اگرچہ فرشتوں کی تعظیم کی ہوگی مگر دیکھنے والے اسے کافر کی تعظیم سمجھیں گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ فَقِيْلَ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ اِنَّمَا قُمْتُ لِلْمَلَائِكَةِ. (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۱۵۹۵) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا، آپ کھڑے ہو گئے، عرض کیا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، فرمایا کہ ہم فرشتوں کے لیے کھڑے ہوئے۔[۱] (نسائی)

(۱۵۹۵)[۱] یعنی ان عذاب کے فرشتوں کے لیے جو اس کافر کی گرفتاری کے لیے پکڑنے والی پولیس کی طرح اس کے ساتھ ہیں چونکہ یہ فرشتے محافظین اور کاتبین فرشتوں سے درجے میں بڑے ہیں اس لیے ان کی تعظیم کی گئی اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے فرشتوں سے افضل ہیں مگر ہمیں ادب اور تعظیم سکھانے کے لیے آپ نے یہ عمل کیا تاکہ معلوم ہو کہ قیام تعظیمی اچھی چیز ہے۔

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ صُفُوْفٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا اَوْجَبَ فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّأَهُمْ ثَلٰثَةَ صُفُوْفٍ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ اِذَا صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّأَهُمْ ثَلٰثَةَ اَجْزَآءٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ

(۱۵۹۶) روایت ہے حضرت مالک ابن ہبیرہ سے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، ایسا کوئی مسلمان جو مرے تو اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں مگر اللہ واجب کر دیتا ہے۔[۱] مالک جب جنازے والوں کو تھوڑا دیکھتے تو انہیں اسی حدیث کی وجہ سے تین صفوں میں بانٹ دیتے۔[۲] (ابوداؤد) ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ مالک ابن ہبیرہ جب جنازے پر نماز پڑھتے جس پر لوگوں کو کم دیکھتے تو ان کے تین حصے کر دیتے پھر فرماتے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس پر تین صفیں نماز پڑھیں واجب ہو گئی۔[۳]

صُفُوْفٍ اَوْجَبَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ۔ اور ابن ماجہ اس کی مثل روایت۔

(۱۵۹۶)؎ یہ حدیث بہت امید افزا ہے کیونکہ یہاں صفوں کی حد بیان فرمائی گئی اگر دو دو آدمیوں کی صفیں بھی نمازِ جنازہ میں ہو جائیں تب بھی میت کی بخشش کی قوی امید ہے' یہ سب اس اُمتِ مرحومہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے رب کی رحمت ہے' رب کی رحمت بہانہ چاہتی ہے' قیمت نہیں مانگتی۔؎ اب بھی فقہاء فرماتے ہیں کہ تھوڑے نمازیوں کو بھی تین صفوں میں بانٹ کر جنازہ پڑھو' اسی حدیث پر عمل ہے۔ خیال رہے کہ اور نمازوں میں صفِ اوّل افضل ہے مگر نمازِ جنازہ میں صف آخری بہتر یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ بعد نمازِ جنازہ دعا نہ مانگے کیونکہ اس میں نماز پر زیادتی کا اشتباہ ہے اس کا مطلب ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اسی طرح صفیں بنائے ہوئے کھڑے کھڑے دعا نہ مانگے تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ نماز ہو رہی ہے جیسے فرائض کے بعد صفیں توڑ کر سنتیں پڑھنے کا حکم ہے' تاکہ جماعت کا دھوکہ نہ ہو' محض دعا منع کیسے ہو سکتی ہے' وہ تو سنت ہے۔؎ یعنی آپ ایسے جنازے کی نماز پڑھا کر لوگوں کو یہ حدیث سنا دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ سے پہلے یا بعد جنازے کے متعلق تھوڑا وعظ کہہ دینا منع نہیں جب کہ اس سے دفن میں دیر نہ لگے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَآءَنَا فَاغْفِرْ لَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۵۹۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ جنازہ کے بارے میں راوی' الٰہی! تو اس کا رب ہے تو نے ہی اسے پیدا کیا تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت دی تو نے ہی اس کی روح قبض کی تو ہی اس کے کھلے چھپے کو جانتا ہے۔ ہم شفیع آئے ہیں' اسے بخش دے۔؎ (ابوداؤد)

(۱۵۹۷)؎ اگرچہ روح قبض کرنا ملک الموت کا کام ہے مگر چونکہ وہ سب کچھ رب کے حکم سے کرتے ہیں اس لیے فعل کو رب کی طرف نسبت کیا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَلٰى صَبِىٍّ لَمْ يَعْمَلْ خَطِيْئَةً قَطُّ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۱۵۹۸) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے' فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ کی اقتداء میں اس بچے پر نماز پڑھی جس نے کبھی کوئی خطا نہ کی تھی لیکن میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ الٰہی! اسے عذابِ قبر سے بچا لے۔؎ (مالک)

(۱۵۹۸)؎ یہاں عذابِ قبر سے مراد قبر کی تنگی اور وہاں کی وحشت ہے کہ یہ بچے کو بھی ہو جاتی ہے جیسا پہلے عرض کیا جا چکا' حسابِ قبر یا قبر میں آگ کا عذاب بچے کو نہیں ہوتا' رب تعالٰی کسی کو بے گناہ سزا نہیں دیتا۔

وَعَنِ الْبُخَارِىِّ تَعْلِيْقًا قَالَ يَقْرَأُ الْحَسَنُ عَلَى الطِّفْلِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّذُخْرًا وَّاَجْرًا۔

(۱۵۹۹) روایت ہے بخاری سے بطریق تعلیق؎ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بچہ پر سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے؎ اور کہتے تھے الٰہی! تو اسے ہمارے لیے گزشت گان میں سے اور پیش رو اور ذخیرہ اور ثواب بنا؎

(۱۵۹۹)۱؎ امام بخاری ترجمہ باب میں بھی کبھی بلا اسناد کوئی حدیث بیان کر جاتے ہیں' وہ تعلیق کہلاتی ہے۔امام بخاری کی تعلیقات بالاتفاق قبول ہیں کہ ان کا اسناد چھوڑنا صحت حدیث کی دلیل ہے' دوسرے محدثین کا یہ درجہ نہیں۔۲؎ حسن سے مراد خواجہ حسن بصری ہیں' آپ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد ایصالِ ثواب کی نیت سے الحمد شریف پڑھتے تھے یا نماز کے اندر پہلی تکبیر کے بعد بہ نیت ثنا یا تیسری کے بعد بہ نیت دعا اور اگر بہ نیت تلاوت ہی پڑھتے ہوں تو یہ ان کا اپنا اجتہادی عمل ہے۔بہر حال یہ روایت نہ حنفیوں کے خلاف ہے اور نہ حنفیوں کے مقابلے میں دلیل۔۳؎ متقدمین کو سلف کہتے ہیں اور متاخرین کو خلف فرط وہ جماعت کہلاتی ہے جو فوج سے آگے پڑاؤ پر پہنچ کر لشکر کے کھانے پینے کا انتظام کریں۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ بچے کے جنازے میں اس کی مغفرت کی دعا نہ کی جائے کیونکہ وہ بے گناہ ہے بلکہ اس کو سامنے رکھ کر اپنے لیے دعا کی جائے کہ خدایا! اسے ہمارا شفیع بنا جیسے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ میں اپنے لیے دعائیں کیں کہ خدایا انہیں ہمارا شفیع بنا اور ان کے طفیل ہمیں بخش دے۔اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ میت کے گناہ معاف کرانے کے لیے نہیں ہوتی بلکہ یہ حق اسلام ہے لہذا شہید پر جنازہ پڑھا جائے گا۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّفْلُ لَايُصَلِّی عَلَيْهِ وَلَايَرِثُ وَلَايُوْرَثُ حَتّٰی يَسْتَهِلَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَلَايُوْرَثُ۔

(۱۶۰۰) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچے پر نہ نماز پڑھی جائے نہ وہ وارث ہو اور نہ موروث حتیٰ کہ چیخے۔۱؎ (ترمذی ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے موروث نہ ہونے کا ذکر نہیں کیا۔۲؎

(۱۶۰۰)۱؎ یعنی اگر بچہ زندہ پیدا ہو کر مر جائے جس کی زندگی اس کی چیخ یا حرکت سے معلوم ہو جائے تب تو اس کی نمازِ جنازہ بھی ہے اور اس کا نام بھی رکھا جائے گا اس کا باقاعدہ کفن دفن بھی ہوگا اس پر میراث کے احکام بھی جاری ہوں گے اگر مردہ ہی پیدا ہو تو وہ گرا ہوا حمل ہے جس پر یہ کوئی حکم جاری نہیں' صرف ایک کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں داب دیا جائے گا۔یہ حدیث گزشتہ کی تفسیر ہے جس میں تھا کہ بچہ پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔۲؎ اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا اور حاکم نے فرمایا کہ یہ علیٰ شرط شیخین ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَقُوْمَ الْاِمَامُ فَوْقَ شَیْءٍ وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ يَعْنِیْ اَسْفَلَ مِنْهُ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِیُّ فِی الْمُجْتَبٰی فِیْ كِتَابِ الْجَنَائِزِ۔

(۱۶۰۱) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ امام کسی چیز پر کھڑا ہو اور لوگ اس کے پیچھے یعنی اس سے نیچے ہوں۔ (دارقطنی کتاب الجنائز کے مجتبیٰ میں)

(۱۶۰۱)۱؎ ہر امام کا یہی حکم ہے خواہ نماز پنج گانہ کا امام ہو یا نمازِ جنازہ کا۔بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث باب الامامت میں آنی چاہیے تھی مگر مصنف یہاں لائے تاکہ معلوم ہو کہ اگر جنازہ سواری پر یا لوگوں کے ہاتھوں میں ہو تو نمازِ جنازہ جائز نہیں کیونکہ میت مثل امام کے ہوتی ہے' تنہا اس کا اونچا ہونا یا الگ جگہ میں ہونا نماز کا مانع ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ بعد نمازِ جنازہ میت پر دعا ضرور ہی پڑھنی چاہیے تاکہ جو لوگ دیر سے نماز میں شریک ہوئے ہیں' وہ اپنی تکبیریں پوری کرلیں۔

بَابُ دَفْنِ الْمَيِّتِ
میت کے دفن کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

دفن کے معنی ہیں چھپانا مگر اب میت کو قبرستان یا مال کو زمین میں گاڑ دینے کا نام دفن ہے اسی لیے گڑے ہوئے مال کو دفینہ کہتے ہیں، سب سے پہلے ہابیل کو دفن کیا گیا، قبر دو طرح کی ہوتی ہے ایک لحد یعنی بغلی یا پنجابی میں سانویں، دوسری شق یعنی صندوقی یا پنجابی میں چیرویں، دونوں قسم کی قبریں جائز ہیں لیکن اگر زمین مضبوط ہو تو لحد افضل ہے، دفن کے لیے تفصیلی احکام فقہ کی کتابوں میں دیکھو۔

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ هَلَكَ فِیْهِ اِلْحَدُوْا لِیْ لَحْدًا وَّانْصِبُوْا عَلَی اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۰۲) روایت ہے حضرت عامر ابن سعد ابن ابی وقاص سے کہ سعد ابن ابی وقاص نے اپنے مرض وفات میں فرمایا میرے لیے بغلی قبر کھودنا اور مجھ پر کچی اینٹیں یونہی کھڑی کرنا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کی گئیں۔[1] (مسلم)

(۱۶۰۲)[1] بغلی قبر یہ ہے کہ اولاً زمین سیدھی کھودی جائے پھر قبلہ کی جانب میت کے جسم کے مطابق گڑھا کیا جائے اور یہ جو دروازہ سا بن گیا، اسے اینٹوں یا پتھروں سے بند کر دیا جائے یہاں پکی اینٹ یا لکڑی لگانا مکروہ ہے کہ ان میں آگ کا اثر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں نو کچی اینٹیں لگائی گئیں کیونکہ مدینہ منورہ کی اینٹ بہت بڑی ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور زمین سے ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جُعِلَ فِیْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَطِیْفَةٌ حَمْرَآءُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۰۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں سرخ کمبل ڈالا گیا۔[1] (مسلم)

(۱۶۰۳)[1] اس طرح کہ حضرت شقران غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اب میں یہ کمبل کسے اوڑھے ہوئے دیکھوں گا، بے تابی میں قبر انور میں کود گئے اور بستر کی طرح اسے زمین پر بچھا دیا، سرخ سے مراد سرخ دھاری والا ہے نہ کہ خالی سرخ۔ خیال رہے کہ یہ عمل شریف تمام صحابہ کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا لہٰذا یہ فعل شریف بالکل جائز ہوا۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، کسی اور کے لیے قبر میں کچھ بچھانا جائز نہیں کیونکہ زمین نہ پیغمبر کا جسم کھا سکتی ہے اور نہ ان کا کفن و بستر لہٰذا اس میں مال کی بربادی نہیں۔ دیکھو سلیمان علیہ السلام بعد وفات ایک سال یا چھ مہینے عصا کے سہارے کھڑے رہے، دیمک نے آپ کی لاٹھی کھائی، قدم نہ کھایا اور آپ کا لباس نہ گلا نہ میلا ہوا۔

وَعَنْ سُفْیَانَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ رَاٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا۔(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۶۰۴) روایت ہے حضرت سفیان تمار سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کوہان نما دیکھی۔[1] (بخاری)

(۱۶۰۴)[1] یعنی ڈھلوان جیسے اونٹ کا کوہان اور پیٹھ۔ اس حدیث کی بناء پر امام ابوحنیفہ و مالک و احمد فرماتے ہیں کہ قبر ڈھلوان بنانا

بہتر ہے، امام شافعی کے ہاں چوکھوٹی بنانا بہتر۔ یہ حدیث ان تین اماموں کی دلیل ہے، غالب یہ ہے کہ سفیان تمار نے شروع زمانے ہی میں قبرانور کی زیارت کی ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پہلے ہی سے ایسی تھی کیونکہ عہد صحابہ میں حجرہ شریف کھلتا تھا اور قبرانور کی زیارت عموماً ہوتی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ پہلے قبر شریف چوکھوٹی تھی پھر ڈھلوان بنوائی گئی مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں، تمام دیکھنے والوں نے یہی کہا کہ قبر ڈھلوان ہی تھی۔

وَعَنْ اَبِی الْهَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَابَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّاتَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ.(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۰۵) روایت ہے حضرت ابی ہیاج اسدی سے[۱] فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ تم کوئی تصویر نہ دیکھو مگر مٹادو اور نہ اونچی قبر دیکھو مگر زمین کے برابر کردو[۲] (مسلم)

(۱۶۰۵)[۱] آپ کا نام حیان ابن حصین ہے، کنیت ابوالہیاج ہے، قبیلہ بنی اسد سے ہیں، حضرت عمار ابن یاسر کے کاتب تھے، تابعی ہیں اور منصور ابن حیان مشہور تابعی کے والد ہیں[۲] یعنی جس کام کے لیے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اسی کام کے لیے میں تمہیں بھیجتا ہوں، تصویروں اور مجسموں کو مٹانا اور اونچی قبروں کو گرا کر زمین کے ہموار کر دینا۔ خیال رہے کہ یہاں قبروں سے یہود ونصاریٰ کی قبریں مراد ہیں نہ کہ مسلمانوں کی۔ چند وجہ سے ایک یہ کہ حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے پاک میں صحابہ کرام کی قبریں اونچی کیسے بن گئیں جنہیں مٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بھیجا کیونکہ ان بزرگوں کا کفن دفن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے ہوتا تھا، دوسرے یہ کہ قبر کو فوٹو و مجسمہ سے کیا نسبت، مسلمانوں کی قبروں پر نہ فوٹو ہوتے ہیں نہ مجسمہ ہاں عیسائیوں کی قبریں بہت اونچی بھی ہوتی ہیں اور ان پر میت کا مجسمہ یا فوٹو بھی ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ مسلمان کی قبر زمین کے برابر نہیں کی جاسکتی بلکہ وہ ایک بالشت یا ایک ہاتھ اونچی رکھی جائے گی اور یہاں برابر کر دینے کا حکم ہے، چوتھے یہ کہ اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے باب میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبریں اُکھیڑنے کا حکم دیا تو اُکھیڑ دی گئیں اسی کام کے لیے علی مرتضیٰ مامور ہوئے تھے، پانچویں یہ کہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث پر عنوان قائم کیا کہ کیا مشرکین جاہلیت کی قبریں اُکھیڑی جاسکتی ہیں یعنی ان کے علاوہ نبیوں اور ان کے متبعین کی نہیں کیونکہ ان کی قبریں اُکھیڑنے میں ان کی توہین ہے، چھٹے یہ کہ اسی فتح الباری میں تھوڑی دُور جا کر فرمایا۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ مملوکہ مقبرے میں تصرف جائز ہے اور پرانی قبریں اُکھیڑ دینا جائز ہیں بشرطیکہ وہ قبریں حرمت والی نہ ہوں، ساتویں یہ کہ مسلمان کی اونچی قبر بنانا منع ہے لیکن اگر بن گئی ہے تو اسے گرانا ناجائز کہ اس میں قبر اور صاحبِ قبر کی اہانت ہے جب مسلمان کی قبر سے تکیہ لگانا اس پر چلنا پھرنا منع ہے تو اس پر پھاوڑے چلانا کب جائز ہوگا جیسے چھوٹے سائز کے قرآن شریف وحمائلیں چھاپنا منع ہے لیکن اگر چھپ چکے ہوں تو انہیں جلانا حرام، آٹھویں یہ کہ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے: حضرت خارجہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ عثمانی میں تھے اور ہم سے بڑا بہادر وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔ معلوم ہوا کہ وہ قبر اتنی اونچی بنائی گئی تھی جسے پھلانگنا دشوار تھا اور یہ قبر حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنائی تھی، نویں یہ کہ ابھی مشکوۃ شریف میں حدیث آئے گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے کی طرف ایک [illegible] پتھر لگایا [illegible] اونچا تھا جسے پھلانگنا دشوار تھا بہرحال اگر

یہاں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوں تو یہ حدیث بہت احادیث کے خلاف ہوگی اور اس میں ایسی مشکلات پیدا ہوں گی جو حل نہ ہوسکیں گی۔ افسوس نجدیوں نے اس حدیث کو آڑ بنا کر حرمین طیبین میں صحابہ کبار اہلِ بیت اطہار کی قبروں کو تو گرایا مگر اسی علاقے میں امریکن تیل کمپنی جس کا ٹھیکہ نجدیوں نے امریکہ کو دیا ہے' ان کے فوت شدہ انگریزوں کی قبریں بڑی بڑی اونچی ہیں مگر ہاتھ نہ لگایا یعنی جن کے لیے حدیث تھی' ان پر عمل نہ کیا گیا' مسلمانوں کی قبروں پر یہ ستم کیا گیا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۰۶) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ قبر میں چونا گچ کیا جائے۱ اور یہ کہ اس پر کچھ بنایا جائے۲ اور یہ کہ اس پر بیٹھا جائے۔۳ (مسلم)

(۱۶۰۶)۱ خیال رہے کہ قبر میں تین چیزیں ہیں۔ ایک اس کا اندرونی حصہ جو میت کے جسم سے ملا ہوتا ہے' اسے پختہ کرنا' وہاں لکڑی یا پکی اینٹ لگانا مطلقاً ممنوع ہے خواہ ولی کی قبر ہو یا عام مسلمان کی' جسم میت مٹی میں رہنا چاہیے حتیٰ کہ اگر کسی وقت مجبوراً میت کو تابوت یا صندوق میں دفن کرنا پڑے تب بھی اس کے اندرونی حصے میں مٹی سے کہگل کر دی جائے' دوسرا قبر کا بیرونی حصہ جو لوگوں کو نظر آتا ہے اس کا پختہ کرنا عوام کی قبروں میں منع' اولیاء و مشائخ و علماء کی قبور کا جائز کیونکہ عوام کے لیے یہ بے کار ہے اور خاص قبروں کی حرمت و تعظیم کا باعث اسی پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا اور ہے' خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر لگایا' تیسرے یہ کہ قبر کے آس پاس چبوترہ پختہ ہو اور تعویذ قبر کچا' یہ مطلقاً جائز ہے لہٰذا یہاں قبر سے مراد قبر کا اندرونی حصہ ہے اسی لیے علی القبر نہ فرمایا گیا یا عام قبریں مراد ہیں جن سے مشائخ اور علماء کی قبریں مستثنٰی ہیں ابھی اسی باب میں آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق کی قبور پر عہد صحابہ میں سرخ بجری بچھا دی گئی تھی' بالکل خام نہ رکھی گئی۔۲ اس طرح کہ قبر پر دیوار بنائی جائے' قبر دیوار میں آ جائے' یہ حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے اسی لیے یہاں علیہ فرمایا گیا' حولہ نہ فرمایا یا اس طرح کہ قبر کے آس پاس عمارت یا قبہ بنایا جائے' یہ عوام کی قبروں پر ناجائز ہے کیونکہ بے فائدہ ہے۔ علماء و مشائخ کی قبروں پر جہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہے' جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سایہ میں آسانی سے فاتحہ پڑھ سکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور پر عمارت اوّل ہی سے تھی اور جب ولید ابن عبدالملک کے زمانے میں اس کی دیوار گر گئی تو صحابہ نے بنائی۔ نیز حضرت عمر نے زینب بنت جحش کی قبر پر' حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر اور محمد ابن حنفیہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی قبر پر قبے بنائے۔ دیکھو خلاصۃ الوفاء اور منتقٰی شرح مؤطا۔ مرقاۃ نے اس مقام پر اور شامی نے دفن میت کی بحث میں فرمایا کہ مشہور علماء و مشائخ کی قبر پر قبے بنانا جائز ہیں۔۳ یعنی قبر پر چڑھ کر بیٹھ جائے' یہ حرام ہے کیونکہ اس میں قبر کی توہین ہے لیکن قبر کے پاس تلاوتِ قرآن کے لیے بیٹھنا یا وہاں کا انتظام کرنے کے لیے مجاور بن کر بیٹھنا بالکل جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور کی مجاورہ تھیں اور کلید بردار لوگ آپ سے حجرہ کھلوا کر قبرانور کی زیارت کرتے تھے اسی مشکوٰۃ کے اگلے باب میں بخاری کی روایت سے آ رہا ہے کہ حضرت حسن ابن علی کی قبر پر ان کی بیوی صاحبہ نے قبہ بنایا اور وہاں ایک سال تک مجاورہ بن کر بیٹھی رہیں اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر بہت مجاور رہتے ہیں جنہیں اغوات کہتے ہیں جن کا ایک سردار ہوتا ہے جسے شیخ الاغوات کہا جاتا ہے۔ فقیر نے دوسرے حج میں شیخ الاغوات خلیل عبدالسلام صاحب کی

قدم بوسی کی اور تیسرے حج میں شیخ الاغوات خواجہ الیاس کی' ان مجاوروں کو نجدی حکومت بھی نہ ہٹا سکی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنے سے استنجے کے لیے بیٹھنا مراد ہے یعنی قبر پر پیشاب پاخانہ نہ کرو۔

وَعَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْهَا۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۰۷) روایت ہے حضرت مرثد غنوی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۶۰۷) اس طرح کہ قبر نمازی کے سامنے بغیر آڑ ہو' یہ حرام ہے اور اگر قبر دائیں بائیں یا پیچھے ہو یا سامنے ہی ہو مگر نمازی اور اس کے درمیان دیوار وغیرہ کی آڑ ہو تو بلا کراہت نماز جائز ہے۔ بزرگوں کے مزار کے پاس برکت کے لیے مسجدیں بنانا اور ان مسجدوں میں برکت کے لیے نمازیں پڑھنا سنت انبیاء و سنت صحابہ ہے۔ چنانچہ رب تعالٰی اصحابِ کہف کے بارے میں فرماتا ہے: لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا (۱۸:۲۱) قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے (کنزالایمان) یعنی مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ ہم ان کے غار پر مسجد بنائیں گے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے اردگرد مسجد نبوی واقع ہے جہاں سجدے کرنے کی ہر مومن کو تمنا ہے یونہی ہر بزرگ کے مزار کے پاس مسجدیں بنی ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۰۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کا چنگاری پر بیٹھنا کہ جو کپڑے کو جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے' قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ ۱؎ (مسلم)

(۱۶۰۸) یعنی مسلمان کی قبر پر بیٹھنا آگ پر بیٹھنے سے بدتر ہے کہ اس کے کپڑے اور جسم جلیں گے اور اس سے ایمان برباد ہوگا۔ اس حدیث نے گزشتہ حدیث کی تفسیر کر دی کہ وہاں بھی قبر پر بیٹھنے سے مراد قبر پر سوار ہو کر بیٹھنا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ کَانَ بِالْمَدِیْنَةِ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا یَلْحَدُ وَالْاٰخَرُ لَایَلْحَدُ فَقَالُوْا اَیُّهُمَا جَآءَ اَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهٗ فَجَآءَ الَّذِیْ یَلْحَدُ فَلَحَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۱۶۰۹) روایت ہے حضرت عروہ ابن زبیر سے' فرماتے ہیں کہ مدینہ میں دو شخص تھے' ایک بغلی کھودتا تھا' دوسرا یہ نہیں ۱؎ صحابہ نے کہا ان میں جو پہلے آئے' وہ اپنا کام کرلے تو بغلی کھودنے والا ہی آیا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغلی قبر کھودی۔ ۲؎ (شرح سنہ)

(۱۶۰۹) ۱؎ یعنی بغلی نہ کھودتے تھے بلکہ صندوقی کھودنا جانتے تھے۔ خیال رہے کہ لحد کھودنے والے حضرت زید ابن سہیل انصاری یعنی ابوطلحہ تھے اور صندوقی کھودنے والے حضرت عبیدہ ابن جراح تھے' مدینہ میں دو ہی بزرگ تھے جنہیں قبر کھودنا آتی تھی' ان کا پیشہ گورکنی نہ تھا' آج کل کی طرح۔ ہر مسلمان کو کفن سینا اور قبر کھودنا سیکھنا چاہیے کہ نہ معلوم موت کہاں واقع ہو۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صندوقی قبر

منع نہیں ورنہ سیدنا ابوعبیدہ ابن جراح جیسے صحابی یہ نہ کھودا کرتے اور صحابہ کبار ان دونوں کو پیغام نہ بھیجتے۔خیال رہے کہ اگرچہ تمام قبر کھودنا جانتے تھے مگر وہ دونوں حضرات بہت مشاق تھے انہوں نے چاہا کہ قبر انور بہت اعلیٰ درجے کی تیار ہو جو بہت تجربہ کار ہی کر سکتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ورَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ.

(۱۶۱۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغلی قبر ہمارے لیے ہے اور صندوقی ہمارے غیروں کے لیے۔[۱] (ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ) احمد نے جریر ابن عبداللہ سے روایت کی۔

(۱۶۱۰)[۱] یعنی مسلمانوں کے لیے بغلی قبر بہتر ہے جیسے اہل کتاب وغیرہ صندوقی کو بہتر جانتے ہیں یہ کلام بیان استحباب کے لیے ہے نہ کہ بیان وجوب کے لیے جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا۔یا یہ مطلب ہے کہ ہماری قبر انشاء اللہ لحد ہوگی ہمارے علاوہ بعض امتیوں کی قبریں صندوقی بھی ہوں گی یا ہم گروہ انبیاء کی قبریں لحد ہوئیں امتوں کے لیے شق بھی ہے یا یہ مطلب ہے کہ ہم مدینہ والوں کی قبریں لحد ہونی چاہئیں کیونکہ یہاں کی مٹی پختہ ہے دوسرے لوگوں کے لیے جہاں کی مٹی نرم ہو ٹھہرتی نہ ہو شق مناسب ہے۔

وَعَنْ هِشَامِ ابْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ اُحُدٍ احْفِرُوْا وَاَوْسِعُوْا وَاَعْمِقُوْا وَاَحْسِنُوْا وَادْفِنُوا الْاِثْنَيْنِ وَالثَّلٰثَةَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ وَّقَدِّمُوْا اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَ اَحْسِنُوْا.

(۱۶۱۱) روایت ہے حضرت ہشام ابن عامر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن فرمایا کہ چوڑی گہری اور اچھی قبر کھودو۔[۱] اور ایک قبر میں دو دو تین تین دفن کرو جن میں زیادہ قرآن والوں کو آگے رکھو۔[۲] (احمد ترمذی ابوداؤد نسائی) اور ابن ماجہ نے احسنوا تک

(۱۶۱۱)[۱] اس سے معلوم ہوا کہ مردے کے لیے قبر خوب چوڑی ہو جس میں جسم پھنسے نہیں اور گہری ہو گہرائی مردے کے قد کے برابر یا کھڑے ہونے میں سینہ کے برابر ہو اور قبر کو اندر سے خوب صاف کر دیا جائے اس میں کوئی کنکر کانٹا نہ ہو احسنوا اس جانب اشارہ ہے۔بعض عشاق فرماتے ہیں کہ قبر اتنی گہری ہونی چاہیے کہ مردہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑا ہو سکے۔[۲] یہ حکم اس لیے تھا کہ کپڑا بہت کم تھا ایک ایک چادر میں کئی کئی شہید دفن کیے گئے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ جَاءَتْ عَمَّتِيْ بِاَبِيْ لِتَدْفِنَهٗ فِيْ مَقَابِرِنَا فَنَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا الْقَتْلٰى اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَلَفْظُهٗ لِلتِّرْمِذِيِّ.

(۱۶۱۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں جب احد کا دن ہوا تو میری پھوپھی میرے باپ کو لائیں تاکہ انہیں اپنے قبرستان میں دفن کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانچی نے اعلان کیا کہ شہداء کو ان کی قتل گاہ کی طرف واپس کرو۔[۱] (احمد ترمذی ابوداؤد نسائی دارمی) اور لفظ ترمذی کے ہیں۔

(۱۶۱۲)[۱] اس سے معلوم ہوا کہ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا منع ہے نقل میت کا مسئلہ بڑے معرکہ کا ہے۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ممانعت صرف شہدائے احد کے لیے تھی تاکہ تمام شہداء ایک جگہ رہیں۔زائرین کو ان کی زیارت میں آسانی ہو اور وہ شہداء بھی اس میدان پاک کی برکت سے فائدہ حاصل کریں کیونکہ احد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب پہاڑ ہے اور

محبوب کے پاس دفن ہونا بھی اچھا۔ خیال رہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے چھ مہینے کے بعد اپنے والد کی نعش مبارک وہاں سے منتقل کی اور جنت البقیع میں دفن کی' یہ کام کسی ضرورت کی وجہ سے ہوا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت منع نہ فرمایا۔ نقل میت کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ بعد دفن قبر کھول کر نعش منتقل کرنا یا اتنی دُور میت کو لے جانا کہ جہاں تک پہنچتے ہوئے میت کے بگڑ جانے کا خطرہ ہو' ممنوع ہے لیکن اگر یہ وجوہ نہ ہو تو کسی فائدہ صحیحہ کے لیے میت کو منتقل کرنا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت سعد ابن وقاص کا جنازہ ان کے محل سے جو مدینہ پاک سے دس میل تھا' مدینہ لایا گیا۔ بعد دفن میت کو نکالنا سخت منع ہے اسی لیے بعض صحابہ کرام کفار کی زمین میں دفن ہوئے تو انہیں وہیں رکھا گیا حتیٰ کہ اگر میت بلاغسل و نماز بھی دفن ہو گیا ہو تو اسے نہیں نکال سکتے۔ یوسف و موسیٰ علیہما السلام کے تابوتوں کو جو مصر سے شام کی طرف منتقل کیا گیا' یہ ان دینوں میں جائز تھا' ہمارے ہاں ممنوع لہٰذا روافض جو امانت کر کے مردے کو دفن کرتے ہیں' سخت ناجائز ہے۔ قبر اُکھیڑنے کی صرف ایک ہی صورت ہے' وہ یہ کہ مردہ کسی غیر کی زمین میں بغیر مالک کی اجازت دفن کر دیا گیا ہو تو مالک مردے کو نکلوا کر اپنی زمین خالی کرا سکتا ہے' وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جب میت گل جائے تو قبر پر کھیتی باڑی بھی کر سکتے ہیں اس سے یہی مراد ہے ورنہ قبر وقف ہوتی ہے اس پر کھیتی کیسی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ۔ (رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

(۱۶۱۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر کی طرف سے قبر میں اُتارا گیا۔[1] (شافعی)

(۱۶۱۳)[1] اِسل سلولؔ سے بنا بمعنی کھینچنا و سونتنا اسی لیے ننگی تلوار کو سیف مسلول کہتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر قبر کی پائنتی کی طرف رکھا گیا پھر ادھر سے قبر انور میں داخل کیا گیا۔ حضرت امام شافعی کا یہ طریقہ دفن سنت ہے' ہمارے ہاں میت کو قبر کے قبلہ کی جانب رکھ کر ادھر سے اُتارا جائے گا۔ امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے مگر اس سے یہ استدلال درست نہیں چند وجہ سے ایک یہ کہ یہ حدیث اسناداً صحیح نہیں کیونکہ امام شافعی نے اس کی اسناد یوں بیان فرمائی' شافعی **عن الثقة عنده عن عمرو بن عطاء عن عکرمة عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ** ظاہر ہے کہ ثقہ عندہ ضعف کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں راوی کا نام نہیں' صرف یہ ہے کہ میں نے ایک معتبر آدمی سے سنا لہٰذا یہ راوی مجہول ہوا' دوسرے یہ کہ دوسری صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد نے مراسیل میں' حماد ابن سلیمان' ابراہیم النخعی سے اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانب قبلہ سے قبر انور میں داخل کیا گیا' سر کی جانب سے نہ کیا گیا لہٰذا احادیث متعارض ہیں' متعارض سے استدلال درست نہیں' تیسرے یہ کہ صحابہ کرام میت کو جانب قبلہ سے قبر میں داخل کرتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضرت علی نے یزید ابن کمفف پر نمازِ جنازہ پڑھائی اور انہیں جانب قبلہ سے قبر میں اُتارا۔ نیز انہی نے حضرت محمد ابن حنیفہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس کا جنازہ پڑھایا تو انہیں جانب قبلہ سے قبر میں اُتارا' چوتھے یہ کہ آگے اسی مشکوٰۃ شریف میں آ رہا ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے اُتارا' پانچویں یہ کہ ان باتوں سے آنکھ بند کر لی جائے اور مان لیا جائے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانب سر سے اُتارا گیا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کو حجرے میں دفن کیا گیا تھا' جانب قبلہ دیوار حائل تھی ادھر جگہ نہ تھی اس مجبوری کی وجہ سے آپ کی ڈولی پائنتی کی طرف رکھی گئی تو یہ عمل مجبوراً تھا اور جو حدیثیں ہم نے پیش کیں' وہ غیر مجبوری کی حالت میں ہیں۔ (مرقاۃ) اشعہ وغیرہ

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا

(۱۶۱۴) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو

لَيْلًا فَأُسْرِجَ لَهٗ بِسِرَاجٍ فَاَخَذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتَ لَاَوَّاهًا تَلَّاءً لِلْقُرْاٰنِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ اَسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ)

قبر میں تشریف لے گئے تو آپ کے لیے چراغ جلایا گیا۱ حضور نے میت کو قبلہ کی طرف سے لیا۲ اور فرمایا اللہ تم پر رحم کرے، تم بہت زاری کرنے اور تلاوتِ قرآن کرنے والے تھے۔۳ (ترمذی) شرح سنہ نے فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے۔۴

(۱۶۱۴)۱ یعنی رات میں میت کو دفن کیا تو میت کے لیے یا حضور کے لیے چراغ سے روشنی کی گئی۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ قبر پر آگ لے جانا منع ہے مگر چراغ لے جانا جائز کیونکہ یہ روشنی کے لیے ہے نہ کہ مشرکین سے مشابہت کے لیے' مشرکین میت کے ساتھ آگ لے جاتے ہیں' آگ کی پوجا کرنے یا میت کو جلانے کے لیے لہٰذا بزرگوں کے مزار کے پاس لوبان یا اگربتی جلانا جائز ہے تا کہ میت کو فرحت اور زائرین کو راحت ملے اسی لیے میت کے کفن کو دھونی دینا سنت ہے جسے فقہاء استجمار کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ضرورت کے وقت قبر پر چراغ جلانا جائز ہے لہٰذا جن بزرگوں کے مزاروں پر دن رات زائرین کا ہجوم اور تلاوتِ قرآن کا دور رہتا ہے وہاں ضرور رات کو روشنی کی جائے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر ہمیشہ سے اور اب نجدیوں کے زمانے میں اور زیادہ اعلیٰ درجہ کی روشنی ہوتی ہے' خاص گنبد شریف پر بیسیوں قمقمے نصب ہیں جن احادیث میں قبر پر چراغ جلانے سے ممانعت ہے وہاں بلاضرورت چراغ رکھ آنا مراد ہے کہ اس میں اسراف ہے۔ خیال رہے کہ بزرگوں کا احترام ظاہر کرنے کے لیے بھی روشنی کر سکتے ہیں جیسے کعبہ معظمہ کے احترام کے لیے اس پر غلاف رہتا ہے اور دروازہ کعبہ پر بڑی قیمتی شمع کا فوری جلائی جاتی ہے۔ رمضان میں مسجدوں کا چراغاں بھی یہیں سے لیا گیا' دیکھو جاء الحق حصہ اوّل۔۲ یعنی میت کو قبر کے قبلہ کی جانب سے اُتارا یہی امام اعظم کا قول ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اس کی پوری بحث ابھی پچھلی حدیث میں ہم کر چکے ہیں۔۳ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میت سے یہ خطاب کرتے ہوئے دفن کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کی بعد وفات تعریفیں کرنا چاہئیں۔ نیز مردے سنتے ہیں' زندہ انہیں سلام بھی کریں بلکہ انہیں خطاب کر کے بات چیت بھی' مردوں کا سننا اور ان سے بات چیت کرنا صریح آیتوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب علم القرآن میں دیکھو۔ قرآن پاک میں جو ہے کہ آپ اندھوں کو ہدایت نہیں کر سکتے اور مردوں کو سنا نہیں سکتے وہاں دل کے اندھے اور مردے مراد ہیں یعنی کفار اسی لیے وہاں مردوں کا مقابلہ مومن سے کیا گیا ہے کہ فرمایا: اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا (۲۷،۸۱) تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ (کنزالایمان) خیال رہے کہ یہ میت سیدنا عبداللہ ذوالبجادین ہیں۔ (مرقاۃ) ۴ مگر ترمذی نے اس حدیث کو حسن فرمایا کیونکہ اس کی اسناد میں منہال ابن خلیفہ ہیں جنہیں ابن معین نے تو ضعیف کہا مگر دوسرے محدثین نے ثقہ کہا جن کی وجہ سے یہ حدیث حسن ہوئی تعجب ہے کہ شوافع ترمذی کے حسن کہنے کا ذکر نہیں کرتے اور شرح سنہ کے ضعیف کہنے کو بیان کرتے ہیں۔ نیز حیرت ہے کہ اس حدیث کو حسن ہونے کے باوجود قبول نہیں کرتے اور پچھلی حدیث جو ابھی گزری جو بالاتفاق ضعیف ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے حضرت ابن مسعود سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صدیق وفاروق عبداللہ ذی البجادین کے دفن کا انتظام فرما رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جانب قبلہ سے قبر میں اُتار رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں اور بعد دفن فرمایا الٰہی! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حتی کہ میں نے تمنا کی کہ میں یہ میت ہوتا۔ (مرقاۃ)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَدْخَلَ الْمَيِّتَ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوٰى اَبُوْدَاوٗدَ الثَّانِيَةَ۔

(۱۶۱۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں اُتارتے تو فرماتے اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے رسول اللہ کے دین پر اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ کی سنت پر۔ا(احمد ترمذی ابن ماجہ) اور ابوداؤد نے دوسری روایت کی۔

(۱۶۱۵)ا یعنی اُتارتے وقت یہ کلمات کہتے جاتے تھے۔خیال رہے کہ سرکار نے بہ نفس نفیس چند صحابہ کو ہی قبر میں اُتارا ہے مگر یہ کلمات دفن کے وقت ہمیشہ فرماتے ہیں لہٰذا ادخل کے معنی ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ قبر میں اُتارنا۔

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَثّٰى عَلَى الْمَيِّتِ ثَلٰثَ حَثَيَاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّهٗ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ ابْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَسْبَاءَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى الشَّافِعِيُّ مِنْ قَوْلِهٖ رَشَّ۔

(۱۶۱۶) روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے وہ اپنے باپ سے مرسلاً راوی اکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپ ڈالے ۲ اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکاؤ کیا اور اس پر کنکر بچھائے۔۳ (شرح سنہ) اور شافعی نے رش سے

(۱۶۱۶)ا امام جعفر صادق کے والد کا نام محمد باقر ہے چونکہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں اور یہاں صحابہ کا نام نہیں اس لیے یہ حدیث مرسل ہے غالبًا وہ صحابی حضرت جابر ہوں گے کیونکہ امام باقر اکثر ان سے روایتیں لیتے ہیں۔۲ مٹی کے، امام احمد کی روایت میں ہے کہ آپ پہلے لپ پر پڑھتے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ اور دوسرے پر پڑھتے وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسرے پر پڑھتے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى چنانچہ میت کو تین لپ مٹی دینا بھی سنت ہے اور یہ پڑھنا بھی۔۳ علماء فرماتے ہیں کہ بعد دفن قبر پر ٹھنڈا اور پاک پانی چھڑکے نیک فال کے لیے کہ اللہ میت کو پاک اور قبر کو ٹھنڈا کرے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کو بالکل کچا رکھنا ضروری نہیں اس پر بجری کنکریٹ ڈال سکتے ہیں ہاں عام قبروں کو چونا گچ سے پختہ نہ کیا جائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ تُوْطَاَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۶۱۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو گچ کرنے ا ان پر لکھنے ۲ اور ان پر چلنے سے منع کیا۔۳ (ترمذی)

(۱۶۱۷)ا اس کی تفصیلی بحث پہلے ہو چکی کہ قبر کا اندرونی حصہ پختہ نہ کیا جائے ورنہ بیرونی حصہ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر بھی لگایا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے اور بجری بچھائی ہے جیسا کہ ابھی گزر گیا۔۲ عام قبروں پر جہاں احتیاط نہ ہو سکے اللہ کا نام یا قرآن کی آیت لکھنا منع ہے کہ اس میں بے ادبی کا قوی احتمال ہے، لوگ بھی گزر جاتے ہیں وہاں جانور بھی گزرتے ہیں خواص کے مزارات جہاں ان کی بے ادبی کا احتمال نہ ہو وہاں جائز ہے۔مرقاۃ میں ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں قبر پر میت کا نام اور تاریخ وفات لکھنا سنت ہے اور لکھنے کی ممانعت کی حدیث منسوخ ہے جیسا کہ حاکم نے فرمایا، یہ تمام گفتگو قبر کے تعویذ پر لکھنے میں ہے اگر قبر کے سرہانے پتھر کھڑا کیا جائے اس پر کچھ لکھا جائے تو بلا کراہت جائز ہے۔۳ اسی لیے فقہاء نے فرمایا کہ قبرستان میں جو قبر پر سے نئے راستے بنا لیے جاتے

ہیں' ان میں نہ چلے نہ ننگے پاؤں نہ جوتے پہن کر اس میں مسلمان کی قبر کی توہین ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ رُشَّ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الَّذِيْ رَشَّ الْمَآءَ عَلٰى قَبْرِهٖ بِلَالُ بْنُ رُبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَاَ مِنْ قِبَلِ رَاْسِهٖ حَتّٰى اَنْتَهٰى اِلٰى رِجْلَيْهِ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

(۱۶۱۸) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پانی چھڑکا گیا' چھڑکنے والے حضرت بلال ابن رباح تھے جنہوں نے مشکیزے سے آپ کی قبر پر چھڑکا سرہانے سے شروع کیا حتیٰ کہ پائنتی تک پہنچ گئے۔ا بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی۔

(۱۶۱۸)ا معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر چھڑکاؤ کرنا سنت ہے اگرچہ مٹی بارش کی وجہ سے گیلی ہی کیوں نہ ہو۔بعض نے فرمایا خشک مٹی پر چھڑکے۔

وَعَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِيْ وَدَاعَةَ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ اُخْرِجَ بِجَنَازَتِهٖ فَدُفِنَ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا اَنْ يَّاْتِيَهٗ بِحَجَرٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهَا فَقَامَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِيْ يُخْبِرُنِيْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَاْسِهٖ وَقَالَ اَعْلَمُ بِهَا قَبْرَ اَخِيْ وَاُدْفِنُ اِلَيْهِ مَنْ مَّاتَ مِنْ اَهْلِيْ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۶۱۹) روایت ہے حضرت مطلب ابن ابی وداعہ سے۱ فرماتے ہیں حضرت عثمان ابن مظعون فوت ہوئے' ان کا جنازہ لاکر دفن کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پتھر لانے کا حکم دیا' وہ اسے اُٹھا نہ سکا۔۲ تب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر تشریف لے گئے' اپنی آستینیں چڑھائیں۔مطلب کہتے ہیں کہ جس نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ کی خبر دی' وہ کہتے تھے گویا میں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہنیاں دیکھ رہا ہوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھولا پھر پتھر اُٹھایا اور اسے قبر کے سرہانے رکھ دیا۳ اور فرمایا کہ میں اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگاتا ہوں اور انہی کے پاس اپنے فوت ہونے والے گھر والوں کو دفن کردوں گا۔۴ (ابوداؤد)

(۱۶۱۹)۱ آپ قریشی ہیں' فتح مکہ کے دن اسلام لائے' ابوداؤد میں مطلب ابن عبداللہ مدنی ہیں' وہ مخزومی ہیں' تابعی ہیں۔۲ کیونکہ بہت اونچا اور بھاری تھا اور جو کام دوسروں سے نہ ہوسکتا تھا' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔۳ یا تو قبر سے علیحدہ سرہانے کے پاس کھڑا کردیا یا خود قبر کے سرہانے گاڑھ دیا' دوسرے احتمال کی تائید بخاری شریف کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت خارجہ کہتے ہیں ہم میں بڑا بہادر وہ تھا جو قبر عثمانی کو پھلانگ جاتا یعنی قبر بہت اونچی تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو پتھر سے پختہ کرسکتے ہیں' ہاں پکی اینٹ چونے گچ وغیرہ سے بچے۴ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مظعون کو اپنا بھائی یا تو اس لیے فرمایا کہ وہ قریشی ہیں اور قومی بھائی ہیں کیونکہ آپ ابن مظعون ابن حبیب ابن وہب ہیں' قرشی جمحی ہیں یا اس لیے کہ آپ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بعد اپنے فرزند ابراہیم کو وہاں ہی دفن کیا پھر اپنی صاحبزادی زینب کو۔

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ

(۱۶۲۰) روایت ہے حضرت قاسم ابن محمد سے۱ فرماتے ہیں کہ

فَقُلْتُ يَا اُمَّاهُ اكْشِفِيْ لِيْ عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ فَكَشَفَتْ لِيْ عَنْ ثَلٰثَةِ قُبُوْرٍ لَامُشْرِفَةٍ وَّلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ والدہ ماجدہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی قبر کھول کر دکھائیے۲ آپ نے میرے سامنے تین قبریں کھولیں جو نہ بہت اونچی تھیں نہ زمین کے برابر جن پر میدان کی سرخ بجری بچھی تھی۔۳ (ابوداؤد)

(۱۶۲۰)۱ آپ صدیق اکبر کے پوتے ہیں یعنی محمد ابن ابوبکر صدیق کے بیٹے۲ حجرہ شریف بند رہتا تھا جس میں مہر نبوت کے پہلو میں دو بدر منیر سو رہے ہیں اس کی چابی حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس رہتی تھی جسے زیارت کرنی ہوتی' وہ آپ سے حجرہ کھلوا کر زیارت کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبر پر مجاور کا رہنا' وہاں قبر کا انتظام کرنا' چابی اپنے پاس رکھنا سب سنت صحابہ ہے' یہ حدیث بہت سے مسائل کا ماخذ ہے۔۳ اس سے معلوم ہوا کہ اول ہی سے آپ کی قبر شریف محض کچی نہیں بلکہ اس پر سرخ بجری بچھی ہوئی تھی' تمام دیکھنے والوں نے سرخ بجری ہی کی روایت کی۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ فِي اٰخِرِهٖ كَاَنَّ عَلٰى رُؤُسِنَا الطَّيْرَ۔

(۱۶۲۱) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے' فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ پر گئے' قبر پر پہنچے تو ابھی تیار نہ ہوئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روبقبلہ بیٹھے اور ہم آپ کے ساتھ بیٹھے۔ (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ) ابن ماجہ نے آخر میں یہ بڑھایا کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے۔۱

(۱۶۲۱)۱ اس سے معلوم ہوا کہ دفن میت سے پہلے بیٹھنا جائز ہے' قبلہ رو بیٹھنا ہی ضروری نہیں کیونکہ جو اصحاب آپ کے آس پاس بیٹھے تھے' وہ قبلہ رو نہ تھے ہاں اس وقت دنیاوی باتیں کرنا یا کھیل کود میں مشغول ہونا برا ہے یا ذکر اللہ کریں یا خاموش رہ کر موت سے عبرت پکڑیں اسی خاموشی کو ظاہر کرنے کے لیے فرمارہے ہیں۔ گویا ہم پرندوں کے شکاری کی طرح خاموش اور بے حس وحرکت بیٹھے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهٖ حَيًّا۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۶۲۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈیاں توڑنا زندہ کی ہڈیاں توڑنے کی طرح ہے۔۱ (مالک' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۱۶۲۲)۱ یعنی جیسے وہ حرام ہے ایسے ہی یہ حرام' ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ مومن کو بعد موت ایذاء دینا ایسا ہی ہے جیسے اسے زندگی میں ستانا۔ یہاں مرقاۃ میں ہے کہ جن چیزوں سے مومن زندگی میں راحت پاتا تھا' انہی چیزوں سے بعد موت بھی راحت پاتا ہے لہٰذا وہاں تلاوت کرنا' خوشبودار چیزیں رکھنا وغیرہ بہتر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان مردے کا پوسٹ مارٹم کرنا یا اسے مردہ خانے میں رکھ کر اس کی کھال اتارنا' اس کے پرزے اڑا دینا' عرصہ تک دفن نہ کرنا سخت ممنوع ہے' ضروریات شرعیہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُدْفَنُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ اَحَدٍ لَّمْ يُقَارِفُ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِيْ قَبْرِهَا فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا۔(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۱۶۲۳) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کے جنازے پر حاضر ہوئے' تب وہ دفن کی جارہی تھیں۔۱؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے تھے' میں نے آپ کی آنکھوں کو دیکھا کہ آنسو بہا رہی تھیں' حضور نے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا بھی ہے جس نے آج رات صحبت نہ کی ہو۔۲؎ ابوطلحہ بولے میں' فرمایا تم قبر میں اُترو وہ آپ کی قبر میں اُترے۔۳؎ (بخاری)

(۱۶۲۳)۱؎ یہ جنازہ حضرت اُم کلثوم بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو حضرت عثمان کی زوجہ تھیں۔۲؎ یقارف مقارفۃٌ سے بنا جس کے معنی ہیں کرنا یا قریب جانا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً (۴۲،۲۳) اور جو نیک کام کرے (کنزالایمان) جماع کو قراف کہتے ہیں۔ بعض شارحین نے اس کے یہ معنی کیے ہیں کہ آج رات گناہ نہ کیا ہو مگر یہ غلط ہے' کیا سارے صحابہ راتیں گناہوں میں گزارتے تھے؟ یہاں بمعنی جماع ہے' واقعہ یہ ہوا تھا کہ اُم کلثوم بہت عرصہ سے بیمار تھیں' حضرت عثمان کو یہ خبر نہ تھی کہ آج ان کی آخری رات ہے اتفاقًا اس رات اپنی لونڈی سے صحبت کر بیٹھے' یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزری' اشارۃً اس طرح تنبیہ فرمائی گویا یہ محبوبانہ شکوہ کیا کہ میری بیٹی اتنی بیمار اور تم نے صبر نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر خفیہ اور ظاہری عمل سے خبردار ہیں۔ دیکھو عثمان غنی کا پردہ کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن تھا۔۳؎ یا تو قبر کو اندر سے صاف کرنے کے لیے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں یا میت کو قبر میں رکھنے کے لیے تب اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوگا کہ بوقتِ ضرورت اجنبی نیک شخص میت عورت کو کفن کے اوپر سے ہاتھ لگا سکتا ہے۔ شاید حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی عذر ہوگا جس کی وجہ سے آپ خود قبر میں نہ اُترے ورنہ عورت میت کو بیٹا' والد' بھائی' خاوند قبر میں اُتارے۔ عثمان غنی سے یہ خدمت نہ لینا اظہارِ عتاب کے لیے تھا یا انہیں بھی کوئی عذر ہوگا۔ (لمعات)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لِابْنِهٖ وَهُوَفِىْ سِيَاقِ الْمَوْتِ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِىْ نَائِحَةٌ وَّلَانَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِىْ فَشُنُّوْا عَلَىَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِىْ قَدْرَمَا يُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَّيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّىْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۲۴) روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے کہ انہوں نے اپنے فرزند سے بحالتِ موت فرمایا جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ والی جائے نہ آگ۱؎ جب تم مجھے دفن کرو تو مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے اردگرد اس قدر کھڑے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹ دیا جائے تاکہ تم سے مجھے انس ہو اور جان لوں کہ میں رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔۲؎ (مسلم)

(۱۶۲۴)۱؎ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جنازہ کے ساتھ پیٹنے والی عورتیں بھی جاتی تھیں اور آگ بھی کیونکہ وہ آگ کا احترام کرتے تھے اس لیے آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو یہ وصیت کی اور یہ وصیت دوسروں کو سنانے کے لیے تھی ورنہ ان کے بیٹے عبداللہ خود صحابی ہیں' وہ کیسے یہ کام کر سکتے تھے۔ سبحان اللہ کیسے پاک باز لوگ ہیں کہ وفات کے وقت بھی تبلیغ کر رہے ہیں۔۲؎ اس وصیت سے تین

مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ دفن کے وقت قبر پر مٹی آہستگی سے ڈالی جائے کیونکہ شن آہستہ مٹی ڈالنے کو کہتے ہیں گویا چھڑکنا' دوسرے یہ کہ بعد دفن قبر کے آس پاس حلقہ باندھ کر کھڑے ہونا سنت ہے' تیسرے یہ کہ میت حاضرین کو جانتا پہچانتا ہے اور ان کی موجودگی سے اس کی وحشت قبر دُور ہوتی ہے' انس حاصل ہوتا ہے' چوتھے یہ کہ حاضرین کا میت کو بعد دفن تلقین کرنا یعنی کلمہ طیبہ یا اذان سنا کر اسے سوالات نکیرین کے جوابات بتانا سنت سے ثابت ہے۔ آپ کی وصیت کا منشا یہ ہے کہ بعد دفن قبر کا گھیرا ڈال کر ذکر اللہ کرنا تاکہ تمہاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہو اور تمہارے ذکر سے نکیرین کو جوابات دینے میں آسانی ہو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا اِلٰى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَيْهِ۔

(۱۶۲۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب کوئی مر جائے تو اسے روک نہ رکھو اس کی قبر تک جلدی پہنچاؤ۔[۱] اس کے سر کے پاس سورۂ بقر کا شروع اور پیروں کے پاس بقر کا آخری رکوع پڑھو۔[۲] (بیہقی شعب الایمان) اور فرمایا صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ان پر موقوف ہے۔

(۱۶۲۵)[۱] یعنی بلاضرورت اس کے دفن میں دیر نہ لگاؤ کہ اس سے تمہیں بھی تکلیف ہے اور میت کے پھولنے پھٹنے کا بھی اندیشہ اس حکم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلاطین اسلامیہ علیحدہ ہیں' سلطان کا دفن خلیفہ کے مقرر ہونے کے بعد ہوگا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن وفات سے تیسرے روز ہوا۔ یہ روکنا ضرورۃً ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے سال یا چھ مہینے کے بعد ہوا' تکمیل مسجد کے لیے۔[۲] یعنی بعد دفن قبر کے سرہانے الم سے مفلحون تک اور قبر کی پائنتی امن الرسول سے آخر تک پڑھو کیونکہ جیسے نزع کے وقت سورۂ یٰسین پڑھنے سے جانکنی آسان ہوتی ہے ایسے ہی بعد دفن یہ رکوع پڑھنے سے قبر کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔ مرقاۃ میں ہے کہ امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ جب بھی قبرستان جاؤ تو قل ھواللہ فلق اور ناس اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر قبر والوں کو ثواب بخشو اور جب انصار میں کوئی فوت ہوتا تو وہ حضرات عرصہ تک قبر پر آتے جاتے رہتے' فوائد زنجانی میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قبرستان جائے اور وہاں **الھکم التکاثر' قل ھو اللہ** اور الحمد پڑھے پھر یہ کہے الٰہی! میں نے جو کچھ پڑھا اس کا ثواب ان قبر والے مومنوں کو بخشا تو وہ تمام مومن قیامت میں اس کی شفاعت کریں گے۔ نووی نے شرح مہذب میں فرمایا زیارتِ قبور کرنے والے کو چاہیے کہ کچھ قرآن پڑھے پھر ان کے لیے دعا کرے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا بہت افضل ہے اس جگہ مرقاۃ نے ایصالِ ثواب کے بہت دلائل دیئے ہیں اور آیت **لیس للانسان الاماسعی** کو منسوخ فرمایا اور محکم ہونے کی صورت میں اس کی بہت توجیہیں فرمائیں' خدا شوق دے تو اس جگہ مرقاۃ اور کتاب جاء الحق حصہ اوّل اور تفسیر نعیمی پارہ سوم کا ضرور مطالعہ کرو۔

وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ بِالْحُبْشِيِّ وَهُوَ مَوْضِعٌ فَحُمِلَ اِلٰى مَكَّةَ فَدُفِنَ بِهَا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ اَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ كُنَّا كَنَدْمَانَيْ

(۱۶۲۶) روایت ہے حضرت ابن ابی ملیکہ سے' فرماتے ہیں جب عبدالرحمٰن ابن ابی بکر نے مقام حبشی میں وفات پائی تو وہ مکہ لا کر دفن کیے گئے[۱] جب حضرت عائشہ آئیں تو عبدالرحمٰن ابن ابی بکر کی قبر پر تشریف لے گئیں اور شعر پڑھے[۲] ہم تو دراز زمانہ تک جذیمہ

جَذِيْمَةَ حِقْبَةً مِّنَ الدَّهْرِ حَتّٰى قِيْلَ لَنْ يَّتَصَدَّعَا فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَاَنِّيْ وَمَالِكًا لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَوْحَضَرْتُكَ مَادُفِنْتَ اِلَّا حَيْثُ مِتَّ وَلَوْشَهِدْتُكَ مَازُرْتُكَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

کے وزیروں کی طرح رہے حتیٰ کہ کہا گیا کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے مگر جب بچھڑے تو میں اور مالک اتنا دراز ساتھ رہنے کے باوجود گویا ایک رات بھی ساتھ نہ رہے۳ پھر بولیں رب کی قسم! اگر میں موجود ہوتی تو تم وہیں دفن کیے جاتے جہاں تم فوت ہوئے اور اگر میں اس وقت ہوتی تو اب تمہاری زیارت نہ کرتی۔۴ (ترمذی)

(۱۶۲۶)۱؎ ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں، سیدنا عبداللہ ابن زبیر کے زمانے میں قاضی مکہ تھے اور حضرت عبدالرحمٰن عائشہ صدیقہ کے بھائی ہیں جن کا انتقال مقام حبشی میں ہوا جو مکہ مکرمہ سے ایک منزل دُور ہے مگر برکت کے لیے مکہ معظمہ لاکر دفن کیے گئے۔ خیال رہے کہ عبدالرحمٰن حضرت عائشہ کے حقیقی بھائی ہیں جن کی ماں اُم رومان ہیں۔۲؎ یعنی جب آپ حج کو مکہ معظمہ آئیں تو راستہ میں ان کی قبر پر نظر پڑی، اُتر گئیں اور زیارتِ قبر کی اور تمیم ابن نویرہ کے مرثیہ کے دو شعر پڑھے جو اس نے اپنے بھائی مالک ابن نویرہ کے قتل ہونے کے بعد لکھے۔ مالک عہد صدیقی میں حضرت خالد کے ہاتھوں مارا گیا کیونکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی تھی۔۳؎ جذیمہ عراق کا بادشاہ تھا اس کے دو وزیروں کی آپس میں محبت اور ہمیشہ ہمراہی عرب میں کہاوت بن چکی تھی، ان وزیروں کے نام مالک و عقیل تھے جو چالیس سال تک جذیمہ کے ساتھ رہے، انہیں نعمان نے قتل کیا جن کے قتل کا عجیب قصہ مقاماتِ حریری کی شرح میں مذکور ہے۔ حقبہ دراز مدت کو کہتے ہیں جس کی حد نہ ہو۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا (۲۳،۷۸) اس میں قرنوں (مدتوں) رہیں گے (کنزالایمان) ۴؎ یعنی اگر میں تمہاری وفات کے وقت تمہارے ساتھ ہوتی تو نہ تمہاری میت کو یہاں آنے دیتی کیونکہ بلاوجہ میت کو منتقل کرنا ٹھیک نہیں اس کی بحث پہلے ہوچکی اور نہ اب میں تمہاری قبر کی زیارت کے لیے اُترتی کیونکہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زیارتِ قبور سے منع فرمایا۔ ہم ابھی عرض کرچکے ہیں کہ آپ زیارتِ قبر کے لیے گئیں نہ تھیں بلکہ قبر راستہ میں پڑی تھی تو اُتر پڑیں تھیں، زیارتِ قبر کی پوری بحث انشاءاللہ زیارتِ قبور کے باب میں آئے گی۔

وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ سَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا وَّرَشَّ عَلٰى قَبْرِهٖ مَآءً. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۶۲۷) روایت ہے حضرت ابورافع سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو کھینچا اور ان کی قبر پر پانی چھڑکا۔۱؎ (ابن ماجہ)

(۱۶۲۷)۱؎ یعنی ان کی میت قبر کی پائنتی رکھی اور ادھر سے قبر میں اُتارا یا ضرورۃً تھا یا بیان جواز کے لیے ورنہ بہتر یہ ہے کہ قبر سے قبلہ رُخ رکھ کر میت کو اُتارا جائے اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ ثُمَّ اَتَى الْقَبْرَ فَحَثّٰى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ ثَلٰثًا. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۶۲۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر نماز پڑھی پھر قبر پر آئے تو ان پر سر کی طرف سے تین لپ مٹی ڈالی۔۱؎ (ابن ماجہ)

(۱۶۲۸)۱؎ چنانچہ سنت یہ ہے کہ دفن کے وقت قبر پر ہر مسلمان تین لپ مٹی ڈالے، اس کا ذکر بھی پہلے گزر گیا۔

وَعَنْ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ قَالَ رَاٰنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۶۲۹) روایت ہے حضرت عمرو ابن حزم سے، فرماتے ہیں کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى قَبْرٍ فَقَالَ لَاتُؤْذِ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ اَوْ لَا تُؤْذِهٖ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا اس قبر والے کو نہ ستاؤ یا اسے مت ستاؤ۔ ۱ (احمد)

(۱۶۲۹) ۱ غالبًا آپ قبر سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے جس سے سرکار نے منع فرمایا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے' ایک یہ کہ مسلمان کی قبر بھی لائق تعظیم ہے جب اس سے تکیہ لگانا جائز نہیں تو وہاں اور بدتمیزی کیسے جائز ہوگی بلکہ بزرگوں کی قبر پر ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر کھڑے ہونا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں۔ (کتب فقہ) دوسرے یہ کہ میت کو باہر کی خبر ہوتی ہے' ان کی بے ادبیوں سے ناراض اور احترام سے خوش ہوتا ہے۔

بَابُ الْبُكَآءِ عَلَى الْمَيِّتِ
میت پر رونے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

میت پر آواز سے یا صرف آنسوؤں سے رونا جائز ہے بلکہ مردے کے بعض فضائل بیان کرنا بھی درست ہے جیسے سیّدہ فاطمہ زہرا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روتے ہوئے فرمایا تھا ابا جان! آپ جنت میں چلے گئے اب وحی آنا بند ہوگئی وغیرہ اس پر سر یا سینہ کوٹنا' منہ پر تھپڑ لگانا' بال نوچنا اس کے جھوٹے اوصاف بیان کرنا ہائے میرے پہاڑ ہائے کالی گھوڑی کے سوار' یہ سب حرام ہے کہ یہ نوحہ میں داخل ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِىْ سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاهِيْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰى فَقَالَ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزُنُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّا مَايَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۶۳۰) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے ہاں گئے ۱ جو حضرت ابراہیم کا رضاعی والد تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو لیا' انہیں چوما اور سونگھا ۲ کچھ عرصہ بعد ہم پھر وہاں گئے جبکہ حضرت ابراہیم جان دے رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہنے لگیں' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے خدمتِ عالیہ میں عرض کیا یارسول اللہ! آپ بھی ۳ تو فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے پھر دوبارہ آنسو بہائے فرمایا' آنکھیں بہتی ہیں' دل غمگین ہے مگر ہم وہ ہی کریں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو' اے ابراہیم! تمہاری جدائی سے ہم غمگین ہیں۔ ۴ (مسلم بخاری)

(۱۶۳۰) ۱ آپ کا نام براء اور آپ کی بیوی اُم سیف کا نام خولہ بنت منذر' انصار سے ہیں جو حضرت ابراہیم کی دودھ کی والدہ ہیں' انہی کے ہاں حضرت ابراہیم رکھے گئے تھے' حضور انہیں کبھی کبھی دیکھنے جایا کرتے تھے' حضرت ابراہیم نے سولہ مہینے کی عمر میں وفات پائی۔ ۲ معلوم ہوا کہ بچے کو گود میں لینا' اسے چومنا' سونگھنا سنت ہے' رحمت کی علامت ہے۔ ۳ یعنی آپ بھی بچوں کے فوت ہونے پر

روتے ہیں' وہ سمجھے یہ رونا بے صبری کا ہوتا ہے جس سے انبیاء کرام پاک ہیں' تب یہ سوال کیا۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ میت پر صرف آنسوؤں سے رونا بھی جائز ہے اور صبر شکر کے الفاظ کہنا بھی اور میت کو مخاطب کر کے کلام کرنا بھی جائز کہ بچہ زندگی میں اگرچہ کچھ نہ سمجھتا ہو مگر بعد وفات سمجھنے بلکہ بولنے لگتا ہے۔ ابھی آئے گا کہ کچا بچہ قیامت میں ماں باپ کی شفاعت بھی کرے گا اور ان سے کلام بھی۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَرْسَلَتْ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ اَنَّ ابْنًا لِيْ قُبِضَ فَاْتِنَا فَاَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّ رِجَالٌ فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاهٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۶۳۱) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر زینب نے حضور کو پیغام بھیجا کہ میرا بچہ فوت ہو گیا' تشریف لائیے۔ ۱؎ حضور نے سلام و پیغام بھیجا کہ اللہ ہی کا ہے جو دے یا لے اس کے ہاں ہر چیز مدت مقرر پر ہے' صبر و طلب اجر لیں۔ ۲؎ انہوں نے پھر پیغام بھیجا آپ کو قسم دیتی تھیں کہ ضرور آئیں۔ ۳؎ آپ اُٹھے' آپ کے ساتھ سعد ابن عبادہ اور معاذ ابن جبل' ابی ابن کعب' زید ابن ثابت کچھ اور لوگ تھے' بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا جو دَم توڑ رہا تھا تب حضور کی آنکھیں بہنے لگیں۔ حضرت سعد نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں ڈالی ہے' اللہ اپنے بندوں میں سے رحم والوں پر ہی رحم کرتا ہے۔ ۴؎ (مسلم بخاری)

(۱۶۳۱) ۱؎ یعنی قبض روح کی حالت میں ہے گویا فوت ہو گیا ہے' وہ بچہ یا تو علی ابن ابی العاص تھے جو قریب بلوغ فوت ہوئے ہیں یا امامہ بنت ابی العاص۔ یہی قول ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے۔ خیال رہے کہ حضرت زینب ابو العاص ابن ربیع کی بیوی تھیں ۲؎ یعنی صبر سے کام لو میں عنقریب پہنچتا ہوں غالبًا سرکار کسی ضروری کام میں مشغول تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت کی نزع کی حالت میں بھی پسماندگان کو تسلی دینا تعزیت کرنا جائز ہے۔ ۳؎ یعنی کیسا ہی ضروری کام ہو چھوڑ دیں اور تشریف لے آئیں' میں بہت بے قرار ہوں' آپ کی تشریف آوری سے تسلی ہو گی۔ ۴؎ اطباء کہتے ہیں کہ میت پر بالکل نہ رونے سے سخت بیماری پیدا ہو جاتی ہے' آنسو بہنے سے دل کی گرمی نکل جاتی ہے اس لیے رونے سے ہرگز منع نہ کیا جائے اور ایسے موقع پر رونا نہ آنا سختی دل کی علامت ہے جسے بندوں پر رحم نہیں آتا' خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوٰى لَهٗ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهٗ فِيْ غَاشِيَةٍ فَقَالَ قَدْ قُضِيَ قَالُوْا

(۱۶۳۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے' فرماتے ہیں کہ حضرت سعد ابن عبادہ کچھ بیمار ہوئے ۱؎ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عبدالرحمٰن ابن عوف' سعد ابن ابی وقاص اور ابن مسعود کے ساتھ ان کے پاس تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو انہیں غشی میں پایا' پوچھا کیا وفات ہو گئی؟ ۲؎ لوگوں نے کہا نہیں

لَايَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَرُا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَايُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَابِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَ اَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ اَوْ يَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یارسول اللہ! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روئے جب قوم نے نبی کا رونا دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔حضور نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں کہ اللہ تعالٰی آنکھ کے آنسوؤں دل کے غم سے عذاب نہیں دیتا' اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس سے یہ عذاب دیتا ہے یا رحم کرتا ہے۔۳؎ اور میت کو گھر والوں کے رونے پر عذاب ہوتا ہے۔۴؎ (مسلم بخاری)

(۱۶۳۲)۱؎ شاید یہ راوی کو بیماری کا پتا نہ لگا کہ انہیں کیا بیماری تھی۔خیال رہے کہ حضرت سعد اس بیماری میں فوت نہیں ہوئے بلکہ ۱۵ھ عہد فاروقی میں مقام حوران علاقہ شام میں وفات پائی۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو جنات نے قتل کیا۔۲؎ خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں' کبھی اپنے سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں اسی کو شیخ سعدی فرماتے ہیں۔شعر؎

بگفت احوال مابرق جہاں است ۔۔۔ دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

گہے برطارم اعلٰی نشینم ۔۔۔ گہے برپشت پائے خود نہ بینم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی موت کے وقت اور جگہ سے خبردار ہیں کہ بدر میں ایک دن پہلے ہی ہر کافر کے قتل کی جگہ اور وقت بتا دیا کہ کل یہاں فلاں مرے گا اور آج یہ فرمارہے ہیں۔مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ کلام عتابانہ تھا' لوگ انہیں گھیرے ہوئے تھے' چادر اوڑھائی ہوئی تھی تو فرمایا کہ کیا یہ فوت ہو گئے ہیں جو تم نے چادر اوڑھادی؟ تب تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔۳؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا ان کی موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ ان کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بناء پر اور یہ کلام حکیمانہ مبلغانہ تھا کہ کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ نہ کرنا چاہیے۔مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر حمد الٰہی کرتا ہے' اللہ اس پر رحم کرتا ہے اور جو بکواس بکتا ہے' وہ سزا پاتا ہے۔۴؎ اس کی پوری شرح آگے آئے گی یہاں اتنا سمجھ لو کہ میت سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو اور عذاب سے مراد تکلیف ہے یعنی اگر جان نکلتے وقت رونے والوں کا شور مچ جائے تو اس شور سے مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ بیمار کے پاس بھی شور نہ کرنا چاہیے کہ اس سے بیمار کو ایذاء پہنچتی ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی کا گناہ میت پر کیوں پڑتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعٰى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۶۳۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو منہ پیٹے' گریبان پھاڑے اور جہالت کی باتیں بکے۔۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۶۳۳)۱؎ یعنی میت پر منہ پیٹنے' کپڑے پھاڑنے رب تعالٰی کی شکایت' بے صبری کی بکواس کرنے والا ہماری جماعت یا ہمارے طریقے والوں سے نہیں ہے' یہ کام حرام ہے' ان کا کرنے والا سخت مجرم' اس سے روافض عبرت پکڑیں جن کے ہاں سینہ کوبی کرنا اور حرام مرثیے پڑھنا عبادت ہے۔اس حدیث کی تائید قرآن کریم فرمارہا ہے: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (۲:۱۵۵،۱۵۶) اسی لیے شہدائے کربلا' اہل بیت اطہار نے تازیست یہ حرکتیں نہ کیں۔

وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اُغْمِيَ عَلٰى اَبِيْ مُوْسٰى فَاَقْبَلَتْ

(۱۶۳۴) روایت ہے حضرت ابو بردہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ

امْرَاتُهٗ اُمُّ عَبْدِاللّٰهِ تَصِيْحُ بِرَنَّةٍ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِيْ وَكَانَ يُحَدِّثُهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا بَرِئٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِمُسْلِمٍ)

حضرت ابوموسیٰ بے ہوش ہوئے تو ان کی بیوی اُم عبداللہ چیخ کر روتی آئیں۲ پھر انہیں آرام ہوا تو فرمایا کیا تم جانتی نہیں آپ انہیں حدیث سنایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں اس سے بے زار ہوں جو سر منڈائے' چیخیں مارے' کپڑے پھاڑے۔۳ (مسلم بخاری) لفظ مسلم کے ہیں۔

(۱۶۳۴)۱؎ آپ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن قیس ہے' تابعین میں سے ہیں اور عبداللہ ابن قیس یعنی ابوموسیٰ اشعری کے فرزند ہیں' حضرت علی کی طرف سے قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی رہے پھر حجاج نے آپ کو معزول کیا۔۲؎ رَنَّه عربی میں رونے کی کانپتی آواز کو کہتے ہیں۳؎ یعنی میں تمہیں ہمیشہ یہ حدیث سناتا رہا' تم میرے جیتے جی ہی بھول گئیں۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عرب میں بھی کسی کی موت پر سر منڈانے کا رواج تھا جیسے ہمارے ہاں ہندو سر ڈاڑھی اور مونچھیں سب منڈوا دیتے ہیں جسے بھدرا کہتے ہیں مگر مرد منڈاتے ہیں' عورتیں نہیں' یہ بھی بے حیائی کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کرام ایسی حالت میں تبلیغ اور اپنے بال بچوں کی اصلاح سے غافل نہیں رہتے تھے۔

وَعَنْ اَبِيْ مَالِكِ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ الْفَخْرُ فِي الْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّيَاحَةِ وَقَالَ النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۳۵) روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت میں جہالت کی چار باتیں ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے' قومی فخر' نسب میں طعنے اور تاروں سے بارش مانگنی اور نوحہ۱ فرمایا اگر نوحہ والی موت سے پہلے توبہ نہ کرلے تو قیامت میں اس طرح کھڑی ہوگی کہ اس پر رال کا لباس اور جرب کی قمیص ہوگی۔۲ (مسلم)

(۱۶۳۵) اس میں غیبی خبر ہے جو بالکل سچی ہوئی' مسلمانوں میں اب تک عموماً چاروں عیوب موجود ہیں کبھی حسب اور نسب ایک ہی معنی میں آتے ہیں مگر کبھی یوں فرق کر دیتے ہیں کہ ماں کی طرف سے رشتوں کا نام حسب ہے اور باپ کی طرف کا نام نسب' کبھی اس طرح کہ باپ دادوں کے اوصاف شمار کرنا جب کہ ان کی قومیت و ذات بتاتے پھرنا نسب' کفار کے مقابلہ میں حسب و نسب پر فخر کرنا بھی عبادت ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ حنین میں کفار سے فرمایا انا ابن عبدالمطلب (جانتے ہو میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں) مگر مسلمان کے کسی نسب کو ذلیل جاننا یا انہیں کمین کہنا حرام ہے۔ مسلمان شریف ہیں اگرچہ سید حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے اشرف ہیں مگر انہیں بھی کسی مسلمان کو کمین کہنے کا کوئی حق نہیں' ہاں مسلمانوں کو ان کا احترام کرنا چاہیے۔ نسب انبیاء اللہ کی رحمت ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب الکلام المقبول فی شرافۃ نسب الرسول میں ملاحظہ کیجیے۔ تاروں سے اوقات معلوم کرنا اور راستوں وسمتوں کا پتا لگانا جائز ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (۱۶:۱۶) اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں (کنزالایمان) مگر ان میں بارش وغیرہ کی تاثیریں ماننا اور ان سے غیبی خبریں معلوم کرنا حرام ہے لہٰذا علم نجوم باطل ہے' علم توقیت حق'

مردے کے سچے اوصاف بیان کرنا مدبہ کہلاتا ہے اور اس کے جھوٹے اوصاف بیان کر کے رونا نوحہ ہے۔ مدبہ جائز ہے نوحہ حرام۔ حضرت فاطمۃ الزہرا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مدبہ کیا تھا' نوحہ نہیں ۔۲؎ رال میں آگ بہت جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے' جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نائحہ پر اس دن خارش کا عذاب مسلط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ کر کے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ خواہ عملی ہو یا قولی سخت حرام ہے چونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لیے عموماً نائحہ تانیث کا صیغہ فرمایا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اِتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ قَالَ اِلَيْكَ عَنِّيْ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهٗ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْكَ فَقَالَ اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۶۳۶) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت پر گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی' فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی میرے پاس سے ہٹ جائیے' آپ کو میری سی مصیبت نہیں پہنچی اس نے حضور کو پہچانا نہیں ۔۱؎ تو اسے بتایا گیا یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ حضور کے آستانہ پر آئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کوئی دربان نہ پایا ۲؎ عرض کیا حضور میں نے آپ کو پہچانا نہیں' فرمایا صبر شروع صدمے پر ہی ہوتا ہے ۔۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۶۳۶) ۱؎ یہ نہ پہچاننا بھی شدتِ غم سے ہوگا ورنہ تو اہلِ مدینہ سے تھی' آپ کو تو باہر کے اجنبی لوگ بھی پہچان لیتے تھے' گلی سے گزرتے تو گھروں والے خوشبو کی مہک سے پہچان جاتے' آپ کو تو کنکر پتھر جن وانس چاند تارے سورج پہچانتے ہیں۔ خیال رہے کہ جو کچھ اس نے کہا یہ لفظ کفر تھا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے مگر چونکہ غم کی مدہوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر پہچانے کہا ہے اس لیے وہ اسلام سے خارج نہ ہوئی۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر جانکنی کی شدت میں مرنے والے سے کوئی کفر کی بات سنی جائے تو اسے کافر نہ کہا جائے گا اس کی نماز جنازہ اور دفن ہوگا کیونکہ مدہوشی کا کفر معتبر نہیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۲؎ آئی معافی مانگنے' اس خیال میں تھی کہ شہنشاہِ کونین کا آستانہ ہے' دروازہ عالیہ پر بہت دربان ہوں گے' نہ معلوم میں وہاں پہنچ سکوں یا نہیں اور معذرت کر سکوں یا نہیں یا تو کہیں باہر کی تھی یا یہ خیال بھی اس غم کی مدہوشی میں تھا ورنہ مدینہ کی عورتیں آستانہ پاک پر حاضر ہوتی رہتی تھیں۔ ۳؎ یعنی شروع صدمہ پر دل میں جوش ہوتا ہے اس وقت اس جوش کو روکنا بڑے بہادروں کا کام ہے' صبر سے مراد کامل صبر ہے جس پر بہت ثواب ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بی بی کو نہ اپنی بے ادبی سے توبہ کرائی اور نہ گزشتہ رونے پیٹنے سے کیونکہ وہ معذور تھی بلکہ آئندہ کے لیے نصیحت فرمادی' قبر پر جا کر رونا منع نہیں وہاں پیٹنا منع ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلٰثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَلِجُ النَّارَ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۶۳۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جس کے تین بچے مر جائیں پھر وہ آگ میں جائے مگر قسم پوری کرنے

(۱۶۳۷)؎ قسم سے مراد رب کا وہ فرمان ہے: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (۱۹:۷۱) ہر ایک کو دوزخ میں وارد ہونا ہے کیونکہ محشر سے جاتے ہوئے جنت کے راستے میں دوزخ پڑتی ہے یعنی ایسا صابر دوزخ سے گزرے گا تو ضرور مگر صرف اس قسم کو پورا کرنے کے لئے نہ کہ عذاب پانے کے لیے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنِسْوَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَايَمُوْتُ لِاِحْدٰ لكُنَّ ثَلٰثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبُهٗ اِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ اَوِاثْنَانِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَوِاثْنَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّفِىْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا ثَلٰثَةٌ لَّمْ يَبْلُغُوْا الْحِنْثَ۔

(۱۶۳۸) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری عورتوں سے فرمایا کہ جس ماں کے تین بچے مرجائیں وہ صبر کرے' وہ جنت میں جائے گی۔؎ ان سے ایک بی بی بولی یارسول اللہ! یا دو فرمایا دو۔؎ (مسلم) اور مسلم بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ تین وہ بچے جو بلوغ کو نہ پہنچے ہوں۔؎

(۱۶۳۸)؎ ایسے موقعوں پر اکثر عورتوں سے خطاب ہوتا ہے کیونکہ ماں کو بچے سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور صبر کم۔ نیز ان میں رونے' پیٹنے اور نوحہ کی عادت زیادہ ہے۔؎ اس سوال و جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی رحمتوں کے بااختیار تقسیم فرمانے والے ہیں اگر آپ فرمادیتے کہ نہیں تین پر ہی تو تین ہی پر اجر ہوا کرتا جیسے باب الحج میں حدیث آئے گی کہ اگر ہم فرمادیتے کہ ہر سال حج فرض ہے تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا۔؎ حنث کے معنی ہیں گناہ اسی لیے قسم توڑنے کو حنث کہتے ہیں کہ وہ گناہ ہے چونکہ بالغ ہونے پر انسان گناہ کے قابل ہوتا ہے اس لیے بلوغ کو حنث کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ جوان اولاد کے مرنے اور صبر کرنے پر بھی بڑا اجر ہے مگر چھوٹے بچوں پر بھی صبر کرنے کا بڑا اجر ہے اور ان کی شفاعت بھی کیونکہ ان کا زخم سخت ہے۔ خصوصاً شیرخوار بچے کی ماں کو جب اس کے پستان میں دودھ زور کرتا ہے اور پینے والا بچہ نہیں ہوتا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ مَالِعَبْدِىَ الْمُؤْمِنِ عِنْدِىْ جَزَآءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۱۶۳۹) روایت ہے انہی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ جب میں بندہ مومن کی دنیا کی پیاری چیز لے لوں پھر وہ صبر کرے تو اس کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔؎ (بخاری)

(۱۶۳۹)؎ یہ حدیث ہر پیاری چیز کو عام ہے' ماں باپ بیوی اولاد حتٰی کہ فوت شدہ تندرستی وغیرہ جس پر بھی صبر کرے گا' انشاء اللہ جنت پائے گا لہٰذا یہ حدیث بڑی بشارت کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ — دوسری فصل

عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِىّ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّآئِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۱۶۴۰) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرمائی۔؎ (ابوداؤد)

(۱۶۴۰)؎ سننے والی سے وہ عورت مراد ہے جو نوحہ سے راضی ہو کر کان لگا کر سنے جیسے غیبت کرنا اور خوشی سے سننا' دونوں گناہ ہیں

ایسے ہی نوحہ کرنا اور سننا سب گناہ۔ خیال رہے کہ اپنے گناہوں پر نوحہ کرنا عین عبادت ہے' حضرت نوح علیہ السلام خوفِ خدا میں اتنا روتے تھے کہ آپ کا لقب ہی نوح ہوگیا ورنہ آپ کا نام یشکر ہے اس نوحہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان بالکل بے گناہ ہو پھر اپنے کو گناہ گار کہے اور روئے یہ جھوٹ بھی عبادت ہے۔ رب تعالیٰ حضرت صدیقِ اکبر کو کہیں اَتْقٰی فرماتا ہے اور کہیں اُولُوا الْفَضْلِ مگر وہ خود سرکار یہ کہہ کر روتے ہیں الٰہی! میرا کیا بنے گا' میرے پاس کوئی نیکی نہیں۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَهٗ خَيْرٌ حَمِدَاللّٰهَ وَشَكَرَ وَاِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَصَبَرَ وَالْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ اَمْرِهٖ حَتّٰى فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ اِمْرَاَتِهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

(۱۶۴۱) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب ہے مومن کے لیے اگر اسے بھلائی پہنچے تو اللہ کی حمد اور شکر کرے اور اگر مصیبت پہنچے تو اللہ کی حمد اور صبر کرے۔ ۱ مومن کو ہر چیز میں ثواب ملتا ہے حتیٰ کہ لقمہ میں بھی جو اپنی بیوی کے منہ تک پہنچاتا ہے۔ ۲ (بیہقی' شعب الایمان) ۳

(۱۶۴۱) ۱ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ ایمان نصف اس کا صبر ہے اور نصف دیگر شکر۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ شکر کو صبر پر اس لیے مقدم کیا کہ خدا کی طرف سے نعمتیں زیادہ ہیں' تکلیفیں کم لہٰذا شکر کے موقع بہت ہیں ورنہ صبر شکر سے افضل ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ صبر تین قسم کا ہے' نیکی پر صبر' گناہ سے صبر اور مصیبت میں صبر۔ ۲ یعنی اسے کما کر کھلاتا ہے جب کہ ادائے سنت کی نیت سے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیت خیر سے مباح کام ثواب ہو جاتے ہیں اور عادات عبادات بن جاتی ہیں' عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔ ۳ یہاں مرقاۃ نے فرمایا اس کی اسناد میں عمرو ابن سعد ہے' یہ ثقہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ قتل حسین میں شمر کا ساتھی تھا لہٰذا حدیث سخت ضعیف ہے مگر چونکہ فضائل میں ہے اس لیے قابلِ رد نہیں اسی لیے دیکھا گیا ہے کہ مسلم بخاری کی بعض اسنادوں میں کہیں کہیں رافضی اور خارجی بھی آ گئے ہیں۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَلَهٗ بَابَانِ بَابٌ يَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهٗ وَبَابٌ يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهٗ فَاِذَا مَاتَ بَكَيَا عَلَيْهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۶۴۲) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مومن کے دو دروازے ہیں' ایک دروازہ وہ جس سے اس کے عمل چڑھتے ہیں' دوسرا وہ جس سے اس کی روزی اُترتی ہے جب مومن مر جاتا ہے تو یہ دونوں اس پر روتے ہیں' یہی رب کا فرمان ہے کہ کفار پر آسمان و زمین نہیں روتے۔ ۱ (ترمذی)

(۱۶۴۲) ۱ اندازہ لگاؤ کہ آسمان میں کتنے دروازے ہوں گے کہ سارے انسانوں میں سے ہر ایک کے لیے دو دروازے ہیں' روزی آنے کا اور نیک اعمال کرنے کا مگر کافر کا اعمال والا دروازہ بند رہتا ہے کہ اس کی کوئی نیکی قبول نہیں اور مومن کی نیکیاں اس دروازے سے جاتی ہیں اور علیین میں لکھی جاتی ہیں' مومن کے مرنے پر یہ دروازے روتے ہیں اور کافر کے مرنے پر خوش ہوتے ہیں۔ یہ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے' کسی تاویل کی ضرورت نہیں' ہر چیز میں احساس ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ ... (۱۶۴۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں'

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِيْ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِمَا الْجَنَّةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِّنْ اُمَّتِكَ قَالَ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ يَامُوَفَّقَةُ فَقَالَتْ فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِّنْ اُمَّتِكَ قَالَ فَاَنَا فَرَطٌ اُمَّتِيْ لَنْ يُّصَابُوْا بِمِثْلِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اُمت میں سے جس کے دو بچے فرط ہوں گے‘ اللہ اسے اس کی برکت سے جنت میں داخل کرے گا تو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ جس اُمتی کا ایک ہی فرط (پیشرو) ہو تو فرمایا اے توفیق خیر والی وہ بھی جس کا ایک ہی فرط ہو‘ وہ بولیں جس اُمتی کا کوئی فرط نہ ہو‘ آپ نے فرمایا اس کا میں ہی فرط یعنی (پیشرو) ہوں‘۱ انہیں میری جیسی مصیبت نہ پہنچے گی ۔۲ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۶۴۳) ۱ فوت شدہ چھوٹے بچوں کو فرط اس لیے فرمایا کہ وہ اپنے صابر ماں باپ کو جنت پہنچائے گا۔ نیز وہ آگے پہنچ کر اس کے اجر کا باعث بنتا ہے۔ فرط کے معنی پہلے ہو چکے‘ وہ پیش رو جماعت جو منزل پر قافلہ سے آگے پہنچے اور تمام چیزوں کا انتظام کرے۔ اس حدیث کے معنی یہ نہیں کہ ایسے صابر کا فرط میں نہیں صرف بچے ہی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسے صابر کا فرط بچے بھی ہیں‘ میں بھی اور دوسروں کا فرط میں ہی ہوں سبحان اللہ کیسی امید افزا حدیث ہے۔ ۲ یعنی میری اُمت کے لیے جیسی مصیبت اور تکلیف کا باعث میری وفات ہے‘ ایسی انہیں کوئی مصیبت نہیں اور یہ حقیقت بھی ہے جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دیکھی ان پر جو مصیبت پڑی وہ تو وہی جان سکتے ہیں آج جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آتے ہیں تو عاشقوں کے کلیجے پھٹ جاتے ہیں‘ مدینہ منورہ سے چلتے وقت زائرین کا جو حال ہوتا ہے وہ نہ پوچھو۔ مدینہ کے درودیوار کا فراق ستاتا ہے‘ میں نے مسجد نبوی شریف کی چوکھٹ سے لپٹ کر لوگوں کو روتے دیکھا۔ شعر

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینہ سے
تیرے فدائی نکلتے ہیں جب مدینہ سے

فقیر نے تیسرے حج پر رخصت کے وقت مدینے کے درودیوار سے عرض کیا تھا۔ شعر

جا رہا ہے اب ہمارا قافلہ
اے در و دیوار شہر مصطفیٰ
یاد تیری جس گھڑی بھی آئے گی
ہے یقین دل کو بہت تڑپائے گی

غرض یہ حدیث بالکل حق اور صحیح ہے‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فراق ساری اُمت کے لیے مصیبتِ عظمٰی ہے‘ یہ قصیدہ وداعیہ فقیر کی کتاب دیوانِ سالک میں دیکھیے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ فَيَقُوْلُوْنَ

(۱۶۴۴) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے‘ فرماتے ہیں‘ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی بندے کا بچہ مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کیا تم نے میرے

نَعَمْ فَيَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ مَاذَا قَالَ عَبْدِيْ فَيَقُوْلُوْنَ حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ ابْنُوْا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

بندے کے بچے کو وفات دے دی؟ وہ کہتے ہیں ہاں! تو کہتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل توڑ لیا تو عرض کرتے ہیں ہاں! فرماتا ہے میرے بندے نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور اناللہ پڑھی۔ رب تعالٰی فرماتا ہے میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بناؤ اور گھر کا نام بیت الحمد رکھو۔۱ (احمد ترمذی)

(۱۶۴۴)۱؎ یہ سوال و جواب ان فرشتوں سے ہے جو میت کی روح بارگاہِ الٰہی میں لے جاتے ہیں اس سے مقصود ہے، انہیں گواہ بنانا ورنہ رب تعالٰی علیم و خبیر ہے۔ خیال رہے کہ جنت میں بعض محل رب کی طرف سے پہلے ہی بن چکے ہیں اور بعض انسان کے اعمال پر بنتے ہیں یہاں اس دوسرے محل کا ذکر ہے جیسے یہاں مکانوں کے نام کاموں سے ہوتے ہیں ویسے ہی وہاں محلات کے نام اعمال سے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَانَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ الرَّاوِيِّ وَقَالَ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مَوْقُوْفًا.

(۱۶۴۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی مصیبت زدہ کو تسلی دے اس جیسا ثواب ملے گا۔۱ (ترمذی ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم صرف علی ابن عاصم راوی کی حدیث ہی سے مرفوع پہچانتے ہیں اور بعض محدثین نے یہ حدیث اسی اسناد سے محمد ابن سوقہ سے موقوفاً روایت کی۔

(۱۶۴۵)۱؎ کیونکہ بھلائی کی رہبری کرنے والے کو بھی بھلائی کا ثواب ہے تعزیت کے ایسے پیارے الفاظ ہونے چاہئیں جس سے اس غمزدہ کو تسلی ہو جائے یہ الفاظ بھی کتب فقہ میں منقول ہیں۔ فقیر کا تجربہ ہے کہ اگر اس موقع پر غمزدوں کو واقعات کربلا یاد دلائے جائیں اور کہا جائے کہ ہم لوگ تو کھا پی کر مرتے ہیں وہ شہزادے تو تین دن کے روزہ دار شہید ہوئے تو بہت تسلی ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى كُسِيَ بُرْدًا فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۱۶۴۶) روایت ہے حضرت ابی برزہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فوت شدہ بچے کی ماں کو تسلی دے اسے جنت میں چادر اوڑھائی جائے گی۔۱ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۶۴۶)۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ تمام تعزیتیں ہی بہتر ہیں مگر بچے کی فوتیدگی پر ماں کو تسلی دینا بہت ثواب ہے چادر سے مراد جنت کا نہایت اعلٰی اور وسیع جوڑا ہے جو اس جنتی کو تعزیت کے عوض دیا جائے گا جو تمام جوڑوں سے ممتاز ہوگا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ لَمَّا جَآءَ نَعْيُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ

(۱۶۴۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفر کی موت کی خبر آئی۱ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا پکاؤ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

۲؎ کہ ان کے پاس وہ خبر آئی ہے جو کھانے سے باز رکھے گی۔۳؎ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۱۶۴۷)۱؎ حضرت جعفر ابوطالب کے فرزند علی مرتضٰی کے بھائی ہیں' آپ کی شہادت ۸ھ غزوۂ موتہ میں ہوئی' موتہ تبوک کے پاس ایک جگہ ہے۔۲؎ آپ نے کھانا پکانے کا حکم اپنے اہلِ بیت کو دیا اس کھانے کو جو اہلِ میت کے لیے پکایا جائے عربی میں رفعہ کہتے ہیں اُردو میں بھتی' پنجابی میں کوڑا وٹہ' یہ کھانا بھیجنا سنت ہے بلکہ چاہیے کہ خود کھانا پکانے والا میت کے گھر کھانا لے جائے اور خود بھی ان کے ہمراہ ہی کھائے' انہیں ساتھ کھانے پر مجبور کرے صرف پہلے دن کھانا بھیجا جائے جس دن فوت ہو یا فوت کی خبر آئے بعد میں نہ بھیجے' تین دن کا جو رواج ہے' یہ غلط ہے۔۳؎ یعنی جعفر کے گھر والے آج غم کی وجہ سے کھانا پکا نہ سکیں گے اگر کوئی کھانا نہ لے گیا تو وہ بھوکے رہیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کھانا یا وہ لوگ کھائیں جو غم کی وجہ سے پکا نہ سکیں یا باہر کے مہمان جو شرکت دفن کے لیے آئے ہیں۔ عام برادری والوں کی دعوت اس وقت ممنوع ہے۔ حضرت جریر ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ صحابہ میت کے ہاں دعوت کو نوحہ شمار کرتے تھے اسی کو فقہاء منع فرماتے ہیں یعنی تین دن تک تمام محلّہ و برادری والوں اور میت والوں کے لیے کھانا بھیجنا اور پھر تیسرے دن خود میت کے ہاں برادری کی روٹی ہونا' دُھوم دھام سے اسے کھانا یہ دونوں کام سخت منع ہیں خصوصاً جبکہ میت کے یتیم بچے بھی ہوں اور میت کے متروکہ مال سے یہ روٹی کی جائے تو اس کا کھانا اور کھلانا سخت حرام ہے کہ یتیم کا مال کھانا حرام ہے غرض کہ اہلِ میت کی رسمی دعوت ممنوع ہے اور یہ کھانا جائز ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب اسلامی زندگی میں ملاحظہ کیجیے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ الْمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَانِيْحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۶۴۸) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس پر نوحہ کیا جائے' اسے قیامت کے دن نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوگا۔۱؎ (مسلم بخاری)

(۱۶۴۸)۱؎ یعنی میت پر نوحہ کرنا پیٹنے کی وجہ سے قیامت میں میت کو بھی عذاب ہوگا جیسے خود نوحہ کرنے والوں کو ہوگا یہ اس صورت میں ہے کہ میت نوحہ اور پیٹنے کی وصیت کر گیا ہو یا اس سے راضی ہو جیسے زمانہ جاہلیت میں مرنے والے وصیت کرتے تھے کہ مجھ پر ایسا نوحہ کرنا کہ نام ہو جائے اس زمانے میں نوحہ پر بھی فخر ہوتا تھا لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ امام حسین اور دیگر شہداء کربلا کو بھی عذاب ہو کہ ان پر رافضی بہت نوحہ اور کوٹا پیٹی کرتے ہیں کیونکہ ان سرکاروں نے نہ اس کی وصیت کی نہ اس سے راضی ہوئے۔

وَعَنْ عُمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَذُكِرَلَهَا اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ تَقُوْلُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ نَسِيَ

(۱۶۴۹) روایت ہے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے' وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ کو سنا' ان سے ذکر کیا گیا کہ عبداللہ ابن عمرو فرماتے ہیں کہ زندوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے' فرمانے لگیں اللہ ابوعبدالرحمٰن کو بخشے'

اَوْ اَخْطَأَ اِنَّمَا مَرَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يُّبْكٰى عَلَيْهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انہوں نے جھوٹ نہ بولا لیکن وہ بھول گئے یا خطا کر گئے۔[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ پر گزرے جس پر رویا جارہا تھا تو فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔[۲] (مسلم بخاری)

(۱۶۴۹) [۱] یعنی یا تو وہ حدیث کے خاص موقع کو بھول گئے یا خاص حدیث کو عام سمجھ کر خطا کر گئے، کسی چیز کو بالکل بھول جانا نسیان ہے اور اس کے وصف کو بھول کر اس میں فرق کر دینا خطا ہے۔[۲] یعنی اس مردہ یہودیہ کو اس کے کفر کی وجہ سے یا زندوں کے رونے کی وجہ سے عذابِ قبر ہو رہا ہے۔ حضرت اُم المومنین کے فرمان کا منشا یہ ہے کہ نوحہ سے مسلمان میت کو عذاب نہیں ہوتا بلکہ کفار کو ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر نے اسی کو عام سمجھ لیا یا یہ مطلب ہے وہاں عذاب تو کفر کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ حضرت ابن عمر رونے کی وجہ سے سمجھ گئے لہٰذا ان سے بھول ہوئی یا خطا۔ خیال رہے کہ یہ حضرت اُم المومنین کا اجتہاد ہے ورنہ نوحہ کے عذاب کے متعلق عام حدیثیں بھی آئی ہیں جو آپ تک نہ پہنچیں اس مسئلے کے متعلق تحقیق وہ ہی ہے جو ہم عرض کر چکے ہیں کہ اگر میت اس رونے پیٹنے کی وصیت کر گیا ہو تو عذاب پائے گا یا یہ مطلب ہے کہ مرنے والے کو مرتے وقت یا مرنے کے بعد اس شور و پکار سے تکلیف ہوتی ہے جیسے اسے تلاوتِ قرآن وغیرہ سے راحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ میت کی روح کو موذی چیزوں سے ایذاء اور آرام دہ چیزوں سے راحت ہوتی ہے اسی لیے قبر پر چلنے، اس کا تکیہ لگانے سے میت کو ایذاء ہوتی ہے اس کے لیے مرقاۃ یہ ہی مقام دیکھو۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِمَكَّةَ فَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنِّيْ لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ مُوَاجِهُهٗ اَلَا تَنْهٰى عَنِ الْبُكَآءِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ فَاِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰٓؤُلَآءِ الرَّكْبُ فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَصُهَيْبٌ قَالَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ ادْعُهُ فَرَجَعْتُ اِلٰى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا اَنْ اُصِيْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِيْ يَقُوْلُ وَا اَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ

(۱۶۵۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی ملیکہ سے، فرماتے ہیں کہ عثمان ابن عفان کی بیٹی مکہ میں فوت ہوئیں[۱] تو ہم جنازہ میں شرکت کے لیے آئے وہاں ابن عمر اور ابن عباس بھی تھے، میں ان دونوں بزرگوں کے درمیان بیٹھا تھا۔[۲] تو عبداللہ ابن عمر نے ابن عثمان سے جو ان کے سامنے تھے، فرمایا کیا تم رونے سے منع نہیں کرتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔[۳] حضرت ابن عباس بولے کہ جناب عمر بھی کچھ ایسا ہی کہتے تھے پھر آپ نے قصہ سنایا فرمایا کہ میں حضرت عمر کے ساتھ مکہ سے لوٹا حتی کہ جب ہم مقامِ بیداء میں تھے[۴] تو ایک خاردار درخت کے سائے کے نیچے ایک قافلہ تھا (نظر پڑا) آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو یہ سوار کون ہے؟ میں نے دیکھا تو حضرت صہیب تھے، فرماتے ہیں میں نے آپ کو خبر دی فرمایا انہیں بلا لو[۵] میں حضرت صہیب کے پاس لوٹ گیا، میں نے کہا چلو

فَقَالَ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ اَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَآئِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ لَا وَاللّٰهِ مَاحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ وَلٰكِنْ اِنَّ اللّٰهَ يَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ وَقَالَتْ عَآئِشَةَ حَسْبُكُمُ الْقُرْاٰنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى قَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ فَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَيْئًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

امیر المومنین کے ساتھ مل جاؤ پھر جب حضرت عمر شہید کیے گئے تو ۶ صہیب روتے ہوئے آئے' کہتے تھے ہائے میرے بھائی! ہائے میرے ساتھی! جناب عمر نے فرمایا اے صہیب! کیا تم مجھ پر روتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ ۷ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب عمر فاروق نے وفات پائی تو میں نے حضرت عائشہ سے اس کا ذکر کیا' آپ بولیں اللہ عمر پر رحم کرے رب کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے لیکن اللہ کافر کا عذاب اس کے اہل کے رونے سے بڑھا دیتا ہے۔ ۸ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہیں قرآن کافی ہے کہ کوئی بوجھل جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔ ۹ اس وقت حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ ہنساتا رُلاتا ہے ۱۰ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے کچھ نہ فرمایا۔ ۱۱ (مسلم بخاری)

(۱۶۵۰) ۱ ہم باب الجمعہ میں عرض کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان غنی نے اپنا ایک گھر مکہ معظمہ میں رکھا تھا جہاں ایک بی بی صاحبہ رہتی تھیں' غالبًا یہ ان کی بیٹی تھیں۔ ۲ یعنی مجھے ان بزرگوں سے بہت قرب تھا لہٰذا میں نے جو کچھ ان سے سنا' وہ ٹھیک سنا کیونکہ ان سے دُور نہ تھا۔ ۳ لہٰذا اس رونے سے تمہاری ہمشیرہ کی روح کو عذاب ہوگا۔ خیال رہے کہ حضرت ابن عمر نے رونے اور نوحہ میں فرق نہ کیا نیز مومن و کافر میں فرق نہ کیا۔ ۴ حضرت عمر حج کے لیے مکہ مکرمہ گئے' میں واپسی میں آپ کے ہمراہ تھا جب ہم مقامِ بیداء میں جو ذوالحلیفہ سے متصل ہے' پہنچے تو یہ واقعہ ہوا۔ ۵ تاکہ ہم اور صہیب ساتھ ساتھ مدینہ منورہ چلیں' حضرت عمر کو جناب صہیب سے بہت محبت تھی۔ ۶ یعنی زخمی کیے گئے جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی' آپ کو اواخر ذی الحجہ میں محراب النبی میں بحالتِ نمازِ فجر ابولؤلؤ یہودی نے خنجر سے زخمی کیا اسی حال میں آپ گھر لائے گئے تب یہ واقعہ پیش آیا۔ ۷ یعنی میں قریب وفات ہوں اور تم مجھ پر رو رہے ہو اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے' ڈرتا ہوں کہ اس کی زد میں نہ آ جاؤں' یہ حضرت عمر کا انتہائی تقویٰ تھا ورنہ حدیث پاک میں بعد وفات رونے یا نوحہ کا ذکر ہے۔ خیال رہے کہ حضرت صہیب کا یہ کہنا نوحہ نہیں کہ نوحہ یہ ہے کہ میت میں ایسے اوصاف بیان کیے جائیں جو اس میں نہ ہوں اور بے صبری کے الفاظ بولے جائیں بھائی' ساتھی یہ الفاظ نوحہ کے ساتھ ہو سکتے ہی نہیں لہٰذا حضرت صہیب پر یہ اعتراض نہیں کہ آپ نے نوحہ کیوں کیا۔ دیکھو حضرت فاطمہ زہرا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اس قسم کے بہت سے الفاظ فرمائے مگر وہ سب درست تھے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ ۸ یعنی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہی نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے' اُم المومنین کا یہ فرمانا اسی لیے ہے کہ آپ کو یہ حدیث پہنچی نہیں۔ ۹ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے فرماتے' یہ فرمان تو قرآنی آیت کے خلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ آیت میں عذاب اخروی کی نفی ہے اور حدیث میں پریشانی دل کا ذکر ہے لہٰذا حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں۔ ۱۰

حضرت ابن عباس نے اس آیت سے حضرت عائشہ صدیقہ کی تائید کی یعنی آیت سے معلوم ہو رہا ہے ہنسانا رلانا رب کا ہے' آنکھ کے آنسو دل کا صدمہ بندے کے قبضے میں نہیں تو اس پر عذاب کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ وہ اختیاری گناہ پر ہوتا ہے' آنسو نہ گناہ ہیں نہ اختیاری ہیں۔ نیز رب نے بعض صورتوں میں رونے کی اجازت دی ہے تو ہر رونا گناہ کیسے ہوگا بہرحال آیت سے مسئلہ عائشہ صدیقہ کی تائید مقصود ہے۔ ۱۱یعنی حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس کی نہ تائید کی نہ تردید' مناظرہ بند کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر اپنے اجتہاد پر قائم رہے مگر حضرت ابن عباس کی مخالفت نہ کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد دوسرے مجتہد کی خطا پکڑ سکتا ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہد پر دوسرے مجتہد کی ہر دلیل مان لینا بھی ضروری نہیں اور جواب دینا بھی لازم نہیں اس سے اجتہاد و تقلید کے بہت مسائل ہو سکتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَّ ابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ وَاَنَا اَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِيْ شَقَّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَ هُنَّ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ اِنْهَهُنَّ فَاَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ اَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِيْ اَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا اَمَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۶۵۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن حارثہ' جعفر اور ابن رواحہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ بیٹھے کہ آپ میں رنج و غم محسوس ہوتا تھا ۱میں دروازے کے جھیرے یعنی دروازے کے شگاف سے دیکھ رہی تھی کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا' بولا کہ جعفر کی عورتیں اور ان کے بہت رونے کا ذکر کیا' آپ نے اسے حکم دیا کہ انہیں منع کرے۔ ۲وہ گیا پھر دوبارہ آیا کہ انہوں نے اس کی بات نہ مانی' فرمایا انہیں منع کرو' وہ تیسری بار آیا' بولا یارسول اللہ! رب کی قسم وہ ہم پر غالب آ گئیں۔ مجھے خیال ہے آپ نے فرمایا تو ان کے منہ میں خاک ڈالو۔ ۳میں بولی خدا تیری ناک رگڑ دے تو وہ تو کرے گا نہیں جس کا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا مگر تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج دیئے بغیر نہ چھوڑا۔ ۴(مسلم بخاری)

(۱۶۵۱) ۱آپ اس موقع پر مسجد نبوی میں بیٹھے تھے' چہرے پر ملال و غم کے آثار نمایاں تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت کے لیے بیٹھنا سنت ہے اور مسجد میں بیٹھنا بھی جائز ہے۔ تعزیت کی حد تین دن ہے' کسی کی موت ہو جانے پر میت والے تین دن تک چٹائی بچھا کر بیٹھتے ہیں' لوگ تعزیت اور فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے۔ ۲چیخ کر رونے سے منع کرے نہ کہ آنسو بہانے سے مگر امر استحبابی تھا یعنی چونکہ اس رونے میں نوحہ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لیے اس سے انہیں روکے' وہ بیبیاں نوحہ نہ کر رہی تھیں لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔ ۳یعنی اگر تو کرسکتا ہے تو ان کے منہ میں خاک ڈال آ تا کہ وہ رو نہ سکیں یا یہ مطلب ہے کہ خاک ڈال' خاموش ہو جا اپنا کام کر دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زور سے رونا گناہِ کبیرہ تو ہے نہیں صرف گناہ صغیرہ ہے اور صدمہ نیا ہے' تیرے منع کرنے کو انہوں نے سنا بھی نہ ہوگا لہٰذا جانے دے' خاک ڈال ۴یعنی اے شخص! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ظاہر معنی پر عمل نہ کر سکے گا اور وہاں جا کر ان کے منہ میں خاک نہ ڈال سکے گا مگر تو نے ان بیبیوں کی بار بار شکایت کر کے حضور انور صلی اللہ

علیہ وسلم کو صدمہ پر صدمہ پہنچایا۔ معلوم ہوا کہ ایسے صدمہ وغم کے وقت بزرگوں کی پریشانی بڑھانا نہ چاہیے' معمولی باتوں کا یا تو خود ہی انتظام کردے یا خاموش ہو جائے' ہر شکایت شاہوں کو نہ پہنچائے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ اَبُوْسَلَمَةَ قُلْتُ غَرِيْبٌ وَفِيْ اَرْضِ غُرْبَةٍ لَاَبْكِيَنَّهُ بُكَآءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ فَكُنْتُ قَدْتَهَيَّاْتُ لِلْبُكَآءِ عَلَيْهِ اِذَا اَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ تُرِيْدُ اَنْ تُسْعِدَنِيْ فَاسْتَقْبَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تُدْخِلِي الشَّيْطَانَ بَيْتًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَكَفَفْتُ عَنِ الْبُكَآءِ فَلَمْ اَبْكِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۵۲) روایت ہے حضرت اُم سلمہ سے' فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ فوت ہوئے تو میں بولی کہ مسافر تھے جو اجنبی زمین میں فوت ہوئے تو ان پر ایسا رووں گی کہ اس کا چرچا ہو جائے ۱؎ میں ان پر رونے کی تیاری کر رہی تھی کہ ایک عورت میری امداد کے ارادے سے آئی ۲؎ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا تم چاہتی ہو کہ شیطان کو اس گھر میں داخل کر دو' جہاں سے اللہ نے اسے دو مرتبہ نکالا ۳؎ میں رونے سے باز رہی پھر نہ روئی۔ ۴؎ (مسلم)

(۱۶۵۲) ۱؎ اسلام سے پہلے عرب میں میت پر رونے پیٹنے کا عام رواج تھا اور اس پر فخر کیا جاتا تھا کہ ہمارے فلاں میت پر بہت رویا پیٹا گیا اسی عادت کے مطابق آپ نے یہ ارادہ کیا۔ ابوسلمہ مکی تھے' مدینہ منورہ میں آپ کا کوئی عزیز و رشتہ دار نہ تھا' سفر کی موت بہت حسرت کی ہوتی ہے' سمجھا جاتا ہے کہ مسافر کی قبر پر کوئی فاتحہ بھی نہ پڑھے گا اس لیے آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ ۲؎ اس زمانے میں نوحہ اور پیٹنے کا بھی قرض ہوتا تھا اگر ایک عورت دوسرے کے ہاں موت پر پیٹ آتی تھی تو یہ اس کے ہاں موت کے وقت پیٹنے ضرور جاتی تھی جیسے آج بیاہ شادی میں نیوتہ قرض مانا جاتا ہے ایسے ہی وہاں نوحہ اور رونا پیٹنا بھی قرض ہوتا تھا' وہ بی بی شاید زمانہ جاہلیت میں حضرت اُم سلمہ کی مقروض تھی۔ ۳؎ یا تو دو مرتبہ سے مراد ہے بار بار جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (۶۷:۴) پھر دوبارہ نگاہ اُٹھا (کنزالایمان) یا دوسری مرتبہ ہی مراد ہے۔ ایک بار حضرت ابوسلمہ کے اسلام لاتے وقت اور دوسری بار آپ کے ہجرت کرتے وقت یا ایک بار سے مراد ہے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا اور دوسری سے مراد مدینہ پاک کی طرف ہجرت کیونکہ حضرت ابوسلمہ صاحب ہجرتین ہیں' شیطان کے نکالنے سے اس کے اثر کا دُور کرنا مراد ہے ورنہ خود شیطان تو مکھی کی طرح ہر جگہ پہنچا ہی رہتا ہے یعنی جس گھر سے بار بار شیطانی اثر دُور ہوتا رہا اب اس میں شیطانی کام کر کے اس اثر کو کیوں پھیلاتی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہر جگہ ہی گناہ ہے مگر بزرگوں کے مکان اور مقدس جگہوں میں زیادہ بُرا۔ ۴؎ یعنی یہ فرمانِ عالی سُن کر میں نوحہ اور پیٹنے سے باز رہی یہاں رونے سے مراد پیٹنا اور نوحہ ہے نہ کہ آنسوؤں سے رونا۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ اُخْتُهٗ عَمْرَةُ تَبْكِيْ وَجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ فَقَالَ حِيْنَ اَفَاقَ مَاقُلْتِ شَيْئًا اِلَّا قِيْلَ لِيْ اَنْتَ كَذٰلِكَ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ.

(۱۶۵۳) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے' فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن رواحہ پر غشی چھا گئی تو ان کی بہن عمرہ رونے لگیں کہ ہائے میرے پہاڑ' ہائے میرے ایسے' ہائے میرے ویسے ان کی خوبیاں گن گن کر جب انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا کہ تم نے کچھ نہ کہا مگر مجھ سے کہا گیا کیا تم ایسے ہی ہو؟ ۱؎ ایک روایت میں زیادہ

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ) کیا تو جب وہ فوت ہوئے تو ان کی بہن ان پر نہ روئیں۔(بخاری)

(۱۶۵۳)؎ یعنی تم یہ کہہ کر پیٹتی تھیں اور فرشتہ مجھ سے یہ پوچھتا تھا۔خیال رہے کہ یہاں فرشتے کا یہ پوچھنا آپ پر عتاب کے لیے نہ تھا کیونکہ آپ تو نوحہ سے راضی تھے ہی نہیں اور نہ آپ نے اس کا حکم دیا تھا' منشا صرف یہ تھا کہ آپ ہوش میں آ کر اپنی بہن کو فرشتے کا یہ سوال سنائیں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق ہو اور بہن و سارے سننے والوں کو تبلیغ کہ وہ اس سے باز رہیں چنانچہ پھر آپ کی بہن آپ کی وفات پر بھی نہ روئیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ بَاكِيْهِمْ فَيَقُوْلُ وَاجَبَلَاهُ وَاسَيِّدَاهُ وَنَحْوَ ذٰلِكَ اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَكَيْنِ يَلْهَزَانِهٖ وَيَقُوْلَانِ اَهٰكَذَا كُنْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ.

(۱۶۵۴) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے' فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسی کوئی میت نہیں جو مر جائے تو ان کے رونے والا اُٹھ کر کہے ہائے میرا پہاڑ' ہائے میرے سردار وغیرہ مگر اللہ اس پر دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اسے جھنجھوڑتے ہیں' کہتے ہیں تو کیا ایسا ہی تھا؟؎(ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب حسن ہے۔

(۱۶۵۴)؎ یلھزان لھز سے بنا بمعنی تھپڑ مارنا نیز منہ پیٹنا' جھنجھوڑنا یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں اور وہ مردہ مراد ہے جو زندگی میں نوحہ سے راضی ہو یا مرتے وقت اس کی وصیت کر گیا ہو اس عذاب کے متعلق علماء کے دس قول ہیں مگر قوی قول وہی ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ اگر میت نوحہ سے راضی ہو یا اس کی وصیت کر گیا ہو تو اسے نوحہ پر سزا ملتی ہے ورنہ نہیں اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَاتَ مَيِّتٌ مِنْ اٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَآءُ يَبْكِيْنَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ يَنْهٰهُنَّ وَيَطْرُدُهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ يَاعُمَرُ فَاِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ وَّالْقَلْبُ مُصَابٌ وَّالْعَهْدَ قَرِيْبٌ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ)

(۱۶۵۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی میت فوت ہوئی تو عورتیں جمع ہو کر اس پر رونے لگیں' حضرت عمر کھڑے ہو کر انہیں منع کرنے اور ڈانٹنے لگے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! انہیں چھوڑ دو کیونکہ آنکھیں بہتی ہیں' دل مصیبت زدہ ہے اور واقعہ غم تازہ ہے۔؎(احمد' نسائی)

(۱۶۵۵)؎ یہ میت حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے' حضرت عمر فاروق سمجھے تھے کہ میت پر رونا ہی حرام ہے اس وقت تک آپ کو نوحہ اور رونے میں فرق معلوم نہ تھا اس لیے آپ نے یہ سختی فرمائی' آپ نے اہلِ قرابت کو رونے سے منع کیا اور اجنبی عورتوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان شریف میں فرق کر کے دکھا دیا کہ نوحہ منع ہے اور رونا جائز یہاں جائز کام ہو رہا ہے' تم منع نہ کرو کیونکہ غم تازہ ہے اور دل کا زخم ہرا ہے' بعد میں خود بخود صبر آ جائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَتِ النِّسَآءُ فَجَعَلَ

(۱۶۵۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں کہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں' عورتیں

عُمَرُ یَضْرِبُهُنَّ بِسَوْطِهٖ فَاَخَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ مَهْلًا يَا عُمَرُ ثُمَّ قَالَ اِيَّاكُنَّ وَنَعِيْقُ الشَّيْطَانَ ثُمَّ قَالَ اِنَّهٗ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْعَيْنِ وَمِنَ الْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَةِ وَمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَمِنَ اللِّسَانِ فَمِنَ الشَّيْطَانِ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

روئیں تو جناب عمر انہیں کوڑے سے مارنے لگے ۱؎ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا' فرمایا اے عمر! چھوڑو بھی پھر فرمایا شیطانی آواز سے پرہیز کرنا پھر فرمایا جو کچھ آنکھ اور دل سے ہو ۲؎ تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو' وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (احمد)

(۱۶۵۶) ۱؎ یہ حدیث گزشتہ کی شرح ہے' عمر فاروق نے ابھی کوڑے کسی کو مارے نہ تھے بلکہ مارنا چاہتے تھے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا اس ارادہ کی وجہ وہی ہے جو ابھی عرض کر چکے ہیں کہ آپ مطلقاً رونے کو بھی نوحہ سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر طاقت ہو تو برائی کو ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانے ۲؎ یعنی دل کا رنج اور آنکھ کے آنسو بندے کے اختیار میں نہیں' یہ قدرتی چیز ہے' دل میں رقت رحمت کا نتیجہ ہے اور زبان سے بکواس ہاتھ سے ماتم شیطانی عمل ہے' بندہ اپنے اختیار اور شیطان کے بہکانے سے کرتا ہے۔ خیال رہے کہ ہر اچھے برے کام کا خلق رب کی طرف سے ہے مگر نسبت میں ادب چاہیے' اچھے کام کو رب کی طرف منسوب کرو اور برے کو شیطان کی جانب یا اپنی طرف نسبت دو۔ اس حدیث میں اسی جانب اشارہ ہے۔

وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيْقًا قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ ابْنُ الْحَسَنِ بْنُ عَلِيٍّ ضَرَبَتِ امْرَاَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهٖ سَنَةً ثُمَّ رَفَعَتْ فَسَمِعَتْ صَائِحًا يَقُوْلُ اَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَاَجَابَهٗ اٰخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا۔

(۱۶۵۷) روایت ہے بخاری سے تعلیقاً فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسن ابن حسن ابن علی ۱؎ فوت ہوئے تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا ۲؎ پھر اٹھا لیا تو کسی پکارنے والے کو سنا جو کہتا تھا' کیا انہوں نے جو کھویا تھا' وہ پا لیا؟ دوسرے نے جواب دیا بلکہ مایوس ہو کر چل دیئے ۳؎

(۱۶۵۷) ۱؎ آپ کا لقب حسن مثنیٰ ہے' امام حسن کے فرزند علی مرتضٰی کے بڑے پوتے ہیں۔ ۲؎ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ قبہ احباب کے جمع ہونے اور ان کی قبر پر تلاوتِ قرآن و فاتحہ پڑھنے کے لیے تھا' عبث یا ناجائز نہ تھا کہ اہلِ بیت اطہار ایسا کام کبھی نہیں کرتے۔ خصوصاً صحابہ کی موجودگی میں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ خود آپ کی بیوی ایک سال تک اس قبہ میں حضرت حسن کی قبر پر رہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس قبہ کے دو حصے ہوں' ایک میں آپ رہتی ہوں اور دوسرے حصہ میں احباب جمع ہو کر فاتحہ پڑھتے ہوں۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بزرگوں کے مزارات پر زائرین کی آسانی کے لیے گنبد عمارت بنانا جائز ہے دوسرے یہ کہ وہاں مجاوروں کا بیٹھنا درست ہے کہ یہ دونوں کام اہلِ بیت نبوت نے صحابہ کرام کی موجودگی میں کیے کسی نے منع نہ کیا لہٰذا یہ دونوں عمل سنت صحابہ وسنت اہلِ بیت ہے اس کی بحث پہلے ہو چکی۔ ۳؎ یہ آواز ہاتف غیبی کی تھی جس میں بتایا گیا کہ کسی کی موت پر بہت غم کرنا' گھر چھوڑ کر جنگل میں بیٹھ جانا' مردے کو واپس نہیں لے آتا۔ خیال رہے کہ یہ نداء ہم لوگوں کو سنانے کے لیے ہے نہ کہ اہلِ بیت نبوت پر عتاب کے لیے' انہوں نے کوئی ناجائز کام نہ کیا تھا اسی لیے اس نداء میں ڈانٹ ڈپٹ یا ان کے اس فعل پر حرام ہونے کا فتویٰ نہیں۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّاَبِیْ بَرْزَةَ قَالَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَةٍ فَرَاٰی قَوْمًا قَدْ طَرَحُوْا اَرْدِيَتَهُمْ يَمْشُوْنَ فِیْ قُمُصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبِفِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ تَاْخُذُوْنَ اَوْبِصَنِيْعِ الْجَاهِلِيَّةِ تَشَبَّهُوْنَ لَقَدْهَمَمْتُ اَنْ اَدْعُوَا عَلَيْكُمْ دَعْوَةً تَرْجِعُوْنَ فِیْ غَيْرِصُوَرِكُمْ قَالَ فَاَخَذُوْا اَرْدِيَتَهُمْ وَلَمْ يَعُوْدُوْا لِذٰلِكَ۔(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۶۵۸) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین و ابی برزہ سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو آپ نے ایک قوم کو دیکھا جو اپنی چادریں پھینک گئے تھے اور قمیصوں میں چلتے تھے۔۱؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تم جاہلیت کا کام اختیار کرتے ہو؟ یا جاہلیت کے عمل سے مشابہت کرتے ہو' دل چاہتا ہے کہ تمہیں ایسی بددعا دوں کہ تم اپنی غیر صورتوں میں لوٹ جاؤ۔۲؎ فرمایا کہ انہوں نے فوراً اپنی چادریں اُٹھالیں اور پھر یہ کبھی نہ کیا۔(ابن ماجہ)

(۱۶۵۸)۱؎ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب میت کو دفن کرنے لے جاتے تو پہنچانے والے اپنی چادریں راستے میں پھینک جاتے اور لوٹتے میں واپس اُٹھاتے' وہ اس میں اظہارِ غم سمجھتے تھے جیسے آج بعض جاہل مسلمان اظہارِ غم کے لیے کالے کرتے پہنتے ہیں یا اپنے بازوؤں پر کالے کپڑے کی پٹیاں باندھ لیتے ہیں' کسی کی موت پر خصوصاً اور محرم میں عموماً اسے اظہارِ غم سمجھتے ہیں' یہ حرام ہے اور جاہلیت کے زمانے کا فعل ہے رنج وغم دل سے ہوتا ہے نہ کہ کالے پیلے کپڑوں سے۲؎ یعنی تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں۔معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو عملی نوحہ قرار دیا اور سخت بددعا کا ارادہ فرمایا اب جو مسلمان ایسا کرے' وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا لینے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ یہ فیشنی غم ہے نہ کہ حقیقی رنج۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُتْبَعَ جَنَازَةٌ مَّعَهَا رَانَّةٌ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۱۶۵۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا جس کے ساتھ نوحہ والی ہو۔۱؎(احمد'ابن ماجہ)

(۱۶۵۹)۱؎ یعنی اگر میت کے ساتھ رونے پیٹنے والی ہو وہاں نہ جائے جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے کہ میت کے ساتھ قبرستان تک روتی پیٹتی عورتیں جاتی ہیں اور اگر یہ عورتیں میت سے دُور ہوں تو عالم شیخ اور بزرگانِ دین تو اس میں شرکت نہ کریں' عوام کرسکتے ہیں جیسے کہ دعوتِ ولیمہ میں اگر دسترخوان پر ناچ گانا ہے تو وہاں کوئی نہ جائے اور اگر وہاں سے دُور ہے تو مشائخ کرام و علمائے عظام نہ جائیں تاکہ صاحبِ خانہ اس سے توبہ کرے' عوام جاسکتے ہیں لہٰذا یہ حدیث اس فقہی مسئلہ کے خلاف نہیں کہ نوحہ گر کی وجہ سے میت کے کفن دفن میں شرکت کو نہ چھوڑو کیونکہ وہ حکم عوام کے لیے اور یہ حدیث خواص کے لیے یا وہ حکم وہاں ہے جب نوحہ دُور ہو اور یہ حکم وہاں ہے جہاں نوحہ بالکل میت سے متصل ہو' وہ مسئلہ فقہی بھی درست ہے اور یہ حدیث بھی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهٗ مَاتَ ابْنٌ لِیْ فَوَجَدْتُّ عَلَيْهِ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ شَيْئًا يُطَيِّبُ بِاَنْفُسِنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ

(۱۶۶۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میرا بچہ فوت ہوگیا جس پر میں بہت غمگین ہوں' کیا آپ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات سنی ہے

نَعَمْ سَمِعْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صِغَارُهُمْ دَعَامِيْصُ الْجَنَّةِ يَلْقٰى اَحَدُهُمْ اَبَاهُ فَيَاْخُذُ بِنَاحِيَةِ ثَوْبِهٖ فَلَايُفَارِقُهٗ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاَحْمَدُ وَاللَّفْظُ لَهٗ.

جو اپنے مردوں کے متعلق ہمارا دل خوش کر دے! فرمایا ہاں! میں نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمانوں کے بچے جنت کی چڑیاں ہیں۔۲ ان میں سے کوئی اپنے باپ سے ملے گا اس کے دامن کا پلو پکڑ لے گا' اسے نہ چھوڑے گا حتیٰ کہ اسے جنت میں داخل کر لے گا۔۳ (مسلم' احمد) لفظ احمد کے ہیں۔

(۱۶۶۰) ۱ یعنی ہم کو اپنے مردوں پر ثواب کے متعلق کوئی ایسی حدیث سنایئے جس سے ہمارے بے چین دل کو چین نصیب ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام قرآن وحدیث سے اللہ کے ذکر کو دلی تسکین کا باعث سمجھتے تھے۔ رب فرماتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (۱۳'۲۸) سن لو اللہ کی یاد میں ہی دلوں کا چین ہے (کنزالایمان) اللہ کے ذکر سے بے چین دل چین پاتے ہیں۔ آج ہم رنج وغم دُور کرنے کے لیے گانے باجے کھیل تماشا استعمال کرتے ہیں' غم کا علاج اللہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سننا ہے۔۲ دَعَامِيْصُ دعموصٌ کی جمع ہے جس کے معنی میں گھس جانا یا پھرنا اسی لیے ایک دریائی جانور کو دعموص کہتے ہیں کہ وہ پانی میں بے تکلف گھس جاتا ہے اور اس میں پھرتا ہے' چڑیوں کو بھی دعموصہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بے تکلف ہوا میں ہر گھر میں پھرتی ہیں نہ ان سے کوئی پردہ؛ حجاب کرے نہ انہیں کہیں آنے جانے سے روک ٹوک یعنی مسلمانوں کے بچے جنت کے سیاح ہیں کہ وہ وہاں ہر جگہ کی بے تکلف سیر کرتے ہیں۔۳ یعنی بچہ جب باپ کو بغیر بخشوائے نہ چھوڑے گا تو ماں کا کیا پوچھنا' ماں کا حق تو باپ سے زیادہ ہے۔ خیال رہے کہ قیامت میں مردے ننگے اُٹھیں گے مگر محشر میں پہنچ کر انہیں لباس پہنا دیا جائے گا لہٰذا یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کہ بچہ اپنے ماں باپ کے دامن کا پہلو (گوشہ) پکڑ کر بخشوائے گا۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ وہاں تو سب ننگے ہوں گے پھر دامن کا گوشہ پکڑنے کے کیا معنی کیونکہ ننگے ہونے کا اور وقت ہے اور یہ دوسرا وقت۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ جَآءَتْ اِمْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ فَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ نَّفْسِكَ يَوْمًا نَّاْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا مِنْ مَّكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَامِنْكُنَّ امْرَاَةٌ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَّلَدِهَا ثَلٰثَةً اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِنْهُنَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَيْنِ فَاَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ

(۱۶۶۱) روایت ہے حضرت ابوسعید سے' فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بولی یارسول اللہ! مرد آپ کی احادیث لے گئے' ہمیں بھی اپنی ذات شریف سے ایک دن عطا کریں جس میں ہم آپ کے پاس آ جایا کریں کہ آپ ہمیں ان میں سے کچھ سکھایا کریں جو اللہ نے آپ کو سکھایا۔۲ فرمایا فلاں فلاں دن فلاں فلاں جگہ جمع ہو جایا کریں چنانچہ وہ جمع ہو گئیں' ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور رب کے سکھائے سے انہیں سکھایا۳ پھر فرمایا تم میں ایسی کوئی عورت نہیں جو اپنے تین بچے آگے بھیج دے۴ مگر وہ اس کے لیے آگ سے آڑ ہوں گے تو ان میں

ثُمَّ قَالَ وَ اثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

سے ایک عورت بولی یارسول اللہ! یا دو اس نے دوبارہ یہ سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا اور دو اور دو اور دو۔ (بخاری)۵

(۱۶۶۱)۱یعنی مردوں نے آپ کا فیض صحبت بہت حاصل کیا' ہر وقت آپ کی احادیث سنتے رہتے ہیں' ہم کو حضور کی خدمت میں حاضری کا اتنا موقع نہیں ملتا' مہینے میں یا ہفتے میں ایک دن ہم کو بھی عطا فرمائیں کہ اس میں صرف ہم کو وعظ فرمایا کریں اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ وغیرہ کے لیے دن مقرر کرنا بالکل جائز بلکہ سنت ہے' آج مدرسوں میں تعلیم' تعطیل' امتحان کے لیے دن ہوتے ہیں' ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اسی طرح میلاد شریف' گیارہویں شریف عرس بزرگان کے لیے دن مقرر کرنا جائز ہے کہ ان سب میں دین کی تبلیغ ہوتی ہے' تبلیغ کے لیے تعین درست۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عورتوں کو وعظ سنانا جائز ہے بشرطیکہ غیر محرم عورتیں پردہ میں رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی عورت پر پردہ فرض نہ تھا کہ حضور اُمت کے لیے مثل والد کے ہیں پھر بھی حضور بہت احتیاط فرماتے تھے۔۲یوم سے مراد دن ہے اور جگہ شاید مسجد میں ہوگی یا کسی اور جگہ میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ استاد ہی شاگردوں کو اپنے گھر نہ بلائے بلکہ کبھی شاگردوں کے گھر جا کر بھی تعلیم دیا کرے یا کسی تیسری جگہ کو مقرر کر دے جو نہ استاد کا گھر ہو نہ شاگرد کا لہٰذا یہ حدیث موجودہ دینی مدرسوں کی اصل ہے جہاں شاگرد استاد جمع ہو کر علم سیکھیں سکھائیں اگرچہ بہتر یہی ہے کہ شاگرد استاد کے پاس جا کر سیکھے۔ موسیٰ علیہ السلام' خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے گئے تھے' خضر علیہ السلام آپ کے پاس نہ آئے تھے۔۳شاید یہ واقعہ ایک ہی بار ہوا اور ہو سکتا ہے کہ بارہا اس مدرسہ میں یہ اجتماع ہوتا رہا کیونکہ عَلَّمَ باب تفصیل سے ہے جو آہستگی و تدریج بتاتا ہے۔۴آگے بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ ماں کی زندگی میں بچے فوت ہوں اور وہ ان پر صبر کرے' یہ مطلب نہیں کہ انہیں ہلاک کر دے۔۵یہاں واؤ بمعنی او ہے اور اثنین کی تکرار تاکید کے لیے ہے یعنی یا دو فوت ہوں یا دو یا دو' معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمتِ الٰہی کے بااختیار قاسم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کن کی کنجی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے تو رب تعالیٰ نے تین بچے فوت ہونے کے متعلق فرمایا تھا اب جب جبریل آئیں گے تو ان کے ذریعے رب سے پچھوالیں گے بلکہ خود ہی یہ جواب دے دیا۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُسْلِمَيْنِ يُتَوَفّٰى لَهُمَا ثَلَاثَةٌ اِلَّا اَدْخَلَهُمَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمَا فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِاثْنَانِ قَالَ اَوِ اثْنَانِ قَالُوْا اَوْ وَاحِدٌ قَالَ اَوْ وَاحِدٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اَنَّ السِّقْطَ لَيَجُرُّ اُمَّهٗ بِسَرَرِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ اِذَا احْتَسَبَتْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ مِنْ قَوْلِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ۔

(۱۶۶۲) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دو مسلمان نہیں جن کے تین بچے فوت ہو جائیں مگر اللہ اپنے فضل سے انہیں جنت میں داخل فرماتا ہے۔۱لوگ بولے یارسول اللہ! یا دو فرمایا دو۔ لوگ بولے یا ایک فرمایا ایک۲ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ کچا بچہ اپنی ماں کو اپنے نارو سے جنت کی طرف کھینچے گا جبکہ وہ طالب ثواب ہو۔۳(احمد) ابن ماجہ نے والذی نفسی بیدہ سے روایت کی۔

(۱۶۶۲)۱دو مسلمانوں سے مراد ماں باپ ہیں جن کے چھوٹے بچے فوت ہوں اور وہ صبر کریں۔۲اس ترتیب سے کمال ونقصان

کی طرف اشارہ ہے یعنی اوّل نمبر اور کامل مستحق رحمت تو وہ ہیں جو تین بچوں پر صبر کریں پھر وہ بھی جو دو یا ایک پر صبر کریں کہ یہ دونوں پہلے کے ساتھ ملحق ہیں۔ (مرقاۃ) ۲؎ سرر عربی میں نارو کو کہتے ہیں جو بچے کے ناف میں لمبا سا ہوتا ہے جسے دائی کاٹتی ہے اگرچہ وہ کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے مگر قیامت میں اس بچے کے ساتھ ہوگا کیونکہ رب تعالیٰ اجزائے بدن کو وہاں جمع فرمادے گا حتیٰ کہ قلفہ یعنی ختنہ کی کھال بھی وہاں موجود ہوگی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے اگرچہ یہ بچہ ماں باپ دونوں ہی کو جنت میں لے جائے گا مگر ماں کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ ماں کو صدمہ زیادہ ہوتا ہے اور صبر کم۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلٰثَةً مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانُوْالَهٗ حِصْنًا حَصِيْنًا مِنَ النَّارِ فَقَالَ اَبُوْذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ قَالَ وَاثْنَيْنِ قَالَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَبُوالْمُنْذِرِ سَيِّدُ الْقُرَّآءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَوَاحِدًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(۱۶۶۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے تین نابالغ بچے آگے بھیج دے تو وہ اس کے لیے آگ سے مضبوط قلعہ ہوں گے۔ ۱؎ حضرت ابوذر نے عرض کیا دو تو میں نے بھی بھیج دیئے' فرمایا دو بھی قاریوں کے سردار ابوالمنذر ر ابی ابن کعب بولے ۲؎ کہ میں نے ایک بھیج دیا ہے' فرمایا ایک بھی۔ (ترمذی' ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۶۶۳) ۱؎ کہ جیسے مضبوط ومحفوظ قلعہ میں چور ڈاکو باہر کی آفتیں سیلاب کا پانی نہیں پہنچ سکتے اسی طرح اس شخص تک دوزخ کی آگ وہاں کے سانپ بچھو دیگر عذاب ان بچوں کے سبب نہ پہنچ سکیں گے۔ ۲؎ حضرت ابی ابن کعب کی کنیت ابوالمنذر ر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سید القراء کا بھی خطاب دیا اور سید الانصار کا بھی اور حضرت عمر فاروق نے سید المسلمین کا خطاب دیا' ہر خطاب آپ کے لیے موزوں ہے اور آپ پر سجتا ہے وہاں سے تمام خطاب صحیح ملتے ہیں۔

وَعَنْ قُرَّةَ الْمُزَنِيِّ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَاْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ابْنٌ لَهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبُّهٗ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَبَّكَ اللّٰهُ كَمَا اُحِبُّهٗ فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ ابْنُ فُلَانٍ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّاتَاْتِيَ بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَّهٗ يَنْتَظِرُكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَهٗ خَاصَّةً اَمْ لِكُلِّنَا قَالَ بَلْ لِكُلِّكُمْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۶۶۴) روایت ہے حضرت قرہ مزنی سے کہ ایک شخص اپنے بچے کو ساتھ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتا تھا اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اس سے محبت کرتا ہے؟ وہ بولا یارسول اللہ! جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں' رب آپ سے بھی اتنی محبت کرے۔ ۱؎ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گم پایا ۲؎ تو پوچھا فلاں کا بیٹا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا یارسول اللہ! وہ مر گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تم جنت کے کسی دروازے پر نہ جاؤ مگر وہاں اسے اپنا انتظار کرتا پاؤ۔ ۳؎ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! کیا یہ خاص اسی کے لیے ہے یا ہم سب کے لیے؟ فرمایا تم سب کے لیے۔ (احمد)

(۱۶۶۴)۱؎انہیں جواب دینا نہ آیا، اپنی زیادتی محبت کو اس طرح ظاہر کیا ورنہ جتنی محبت رب تعالٰی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہے، اتنی کوئی کسی سے نہیں کرسکتا نہ ماں باپ اکلوتے بیٹے سے نہ بھائی اپنے بھائی سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب اکبر ہیں حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار غلام بھی رب کے محبوب ہو جاتے ہیں۔ فرماتا ہے: فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (۳۱:۳) تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا (کنزالایمان) لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کا محبوب اکبر نہ مانتے تھے۔ خیال رہے کہ یہاں مقدار محبت رحمت وکرم کی ہے نہ کہ نوعیت محبت کیونکہ ماں باپ کو اولاد سے ولادت کے باعث خونی محبت ہوتی ہے، رب تعالٰی اس محبت سے پاک ہے اس کی محبت، رحمت وکرم کی ہے نہ کہ رشتہ داری اور قرابت کی۔ ۲؎اس بچہ کو گم پایا کہ باپ کے ساتھ نہ دیکھا اس شخص کو ہی گم پایا کہ وہ اس غم کی وجہ سے حاضر بارگاہ نہ ہو سکے غالبًا یہ صاحب مدینہ شریف کے علاوہ کہیں اور رہتے ہوں گے یا اگر اہلِ مدینہ سے ہوں گے تو ان کے بچے کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر ہوں گے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے جنازے و دفن میں شرکت فرماتے تھے۔ ۳؎یعنی اس خبر کے بعد جب وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے یا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تعزیت کے لیے تشریف لے گئے تب اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ تم جنتی ہو اور تمہارے جنت میں داخلے کی شان یہ ہوگی کہ تمہارا بچہ تمہارے لیے جنت کا وہ دروازہ جس سے تم جانے والے ہو گے، کھلوائے ہوئے کھڑا ہوگا اور تمہارے استقبال کے لیے وہاں تمہیں موجود ملے گا، قیامت میں وہ تمہاری شفاعت پہلے ہی کرچکا ہوگا لہذا اس حدیث میں اس بچے کی شفاعت کا انکار نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے انجام اور اس کے جنتی دوزخی ہونے بلکہ اس کے مرتبہ و درجہ اور وہاں پیش آنے والے حالات سے خبردار ہیں کہ کون کس حال میں کس دروازہ سے جنت میں جائے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت میں شفاعت کرنے والے بچوں کو بھی یہ پتا ہوگا کہ ہمارے ماں باپ کب اور کس دروازے سے جنت میں جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو شفاعتِ کبریٰ کے مالک ہیں، آپ کو ہر ایک کے ہر حال کی خبر ہے یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ بچہ جنت کے ہر دروازے پر بیک وقت موجود ہوگا، اولیاء اللہ متعدد اجسام سے ایک وقت میں چند جگہ موجود ہو سکتے ہیں اور یہ ناممکن بھی نہیں اجسام مثالی لاکھوں ہو سکتے ہیں، آئینہ خانہ میں اور ٹیلی ویژن میں ایک شخص کے ہزاروں عکس بیک وقت متعدد جگہ اور آئینہ میں موجود ہوتے ہیں، یہ فقط ایک مثال ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ السِّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهٗ اِذَا اَدْخَلَ اَبَوَيْهِ النَّارَ فَيُقَالُ اَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهٗ اَدْخِلْ اَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ فَيَجُرُّهُمَا بِسَرَرِهٖ حَتّٰى يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۶۶۵) روایت ہے حضرت علی سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کچا بچہ اپنے رب سے جھگڑے گا جب رب اس کے ماں باپ کو آگ میں داخل کرے گا۔ ۱؎تو فرمایا جائے گا اے رب سے جھگڑنے والے گرے بچے اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا تب وہ انہیں اپنے نارو سے کھینچے گا حتی کہ انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ ۲؎(ابن ماجہ)

(۱۶۶۵)۱؎عربی میں سقط وہ بچہ کہلاتا ہے جو چھ ماہ پورے ہونے سے پہلے شکم مادر سے خارج ہو جائے یہاں جھگڑنے سے ناز و محبت کا جھگڑنا مراد ہے [illegible] روٹھنا زور کا نہیں ہے اور

نہ منانا کمزوری کا بلکہ یہ محبت کے کرشمے ہیں' یہ دنیا اس عالم کی مثال ہے۔۲؎ حق یہ ہے کہ حدیث بالکل اپنے ظاہر معنی پر ہے اس میں کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں' بچوں کی شفاعت بھی حق اور ان کا ماں باپ کو نارو میں لپیٹنا بھی اور اس طرح انہیں جنت میں لے جانا بھی درست ہے جیسے کسی آنے والے کے گلے میں بانہیں ڈال کر اسے گھر میں لے جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ اس بچے کو جھگڑالو فرمانا انتہائی کرم کا اظہار ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی ابْنَ اٰدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی لَمْ اَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۶۶۶) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! اگر تو پہلے صدمہ پر صبر اور طلب اجر کرے تو میں تیرے لیے جنت کے سوا کسی ثواب سے راضی نہ ہوؤں۔۱؎ (ابن ماجہ)

(۱۶۶۶)۱؎ اگرچہ صبر ہر وقت ہی اچھا ہے مگر نئے صدمے پر بہت اچھا کیونکہ اس وقت گھاؤ تازہ ہوتا ہے اس لیے اس کا ثواب بھی بڑا۔ خیال رہے کہ بعض شخصوں کو بعض اعمال کا ثواب جنت کے سوا بھی دے دیا جاتا ہے جیسے دنیاوی راحتیں وغیرہ مگر مومن صابر کا ثواب جنت ہی ہے۔

وَعَنِ الْحُسَیْنِ ابْنِ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مُسْلِمٍ وَّلَا مُسْلِمَةٍ یُّصَابُ بِمُصِیْبَةٍ فَیَذْکُرُهَا وَاِنْ طَالَ عَهْدُهَا فَیُحْدِثُ لِذٰلِكَ اسْتِرْجَاعًا اِلَّا جَدَّدَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَاَعْطَاهُ مِثْلُ اَجْرِهَا یَوْمَ اُصِیْبَ بِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهِقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ.

(۱۶۶۷) روایت ہے حضرت حسین ابن علی سے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرماتے ہیں ایسا کوئی مسلمان مرد عورت نہیں جسے کوئی مصیبت پہنچی ہوئی اگرچہ پرانی ہو چکی ہو' اسے یاد آ جائے تو اناللہ پڑھ لے۱؎ مگر اللہ تعالیٰ اسے اس وقت نیا ثواب دیتا ہے ویسا ہی ثواب جو مصیبت پہنچنے کے دن دیا تھا۔۲؎ (احمد' بیہقی' شعب الایمان)

(۱۶۶۷)۱؎ یاد آ جانا اور ہے یاد کرنا' یاد دلانا کچھ اور پہلی چیز قدرتی ہے جس پر ثواب ہے اور آخری دو چیزیں مصنوعی ہیں جن پر عذاب' اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھنا اور شکر کرنا ثواب ہے مگر اس کی بھیجی مصیبتوں کو بھول جانا ثواب ہے اسی لیے اسلام میں خوشی کی یادگاریں منانا سنت ہے مگر غم کی یادگاریں قائم کرنا حرام۔ ربیع الاوّل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی ہے اور وفات بھی مگر اس مہینے میں عید میلاد منائی جاتی ہے نہ کہ غم وفات حتیٰ کہ اس مہینے کو بارہ وفات کہنا بھی ناجائز ہے' ہاں ایصالِ ثواب کے لیے کسی کی تاریخ وفات منانا جائز ہے نہ کہ رونے پیٹنے کے لیے۔ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ محرم میں سیدالشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار قائم کرنے' ایصالِ ثواب کرنے' ان کا ذکر کرنے اور سننے کے لیے مجلسیں منعقد کرنا ثواب ہے اس دوران میں اگر رونا بھی آ جائے تو مضائقہ نہیں مگر رونے پیٹنے کی غرض سے تعزیت کی مجلس منعقد کرنا حرام ہے کہ میت کے غم کی مجلس صرف تین دن تک منعقد کر سکتے ہیں لہٰذا اس حدیث سے شیعہ حضرات دلیل نہیں پکڑ سکتے۔۲؎ کیونکہ اگرچہ مصیبت پرانی ہو چکی مگر تکلیف تو نئی ہوئی جیسے پرانی نعمت کے نئے شکر پر نیا ثواب ملتا ہے ایسے ہی پرانی مصیبت کے نئے صبر پر نیا ثواب ملے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ اَحَدِكُمْ فَلْیَسْتَرْجِعْ فَاِنَّهٗ مِنَ الْمَصَائِبِ۔

(۱۶۶۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اناللہ پڑھے کہ یہ بھی مصیبتوں سے ہے۔ل

(۱۶۶۸)لیعنی اناللہ الخ پڑھنا کسی موت یا بڑی مصیبت پر نہیں بلکہ ہر مصیبت و تکلیف پر پڑھنا چاہیے' خواہ کتنی ہی معمولی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغ گل ہو جانے پر بھی اناللہ الخ پڑھی۔

وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَآءِ قَالَتْ سَمِعْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی قَالَ یَاعِیْسٰی اِنِّیْ بَاعِثٌ مِّنْ بَعْدِكَ اُمَّةً اِذَا اَصَابَهُمْ مَا یُحِبُّوْنَ حَمِدُوا اللّٰهَ وَاِنْ اَصَابَهُمْ مَا یَكْرَهُوْنَ احْتَسَبُوْا وَصَبَرُوْا وَلَا حِلْمَ وَلَاعَقْلَ فَقَالَ یَارَبِّ كَیْفَ یَكُوْنُ هٰذَا لَهُمْ وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ قَالَ اُعْطِیْهِمْ مِنْ حِلْمِیْ وَعِلْمِیْ رَوَاهُمَا الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

(۱۶۶۹) روایت ہے حضرت اُم الدرداء سے' فرماتی ہیں میں نے ابوالدرداء کو فرماتے سنا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایسی اُمت پیدا کرنے والا ہوں کہ جنہیں اگر پسندیدہ چیز ملے گی تو اللہ کی حمد کریں گے اور اگر ناپسند چیز ملے گی تو طلب اجر و صبر کریں گے۔ل حالانکہ ان میں علم و حلم نہ ہوگا۲ عرض کیا الٰہی! ان میں یہ خوبی حلم و عقل کے بغیر کیونکر ہوگی۔ فرمایا انہیں اپنے علم و حلم سے دوں گا۔۳ (شعب الایمان)

(۱۶۶۹)لاس اُمت سے مراد اُمتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو پچھلی اُمتوں کے اچھے بُرے سارے حالات سنائے مگر پچھلی اُمتوں کو ہمارے اچھوں کے اچھے حالات سنائے گئے تھے لیکن بُروں کے بُرے حالات نہ بتائے گئے یہ اس اُمتِ مرحومہ پر خاص کرمِ خداوندی ہے۔ دیکھو اگرچہ اس اُمت میں ناشکرے اور بے صبرے بھی ہیں مگر رب نے عیسیٰ علیہ السلام کو صرف صابرین کے حال سنائے۲ یعنی وہ لوگ اُمی ہوں گے' کتابوں کے ذریعے بردباری اور عقل حاصل نہ کر سکے ہوں گے مگر قدرتی طور پر انہیں صبر و شکر نصیب ہوگا۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس جگہ کسبی علم و عقل کی نفی ہے نہ کہ وہبی کی۳ یعنی انہیں علم لدنی کی طرح علم و عقل بھی لدنی عطا فرمائی جائے گی۔ الحمدللہ اس اُمت میں اولیاء' علماء تا قیامت اس صفت کے موجود رہیں گے' علم و حلم کتاب پر موقوف نہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کسبی علم و عقل فانی ہے' وہبی علم و عقل باقی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو اپنے صفات عطا فرماتا ہے۔

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ قبروں کی زیارت کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

اس جگہ چند مسائل یاد رکھو۔(۱) تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ زیارتِ قبور سنت ہے کیونکہ اس سے زائر کو اپنی موت یاد آتی ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو کر آخرت کی طرف توجہ اور دنیا سے بے توجہی حاصل ہوتی ہے۔(۲) زیارتِ قبور میں زائر کو بھی فائدے ہیں اور میت کو بھی، زائر کو ثواب، آخرت کی یاد، دنیا سے بے رغبتی حاصل ہوتی ہے اور میت کو زائر سے انس اور اس کے ایصالِ ثواب سے نفع میسر ہوتا ہے۔(۳) یہ کہ زائر قبر پر پہنچ کر پہلے صاحبِ قبر کو سلام کرے پھر قبر کی طرف منہ اور کعبہ کو پشت کر کے کھڑا ہو اور کچھ سورتیں پڑھ کر اس کا ثواب صاحبِ قبر کو پہنچائے۔(۴) یہ کہ ساری اُمت اس پر متفق ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے مدد لینا جائز ہے، غیر انبیاء کی قبروں کے متعلق بعض ظاہر بین علماء نے اختلاف کیا مگر محققین فقہاء اور تمام صوفیاء فرماتے ہیں کہ اولیاء اور علماء کی قبور سے مدد لینا جائز ہے، قبورِ اولیاء سے تاقیامت دینی و دنیاوی فیوض جاری رہیں گے۔امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت دعا کے لیے مجرب تریاق ہے۔امام غزالی فرماتے ہیں کہ جن بزرگوں سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے، ان سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے۔ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے چار شخصوں کو دیکھا جو زندگی سے زیادہ اپنی قبروں سے دنیا میں تصرف کر رہے ہیں، ان میں سے معروف کرخی اور حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی ہیں۔سید احمد مرزوق فرماتے ہیں کہ زندے کی مدد سے مردے بزرگ کی مدد زیادہ قوی ہے، یہ تو قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ میت اپنے زائرین کو دیکھتی ہے اور ان کا کلام سنتی ہے۔ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ بعد وفات روح کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔چنانچہ اکیلی روح ایسے ایسے کام کر دیتی ہے جو لاکھوں آدمی نہ کرسکیں۔چنانچہ ایک بار حضرت ابوبکر صدیق کی روح نے صدہا کافروں کو ایک آن میں تہ تیغ کردیا اور روح جنت میں رہتے ہوئے مشرق و مغرب کو دیکھ لیتی ہے۔(۵) قبر کے سامنے بلا آڑ نماز پڑھنا حرام، ہاں بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا یا وہاں نمازیں پڑھنا برکت کے لیے دعائیں مانگنا جائز ہے۔(۶) حق یہ ہے کہ قبر یعنی تعویذ قبر کو بوسہ نہ دے نہ وہاں ناک یا پیشانی خاک پر رگڑے کہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے ہاں آستانہ بوسی اور چیز ہے۔(۷) جمعہ کے اوّل دن میں زیارتِ قبور بہت بہتر ہے۔روایت میں ہے کہ اس دن میت کا علم و ادراک اور توجہ الی الدنیا زیادہ ہوتی ہے۔(۸) وفات کے بعد سات روز تک برابر صدقہ و خیرات کیا جائے اس پر تمام علماء متفق ہیں اور اس بارے میں صحیح احادیث بھی وارد ہیں۔(۹) بعض روایتوں میں ہے کہ ہر جمعہ کی شب میت کی روح اپنے گھروں میں آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ میرے زندے میرے واسطے کچھ خیرات کرتے ہیں یا نہیں۔(از لمعات و اشعۃ اللمعات)

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاَمْسِكُوْا مَابَدَالَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ اِلَّا فِيْ

(۱۶۷۰) روایت ہے حضرت بریدہ سے[۱] فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔[۲] اب زیارت کیا کرو[۳] اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا

سِقَآءٍ فَاشْرَبُوْا فِی الْاَسْقِیَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اب جب تک چاہو رکھو۔ ۴؎ اور میں نے تمہیں مشکیزوں کے سوا میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا اب تمام برتنوں میں پیا کرو ہاں نشہ کی چیز نہ پینا۔ ۵؎ (مسلم)

(۱۶۷۰) ۱؎ آپ کا نام بریدہ ابن حصیب اسلمی ہے، مشہور صحابی ہیں، بدر سے پہلے ایمان لائے مگر بدر میں شریک نہ ہو سکے، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، مدنی ہیں مگر بعد میں بصرہ قیام کیا، آخر میں خراسان چلے گئے تھے پھر یزید ابن معاویہ کی طرف سے مرو میں غازی ہو کر گئے، وہاں ۶۲ھ میں وفات پائی۔ (اکمال و مرقاۃ) ۲؎ شروع اسلام میں زیارتِ قبور مسلمان مردوں عورتوں کو منع تھی کیونکہ لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے، اندیشہ تھا کہ بت پرستی کے عادی ہونے کی وجہ سے اب قبر پرستی شروع کر دیں جب ان میں اسلام راسخ ہو گیا تو یہ ممانعت منسوخ ہو گئی جیسے جب شراب حرام ہوئی تو شراب کے برتن استعمال کرنا بھی ممنوع ہو گیا تا کہ لوگ برتن دیکھ کر پھر شراب یاد نہ کر لیں جب لوگ ترکِ شراب کے عادی ہو گئے تو برتنوں کے استعمال کی ممانعت منسوخ ہو گئی۔ ۳؎ یہ امر استحبابی ہے حق یہ ہے کہ اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں کہ انہیں بھی زیارتِ قبور کی اجازت دی گئی۔ (لمعات، اشعہ، مرقاۃ) لیکن اب عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکا جائے یعنی گھر سے زیارتِ قبور کے لیے نہ نکلیں سوائے روضہ اطہر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے کسی اور کی زیارت کو نہ جائیں ہاں اگر کہیں جا رہی ہوں اور راستہ میں قبر واقع ہو تو زیارت کر لیں جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضرت عبدالرحمٰن کی قبر کی زیارت کی اور اگر کسی گھر میں ہی اتفاقاً قبر واقع ہو تو زیارت کر سکتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف تھی جہاں آپ مجاورہ و منتظمہ تھیں۔ خیال رہے کہ زُوْرُوْا مطلق امر ہے لہٰذا مسلمانوں کو زیارتِ قبر کے لیے سفر بھی جائز ہے جب ہسپتالوں اور حکیموں کے پاس سفر کر کے جا سکتے ہیں تو مزاراتِ اولیاء پر بھی سفر کر کے جا سکتے ہیں کہ ان کی قبور روحانی ہسپتال ہیں۔ نیز اگر کہیں قبر پر لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہوں تو اس سے زیارتِ قبور نہ چھوڑے۔ ہو سکے تو ان حرکتوں کو بند کرے کیونکہ زُوْرُوْا مطلق ہے۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بتوں کی وجہ سے کعبہ نہ چھوڑا بلکہ جب موقع ملا تو بت نکال دیئے، آج بھی نکاح میں لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہیں مگر اس کی وجہ سے نہ نکاح بند کیے جاتے ہیں نہ وہاں کی شرکت نکاح بھی سنت مطلقہ ہے اور زیارتِ قبور بھی سنت مطلقہ نکاح و زیارتِ قبور دونوں کے لیے سفر بھی درست ہے اور ناجائز امور کی وجہ سے ان میں شرکت ممنوع نہیں، یہ دونوں مسائل شامی نے جلد اوّل باب زیارتِ قبور میں بہت تفصیل سے بیان فرمائے۔ ۴؎ یعنی شروع اسلام میں میں مسلمانوں پر غربت اور افلاس کا غلبہ تھا اس لیے قربانی کرنے والوں کو حکم تھا کہ جس قدر گوشت تم تین دن کے اندر کھا سکو وہ کھا لو باقی غرباء میں خیرات کر دو پھر جب مسلمانوں کو رب نے مال عام دیا اور عام مسلمان قربانی کرنے لگے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اب چاہے سال بھر تک قربانی کا گوشت کھاؤ۔ ۵؎ یعنی جب شراب حرام ہوئی تو اندیشہ تھا کہ مسلمان شراب کے برتن دیکھ کر پھر شراب نوشی شروع کر دیں گے اس لیے اس کے برتنوں میں پانی، دودھ یا شراب زلال جسے نبیذ کہتے ہیں، پینا حرام کر دیا گیا پھر جب مسلمان شراب بھول گئے تب اس کے برتنوں کی اجازت دے دی گئی جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔ اس حدیث میں تین چیزوں کی حرمت منسوخ کی گئی، فتویٰ اس پر ہے کہ پتلی نشہ والی چیز مطلقاً حرام ہے، نشہ دے یا نہ دے لہٰذا جو، جوار اور کھجور وغیرہ کی شرابیں ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے۔ امام اعظم کا یہ ہی آخری قول ہے، جمی ہوئی نشہ آور چیزیں اگر نشہ دیں حرام یا انہیں طرب کے لیے کھانا حرام ہے ورنہ حلال چنانچہ افیون، بھنگ اور چرس وغیرہ بطور دواءً استعمال کر سکتے ہیں بشرطیکہ نشہ نہ

دیں اس کی مکمل بحث انشاء اللہ کتاب الاشربہ میں ہوگی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَكٰى وَاَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِّیْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاُذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۷۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۱؎ تو روئے اور اپنے اردگرد والوں کو رُلایا۲؎ پھر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اس کی اجازت نہ دی گئی اور ان کی قبر شریف کی زیارت کی اجازت مانگی اس کی مجھے اجازت دی گئی۔۳؎ قبروں کی زیارتیں کیا کرو کہ یہ موت یاد دلاتی ہیں۔ (مسلم)

(۱۶۷۱)۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کا مزار پُر انوار مقام ابواء میں ہے جو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان پرانے رستہ میں واقع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے' چھ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش پرورش میں رہے۔ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ اپنے ننھیال مدینہ منورہ گئیں' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تھے' واپسی پر مقامِ ابواء میں بیمار ہوئیں اور وہاں ہی وفات پا گئیں وہاں ہی مدفون ہوئیں اس بیماری میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا سر دباتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو آپ کے چہرے پر گرے تو آنکھ کھولی اور اپنے دوپٹے سے آپ کے آنسو پوچھ کر بولیں دنیا مرے گی مگر میں کبھی نہیں مروں گی کیونکہ تم جیسا فرزند میں چھوڑ رہی ہوں جس کی وجہ سے مشرق و مغرب میں میرا چرچا رہے گا اس ولیہ وقت کا یہ قول نہایت درست ہوا۔۲؎ یہ زیارتِ قبر انور کا واقعہ صلح حدیبیہ میں ہوا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہزار صحابہ تھے۔ (مرقاۃ) آپ اپنی والدہ ماجدہ کے فراق میں روئے کہ آج وہ زندہ ہوتیں' ہماری یہ شان دیکھ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتیں' صحابہ بھی آپ کے گریہ اور آپ کی والدہ کو یاد کر کے رونے لگے' خدا مجھ گناہ گار کو حضرت آمنہ کے مزار شریف کی زیارت نصیب کرے تو ان کی قبر کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بناؤں کیونکہ وہ میرے پیارے نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں ہیں' ان کے احسانات تمام جہان پر ہیں' رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔۳؎ اس جملہ کی وجہ سے بعض لوگوں نے سمجھا کہ حضرت آمنہ خاتون کافرہ تھیں اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے لیے دعائے مغفرت سے منع کر دیا اس رو میں قاری بھی بہہ گئے۔ عام دیوبندی یہ ہی کہتے ہیں مگر یہ محض غلط ہے اگر آپ کافرہ ہوتیں تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیارتِ قبر کی بھی اجازت نہ ملتی۔ رب فرماتا ہے وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۸۴،۹) اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ و رسول سے منکر ہوئے (کنزالایمان) زیارتِ قبر کی اجازت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومنہ ہیں' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے مغفرت سے اس لیے منع کیا گیا کہ حضرت آمنہ بالکل بے گناہ ہیں' انہوں نے احکامِ شرعیہ کا زمانہ پایا ہی نہیں پھر گناہ ان سے کیونکر سرزد ہوتے اور دعائے مغفرت گنہگار کو کی جاتی ہے دیکھو بچہ کے جنازہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کرتے' آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائے مغفرت منع' حضرت آمنہ خاتون کا ایمان قرآنِ کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (۱۲۸،۲) اور ہماری اولاد میں سے ایک اُمت تیری فرمانبردار (کنزالایمان)

پھر فرمایا: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ (۱۲۹-۲) اے ربّ ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے (کنزالایمان) خدایا! میری اولاد میں ہمیشہ ایک مومن جماعت رہے اور اے مولیٰ! اسی مومن جماعت میں نبی آخر الزماں کو بھیج، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا یقیناً قبول ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد مومن ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اوّل میں ملاحظہ کرو۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۷۲) روایت ہے حضرت بریدہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سکھاتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو کہیں اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلام ہو[۱] انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں[۲] ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت مانگتے ہیں[۳] (مسلم)

(۱۶۷۲) [۱] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جا کر پہلے سلام کرنا پھر یہ عرض کرنا سنت ہے اس کے بعد اہلِ قبور کو ایصالِ ثواب کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردے باہر والوں کو دیکھتے، پہچانتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں ورنہ انہیں سلام جائز نہ ہوتا کیونکہ جو سنتا نہ ہو یا سلام کا جواب نہ دے سکتا ہو اسے سلام کرنا جائز نہیں۔ دیکھو سونے والے اور نماز پڑھنے والے کو سلام نہیں کر سکتے۔ [۲] یہ انشاء اللہ یا تو برکت کے لیے یا ایمان پر موت کے لیے یعنی اگر رب نے چاہا تو ہمارا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا اور ہم تم سے ملیں گے، کفار کے پاس نہ جائیں گے ورنہ موت تو یقیناً آنی ہے، وہاں انشاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ [۳] عوام مسلمین کی قبروں پر بعد سلام یہ الفاظ کہے جائیں، اولیاء کے مزارت پر یوں عرض کرے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور شہداء کے مزارت پر یوں عرض کرے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (عالمگیری) یہاں دیار سے مراد قبور ہیں کیونکہ قبریں میتوں کے گھر ہیں اور قبرستان ان کا شہر۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

(۱۶۷۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں کچھ قبروں پر گزرے تو ان کی طرف اپنا چہرہ پاک کیا[۱] پھر فرمایا اے قبر والو! تم پر سلام ہو، اللہ ہمیں اور تمہیں بخشے، تم ہمارے اگلے ہو، ہم تمہارے پیچھے[۲] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۱۶۷۳) [۱] یعنی قبور کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کو پشت کر کے کھڑے ہوئے زیارتِ قبور کے وقت اسی طرح کھڑا ہونا چاہیے۔ (مرقاۃ) قبر کو چومنا ممنوع ہے البتہ عالمگیری و مرقاۃ میں اسی جگہ ہے کہ والدین کی قبریں چومنا جائز ہے۔ [۲] یعنی ہم سے آگے تم چلے گئے تمہارے پیچھے ہم بھی آ رہے ہیں۔ متقدمین کو سلف کہتے ہیں، متاخرین کو خلف۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَقَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَاتُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۷۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ہاں شب کی باری ہوتی تو آپ آخر رات میں بقیع کی طرف نکل جاتے۔۱؎ فرماتے اے مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلام، تم سے جس چیز کا وعدہ تھا، وہ تمہیں مل گئی، کل کی تمہیں مہلت دی ہوئی ہے۔۲؎ اور انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں ۳؎ خدایا بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔۴؎ (مسلم)

(۱۶۷۴)۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ آخری شب میں بقیع یعنی قبرستان مدینہ کی زیارت فرماتے تھے، اپنی باری کا ذکر اس لیے فرماتی ہیں کہ آپ کے علم میں یہ ہی آیا، عربی میں بقیع درخت والے میدان کو کہتے ہیں، غرقد ایک خاص درخت کا نام ہے چونکہ اس میدان میں پہلے غرقد کے درخت تھے اسی لیے اس جگہ کا نام بقیع الغرقد ہوگیا۔۲؎ یعنی تمہارا وعدہ موت پورا ہو چکا اور تم کو موت آ چکی، اعمال کا ثواب کل قیامت میں ملے گا، ہماری ابھی موت بھی باقی ہے اور اجر و ثواب بھی اس صورت میں یہ دو جملے ہیں یا معنی یہ ہیں کہ جس اجر و ثواب کا تم سے وعدہ تھا، وہ عنقریب یعنی کل قیامت میں تمہیں ملنے والا ہے اس صورت میں یہ ایک جملہ ہے اور اَتَاكُمْ ماضی بمعنی مستقبل ہے پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں۔۳؎ یعنی وفات پا کر تم تک پہنچنے والے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ ہم بقیع میں دفن ہونے والے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور بقیع میں نہیں اپنے گھر شریف میں واقع ہوئی۔۴؎ اس دعا کی وجہ سے بعض مومن بقیع میں دفن ہونے کی تمنا کرتے ہیں تا کہ اس خصوصی دعا میں وہ بھی شامل ہو جائیں۔ دعا یہ ہے کہ الٰہی! تمام بقیع والے مدفونوں کی مغفرت فرما، رب تعالٰی اس پاک سرزمین میں دفن ہونا نصیب کرے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَيْفَ اَقُوْلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَعْنِيْ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ قَالَ قُوْلِي السَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۷۵) روایت ہے انہی سے، عرض کیا یارسول اللہ! میں زیارتِ قبور میں کیا کروں۱؎ فرمایا یوں کہا کرو کہ مومنوں مسلمانوں کے گھر والوں پر سلام ہو، اللہ ہمارے اگلے پچھلوں پر رحم فرمائے اور انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ (مسلم)

(۱۶۷۵)۱؎ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو زیارتِ قبور کی اجازت ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ خدا زیارتِ قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے، وہ منسوخ ہے۔ دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو زیارتِ قبور سے منع نہ فرمایا بلکہ انہیں اس کا طریقہ اور وہاں پڑھنے کی دعائیں سکھائیں۔ بعض نے فرمایا کہ عام عورتوں کو زیارت قبور سے روکو جو وہاں رونا پیٹنا کریں

خاص عورتیں جنہیں اس کے احکام معلوم ہوں، زیارتِ قبور کریں واللہ ورسولہ اعلم اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے ہو چکی۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَلَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۱۶۷۶) روایت ہے حضرت محمد ابن نعمان سے وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے ہیں[۱] فرمایا جو اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ میں[۲] زیارت کیا کرے تو اس کی بخشش کی جائے گی اور وہ بھلائی کرنے میں لکھا جائے گا۔[۳] (بیہقی، شعب الایمان)

(۱۶۷۶) [۱] یعنی محمد ابن نعمان اگرچہ تابعی ہیں، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی مگر انہوں نے صحابی کے ذریعے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کی لہٰذا حدیث مرسل ہے۔[۲] یہاں جمعہ سے مراد یا تو جمعہ کا دن ہے یا پورا ہفتہ بہتر ہے کہ ہر جمعہ کے دن والدین کی قبور کی زیارت کیا کرے اگر وہاں حاضری میسر نہ ہو جیسے کہ یہ فقیر اب پاکستان میں ہے اور میرے والدین کی قبریں ہندوستان میں تو ہر جمعہ کو ان کے لیے ایصالِ ثواب کیا کرے۔[۳] یعنی ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرنے والا گویا اب بھی ان کی خدمت کر رہا ہے جو ثواب ان کی زندگی میں ان کی خدمت کرنے کا ہے، وہ ہی ثواب ان کی وفات کے بعد ان کی قبور کی زیارت کا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ والدین کی وفات کے بعد تین کام کرو، ایک یہ کہ ہر جمعہ کو ان کی قبروں کی زیارت کرو، ان کے لیے دعائے ختم پڑھو۔ دوسرے یہ کہ ان کے قرض ادا کرو، ان کے وعدے پورے کرو۔ تیسرے یہ کہ والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں کو اپنا باپ و ماں سمجھو اور ان کی خدمت کرو۔ اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

(۱۶۷۷) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب ان کی زیارتیں کیا کرو کیونکہ یہ دنیا میں بے رغبتی اور آخرت کی یاد پیدا کرتی ہیں۔[۱] (ابن ماجہ)

(۱۶۷۷) [۱] یعنی ممانعت زیارتِ قبور منسوخ ہے اب اس کی اجازت ہے۔ حق یہ ہے کہ اس اجازت میں مرد و عورت سب ہی داخل ہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اب عورتوں کو اس سے روکنا دوسری وجہ سے ہے، زیارتِ قبور سے دل بیدار ہوتا ہے، نفس مرتا ہے اور امراء وسلاطین کی ملاقاتوں سے دل غافل ہوتا ہے، نفس موٹا پڑتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّقَالَ قَدْ رَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّ هٰذَا كَانَ قَبْلَ اَنْ يُّرَخِّصَ النَّبِيُّ صَلَّى

(۱۶۷۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کی۔[۱] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حسن صحیح ہے اور فرمایا کہ بعض اہلِ علم نے سمجھا کہ یہ حکم اس سے پہلے تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیارتِ قبور کی اجازت دیں پھر اجازت دے ہی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِيْ رُخْصَتِهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا كَرِهَ زِيَارَةَ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَآءِ لِقِلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَكَثْرَةِ جَزْعِهِنَّ ثُمَّ كَلَامُهٗ.

دی تو اس اجازت میں مرد عورتیں سب ہی آ گئے۔ بعض نے فرمایا عورتوں کے لیے زیارتِ قبور ان کے صبر کی کمی اور بے صبری کی زیادتی کی وجہ سے مکروہ ہے۔۲

(۱۶۷۸) ۱؎ یہ حدیث منسوخ ہے جس کی ناسخ حدیثیں پہلے گزر چکیں اور اگر اس کے معنی یہ ہوں کہ ان عورتوں پر لعنت ہے جو ہمیشہ ہروقت بے پروا و بے حیائی سے قبرستانوں کی زیارتیں کرتی پھریں' ان کا یہ مشغلہ ہوتو حدیث محکم ہے جیسا کہ زَوّارات مبالغہ کے صیغہ سے معلوم ہورہا ہے۔ ۲؎ غرض کہ عورتوں کی زیارتِ قبور کے متعلق علماء کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ مطلقاً ممنوع ہے' دوسرے یہ کہ مطلقاً جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ عام عورتوں کو ممنوع ہے جو صبر نہ کرسکیں خواص عورتوں کو جائز جو احکام شرعیہ سے واقف اور ان پر عامل ہوں مگر یہ اختلاف حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے علاوہ دیگر قبور میں ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی حاضری ہر مسلمان مرد و عورت حاجی پر واجب ہے۔ رب فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (۴:۶۴) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں۔ (کنز الایمان)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَادَخَلْتُهٗ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ رَوَاهُ اَحْمَدُ.

(۱۶۷۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں' یوں ہی چادر اتارے چلی جاتی تھی ۱؎ اور کہتی تھی ایک میرے زوج ہیں اور ایک میرے والد پھر جب حضرت عمر دفن ہوگئے تو رب کی قسم! حضرت عمر سے شرم کے باعث بغیر کپڑا لپیٹے اس گھر میں نہ گئی۔۲ (احمد)

(۱۶۷۹) ۱؎ یعنی جب تک میرے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق مدفون رہے تب تک تو میں سر کھولے یا ڈھکے ہر طرح حجرے شریف میں چلی جاتی تھی کیونکہ نہ خاوند سے حجاب ہوتا ہے اور نہ والد سے ۲؎ یعنی جب سے حضرت عمر میرے حجرے میں دفن ہوگئے تب سے میں بغیر چادر اوڑھے اور پردہ کا پورا اہتمام کیے بغیر حجرے شریف میں نہ گئی۔ حضرت عمر سے شرم و حیا کرتی ہوں اس حدیث سے بہت مسائل معلوم ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ میت کا بعد وفات بھی احترام چاہیے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کا ایسا ہی احترام کرے جیسا کہ اس کی زندگی میں کرتا تھا۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کی قبور کا بھی احترام اور ان سے بھی شرم و حیا چاہیے۔ تیسرے یہ کہ میت قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور انہیں جانتا پہچانتا ہے۔ دیکھو حضرت عمر سے عائشہ صدیقہ ان کی وفات کے بعد شرم و حیا فرمارہی ہیں اگر آپ باہر کی کوئی چیز نہ دیکھتے تو اس حیا فرمانے کے کیا معنی۔ چوتھے یہ کہ قبر کی مٹی تختے وغیرہ تو میت کی آنکھوں کے لیے حجاب نہیں بن سکتے مگر زائر کے جسم کا لباس ان کے لیے آڑ ہے لہذا میت کو زائر ننگا نہیں دکھائی دیتا ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ کا چادر اوڑھ کر وہاں جانے کے کیا معنی تھے۔ یہ قانونِ قدرت ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب حضرت عمر قبر کے اندر سے زائر کو

دیکھ رہے ہیں تو زائر کے کپڑوں کے اندر کا جسم بھی انہیں نظر آرہا ہے۔ پانچویں یہ کہ بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا رہنا درست ہے' حضرت عائشہ صدیقہ روضہ اطہر کی مجاورہ تھیں' چھٹے یہ کہ عورت بھی مجاورہ ہوسکتی ہے مگر باپردہ اور حیا کے ساتھ۔ ساتویں یہ کہ مجاورہ عورت کو قبر کی زیارت کی اجازت ہے کیونکہ وہ وہاں ہی رہتی ہے۔

قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے والوں اور شوق رکھنے والوں کیلئے

لاجواب کتاب

علم القرآن

لترجمۃ الفرقان

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

قادری پبلشرز

اردو بازار، لاہور